قفل والا پُراسرار چہرہ

اے حمید

ناگ ماریا اور عنبر کی واپسی

کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

قفل والا پُر اسرار چہرہ

اے حمید

پیتل کا خطرناک سانپ

پھنکار کی آواز سن کر ناگ وہیں رُک گیا۔
اُسے ملکہ نفرتی کی روح کا فقرہ یاد آگیا کہ سامری نے
یں ہلاک کرنے کے لیے پیتل کا طلسمی سانپ چھوڑ رکھا ہے
یہ پھنکار پیتل کے طلسمی سانپ کی تھی۔ کیونکہ دنیا کا کوئی
عام زندہ سانپ ایسا نہ تھا جو ناگ پر حملہ کرنے کی ہمت
کرتا۔ یہ ایک بے جان پیتل کا سانپ تھا مگر اس میں
ایسا طلسم پھونک دیا گیا تھا کہ وہ زندہ سانپ سے زیادہ
خطرناک ہو گیا تھا۔ صحرا میں جس جگہ ناگ کھڑا تھا وہاں
چھوٹے چھوٹے ریت کے ٹیلے تھے۔ ناگ نے گہرا سانس
لیا اور ایک پل میں سفید باز بن کر ٹیلوں کے اُوپر منڈلانے
اس نے دیکھا کہ ایک ٹیلے کے پیچھے سے پیتل کا ایک
لبا سانپ نکل کر باہر آیا اور ناگ کی طرف منہ اٹھا
اودر نے لگا۔ اس کے منہ سے آگ کے نیلے رنگ
شعلے نکل رہے تھے۔ پھر اچانک سانپ کے پَر
ئے اور اس نے ہوا میں اڑاری مار دی۔ ناگ گھبرا کر

ہوا میں تیزی سے ایک طرف کو گھوما اور آسمان میں غوطہ
لگا کر بہت بلندی پر چلا گیا۔ شاید ہوا میں اتنی بلندی پر طلسمی
سانپ کا طلسم کام نہیں کرتا تھا۔ وہ اوپر نہیں آ رہا تھا اور
نیچے ہی نیچے ایک خاص بلندی پر اڑتے ہوئے ناگ کو
دیکھ کر پھنکار رہا تھا۔

ناگ فضا میں ہی اڑتے اڑتے بہت دُور نکل گیا
اور پھر اس جگہ زمین پر اُتر آیا جہاں آج کل مصر کے
دارالحکومت، قاہرہ میں ابوالہول کا مجسمہ بنا ہوا ہے۔ اس
زمانے میں یہاں ابھی ابوالہول کا بت نہیں بنا تھا اور اس
جگہ ایک ریت کا ایک اونچا ٹیلا ہوا کرتا تھا جو پتھر کی طرح
سخت ہو گیا ہوا تھا اور جہاں کئی جگہوں پر پتھروں کے ڈھیر
لگے رہتے تھے۔

ناگ ان پتھروں کے ایک ڈھیر سے ذرا ہٹ کر بیٹھ
گیا۔ اس نے ابھی انسانی شکل نہیں بدلی تھی۔ کیوں کہ اسے
خطرہ تھا کہ ہو سکتا ہے پیلی کا طلسمی سانپ اس کا پیچھا
کرتا یہاں بھی پہنچ جائے۔ وہ غور کر رہا تھا کہ اسے اب
کیا چال چلنی چاہیے کہ اس طلسمی سانپ کو دھوکہ دے کر
وہ کسی طرح فرعون کے شاہی محل میں پہنچ جائے۔ اب صحرا
میں رات کا اندھیرا بھی پھیلنے لگا تھا۔ تھیبز شہر کی پرانی
فصیل کے دروازوں پر مشعلیں روشن کر دی گئی تھیں جو

دور سے ستاروں کی طرح جھلملا رہی تھیں۔ ناگ نے شاہی
محل کی طرف نگاہ اٹھائی جو شہر کے درمیان میں تھا اور
جس کے اونچے میناروں میں فانوس روشن ہو گئے تھے۔

ناگ کچھ دیر اور وہاں بیٹھا غور کرتا رہا اور اس کے
ارد گرد صحرا میں اندھیرا پھیل گیا اور آسمان پر ستارے نکل
آئے۔ وہ اُڑ کر شاہی محل کی طرف جانے ہی والا تھا کہ
ے کسی عورت کے کراہنے کی آواز آئی۔ ناگ نے اندھیرے
، چاروں طرف دیکھا۔ وہ اندھیرے میں بالکل صاف
ف دیکھ سکتا تھا۔ اس کے آس پاس کوئی عورت
یں تھی۔ آواز تھوڑی تھوڑی دیر بعد آ رہی تھی اور بڑی
ڈراؤنی تھی۔ ناگ بڑا حیران ہوا کہ یہ آواز کہاں سے آ
رہی ہے۔ اس نے گہرا سانس لیا اور اپنی اصلی شکل
گیا۔ اب اسے آواز اپنے قریب سے آتی محسوس ہو
تھی۔ اس نے کان لگا کر سُنا۔ عورت کی آواز میں
اور ایسا لگتا تھا کہ وہ ہولے ہولے سسکیاں بھر
رہی ... وہ قدیم مصری زبان میں کہہ رہی تھی:

"مجھے آزاد کر دو۔ رب قسمس! مجھے آزاد کر دو۔"

وہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد بار بار یہی جملہ دہرا رہی
تھی۔ ناگ نے اُٹھ کر غور سے پتھروں کو دیکھا تو اسے
لگا کہ آواز ایک جگہ پتھر کے ایک ڈھیر کے نیچے سے

آ رہی ہے۔ پھر اسے دور سے روشنی نظر آئی جو اس کی
طرف بڑھ رہی تھی۔ ناگ نے فوراً سانس کھینچ کر اپنی شکل
تبدیل کر لی اور وہ کالی چڑیا بن کر ایک طرف پتھروں کے
پیچھے ہو کر بیٹھ گیا۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس ٹیلے کی
طرف یہ کون آ رہا ہے۔

چند سیکنڈ کے بعد اس نے دیکھا کہ ایک اُونچے قد
کا دُبلا پتلا آدمی جس نے نیلی چادر میں جسم لپیٹ رکھا تھا
اور جس کے سر کے بال منڈے ہوئے تھے۔ ہاتھ میں
مشعل لیے پتھروں کے اس ڈھیر کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا
جس کے نیچے سے ناگ کو عورت کی آواز سنائی دی تھی۔
یہ کوئی مصری کاہن تھا۔ ناگ کاہنوں کے لباس اور شکل
سے انہیں پہچان لیتا تھا۔

کاہن نے مشعل ایک طرف پتھروں میں کھڑی کر دی
اور چادر کے اندر سے لوہے کی ایک تکون نکال کر اسے
پتھروں پر رکھا اور منتر پڑھنے لگا۔ زمین کے اندر سے
عورت کی آواز آنی بند ہو گئی۔ پھر ایک دم سے اسی
عورت کی ایک بھیانک چیخ زمین کے اندر سے بلند ہوئی
اور اس نے کہا:

"مجھے آگ نہ لگاؤ۔ مجھے آگ نہ لگاؤ۔
مجھے معاف کر دے اے رب شمس! مجھے آگ

نہ لگاؤ۔"

کاہن نے کہا:

"جب تک چالیس دن کے بعد میرا طلسمی عمل ختم
نہیں ہو گا۔ میں تیری روح کو اسی طرح آگ
میں جلاتا رہوں گا۔ چالیسویں روز تجھے قبر سے
باہر نکل کر بتانا ہو گا کہ فرعون کفردتی کا خزانہ کس
جگہ دفن ہے۔"

قبر سے عورت کی درد بھری چیخیں بلند ہو رہی تھیں۔
"مجھے نہ جلاؤ۔ مجھے آگ سے باہر نکالو۔ مجھے
خزانے کا کچھ پتہ نہیں ہے۔ مجھے آگ نہ لگاؤ۔"

کاہن بولا:

"سن اے بدنصیب عورت کی روح! چالیس
روز کے بعد شیطان تجھے خزانے کے بارے
میں آ کر بتا دے گا۔ پھر تو اس کا راز مجھے
بتا دے گی ۔۔۔ اور اس کے بعد ہمیشہ کے لیے
تیری قبر میں آگ بھر دی جائے گی۔ کیوں کہ
تو ایک گناہ گار عورت تھی۔ تو نے خودکشی
کی تھی۔"

پتھروں کی قبر کے نیچے بدنصیب عورت کی روح
چیخیں بلند کرتی رہی اور کاہن اپنا عمل پڑھتا رہا پھر

اس نے عمل بند کر دیا اور لوہے کی تکون اُٹھا کر مشعل
ہاتھ میں تھام کر واپس روانہ ہو گیا۔
جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تو ناگ دوبارا
انسانی شکل میں آ کر قبر کے پاس آیا۔ اب کسی کسی وقت
عورت کے کراہنے کی آواز آ جاتی تھی۔ ناگ نے پتھروں
کو ہٹانا شروع کر دیا۔ کافی پتھر ہٹانے کے بعد اسے قبر
کا اندر کا حصہ نظر آیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک عورت
کی لاش پتھریلے فرش پر پڑی ہے اور اس کے اِرد گرد
آگ کے سرخ انگارے دہک رہے ہیں۔ عورت کا چہرہ
آگ سے سرخ ہو رہا ہے اور اس کے جسم سے دھواں
اُٹھ رہا ہے۔ یہ ایک مُردہ عورت کی لاش تھی اور
اس کی ہڈیوں پر سے گوشت جگہ جگہ سے جل کر سیاہ ہو
چکا تھا۔

ناگ نے اسے آواز دے کر کہا:
"میں تیری کیا مدد کر سکتا ہوں بہن؟"
عورت کی لاش کانپی، لاش کے چہرے نے اپنی
آنکھیں کھول دیں۔ ان آنکھوں میں پلکوں کے پیچھے ڈیلے
نہیں تھے بلکہ تاریک سوراخ تھے۔ عورت کی لاش کے
منہ کا گوشت بھی جلا ہوا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا:
"تو نے مجھ گناہگار کو اپنی بہن کہا ہے۔ اے

نیک دل بھائی! مجھ پر رحم کر۔"
ناگ نے کہا:
"تو کون ہے اور میں تیرے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"
لاش نے کہا:
"میرا نام مارتینی ہے۔ میں ایک کاہن کی بیٹی تھی
میرے باپ نے مجھے ایک بدشکل ظالم اور
بوڑھے شخص کے ساتھ بیاہ دیا اور میں نے
اس کے ظلم سے تنگ آ کر خودکشی کر لی۔
رواج کے مطابق مجھے شہر کے قبرستان سے باہر
اجاڑ جگہ پر دفن کر دیا گیا۔ میں پہلے ہی عذاب
میں تھی کہ اس کاہن نے مجھ پر طلسم کا عمل
شروع کر دیا۔ اب یہ ہر ہفتے کی رات کو آتا
ہے اور اپنا عمل پڑھتا ہے اور میری قبر میں آگ
بھر کر چلا جاتا ہے۔ رب شمس تم پر مہربان ہو۔
مجھے اس کاہن کے ظلم سے نجات دلاؤ۔"
ناگ نے پوچھا:
"میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں میری بہن!"
لاش نے کہا:
"اس کاہن نے میری قبر کے اوپر بائیں طرف جادو
کی ایک میخ ٹھونک کر میری روح کو اس قبر

میں قید کر رکھا ہے۔ اگر تم وہ میخ اکھاڑ کر
پھینک دو تو میری روح آزاد ہو جائے گی اور مجھے
اس جہنمی قبر کی آگ سے نجات مل جائے گی۔"
ناگ بولا:

"میں ابھی کیے دیتا ہوں بہن!"
ناگ جلدی سے قبر میں سے نکل کر باہر آیا۔ اس نے
بائیں جانب دیکھا کہ ایک جگہ پتھروں کے درمیان سخت
زمین میں قبر کے سرہانے کی طرف ایک لوہے کی موٹی
میخ ٹھکی ہوئی تھی۔ ناگ نے میخ کو اکھاڑ کر پھینک دیا۔
میخ کا باہر نکلنا تھا کہ قبر کے اندر کی آگ ایک دم سے
بجھ گئی اور قبر میں سے فوراً ہی ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکے
آنا شروع ہو گئے۔ ناگ نے قبر میں اُتر کر دیکھا کہ عورت
کی لاش غائب تھی اور آگ کی جگہ وہاں پھول ہی پھول
بکھرے ہوئے تھے۔ ناگ نے غور سے دیکھا تو اسے ایک
جگہ قبر کے اندر ایک کھڑکی نظر آئی جو کھلی ہوئی تھی۔
اس کھڑکی میں سے خوشبو کی لپٹیں آ رہی تھیں اور روشنی
بھی ہو رہی تھی۔ ناگ کھڑکی میں سے دوسری طرف کُود گیا۔
کیا دیکھتا ہے کہ وہاں ایک حسین باغ ہے جس
میں کنول کے پھول جگہ جگہ کھلے ہیں۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا
خوشبو اڑاتی چل رہی ہے۔ درختوں پر پرندے گا رہے

ہیں۔ فضا نیلی نیلی ہے اور یاقوت کے فواروں میں سے
چاندی ایسا پانی اچھل رہا ہے۔ ناگ اس باغ میں آ کر
حیران سا رہ گیا۔ اسے یوں لگ رہا تھا۔ جیسے وہ کسی
جنت میں آ گیا ہے۔ درخت پھلوں سے لدے ہوئے
تھے۔ اس نے دیکھا کہ ایک عورت بال کھولے سونے
کے ایک تخت پر بیٹھی ہے اور کنیزیں اس کو چاندی
کے پنکھوں سے ہوا کر رہی ہیں۔
ناگ قریب آیا تو اس نے عورت کو پہچان لیا۔ یہ
وہی عورت تھی جو ابھی تھوڑی دیر پہلے قبر میں آگ
کے انگاروں کے درمیان لیٹی ہوئی تھی اور آنسو بہا رہی
تھی۔ اس عورت نے ناگ کو دیکھا تو مسکرائی اور اُٹھ
کھڑی ہوئی۔ اس نے آگے بڑھ کر ناگ کا ہاتھ لے
کر چوما اور بولی:

"میرے نیک دل بھائی! تم نے مجھے ظالم
کاہن کے طلسم سے نجات دلائی۔ اب میں
جنت میں ہوں اور خدا نے میرے گناہ
معاف کر دیئے ہیں۔ بتاؤ اب میں تمہارے لیے
کیا کر سکتی ہوں؟"
ناگ نے کہا:

"میں اپنی بہن اور بھائی عنبر ماریا کی تلاش میں

یہاں آیا ہوں۔"
عورت نے مسکرا کر کہا:
"میں جانتی ہوں۔"
ناگ بولا:
"اگر تم سب کچھ جانتی ہو تو مجھے بتاؤ کہ عنبر ماریا
اس وقت کہاں ہیں؟ کس حال میں ہیں اور میں
ان کے پاس کس طرح پہنچ سکتا ہوں۔"
عورت نے کہا:
"ناگ! میں غیب کا حال نہیں بتا سکتی۔ اس
کی مجھے اجازت نہیں ہے۔ ہاں میں تمہاری صرف
اتنی مدد کر سکتی ہوں کہ دنیا کے کالے شیطانی
جادو کا توڑ تمہیں دنیا ہی میں بتا دوں۔ کیوں کہ
یہاں جنت میں جادو ٹونا اور کالا جادو کرنے
والے داخل نہیں ہو سکتے تمہیں بھی یہاں سے
بہت جلد نکل جانا چاہیے۔"
ناگ بولا:
"تم میری کیا مدد کر سکتی ہو بہن؟"
عورت بولی:
"تم نے مجھے کاہن کے آتشی جادو سے بچایا
ہے تمہاری مدد کرنا اب میرا فرض ہو گیا ہے۔

سنو! اس ٹیلے سے اتر کر تم فرعونوں کے شاہی
اور سب سے پرانے قبرستان میں چلے جاؤ
اس قبرستان میں شاہی خاندان کے لوگ دفن ہیں۔
یہاں تمہیں انجیروں کے درخت کے نیچے ایک
کالے پتھر والی قبر ملے گی جس کے پتھر کی سل
ایک طرف کو جھکی ہوئی ہے۔ اس قبر کو کھودو گے
تو اندر سے ایک تابوت نکلے گا۔ اس تابوت
میں تمہیں جو کچھ نظر آئے گا اس سے خوف
مت کھانا اور اس تابوت میں ہی ایک پرچہ
پڑا ہو گا جس پر قدیم مصری زبان میں وہ کچھ لکھا
ہو گا جو تمہیں بتا دے گا کہ آگے تمہیں کیا کرنا
ہے۔ اب تم جاؤ۔ کیوں کہ تم بھی طلسم کرتے ہو
اور طلسم کے ماتحت ہو اس لیے زیادہ دیر جنت
میں نہیں رک سکتے۔"
ناگ نے جنت کی اس عورت کا شکریہ ادا کیا اور
جنت کی کھڑکی میں سے نکل کر قبر میں آ گیا۔ قبر سے باہر
نکلتے ہوئے اس نے نگاہ پھیر کر دیکھا تو جنت کی کھڑکی
غائب ہو چکی تھی۔
ناگ قبر سے نکل کر شاہی قبرستان کی طرف چل پڑا۔
یہ قبرستان بہت پرانا تھا اور ناگ عنبر ماریا یہاں اس

سے پہلے بھی آ چکے تھے۔ جیسا کہ آپ دوستوں نے
پچھلی قسطوں میں پڑھا ہو گا۔

ہر طرف گھپ اندھیرا تھا۔ شاہی قدیم قبرستان کی دیوار
بہت اونچی تھی اور اس پر جنگلی بیلیں سانپوں کی طرح
چڑھی ہوئی تھیں۔ قبرستان کے محراب دار شکستہ دروازے
پر اتنی جنگلی بیلیں لٹک رہی تھیں کہ اندر جانے کا راستہ
بند ہو گیا ہوا تھا۔ ناگ نے بڑی مشکل سے جنگلی
بیلوں کو پرے پرے ہٹا کر راستہ بنایا اور قبرستان میں
داخل ہو گیا۔ یہاں سچ مچ موت کی خاموشی چھائی ہوئی
تھی اور اتنا گہرا سیاہ اندھیرا تھا کہ ناگ کو بھی دیکھنے
میں دقت ہو رہی تھی۔ یہ ہزار برس پہلے کے شاہی
خاندان والوں کا قبرستان تھا اور اب یہاں شاہی خاندان
کے کسی مُردے کو دفن نہیں کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی
کہ یہ قبرستان کئی برسوں سے ویران پڑا تھا۔ قبروں کے
کتبے اور پتھر گر چکے تھے۔ قبروں میں سوراخ ہو گئے
تھے۔ اینٹ پتھر اکھڑ چکے تھے۔ قبروں پر اور ان کے
درمیان سے ہو کر گزرنے والے راستوں پر لمبی لمبی جنگلی
گھاس اُگی ہوئی تھی۔

ناگ اس ویران قبرستان کے اندھیرے میں آنکھیں
پھاڑے دیکھتا ہوا چل رہا تھا اور انجیر کے درخت کی

تلاش میں تھا۔ آخر کافی کوشش کے بعد اسے ایک جگہ انجیر کا درخت
نظر آ گیا۔ اس نے درخت کے قریب آ کر دیکھا کہ اس
کے سائے میں ایک قبر بنی ہوئی ہے جس کے پتھر کی
سِل ایک طرف کو جھک گئی ہے۔ یہی وہ قبر تھی جس
کے بارے میں جنّتہ کی عورت نے بتایا تھا۔

ناگ نے قبر کا پتھر ایک طرف کھسکایا اور بھُربھُری
مٹی اور خشک پتھروں کو پرے ہٹانے لگا۔ قبر کی مٹی
بڑی بھربھری تھی اور پتھر اکھڑے اکھڑے سے تھے۔ قبر کا
سوراخ ذرا گہرا اور چوڑا ہوا تو اس کے اندر ایک
تابوت دکھائی دیا۔ اس تابوت کا رنگ بھورا ہو کر جل
سا گیا تھا۔ تابوت کے اوپر مٹی پتھر پڑے ہوئے تھے۔
ناگ نے مٹی اور پتھر پرے ہٹائے اور اس کا ڈھکنا
زور لگا کر کھول دیا۔ چرچراہٹ کی آواز کے ساتھ ڈھکنا
کھلا تو ایک بار تو ناگ ایسا آدمی بھی ڈر کر پیچھے
ہٹ گیا۔

تابوت کے اندر ایک بہت بڑی سُوجی ہوئی آنکھ
پڑی تھی جس کے سبز ڈیلے میں گہرا سوراخ تھا اور
اندر پانی بھرا ہوا تھا۔ اس پانی میں گول سر والا ایک
تیندوا تیر رہا تھا اور اپنے بارہ ہاتھ آنکھ سے باہر نکال
کر لہراتے ہوئے ناگ کو پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا

ناگ نے دیکھا کہ اس آنکھ کے پاس ہی تابوت میں ایک چمڑے کا ٹکڑا تہہ کر کے پڑا تھا۔ یہی وہ کاغذ تھا جس کے لیے اس عورت نے ناگ کو یہاں بھیجا تھا۔

تیندوے کے بازو اتنی تیزی سے لہرا رہے تھے کہ ناگ کو لگتا تھا وہ اسے ابھی اپنی گرفت میں جکڑ کر ہلاک کر ڈالیں گے۔ مگر ناگ کو عورت کا فقرا یاد آگیا کہ ڈرنا مت اور کاغذ کو اٹھا لینا۔ ——

ناگ نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر چمڑے کا تہہ کیا ہوا ٹکڑا اٹھا لیا۔ اس کے اٹھاتے ہی تیندوے کے منہ سے ایک تیز خوفناک آواز نکلی اور وہ ڈبلے کے پانی میں زور زور سے تڑپنے لگا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ ابھی ڈبلے میں سے اچھل کر باہر نکل آئے گا۔

ناگ نے جلدی سے تابوت کا ڈھکنا گرا کر اسے بند کر دیا۔

ناگ تہہ کیے ہوئے چمڑے کے تعویذ کو لے کر قبرستان سے باہر نکل آیا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے بدروحوں کی چیخیں اس کا پیچھا کر رہی ہیں۔ باہر آتے ہی یہ آوازیں بند ہو گئیں۔ ناگ تیز تیز قدموں سے چل کر کھلے صحرا میں آ گیا۔ یہاں ستاروں کی روشنی میں اس نے چمڑے کے تعویذ کو کھول کر دیکھا۔

چمڑے کے چڑ مڑ کیے ہوئے ٹکڑے کے اوپر پرانی مصری زبان میں لکھا تھا۔

"۔۔۔ یہ طلسم ہے جو سامری جادوگر کے طلسم کو توڑ ڈالے گا۔ خبردار ۔۔۔ اس کو صرف وہی کھولے جو سانپ ہو مگر انسان کی شکل میں ہزاروں سال سے زندہ ہو ۔۔۔ اے وہ شخص جو سانپ ہے ۔۔۔ اگر یہ چمڑے کا طلسمی راز کا ٹکڑا تیرے ہاتھ میں ہے تو یہاں سے سو قدم اس طرف جدھر سورج طلوع ہوتا ہے چل کر جا اور تمہیں ایک پتھر کا سیاہ مینار ملے گا اس کے نیچے ایک مرتبان دفن ہو گا۔ اس کو کھول کر آگے کا حال تمہیں مرتبان میں ملے گا!"

ناگ یہ طلسمی راز کی تحریر پڑھ کر بڑا خوش ہوا۔ یہ تحریر تو اسی کے لیے لکھی گئی تھی۔ وہ خود سانپ تھا اور ہزاروں سال سے زندہ تھا۔ وہ سو قدم چل کر مشرق کی طرف گیا۔ اندھیرے میں اسے وہاں ایک سیاہ مینارہ دکھائی دیا۔ اس کے قدموں میں ناگ نے مٹی ہٹائی تو نیچے ایک مرتبان نکل آیا جو آج کے تنور جتنا بڑا تھا۔ اس پر ڈھکنا رکھا ہوا تھا۔

ناگ نے ڈھکنا اٹھا دیا ——

ناگ نے دیکھا کہ مرتبان میں ایک عجیب و غریب اور دہشت ناک انسان کا کٹا ہوا سر پڑا تھا۔ یہ سر ایسا تھا کہ

اس کی گردن بالکل نہیں تھی۔ آنکھوں کی جگہ دو سفید ڈیلے
باہر کو نکلے ہوئے تھے اور سر کھوپڑی کی طرح صاف تھا۔
ماتھے اور کھوپڑی کو لوہے کے ایک چوڑے پترے نے
جکڑا ہوا تھا اور دونوں آنکھوں کے درمیان لوہے کا
زنگ بھرا تالا لٹکا ہوا تھا جو بند تھا۔ اس کے گالوں میں
بڑے بڑے گڑھے پڑے ہوئے تھے۔ ناگ کی سمجھ میں نہیں
آ رہا تھا کہ وہ اس دہشت ناک کٹے ہوئے سر کو باہر
نکالے یا وہیں رہنے دے۔ اس کی نظر پاس ہی رکھی ایک
ڈبیا پر گئی۔ ڈبیا چاندی کی تھی۔ اس پر ایک اُلّو کی شکل
بنی ہوئی تھی۔ ناگ نے ڈبیا کھولی تو اس میں ایک چابی
رکھی تھی۔

ناگ نے چابی ہاتھ میں لے لی اور سوچنے لگا کہ یہ
چابی کٹے سر کے منہ پر لگے تالے کو لگائے کہ نہ لگائے۔
اتنے میں اس نے دیکھا کہ ڈبیا کے اندر کچھ لکھا ہوا تھا۔ ناگ
نے تاروں کی روشنی میں اسے پڑھا تو اس پر لکھا تھا۔

"اگر تم سانپ ہو اور انسان کے روپ میں ہو تو
اس چابی کی مدد سے کٹے ہوئے روشنک بھوت
کا تالا کھول ڈالو۔"

ناگ نے کٹے ہوئے سر کے منہ اور ناک کے آگے
لگے ہوئے تالے کو چابی لگا کر کھول دیا۔ تالا کھلتے ہی

ناگ نے دیکھا کہ کٹے ہوئے سر کے منہ اور ناک کی
جگہ پر ایک گول سیاہ سوراخ ہے۔ اسے ایک خرخراتی ہوئی
آواز آئی:

"اے سانپ! میرا نام روشنک بھوت ہے۔ میں
پانچ ہزار سال سے اس مرتبان میں بند ہوں اور
میں نے کسی سے بات نہیں کی۔ تو نے مجھے
آزاد کیا ہے۔ میں تجھے سامری جادو سے آزاد
کرتا ہوں۔ جب میں چلا جاؤں گا تو تمہیں میرے
کٹے ہوئے سر کی جگہ ایک انگوٹھی پڑی ملے گی۔
تو اس انگوٹھی کو پہن کر سامری جادوگر کے سامنے
بھی جاؤ گے تو تم پر اس کے جادو کا کوئی اثر
نہیں ہو گا۔"

ناگ اس سے کچھ پوچھنے ہی والا تھا کہ روشنک بھوت
کا کٹا ہوا سر غائب ہو گیا۔ چابی اور چاندی کی ڈبیا بھی ناگ
کے ہاتھ سے غائب ہو گئی۔ ناگ نے دیکھا کہ مرتبان کے
کے اندر چاندی کی ایک سفید انگوٹھی چمک رہی تھی۔ ناگ نے
جلدی سے وہ انگوٹھی اٹھا کر اپنی انگلی میں پہن لی۔ اسے
یقین تھا کہ اب سامری جادوگر کا طلسم اس پر کچھ اثر نہیں
کر سکے گا۔ وہ شاہی محل کی طرف صحرا میں چلنے لگا۔ ابھی
وہ صحرا میں ہی تھا اور شاہی محل دور تھا اور اچانک

چمکیلی رات کے سناٹے میں پیتل کے طلسمی سانپ کی پھنکار سنائی دی۔

سامری جادوگر کا چھوڑا ہوا پیتل کا سانپ اس پر حملہ کرنے کے لیے آ گیا تھا۔ مگر ناگ نے اپنا روپ نہ بدلا۔ وہ اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ ریت کے ایک ٹیلے کی طرف سے پیتل کا طلسمی سانپ بل کھاتا، پھنکارتا، اپنی دو شاخہ زبان بار بار باہر نکالتا ناگ کی طرف بڑھا، ناگ نے کوئی حرکت نہ کی۔ طلسمی سانپ ایک زبردست پھنکار مار کر اس کی گردن کی طرف اچھل کر لپکا ہی تھا کہ فضا میں ہی تڑپ کر لڑھکنیاں کھاتا ہوا ریت پر گرا اور پھٹ کر اس کے کتنے ٹکڑے ہو گئے۔

ناگ نے ان ٹکڑوں کو اٹھا کر دیکھا۔ یہ پیتل کے ٹکڑے تھے اور ان پر طلسم کی لکیریں پڑی ہوئی تھیں۔ ناگ کو اب پورا یقین ہو گیا تھا کہ روشنک بھوت کی انگوٹھی سامری جادوگر کا توڑ ہے اور اب اسے سامری کا جادو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

ناگ شہر کے دروازے پر آ گیا۔ شہر کے دروازے رات کو بند کر دیئے جاتے تھے۔ ناگ نے سفید باز کا روپ بدلا اور اڑتا ہوا شہر کی دیوار کے اوپر سے ہو کر شہر میں داخل ہو گیا اور شاہی محل کی طرف اڑنے لگا۔ اڑتے

اڑتے وہ شاہی محل کی چھت پر ایک برج کے اندر آ کر بیٹھ گیا۔

محل کی چھت پر گہری خاموشی اور سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ناگ کو معلوم ہو چکا تھا کہ اسی شاہی محل کے ایک حصے میں کسی جگہ شاہی جادوگر سامری اور اس کی جادوگرنی بیوی سامرہ رہتی ہے اور ان دونوں کے ہاتھوں پر جو سیاہ نقطے بنے ہیں ان میں عنبر اور ماریا کو طلسم کے زور سے قید کر دیا گیا ہے۔ ناگ کو سامری جادوگر کے شاہی مکان کی تلاش تھی۔ اس زمانے میں شاہی امیروں، وزیروں اور شاہی جادوگروں کے مکان بھی شاہی محل میں ہی ایک طرف بنائے جاتے تھے اور یہ لوگ بھی شاہی محل کے احاطے میں ہی رہا کرتے تھے۔ ناگ نے اڑ کر سارے محل کو غور سے دیکھا۔ شاندار درختوں والے باغوں میں فوارے چل رہے تھے اور جگہ جگہ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر شاہی بارہ دریاں اور امیروں وزیروں کے محل بنے ہوئے تھے۔

ناگ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ان میں سامری جادوگر کا کون محل ہے۔ ناگ نے سوچا کہ کیوں نہ صبح کی روشنی میں سامری جادوگر اور اس کی بیوی سامرہ سے ملاقات کی جائے۔ تھوڑی سی رات باقی رہ گئی تھی۔

ناگ محل کی چھت پر ایک مینارے کے اندر بیٹھا رہا۔ سورج نکل آیا۔ شاہی محل میں چہل پہل شروع ہو گئی۔ فرعون اپنی ملکہ کے ساتھ عبادت کرنے مندر میں آ گیا۔ سارے امیر وزیر اس کے ساتھ تھے۔ ناگ نے دیکھا کہ درباری کاہن اور درباری طبیب اور حکیم بھی فرعون کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ ایک آدمی اور عورت بھی فرعون کی بائیں جانب جا رہے تھے۔ اس آدمی کی سیاہ لمبی داڑھی تھی اور اس کے ماتھے پر سیاہ تل بنا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ جو عورت چل رہی تھی اس کے ماتھے پر بھی سیاہ نقطہ تھا۔

ناگ سمجھ گیا کہ یہی درباری جادوگر سامری اور اس کی بیوی ہے۔ ناگ اڑ کر شاہی دربار میں آ گیا جو ابھی خالی پڑا تھا۔ دربار میں دیواروں پر سرخ اور نیلے مخمل کے بھاری پردے لٹکے ہوئے تھے۔ ناگ انسانی شکل میں آ کر ان پردوں کے پیچھے چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ فرعون اپنی بیوی کے ساتھ عبادت کے بعد سیدھا شاہی دربار میں آ گیا۔ آگے آگے شاہی باجا بج رہا تھا۔ نفیریاں بجائی جا رہی تھیں۔ پیچھے ایک شاہی دستہ تھا۔ درمیان میں فرعون اور اس کی بیوی سینے پر ہاتھ باندھے چلے آ رہے تھے۔ فرعون کے ایک ہاتھ میں سونے کا گولہ تھا جو چاند کا نشان تھا اور

دوسرے ہاتھ میں سورج دیوتا کی چھڑی تھی۔ دونوں کے سروں پر سونے اور ہیرے جواہرات کے تاج تھے۔ دائیں بائیں کنیزیں سفید مورچھل ہلا رہی تھیں۔ ان کے پیچھے وزیر اور درباری ہاتھ باندھے خاموشی سے چل رہے تھے۔ غلام اور کنیزیں آگے آگے دریائے نیل کا مقدس پانی کے چھینٹے اڑاتے جاتے تھے۔

فرعون تخت پر آ کر بیٹھ گیا۔ ملکہ مصر اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔ سارے درباری اور وزیر بھی ادب سے اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ سامری جادوگر اور اس کی بیوی سامرہ کو فرعون کے قریب ہی ایک خاص کرسی دی گئی تھی جس پر وہ دونوں ساتھ ساتھ بیٹھے تھے۔ ناگ ان دونوں کو مخمل کے بھاری پردوں کے پیچھے سے دیکھ رہا تھا۔ فرعون کے تخت کے آگے ایک غلام آ کر جھک گیا اور سجدہ کر کے بولا:

"ربِ شمس! کا کیا حکم ہے؟"

فرعون نے ایک بازو اوپر اٹھا کر کہا:

"اس کنیز کو پیش کیا جائے جس نے ہمارے سب سے بڑے دیوتا راع کے بت کے آگے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا ہے۔"

"جو حکم ربِ شمس!"

غلام پچھلے پاؤں چلتا واپس چلا گیا۔ دربار پر سناٹا چھا

گیا۔ چار غلام ایک خوب صورت لڑکی کو لے کر دربار
میں آ گئے جس کو لوہے کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔
اس کے بال کھلے تھے مگر چہرہ ایک خدا کے نور سے
چمک رہا تھا۔ اس کے چہرے کے نور اور وقار کو
دیکھ کر تمام درباری چپ ہو گئے۔ فرعون پر بھی اس کا
اثر ہوا تھا مگر وہ اپنے بڑے دیوتا راع کی توہین
برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے کہا:

"اے گستاخ کنیز! تم نے ہمارے عظیم دیوتا راع
کے بُت کے آگے سجدہ نہ کر کے اس کی
توہین کی ہے ہم تمہیں ایسی سزا دیں گے کہ
تاریخ ہمیشہ اسے یاد رکھے گی۔"

کنیز کے ہونٹوں پر ایک طنز بھری مسکراہٹ نمودار
ہوئی اور اس نے پُرسکون آواز میں کہا:

"اے بادشاہ! تو مجھے چاہے کتنی بڑی سزا دے
دے۔ مگر میں کسی بُت کے آگے سر نہیں جھکاؤں گی۔
میں صرف ایک خدا کی عبادت کرتی ہوں جس نے
سارے جہانوں کو پیدا کیا ہے وہ صرف ایک
خدا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔
وہی زمینوں اور آسمانوں کا مالک ہے۔"

"خاموش" فرعون ایک دم گرجا۔ "اس سے آگے

ایک لفظ بھی کہا تو تمہاری زبان کھینچ لی جائے گی۔"

سارے درباری لرز گئے۔ فرعون کو انہوں نے اس سے
پہلے کبھی اتنے غصے میں نہیں دیکھا تھا۔ مگر کنیز پر
فرعون کی آواز کا کوئی اثر نہیں پڑا تھا۔ وہ بڑی شان
سے دربار میں زنجیروں میں جکڑی ہوئی کھڑی تھی۔ فرعون
نے جادوگر سامری کی طرف دیکھ کر کہا:

"ہمارے شاہی جادوگر سامری! کیا تو اس لڑکی کا
دماغ درست نہیں کر سکتا؟"

سامری مسکرایا اور اپنی لمبی داڑھی پر ہاتھ پھیر کر بولا:

"فرعونِ عالی! یہ لڑکی میری ایک پھونک کی
مار نہیں ہے۔ میں اگر اس کو پھونک ہی مار
دوں تو یہ جل کر بھسم ہو جائے گی، لیکن یہ کوئی
سزا نہیں ہو گی۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ مجھے
اجازت دی جائے کہ میں خود اپنے خنجر سے
اس گستاخ کنیز کی شہ رگ کاٹ کر اس کا سارا
خون باہر نکال لوں۔"

فرعون نے کہا:

"ہم اجازت دیتے ہیں۔"

سامری جادوگر اپنی کرسی سے اٹھ کر کنیز کی طرف بڑھا
عین اس وقت ناگ نے اپنی انگوٹھی کی طرف دیکھا جو

اسے روشنک بھوت کے کٹے ہوئے سر نے دی تھی۔
ناگ انسانی شکل میں آ کر دربار کے ایک ستون کے
پیچھے ایسی جگہ کھڑا تھا جہاں اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا
یہاں سے آگے ایک ستون کے ساتھ مشعل جل رہی
تھی۔ انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس میں ایک سفید ہیرا لگا
ہوا تھا۔ ناگ نے انگوٹھی کو مشعل کی طرف کیا اور ہیرے
پر اس کی روشنی چمکی۔ اس میں سے ایک کرن نکلی جو
سیدھی ناگ نے دربار میں کھڑی کنیز کے جسم پر ڈالی۔

جادوگر سامری کنیز کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ کنیز کے
جسم پر پڑنے والی کرن کو نہ تو وہ دیکھ سکتا تھا اور نہ کوئی
درباری ہی اسے دیکھ سکتا تھا۔ سامری نے اپنی آستین میں
سے ایک چھوٹا سا تیز خنجر نکالا اور کنیز کی گردن پر رکھا۔ کنیز
نے آنکھیں بند کر لیں اور بلند آواز میں کہا:

"اے آسمانوں اور زمینوں کے مالک واحد خدا! میری
مدد کر میں تیری ہی عبادت کرتی ہوں اور تجھ سے
ہی مدد مانگتی ہوں۔"

جادوگر سامری کو معلوم ہی نہیں تھا کہ روشنک بھوت کی
انگوٹھی کی کرن کی وجہ سے اس کا جادو بے اثر ہو چکا ہے۔
اس نے جونہی خنجر سے کنیز کی شہ رگ کاٹنی چاہی خنجر اس کے
ہاتھ سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑا۔ سامری نے حیرت سے

خنجر کی طرف دیکھا۔ کنیز نے آنکھیں کھول دیں۔ فرعون اس کی
ملکہ اور سارے درباری بھی حیرانی سے تکنے لگے کہ خنجر کیسے
ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ سامری کو اپنی سخت بے عزتی محسوس
ہوئی۔ اس نے منتر پڑھ کر ہوا میں ہاتھ بلند کیا۔ اس کے
ہاتھ میں آسمانی بجلی کی ایک لہر آ گئی جس میں سے آگ
کی چنگاریاں نکل رہی تھیں۔ اس نے وہ بجلی کنیز پر گرا
دی۔ مگر بجلی کی لہر کنیز کے جسم کے قریب سے ہو کر زمین
پر گری۔ اوپر اچھلی اور محل کی چھت پھاڑ کر باہر نکل گئی۔
سامری بڑا ہوشیار اور مکار جادوگر تھا۔ سمجھ گیا کہ اس لڑکی کی
کوئی غیبی طاقت مدد کر رہی ہے۔ اس نے کہا:

"اے شہنشاہ! میں اس کنیز کو قلعے کے اوپر سے
نیچے دریا میں پھینکنا چاہتا ہوں۔"

فرعون نے کہا:

"اجازت ہے۔ یہ منظر ہم بھی دیکھیں گے۔"

سامری نے کنیز کو ساتھ لیا اور قلعے کی چھت کی طرف
چلا۔ فرعون ملکہ اور سارے درباری اس کے ساتھ ساتھ تھے۔
ناگ ستون کے پیچھے چھپ گیا تھا۔

○

قفل والا پُراسرار چہرہ

ناگ نے دیکھا کہ دربار خالی ہو گیا ہے۔

اس نے ایک سیاہ چڑیا کی شکل بنائی اور اُڑ کر قلعے کی چھت پر پہنچ گیا۔ وہاں ایک ہجوم جمع تھا۔ کنیز کو قلعے کی اونچی دیوار پر کھڑا کر دیا گیا تھا۔ جادوگر سامری اس کے قریب کھڑا تھا۔ بادشاہ ملکہ اور درباری اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ ناگ اڈاری مار کر قلعے کی دیوار کے نیچے آ گیا اور دریا کے کنارے پر کھڑا ہو گیا۔ یہاں آتے ہی اس نے ایک بہت بڑے باز کی شکل اختیار کر لی اور گھات لگا کر بیٹھ گیا۔ جونہی سامری نے منتر پڑھ کر کنیز کو قلعے کی دیوار سے دھکا دیا ناگ تیزی سے اپنے لمبے لمبے بازو پھیلا کر اڑا اور اس سے پہلے کہ کنیز دریا میں گرے اس نے کنیز کو اپنے بازوؤں پر اُٹھا لیا اور اسے لے کر اڑتا ہوا دریا کے دوسرے کنارے کی طرف نکل گیا۔ بادشاہ ملکہ اور درباریوں نے یہ منظر دیکھا تو حیرت سے ان کے منہ کھلے رہ گئے۔

سامری کو اپنی شکست کا احساس ہوا۔ مگر اس نے اعلان کیا:

"اے بادشاہ مصر! یہ عورت جادوگر تھی۔ میں نے ابھی اپنا جادو استعمال نہیں کیا تھا۔ اب میں اسے اپنے جادو کی مدد سے قابو کر کے اس کا سر کاٹ کر آپ کے پاس لاؤں گا۔"

بادشاہ نے سامری کو اجازت دے دی اور کہا کہ وہ جتنی جلدی ہو سکے کنیز کا سر کاٹ کر اس کے سامنے حاضر کرے۔ جادوگر سامری نے اپنی بیوی سامرہ سے کہا کہ وہ محل میں چل کر اس کا انتظار کرے۔

سامری جادوگر کو سخت شرمندگی ہوئی تھی۔ اس کو معلوم ہو گیا تھا کہ کنیز کی مدد کوئی طاقت کر رہی ہے۔ اس نے جادو کے زور سے ایک اڑان لگائی اور اڑتا ہوا دریا کے دوسرے کنارے پر جا پہنچا۔ ناگ اس دوران میں کنیز کو ایک ریت کے ٹیلے کے پیچھے لے گیا تھا۔ اس نے انسانی شکل بنا لی تھی۔ کنیز نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ کیا آسمان سے آئے ہوئے کوئی فرشتے ہو؟

ناگ نے کہا:

"تم بھی سمجھو بہن ـــ یہ لو۔ یہ چاندی کی انگوٹھی اپنی انگلی میں پہن لو۔ یہ تمہیں سامری کے جادو سے

بچا لے گی۔"

ناگ نے سامری کو ہوا میں اڑتے ہوئے آ کر دریا کے کنارے پر اترتے دیکھا تو کنیز سے کہا:

"میں چھپ جاتا ہوں۔ تم فکر نہ کرنا۔ سامری تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ وہ آ رہا ہے۔ گھبرانا نہیں خدا تمہارے ساتھ ہے۔"

ناگ دوسرے والے ٹیلے کے پیچھے جا کر چھپ گیا۔ جادوگر سامری لہراتا ہوا کنیز کے پاس آ گیا۔ اس نے آتے ہی ہاتھ بلند کیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ایسی سرخ تلوار آ گئی جو آگ کے شعلے کی طرح بھڑک رہی تھی۔ کنیز نے آنکھیں بند کر لیں اور خدا سے اپنی زندگی کے لیے دعا کی۔ سامری نے منتر پڑھ کر ایک زور دار چیخ بلند کی اور شعلے والی تلوار کا وار کنیز کی گردن پر کیا۔ کنیز نے چاندی کی انگوٹھی انگلی میں پہن رکھی تھی۔

جونہی سامری کی آتشی تلوار کنیز کی گردن کے ساتھ لگی وہ شعلے کی طرح بھڑک کر اوپر کو اٹھی اور سیدھی سامری کی گردن سے جا کر زور سے ٹکرائی۔ یہ ایک ایسا خوفناک حادثہ تھا کہ سامری ششدر رہ گیا مگر اب وقت گزر چکا تھا۔ شعلے کی تلوار نے سامری کی گردن اڑا دی تھی۔ کنیز نے آنکھیں کھول دیں اور دیکھا کہ ریت پر جادوگر

سامری کا دھڑ الگ اور گردن الگ پڑی تڑپ رہی ہے۔ ناگ جلدی سے ریت کے ٹیلے سے باہر نکل آیا۔ اس نے کنیز سے کہا:

"گھبرانا نہیں بہن۔ خدا نے تمہاری مدد کی ہے۔"

ناگ نے دیکھا کہ جادوگر سامری کی لاش ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ ناگ نے جلدی سے اس کا سر اٹھا لیا۔ اس کے ماتھے پر عنبر ایک چھوٹے سے کالے نقطے میں بند تھا جو ایک تل کی طرح سامری کے ماتھے پر لگا ہوا تھا۔ ناگ نے ذرا سی بھی دیر نہیں کی۔ اس نے جیب سے چاقو نکال کر سامری کے ماتھے پر سے کالا نقطہ کھرچ لیا۔ جونہی کالا نقطہ سامری کے ماتھے سے الگ ہوا عنبر نقطے میں سے نکل کر انسانی شکل میں ناگ کے سامنے آ گیا۔ دونوں نے مسکرا کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

عنبر نے کہا:

"ناگ بھائی۔ تمہارا شکریہ۔ مگر یہ لڑکی کون ہے؟"

ناگ بولا:

"یہ شاہی کنیز ہے اور جادوگر سامری اسے ہلاک کرنے آیا تھا مگر خود ہلاک ہوا۔"

اس کے بعد ناگ نے کنیز سے عنبر کا تعارف کروا
اور بتایا کہ عنبر اس کا بھائی ہے اور جادوگر سامری

جادو کے زور سے اسے انسانی نقطے میں تبدیل کر دیا تھا.
اب جو انہوں نے جادوگر سامری کی لاش کو دیکھا تو وہ
ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکی تھی اور سامری کی کٹی ہوئی گردن
ایک کھوپڑی میں تبدیل ہو گئی تھی۔

ناگ نے کہا:

"جس روشنک بھوت کے کٹے ہوئے سر نے
مجھے چاندی کی انگوٹھی دی تھی اس سے پہلے تابوت
کی روح نے مجھے بتایا تھا کہ سامری کا یہی
انجام ہو گا۔"

عنبر نے کہا:

"ہمیں ماریا کو بچانا ہو گا. وہ سامری کی بیوی کے
ماتھے پر لگی ہوئی ہے۔"

ناگ بولا:

"میں جانتا ہوں۔ چلو شاہی محل کی طرف چلتے ہیں۔"

ناگ نے کنیز سے چاندی کی انگوٹھی لے کر اپنے
ہاتھ میں پہن لی اور اس سے پوچھا کہ وہ کہاں جانا
چاہتی ہے۔ کنیز نے بتایا کہ وہ یہاں سے دور سرحد پار
کر کے ملک شام کی طرف چلی جائے گی اور وہیں باقی
زندگی بسر کرے گی۔ کنیز کو رخصت کر کے ناگ اور عنبر
شاہی محل کی طرف چلے۔ انہوں نے ایک جگہ سے دریا

پار لیا۔ جونہی وہ محل کی دیوار کے قریب پہنچے شاہی
محل میں اپنے کمرے میں بیٹھی سامرہ (سامری کی بیوی)
کو معلوم ہو گیا کہ اس کا خاوند سامری ہمیشہ ہمیشہ کے
لیے ایک بار پھر موت کی نیند سو گیا ہے اور اس
کی وجہ یہ تھی کہ اس کے ماتھے سے انسانی نقطے کا
تل کھینچ لیا گیا ہے۔ اس کو اب اپنی زندگی کی فکر
پڑ گئی۔ کیوں کہ وہ جانتی تھی کوئی زبردست طاقت کنیز
کا ساتھ دے رہی ہے۔ سامرہ کے پاس اتنا جادو نہیں
تھا جتنا جادو اس کے خاوند سامری کے پاس تھا۔ سامرہ
کے پاس صرف چند ایک جادو کے ٹوٹکے تھے، لیکن
ان کی مدد سے وہ شاہی محل سے فرار ہو کر جان بچا
سکتی تھی۔

چنانچہ سامرہ محل کے پچھلے دروازے سے نکل آئی۔
یہاں آتے ہی اس نے اپنی انگلی کے ناخن کو اٹھا کر آسمان
کی طرف کیا تو غروب ہوتے سورج کی کرن سامرہ کی ناخن
پر پڑی۔ وہاں سے اچھل کر یہ کرن سامرہ کے ماتھے پر
اس جگہ پڑی جہاں ماریا ایک کالے انسانی نقطے کی شکل
میں بند تھی۔ کرن کے پڑتے ہی انسانی نقطے میں حرکت پیدا
ہوئی اور جادوگرنی سامرہ ماریا کی شکل میں ظاہر ہو گئی۔ وہ
غائب نہیں تھی۔ وہ نظر آ رہی تھی۔ وہ سر سے پاؤں تک

پوری کی پوری ماریا بن چکی تھی۔ اس کے بال سنہری تھے وہ اصل میں ماریا کے جسم میں سامرہ جادوگرنی تھی۔ ماریا کا دماغ سو چکا تھا۔ اور سامرہ کا دماغ زندہ تھا۔ سامرہ کے جسم کے اندر ماریا بے ہوش تھی اور صرف جادوگرنی سامرہ زندہ تھی اور جاگ رہی تھی اور اسے سب کچھ معلوم تھا کہ اس کے ساتھی ناگ عنبر اور کیٹی ہیں اور وہ پانچ ہزار سال کی واپسی کا سفر طے کر رہے ہیں۔

سامرہ اگرچہ ماریا کی شکل میں ظاہر ہو چکی تھی لیکن اس میں ایک کمزوری تھی اور وہ یہ کہ وہ غائب نہیں ہو سکتی تھی، لیکن سامرہ کو اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ ماریا کے قالب میں آنے سے جادوگرنی سامرہ دو کام کرنا چاہتی تھی ایک تو وہ اپنی جان بچانا چاہتی تھی اور دوسرے وہ ناگ سے اپنے خاوند جادوگر سامری کی موت کا بدلہ لینا چاہتی تھی۔

نقلی ماریا محل سے نکل کر دریا کی طرف چل پڑی۔ اُدھر سے ناگ اور عنبر چلے آ رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک سنہری بالوں والی لڑکی شاہی محل کے قلعے کی دیوار کے پاس ان کی طرف آ رہی ہے۔

ناگ نے کہا:

"عنبر! یہ ماریا لگتی ہے۔"

عنبر نے غور سے دیکھا اور خوشی سے چلایا:

"ہاں ناگ! یہ تو ماریا ہے!"

وہ لپک کر ماریا کے پاس آ گئے۔ دونوں ماریا کو دیکھ کر بے حد خوش تھے۔

ناگ نے کہا:

"ماریا بہن! تم غائب کیوں نہیں ہو؟ تم سامرہ کے جادو سے کیسے آزاد ہوئی؟"

نقلی ماریا نے مسکرا کر کہا:

"ناگ بھیا! جب تم نے عنبر کو آزاد کیا تو میں بھی اپنے آپ سامرہ کے ماتھے سے نکل آئی۔"

عنبر نے پوچھا:

"سامرہ کہاں ہے؟"

نقلی ماریا نے کہا:

"وہ تو میرے باہر نکلتے ہی ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئی۔"

ناگ بولا:

"خدا کا شکر ہے کہ تمہیں بھی عنبر کے ساتھ اس عذاب سے نجات ملی۔ لیکن تم غائب نہیں ہو ماریا؟"

ماریا نے کہا:

"اس پر میں خود حیران ہوں، کیوں کہ میں کوشش کے باوجود غائب نہیں ہو سکتی۔ میرا خیال ہے

شاید یہ سامرہ کے جادو کا اثر ہے جو ابھی میرے
جسم پر باقی ہے۔"
ناگ بولا:
"لیکن ماریا! میں تو اپنی شکل بدل سکتا ہوں۔ مجھ
پر سامری کے جادو کا زیادہ اثر نہیں ہوا۔"
پھر ناگ نے کہا:
"دیکھو! یہ چاندی کی انگوٹھی میرے پاس ہے جو
سامری کے جادو کو بے اثر کر دیتی تھی۔ میرا خیال
ہے ہو سکتا ہے اس کی وجہ سے تم بھی اس
کی بیوی کے جادو کے اثر سے نجات حاصل کر سکو
یہ لو۔ اسے پہن کر دیکھو۔"
سامرہ یعنی نقلی ماریا اس انگوٹھی کو دیکھ کر ڈر گئی۔ اس
کی شعاعیں بڑی خطرناک تھیں اور نقلی ماریا کے جسم میں
تبدیلی آنے لگی تھی۔
اس نے چلا کر کہا:
"نہیں نہیں ناگ بھیا! اس انگوٹھی کو اپنے پاس ہی
رکھو۔ یہ مجھے راس نہیں آئے گی۔ اس کو دیکھتے
ہی میرے سارے جسم میں درد شروع ہو گیا ہے۔"
عنبر نے کہا:
"ہاں ناگ اس کو تم اپنی جیب میں ڈال کر سنبھال

رکھو۔ ماریا پر سامرہ کے جادو کا اثر اپنے آپ
ختم ہو جائے گا۔"
ماریا نے پوچھا:
"عنبر بھیا! کیٹی کہاں ہے؟"
عنبر نے اسے بتایا کہ وہ اس سے بچھڑ چکی ہے او
کچھ معلوم نہیں کہ وہ اس وقت کہاں ہو گی۔ ناگ نے
پوچھا کہ اب انہیں کس طرف روانہ ہونا چاہیے؟ اس پ
ناگ کہنے لگا:
"جہاں تک میرا اندازہ ہے کیٹی اس وقت سمندر
پار کے کسی ملک میں ہو سکتی ہے۔"
نقلی ماریا نے پوچھا:
"لیکن سمندر پار ہم کس ملک کا رخ کریں؟"
عنبر بولا:
"میرا خیال ہے کہ ہمیں کسی سمندری جہاز میں بیٹھ
کر ملک ہندوستان کی طرف چلنا چاہیے۔ کیوں کہ
میرا دل کہتا ہے کہ کیٹی اس وقت ملک ہندوستان
کے آس پاس کہیں ہو گی۔"
نقلی ماریا نے سوچا کہ یہ ترکیب ٹھیک رہے گی۔ وہ
سمندری سفر کے دوران ناگ کو قتل کر کے سمندر میں پھینک
دے گی اور یوں اس سے اپنے خاوند کی ہلاکت کا بدلہ

لے لے گی۔ اُس نے کہا:

"عنبر ٹھیک کہتا ہے ناگ بھیا! ہمیں ملک ہندوستان
کی طرف سمندری سفر پر روانہ ہو جانا چاہیے۔"

یہی فیصلہ کرنے کے بعد عنبر ناگ اور نقلی ماریا ایک
قافلے کے ساتھ اس شہر کی طرف چل پڑے جہاں سے
سمندر شروع ہوتا تھا اور ایک بڑی بندرگاہ تھی۔ اس
بندرگاہ پر قافلہ تین روز کے بعد پہنچا۔ اس دوران راستے
میں نقلی ماریا ناگ کی ایک ایک حرکت کو غور سے دیکھتی
رہی۔ اس نے ناگ کے ساتھ باتوں ہی باتوں میں معلوم کر
لیا کہ اگر اسے سانپ کی شکل میں دو ٹکڑے کر دیا جائے
تو وہ چھ ماہ تک زندہ رہ سکتا ہے اور اس عرصے
میں اگر کوئی اسے کوہ ہمالیہ کی جھیل مانسرور کے ناگ مندر
کی جھیل میں لے جا کر نہ ڈالے تو وہ کبھی زندہ نہیں
ہو سکتا۔ نقلی ماریا یہی چاہتی تھی۔ اگر وہ اسے کسی طرح
ہلاک کر کے سمندر میں پھینکنے میں کامیاب ہو جائے تو
ناگ زندہ نہیں بچ سکتا۔

مصر کی بندرگاہ سے وہ ایک بادبانی جہاز میں سوار ہو گئے۔
یہ جہاز ملک ہندوستان کی طرف تجارت کا مال لے کر
جا رہا تھا۔ اس میں تھوڑے سے مسافر بھی سوار تھے۔
چھ روز تک سمندر میں سفر کرنے کے بعد جہاز سندھ

کی ایک قدیم بندرگاہ کے ساتھ جا لگا۔ یہ پرانے ہندوستان
کا ساحل تھا جس کو اس زمانے میں سندھ کہا کرتے تھے۔
دریائے سندھ کے کنارے ان دنوں موہنجو داڑو کے کھنڈر
نہیں تھے بلکہ یہ کھنڈر ایک عظیم الشان شہر تھا اور یہاں لوگ
ہنسی خوشی زندگی بسر کر رہے تھے۔

ناگ عنبر اور نقلی ماریا اونٹوں پر سفر کرتے ہوئے
موہنجو داڑو کے خوبصورت اور رونق والے شہر میں آ گئے۔
ناگ نے عنبر اور ماریا سے کہا:

"ہم آج سے چار ہزار سال بعد اس شہر کے کھنڈر
کراچی شہر سے دور دیکھ چکے ہیں۔ اس وقت
اس شہر کی رونق کو دیکھ کر یقین نہیں آتا کہ کبھی
یہ شہر کھنڈروں میں تبدیل ہو جائے گا اور لوگ
دور دور سے اس کی ٹوٹی پھوٹی دیواریں اور
کھنڈر دیکھنے آیا کریں گے۔"

نقلی ماریا کو معلوم نہیں تھا کہ کبھی یہ شہر کھنڈر بن
چکا ہو گا۔ کیوں کہ اس نے عنبر ناگ کے ساتھ پانچ ہزار
سال کا سفر نہیں کیا تھا۔ لیکن اس نے ہاں میں ہاں
ملاتے ہوئے کہا:

"ہاں ناگ بھیا! یقین نہیں آتا کہ اتنا بھرا پُرا
حسین شہر ایک روز کھنڈر بن جائے گا۔"

عنبر نے کہا:

"اب ہمیں کیٹی کو کہاں تلاش کرنا ہوگا؟"

ناگ بولا:

"پہلے تو کسی سرائے میں جا کر ٹھہرتے ہیں، شام ہو رہی ہے۔ رات سرائے میں آرام کریں گے اور صبح شہر میں کیٹی کو تلاش کریں گے۔"

چنانچہ وہ تینوں ایک سرائے میں آکر ٹھہر گئے۔

وہ چاند رات تھی اور موہنجو داڑو کے بڑے مندر میں ہر چاند رات کو ایک جشن ہوتا تھا جس میں شاہی رقاصہ (جس کی مورتیاں آج کل عجائب گھروں میں دیکھی جا سکتی ہیں) رقص کیا کرتی تھی۔ عنبر ناگ اور نقلی ماریا چاندنی رات میں مندر میں جشن دیکھنے چل پڑے۔ مندر لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اور موہنجو داڑو کی رقاصہ رقص کر رہی تھی۔ مشعلوں اور فانوسوں کی روشنیاں ہو رہی تھیں۔ رقاصہ کے بال ہوا میں لہرا رہے تھے۔ اس نے اپنے چہرے پر نیلا رنگ کیا ہوا تھا۔ اس کی بڑی بڑی آنکھیں سیاہ تھیں۔ جونہی عنبر ناگ اور نقلی ماریا مندر میں داخل ہوئے رقاصہ نے ان کی طرف غور سے دیکھا اور مسکرائی۔

ناگ نے کہا:

"یہ ہمیں دیکھ کر مسکرائی کیوں ہے؟"

عنبر بولا:

"شاید اس نے ہمیں پہچان لیا ہے کہ ہم کون ہیں؟"

نقلی ماریا بولی:

"میرا خیال ہے کہ یہ کوئی جادوگرنی ہے۔ ہمیں یہاں نہیں ٹھہرنا چاہیے۔"

ناگ نے کہا:

"پھر کیا ہوا ماریا بہن — اس کا جادو ہم پر کوئی اثر نہیں کرے گا۔"

لیکن اصل بات یہ تھی کہ نقلی ماریا یعنی سامرو گھبرا رہی تھی کہ کہیں کسی جادو کی وجہ سے اس کا بھانڈا نہ پھوٹ جائے۔ اس نے ضد کر کے ناگ اور عنبر کو مندر میں سے نکال لیا۔ وہ تینوں چاندنی رات میں ریتلے میدان میں سے گزرتے واپس اپنی سرائے کی طرف جا رہے تھے۔ وہ کافی دیر تک چلتے رہے مگر انہیں سرائے کی عمارت نظر نہیں آ رہی تھی۔

عنبر بولا:

"کیا بات ہے ناگ ماریا۔ سرائے مندر سے اتنی دور تو نہیں تھی؟"

اب ناگ اور نقلی ماریا کو بھی فکر سی لگی۔ کیوں کہ ان کے سامنے نہ صرف سرائے کی عمارت کہیں دکھائی

نہیں دے رہی تھی بلکہ پیچھے مڑ کر دیکھا تو مندر کی عمارت
بھی غائب ہو چکی تھی۔ وہ تینوں وہاں رک گئے۔

عنبر بولا:

"کوئی پُراسرار بات ہو گئی ہے۔"

"کون سی بات عنبر؟" نقلی ماریا نے پوچھا۔

ناگ بھی چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ چاندنی رات میں
ان کے ارد گرد موہنجو داڑو کے شہر کی عمارتیں کہیں نظر
نہیں آ رہی تھیں۔ اُس نے کہا:

"عنبر ٹھیک کہتا ہے۔ ہم کسی دوسری جگہ پر آ
گئے ہیں۔"

اتنے میں اسی موہنجو داڑو کی رقاصہ مورتی کا ہیولا اُبھر
کر سامنے آ گیا اور اس کی آنکھوں میں سے نکلتی روشنی
کی کرنیں ان پر پڑیں۔ وہ جلدی سے ایک طرف ہٹ
گئے۔ نقلی ماریا گھبرا کر بیٹھ گئی۔ وہ کوئی جادو کا منتر نہیں
پڑھنا چاہتی تھی۔ کیوں کہ اس طرح سے ناگ عنبر کو اس
پر شک پڑ سکتا تھا کہ ماریا کب سے جادوگرنی بن گئی ہے۔

رقاصہ مورتی نے ایک بلند قہقہہ لگایا اور اس کی آواز
صحرا میں بلند ہوئی:

"تم میں سے ایک قاتل ہے۔ ایک قاتل ہے
اس کے دل میں قتل کا ارادہ ہے۔"

اور مورتی قہقہہ لگاتی ہوئی غائب ہو گئی۔

عنبر اور ناگ نے حیران ہو کر ایک دوسرے کی طرف
دیکھا۔ عنبر بولا:

"یہ مورتی کیا کہہ رہی تھی ناگ؟ ہم میں سے کون
قاتل ہے؟ کس کے دل میں کسی کو قتل کرنے
کا ارادہ ہے؟"

ناگ بولا:

"بھلا ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ مورتی کو وہم ہوا ہوگا۔"

نقلی ماریا نے جھٹ کہا:

"یہ کوئی جادو کی مورتی تھی جو جھوٹ بولا کرتی ہیں
ہم بہن بھائی ہیں۔ ہم اتنے سالوں سے سفر کر
رہے ہیں۔ بھلا ہم کیسے ایک دوسرے کو قتل کرنے
کا سوچ سکتے ہیں۔"

عنبر نے کہا:

"یہی تو میں بھی کہہ رہا ہوں۔ یہ مورتی جھوٹ
بول رہی تھی۔"

ناگ کہنے لگا:

"یارو! یہ باتیں چھوڑو اور یہ غور کرو کہ ہم اس
وقت کہاں ہیں؟"

عنبر بولا:

"ہے تو یہ موہنجو داڑو کا صحرا۔ مگر شہر کی اونچی
اونچی عمارتیں غائب ہو گئی ہیں اور مندر کا اونچا
مینارہ بھی نظر نہیں آتا۔ شہر کی طرف سے کوئی
روشنی بھی دکھائی نہیں دیتی۔"

ناگ نے کہا:

"چلو واپس شہر کی طرف چلتے ہیں۔ ہو سکتا ہے
شہر اسی جگہ پر ہو مگر اس کی روشنیاں گل کر دی
گئی ہوں۔"

وہ دوبارا پیچھے مڑ کر شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ ماریا
نے سرائے کی طرف سے رُخ موڑ لیا۔ کیوں کہ سرائے
شہر سے باہر تھی اور شہر سرائے کی بائیں جانب تھا۔
نقلی ماریا کو سارے سمندری سفر میں ناگ کو ہلاک کرنے
کا موقع نہیں ملا تھا۔ اس نے باتوں ہی باتوں میں کئی بار
کوشش کی کہ ناگ سانپ کا روپ اختیار کر لے اور وہ
اسے قتل کر سکے۔ مگر ایسا نہ ہو سکا۔ ناگ کسی وجہ سے
سانپ بننے کے لیے تیار نہ ہوا اور نقلی ماریا اسے مجبور
نہیں کر سکتی تھی کہ وہ سانپ کی شکل اختیار کرے۔
کیوں کہ اس طرح سے اسے نقلی ماریا پر شک پڑ سکتا تھا۔
اب نقلی ماریا نے فیصلہ کر لیا کہ وہ کوشش کر کے
ناگ کو مجبور کرے گی کہ وہ سانپ نہیں تو کسی پرندے

کا روپ بدلے اور پھر اسے ہلاک کر ڈالے گی۔ مصیبت یہ
تھی کہ عنبر بھی اس کے ساتھ تھا اور اگر وہ ناگ کو ہلاک
کرتی ہے تو عنبر اس کی لاش کو اُٹھا کر جھیل مانسرور
کی طرف اسے دوبارا زندہ کرنے کے لیے روانہ ہو
سکتا تھا اور نقلی ماریا اسے روک نہیں سکتی تھی اور
عنبر کو تو وہ قتل کر ہی نہیں سکتی تھی۔ بہرحال دل میں
بدلہ لینے کی ٹھان کر نقلی ماریا ان کے ساتھ چل رہی
تھی۔

جونہی وہ شہر کے قریب آئے تو ان کے ہوش
اُڑ گئے۔ وہ دنگ رہ گئے کیا دیکھتے ہیں کہ چاندنی
رات میں جس جگہ موہنجو داڑو کا روشنیوں سے جگمگاتا
ہوا شہر آباد تھا وہاں اب اس کے کھنڈر بکھرے ہوئے
ہیں۔ جگہ جگہ ٹوٹی پھوٹی دیواریں کھڑی ہیں اور کھنڈروں
میں اُلّو بول رہے ہیں۔

ناگ نے کہا:

"عنبر ماریا! وقت تبدیل ہو چکا ہے۔ ہم ہزاروں
برس آگے کے زمانے میں پہنچ گئے ہیں۔"

عنبر نے موہنجو داڑو کے کھنڈروں کو دیکھ کر کہا:

"زمانہ بدل گیا ہے ناگ۔"

نقلی ماریا کے لیے یہ عجیب و غریب تجربہ تھا۔ وہ

کبھی گذرے ہوئے زمانے میں یا آگے کی طرف گذر چکے
زمانے میں نہیں گئی تھی۔ اس کا خاوند جادوگروں کے
بادشاہ جادوگر سامری کا طلسم بھی ایسا کرشمہ نہیں کر سکتا تھا۔
وہ کچھ گھبرائی۔ پھر اس نے سوچا کہ وہ ہزاروں برس آگے
کے زمانے میں پہنچ گئی ہے تو کیا ہوا۔ وہ ناگ سے
اپنے خاوند کا انتقام ضرور لے گی۔ چاہے وہ خود باقی
نہ رہے اور وہ تو پہلے ہی مر چکی ہے۔

چاندنی رات میں گونجدار کی آواز سنائی دی۔ عنبر نے
آسمان کی طرف دیکھا۔ ایک جیٹ ہوائی جہاز آسمان
پر اڑا جا رہا تھا۔ اس کی روشنیاں جھلملا رہی تھیں۔ نقلی
ماریا یعنی جادوگرنی سامرہ دہشت سے پیچھے ہٹ گئی او
پھر ریت پر بیٹھ گئی۔ وہ کسی بہت بڑی جگمگاتی شے کو
آسمان پہ اُڑتے ہوئے پہلی بار دیکھ رہی تھی۔

ناگ نے مسکرا کر کہا:

"ماریا! تم ڈر کیوں گئیں۔ کیا اس سے پہلے تم
نے جیٹ ہوائی جہاز نہیں دیکھا؟ اری پگلی!
ہم بیسویں صدی عیسوی میں پہنچ چکے ہیں۔"

نقلی ماریا اندر سے ڈری ہوئی تھی مگر اوپر سے مسکرا
ہوئے بولی:

"ہاں ہاں ـــــ میں گھبرا تو نہیں رہی۔ میں تو

اس سے پہلے بھی تمہارے ساتھ بیسویں صدی
میں آ چکی ہوں۔ میں تو ویسے ہی اچانک یہ آواز
سن کر گھبرا گئی تھی۔"

جیٹ ہوائی جہاز ان کے اوپر سے گذر گیا۔ وہ پشاور
سے کراچی جا رہا تھا۔ ناگ نے کہا:

"ماریا بہن اور عنبر بھیا! اس وقت ہم سندھ کے
صوبے میں ہیں اور ہمیں کراچی جانا ہوگا۔"

"یہاں قریب ہی سے ہمیں کوئی بس مل جائیگی۔"
عنبر نے کہا۔

نقلی ماریا دل میں بڑی حیران ہو رہی تھی کہ یہ کراچی نام
کا شہر کون سا ہے؟ اور یہ کس بس کا ذکر کر رہے ہیں۔
مگر اوپر سے وہ یہی ظاہر کر رہی تھی کہ اسے سب کچھ
معلوم ہے تاکہ عنبر ناگ کو اس پر شک نہ ہو۔ موہنجوداڑو
کے کھنڈروں سے نکل کر وہ لاڑکانہ کے ریسٹ ہاؤس
کے پاس پہنچ کر رک گئے۔ عنبر ناگ تو اس سے پہلے
وہاں آ چکے تھے۔

عنبر بولا:

"لگتا ہے کہ صبح ہونے والی ہے۔ ہمیں یہاں سے
پہلی بس مل جائے گی۔"

یہاں بجلی کی روشنیاں پکی سڑک کی دونوں جانب جگمگا

رہی تھیں جن کو دیکھ کر نقلی ماریا حیران تھی۔ ریسٹ ہاؤس کی عمارت بھی ماڈرن طرز کی تھی۔ نقلی ماریا اس کے برآمدے میں جلتی بجلی کی روشنی کو بھی حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔ ایک مرسیڈیز کار تیزی سے ان کے قریب سے گزر گئی۔ نقلی ماریا ڈر کر پیچھے ہٹ گئی۔ عنبر اور ناگ ہنسنے لگے۔

عنبر نے کہا:

"کیا بات ہے ماریا بہن! تم اس طرح بار بار ڈر رہی ہو۔ جیسے بیسویں صدی میں پہلی بار آئی ہو۔ تمہیں یاد نہیں ہم دو تین بار اس سے پہلے بھی کراچی آ چکے ہیں۔ بلکہ ہم نے تو ۱۹۸۲ء میں امریکہ اور بمبئی کی بھی سیر کی تھی۔"

نقلی ماریا نے جلدی سے کہا:

"ہاں ہاں عنبر بھیا مجھے یاد ہے۔ مگر نہ جانے اس بار مجھے یہ سب چیزیں کیوں عجیب سی لگ رہی ہیں۔ خدا خیر کرے۔"

اتنے میں ایک بس ان کے قریب آ کر رک گئی۔ عنبر ناگ بس میں سوار ہو گئے۔ نقلی ماریا چڑھنے لگی تو پھسل گئی۔ ناگ نے لپک کر اسے اٹھا لیا۔

"کیا بات ہے ماریا؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے آج؟"

نقلی ماریا مسکرانے لگی۔ اس نے اپنی گھبراہٹ پر جلد

ہی قابو پا لیا اور بڑی شان سے بس میں داخل ہو کر بیٹھ گئی اور بولی:

"ناگ بھیا! مجھے کچھ وہم سا ہو گیا ہے کہ ہم پر کوئی مشکل وقت آنے والا ہے۔"

ناگ مسکرایا:

"ماریا بہن! کب ہم پر کوئی مشکل وقت نہیں پڑا۔ یہ کوئی گھبرانے والی بات نہیں ہے۔"

بس شہر کی طرف روانہ ہو گئی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ عنبر ناگ اور نقلی ماریا ماڈرن دور کے کراچی شہر کی طرف سفر کر رہے تھے۔ راستے میں ناگ نے نقلی ماریا سے کہا:

"ماریا بہن! کیا بات ہے تمہارے جسم کی خوشبو بڑی مدھم پڑ گئی ہے؟"

عنبر نے بھی اس بات کا ذکر کیا اور کہا:

"یہ بات میں بھی محسوس کر رہا ہوں کہ ماریا بہن کے جسم سے خوشبو اتنی نہیں اٹھتی جتنی پہلے ہوتی تھی۔"

نقلی ماریا کچھ گھبرائی مگر جلدی سے بولی:

"میرا خیال ہے یہ جادوگرنی سامرہ کی وجہ سے ہے۔ مجھ پر ابھی اس کے جادو کا اثر ہے۔"

"ہاں۔ یہی بات ہو سکتی ہے" ناگ نے کہا۔
وہ خاموش ہو گئے۔ بس شہر پہنچ کر رک گئی۔ یہ بس موہنجو داڑو سے سیاحوں کو مفت لے کر شہر آتی تھی۔ یہاں سے انہیں ریل گاڑی میں سوار ہو کر شہر کراچی جانا تھا۔ مگر ان میں سے کسی کے پاس بھی پاکستانی روپیہ نہیں تھا۔ ناگ نے کہا:
"ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے جس کو فروخت کر کے ہم ٹکٹ خرید سکیں۔"
عنبر بولا:
"یہ غنیمت ہے کہ ماڈرن زمانے میں آتے ہی ہمارے پرانے زمانے کے کپڑے بدل گئے ہیں نہیں تو ہمارا یہاں خوب مذاق اڑایا جاتا۔"
نقلی ماریا بولی:
"میرے پاس پرانے زمانے کا سونے کا ایک سکہ موجود ہے۔ کیوں نہ اسے بیچ کر ٹکٹ خرید لیں؟"
"اچھا خیال ہے۔" ناگ بولا۔
عنبر نے کہا:
"ویسے ناگ بھائی! تمہاری انگلی میں یہ جو چاندی کی انگوٹھی ہے۔ ہم اسے بھی فروخت کر سکتے ہیں۔"
ناگ کہنے لگا:

"عنبر! یہ انگوٹھی مجھے رو شنک بھوت نے دی تھی اور یہ بڑے کام کی ہے۔ اس کی یادگار بھی ہے اور ہو سکتا ہے آگے بھی ہمارے کام آئے۔"
نقلی ماریا کا ماتھا ٹھنکا۔ یہ انگوٹھی اس کو ناگ پر حملہ کرنے سے روک سکتی تھی۔ اسی انگوٹھی کے طلسم نے ناگ کو سامری پر قابو پانے میں کامیابی دی تھی۔ نقلی ماریا نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ناگ سے یہ انگوٹھی کسی طرح لے کر غائب کر دے گی۔ مگر وہ اس انگوٹھی کو ہاتھ لگاتے ہوئے گھبرا رہی تھی۔ کیا معلوم اس کا طلسم اسی پر اثر کر دے اور وہ پھر ماریا سے جادوگر نی سامرہ بن جائے۔
آخر یہی فیصلہ ہوا کہ سونے کا سکہ بیچا جائے۔ حیدر آباد شہر میں دن نکل چکا تھا۔ موسم خوشگوار تھا۔ دھوپ چمک رہی تھی۔ صرافہ بازار کھلا تھا۔ وہ تینوں ایک سنار کی دکان پر گئے اور قیمتی سکہ تین سو روپوں میں بیچ دیا۔ ان پیسوں میں سے انہوں نے ٹکٹ خریدے اور کراچی پہنچ گئے۔

کیٹی پان امریکن ائر لائنز میں ائر ہوسٹس بن چکی تھی۔ جیسا کہ آپ نے پیچھے پڑھا ہو گا اور وہ جنوبی امریکہ اور یورپ کے شہروں کا چکر لگا کر ایک روز ہوا واپس کراچی

پہنچی تھی اور عورتوں کے ہوسٹل میں ٹھہری تھی۔ ایک روز عنبر اکیلا ہی کیٹی کی تلاش میں شہر کی طرف نکل گیا۔ ہوٹل میں نقلی ماریا اور ناگ اکیلے رہ گئے۔ نقلی ماریا نے ناگ سے کہا کہ کیوں نہ سمندر کے کنارے چل کر ہم بھی کیٹی کو تلاش کریں؟ ناگ بھی اکیلا بور ہو رہا تھا۔ نقلی ماریا کے ساتھ چلنے کو تیار ہو گیا۔ آج نقلی ماریا کو بڑا اچھا موقع مل گیا تھا اور وہ ناگ کا کام تمام کر دینا چاہتی تھی۔ اس نے ناگ کو باتوں میں لگا کر اس سے چاندی کی انگوٹھی لے کر اپنی انگلی میں پہن لی تھی۔ اس پر انگوٹھی کے طلسم نے کوئی اثر نہیں کیا تھا۔ نقلی ماریا ناگ کو لے کر سمندر کے اس ویران علاقے میں آ گئی جہاں سمندری چٹانیں تھیں اور ان کے درمیان سمندر بڑا گہرا تھا۔ نقلی ماریا نے ایک چال چلی اور ناگ سے کہا:

"ناگ بھیا! تمہیں سانپ بن کر سمندر میں نہاتے دیکھے عرصہ ہو گیا ہے۔ کیا تم سانپ بن کر میرے سامنے سمندر میں نہیں نہاؤ گے؟"

ناگ نے کہا:

"کیوں نہیں۔"

اور ناگ سانپ بن کر سمندر میں اُتر گیا!!

O

نقلی ماریا کی خونی چال

نقلی ماریا بھی سمندر میں اتر گئی۔

پہلے تو وہ ناگ کے ساتھ ہنسی مذاق کرتی رہی۔ ناگ سیاہ رنگ کا سانپ بن کر پانی کی لہروں پر کھیل رہا تھا۔ کبھی وہ لہروں پر اوپر کو اُچھلتا اور کبھی سمندر میں غوطہ لگا جاتا۔ نقلی ماریا نے ایک چٹان کو دیکھ لیا تھا۔ وہ ناگ کو اس طرف لے گئی۔ یہاں کتنے ہی پتھر بکھرے ہوئے تھے۔

نقلی ماریا نے ناگ سے کہا:

"ناگ بھیا! کیا تم میری آواز سنتے ہو؟"

ناگ نے سر ہلایا۔ جیسے کہہ رہا ہو۔ ہاں میں تمہاری آواز سنتا ہوں۔ نقلی ماریا نے کہا:

"اس چٹان کے نیچے دیکھو۔ مجھے کسی خزانے کا غار لگ رہا ہے۔"

ناگ سانپ کی شکل میں رینگتا ہوا چٹان کے نیچے ایک چوڑے سوراخ کے پاس آ کر دیکھنے لگا۔ نقلی ماریا نے

آواز دی۔ ناگ! اندر جا کر دیکھو۔ شاید ہمیں کوئی خفیہ خزانہ ہاتھ آ جائے۔ ناگ دل میں مسکرایا کہ آج یہ ماریا کو کیا ہو گیا ہے۔ بھلا ہمیں کسی خزانے کی کیا ضرورت ہے۔ پھر بھی وہ ماریا کے کہنے پر سوراخ کے قریب آ کر سوراخ میں گردن ڈال کر اندر دیکھنے لگا۔ جونہی ناگ نے اندر سر ڈالا نقلی ماریا نے پتھر اٹھایا اور زور سے مارا۔ خوش قسمتی سے پتھر ناگ کے جسم پر لگنے کی بجائے چٹان پر ناگ کے جسم کے بالکل قریب لگ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ ناگ نے جلدی سے اپنا سر باہر نکال لیا۔ وہ یہ سمجھا کہ کسی دشمن نے ماریا کو پرے ہٹا کر اس پر حملہ کر دیا ہے۔ لیکن جونہی اس نے سر باہر نکالا نقلی ماریا نے دوسری بار حملہ کر دیا۔ اس نے پتھر پوری طاقت سے ناگ کی گردن پر مارنے کی کوشش کی مگر ناگ اب ہوشیار ہو چکا تھا۔ وہ ایک دم سے اچھل کر سمندر میں کود گیا۔ اس نے ماریا کے ہاتھ میں پتھر دیکھ کر حیرت سے سوچا کہ کیا ماریا پاگل ہو گئی ہے؟

اس نے گہرا سانس لیا اور انسانی شکل میں باہر آ گیا۔ اس نے ماریا کا ہاتھ پکڑ کر پتھر پرے جھٹک دیا اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا:

"کون ہو تم؟"

ناگ سمجھ گیا تھا کہ یہ اصلی ماریا نہیں ہے بلکہ اس کی شکل میں کوئی جادوگرنی ہے یا کوئی ایسی مخلوق ہے جو اسے ہلاک کرنا چاہتی ہے۔ نقلی ماریا نے منتر پڑھ کر پھونکا تو ناگ کے ارد گرد آگ کے شعلے بلند ہوئے مگر فوراً ہی بجھ گئے اور ایک شعلہ اٹھ کر نقلی ماریا کے کپڑوں سے لپٹ گیا۔ ماریا نے چیخ ماری اور اس کے ہاتھ سے چاندی کی انگوٹھی اچھل کر پرے ریت پر گر پڑی۔ ناگ نے جھٹ انگوٹھی اٹھا کر پہنی اور ماریا کی طرف دیکھا جس کے کپڑوں میں آگ لگ چکی تھی مگر وہ شور مچانے اور چیخنے چلانے کی بجائے ایک جگہ خاموش کھڑی تھی۔ پھر اچانک اس آگ میں سے اصلی ماریا تیزی سے نکل کر باہر آ گئی۔ وہ غائب حالت میں تھی۔ ناگ کو ماریا کی تیز خوشبو آئی۔ یہ اصلی ماریا کی خوشبو تھی۔ اس نے آواز دی:

"ماریا!"

اصلی ماریا جلدی سے ناگ کے قریب آ گئی اور بولی:

"ناگ بھیا!"

ناگ نے کہا:

"یہ کون تھی ماریا جس نے تمہاری شکل اختیار کر رکھی تھی۔"

ماریا نے کہا:

"تم ابھی دیکھ لو گے۔"

نقلی ماریا کا چہرہ بدل گیا تھا۔ اس کی شکل جادوگرنی سامرہ کی ہو گئی اور پھر آہستہ آہستہ اس کی ہڈیاں نظر آنے لگیں اور وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کر زمین پر گر پڑی۔

ماریا نے کہا:

"دیکھا ناگ بھیا! یہ جادوگر سامری کی جادوگرنی بیوی سامرہ تھی۔ اس نے اپنے طلسم سے میری شکل اختیار کر لی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ میں پھر سے اپنی اصلی شکل اختیار کر سکی۔ عنبر کہاں ہے؟"

ناگ نے اسے بتایا کہ عنبر شہر میں کیٹی کو تلاش کرنے گیا ہے اور ہم اس وقت بیسویں صدی عیسوی کے کراچی شہر میں پہنچ چکے ہیں۔ ماریا نے سمندر کے کنارے کنارے کراچی کی بلند و بالا اور خوبصورت عمارتوں کی طرف دیکھ کر کہا:

"ہاں ناگ بھیا! یہاں ہم پہلے بھی آ چکے ہیں۔ اب ہمیں کیٹی کو ڈھونڈنا ہو گا۔ لیکن وہ یہاں کہاں ہو گی؟ وہ تو مدت ہوئی ملک افریقہ سے ہی غائب ہو گئی تھی۔"

ناگ بولا:

"عنبر کہتا ہے کہ اس کا خیال ہے کیٹی ہمیں اسی شہر میں کہیں ملے گی۔"

ناگ نے نقلی ماریا یعنی جادوگرنی سامرہ کے ریت پر پڑے ہوئے ڈھانچے کو پاؤں کی ٹھوکر سے سمندر میں لڑھکا دیا اور کہا:

"خدا کی پناہ ہے۔ اس نے ہم دونوں کو دھوکے میں پھنسا دیا تھا۔ ہم تو یہی سمجھ رہے تھے کہ یہی اصلی ماریا ہے، لیکن اس میں سے تمہاری خوشبو بڑی مدھم آ رہی تھی اور وہ پرانے زمانے سے اس نئے زمانے میں آتے ہوئے گھبرا بھی رہی تھی۔"

ماریا نے کہا:

"تم بڑے بھولے بھی ہو۔ چلو — اچھا ہوا اس جادوگرنی کے ہاتھوں ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ ورنہ اس کا حملہ بڑا خطرناک بھی ہو سکتا تھا۔"

ناگ نے کہا:

"خدا نے مجھے بچا لیا۔ آؤ اب واپس ہوٹل چلتے ہیں۔ عنبر آ گیا ہو گا۔ وہ تمہیں اصلی حالت میں دیکھ کر بڑا خوش ہو گا۔"

ماریا بولی:

"وہ تو مجھے دیکھ ہی نہیں سکے گا۔"

ناگ بولا:

"ارے بھئی میرا مطلب یہی تھا کہ وہ تمہیں محسوس کر کے، تمہیں سن کر بہت خوش ہو گا۔"

ماریا مسکرا رہی تھی۔ ناگ نے اسے ساتھ لیا اور ہوٹل کی طرف چلنے لگا۔

○

عنبر ہوٹل میں آ چکا تھا۔ اس نے ناگ کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر پوچھا:

"ماریا کہاں ہے ناگ؟"

ناگ نے کہا:

"میرے ساتھ ہے۔"

عنبر چونکا:

"کیا وہ غائب ہو گئی؟"

ماریا نے قہقہہ لگا کر کہا:

"عنبر بھائی! میں غائب نہیں ہوئی بلکہ واپس آ گئی ہوں۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ۔۔۔"

اور پھر ناگ نے سارا واقعہ بیان کیا تو عنبر حیران

ہو کر رہ گیا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ جو ماریا ان کے ساتھ ساتھ رہی تھی وہ نقلی ماریا تھی۔ اب اسے ماریا کی خوشبو بھی آنے لگی تھی۔ پہلے کے مقابلے میں کافی تیز تھی۔

ناگ عنبر ماریا دیر تک باتیں کرتے رہے پھر وہ کیٹی کے بارے میں سوچنے لگے۔

ناگ بولا:

"اگر کیٹی ہمیں کراچی میں نہ مل سکی تو پھر ہمیں یہاں سے ہندوستان کے شہر بمبئی جانا ہو گا۔ میرا خیال ہے کہ وہاں ایجنٹ کے غاروں میں ہو سکتا ہے اس سے ملاقات ہو جائے۔"

اسی طرح باتیں کرتے رات کے بارہ بج گئے۔ عنبر اور ماریا آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے تو ناگ نے کہا

"بھئی مجھے بالکل نیند نہیں آ رہی۔"

عنبر نے کہا:

"نیند تو ہمیں بھی کبھی نہیں آتی۔ لیکن صرف آرام کے لیے لیٹے ہیں۔ تم بھی لیٹ جاؤ۔"

ناگ بولا:

"میں تو شہر کی سیر کروں گا۔"

ماریا نے کہا:

"مگر زیادہ دیر تک باہر نہ رہنا ناگ بھیا۔"
"نہیں میں جلد واپس آ جاؤں گا اور فکر نہ کریں
کہیں گم نہیں ہوتا۔ یہ شہر میرا جانا پہچانا ہے۔"
ناگ یہ کہہ کر ہوٹل سے نکل کر سڑک پر آ گیا۔ رات
کے بارہ بجے کے بعد شہر سنسان تھا۔ کبھی کبھی کوئی گاڑی
یا رکشہ شور مچاتا گذر جاتا تھا۔ ناگ ریلوے سٹیشن سے
نکل کر ایک خالی سڑک پر صدر کے علاقے کی طرف
روانہ ہو گیا۔

ادھر رات کے گیارہ بجے کی فلائیٹ پر کیٹی لندن
سے کراچی پہنچی تو پونے بارہ بجے رات وہ ائیرپورٹ کی
گاڑی میں سوار ہو کر اپنے ہوسٹل کے باہر اتر گئی۔ گاڑی
دوسری ائیر ہوسٹس خواتین کو لے کر آگے چلی گئی۔ کیٹی ہوسٹل
کے دروازے کی طرف بڑھی ہی تھی کہ اچانک تین نقاب
پوش ایک ٹیوٹا کار میں سے نکل کر اس کی طرف لپکے اور
اس سے پہلے کہ کیٹی شور مچاتی انہوں نے اس کے
منہ پر ہاتھ رکھ کر بند کر دیا۔ اسے اٹھا کر گاڑی میں ڈالا
اور بڑی تیزی سے گاڑی لے کر صدر کی طرف روانہ ہو گئے۔
کیٹی نے دل ہی دل ایک تھانیدار کا خیال کر کے
چٹکی بجا دی مگر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اس نے دوسری
بار چٹکی بجائی۔ پھر بھی کوئی اثر نہ ہوا۔

ایک نقاب پوش نے کہا:
"یہ کم بخت چٹکی بجا رہی ہے۔"
دوسرا بولا:
"خوش ہو رہی ہے۔ فکر نہ کرو۔ ساری چٹکیاں ایک
منٹ میں نکل جائیں گی۔"
تیسرا نقاب پوش جو گاڑی چلا رہا تھا بولا:
"اس کے منہ پہ کپڑا باندھو۔ یہ شور مچائے گی۔"
کیٹی کے منہ کو انہوں نے مفلر سے کس کر باندھ
دیا۔ اب وہ بالکل نہیں بول سکتی تھی۔ کیٹی کو ان تینوں
نقاب پوش غنڈوں پر تو غصہ آنا ہی تھا لیکن اسے
سب سے زیادہ غصہ اپنے جن دوست پر آ رہا تھا جس
نے ایک بار پھر اس کی چٹکی کی طاقت چھین کر اسے
مصیبت میں پھنسا دیا تھا۔ گاڑی رات کی خاموشی میں
کراچی شہر کی خالی خالی سڑکوں پر بھاگی جا رہی تھی۔ صدر
کے علاقے میں جا کر گاڑی ایک پرانی بلڈنگ کے گیٹ
میں سے گذر کر گیراج میں داخل ہو گئی۔ نقاب پوش
کیٹی کو اٹھا کر بلڈنگ کی تیسری منزل کے ایک کمرے
میں لے گئے اور اسے صوفے پر گرا کر اس کے
دونوں ہاتھ صوفے کے پیچھے کپڑے سے باندھ دیئے
ایک نقاب پوش نے ٹیلی فون کے نمبر گھما کر فون پر کسی

سے باتیں شروع کر دیں۔ وہ کہہ رہا تھا:

"سیٹھ! مال آ گیا ہے۔ بالکل تازہ اور نیا مال ہے
ہم تمہیں لینے آ رہے ہیں۔ تم دس ہزار روپے
کے نوٹ بریف کیس میں ڈال رکھو۔"

دو نقاب پوش سیٹھ کو لینے کے لیے چل دیئے اور
ایک نقاب پوش کیٹی کے پاس وہیں کمرے میں رہ
کر پہرہ دینے لگا۔ اتنے میں نقاب پوش کو سگریٹ کے
لیے ماچس کی ضرورت پڑی ماچس اسے کہیں نہیں مل
رہی تھی۔ اس نے کیٹی کی طرف دیکھ کر کہا:

"میں نیچے چوکیدار کی کوٹھڑی سے ماچس لے کر
ابھی آتا ہوں۔ خبردار کوئی ایسی ویسی حرکت کرنے
کی کوشش نہ کرنا۔"

نقاب پوش کمرے کا دروازہ باہر سے بند کر کے نیچے
اُتر گیا۔ اس کے جاتے ہی کیٹی نے اپنے ہاتھ کھولنے
کی کوشش شروع کر دی۔ مگر اس کے ہاتھ اتنے کس کر
باندھے گئے تھے کہ وہ انہیں زیادہ ہلا جُلا نہیں سکتی تھی۔
نقاب پوش نیچے ماچس لینے آیا تو چوکیدار کوٹھڑی
میں نہیں تھا۔ اس نے نقاب اتار کر جیب میں رکھ لیا
تھا۔ وہ سڑک پر یہ دیکھنے کے لیے آیا کہ شاید چوک
والے سگرٹوں کے کھوکھے کی بتی روشن ہو مگر کھوکھا بند تھا۔

اچانک اسے سامنے سے ایک آدمی آتا نظر آیا۔ جب وہ
آدمی اس کے قریب آیا تو غنڈے نے اس سے پوچھا:

"آپ کے پاس ماچس ہو گی؟"

یہ آدمی ناگ تھا جو رات کے سناٹے میں ٹہلتے ٹہلتے
ادھر آ نکلا تھا۔

ناگ نے کہا:

"جی نہیں۔ میرے پاس ماچس نہیں ہے۔"

اور آگے چل پڑا۔ چند قدم ہی گیا تھا کہ اس کو
کتے کے زور سے بھونکنے کی آواز سنائی دی۔ اس
نے گھوم کر دیکھا کہ کہیں اس آدمی پر کتے نے تو
حملہ نہیں کر دیا۔ ناگ نے دیکھا کہ وہی آدمی جس نے
اس سے ماچس مانگی تھی بلڈنگ کے گیٹ کے اندر
کھڑے ہو کر جیب سے نقاب نکال کر پہن رہا تھا۔
ناگ کا ماتھا ٹھنکا۔ اسے کچھ شک ہوا کہ دال میں
کچھ کالا کالا ہے۔ ہو سکتا ہے یہ نقاب پوش یہاں
کسی کے گھر ڈاکہ ڈالنے جا رہا ہے۔

ناگ دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔ جب نقاب
پوش غنڈہ بلڈنگ کے اندر داخل ہو گیا۔ تو ناگ بھی
بلڈنگ کی سیڑھیوں پر آ گیا۔ اسے اوپر سے نقاب پوش
غنڈے کے سیڑھیاں چڑھنے کی آواز آ رہی تھی۔ ناگ نے

ایک گہرا سانس کھینچا اور ایک ننھی سی چڑیا کا روپ بدل کر پھُرر سے اوپر اُڑ کر آ گیا۔ اس نے دیکھا کہ نقاب پوش غنڈہ تیسری منزل پر پہنچ کر ایک کمرے کے دروازے کا تالا کھول رہا ہے۔ ناگ حیران تھا کہ اگر یہ اس شخص کا اپنا کمرہ ہے تو پھر اس کو نقاب پہننے کی کیا ضرورت تھی۔ نقاب پوش غنڈے نے بھی جب ایک چھوٹی سی چڑیا کو پھُرر پھُرر کر کے وہاں اُڑتے دیکھا تو سوچنے لگا کہ یہ چڑیا اس وقت رات کو کہاں سے آ گئی ہے؟

وہ دروازہ ذرا سا کھول کر اندر داخل ہوا اور اس سے پہلے کہ ناگ اندر داخل ہوتا اس نے دروازہ بند کر کے اندر سے چٹخنی لگا دی۔ ناگ باہر ہی رہ گیا۔ وہ سوچنے لگا کہ ہو سکتا ہے یہ شخص کہیں سے ڈاکہ مار کر آ رہا ہو یا ہو سکتا ہے کہ اس نے یونہی شوق کی خاطر نقاب پہن رکھا ہو۔ اسے واپس چلنا چاہیے۔ یہ سوچ کر ناگ نیچے اُڑنے ہی والا تھا کہ کمرے میں سے کسی شے کے گرنے کی آواز آئی:

اصل میں اندر کیٹی نے زور سے پاؤں ہلا کر اس صوفے کو گرا دیا تھا جس پر اسے باندھا گیا تھا۔ نقاب پوش غنڈے نے کیٹی کو بُرا بھلا کہا اور صوفے کو دوبارہ سیدھا کر دیا اور چلّا کر بولا:

"بدبخت عورت! اگر اب تو نے کوئی گڑبڑ کی تو میں تمہیں جان سے مار ڈالوں گا۔"

یہ آواز سنتے ہی ناگ وہیں رُک گیا۔ معاملہ گڑبڑ تھا۔ اندر تو کوئی عورت ہے جس پر ظلم ہو رہا ہے۔ ناگ نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اس عورت کی مدد کرے گا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اندر کیٹی صوفے سے بندھی ہوئی ہے۔ ناگ کے لیے اندر جانا اس لیے مشکل ہو گیا کہ دروازے میں کسی جگہ چھوٹا سا سوراخ بھی نہیں تھا۔ اس جانب کمرے کا کوئی روشن دان بھی نہیں تھا۔ ناگ ننھی چڑیا کی شکل میں سیڑھیوں میں ایک طرف بیٹھا کمرے میں جانے کی کوئی ترکیب سوچ رہا تھا کہ اسے سیڑھیوں پر کچھ لوگوں کے چڑھنے کی آوازیں آنے لگیں۔ وہ جلدی سے اوپر اُڑا اور ایک لکڑی کے تختے پر جا کر بیٹھ گیا اور نیچے تکنے لگا۔

دو آدمی جنہوں نے نقاب پہن رکھے تھے اپنے ساتھ ایک سیٹھ کو لیے اوپر آ رہے تھے۔ سیٹھ کے ہاتھ میں بریف کیس پکڑا ہوا تھا جس میں دس ہزار روپے کے کرنسی نوٹ تھے۔ ایک نقاب پوش نے کمرے کا دروازہ خاص انداز سے کھٹکھٹایا۔ اندر والے نقاب پوش نے دروازہ کھول

دیا۔ دروازے کے کھلتے ہی ناگ پھرر سے اڑ کر کمرے میں گھس گیا۔

نقاب پوشوں نے چڑیا کو دیکھا اور حیران ہوئے کہ یہ کہاں سے آ گئی۔ مگر وہ اس وقت کسی دوسرے معاملے میں بے حد مصروف تھے۔ ویسے بھی انہیں ایک ننھی سی چڑیا سے کیا خطرہ ہو سکتا تھا۔ مگر اندر آتے ہی جب ناگ نے کیٹی کو صوفے پر بندھے دیکھا تو دنگ رہ گیا۔ کیٹی نے بھی چڑیا کو دیکھا تھا مگر اس کو ابھی تک معلوم نہیں تھا کہ یہ ناگ ہے۔

موٹے سیٹھ نے جھک کر غور سے کیٹی کو دیکھا اور مسکرا کر بولا:

"ٹھیک ہے، مال اچھا ہے۔ ہم تمہیں دس ہزار روپیہ دیتا ہے۔ مگر دو سو روپیہ اور دے گا۔

وہ کس لیے؟ وہ اس لیے کہ تم اس عورت کو یہاں سے نکال کر ہمارے جہاز پر سمندر میں پہنچاؤ گے۔ کیا تم لوگوں کو منظور ہے؟"

ایک نقاب پوش بولا:

"ہم اس سالی کو تمہارے جہاز پر پہنچائے گا سیٹھ۔"

"بہت خوب۔ ہم تمہیں جہاز پر پہنچ کر دو سو روپیہ ادا کرے گا۔"

ناگ یہ سب کچھ سن رہا تھا۔ وہ ایک اونچی الماری کے اوپر کونے میں بیٹھا تھا۔ کیٹی نے گھبرا کر ایک بار پھر چٹکی بجائی۔

سیٹھ حیران ہو کر بولا:

"ارے! یہ تو چٹکی بجاتی ہے۔"

نقاب پوش بولا:

"ہاں سیٹھ! یہ بہت خوش ہوتی ہے تو چٹکی بجاتی ہے۔"

سیٹھ پیٹ پر ہاتھ رکھ کر ہنسا اور بولا:

"ہم اس کو چٹکی والی حسینہ بولے گا۔"

نقاب پوش نے کیٹی کو صوفے سے کھولنا شروع کیا ناگ نے سانس اوپر کھینچ کر زور سے اڑاری ماری۔ اس کا خیال تھا کہ وہ سانپ بن کر اڑتا ہوا ایک نقاب پوش کی گردن سے جا کر لپٹ جائے گا اور اس کا کام تمام کر دے گا۔ لیکن اس کے ساتھ ایک ایسی بات ہوئی کہ اسے یقین نہیں آیا کہ وہ ناگ ہے۔

ایسا ہوا کہ وہ سانس اوپر کھینچنے کے بعد بھی سانپ نہ بن سکا اور چڑیا کی شکل میں ہی ایک نقاب پوش سے جا ٹکرایا۔ نقاب پوش پہلے ہی اس چڑیا کو دیکھ کر سخت غصے میں تھا۔ اس نے زور سے چڑیا کو ہاتھ مارا۔

ناگ کو دھکا لگا اور وہ سامنے والی دیوار سے ٹکرا کر
فرش پر گر پڑا۔ اس کی ٹانگ زخمی ہو گئی تھی۔ وہ فرش
پر اندھیرے کونے میں پڑا رہا۔ اس نے اڑنے کی کوشش
کی مگر وہ اڑ نہیں سکتا تھا۔ نقاب پوش نے کیپٹی کا منہ
نہیں کھولا تھا۔ وہ اسے باہر کو دھکیلتے ہوئے بولا،
"سیٹھ تمہاری لانچ ___ میرا مطلب ہے تمہارے جہاز
کا نام سیٹھانہ ہے نا۔"
سیٹھ بولا :
"ہاں بابا۔ سیٹھانہ ہی نام ہے تم اس پر پہلے بھی
آ چکے ہو۔ بڑا والا لانچ ہے جہاز کے موافق ہے
ویسٹ وارف میں بیس میل آگے سمندر میں کھڑا
ہے۔ تم چلو ناں میرے ساتھ ___
اور وہ کیپٹی کو کمرے سے باہر لے گئے۔ باہر سے
کمرے کے دروازے پر تالا ڈال دیا گیا۔ ناگ چڑیا
کی شکل میں کمرے کے فرش پر گرا ہوا تھا اور اس کی
ٹانگ درد کر رہی تھی۔ اس کو حیرانی تھی کہ یہ اس کے
ساتھ کیا ہو گیا کہ وہ اپنی شکل نہیں بدل سکا۔ کیا اس
کی یہ طاقت ختم ہو گئی ہے؟ ناگ سخت پریشان تھا۔
اس نے ڈرتے ڈرتے ایک بار پھر سانس کھینچ کر چھوڑا تو
اسے بہت خوشی ہوئی۔ وہ چڑیا سے بدل کر اپنی اصل

انسانی شکل میں آ گیا تھا۔ اس نے خدا کا شکر ادا کیا۔ مگر
اب اس کی ٹانگ درد کر رہی تھی اور وہ رینگ کر ہی
چل سکتا تھا۔
وہ سانپ بن کر کمرے کی کھڑکی میں سے نیچے اتر
سکتا تھا مگر وہ سانپ بنتے ہوئے گھبرا سا رہا تھا کہ
کہیں اس کی طاقت پھر دھوکہ نہ دے جائے اور وہ
سانپ کی بجائے پھر چڑیا نہ بن جائے، لیکن اسے یہ
خطرہ ہر حالت میں مول لینا ہی تھا۔ اس نے آنکھیں بند
کر کے سانپ کا خیال کیا اور گہرا سانس کھینچا آخر وہی
ہوا جس کا اسے ڈر تھا۔ وہ سانپ نہ بن سکا اور ناگ
ہی رہا۔
اس کا جلدی واپس ہوٹل پہنچ کر عنبر اور ماریا کو یہ
سب کچھ بتانا بھی ضروری تھا تاکہ کیپٹی کو بچایا جا سکے۔
ہو سکتا ہے اگر دیر ہو گئی تو یہ بردہ فروش سیٹھ کیپٹی
کو لے کر کسی عرب ملک میں نکل جائے۔ کیوں کہ اسے
معلوم تھا کہ بعض لوگ یہی ناپاک دھندا کرتے ہیں کہ
پاکستان سے عورتوں کو اغوا کر کے عرب ملکوں میں لے
جاتے ہیں اور پھر وہاں فروخت کر دیتے ہیں۔
ناگ نے ٹیلی فون کی طرف دیکھا تو رینگتا ہوا اس کے
قریب آ گیا۔ اس نے اپنے ہوٹل فون کیا اور عنبر کو اوپر

ے بلایا۔ عنبر نے ناگ کی آواز سن کر پوچھا:

"کیا بات ہے ناگ بھیا! تم کہاں سے بول رہے ہو؟"

ناگ نے اسے سارا واقعہ بیان کیا اور بتایا کہ وہ فلاں بلڈنگ کی تیسری منزل کے ایک کمرے میں زخمی پڑا ہے اور اس کی شکل بدلنے کی طاقت شاید وقتی طور پر ختم ہو چکی ہے۔

عنبر نے کہا:

"گھبراؤ مت — ہم آ رہے ہیں۔"

عنبر نے ماریا کو ساتھ لیا اور وہ تیز تیز چل کر پچھلی رات کے اندھیرے اور خاموشی میں سڑکوں پر سے گزرتے اس بلڈنگ کے سامنے آ گئے جس کی تیسری منزل کے ایک کمرے میں ناگ زخمی حالت میں پڑا تھا۔ ماریا نے اوپر دیکھتے ہوئے کہا:

"عنبر! اس بلڈنگ کی تیسری منزل میں کہیں بھی روشنی نہیں ہو رہی۔"

عنبر بولا:

"ہمیں اوپر جا کر پتہ کرنا ہو گا۔ میرا خیال ہے یہ سامنے والی جو کھڑکی بند ہے اسی کمرے میں ناگ ہے۔"

ماریا بولی:

"چلو اوپر چلتے ہیں۔ اگر کمرہ بند بھی ہوا تو میں اندر جا کر پتہ کر لوں گی۔"

عنبر اور ماریا تیزی سے اوپر تیسری منزل پر آ گئے ایک کمرے کے باہر انہوں نے تالا پڑا ہوا دیکھا۔

ماریا بولی:

"ناگ کی خوشبو آ رہی ہے۔ وہ اسی کمرے میں ہو گا۔"

خوشبو عنبر نے بھی محسوس کی، بولا:

"ہاں — میں تالا توڑتا ہوں۔"

عنبر نے تھوڑا سا زور لگا کر تالا توڑ ڈالا۔ اندر جا کر دیکھا کہ ناگ فرش پر سے اٹھ کر صوفے پر بیٹھا تھا۔ اس نے ٹانگ سیدھی کر رکھی تھی۔

"کیا زیادہ چوٹ آئی ہے ناگ بھیا!"

ماریا اس کے قریب جا کر بولی۔ عنبر نے ٹانگ کو غور سے دیکھا۔

عنبر نے کہا:

"بہت درد ہو رہا ہے۔ کم بخت نقاب پوش نے بڑے زور سے ہاتھ مارا تھا۔"

عنبر چونکہ جڑی بوٹیوں کے علاج بھی کرتا رہا تھا۔ اس لیے

ٹانگ کا معائنہ کرنے کے بعد کہنے لگا:

"ناگ! فکر کی بات نہیں۔ تمہاری ران کا پٹھا چڑھ گیا ہے۔ ہوٹل چل کر تم آرام کرو اور ہم کیٹی کی تلاش میں جاتے ہیں۔"

ناگ بولا:

"تم مجھے ٹیکسی میں بٹھا کر کسی طرح ہوٹل تک پہنچا دو مگر کیٹی کی جلدی مدد کرو۔ لگتا ہے اس کی چھکلی پھر دھوکا دے گئی ہے۔"

عنبر نے ناگ کو کاندھے پر اٹھایا اور نیچے آ گیا۔ ماریا بھی ساتھ تھی۔ اب صبح ہونے میں تھوڑی دیر رہ گئی تھی۔ ٹیکسیاں اور رکشے کبھی کبھی گذر جاتے تھے۔ عنبر نے ایک ٹیکسی کھڑی کروائی۔ ناگ کو اس میں لٹایا اور اپنے ہوٹل کی طرف چل دیا۔ ہوٹل کے کمرے میں ناگ کو لٹا کر عنبر نے اس کی ران پر کپڑا باندھا اور اس سے سیٹھ کی لانچ کا نام اور دوسری ضروری باتیں پوچھ کر ماریا کو ساتھ لیا اور کراچی بندرگاہ کے ولیسٹ وارف کی طرف روانہ ہو گیا۔

بندرگاہ پر سخت پہرہ ہوتا ہے اور کوئی آدمی پاس کے بغیر اندر نہیں جا سکتا۔

عنبر نے اس پریشانی کا ماریا سے ذکر کیا اور کہا:

"میں طاقت کے زور پر اندر جا سکتا ہوں۔ مگر اس

طرح سے شور مچ جائے گا۔ اور میں کسی پہرے دار کو مارنا بھی نہیں چاہتا۔"

ماریا بولی:

"یہ کام میں کر دوں گی۔ تم میرے ساتھ آؤ۔"

وہ بندرگاہ کے ولیسٹ وارف کے گیٹ سے تھوڑی دور رک گئے۔ ماریا نے عنبر کو ایک سٹور کی دیوار کے پیچھے کھڑا کر دیا اور خود چوکیدار سپاہی کی طرف بڑھی جو بندوق لیے وردی پہنے پہرہ دے رہا تھا۔ مگر اس وقت سٹول پر بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا۔ ماریا اس کے بالکل پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔ مگر پہرے دار اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ ماریا نے اس کے ہاتھ سے سگریٹ کھینچ کر پھینک دیا۔ پہرے دار ہکا بکا ہو کر تکنے لگا کہ اس کے ہاتھ سے سگریٹ کس نے پھینک دیا ہے۔ اسے وہاں کوئی انسان دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ گھبرا گیا۔ اسے اچانک ایک عورت کی بھاری بھرکم آواز سنائی دی:

"تمہیں معلوم نہیں سگریٹ پینے سے پھیپھڑوں میں کینسر ہو جاتا ہے؟"

اس غیبی آواز نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی۔ پہریدار کو پسینہ آ گیا۔ خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔ اس کے حلق سے آواز تک نہیں نکل رہی تھی۔ ماریا نے اس کی گردن

پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور بولی :
"اگر تم نے دوبارا سگریٹ پیا تو میں تمہاری گردن
مروڑ دوں گی ۔ تمہیں معلوم نہیں میں اس عورت کی
بدروح ہوں جو پچھلے مہینے کراچی کے ساحل پر
سمندر میں ڈوب کر مر گئی تھی "
پہرے دار کی گھگی بندھ گئی ۔ دہشت کے مارے خون
ٹھنڈا یخ ہو گیا اور وہ دھڑام سے سٹول پر سے پیچھے کی
طرف گرا اور بے ہوش ہو گیا ۔ ماریا اسے کھینچ کر اندھیرے
میں ایک طرف لے گئی ۔ عنبر لپک کر وہاں آ گیا ۔
ماریا نے کہا :
"جلدی سے اس کی وردی اتار کر پہن لو "
عنبر نے کہا :
"وردی اتارنے اور پہننے میں دیر ہو جائے گی
ماریا — ابھی رات کا تھوڑا اندھیرا باقی ہے
ہمیں یہاں سے آگے نکل جانا چاہیے "
"جیسے تمہاری مرضی "
ماریا نے کہا اور وہ دونوں تیز تیز چلتے ہوئے اس
جگہ پہنچ گئے جہاں سے سمندر شروع ہوتا تھا ۔ یہاں کتنے
ہی بڑے بڑے غیر ملکی جہاز کھڑے تھے ۔ لیکن وہ سیٹھنا
نامی جس جہاز یا بڑے لانچ کی تلاش میں تھے وہ وہاں سے

بیس میل دور سمندر میں کھڑا تھا ۔
ماریا نے کہا :
"ہمیں یہاں سے کوئی چھوٹی کشتی پکڑنی ہو گی عنبر "
"مجھے تو یہاں کوئی کشتی دکھائی نہیں دیتی "
عنبر بولا :
ماریا نے کہا :
"وہاں — وہ اس جہاز کے پاس ایک کشتی کھڑی ہے "
دونوں کشتی کے قریب آ گئے ۔ یہ ایک موٹر بوٹ تھی ۔
یعنی اس کشتی میں موٹر لگی تھی ۔ عنبر نے کہا :
"موٹر سٹارٹ کر دی تو شور اٹھے گا "
ماریا بولی :
"ہم اسے یہاں سے ویسے ہی کھینچ کر لے جاتے
ہیں ۔ آگے جا کر سٹارٹ کر دیں "
کشتی میں دو لمبے لمبے چپو بھی رکھے ہوئے تھے ۔ ماریا
اور عنبر کشتی میں بیٹھ گئے اور چپو چلا کر کشتی کو آہستہ
آہستہ جہاز سے دور اندھیرے میں لے گئے ۔ یہاں آگے
پھر ایک جہاز کھڑا تھا ۔ اس جہاز کے قریب سے گذرنے لگے
تو جہاز کے اوپر سے کسی چوکیدار کی آواز آئی :
"ارے جمن ! کشتی لے کر کہاں چلا صبح سویرے ؟"
عنبر نے بھی چوکیدار ایسی آواز بنا کر کہا :

"دادا — ایک آدھ مچھلی پکڑوں گا۔"
چوکیدار نے اوپر سے قہقہہ لگا کر کہا:
"میرے لیے بھی لانا ایک شکار۔"
عنبر نے کوئی جواب نہ دیا۔ کشتی سمندر میں جب ایک میل نکل آئی تو اس کا انجن سٹارٹ کر دیا گیا۔ موٹر بوٹ بالکل سیدھ میں جا رہی تھی۔ پندرہ میل کے بعد گہرا سمندر آ گیا۔ اب پچھلے پہر کی ہلکی ہلکی پھیکی سی روشنی میں سمندر کی لہریں نظر آنے لگی تھیں۔
عنبر نے کہا:
"ماریا! تم جا کر دیکھو۔ لانچ کدھر کھڑی ہے؟"
ماریا بولی:
"میں جا رہی ہوں۔"
اور ماریا کشتی میں سے اچھلی اور سمندر کی لہروں سے کوئی دس فٹ بلند ہو کر سمندر کے اوپر چلنے لگی۔ اس کی رفتار تیز تھی اور وہ ہوا میں جیسے اڑتی ہوئی جا رہی تھی۔ چار سمندری میل چلنے یا اڑنے کے بعد اسے دور سمندر میں ایک لانچ آہستہ آہستہ سفر کرتی دکھائی دی۔ ماریا نے اپنی رفتار اور تیز کر دی۔ وہ اڑتی ہوئی اس لانچ کے اوپر آ گئی۔ لانچ پر کچھ آدمی بیٹھے صبح منہ اندھیرے کی چائے کیتلی میں سے نکال کر پی رہے تھے۔ ماریا لانچ کے عرشے پر اتر آئی۔ کسی نے اسے نہ دیکھا۔ لانچ کے عرشے سے سیڑھی نیچے جاتی تھی۔ ماریا نیچے آ گئی۔ اس کو ایک بند کیبن کے اندر سے چٹکی بجانے کی آواز سنائی دی۔ وہ سمجھ گئی کہ اندر کیٹی ہی ہے اور چٹکی بجا کر اپنی شکل بدلنے کی کوشش کر رہی ہے۔
وہ بند دروازے سے گزر کر اندر چلی گئی۔ کیا دیکھتی ہے کہ کیٹی بستر پر بیٹھ کر چٹکی بجا رہی ہے۔
ماریا نے کہا:
"چٹکی اب تمہارے کسی کام کی نہیں رہی کیٹی!"
کیٹی نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا اور خوش ہو کر بولی:
"ماریا بہن! یہ تم ہو؟"
"تو اور کون ہو سکتا ہے۔ عنبر بھی ساتھ ہے مگر وہ پیچھے موٹر بوٹ میں ہے۔ ہم تمہیں لینے آئے ہیں۔"
کیٹی بولی:
"مگر میری چٹکی کام نہیں کر رہی ماریا — میں تمہارے ساتھ کیسے جاؤں گی۔ یہاں تو بڑا سخت پہرہ ہے۔ اور ان لوگوں کے پاس مشین گنیں اور بم بھی ہیں۔"
ماریا نے کہا:

"کوئی بات نہیں۔ یہ بم اور گولے ان ہی کو تباہ کر دیں گے۔ اس لیے کہ یہ ناپاک دھندا کرنے والے ناپاک لوگ ہیں۔ میں عنبر کو لے کر آتی ہوں تاکہ ہم پوری طاقت سے ان بردہ فروش خطرناک غنڈوں کا مقابلہ کر سکیں۔"

ماریا لانچ پر سے اچھل کر سمندر کی سطح کے اوپر اڑتی ہوئی واپس عنبر کے پاس چلی گئی اور پھر اسے بتایا کہ کیٹی لانچ میں موجود ہے مگر وہاں گولہ بارود بہت ہے اور کیٹی کو بڑی احتیاط کے ساتھ وہاں سے نکالنا ہوگا۔ کیوں کہ اگر گولہ بارود پھٹ گیا تو اس کے ہلاک ہو جانے کا خطرہ ہے۔

عنبر نے کہا:

"فکر نہ کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ مگر میں ان لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ یہ پاکستان کے پاک دامن پر گناہ کے دھبے ہیں۔ میں ان دھبوں کو صاف کر دوں گا۔"

اور وہ موٹر بوٹ کو لے کر لانچ کی طرف بڑھا:

کیٹی اغوا کر لی گئی

لانچ کے پہرے دار سمگلروں نے ایک کشتی کو اپنی طرف آتے دیکھ لیا۔

انہوں نے مشین گن سے فائر کھول دیا۔ گولیاں تڑتڑ کرتی عنبر کے قریب سے گذرنے لگیں۔ کشتی میں گولیاں لگیں تو پٹرول کی ٹینکی پھٹ گئی اور کشتی میں آگ کا دھماکہ ہوا۔ عنبر نے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ ماریا اس کے اوپر اوپر جا رہی تھی۔

ماریا نے کہا:

"عنبر بھیا! تم لانچ کی پچھلی طرف سے آؤ۔ میں اس کے اندر جا رہی ہوں۔"

سمگلروں نے عنبر کو سمندر میں چھلانگ لگاتے دیکھ لیا تھا۔ عنبر نے غوطہ لگا دیا۔ وہ اب سمندر کے نیچے ہی نیچے لانچ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جس طرح کوئی تارپیڈو کسی جہاز کی طرف بڑھتا ہے۔ ماریا پہلے لانچ پر پہنچ گئی۔ اب صبح کی روشنی بھی چاروں طرف پھیل گئی تھی۔ ماریا

نے دیکھا کہ چار سمگلر مشین گنیں سیدھی کیے عرشے پر
کھڑے تھے۔ نیچے سے سیٹھ بھی توند سنبھالتا ہوا اوپر
آ گیا۔ اس کے ساتھ دو باڈی گارڈ بھی تھے جنہوں نے
پستول پکڑ رکھے تھے۔

"ارے یہ کون لوگ آیا ہے بابا — یہ تو کم بخت
کسٹم کی کشتی تھی۔ ڈوب گئی اچھا ہوا۔"

ایک سمگلر مشین گن لہرا کر بولا:

"سیٹھ غرق کر دیا کشتی کو — ایک آدمی اس میں
بیٹھا تھا کسٹم والا۔ اس کو بھی مار دیا۔"

"شاباش! تم لوگوں کو انعام ملے گا۔ انعام ملے گا۔"

پھر سیٹھ نے اپنے باڈی گارڈوں کی طرف دیکھ کر کہا،

"ارے اس عورت پر بھی پہرہ رکھو۔ میرے پاس
کیا کر رہے ہو تم۔ چلو۔ جلدی چلو۔"

سیٹھ باڈی گارڈوں کو ساتھ لے کر لانچ کی سیڑھیاں
اُتر گیا۔ ماریا بھی اس کے پیچھے پیچھے نیچے اُتر گئی۔ وہ
سیدھی کیٹی کے کیبن میں آ گئی۔ اس نے دیکھا کہ کیٹی
بے چینی سے ٹہل رہی تھی۔

ماریا کی خوشبو محسوس کرتے ہی بولی:

"ماریا بہن؟"

"کیٹی! میں آ گئی ہوں۔ عنبر بھی میرے ساتھ ہے۔"

کیٹی نے کہا:

"یہ دھماکہ کیا ہوا تھا؟"

ماریا نے اسے بتایا کہ ٹینکی پھٹنے سے کشتی غرق
گئی ہے اور عنبر سمندر میں غوطہ لگا کر پہنچنے والا ہے

"میں ان لوگوں کی خبر لیتی ہوں۔ تم یہاں خاموشی
سے بیٹھی رہنا۔"

ماریا کیبن سے نکلی تو باہر دونوں گارڈ پہرے پر کھڑے
ہو گئے تھے اور سیٹھ اپنی موٹی توند پہ ہاتھ پھیرتے ہو
کہہ رہا تھا۔

"خبردار! یہاں سے مت ہلنا۔ ہم تم کو بھی
انعام دے گا۔ کسٹم پولیس کو ہمارے لانچ کی
خبر ہو گئی ہے۔ وہ ابھی اور لوگ بھی آ
سکتا ہے۔"

سیٹھ نے لانچ کے ڈرائیور سے کہا کہ وہ لانچ
فل سپیڈ پر چھوڑ دے۔ ماریا بھی اس کے ساتھ ہی ا
روم میں آ گئی۔ یہاں انجن چل رہے تھے۔ فضا گر
تھی اور کئی ہتھیاں، لیور اور ڈائل لگے ہوئے تھے۔ ما
انجن کی پچھلی طرف آ گئی یہاں پٹرول کی ٹینکی بنی ہو
تھی۔ ماریا کو معلوم تھا کہ اگر پٹرول میں چینی یعنی شک
ملا دی جائے تو پٹرول بے کار ہو جاتا ہے اور اس

سے انجن سٹارٹ نہیں ہو سکتا۔ ماریا انجن روم سے
نکل کر کچن میں آ گئی۔ لانچ کا یہ کچن چھوٹا سا تھا اور
ایک گول ڈبے میں چینی پڑی تھی۔ باورچی صبح کا ناشتہ
تیار کر رہا تھا۔ اسے ماریا کے اندر داخل ہونے کا
کوئی احساس نہ ہوا۔ ماریا نے ڈبے کی طرف ہاتھ بڑھایا
تو عین اسی وقت باورچی نے بھی ڈبے کی طرف بازو
پھیلایا۔ کیوں کہ وہ انڈوں کے حلوے میں چینی ڈالنا
چاہتا تھا۔ مگر ماریا کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ
اسے ضائع کرے۔ اس نے پہلے ہاتھ بڑھا کر ڈبہ اٹھا لیا۔
باورچی نے ایک دم سے ڈبہ غائب ہوتے دیکھا تو
وہ ٹھٹھک کر رہ گیا۔ بار بار آنکھیں جھپکائیں۔ ڈبے
والی خالی جگہ پر ہاتھ لگایا۔ ڈبہ غائب تھا۔ پھر اپنا سر کھجایا۔
گھوم کر پیچھے دیکھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ ماریا چینی کا ڈبہ
لے کر جا چکی تھی۔

وہ سیدھی انجن روم میں آئی اور اس نے پٹرول
کی ٹینکی کا چھوٹا سا ڈھکنا کھول کر اس کے اندر ساری
چینی انڈیل دی۔ وہ لپک کر اوپر آ گئی۔ یہاں ایک
طرف پٹرول کے چار بڑے بڑے سلنڈر عرشے پر جنگلے
کے ساتھ لگے تھے۔

اس نے جھک کر سمندر کی طرف دیکھا تو اسے عنبر

نظر آیا جو ایک رسی کو تھامے سمندر سے نکل کر لانچ کی
دیوار پر چڑھ رہا تھا۔

ماریا نے آہستہ سے کہا:

"آ جاؤ اوپر عنبر۔"

عنبر نے اوپر دیکھا۔ اسے ماریا دکھائی تو نہ دی مگر
اسے معلوم تھا کہ ماریا عرشے پر جنگلے کے ساتھ لگ کر
کھڑی ہے۔ اس دوران میں ماریا نے جنگلے کی زنجیر ایک
طرف سے کھول دی اور پٹرول کے سلنڈر باری بار
سمندر میں لڑھکا دیئے۔ پہلا سلنڈر سمندر میں گرا تو سمگل
پہرے دار چونک کر اس طرف آئے مگر ان کے آ
آتے ماریا نے دوسرے پٹرول کے سلنڈر بھی سمندر میں گ
دیئے تھے۔ وہاں شور مچ گیا۔ ایک سمگلر کی نظر عنبر پر پڑ
تو اس پر مشین گن سے گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ اس کا خیا
تھا کہ عنبر گولیوں سے چھلنی ہو کر سمندر میں گر جائے گا

ایسا نہ ہوا۔

سمگلر پھٹی پھٹی آنکھوں سے عنبر کو تکنے لگا۔ عنبر
گولیاں برس رہی تھیں لیکن یہ رسی کی مدد سے براب
لانچ پر چڑھ رہا تھا۔ سمگلر چاقو سے رسی کاٹنے لگا
عنبر اوپر پہنچ گیا۔ دوسرے سمگلر بھی مشین گنیں لے
وہاں آ گئے۔ عنبر نے ایک سمگلر کے ہاتھ سے مشین

لے کر سمندر میں پھینک دی اور اسے ایک ایسا
زبردست مکا مارا کہ سمگلر کا جبڑا اپنی جگہ سے ہل گیا
اور وہ قلا بازی کھاتا ہوا دوسری طرف سے سمندر میں
لڑھک گیا۔ دوسرے سمگلروں نے عنبر پر ہلہ بول دیا۔
گولیوں کی بوچھاڑ میں کھڑا عنبر ان کی طرف گھورتا رہا۔
گولیاں عنبر کے جسم سے ٹکرا کر اِدھر اُدھر گر رہی تھیں
یہ ایک ایسا منظر تھا کہ سمگلروں کے ہوش گم ہو گئے۔
انہوں نے زندگی میں کبھی ایسا منظر نہیں دیکھا تھا۔ وہ
سمجھے کہ یہ کوئی انسان نہیں ہے بلکہ کوئی جن بھوت
ہے۔ ان کو اور زیادہ خوف زدہ کرنے کے لیے عنبر نے
منہ کھول کر ایسی ڈراؤنی آواز نکال کر تینوں پہرے دار
سمگلروں نے بھاگ کر سمندر میں چھلانگ لگا دی:

ماریا یہ سارا کچھ دیکھ رہی تھی۔ اس نے عنبر
کو آواز دی:

"عنبر بھیا! کیٹی نیچے ہے کیبن میں۔"

وہ دونوں کیبن کی طرف چلے تو سیٹھ اپنے دونوں
باڈی گارڈوں کے ساتھ شور مچاتا بھاگا چلا آ رہا تھا۔

"ارے گولیاں چل رہی ہیں۔ کسٹم پولیس نے چھاپہ
مارا ہے۔ کشتی سمندر میں اتار دو۔ لانچ کو چھوڑ دو۔"

ادھر پٹرول میں چینی ملا دینے کی وجہ سے انجن بند

ہو گیا۔

سیٹھ نے عنبر کو دیکھا تو چیخ کر بولا:

"اس کو پکڑ لو۔ یہ کسٹم والوں کا آدمی ہے۔"

باڈی گارڈوں نے پستول سے عنبر پر فائر کر دیا۔ دو گولیاں
عنبر کے سینے اور پیٹ سے لگ کر پھسل کر دُور جا
گریں۔ سیٹھ اور باڈی گارڈ آنکھیں پھاڑ کر ایک دوسرے
کو تکنے لگے۔ کیوں کہ پستول کا نشانہ بڑے قریب سے لیا
گیا تھا۔

ماریا نے سیٹھ کی موٹی توند پر زور سے لات ماری
اور سیٹھ دھڑام سے گر پڑا:

"ارے یہ کس کم بخت نے میرے پیٹ پر لات
ماری ہے ارے اس کو گولی مار دو۔ گولی مار دو۔"

ماریا نے دونوں سمگلروں کے ہاتھوں پر باری باری
ہاتھ مار کر پستول گرا دیئے۔ عنبر نے ایک سمگلر کو گردن
سے پکڑ کر مردہ چوہے کی طرح فرش سے دو فٹ
اوپر اٹھا لیا۔ ماریا نے دوسرے سمگلر کے قریب جا کر
اس کے منہ پر ایسا تھپڑ رسید کیا کہ اس کا منہ دوسری
طرف گھوم گیا اور گردن ٹیڑھی ہو گئی۔ دوسرا سمگلر یہ
معاملہ دیکھ کر اس قدر ڈرا کہ بے ہوش ہو کر سیڑھیوں
کے پاس ہی گر پڑا:

سیٹھ فرش پر پڑے پڑے کانپ رہا تھا۔

"ارے بابا لوگ! ہم کو معاف کر دیلو۔ ہمارا کوئی قصور نہیں۔ تمہارا عورت لوگ ادھر کیبن میں ہے۔ تم اس کو لے لو۔ ہماری جان بخشی کر دو۔"

عنبر نے کہا:

"تم ان سارے سمگلروں کے اصل سرغنہ ہو۔ تمہیں ہم کیسے چھوڑ دیں گے۔ اٹھو!"

عنبر نے اسے ٹھوکر ماری۔ سیٹھ جلدی سے اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

"اوئی ــ یہ ہم نے کیا کر لیا اپن کے ساتھ بابا ــ اُف ــ بُرے کام کا انجام بُرا ہی نکلتا ہے۔ ارے ہم کو معاف کر دیو سائیں۔"

عنبر نے ماریا سے کہا:

"ماریا۔ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟"

ماریا کی آواز آئی:

"اسے میں خود اوپر لے جا کر سمندر میں گراؤں گی۔"

موٹا سیٹھ غیبی آواز سن کر تھر تھر کانپنے لگا:

"اوئی۔ اوئی۔ یہ تو کسی چڑیل کی آواز ہے۔ اف مارو نہیں۔ مجھے نہیں مارنا چڑیل جی ــ تم ہمارے کی بہن ہو۔ تم اپن کی بہن ہو۔"

ماریا نے کہا:

"تم نے نہ جانے کتنے ہنستے بستے گھروں کو اجاڑا ہے نہ جانے اب تک تم کتنے بچوں کتنی شریف لڑکیوں کو اغوا کر کے دوسرے ملک میں لے جا کر فروخت کر چکے ہو۔ تمہیں معاف نہیں کیا جائے گا۔ تمہارا جرم انسانیت کے خلاف ایک گھناؤنا جرم ہے اور تمہیں اس جرم کی سزا مل کر رہے گی اُٹھو اوپر چلو!"

موٹے سیٹھ کا رنگ زرد تھا اور دہشت کے مارے اس کے منہ سے بات نہیں نکل رہی تھی۔ ماریا نے اسے پیچھے سے پکڑا اور کھینچتی ہوئی اوپر لے گئی۔ اس نے عنبر سے کہا:

"عنبر! تم کیبن میں جا کر کیٹی کو نکال لاؤ۔"

ماریا سیٹھ کو لڑکھڑاتے سانڈ کی طرح گھسیٹتی ہوئی عرشے پر یعنی بڑی لانچ کے فرش پر لے گئی۔ سیٹھ کی چیخیں نکل رہی تھیں۔ اس کا جسم ٹھنڈا ہو گیا ہوا تھا۔ وہ ماریا کی گرفت سے نکلنے کی بڑی کوشش کر رہا تھا مگر ماریا سے اپنا آپ بچانا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ وہ موٹے سیٹھ کو دھکیلتی ہوئی لانچ کے جنگلے کے پاس لے گئی اور اسے اتنی زور سے لات ماری کہ سیٹھ ایک چیخ بلند

کر کے دھڑام سے ... اور موٹی جھینس کیطرح
سمندر میں تھوڑے سے ہاتھ پاؤں مارنے کے بعد ایسا ڈوبا
کہ پھر نہ ابھر سکا۔ اتنے میں عنبر کیٹی کو بھی لے کر آگیا۔
اس نے کہا :

"ماریا بہن! اگر تم وقت پر عنبر کو لے کر نہ آتیں
تو ان لوگوں نے مجھے دوبئی پہنچ کر کسی کے ہاتھ
فروخت کر دینا تھا۔ پھر میں کچھ نہیں کر سکتی تھی
کیوں کہ میری چٹکی کام ہی نہیں کرتی۔"

عنبر نے مسکرا کر کہا :

"میرا خیال ہے کیٹی! اب تم چٹکی کو بھول جاؤ۔
یہ کم بخت تمہیں کسی وقت بہت بڑی مشکل
میں پھنسا دے گی۔"

ماریا بولی :

"عنبر ٹھیک کہتا ہے۔ تم چٹکی کی بجائے اب
طبلہ بجایا کرو۔"

کیٹی نے ہنستے ہوئے کہا :

"طبلہ کیا ہوتا ہے؟"

عنبر بولا :

"اصطبل کے سب سے چھوٹے بیٹے کو طبلہ
کہتے ہیں۔"

ماریا بولی :

"مگر ہمارے ساتھ جو ایک اور طبلہ ہو گیا ہے
کچھ اس کی بھی خبر ہے؟"

"وہ کیا؟" عنبر نے پوچھا۔

ماریا نے کہا :

"میں نے پٹرول کی ٹینکی میں چینی ڈال دی ہے۔
اب یہ لانچ نہیں چل سکے گی۔"

عنبر بولا :

"اور تم نے فالتو پٹرول کے سلنڈر بھی تو سمندر
میں گرا دیئے ہیں۔ میں نے دیکھا تھا۔"

لانچ کھڑی ہو گئی تھی۔ ماریا بولی :

"میرا خیال تھا کہ مجھے پہلے انجن کو روک دینا
چاہیے۔ اس لیے میں نے پٹرول میں شکر
ملا دی۔"

عنبر بولا :

"تم نے یہ سمجھا کہ تم چائے میں شکر ملا رہی ہو۔"

کیٹی بولی :

"مگر اب کیا کرنا چاہیے۔"

عنبر نے کہا :

"وہی کرنا چاہیے جو سب لوگ ہنگامی حالات

میں کیا کرتے ہیں۔ یعنی کہ لائف بوٹ نکال کر
سمندر میں ڈالتے ہیں اور واپس چلتے ہیں۔"

ماریا بولی:

"اس لانچ کا انجام کیا ہو گا؟"

عنبر بولا:

"وہی جو اس قسم کی بدکردار اور ناپاک کاروبار کرنے
والی لانچوں کا ہوا کرتا ہے۔ یعنی یہ کہ ہم اسے
آگ لگا دیں گے۔ نہ رہے بانس نہ بجے گی
کی بانسری!"

ماریا نے کہا:

"مگر اندر پٹرول تو ہے نہیں۔ آگ کیسے لگائیں گے؟"

عنبر نے کہا:

"لانچ میں اسلحہ کافی ہے۔ ہم ٹائم بم لگا دیں
گے اس میں ۔"

کیٹی بولی:

"تو پھر دیر کس بات کی ہے؟ لیکن تم لوگ
ناگ کو کہاں چھوڑ آئے ہو؟"

عنبر مسکراتے ہوئے کہنے لگا:

"اری کیٹی بی بی! یہ ناگ ہی نے تو ہمیں تمہارے
بارے میں خبر دی تھی۔ وہ تو چڑیا بن کر کمرے

میں بھی گیا تھا مگر ٹریجڈی ہو گئی۔"

ماریا بولی:

"یعنی اس کے ساتھ بھی طبلہ ہو گیا؟"

عنبر نے کہا:

"اس کا مطلب یہ ہے کہ اب جب بھی کوئی
ٹریجڈی ہوئی تم طبلہ ضرور بجایا کرو گی۔"

ماریا ہنسنے لگی:

"ایسا ہی سمجھ لو۔ میں تو ٹریجڈی کو اب طبلہ ہی
کہوں گی۔ کیوں کہ طبلہ بجانا بھی تو ایک ٹریجڈی
ہی ہے۔"

کیٹی نے پوچھا:

"میں نے ایک چڑیا کو اندر آتے دیکھا تھا۔ مگر پھر
کیا ہوا؟"

عنبر بولا:

"وہی ہوا جو اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔
پہلے تو تمہاری چٹکی دھوکہ دے جاتی تھی اب ناگ
کے ساتھ بھی مذاق شروع ہو گیا ہے۔"

ماریا نے جھٹ کہا:

"یعنی اس کا بھی طبلہ بجنے لگا ہے۔"

کیٹی نے تعجب سے کہا:

"کیا وہ سانپ نہیں بن سکا؟"

عنبر نے کہا:

"بالکل نہیں — بے چارہ زخمی ہو کر گر پڑا اور اس کے بعد جب اس نے سانس کھینچا تو پھر سے انسانی شکل میں آ گیا۔ تم جا چکی تھیں۔ اس نے وہیں سے ہمیں فون کیا۔ ہم اسے اٹھا کر ہوٹل لے گئے۔ وہاں جا کر اسے لٹایا۔ ٹانگ کا پٹھہ کھنچ گیا ہے؟"

کیٹی نے کہا:

"یہ تو بہت برا ہوا۔ کون سا پٹھہ کھنچ گیا ہے اس کا؟"

ماریا بولی:

"ایک الو کا پٹھہ ہے وہ کھنچ گیا ہے۔"

کیٹی اور عنبر ہنس پڑے۔

ماریا نے کہا:

"بھئی اب ہنگامی کشتی نکالی جائے اور عنبر بھائی! تم نیچے جا کر ٹائم بم لگا آؤ۔ مگر خدا کے لیے آدھ گھنٹے بعد کا وقت رکھنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم ابھی دس قدم کے فاصلے پر ہی ہوں اور ہماری اس لائف بوٹ کا بھی بم کے پھٹنے سے

طبلہ پھٹ جائے۔"

ماریا اور کیٹی نے عرشے پر سے لائف بوٹ یعنی جان بچانے والی چھوٹی کشتی کو کھولا اور اسے رسی کی مدد سے سمندر میں لٹکا دیا۔ عنبر نیچے اس کیبن میں چلا گیا جہاں اسلحہ پڑا ہوا تھا۔ یہاں اس نے تلاش کر کے ایک ٹائم بم نکالا۔ بارود کے گٹھے کے اوپر لگے کلاک پر اس نے آدھ گھنٹے کا وقفہ دے کر اسے چلا دیا اور گولہ بارود کے اوپر رکھ دیا۔

باہر آ کر وہ کشتی میں اتر گیا اور کشتی عنبر ماریا اور کیٹی کو لے کر واپس کراچی کے ساحل کی طرف روانہ ہو گئی۔

ماریا نے پوچھا:

"عنبر بھائی! ٹائم بم ایک منٹ بعد ہی پھٹے گا ناں؟"

"ہاں ہاں — بالکل۔"

سب ہنسنے لگے۔

"ارے یہ کیا کہہ رہے ہو عنبر بھائی؟"

عنبر کو فوراً ہی اپنی غلطی کا احساس ہوا جلدی سے بولا:

"ارے بھئی میرا مطلب تھا کہ آدھ گھنٹے بعد پھٹے گا۔ یہ ماریا نے مجھے جھمیلے میں ڈال دیا۔"

کیٹی بولی:

"آدھ گھنٹے تک ہم لانچ سے کافی دور نکل

جائیں گے۔"

ماریا بولی:

"نہ بھی زیادہ دور نکلے تو کیا ہو جاتے گا۔"

کیپٹی نے کہا:

"ہاں بھئی تم دونوں کا تو کچھ نہیں بگڑے گا مگر اپنا تو کباڑا ہو جائے گا۔"

عنبر نے مسکرا کر کہا:

"تمہارے کہنے کا مطلب ہے کہ طبلہ بج جائے گا۔"

کشتی چھوٹی سی تھی مگر عنبر اور ماریا اسے کافی تیزی سے آگے لیے جا رہے تھے۔ لانچ ان سے کافی دور ہو گئی تھی۔ ستائیس منٹ گذرنے کے بعد لانچ دُور سے چھوٹی کشتی کی طرح دکھائی دے رہی تھی۔ ٹھیک تیس منٹ کے بعد دور لانچ میں ایک زور دار دھماکہ ہوا پھر دوسرا اور پھر تیسرے دھماکے کے ساتھ ہی کشتی میں سے آگ کے شعلے بلند ہونے لگے اور اس کے پرخچے اڑ گئے۔

ماریا نے کہا:

"بُرائی کا انجام ہمیشہ بُرا ہوتا ہے۔ ناپاک دھندا کرنے والوں کو ہم نے کبھی پھلتے پھولتے نہیں دیکھا۔"

عنبر بولا:

"ماریا بہن! تم بالکل ٹھیک کہتی ہو۔ ہم پانچ ہزار

سال سے تاریخ کے واقعات کو دیکھتے چلے آ رہے ہیں۔ ہم نے ہمیشہ دیکھا ہے کہ جس کسی نے کوئی بُرائی کا کام کیا۔ وہ آخر میں ذلیل و خوار ہی ہُوا جس کسی نے دوسرے کے لیے گڑھا کھودا وہ سب سے پہلے خود ہی اس میں گرا۔"

ماریا کہنے لگی:

"اسی لیے تو بزرگوں کا فرمان ہے کہ بُرائی نہ کرو۔ گناہ سے بچو۔ یہ تمہاری زندگی، تمہارے کردار اور تمہاری شخصیت کو تباہ کر دیتا ہے۔"

اسی طرح باتیں کرتے وہ کراچی کے ساحل پر پہنچ گئے۔ اس بار عنبر کشتی کو جان بوجھ کر کیماڑی کی بجائے ایک ویران مقام پر لے آیا تھا تاکہ کسٹم والوں سے مڈبھیڑ نہ ہو جائے۔

ماریا بولی:

"کسٹم پولیس ادھر بھی گشت لگایا کرتی ہے۔ اس لیے جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے نکل چلو۔"

کیپٹی بولی:

"وہ ہمارا کیا بگاڑ لے گی اور پھر ہم کوئی سمگلر تھوڑے ہیں۔ ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔"

ماریا نے کہا:

"پھر بھی ادھر آنا جرم ہے۔"

ریت پر کچھ دور چلنے کے بعد لوہے کی کانٹے دار تار کا جنگلہ سامنے آ گیا۔ یہ کافی اونچا تھا۔ یہ محکمہ کسٹم کی طرف سے لگا دیا گیا تھا تا کہ سمگلنگ کی روک تھام کی جائے۔

عنبر نے کہا:

"اس جنگلے کو توڑنا نہیں چاہیے بلکہ اس کے اوپر سے گذر جاتے ہیں۔ ماریا بہن! تم دوسری طرف جاؤ اور دس فٹ بلند ہو کر کیٹی کو اٹھا کر دوسری طرف لے جاؤ۔"

کیٹی نے کہا:

"میں چٹکی بجاتی ہوں شاید پرندہ بن کر اڑ جاؤں۔"

عنبر نے ہاتھ جوڑ کر کہا:

"خدا کے لیے ابھی چٹکی نہ بجانا۔ کچھ پتہ نہیں کہ تم ریچھنی یا بندریا بن جاؤ ہم کہاں تمہیں سنبھالتے پھریں گے بابا۔"

ماریا نے بھی کہا:

"ہاں بھئی ہمیں اب تمہاری چٹکی سے ڈر آنے لگا ہے۔ تم یہاں کھڑی ہو جاؤ۔ میں تمہیں دوسری طرف جا کر اوپر اٹھا لوں گی۔"

ماریا دوسری طرف نکل گئی اور اس نے دس فٹ بلند ہو کر کیٹی کو دونوں ہاتھوں سے اوپر اٹھایا اور جنگلے

کے دوسری طرف لا کر رکھ دیا۔ عنبر پر چونکہ کانٹوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا اس لیے وہ جنگلے کے اوپر چڑھ کر دوسری طرف کود گیا۔

اس وقت دن کے نو بج رہے تھے۔ شہر کو جانے والی سڑک پر لاریاں، بسیں ٹرک اور گاڑیاں گذر رہی تھیں۔ عنبر ماریا اور کیٹی ایک بس سٹاپ پر آ کر کھڑے ہو گئے۔ ماریا نے عنبر اور کیٹی کے بالکل قریب ہو کر کہا:

"ہمیں ٹیکسی لے لینی چاہیے بس میں دیر لگ جائیگی۔"

عنبر بولا:

"بھئی میری جیب میں تو صرف پانچ روپے رہ گئے ہیں ہو سکتا ہے ٹیکسی والا اتنے پیسے نہ لے میٹر زیادہ رقم بنا دے۔"

کیٹی بولی:

"اگر اس کے میٹر نے زیادہ پیسے بنائے تو میں چٹکی بجا کر اس کی طبیعت صاف کر دوں گی۔"

عنبر بولا:

"بھئی تمہاری چٹکی پر اب اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔"

کیٹی نے جھٹ کہا:

"ماریا بہن! اب تو تم پر کوئی اعتبار نہیں رہا۔"

عنبر نے کہا:

"نہیں بھئی ماریا پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے اب اس
کا معاملہ ٹھیک ہو گیا ہے۔"
ماریا کہنے لگی:
"بھئی کیٹی اگر تمہارا طبلہ بج گیا ہے یعنی تمہاری چھپکلی
خراب ہو گئی ہے تو میں سنبھال لوں گی"
عنبر بولا:
"بھئی شریفانہ بات تو یہ ہے کہ جہاں پانچ روپے
بنیں دیں ہم اتر جائیں۔"
پھر کہنے لگا:
"لیکن ہوٹل میں میرے پاس روپے پڑے ہیں۔ یہ
تو مجھے یاد ہی نہیں رہا تھا۔"
"ارے پھر ٹھیک ہے دوستو!" کیٹی خوش ہو کر بولی۔
ایک خالی ٹیکسی قریب سے گزری تو عنبر نے اسے ہاتھ
دے کر رکوا لیا۔ وہ سب اس میں بیٹھ کر اپنے ہوٹل کی
طرف روانہ ہو گئے۔
ٹیکسی ہوٹل کے آگے جا کر رک گئی۔ عنبر اور کیٹی
اتر گئے۔ میٹر نے گیارہ روپے بنائے تھے۔
عنبر نے کہا:
"ماریا تم کہاں ہو؟"
کیوں کہ اسے ماریا کی خوشبو نہیں آ رہی تھی۔ وہ ابھی

بند ٹیکسی کے اندر ہی تھی۔ ڈرائیور حیران ہوا کہ یہ شخص
کس کو آواز دے رہا ہے کیوں کہ عنبر اور کیٹی دونوں پاس
پاس کھڑے تھے۔
ماریا نے کہہ دیا:
"میں اندر ہوں۔ آ رہی ہوں۔ مجھے پیٹرول کی بو
اچھی لگتی ہے۔"
عام طور پر ماریا کی آواز کوئی نہیں سن سکتا تھا مگر
جب وہ عنبر ناگ اور کیٹی سے مخاطب ہو کر بات کرتی
تھی تو وہ سب کو سنائی دیتی تھی۔ کبھی کبھی اس کی آواز
صرف عنبر ناگ کیٹی ہی سن سکتے تھے۔ یہ اس کے
ارادے پر تھا۔ اس وقت وہ سب کو اپنی آواز سنانا
چاہتی تھی۔ ڈرائیور نے ماریا کی آواز سنی تو ڈر گیا۔
عنبر نے کہا:
"بھائی ڈرائیور یہاں ایک منٹ ٹھہرو۔ میں اوپر
سے باقی پیسے لے کر آتا ہوں۔ یہ تو پانچ روپے۔"
ماریا نے ڈرائیور کی ٹوپی اوپر اٹھا لی۔ ڈرائیور کو پسینہ
آ گیا۔ کیوں کہ اس کی ٹوپی اس کے سر سے ایک فٹ
اوپر اپنے آپ بلند ہو گئی تھی۔ وہ خوف کے مارے
زرد پڑ گیا اور بولا:
"مجھے — مجھے معاف کر دیں۔"

ماریا نے ٹوپی دوبارا اس کے سر پر رکھ دی۔
ڈرائیور نے کہا:
"خدا بھلا کرے۔ صبح صبح بھوتوں سے واسطہ پڑ گیا ہے۔"
اور وہ ایکسیلیٹر دبا کر تیزی سے گاڑی نکال کر سڑک پر لے گیا۔
ماریا اور کیٹی ہنسنے لگے۔
"چلو یہ پانچ روپے بھی بچ گئے" کیٹی نے ہنس کر کہا۔
عنبر بولا:
"ماریا تم نے اسے ڈرا دیا۔ اچھا نہیں کیا۔ میں اسے کرایہ ادا کرنا چاہتا تھا۔ اچھا اب یہ گیارہ روپے اس کی امانت میرے پاس رہے گی۔ میں نے اس کا نمبر یاد کر لیا ہے۔ اگر کبھی مل گیا تو اسے ادا کر دوں گا۔"
ماریا بولی:
"معافی چاہتی ہوں عنبر بھیا! میرا دل اس کا ریکارڈ لگانے یعنی اس کا طبلہ بجانے کو چاہتا تھا۔"
کیٹی کہنے لگی:
"خدا خیر کرے۔ یہ ماریا آج صبح ہی سے طبلہ بجا رہی ہے۔"

وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر اپنے کمرے میں آ گئے۔
وہ رات وہ دیر تک کمرے میں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ کیوں کہ ایک مدت کے بعد وہ چاروں ہم سفر اور دوست اکٹھے ہوئے تھے۔ رات کے گیارہ سوا گیارہ بج رہے تھے۔ سڑک پر اب خاموشی چھا رہی تھی۔ کسی وقت کوئی گاڑی یا رکشا گزر جاتا تھا۔ ماریا اور کیٹی بستر پر بیٹھی تھیں اور عنبر اور ناگ صوفے پر آرام کر رہے تھے۔ اتنے میں اچانک کمرے کی بتی بجھ گئی۔
ماریا نے کہا:
"بجلی فیل ہو گئی ہے۔"
کیٹی بولی:
"اس ملک میں جب بھی آؤ بجلی بار بار فیل ہو جاتی ہے۔"
عنبر کہنے لگا:
"ابھی آ جائے گی۔ اصل میں یہاں کے بعض غیر ذمے دار لوگ بجلی پر زیادہ بوجھ ڈال دیتے ہیں۔"
ناگ کہنے لگا:
"مجھے تو اندھیرا کچھ نہیں کہتا۔"
عنبر نے کہا:

"مجھے اور کیپٹی کو بھی اندھیرے میں دکھائی دیتا ہے۔"
ماریا کہنے لگی،
"اور میں تو اندھیرے میں سیریں کرتی رہتی ہوں۔"
ناگ بولا "یعنی تم اندھیرے میں بھی طبلہ بجا سکتی ہو۔"
کیپٹی اور عنبر قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔

اچانک انہیں ایک آواز سنائی دی۔ چاروں کے کان کھڑے ہو گئے۔ وہ خاموش ہو کر اندھیرے میں کمرے کے ایک کونے کی طرف تکنے لگے جہاں ہلکی ہلکی روشنی میں ایک انسانی شکل ابھر رہی تھی۔ یہ شکل ایک عورت کی تھی۔ اچانک عنبر کے منہ سے نکل گیا۔

"یہ تو دیوی طلالہ ہے۔"

عنبر اور ناگ نے جب اپنا سفر شروع کیا تھا تو دیوی طلالہ نے ان کی رہنمائی کی تھی اور کہا تھا کہ وہ ہزاروں سال تک اب زندہ رہیں گے اور پانچ ہزار سال کے بعد واپسی کا سفر بھی شروع کریں گے۔ ناگ نے بھی طلالہ کی شکل پہچان لی۔ اس کے بال کھلے تھے اور ماتھے پر ایک ستارہ چمک رہا تھا۔ مگر اس کی شکل دھندلی دھندلی تھی۔ اس کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ اس نے عنبر اور ناگ کا نام لے کر پکارا تھا۔

عنبر نے کہا،

"خوش آمدید دیوی طلالہ! تمہیں اتنے عرصے کے بعد دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی ہے۔"

دیوی طلالہ کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر اس نے کیپٹی اور ماریا کی طرف اشارہ کر کے کہا،

"مجھے کیپٹی اور ماریا سے مل کر بھی خوشی ہوئی ہے میں اس وقت پانچ ہزار سال فاصلہ طے کر کے تمہیں ایک خاص پیغام دینے آئی ہوں۔ میرے پیغام کو غور سے سنو۔"

عنبر ناگ ماریا اور کیپٹی نے بھی ایک زبان ہو کر کہا،
"ہم سن رہے ہیں دیوی طلالہ۔"

دیوی طلالہ ایک پل کے لیے خاموش ہو گئی۔ پھر بولی،

"تم چاروں تاریخ کے مسافروں نے ایک لمبا سفر طے کیا ہے اور اب تمہارا سفر ختم ہونے کو ہے۔ پہلے تم پرانے زمانے سے نکل کر کبھی کبھی اچانک ۱۹۸۳ء یا ۱۹۸۴ء کے ماڈرن زمانے میں پہنچ جایا کرتے تھے۔ لیکن اب تم ایسا نہ کر سکو گے اب چونکہ تمہارے سفر کا آخری دور گزر رہا ہے اس لیے تم باقاعدگی کے ساتھ سفر کرو گے اور تاریخ میں پیچھے کی طرف ہی سفر کرو گے۔"

ناگ نے کہا،

"دیوی طلالہ! ہم کس زمانے سے اپنے نئے اور سفر کے آخری دور کا آغاز کریں گے؟"

دیوی طلالہ نے کہا:

"تم کو یہاں سے سلطان صلاح الدین ایوبی کے پرانے زمانے میں پہنچا دیا جائے گا۔ وہاں سے تم مسلمانوں کے اندلس میں داخل ہو جاؤ گے اور اس کے بعد تم عباسیوں کے دور میں جاؤ گے۔ وہاں سے تم رومن زمانے میں اور پھر وہاں سے قدیم یونان سے گذر کر تمہارا قدیم فرعون کے مصر کے زمانے کا سفر شروع ہو جائے گا۔ یہی وہ زمانہ تھا جب عنبر اور ناگ نے اپنا غیر فانی سفر شروع کیا تھا تمہیں یاد ہے نا عنبر؟"

عنبر نے کہا:

"ہاں دیوی طلالہ! مجھے یاد ہے۔ جب میں پہلی بار اس طویل سفر پر روانہ ہوا تھا۔ پھر میری ملاقات ناگ سے ہوئی تھی۔ اس کے بعد ماریا بھی ہمارے ساتھ آن ملی تھی اور آخر میں کیٹی سے ملاقات ہو گئی تھی۔"

دیوی طلالہ کہنے لگی:

"بالکل ٹھیک ہے۔ اب تم پرانے یروشلم، اندلس، بغداد اور یونان کے زمانے سے ہوتے ہوئے اپنے پرانے فرعون مصر کے عہد میں واپس چلے جاؤ گے۔"

عنبر بولا:

"دیوی! وہاں تو اب مجھے کوئی بھی نہیں پہچانے گا۔"

دیوی نے کہا:

"تم ٹھیک اسی دور میں داخل ہو گے جس دور میں سے تم آج سے پانچ ہزار سال پہلے نکل کر آئے تھے۔ تمہارا باپ زندہ ہو گا اور وہیں جڑی بوٹیوں کا کاروبار کر رہا ہو گا۔ ہر شے اسی طرح ہو گی۔"

ناگ نے کہا:

"کیا میں پھر سانپ کی زندگی میں واپس چلا جاؤں گا؟"

دیوی طلالہ نے کہا:

"تمہارا کیا انجام ہو گا۔ عنبر کا کیا انجام ہو گا؟ یہ ایک راز ہے جس پر سے میں ابھی پردہ نہیں اٹھا سکتی۔ اس وقت تم آج سے سات سو برس پہلے کی دنیا کے بیت المقدس کی سرزمین میں جا رہے ہو۔"

اتنا کہہ کر دیوی طلالہ کی شکل غائب ہو گئی اور عنبر، ناگ ماریا کیٹی — چاروں دوست جہاں بیٹھے تھے وہیں سو گئے۔

ناگ انسانی مکھی بن گیا

عنبر اور ماریا کی نیند کھلی تو انہوں نے ایک نئی فضا دیکھی۔ وہ زیتون کے ایک باغ میں تھے۔ عنبر کو ماریا کی خوشبو آ رہی تھی۔ اس نے اسے پکارا تو ماریا نے کہا:

"میں تمہارے پاس ہوں عنبر ــــ دیوی طلاار کے کہنے کے مطابق یہ ضرور بیت المقدس کی سرزمین ہے۔"

عنبر نے دیکھا کہ باغ کے کنارے ایک چشمے پر کچھ عیسائی اپنے اونٹوں کو پانی پلا رہے تھے۔ اس نے کہا:

"یہ بیت المقدس ہی ہے ماریا اور ہم سلطان صلاح الدین ایوبی کی وفات کے بعد کے زمانے میں آ گئے ہیں جب ان علاقوں پر عیسائیوں نے دوبارہ قبضہ کر لیا ہے جن کو سلطان ایوبی نے فتح کیا تھا؟"

ماریا بولی:

"ہاں عنبر ــــ لیکن یہ سب کچھ مسلمانوں کی نااتفاقی، سازشوں اور ایک دوسرے سے دشمنی کی وجہ سے

ہوا ہے۔"

عنبر نے کہا:

"میرا خیال ہے ہمیں ناگ اور کیٹی کو تلاش کرنا چاہیے۔ وہ بھی اسی سرزمین میں کسی جگہ ہوں گے۔"

عنبر اور ماریا زیتون کے باغ سے نکل کر بیت المقدس کے آس پاس کے علاقے میں آ گئے۔ یہاں ایک چھوٹا سا دریا بہہ رہا تھا جس کے کنارے گاؤں آباد تھے۔ دن کا وقت تھا۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی اور ریت کے ٹیلے اور بیت المقدس شہر کی فصیل کے برج چمک رہے تھے۔ ماریا نے قلعے پر لہراتے عیسائیوں کے جھنڈے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"دیکھو عنبر ــــ یہ ہمارے مذہب کے ماننے والوں کا جھنڈا ہے۔ جب بھی مسلمانوں میں آپس میں پھوٹ پڑی اور انہوں نے ایک دوسرے کے خلاف سازشیں کرنی شروع کر دیں تو دشمن کے گھوڑوں نے انہیں روند کر رکھ دیا۔"

عنبر بولا:

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو ماریا ــــ یہ شہر سلطان صلاح الدین ایوبی نے اپنی جرأت، بہادری اور مسلمانوں کے اتفاق کی وجہ سے اس شہر کو فتح کیا تھا۔ لیکن

اس کی وفات کے بعد مسلمان عیش و عشرت اور درباری سازشوں کا شکار ہو گئے" اور آج غلاموں کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔"

ماریا کہنے لگی:

"مجھے یقین ہے کہ بغداد پر تاتاریوں کا خوفناک حملہ ہو چکا ہے اور اس کے عیاش مسلمان خلیفہ کو ہلاکو خان نے قتل کرا دیا ہے۔"

عنبر بولا:

"میرا بھی یہی خیال ہے اور اس وقت صرف مصر پر مسلمان سلطان کی حکومت ہے اور تاتاریوں کا پیغام انہیں ملنے والا ہے کہ اپنا تاج اور تخت ہلاکو خان کے حوالے کر دو۔"

ماریا نے کہا:

"میں تو کہتی ہوں کہ ہمیں مصر کی طرف سفر شروع کر دینا چاہیے۔ کیوں کہ ہو سکتا ہے ناگ اور کیٹی سے وہیں ملاقات ہو جائے۔"

عنبر بولا:

"ہم آج رات ہی کسی قافلے میں شامل ہو کر مصر کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔"

○

دوسری طرف کیٹی اور ناگ کی آنکھیں کھلیں تو انہوں نے اپنے آپ کو اہرام مصر کے دامن میں ایک کھجوروں کے جھنڈ کے پاس پایا۔ صبح ہو چکی تھی اور سورج کی روشنی میں دور قدیم قاہرہ شہر کی فصیل قلعے کے برج اور شاندار مسجدوں کے مینار دھوپ میں چمک رہے تھے۔

ناگ بولا:

"ہم تیرھویں صدی عیسوی کے مصر میں پہنچ گئے ہیں کیٹی!"

کیٹی بولی:

"یہاں اس وقت کس کی حکومت ہے؟"

ناگ جو مسلمانوں کی پوری تاریخ سے واقف تھا بولا:

"اس وقت مصر پر مسلمان سلطان کی حکمرانی ہے اور اس کی بہت جلد تاتاریوں سے جنگ ہونے والی ہے کیوں کہ میں تاتاریوں کے ایک چھوٹے سے قافلے کو شہر میں داخل ہوتے دیکھ رہا ہوں۔ تاریخ مجھے بتا چکی ہے کہ یہ تاتاری امیر ہلاکو خان کی طرف سے سلطان مصر کے نام خاص پیغام لے کر جا رہے ہیں۔"

"کون سا پیغام خاص ناگ؟" کیٹی نے پوچھا:

کیوں کہ کیٹی انہیں بعد میں ملی تھی اور وہ اسلامی اور

قدیم مصری اور یونانی تاریخ سے واقف نہیں تھی۔

ناگ نے کہا:

"ہم خود سلطان مصر کے دربار میں چل کر تاتاری وفد کی زبانی یہ پیغام سنتے ہیں۔"

"مگر ہمیں دربار میں کون داخل ہونے دے گا۔" کیٹی نے کہا:

ناگ بولا:

"تم میرے ساتھ آؤ۔ اس کا بھی انتظام ہو جائیگا۔"

ناگ نے کیٹی کو ساتھ لیا اور قدیم قاہرہ کے شہر میں داخل ہو گیا۔

یہ قاہرہ، فرعونوں کے ہزاروں سال پرانے قاہرہ سے بہت مختلف تھا۔ یہ مسلمانوں کا قاہرہ تھا اور یہاں بے حد خوبصورت مسجدیں بنی ہوئی تھیں جن کے مینار اور گنبد دھوپ میں روشن ہو رہے تھے۔ شہر میں سب کو پتہ چل گیا تھا کہ خونخوار تاتاری جرنیل ہلاکو خان نے سلطان مصر کے دربار میں ایک وفد بھیجا ہے اور لوگ خوف زدہ تھے، کیوں کہ اس سے پہلے ہلاکو خان بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا چکا تھا اور اس نے وہاں لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام کیا تھا۔ کئی لوگ شہر چھوڑ کر بھاگ رہے تھے۔

اسی روز دوپہر کے وقت تاتاری وفد دربار میں پیش

ہوا۔ اس وقت ناگ ایک پرندے کی شکل میں اور کیٹی ایک خادمہ کے روپ میں دربار میں موجود تھے۔ سلطان مصر تخت پر بیٹھا تھا۔ درباری خاموش اور پریشان کھڑے تھے۔ سلطان مصر کا بہادر مسلمان جرنیل بیبارس بھی بادشاہ کے قریب موجود تھا۔

تاتاری جرنیل نے تلوار نیام سے نکال کر کہا:

"اے مصر کے سلطان! مجھے ہلاکو خان نے تمہارے نام یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ اپنے شہر اور قلعے کے دروازے کھلا دو اور اپنے وزیروں کو لے کر ہلاکو خان کے دربار میں حاضر ہو جاؤ۔ ورنہ تمہارے شہر کو آگ لگا دی جائے گی اور رعایا کو قتل کر دیا جائے گا۔"

دربار میں سناٹا چھا گیا۔

سلطان نے کہا:

"مجھے آج رات کی مہلت دی جائے۔ میں صبح جواب دوں گا۔"

تاتاری جرنیل نے تلوار نیام میں ڈالی اور کہا:

"ہم صبح تک انتظار کریں گے۔ اگر تمہارے قلعے پر سفید جھنڈا لہرایا تو ہم سمجھ لیں گے کہ تم نے ہماری اطاعت قبول کر لی ہے اور شہر ہمارے حوالے

کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اگر جھنڈا نہ لہرایا گیا تو تاتاری لشکر شہر میں داخل ہو کر قتلِ عام شروع کر دے گا۔"

تاتاری وفد چلا گیا۔ دربار میں ہر کوئی سہما ہوا تھا۔ درباری دبی دبی آوازوں میں سلطان کو مشورہ دینے لگے کہ ہلاکو خان کی بات مان لی جائے اور شہریوں کو قتلِ عام سے بچا لیا جائے سلطان نے اپنے پاس کھڑے بہادر مسلمان جرنیل بیبارس کی طرف دیکھا اور کہا:

"بیبارس! تمہاری کیا رائے ہے؟"

جرنیل بیبارس نے کہا:

"میری رائے یہ ہے کہ تاتاریوں کے آگے ذلت کے ساتھ ہتھیار ڈالنے کی بجائے ہمیں شہر سے باہر نکل کر ان سے جنگ کرنی چاہیے۔"

درباری اس کی مخالفت کرنے لگے۔ مگر سلطان نے بیبارس کی بات مان لی۔ اور جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا۔ ناگ اور کیبٹی دربار سے نکل آئے۔ ناگ انسانی شکل میں آ گیا۔ وہ دونوں ایک سرائے کی چھت پر آ کر بیٹھ گئے اور باتیں کرنے لگے۔

ناگ نے کہا:

"جرنیل بیبارس تاریخ کا نامور جرنیل ہو گا۔"

کیبٹی نے کہا:

"اس جنگ کا انجام کیا ہو گا؟"

ناگ بولا:

"یہ تمہیں کل معلوم ہو جائے گا۔"

دن نکلا۔ تاتاری لشکر شہر کے باہر میدان میں ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ ہلاکو خان ایک ٹیلے پر اپنے جرنیلوں کے ساتھ کھڑا قلعے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ مگر قلعے پر سفید جھنڈے کی بجائے سلطان کا شاہی پرچم لہرا دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کا ایک لشکر جرنیل بیبارس کے ساتھ تاتاریوں پر حملہ کرنے کے لیے شہر کے دروازے سے باہر نکل آیا۔

تاتاری لشکر میں جنگ کا بگل بجا دیا گیا۔ گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔ مسلمان فوج کے سپاہی جان توڑ کر لڑے۔ چھ گھنٹے کی خون ریز لڑائی کے بعد تاتاریوں کے پاؤں اکھڑنا شروع ہو گئے اور وہ بھاگنے لگے۔ ہلاکو خان کو اپنی جان کی فکر پڑ گئی۔ وہ اپنے خاص دستے کو لے کر شام کی طرف فرار ہو گیا۔ مسلمانوں کو زبردست فتح نصیب ہوئی۔ تاتاریوں کے خلاف یہ مسلمانوں کی پہلی فتح تھی۔

شہر میں ہر طرف خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

ناگ نے کیبٹی سے کہا:

"مسلمان جرنیل بیبارس کی شکل میں اسلام کو ایک نئی
زندگی مل گئی اور یہ شخص سلطان صلاح الدین ایوبی
کے سنہری کارناموں کو زندہ کرے گا۔"

کیپٹن کہنے لگی:

"وہ تو ٹھیک ہے مگر ہم عنبر اور ماریا کو کہاں
تلاش کریں؟ آخر ہمیں ان سے بھی تو ملنا ہے۔"

ناگ بولا:

"میرا خیال ہے کہ اگر عنبر مصر میں ہے تو وہ
اہرام مصر کی طرف اپنے بچپن کی یادگاروں کو دیکھنے
ضرور جائے گا۔ آؤ ہم اہرام مصر کی طرف چل
کر عنبر کو ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

اہرام مصر شہر سے کافی دور تھے۔ ہزاروں سال پہلے
فرعونوں کے زمانے میں تھیبز مصر کا دارالحکومت ہوا کرتا تھا
اور وہ اہرام کے قریب تھا۔ قاہرہ نیا دارالحکومت بنا تھا
اور یہ اہراموں سے دور تھا۔ ناگ اور کیپٹن نے ایک اونٹ
لیا اور اہرام کی طرف روانہ ہو گئے۔

سارے اہرام خستہ حالت میں تھے۔ کئی ایک اہرام
ڈاکوؤں نے لوٹ لیے تھے۔ ان کے خفیہ دروازے ٹوٹے
ہوئے تھے اور ممیوں کے تابوتوں کا سونا اور قیمتی ہیرے
جواہرات غائب ہو چکے تھے۔ ناگ اور کیپٹن ان اہراموں میں

عنبر اور ماریا کی تلاش میں گھوم رہے تھے کہ ایک اہرام
کے تنگ دروازے سے انہیں ایک کالی بلی بھاگ کر باہر
آتی نظر آئی۔

ناگ نے کہا:

"کیپٹن! آؤ اس اہرام میں چل کر عنبر کو دیکھتے ہیں
یہاں سے ایک کالی بلی نکلی ہے۔ ہو سکتا ہے
یہاں عنبر سے ملاقات ہو جائے۔"

کیپٹن نے کہا:

"مگر کالی بلی کا عنبر ماریا سے کیا تعلق ہے؟"

ناگ بولا:

"کالی بلی کا اہرام سے نکلنا پراسرار بات ہے
اور جہاں کوئی پُراسرار بات ہو گی وہاں عنبر ضرور
ہو گا آؤ میرے ساتھ۔"

کیپٹن کہنے لگی:

"نہیں ناگ بھیا! مجھے کالی بلی سے ہمیشہ ڈر آتا
ہے۔ اس اہرام کا خیال دل سے نکال دو۔"

ناگ نے کہا:

"اگر تمہیں ڈر لگتا ہے تو تم یہاں ٹھہرو۔ میں اس
کے اندر سے ہو کر ابھی آتا ہوں۔"

کیپٹن نے ناگ کو منع بھی کیا مگر ناگ نہ مانا اور کیپٹن

کو باہر چھوڑ کر کالی بلی والے اہرام میں داخل ہو گیا۔

اہرام کے اندر جو تنگ راستہ جاتا تھا وہاں گہرا اندھیرا تھا۔ جگہ جگہ پتھر اور اینٹیں بکھری پڑی تھیں۔ اہرام کے اندر آگے جا کر ایک چوکور نیچی چھت والا کمرہ آ گیا جس کے فرش پہ ممی کے مردہ جسم کے گرد لپیٹی ہوئی زرد پٹیاں ادھر ادھر پڑی تھیں۔ تابوت کھلا تھا۔ ناگ سمجھ گیا کہ ڈاکو ممی کے مردہ جسم کے ساتھ لپیٹے ہوئے جواہرات وغیرہ نوچ کر لے گئے ہیں اور پٹیاں یہاں پھینک گئے ہیں۔ ناگ نے دیکھا کہ تابوت خالی پڑا تھا۔ اس میں ممی کا ڈھانچہ بھی غائب تھا۔ ایک ستون کے پیچھے تنگ راستہ دوسرے کمرے کی طرف جاتا تھا۔ ناگ اس راستے سے سر جھکا کر گذرا اور دوسرے کمرے میں آ گیا۔

اس کے سر کے اوپر سے ایک چمگادڑ چیخ مار کر نکل گیا۔ ناگ نے عنبر اور ماریا کو آواز دے کر پکارا۔ کوئی جواب نہ آیا۔ ناگ نے ایک بار پھر آواز دی۔

"عنبر ماریا۔ کیا تم یہاں ہو؟"

اس کے جواب میں چمگادڑ کی ایک اور چیخ کی آواز آئی۔ ناگ کو احساس ہو گیا کہ یہ اہرام بھی ویران ہے اور عنبر ماریا یہاں نہیں ہیں۔ وہ واپس مڑنے ہی والا تھا کہ اچانک اسے ایک انسانی آواز سنائی دی۔ اس آواز میں فریاد

اور درد تھا۔ جیسے کوئی مصیبت میں مدد کے لیے پکار رہا ہو۔ ناگ رُک گیا۔ اس نے کہا:

"کون ہو تم؟"

کوئی جواب نہ آیا۔ ناگ تنگ راستے کو عبور کر کے اہرام کے دوسرے کمرے میں آ گیا۔ آواز اسی کمرے سے آ رہی تھی۔ مگر اب وہاں گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ناگ نے دیکھا کہ یہاں دیوار میں ایک بہت بڑا سوراخ تھا جس کے آگے مکڑی کا جالا تنا ہوا تھا۔ مکڑی کے اس جالے نے ساری دیوار کو گھیرا ہوا تھا۔ ناگ نے جالے کا اتنا بڑا جال پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس نے ایک بار پھر آواز دی:

"یہاں کون تکلیف میں ہے؟ آواز دو۔ میں تمہاری مدد کرنے آیا ہوں۔"

اب کسی انسان کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ اس کی بجائے ناگ کو پھر وہ انسان نما آواز سنائی دی۔ یہ آواز ایسی تھی جیسے کوئی انسان بڑی دور یا کسی گہری خندق میں سے اور اپنی ناک میں بول رہا ہے۔ اس آواز میں ناک کی زیادہ تھی۔ یہ کون ہو سکتا ہے؟ ناگ نے سوچا۔ اس نے ایک بار پھر پکار کر کہا:

"تم کون ہو؟ کہاں ہو؟"

اب انسانی آواز کی جگہ ہلکی ہلکی بھنبھناہٹ کی آواز ابھری اور خاموشی چھا گئی ۔ ناگ سوراخ کی طرف بڑھا جس کے آگے پوری دیوار پر کسی دیو ہیکل مکڑی نے جالا بُن رکھا تھا۔ اس کو خیال آیا کہ اگر کوئی شخص اس کے اندر گیا ہو گا تو جالے کو ٹوٹ جانا چاہیے تھا۔ پھر اسے خیال آیا کہ ہو سکتا ہے کوئی بدنصیب شخص یہاں کسی کھڈ میں گر پڑا ہو اور بعد میں مکڑی نے جالا بُن لیا ہو۔ کیوں کہ پرانے اہراموں میں کھڈیں اور خندقیں بہت ہوتی تھیں۔

ناگ اس مکڑی کے جالے کے قریب آیا تو اسے جالے میں ہلکی سی لرزش محسوس ہوئی۔ جالا اپنے آپ ہلنے لگا تھا۔ پھر اسے کسی کے سانس لینے کی آواز آئی۔ ناگ نے زمین پر سے ایک پتھر اٹھا کر جالے پر دے مارا۔ جالا ایک جگہ سے ٹوٹ گیا اور اس کے ساتھ ہی ایک چیخ بلند ہوئی۔ یہ چیخ انسان کی نہیں بلکہ کسی جانور کی چیخ سے ملتی جلتی تھی۔ ناگ جلدی سے پیچھے ہٹا ہی تھا کہ جالے کے تار انسانی ہاتھوں کی شکل اختیار کر کے ناگ کے جسم پر گرے اور انہوں نے ناگ کو جکڑ لیا۔ ناگ کو محسوس ہوا کہ ان تاروں میں فولاد کے تاروں کی طاقت تھی۔ اس نے فوراً سانس کھینچ کر سانپ کی شکل اختیار کر کے اس خونی جال سے رہائی حاصل کرے مگر یہ دیکھ کر اس کا رنگ اُڑ گیا کہ وہ

سانپ نہیں بن سکا تھا۔ اس نے دوسری بار سانس کھینچا۔ تیسری چوتھی بار سانس کھینچا مگر وہ انسانی شکل میں ہی رہا۔ اب اس نے زور زور سے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیئے مگر جال کے فولادی تار اس کے جسم کے گرد لپٹ چکے تھے۔

ناگ نے کیٹی کو بلند آواز سے پکارنے کی کوشش کی تو اس کے حلق سے انسانی آواز کی بجائے صرف بھنبھناہٹ کی آواز ہی نکل سکی جس طرح کہ کوئی مکھی زور سے بھنبھناتی ہے۔ ناگ دھک سے رہ گیا۔ اس نے اپنے جسم کو دیکھا تو اس کے رہے سہے ہوش بھی اُڑ گئے۔

ناگ کا جسم مکھی بن چکا تھا۔ صرف اس کا سر انسان کی شکل میں باقی رہ گیا تھا۔ مکڑی کے فولادی تاروں نے ناگ کے مکھی بنتے ہی اسے اپنے جالے میں کھینچ لیا۔ ناگ زور زور سے چیخا۔ مگر اس کے منہ سے سوائے مکھی کی بھنبھناہٹ کے اور کچھ نہیں نکل رہا تھا۔ وہ بے بس ہو گیا۔ سمجھ گیا کہ کسی بھیانک مصیبت میں پھنس چکا ہے۔ وہ مکڑی کے فولادی تاروں میں پھنسی ہوئی ایک بے بس انسانی مکھی کی طرح پھڑپھڑا رہا تھا اور جالے کے تار اس کے گرد اور الجھتے جا رہے تھے۔

تاروں میں ایک طوفان سا آ گیا اور ناگ نے دیکھا کہ

سوراخ کے اندر سے ایک دہشت ناک زرد آنکھوں والی بہت بڑی مکڑی اپنی بالوں بھری بڑی بڑی کالی ٹانگوں کو چلاتی اس کی طرف بڑھ رہی ہے۔ ناگ نے ایک بار پھر سانس کھینچ کر سانپ بننے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ اس نے آنکھیں بند کر کے سانپ کی زبان میں وہاں ارد گرد چھپے ہوئے کسی بھی سانپ کو مدد کے لیے آواز دی مگر کوئی سانپ بھی اس کی مدد کو نہ آیا۔

اتنی دیر میں زرد آنکھوں اور لال لال مکروہ منہ میں سے نکلتی نوکیلی زبان والی مکڑی اس کے سر پر پہنچ گئی اور اس نے اپنے ماتھے میں سے نکلے ہوئے ایک ڈنک کو ناگ کی گردن میں چبھو دیا۔ ناگ کو سخت تکلیف ہوئی۔ اس کے مکھی ایسے جسم کے پر زور زور سے پھڑپھڑانے لگے۔ پھر ناگ کا سارا مکھی والا جسم اور انسانی سر سن ہو گیا۔ وہ دیکھ سکتا تھا۔ سن سکتا تھا مگر کچھ محسوس نہیں کر سکتا تھا اسکا انسانی چہرہ اور باقی سارا مکھی کا جسم بے بس ہو گیا تھا۔ زرد آنکھوں والی مکڑی نے ناگ مکھی کو اپنے فولادی تاروں میں جکڑ کر اپنی اگلی ٹانگوں سے پکڑ کر دیوار کے سوراخ کی طرف گھسیٹنا شروع کر دیا۔

ناگ سب کچھ دیکھ رہا تھا مگر کچھ نہ کر سکتا تھا۔ مکڑی اسے کھینچتی ہوئی دیوار والے سوراخ کے اندر لے گئی۔

ناگ نے دیکھا کہ وہاں اندھیرا تھا۔ اس اندھیرے میں مکڑی اسے کھینچتے لیے جا رہی تھی۔ ناگ کا مکھی والا جسم مکڑی کے تاروں میں بندھا ہوا تھا۔ وہ ایک بے بس شکار کی طرح مکڑی کے قابو میں تھا۔ وہ دل ہی دل میں دعا مانگ رہا تھا کہ خدا کرے کیٹی اندر آ جائے اور اسے اس مصیبت سے نجات دلائے۔

مکڑی نے ناگ کو زمین کے ایک سوراخ میں دھکیلا اور اوپر مٹی اور پتھر ڈال کر بند کر دیا۔ شاید مکڑی بڑے اطمینان سے اس کا ناشتہ کرنا چاہتی تھی۔ ناگ کو اپنی موت صاف نظر آنے لگی تھی۔ مگر وہ مجبور تھا۔ اب اسے ماریا اور عنبر یاد آ رہے تھے۔ وہ اکیلا ایک آدم خور مکڑی کے آگے بے بس و مجبور تھا۔ مگر سوال یہ تھا کہ ایسا کونسا جادو تھا کہ جس کی وجہ سے اس کا سر تو انسانی شکل کا رہا مگر باقی سارا جسم مکھی بن گیا۔ کیا یہ کوئی جادوگرنی تھی جس نے مکڑی کی شکل اختیار کر رکھی تھی؟

مکڑی جا چکی تھی۔ ناگ مکھی کی شکل میں زمین کے اندر تھا۔

کیٹی نے جب محسوس کیا کہ ناگ کو اہرام کے اندر گئے دیر ہو گئی ہے تو وہ خود اہرام کے تنگ راستے میں آ گئی اور اس نے ناگ کا نام لے کر اسے آواز دی۔ اندر سے کوئی جواب نہ آیا۔ وہ پریشان ہو گئی۔ وہ اہرام

کے اندر اس جگہ آ گئی جہاں ممی کا خالی تابوت کھلا پڑا تھا۔ کیٹی کو کسی کی آواز سنائی نہ دی۔ نہ مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہی سنائی دی۔ کیٹی نے تابوت میں جھک کر غور سے دیکھا۔ تابوت بالکل خالی تھا۔ دو چار زرد رنگ کی ممی کی پٹیاں وہاں پڑی ہوئی تھیں۔

کیٹی نے اندر ایک اور تنگ سا تاریک راستہ دیکھا تو اس میں سے گذر کر دوسرے اہرام کے اندر آ گئی۔ یہاں اس کو دیوار میں ایک مکڑی کا جالا تنا ہوا نظر آیا۔ کیٹی نے ناگ کو آواز دی۔ کوئی جواب نہ آیا۔ جالے میں پتھر مارنے سے جو شگاف پیدا ہو گیا تھا اسے مکڑی نے بڑی تیزی سے دوبارا بُن لیا تھا۔ کیٹی نے دوسری بار آواز دی تو زمین کے سوراخ کے اندر سے ناگ نے منمناتی اور بھنبھناتی باریک — بہت ہی باریک آواز میں کہا:

"میں یہاں ہوں کیٹی! خدا کے لیے کچھ کرو مجھے یہاں سے باہر نکالو۔"

مگر اس کی آواز کا کیٹی تک پہنچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ وہ اس مکڑی کے جالے والے اہرام سے نکل کر پہلے والے اہرام میں آ گئی جہاں خالی تابوت پڑا تھا۔ اچانک اسے پانی کی لہروں کی آواز آنے لگی۔ وہ حیران سی ہوئی کہ یہاں پانی کی آواز کدھر سے آ رہی ہے۔ کیٹی نے تابوت میں جھانک کر دیکھا تو وہاں تابوت کے پیندے میں پانی کی لہریں اچھل رہی تھیں۔

وہ غور سے دیکھنے لگی۔ یہ پانی نیچے سے آ رہا تھا۔ ایک دم پانی کے اندر سے ایک انسانی ہاتھ باہر نکلا اور اسے کسی نے آواز دی۔

"مجھے بچاؤ۔ بچاؤ۔"

اور ہاتھ دوبارا پانی میں ڈوب گیا۔ کیٹی کو یہ آواز ناگ کی لگی تھی۔ وہ کچھ سوچے سمجھے بغیر تابوت کے پانی میں اتر گئی۔ اس کے پاؤں تابوت کے پیندے سے جا لگے مگر اس کے ساتھ ہی پیندے کا تختہ اس کے پاؤں کے نیچے سے کھسک گیا اور وہ غڑاپ سے پانی میں ڈوب گئی۔ کیٹی نے پانی میں ڈوبتے ہی چٹکی بجائی۔ مگر چٹکی نے کوئی کام نہ کیا۔ پانی اسے نیچے ہی نیچے لیے جا رہا تھا۔ اسے لگ رہا تھا جیسے وہ کسی کنوئیں کے پانی میں ڈوبتی جا رہی ہے۔ پھر اس نے پانی کے اندر ہی اندر ایک طرف غوطہ لگا کر تیرنا شروع کر دیا۔ اب اس کا سانس پھولنے لگا تھا۔ وہ سانس کو روکے ہوئے تھی۔

اس نے ایک بار زور سے اچھل کر پانی کے اوپر آنا شروع کیا۔ ایک دم سے اس کا سر پانی سے باہر نکل آیا۔

کیا دیکھتی ہے کہ نہ وہ تابوت ہے اور نہ وہ اہرام ہے۔ اس کی جگہ ایک دریا اس کے گرد پھیلا ہے اور وہ دریا کے کنارے کے پاس نکل آئی ہے۔ اردگرد اونچی پہاڑیاں تھیں جن کی ڈھلانوں پر دیودار اور ساگوان کے گھنے درختوں کے جھنڈ کھڑے تھے۔

وہ تیرتی ہوئی پانی سے باہر نکل آئی۔

نیلے آسمان پر دھوپ کی روشنی پھیلی تھی۔ فضا گرم تھی مگر درختوں کی طرف سے ٹھنڈی ہوا آ رہی تھی۔ کیٹی نے غور کیا کہ یہ کون سی جگہ ہو سکتی ہے۔ اس کا خیال تھا کہ وہ ابھی تک مصر میں ہی ہے۔ مگر مصر کے ملک میں اس نے اس قسم کی پہاڑیاں اور درخت نہیں دیکھے تھے۔

وہ پہاڑی کی ڈھلان پر سے گزر کر دوسری طرف وادی میں آئی تو اس نے دیکھا کہ سامنے ایک پہاڑی پر ایک خوب صورت سرخ پتھر کا قلعہ ہے جس کے اندر سے محل کے مینار اور ایک مسجد کا گنبد دکھائی دے رہا ہے۔ وادی میں ایک گاؤں تھا جس کی سرخ ڈھلانی چھتیں اور سفید دیواریں دھوپ میں چمک رہی تھیں۔

کیٹی نے اس گاؤں کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ گاؤں آباد تھا۔ عورتیں ایک کنوئیں کی باؤلی پر کپڑے دھو رہی تھیں۔ کیٹی قریب پہنچی تو عورتوں نے اس کی طرف دیکھا

اور مسکرا کر پوچھا:

"تم دمشق کی مسلمان عورت ہو کیا؟"

کیٹی نے دمشق کی عرب عورتوں ایسے کپڑے پہن رکھے تھے جب کہ ان عورتوں کا لباس آج سے نو سو سال پہلے کے سپین یعنی اندلس کی مسلمان عورتوں ایسا تھا۔ کیٹی نے پوچھا کہ کیا یہ اندلس کا ملک ہے؟ عورتیں ہنسنے لگیں۔

ایک عورت نے کہا:

"تم اندلس میں ہو اور پوچھ رہی ہو یہ اندلس کا ملک ہے؟"

کیٹی کو انہوں نے بتایا کہ وہ غرناطہ میں ہے اور سامنے غرناطہ کا قلعہ ہے جس کے اندر مشہور الحمرا کے باغات ہیں اور اس وقت وہاں ملک عادل کی حکومت ہے۔ کیٹی سر کو تھام کر وہیں بیٹھ گئی۔ وہ ناگ سے بچھڑ کر دو سو سال پیچھے چلی گئی تھی اور اکیلی، بالکل اکیلی تھی، نہ عنبر اس کے پاس تھا نہ ماریا اور نہ ناگ ہی وہاں پر موجود تھا۔ خدا جانے اب ان لوگوں کے ساتھ اس کی کب اور کس مقام پر ملاقات ہو۔

کیٹی نے ان عورتوں سے کہا کہ میں دمشق سے قرطبہ آ رہی تھی کہ راستے میں قافلے سے بچھڑ کر ادھر آ نکلی ہوں۔ کیا مجھے اس گاؤں میں کچھ روز تک پناہ مل جائے گی۔

ایک موٹی عورت نے آگے بڑھ کر کیٹی کا ہاتھ تھام لیا اور
بولی :

"تمہاری نیلی آنکھیں اور سنہری بال بڑے خوبصورت
ہیں۔ تم میرے گھر چل کر جتنی دیر چاہے میری
مہمان رہو۔"

کیٹی اس عورت کے گھر آ گئی اور وہاں رہنے لگی۔
اس دوران وہ اکثر گاؤں سے نکل کر وادی کی پہاڑیوں اور
گھاٹیوں میں گھومتی پھرتی کہ شاید کہیں سے عنبر یا ماریا اور ناگ
کا کوئی سراغ مل جائے۔ کیوں کہ اسے معلوم تھا کہ اب
ان کی واپسی کا باقاعدہ سفر شروع ہو چکا ہے اور وہ لوگ
آگے کے زمانے میں نہیں جا سکتے۔ پیچھے کے زمانے میں
ہی آئیں گے، لیکن ایک مہینہ گذر گیا اور کیٹی کی اپنے
دوستوں میں سے کسی سے ملاقات نہ ہو سکی۔ اس دوران
میں اس نے چٹکی بجا کر اپنے جن دوست کو بلانے اور
اپنی شکل بدلنے کی بھی کوشش کی مگر ہر بار ناکام رہی۔ نہ اس
کا جن دوست اس کے پاس آتا تھا اور نہ چٹکی کوئی اثر
دکھائی تھی۔ ایک روز وہ سیر کرتے کراتے شاہی محل کے
پیچھے ایک وادی میں نکل گئی۔ یہاں نارنگیوں کے باغ تھے
اور کھجور کے درخت صبح کی ہوا میں لہرا رہے تھے۔ کیٹی
ایک کچے راستے پر سے گذر رہی تھی کہ اچانک ایک

ہرن اس کے قریب سے قلانچیں بھرتا ہوا نکل گیا۔
کیٹی نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ ایک گھوڑ سوار اس کے
پیچھے بھاگا چلا آ رہا تھا۔ کیٹی کے قریب آ کر اس نے گھوڑا
روک لیا۔ اس گھوڑ سوار نے کیٹی کی طرف گھور کر دیکھا۔
گھوڑ سوار کی شکل بڑی کرخت تھی اور اس نے کالا لباس
پہن رکھا تھا۔

اس نے کیٹی سے پوچھا :

"تم کون ہو؟"

کیٹی نے کہا :

"میرا نام برجیلہ ہے اور میں دمشق کی عرب مسلمان
خاتون ہوں۔ غرناطہ میں سیر کرنے آئی ہوں۔"

گھوڑ سوار گھوڑے سے اتر پڑا۔ وہ کیٹی کی طرف
جھک کر اسے غور سے دیکھتے ہوئے بولا :

"تم میرے ساتھ چلو گی۔"

کیٹی گھبرا کر پیچھے ہٹی۔ وہ بھاگنے ہی والی تھی کہ گھوڑ
سوار نے لپک کر کیٹی کو دبوچ لیا۔ اس کے منہ میں
کپڑا ٹھونس کر اس کے ہاتھ پاؤں باندھے۔ اسے گھوڑے
پر اپنے آگے ڈال کر اوپر کالا کپڑا ڈالا اور جدھر سے
آیا تھا اس طرف گھوڑا دوڑاتا واپس چلا گیا۔

کیٹی حیران پریشان گھوڑے پر آگے بے بس و مجبور

پڑی تھی۔ گھوڑ سوار گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا وادی میں
سے نکل کر پہاڑی کی چڑھائی چڑھنے لگا۔ یہاں سے آگے
ڈھلان اتر کر ایک سنگلاخ میدان میں داخل ہو گیا جہاں
گہری گھاٹیاں اور چٹانیں اور کھائیاں بکھری ہوئی تھیں۔
یونہی ان ویرانوں میں سفر کرتے ہوئے وہ غرناطہ سے دُور
نکل کر ایک صحرا میں آ گیا جہاں چاروں طرف اونچے اونچے
ریت کے ٹیلے تھے۔ ان ٹیلوں کے درمیان ایک جگہ ویران
چٹیل سخت پتھریلا میدان تھا جس میں ایک بھوری چٹان
کے پیچھے ایک خانقاہ بنی ہوئی تھی۔

گھوڑ سوار خانقاہ کے باہر گھوڑے سے اترا۔ کیبٹی کو
کاندھے پر ڈالا اور خانقاہ کے دروازے پر آ کر آہستہ سے
دستک دی۔ ایک ترچھی آنکھوں والے ڈراؤنے حبشی غلام نے
دروازہ کھولا اور جھک گیا۔

گھوڑ سوار نے کہا:

"اسے لے جا کر تہ خانے میں ڈال دو۔"

حبشی غلام نے ادب سے کہا:

"جو حکم آقا پیڈگور!"

حبشی غلام نے کیبٹی کو کاندھے پر لادا اور خانقاہ کی
تنگ و تاریک سیڑھیوں میں سے گزر کر ایک اندھیرے تہ خانے
میں آ کر کیبٹی کو وہاں لکڑی کے ایک تختے پر ڈالا۔ تہ خانے

کو باہر سے تالا لگایا اور اوپر آ گیا۔ اس کا آقا یعنی گھوڑ
سوار پیڈگور اپنے چمڑے کے تھیلے میں سے ایک پرانی
کتاب کھول کر اس کے ورق الٹ رہا تھا۔ اس نے حبشی
کی طرف دیکھ کر کہا:

"تم ذرا قلعے میں جاؤ اور جاشش کو میرے پاس
آنے کے لیے کہو۔ مگر خبردار کسی کو کانوں کان
خبر نہ ہو؟"

حبشی غلام تعظیم بجا لا کر باہر نکل گیا۔ اور گھوڑے پر
بیٹھ کر اسے سرپٹ دوڑاتا غرناطہ کے قلعے کی طرف
روانہ ہوا۔

آقا پیڈگور پُراسرار کتاب لے کر خانقاہ کے ایک
چھوٹے سے کمرے میں آ گیا جہاں اندھیرا تھا۔ اس کمرے میں
کوئی کھڑکی یا روشن دان نہیں تھا۔ اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔
پیڈگور نے موم بتی روشن کی اور اس کی روشنی میں دیواروں
پر گرے ہوئے سیاہ پردے نظر آنے لگے۔ ان پردوں پر
انسانی کھوپڑیوں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ ایک چھوٹے سے
گول میز پر شیشے کا گلوب رکھا تھا۔ پیڈگور اس گلوب کے
پاس آ کر کرسی پر بیٹھ گیا اور کتاب کے ورق الٹ کر
اسے پڑھنے لگا۔

جامبوت اور طلسمی بال

ایک بوڑھے آدمی نے خانقاہ کے دروازے پر دستک دی۔ اس کی ڈاڑھی لمبی اور سیاہ تھی۔ آنکھوں میں ذہانت اور مکاری کی چمک تھی۔ اس نے کالا جبّہ پہن رکھا تھا۔ اس کا نام حباش تھا۔ پیڈگور نے اسی کو بلانے کے لیے حبشی کو روانہ کیا تھا۔ حبشی غلام اس کے ساتھ پیچھے کھڑا تھا۔ حباش نے اپنے خفیہ طریقے سے دروازے پر دستک دی تھی۔ حباش غرناطہ کے مسلمان حکمران ملک عادل کا عیسائی وزیر تھا اور اس نے مسلمان بادشاہ پر اپنی عقل مندی اور چالاکی سے بہت اثر ڈال رکھا تھا۔ ملک عادل اسے بہت دانا اور وفا دار خیال کرتا تھا۔ جب کہ یہ مکار شخص اندر ہی اندر غرناطہ کی مسلمان سلطنت کی جڑیں کاٹ رہا تھا۔ اس نے ایک مسلمان امیر جامبوت کو بھی اپنی سازش میں شریک کر رکھا تھا۔ اس مسلمان امیر جامبوت کو عیسائی وزیر حباش نے یہ لالچ دیا تھا کہ اگر وہ اس کے ساتھ مل کر غرناطہ کے مسلمان بادشاہ کا تختہ الٹ دے تو وہ اسے قرطبہ

کا گورنر بنا دے گا۔ جامبوت اس کے ساتھ مل گیا تھا اور مسلمان حکمران کے خلاف سازش کر رہا تھا، لیکن اس وقت غرناطہ کے مسلمان حکمران کی فوج میں اور تمام لوگوں میں بڑا اتفاق تھا اس وجہ سے عیسائی وزیر حباش اور جامبوت کی سازشیں کامیاب نہیں ہو رہی تھیں۔

جس آدمی نے کیٹی کو اغوا کیا تھا۔ اس کا نام پیڈگور تھا یہ ایک عیسائی نجومی تھا اور یہ بھی غرناطہ کے مسلمان حکمران کا تختہ الٹنے کے لیے حباش اور جامبوت کے ساتھ ملا ہوا تھا۔

پیڈگور نے اپنے نجوم کے حساب سے عیسائی وزیر حباش کو بتایا تھا کہ اس وقت ستارے مسلمان حکمران کے حق میں ہیں۔ لیکن اگر کسی طریقے سے انہیں کسی دوسرے سیارے کی مخلوق مل جائے تو وہ بادشاہ کی فوج کو تباہ کر سکتے ہیں جس وقت نجومی پیڈگور نے کیٹی کو دیکھا تو اس کے حساب اور قیافے نے اسے فوراً بتا دیا کہ یہ لڑکی زمین کی مخلوق نہیں ہے اور کسی دوسرے سیارے کی رہنے والی ہے چنانچہ اس نے کیٹی کو اغوا کر کے خانقاہ کے تہہ خانے میں بند کر دیا تھا۔

حباش اندر آیا تو نجومی پیڈگور نے کتاب پر سے نظریں ہٹا کر اسے کہا:

"حباش! تمہیں مبارک ہو۔ ایک ایسی لڑکی ہمارے ہاتھ آگئی ہے جس کے بارے میں مجھے یقین ہے کہ وہ کسی دوسرے سیارے کی رہنے والی ہے۔"

پھر پیڈگور اسے نیچے تہہ خانے میں لے گیا۔ وہاں کیٹی نیم بے ہوشی کی حالت میں پڑی تھی۔ کیوں کہ اس تہہ خانے میں اس نجومی نے ایک ایسی ہلکی ہلکی گیس کی بُو چھوڑ رکھی تھی جس میں کوئی بھی انسان پوری طرح ہوش میں نہیں رہ سکتا تھا۔ عیسائی وزیر نے غور سے کیٹی کی نیلی آنکھوں اور سنہری بالوں کو دیکھا اور نجومی پیڈگور کے ساتھ اوپر کمرے میں آ کر بولا:

"مجھے تو اس لڑکی میں کوئی دوسرے سیارے کی مخلوق والی بات نظر نہیں آتی۔"

نجومی پیڈگور بولا:

"اس گلوب کی طرف دیکھو۔ یہ ہمیں سب کچھ بتا دے گا۔"

نجومی پیڈگور نے ایک تانبے کی تختی پر ایک زائچہ بنایا۔ پھر موم بتی جلا کر گلوب کے اندر رکھی۔ گلوب روشن ہو گیا۔ پیڈگور نے تختی کو آگے کر دیا۔ جونہی گلوب کی روشنی تختی پر پڑی گلوب پر اس کا عکس آ گیا۔ پھر گلوب پر ایک

تحریر آگئی۔

پیڈگور نے کہا:

"اسے پڑھو۔"

حباش نے تحریر پڑھی، لکھا تھا:

"ستارے جھوٹ نہیں بولتے۔ ستاروں میں رہنے والے بھی جھوٹ نہیں بولتے — اس گھڑی میں جس کا زائچہ بنایا گیا ہے وہ یہاں سے دُور بہت دور — ایک سیارے کی مخلوق ہے۔"

حباش نے خوش ہو کر کہا:

"یہ تو بڑا زبردست کرشمہ ہوا۔ ہمیں اب اس مخلوق پر طلسم تیار کرنا شروع کر دینا چاہیئے تاکہ ہم غرناطہ کی مسلمان فوج کو تباہ کر کے غرناطہ کے تخت پر قبضہ کر لیں۔"

پیڈگور کی آنکھیں گلوب پر ابھرنے والی تحریر پہ جمی ہوئی تھیں۔ وہ کہنے لگا:

"مجھے آج ہی اپنا طلسم شروع کر دینا ہو گا۔"

حباش نے پوچھا:

"تم کیا کرو گے؟ اس لڑکی پر کیسا طلسم کرو گے؟"

پیڈگور بولا:

"یہ میں ابھی تمہیں نہیں بتاؤں گا۔ تم واپس

محل میں جاؤ۔ میں آج ساری رات طلسم کا عمل کروں گا۔"

حباشس اپنا جبہ سنبھالتے ہوئے واپس چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی پیڈگور نے تانبے کی تختی پر نیا طلسم بنانا شروع کر دیا۔ اس نے ایک انسانی کھوپڑی پر چراغ جلا کر سامنے رکھ لیا تھا۔ وہ منہ ہی منہ میں طلسمی منتر پڑھ رہا تھا۔ حبشی غلام کو اس نے خانقاہ کے باہر پہرے پر بٹھا دیا تھا تاکہ کوئی اس طرف نہ آنے پائے۔

شام کا اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔ نجومی پیڈگور ستاروں کے حساب سے طلسم تیار کرنے میں لگا ہوا تھا۔ نجومی پیڈگور طلسم پڑھ پڑھ کر چاندی کے کٹورے میں رکھے ہوئے پانی پر پھونکتا جاتا تھا۔ رات کا ایک بجا تو نجومی پیڈگور نے پانی میں آخری پھونک مار کر آنکھیں کھول دیں اور کھوپڑی کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں لال سرخ ہو رہی تھیں۔ اس نے سرگوشی کی آواز میں کھوپڑی سے کہا:

"اپنا کام کرو۔ اپنا طلسمی فرض ادا کرو۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔"

کھوپڑی یہ سن کر اپنی جگہ سے ہلی۔ اس کے اوپر

چراغ روشن تھا۔ کھوپڑی آہستہ آہستہ رینگتی ہوئی چاندی کے کٹورے کے پاس آ کر رک گئی۔ پھر وہ اوپر اٹھی اور پانی کے کٹورے کے اوپر آ کر بیٹھ گئی۔ پھر کھوپڑی کے اندر سے سرخ روشنی کی ایک لکیر نکل کر پانی میں داخل ہو گئی۔ پانی ایک پل کے لیے روشن ہو کر بجھ گیا۔ کھوپڑی واپس اپنی جگہ پر آ گئی۔

نجومی پیڈگور کے چہرے پر عیارانہ مسکراہٹ آ گئی۔ اس نے کھوپڑی کے چراغ کو بجھا دیا۔ طلسمی پانی والا کٹورا اٹھایا اور تنگ سیڑھیاں اترتا ہوا تہہ خانے میں آ گیا۔ یہاں کیٹی بالکل بے ہوش پڑی تھی۔ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ نجومی پیڈگور نے بے ہوش کیٹی کے سنہری بالوں کی ایک لٹ کاٹی اور اسے کٹورے میں رکھے طلسمی پانی میں ڈال دیا۔ پانی میں بالوں کی لٹ کے گرتے ہی کٹورے میں سے زرد رنگ کے دھوئیں کا مرغولہ اٹھا اور گھومتا چکراتا ہوا چھت کی طرف چلا گیا۔ نجومی پیڈگور نے کٹورے میں جھانک کر دیکھا۔ وہاں پانی غائب ہو چکا تھا اور اس کی جگہ کیٹی کی لٹ پڑی تھی جو سفید ہو چکی تھی۔ پیڈگور نے بالوں کی لٹ نکال کر اسے چھوٹے سے کالے رومال میں لپیٹا اور تہہ خانے کو باہر سے تالا لگا کر واپس اپنے کمرے میں آ گیا۔

یہاں آتے ہی اس نے صندوق میں سے ایک کالے
رنگ کی ڈبیا نکال کر سفید بالوں کی طلسمی لٹ اس میں
ڈالی اور بند کر کے جیب میں رکھ لی۔ پیڈگور نے کھڑکی کھول
کر باہر دیکھا۔ رات ڈھلنے لگی تھی۔ حبشی غلام خانقاہ کے
دروازے پر پہرہ دے رہا تھا۔ پیڈگور نے اسے حکم دیا
کہ گھوڑا تیار کر کے لاؤ۔

تھوڑی دیر بعد نجومی پیڈگور گھوڑے پر سوار غرناطہ
کے قلعے کی طرف دوڑا جا رہا تھا۔ پیڈگور شاہی نجومی
تھا اس کو آتے دیکھ کر قلعے دار نے دروازہ کھول
دیا۔ پیڈگور قلعے میں داخل ہو کر گھوڑا دوڑاتا، غرناطہ کی
سنسان گلیوں میں سے گذرتا سیدھا شاہی محل کے اس
ایوان میں پہنچا جہاں وزیر جاش کا شاہی مکان تھا۔ جاش
سو رہا تھا۔ پیڈگور نے اسے جگایا اور جیب سے کالی
ڈبیا نکال کر اسے دی اور کہا:

"میرا طلسم تیار ہو گیا ہے۔ اس میں دوسرے سیارے
کی مخلوق کے بالوں کی سفید لٹ ہے۔"

جاش نے ڈبیا کھول کر سفید بالوں کی طلسمی لٹ کو دیکھا
وہ اسے ہاتھ لگانے ہی لگا تھا کہ پیڈگور نے اسے
روک دیا:

"جاش! اسے ہاتھ مت لگانا۔ ورنہ تمہارے

سارے جسم کا گوشت ابھی گل سڑ جائے گا۔"

جاش نے ڈبیا بند کر دی کہنے لگا:

"اب بتاؤ مجھے کیا کرنا ہو گا؟"

نجومی پیڈگور بولا:

"میری بات غور سے سنو۔ تم جانتے ہو کہ غرناطہ
کی ساری فوج غرناطہ کی چھاؤنی میں رہتی ہے۔
اور وہاں ایک درمیانی کمرہ ہے جس میں اسلحہ
خانہ ہے۔ اس ڈبیا کو لے جا کر اس اسلحہ خانے
کے جنوبی کونے میں زمین میں دفن کرنا ہو گا۔"

جاش نے کہا:

"اس کام کو صرف امیر جابوت ہی کر سکتا ہے۔
کیوں کہ تم جانتے ہو کہ اسلحہ خانے تک کوئی غیر
مسلمان نہیں جا سکتا۔"

پیڈگور بولا:

"امیر جابوت مسلمان ہے اور وہ اس سازش
میں ہمارے ساتھ ہے۔ یہ کام وہی کر سکتا ہے۔"

جاش نے کہا:

"وہ اس ڈبیا کو چھاؤنی کے اسلحہ خانے میں لے جا کر
زمین میں دبا دے گا۔ لیکن اس سے کیا نتیجہ
نکلے گا؟"

پیڈگور کہنے لگا؛

'میں نے بالوں کی اس لٹ پر علم نجوم کے حساب سے اپنی زندگی کا سب سے خطرناک طلسم پھونکا ہے۔ جس وقت یہ ڈبیا طلسم خانے میں دفن کر دی جائے گی۔ تو اس کے ٹھیک دو دن بعد آدھی رات کے گذرتے ہی اس ڈبیا میں رکھے ہوئے سفید طلسمی بال کالے رنگ کی دو دھاری طلسمی تلوار میں تبدیل ہو جائیں گے۔ یہ طلسمی خون خوار سیاہ تلوار زمین کے اندر سے باہر نکل آئے گی۔ اس تلوار کے وار کو دنیا کی کوئی ڈھال، کوئی چٹان، کوئی لوہے کی دیوار نہیں روک سکے گی۔ اس تلوار کو کوئی نہیں توڑ سکے گا۔ کوئی اسے نہیں پکڑ سکے گا۔ یہ تلوار اسلحہ خانے کی زمین سے نکلتے ہی دیوار میں سے گذر کر چھاؤنی کی فوج پر ٹوٹ پڑے گی۔ یہ بجلی کی طرح لہرائے گی اور مسلمان فوجیوں کے سر قلم کرنے شروع کر دے گی اور دیکھتے دیکھتے مسلمان سپاہی کٹ کٹ کر گرنے لگیں گے جو کوئی بھاگے گا یہ تیز رفتار شاہین کی طرح اڑ کر اس کے سر پر پہنچ جائے گی اور اسے

دو ٹکڑے کر دے گی۔'

جاش کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا؛

'پیڈگور! تم نے وہ کام کر دکھایا ہے جو سارے عیسائی ملکوں کی فوج مل کر نہیں کر سکتی تھی۔ میں آج ہی امیر جامبوت سے مل کر اس ڈبیا کو اسلحہ خانے میں دفن کروانے کا بندوبست کراتا ہوں۔'

نجومی پیڈگور نے ڈبیا وزیر جاش کے حوالے کی اور پچھلے پہر کے دھندلکے میں واپس اپنی خانقاہ میں چلا گیا۔

دن نکلتے ہی جاش مسلمان سازشی امیر جامبوت کے محل میں پہنچ گیا۔ اس نے جاتے ہی اسے ساری باتیں بیان کر دیں اور ڈبیا دے کر کہا؛

'اس کو آج ہی چھاؤنی کے اسلحہ خانے میں جا کر درمیانی کمرے کے جنوبی کونے میں دفن کر دو اور دو دن بعد اس طلسمی تلوار کا کمال دیکھو جو اس کوٹھڑی کی زمین سے نکل کر غرناطہ کی ساری فوج کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دے گی۔'

عیسائی وزیر جاش کی ان باتوں سے سازشی امیر جامبوت

حیران بھی ہوا اور خوش بھی ہوا۔ اس کا قرطبہ کے وزیر
بننے کا موقع قریب آ گیا تھا۔ اس نے ڈبیا لے لی
اور کہا:

"جاش! تم دیکھو گے کہ میں کس ہوشیاری سے
یہ سارا کام کرتا ہوں۔"

اس سازشی امیر جاموت نے ڈبیا جیب میں چھپا
کر رکھ لی اور اندھیرا ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ جب
سورج غروب ہونے کے بعد چاروں طرف اندھیرا ہو گیا
اور صرف چھاؤنی اور غرناطہ کے شاہی محل اور الحمرا
کے باغوں میں مشعلیں روشن ہو گئیں تو جاموت اپنے
محل میں گھوڑے پر بیٹھ کر نکلا اور قلعے کی چھاؤنی
میں آ گیا۔ چونکہ وہ مسلمان امیر تھا اور اسے شاہی
دربار میں کرسی ملتی تھی اس لیے اسے کسی نے نہ
روکا۔ وہ فوج کے افسروں سے باتیں کرتے ہوئے
موقع کی تلاش میں رہا۔

رات کا کھانا اس سازشی امیر نے فوجی افسروں کے
ساتھ ہی کھایا۔ پھر اسلحے کا معائنہ کرنے کے بہانے وہ
اسلحہ کے بڑے کمرے میں آ گیا جہاں تیر کمان تلوار، ڈھالیں
نیزوں توپ کے لوہے کے گولوں اور دوسرے جنگی
سامان کے ڈھیر لگے تھے۔ اس نے جنوبی کونے کی ایک

خاص جگہ ذہن میں رکھ لی اور پھر آدھی رات کو
اکیلا اپنے کمرے سے اٹھ کر وہاں آ گیا۔ یہ رات اس
نے چھاؤنی میں ہی گزارنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور وہیں
سویا تھا۔

اسلحہ خانے میں پہنچ کر اس نے جلدی جلدی جنوبی
کونے کی زمین کھودی اور طلسمی ڈبیا اس میں دفن کر کے
اوپر مٹی اور پتھر ڈال دیئے اور جلدی جلدی واپس اپنے
کمرے میں آ گیا۔

دوسرے روز وہ چھاؤنی سے نکل کر اپنے شاہی محل
والے مکان میں چلا آیا اور اس نے آتے ہی عیسائی وزیر
جاش کو خوش خبری سنا دی کہ وہ اپنا کام کر آیا ہے۔
جاش نے یہ خوش خبری خانقاہ میں جا کر پیڈ گور نجومی کو
سنا دی۔ یہ تینوں بڑے خوش تھے اور اب تیسرے روز کا
انتظار بے تابی سے کرنے لگے۔

○

دوسری طرف ناگ مکھی بنا اہرام مصر کے اندر دوسری
کوٹھی کی دیوار کے سوراخ کے اندر زمین میں دفن تھا۔
مکڑی نے اسے خدا جانے کس وقت کے لیے وہاں بچا
کر رکھ لیا تھا۔ ناگ سخت مصیبت میں پھنس گیا تھا۔
اس کا سر انسانی تھا اور باقی جسم مکھی کا تھا اور اس کا

سائز بھی مکھی کا تھا۔ وہ مکھی جتنا چھوٹا ہو گیا ہوا تھا۔
زمین کے سوراخ کے اندر اسے بہت کم آکسیجن
رہی تھی مگر ایک مکھی ہونے کی وجہ سے اس کے لیے
اتنی آکسیجن ہی کافی تھی۔ مگر یہ سوچ کر اس کا دل سخت
خوف زدہ تھا کہ اگر مکڑی نے اسے ہڑپ کر لیا تو وہ
کیا کرے گا۔ اس وقت اس کے جسم میں سے مکڑی کے
ڈنک کا اثر کم ہو چکا تھا اور وہ اپنی پتلی پتلی ٹانگیں اور
پَر ہلا سکتا تھا۔ مگر وہ وہاں سے اڑ نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ
ایک تو سوراخ اوپر سے بند تھا دوسرے اس کا جسم
مکڑی کے تاروں میں لپٹا ہوا تھا۔

ناگ کا چونکہ سر انسانی تھا اس لیے وہ انسانوں کی
طرح سوچ سکتا تھا۔ ابھی تک یہ معمّہ حل نہیں ہوا تھا۔
کہ اس سوراخ میں سے جس انسان کی آواز آئی تھی وہ
کہاں تھا؟ اس نے سوچا ہو سکتا ہے۔ اس مکڑی نے
ایسی آواز نکالی ہو جو انسان کی آواز سے ملتی جلتی ہو تاکہ
وہ ناگ کو اپنے جال میں پھنسا سکے۔ ضرور یہ مکڑی
کوئی بڑی جادوگرنی ہے یا کسی بڑے جادوگر کی غلام ہے
جس کی وجہ سے اس کا نچلا دھڑ مکھی کا بن گیا ہے۔

ناگ اس مصیبت سے اپنے آپ کو نکالنے کی ترکیب
سوچنے لگا۔ اسے کوئی آسان ترکیب نظر نہیں آ رہی تھی

سب سے مشکل بات یہ تھی کہ وہ مکھی سے دوبارہ
انسان کیسے بنے؟ اسے کیٹی کا بھی خیال آ رہا تھا جو
اس کے ساتھ تھی اور جب وہ اہرام میں داخل ہوا
تھا تو وہ باہر رہ گئی تھی۔ اس نے تو ناگ کو منع کیا
تھا کہ وہ اہرام میں داخل نہ ہو۔ لیکن ناگ اس قسم کے
خطرے پہلے بھی مول لیتا رہا ہے۔ مگر اس قسم کی دردناک
مصیبت میں وہ پہلے کبھی گرفتار نہیں ہوا تھا۔

ناگ نے ایک بار پھر زور سے سانس کھینچا۔ اس کا
خیال تھا کہ شاید وہ اپنی جُون بدل لے مگر ایسا نہ ہو
سکا۔ خدا جانے کیا بات تھی کہ اہرام کے اندر داخل ہوتے
ہی اس کی طلسمی طاقت ختم ہو گئی تھی۔ اب وہ سوچنے
لگا کہ یہ ساری تبدیلی اور انقلاب اہرام میں داخل ہونے
کے بعد ہوا تھا۔ ضرور یہ اسی مکڑی کا اثر تھا جو اہرام
کی دونوں کوٹھڑیوں میں پھیلا ہوا تھا اور جس کی وجہ سے
اس کی طاقت ختم ہو گئی۔

لیکن اب وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ تو ابھی تک
اسی مکڑی کے جادو کے اثر میں تھا۔ ناگ نے اپنے آپ
کو قسمت پر چھوڑ دیا کہ اب تو اسے کوئی اتفاقی حادثہ
ہی اس مشکل سے چھٹکارا دلائے گا اور یا پھر وہ مکڑی
کی خوراک بن جائے گا — اس نے عنبر ماریا اور کیٹی

کو یاد کرتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں۔ اچانک اسے خراٹوں ایسی آواز آئی۔ ناگ نے آنکھیں کھول دیں اور کان کھڑے کر لیے۔ یہ آواز اس کے سوراخ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ قریب آ کر آواز رُک گئی اور اس کے سوراخ کو اُوپر سے کوئی کھودنے لگا۔

ناگ نے اوپر دیکھا۔ وہی زرد آنکھوں والی خونخوار مکڑی جلدی جلدی سوراخ کی مٹی پرے ہٹا رہی تھی۔ مٹی ہٹانے کے بعد اس نے ناگ کو اپنی پتلی پتلی ٹانگوں سے پکڑ کر باہر نکال لیا۔ باہر نکلتے ہی ناگ نے جو اپنے سامنے ایک اس سے بھی بڑی اور سرخ آنکھوں والی مکڑی کو دیکھا تو سمجھ گیا کہ اب اس کی زندگی کے دن پورے ہو گئے ہیں۔ یہ مکڑی اسے زندہ نہیں چھوڑے گی۔ پیلی مکڑی نے ناگ کو دونوں ٹانگوں سے ایک بار پھر اٹھایا اور سُرخ آنکھوں والی بلّی جتنی بڑی مکڑی کے آگے پیش کر دیا۔ سرخ آنکھوں والی مکڑی کے منہ سے خراٹوں کی آوازیں نکل رہی تھیں اور وہ کسی وقت اپنا جبڑا کھولا دیتی جس سے اس کا لال لال حلق اور نوکیلے چھوٹے چھوٹے زرد دانت نظر آ جاتے جو چھوٹی آری کی طرح تھے۔

دونوں مکڑیاں ایک دوسری کے آمنے سامنے بیٹھی ایک دوسرے کو گھور گھور کر دیکھ رہی تھیں۔ ناگ بھی جالے کے تاروں میں لپٹا ان کے درمیان پڑا ان دونوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسے یوں محسوس ہوا کہ دونوں مکڑیاں اسے کھانے کی فکر میں ہیں اور اس لیے ایک دوسرے سے جنگ کرنے پر تیار ہو رہی ہیں۔ سرخ آنکھوں والی مکڑی بڑی تھی لیکن زرد آنکھوں والی مکڑی چھوٹی ہوتے ہوئے بھی زہر بھرے انداز میں کھولنے لگی تھی۔

اچانک چھوٹی مکڑی نے بڑی مکڑی پر حملہ کر دیا۔ بڑی مکڑی کی ایک ٹانگ اس نے پکڑ کر اسے منہ میں لے لیا اور چبا کر اسے کاٹنے کی کوشش کرنے لگی۔ مگر بڑی مکڑی طاقتور تھی۔ اس نے چھوٹی مکڑی کی گردن پر اپنے دانت گاڑ کر اس کے پیٹ میں اپنا لمبا ڈنک مار دیا۔ چھوٹی مکڑی تڑپ کر پیچھے ہٹی تو اس کی آدھی گردن کٹ گئی۔ کیوں کہ اس کی گردن بڑی مکڑی کے منہ میں تھی۔ ناگ بیچ میں مکھی بن کر پڑا دو دشمن مکڑیوں کی جنگ دیکھ رہا تھا۔ کون جیتے گا، کون ہارے گا، اسے اس سے کوئی فائدہ نہیں تھا، کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ جو مکڑی جیتے گی وہ پہلا کام یہ کرے گی کہ ناگ کو ہڑپ کر جائے گی۔ چھوٹی مکڑی کا جسم سخت زخمی ہو گیا۔ وہ ادھ موئی سی ہو کر گر پڑی۔ بڑی مکڑی نے پکڑ کر کے اس کے سارے جسم کو کاٹ کاٹ کر ٹکڑے

ٹکڑے کر دیا اور دُور سے جبڑے مارنے جیسے فتح کی
خوشی میں نعرے لگا رہی ہو۔

ناگ سہم گیا کیوں کہ اب اس کی باری تھی اور بڑی
مکڑی اسے ہڑپ کرنے ہی والی تھی۔ بڑی مکڑی نے
ناگ کو اپنے پتلے بازوؤں میں سمیٹ کر اٹھایا اور سات
ٹانگوں پر چلتی ہوئی سوراخ کے اور پیچھے چلی گئی۔ یہاں
غار کی چھت میں ایک اور گہرا اور چوڑا سوراخ تھا۔ بڑی
مکڑی اس کے اندر داخل ہو گئی اور ناگ کو اس نے
زمین پر گرا دیا اور باہر نکل گئی۔

خدا جانے وہ کیا کرنے باہر گئی تھی کہ کافی دیر گزر
گئی اور وہ نہ آئی۔ ناگ نے وہیں مٹی پر پڑے پڑے
گردن اٹھا کر دیکھا تو اسے قریب ہی دیوار میں ایک
سوراخ نظر آیا جس میں روشنی آ رہی تھی۔ ناگ کافی
کوشش کے بعد صرف اپنے بازو اور باقی چھ سات
ٹانگیں جالے میں سے باہر نکالنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔
وہ آہستہ آہستہ گھسٹتا ہوا دیوار پر چڑھ کر سوراخ میں
داخل ہو گیا۔

یہ روشنی سوراخ کی دوسری طرف سے آ رہی تھی۔
ضرور دوسری طرف کوئی کھلی جگہ تھی اور وہ اہرام کے
باہر کوئی جگہ تھی۔ اہرام بنانے والوں نے وہاں باہر جانے

کے بڑے خفیہ راستے بنا رکھے تھے۔ ناگ سوراخ میں
روشنی کی طرف رینگتا چلا گیا۔ کافی دُور تک اسی طرح
رینگتے رہنے کے بعد روشنی زیادہ ہو گئی اور سوراخ بھی
چوڑا ہو گیا۔ ناگ نے محسوس کیا کہ وہ اوپر کی طرف
رینگ رہا ہے۔ کئی بار وہ گر پڑا۔ کیوں کہ ابھی تک
اس کے تین بازو اور دو ٹانگیں تاروں کے جال میں
الجھی ہوئی تھیں۔

ناگ کو یہ بھی ڈر تھا کہ کہیں سرخ آنکھوں والی خونخوار
مکڑی نہ آ جائے۔ وہ بہت زور لگا کر اوپر رینگ
رہا تھا۔ روشنی اس کے سر پر پڑنے لگی اور پھر وہ
پتھروں میں سے رینگتا ہوا باہر نکل آیا۔

اس نے چاروں طرف دیکھا۔ وہ اہرام کی تکونی پہاڑی
کے اوپر کھڑا تھا اور نیچے دُور دُور تک سورج کی
روشنی میں صحرا چمک رہا تھا۔ وہ اہرام سے باہر نکل آیا
تھا۔ مگر یہ آزادی اس کے کسی کام کی نہیں تھی۔ کیوں کہ
اس کا سر انسان کا تھا اور نچلا دھڑ مکھی کا تھا اور
وہ سائز میں بالکل ایک مکھی جتنا ہی تھا۔ کچھ مکھیاں اس
کے اوپر آ کر منڈلانے لگیں اور اپنی زبان میں بھنبھنا بھنبھنا
کر باتیں کرنے لگیں۔ مگر ناگ ان کی زبان نہیں سمجھ سکتا
تھا۔ لیکن جو مکھی بھی اس کے قریب آتی ڈر کر بھاگ

اسے کہیں دکھائی نہ دی۔ اسے کیا معلوم تھا کہ کیٹی وہاں
سے ہزاروں میل دور سپین کے شہر غرناطہ کے شاہی قلعے
کے باہر ایک خانقاہ کے تہہ خانے میں بے ہوش پڑی
ہے اور اس کو نجومی پیڈ گور نے اپنے ستاروں کے حساب
سے بنائے گئے طلسم میں قید کر رکھا ہے۔

ناگ سوچنے لگا کہ کہاں جائے؟ کیٹی کو کس جگہ تلاش
کرے۔ اسے یہ بھی خطرہ تھا کہ کوئی اس کے انسانی سر
کو دیکھ کر اسے کچل نہ ڈالے۔ اگر اس کا سر کچلا گیا تو
اس کے لیے دوبارہ انسانی شکل میں آنا مشکل ہو جائے
گا۔ ناگ کو خیال آیا کہ واپس سرائے میں چل کر کیٹی
کو دیکھنا چاہیے، کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ وہ واپس سرائے
چلی گئی ہو۔

ناگ اڑتا ہوا واپس سرائے میں آ گیا۔

سرائے والی عورت تنور پر بیٹھی روٹیاں پکا رہی تھی۔
ناگ اڑتا ہوا اس کے قریب سے نکل کر اس کوٹھڑی
میں آ گیا جہاں وہ آ کر اترے تھے۔ مگر کیٹی یہاں بھی
نہیں تھی۔ ناگ کوٹھڑی سے باہر آ گیا۔ اس نے دیکھا کہ جہاں
سرائے والی بیٹھی روٹیاں پکا رہی تھی وہیں قریب ہی ایک
لکڑی کا ڈول پڑا تھا جس میں دودھ تھا۔ ناگ کا چونکہ
نچلا دھڑ مکھی کا تھا اس لیے اس میں مکھی کی بھی کچھ عادتیں

جاتی۔ کیوں کہ ناگ کا سر مکھی کا نہیں تھا بلکہ اس کا اپنا
اصلی انسانی سر تھا۔

ناگ جتنی جلدی ہو سکے وہاں سے دور ہو جانا چاہتا
تھا۔ وہ اہرام کی پتھریلی ڈھلان پر سے نیچے لڑھک
گیا۔ وہ قلا بازیاں کھاتا ہوا نیچے زمین پر آن گرا۔ اس
طرح زمین پر گرنے سے پہلے وہ رگڑ کھاتا ہوا آیا تھا۔
اور اس کے جسم کے گرد لپٹا ہوا مضبوط تاروں کا جالا
ٹوٹ پھوٹ گیا تھا۔ ناگ آزاد ہو چکا تھا۔ مگر ابھی
تک اس کے جسم پر اس ڈنک کا اثر تھا۔ جو زرد آنکھوں
والی مکڑی نے اسے بے ہوش کرنے کے لیے اس کی
گردن پر چلایا تھا۔ ناگ ابھی اپنے پروں کو کھولنے
کی کوشش کر رہا تھا کہ اسے خرخراہٹ کی آواز سنائی دی
کیا دیکھتا ہے کہ اوپر اہرام کی ڈھلان پر سے وہی زرد
آنکھوں والی خونخوار مکڑی طوفان کی طرح نیچے کو بھاگی چلی آ
رہی ہے۔ ناگ نے اڑنے کی کوشش کی۔ مگر اس کے بازو ابھی
تک سن تھے۔ مکڑی مارا ماری کرتی چلی آ رہی تھی جونہی وہ
ناگ کے قریب پہنچی ناگ نے ایک ہی بار جست لگائی اور
وہ ہوا میں اچھلا اور پھر مکھی کی طرح اڑنے لگا۔

زرد آنکھوں والی مکڑی اسے دیکھتی ہی رہ گئی۔

ناگ اڑتے اڑتے سب سے پہلے اہرام کے دروازے
کے سامنے آ گیا۔ یہاں اس نے کیٹی کو چھوڑا تھا۔ مگر کیٹی

آ گئی تھیں۔ دودھ کو دیکھ کر اس کا جی چاہا کہ اس کے
دو تین قطرے پیے۔ وہ اڑتا ہوا بھنبھناتا ہوا آیا اور ڈول
کے اندر اس کی دیوار سے چمٹ کر دودھ پینے لگا۔

یہ دودھ کا ڈول سرائے والی نے ایک سپیرے کے
لیے رکھا ہوا تھا جو ہر روز اپنے سانپوں کو دودھ پلانے
کے لیے اس سے دودھ لے جاتا تھا۔ اتنے میں وہ سپیرا
بھی آ گیا۔ سرائے والی نے سپیرے کی شکل دیکھتے ہی ڈول
کے اوپر ڈھکنا رکھ دیا اور بولی:

"لے جاؤ ـــ تمہارا دودھ کب سے رکھا ہے۔"

ڈول کے اوپر ڈھکنا رکھنے سے اندر اندھیرا چھا گیا۔
ناگ نے گھبرا کر اوپر دیکھا۔ ڈول کا منہ بند ہو چکا تھا۔ وہ
ڈول کے اندر قید ہو گیا تھا۔ اسے باہر سے سپیرے کی
آواز آئی:

"لاؤ بہن ـــ کل آؤں گا اب۔"

سپیرے نے ڈول اٹھایا اور اپنے گاؤں کی طرف
روانہ ہو گیا۔

اس سپیرے کا گاؤں شہر سے دو کوس دور صحرا میں
تھا اور اس کا ٹوٹا پھوٹا جھونپڑا گاؤں سے باہر ہی ببول
کی جھاڑیوں کے پاس تھا۔ اس جھونپڑے میں سانپوں کے
بڑے اور چھوٹے ٹوکرے پڑے تھے۔ ناگ کو کچھ خبر نہیں

تھی کہ وہ کہاں آ گیا ہے۔ سپیرے نے ڈول کونے میں
رکھ دیا اور ایک ٹوکرا کھول کر اس میں سے چار کالے کوبرا
سانپ باہر نکالے۔ پھر مٹی کی چار خالی پیالیاں ان کے آگے
رکھ دیں اور ان میں دودھ ڈالنے کے لیے ڈول کا ڈھکنا
کھولا تو اندر ایک ایسی مکھی دیکھ کر جس کا سر انسانی تھا۔
اس کی چیخ نکل گئی۔ وہ دہشت کھا کر پیچھے ہٹ گیا۔

ناگ ڈول میں سے اڑ کر باہر آ گیا اور جھونپڑی کی
دیوار سے جا کر چمٹ گیا۔ سپیرے نے اپنے آپ پر
قابو پایا اور مکھی کو دیکھنے کے لیے دیوار کی طرف بڑھا۔
اس نے آج تک ایسی مکھی نہیں دیکھی تھی کہ جس کا سر
انسان کا اور نچلا دھڑ مکھی کا ہو۔ ناگ اس سے کافی
اونچا ہو کر دیوار سے چمٹا ہوا تھا۔

لیکن وہ اس بات سے بالکل بے خبر تھا کہ اس
کی موجودگی کی وجہ سے سانپوں میں ایک ہل چل سی
مچ گئی ہوئی ہے اور اہرام سے باہر آنے کے بعد اس
پر سے مکڑی کا طلسم ختم ہو گیا تھا۔ وہ اس کے ڈنک
کے زہر کا اثر باقی تھا جس کی وجہ سے وہ ابھی تھوڑی
دیر تک اپنی انسانی شکل میں یا سانپ کی شکل میں واپس
نہیں آ سکتا تھا۔ لیکن اس کے جسم سے ناگ دیوتا کی بُو
برابر اڑنے لگی تھی۔ اور یہ بُو سانپوں نے محسوس کر لی تھی اور

وہ بے چین ہو رہے تھے۔

ان کی بے چینی کو سپیرے نے بھی دیکھا۔ وہ چار سانپ جو پٹارے سے باہر نکالے گئے تھے بل کھا رہے تھے اور پھن جھکا کر بار بار اس دیوار کی طرف بڑھ رہے تھے جہاں ناگ مکھی کی شکل میں بیٹھا تھا۔ سپیرے نے دیکھا کہ پٹارے کے اندر بھی سانپ اچھل اچھل کر باہر آنے کی کوشش کر رہے تھے۔ سپیرا سمجھا کہ سانپ اس مکھی کو کھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس نے مکھی کو پکڑنے کے لیے ہاتھ مارا۔ مگر ناگ اڑ کر دوسری دیوار پر جا بیٹھا۔ اب ناگ نے بھی نیچے چار کوبرا سانپوں کو دیکھا جو پھن جھکائے اب اس دیوار کے پاس آ گئے تھے جہاں وہ بیٹھا ہوا تھا۔

ناگ کو اچانک احساس ہوا کہ اگر ان سانپوں نے اس کی بو سونگھ لی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس کی طاقت واپس آ گئی ہے۔ اس نے گہرا سانس کھینچا۔ مگر کچھ نہ ہوا۔ اسے یہ بات معلوم نہیں تھی کہ ابھی اس کے جسم میں خونخوار طلسمی مکڑی کے ڈنک کے زہر کا اثر باقی تھا۔ سپیرا اسے پکڑنے کے لیے ایک جھاڑو لے آیا۔ یہ ایک ہاتھ والے پنکھے کی طرح کی تھی مگر اس کی ڈنڈی کافی لمبی تھی۔ ناگ کو اس کم بخت سپیرے پر سخت غصہ

آیا جو اس کو پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ آخر یہ اسے کیوں پکڑنا چاہتا ہے؟

چاروں سانپ اسی طرح دیوار کے قریب زمین پر پھن پھیلائے سروں کو جھکائے ادب سے بیٹھے تھے۔ ناگ نے سوچا کہ کیوں نہ ان سانپوں سے بات کر کے دیکھی جائے۔ ناگ نے آنکھیں بند کر لیں اور سانپوں کی زبان میں منہ سے سرگوشیوں ایسی آواز نکال کر کہا:

"کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟"

چاروں سانپوں نے ایک ساتھ ادب سے کہا:

"ہاں عظیم ناگ دیوتا۔ ہم آپ کی آواز سن رہے ہیں۔"

ناگ کو خوشی ہوئی کہ وہ سانپوں سے بات کر سکتا تھا۔ اس نے کہا:

"کیا تم یہ دیکھ کر حیران نہیں ہو کہ میں انسانی مکھی کے روپ میں دیوار پر بیٹھا ہوں؟"

ایک سانپ بولا:

"عظیم ناگ! دیوتاؤں کی باتیں دیوتا ہی جانتے ہیں ہم اس میں دخل دینے والے کون ہیں۔ ہمارے لیے کوئی خدمت ہو تو حکم کریں۔"

سپیرا ناگ کی جان کے لیے مصیبت بنا ہوا تھا۔ اس نے سانپوں سے کہا:

"اس سپیرے کو تھوڑی دیر کے لیے بے ہوش کر دو۔"
اتنا سنتے ہی ایک کوبرا سانپ اپنی جگہ سے اچھلا اور اس نے سپیرے کی ٹانگ پر ڈس دیا۔ مگر اس نے اس کے جسم میں اتنا ہی زہر داخل کیا جتنا اسے ایک دم بے ہوش کرنے کے لیے کافی تھا۔ سپیرا اگرچہ بڑا ہوشیار تھا اور اس کے پاس سانپ کے زہر کا علاج بھی تھا مگر سانپ کا زہر اتنی تیزی سے اس کے خون میں پھیلا کہ اسے مہلت نہ ملی اور وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔

اب ناگ دیوار پر سے اتر کر فرش پر آ گیا۔ چاروں سانپ اس کے آگے جھک گئے۔

ناگ نے کہا:

"میرے جسم میں ایک دشمن نے زہر داخل کر دیا ہے۔ اس زہر کو میرے خون میں سے باہر کھینچ لو۔"

"جو حکم عظیم ناگ۔"

اور چاروں سانپ آگے بڑھے اور ناگ کی گردن پر اپنی پتلی زبانوں کی نوک رکھ دی اور زور سے سانس کھینچی۔ ناگ کے جسم میں مکڑی کے ڈنک کا بچا کھچا زہر باہر نکل گیا۔ ناگ نے فوراً سانس زور سے لیا اور دوسرے لمحے وہ انسانی شکل میں آ گیا۔ خوشی کے مارے وہ اچھل پڑا۔ پھر ایک دم سنجیدہ ہو گیا کیوں کہ چار سانپ غلاموں کی طرح اس کے سامنے

جھکے ہوئے تھے۔ سپیرا اسی طرح بے ہوش پڑا تھا۔ ناگ نے چاروں سانپوں کو حکم دیا کہ وہ فوراً اہراموں میں جائیں اور اندر جا کر دیکھیں کہ ناگ کی بہن کیٹی کو وہاں آس پاس تلاش کریں۔ اس کی نشانی ناگ نے یہ بتائی کہ اس کے جسم سے ناگ کی ہلکی ہلکی بُو آ رہی ہو گی۔

چاروں سانپ فوراً جھونپڑی سے نکل گئے۔ تھوڑی دیر بعد بے ہوش سپیرے کو ہوش آ گیا۔ اس نے جو اپنے سامنے ایک سانولے رنگ کے نوجوان کو دیکھا تو حیران ہو کر بولا: "تم کون ہو؟"

ناگ نے کہا:

"میں نے تمہیں جھونپڑی میں بے ہوش پڑے دیکھا اور یہاں آ گیا کہ تمہیں ہوش میں لاؤں؟"

سپیرے نے ادھر ادھر دیکھا اور بولا:

"میرے سانپ کہاں ہیں؟"

ناگ نے کہا:

"کون سے سانپ؟ میں نے تو نہیں دیکھے کوئی سانپ یہاں۔"

سپیرا بڑا سمجھ دار اور تجربہ کار تھا۔ اس نے ناگ کی آنکھوں کو غور سے دیکھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بولا:

"سچ سچ بتاؤ تم کون ہو؟"

"تم کیوں پوچھتے ہو؟" ناگ نے کہا۔

بیپرا بولا:

"اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ تم کون ہو؟"

"پھر تمہیں پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟" ناگ نے جواب دیا۔

بیپرا مسکرایا اور ناگ کا ہاتھ چوم کر بولا:

"عظیم ناگ دیوتا! تم سے مل کر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ لیکن ابھی ابھی یہاں ایک انسانی مکھی تھی۔ وہ کہاں چلی گئی؟"

اب ناگ مسکرایا اور کہنے لگا:

"وہ تمہارے سامنے کھڑی ہے!"

بیپرا ناگ سے مل کر بہت خوش ہوا اور بولا کہ مجھے کوئی لالچ نہیں ہے۔ میری خواہش تھی کہ میں کبھی ناگ دیوتا کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔ خدا کا شکر ہے کہ میری یہ خواہش پوری ہوئی۔

ناگ خاموشی سے بیپرے کی طرف دیکھ کر مسکراتا رہا۔

آگے کیا ہوا، جاننے کے لیے عنبر، ناگ ماریا کی
قسط نمبر ۸۲ ڈاکو سپاکا اور عابد کا پتلا پڑھیے

ڈاکو سپاٹا اور عابدہ کا پٹیلا

۸۲

اے حمید

ناگ ماریا اور عنبر کی واپسی

کے پانچ ہزار سال سفر کی سنسنی خیز داستان

ڈاکوسا پاٹا اور عابدہ کا پتلا

اے۔حمید

عنبر پبلیکیشنز

۱۴۔بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور۔۸

پیارے دوستو :

اس دفعہ کیٹی ناگ اور عنبر اپنی لمبی زندگی کی سب سے زیادہ پریشان کر دینے والی شکل میں پھنس جاتے ہیں ۔ ناگ تو کیٹی کی تلاش میں تابوت میں اڑ کر سمندری طوفان میں گھر کر ایک سفید گنبدوں والے شہر میں نکل آتا ہے اور کیٹی پر ایک ایسی مصیبت نازل ہو جاتی ہے کہ وہ حیران پریشان ہو کر شہر کے گلی کوچوں میں دوڑنا شروع کر دیتی ہے ۔ یہ مصیبت کیا تھی ؟

یہ آپ کو پڑھنے کے بعد ہی معلوم ہو سکے گی ۔ سفید گنبدوں والے شہر میں ناگ ایک جادوگرنی کے قبضے میں آ جاتا ہے جو اسے سنہری گھونگے میں بدل کر اس سے خفیہ خزانوں کا سراغ لگاتی ہے مگر قارون کی بدروح ظاہر ہو کر جادوگرنی کو ہلاک کر دیتی ہے ۔ لیکن قارون کی روح دوبارہ زندگی حاصل کرنے کے لئے ایک ایسی خطرناک چال چلتی ہے کہ ناگ اس سے بالکل بے خبر رہتا ہے حالانکہ اس میں کیٹی کی جان کو سخت خطرہ ہے ۔ لیکن ناگ قارون کی بدروح کو اپنے ساتھ ساتھ لئے جا رہا ہے ۔ پھر کیا ہوتا ہے ؟

اے حمید

قیمت : ۹/۰۰ روپے

بار اول : ۱۹۸۸ء
ناشر : عدنان سلیم
عنبر پبلی کیشنز ۔ ۱۹ اردو بازار ، شاہ عالم مارکیٹ لاہور
مطبع : طاہر حسنی پرنٹرز موری گیٹ لاہور

ترتیب

چار سانپ، طلسمی تلوار

ناگ، سپیرے کی طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔
سپیرے نے بڑے شوق سے پوچھا۔
ناگ دیوتا! کیا تم بتا سکتے ہو کہ تم کب سے زندہ ہو اور یہاں کیسے آ گئے؟

ناگ نے باہر کی طرف دیکھا۔ اسے چار سانپوں کا انتظار تھا جو کیٹی کا سراغ لگانے گئے ہوئے تھے۔ پھر سپیرے کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔
"یہ میں تمہیں نہیں بتا سکتا کہ میں کب سے زندہ ہوں۔ ہاں اتنا تمہیں بتلائے دیتا ہوں کہ میں نے تمہارے چار کوبرا سانپوں کو اپنی ایک دوست کیٹی کا پتہ چلانے کے لئے بھیجا۔
سپیرا مسکرایا اور بولا۔
عظیم ناگ۔
مجھے بھی میرے استاد نے ایک علم سکھایا ہوا ہے۔ میں اس علم کی مدد سے آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں

کیا اجازت ہے؟

ناگ نے سوچا کہ یہ بھلا اس کی کیا خدمت کر سکتا ہے۔ پھر بھی اس نے سپیرے کا دل رکھنے کے لئے کہا۔

"ہاں اجازت ہے۔"

سپیرے نے کونے میں رکھا ہوا ایک مٹی کا کٹورا نکالا۔ اس پر کپڑا بندھا ہوا تھا۔ سپیرے نے کپڑا کھول کر کٹورے کو الٹ دیا۔ اس میں سے کالے اور زرد رنگ کا ایک بچھو باہر نکل آیا اور زمین پر گول دائرے میں چکر لگانے لگا۔ سپیرے نے کہا۔

"عظیم ناگ! یہ بچھو مجھے میرے استاد نے مجھے مرتے وقت دیا تھا۔"

ناگ بولا۔

"اس میں کونسی خاص بات ہے؟"

سپیرا مسکرایا۔ کہنے لگا۔

"یہ بتا سکتا ہے کہ تمہاری دوست کیٹی کہاں ہے۔"

ناگ چونک پڑا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

سپیرا بولا۔

"میں اس سے سوال کروں گا یہ زمین پر شکل بنا کر اس کا جواب دے گا۔"

پھر سپیرے نے بچھو کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کیا تم بتاؤ گے کہ عظیم ناگ کی دوست کیٹی اس وقت کہاں ہے؟"

بچھو یہ سن کر دائرے میں گھومتے ہوئے رک گیا۔ پھر اس نے مٹی کے فرش پر تین لکیریں بنائیں۔

یہ ایک اہرام مصر کی شکل بن گئی۔ اس کے بعد بچھو نے ایک گنبد بنا دیا اور دوبارہ گول دائرے میں گھومنے لگا۔ سپیرے نے ان دونوں شکلوں کو غور سے دیکھا اور بولا۔

"عظیم ناگ!

بچھو کے کہنے کے مطابق تمہاری دوست کیٹی پہلے اہرام کے اندر گئی تھی اس کے بعد وہاں سے وہ گم ہو گئی اور اب ایک مسلمان بادشاہ کے شہر میں ہے"

بچھو نے گنبد کی شکل بنائی ہے یہ کسی مسجد کا گنبد ہے اور گنبد کے انداز سے معلوم کرتا ہے کہ اس قسم کے گنبد سپین میں ہوتے ہیں۔ جہاں اس وقت مسلمانوں کی حکومت ہے۔

ناگ حیران رہ گیا۔ بچھو نے غضب کر دیا ہے۔ وہ ابھی زمین پر بنی ہوئی اہرام اور گنبد کی شکلوں کو غور سے دیکھنے لگا۔

سپیرے نے کہا

"عظیم ناگ!

کیا آپ کو کوئی شک ہے؟

میرا بچھو جھوٹ نہیں بولتا۔"

اتنے میں چاروں سانپ بھی واپس آ گئے۔ ان کے سردار سانپ نے بتایا۔

"عظیم ناگ! میں نے یہاں کے سب سے بڑے اہرام کے اندر جا کر دیکھا۔ وہاں ایک خالی تابوت ہے اس تابوت کے اندر سے ہمیں آپ کی ہلکی بو آتی ہے۔ مگر وہاں کوئی انسان یا انسان کی لاش نہیں ہے۔"

اب ناگ کو بچھو کی لکیروں کی پیشین گوئی پر یقین آنے لگا۔ اس نے چاروں سانپوں کو واپس پٹاروں میں جانے کا حکم دیا اور سپیرے سے کہا۔

"دوست! تمہارے بچھو کا قیافہ سچا لگتا ہے۔ میں یہاں کے سب سے بڑے اہرام میں جا کر اس خالی تابوت کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ جس میں سے میری دوست کیٹی کی بو آ رہی ہے۔"

سپیرے نے کہا۔

"عظیم ناگ!

میں تمہیں بڑے اہرام میں لئے جاتا ہوں مگر وہ اہرام اجڑا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کبھی اس میں مصر کے سب سے بڑے فرعون کی لاش رکھی تھی اور لاش کے ساتھ خزانہ بھی تھا۔ ڈاکو اسے ہر دور میں لوٹتے رہے ہیں جس کی وجہ سے یہ اہرام اب ویران اور آسیب زدہ ہو گیا ہے۔"

ناگ بولا۔

"میں وہاں جاؤں گا۔"

میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

سپیرے نے اپنا اونٹ نکالا اور ناگ کو ساتھ لے کر سب سے بڑے اور پرانے اہرام کی طرف چل پڑا۔ سورج کی تپش تیز تھی اور صحرا کی ریت گرم ہو رہی تھی۔ مگر ناگ کو گرمی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ سپیرا بار بار پسینہ پونچھتا تھا اہرام کے پاس پہنچ کر ناگ نے کہا۔

"ہاں!

یہی وہ اہرام تھا۔ جس کے باہر میں نے کیٹی کو چھوڑا تھا۔ مگر میں اس سے پہلے بھی اس کی تلاشی لے چکا ہوں۔ مجھے تو کیٹی کی بُو کہیں نہیں آتی تھی۔"

سپیرا بولا۔

"ہمیں ایک بار پھر اس کے اندر جا کر دیکھنا چاہیے۔ سانپ جھوٹ نہیں بول سکتے۔ انہیں ضرور کیٹی کی بُو آتی ہو گی۔"

ناگ اور سپیرا اہرام میں داخل ہو گئے۔ ناگ سب سے پہلے اس اہرام میں گیا جہاں مکڑی کے جالے میں پھنس کر وہ مکھی بن گیا تھا۔ لیکن وہ یہ دیکھ کر حیران

سا ہوا کہ اب وہاں نہ کوئی مکڑی تھی اور نہ مکڑی کا جالا تھا۔ دیوار خالی اور ویران تھی۔

پھر ناگ سپیرے کے ساتھ اہرام کے اس کمرے میں آ گیا جہاں خالی تابوت پڑا تھا۔ تابوت بند تھا۔ ناگ بولا۔

"میں اس تابوت کو پہلے بھی دیکھ چکا ہوں۔"

سپیرے نے کہا

"دوبارہ دیکھ لینے میں کیا حرج ہے۔ عظیم ناگ۔"

اور سپیرے نے تابوت کا ڈھکنا کھول دیا۔ ناگ حیران زدہ ہو کر رہ گیا۔ تابوت کے اندر سے کیٹی کی ہلکی ہلکی بُو آ رہی تھی۔ جس میں ناگ کی بُو بھی شامل تھی۔ سپیرے نے پوچھا۔

"عظیم ناگ کیا آپ کو اپنی دوست کی بُو آ رہی ہے؟"

"ہاں"

ناگ نے کہا۔

"مجھے کیٹی کی ہلکی بُو محسوس ہو رہی ہے اور اس بُو میں میری بُو بھی شامل ہے۔ مگر تابوت تو خالی ہے بالکل خالی ہے۔"

سپیرے نے تابوت کے اندر جھک کر دیکھا اور
بولا۔
اس تابوت سے مجھے کسی وقت خوفناک جادو کی
لہریں محسوس ہو رہی ہیں۔میرا خیال ہے ہمیں یہاں
سے چلے جانا چاہیئے۔"
ناگ نے کہا۔
"میں اس تابوت میں اتر کر دیکھوں گا۔"
اور ناگ نے ایک گہرا سانس کھینچا سپیرا پیچھے ہٹ
گیا۔اس نے دیکھا کہ ناگ ایک سیکنڈ میں انسان سے
سانپ بن گیا اور تابوت میں اُتر کر رینگنے لگا۔
سپیرے نے کسی انسان کو سانپ بنتے زندگی میں پہلی
بار دیکھا تھا۔وہ تابوت پر جھک کر ناگ کو تکنے
لگا جو خالی تابوت میں رینگ رہا تھا۔
جونہی ناگ تابوت کے پیندے کے کونے میں پہنچا
تو اس میں سے ایک دم پانی کی لہریں نکلنا شروع ہو گئیں
سپیرا پریشان ہو کر بولا۔
"عظیم ناگ! واپس آجاؤ۔تابوت میں پانی نکل آیا
ہے۔"
ناگ نے کہا۔

"تم چلے جاؤ۔میں کیٹی کی تلاش میں جاؤں گا۔
مگر سپیرا ناگ کی سانپوں کی زبان نہیں سمجھتا تھا
وہ ڈرا ڈرا سا وہیں کھڑا رہا۔اگرچہ وہ ناگ دیوتا
کی طاقت سے واقف تھا۔پھر بھی وہ پانی کی لہروں
میں ناگ کو پھنسا دیکھ کر گھبرا گیا تھا۔
اس نے دیکھا کہ ناگ سانپ کی شکل میں لہروں کے
ساتھ چکر کھا رہا ہے۔لہریں اسے گھما رہی تھیں
پانی اوپر تک چڑھ رہا تھا۔پھر سپیرے کو ناگ دکھائی
دینا بند ہو گیا۔پانی کی لہروں نے ناگ کو اپنے اندر
نگل لیا تھا۔سپیرے نے تابوت میں ہاتھ ڈالا ہی تھا
کہ اسے جیسے ایک جھٹکا لگا اور پرے جا کر گرا
اس کے بعد وہ کپڑے جھاڑتا ہوا اٹھا اور تابوت
کی طرف لپک کر آیا۔مگر اب تابوت خالی پڑا تھا
نہ اس میں پانی تھا اور نہ ناگ ہی نظر آ رہا تھا۔

ناگ نے محسوس کیا کہ پانی کی لہریں اسے اپنے
ساتھ گھماتی ہوئی نیچے ہی نیچے لئے جا رہی ہیں
وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ طلسم اسے اس مقام کی
جانب لئے جا رہا ہے۔جہاں

ناگ نے کوئی حرکت نہ کی اور خاموشی سے پانی
کی لہروں کے ساتھ گھومتا اور بل کھاتا نیچے ہی نیچے
جاتا رہا۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد ناگ نے محسوس
کیا کہ پانی کی لہروں کا گھومنا بند ہو گیا ہے۔ مگر ہوا
کے شدید دباؤ کی وجہ سے اس نے محسوس کیا کہ وہ
کسی سمندر کے نیچے آ چکا ہے۔ کیونکہ سمندر کی گہرائی
میں پانی کا دباؤ اتنا بڑھ جاتا ہے کہ اگر وہاں کوئی
بحری جہاز بھی چلا جائے تو دباؤ کی وجہ سے پچک
کر رہ جائے۔

ناگ نے اوپر کی طرف اٹھنا شروع کیا۔ کافی دیر
کے بعد وہ پانی سے باہر نکل آیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ
وہ ایک گہرے سمندر میں تیر رہا ہے اور دور
کنارے کی چٹانوں پر ایک مسجد کے سفید مینار اور
گنبد نظر آ رہے ہیں۔ ناگ بڑا خوش ہوا۔ سپیرے
کے بچھو کے حساب کے مطابق وہ شاید اسی مسلمان
ملک سپین میں آ گیا تھا جہاں کیٹی کسی جگہ موجود
تھی۔

ناگ تیرتا ہوا سمندر سے باہر نکل آیا
کنارہ ویران ویران تھا۔ اور بڑی بڑی چٹانیں

کھڑی تھیں۔ ایک بہت بڑی پہاڑی ایسی چٹان
کے اوپر مسجد بنی ہوئی تھی ناگ نے فوراً انسانی
شکل اختیار کی اور اس پہاڑی چٹان پر چڑھنے
لگا۔ اوپر جا کر اس نے دیکھا کہ ایک خوبصورت
باغ ہے۔ جس میں شاندار مگر چھوٹی سی مسجد بنی ہوئی
ہے۔ مسجد کے باہر انجیر اور سرو کے درختوں کے
نیچے ایک حجرہ بنا ہوا تھا۔ جس کے باہر دو بکریاں
بندھی تھیں اور خاموشی سے جگالی کر رہی تھیں ناگ
حجرے کے قریب پہنچا تو کسی طرف سے ایک کتا
زور سے بھونکا۔

حجرے میں سے ایک سفید داڑھی والا بزرگ باہر
نکلا۔ جس کے چہرے پر نور برس رہا تھا۔ ناگ
نے اسے ادب سے سلام کیا اور کہا۔

"بابا جان! میں مسافر ہوں۔ کیا مجھے پینے کو پانی
مل جائے گا؟"

بزرگ نے بڑی شفقت سے کہا۔

"کیوں نہیں بیٹا۔ آؤ یہاں بیٹھو۔"

سفید ریش بوڑھے نے ناگ کو مٹی کے کٹورے
میں پانی پلایا اور پوچھا۔

"بیٹا! تمہارا غرناطہ میں کیسے آنا ہوا؟"

پانی پینے کا تو ایک بہانہ تھا۔ اصل میں ناگ اس بوڑھے سے یہی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ ملک کونسا ہے اور قریبی شہر کا کیا نام ہے۔ غرناطہ کا نام سن کر ناگ کو یقین ہو گیا کہ بچھو کا حساب غلط نہیں اور وہ مسلمانوں کے ملک اندلس کے مشہور شہر غرناطہ پہنچ چکا ہے اور یقیناً کیٹی بھی اسی شہر میں کسی جگہ پہ ہو گی۔ اس نے تھوڑی دیر وہاں آرام کیا اور پھر اس بزرگ کا شکریہ ادا کر کے اور غرناطہ کا راستہ پوچھ کر پہاڑی راستہ پر چل نکلا بزرگ نے اسے بتایا تھا کہ غرناطہ وہاں سے کافی دور ہے اور وہ تین روز کے بعد وہاں پہنچے گا۔ ناگ نے سوچا کہ کیوں نہ وہ شاہین بن کر اڑتے ہوئے سفر طے کرے۔ چنانچہ اس نے سانس کھینچ کر شاہین کا روپ اختیار کیا اور غرناطہ کی طرف اڑنے لگا۔

ادھر جب دو روز گذر گئے اور تیسری رات آئی تو عیسائی وزیر حباش اور نجومی پیڈ گور بے چینی سے آدھی رات کا انتظار کرتے گئے۔ کیونکہ آدھی رات کے بعد اس جگہ سے کالے فولاد کی خونی تلوار

کو باہر نکلنا تھا۔ جہاں انہوں نے کیٹی کی طلسمی بالوں کی لٹ دفن کر رکھی تھی۔ سازشی امیر حامبوت بھی اسی انتظار میں تھا۔ انہیں معلوم تھا کہ چھاؤنی میں جب طلسمی تلوار نے مسلمانوں کا قتل عام شروع کیا تو ادھر سے چیخ و پکار کی آوازیں بلند ہونا شروع ہو جائیں گی۔ بس وہ ان ہی آوازوں پر کان لگائے بیٹھے تھے۔

حامبوت اپنے محل میں جاگ رہا تھا۔ پیڈ گور نجومی اور حباش وزیر چھاؤنی سے تھوڑے فاصلے پر ایک خاص مکان کی چھت پر بیٹھے چھاؤنی کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جہاں برجوں پر مشعلیں روشن تھیں۔ حباش نے کہا۔

"پیڈ گور! آدھی رات کا وقت ہو گیا ہے ابھی تک چیخ و پکار کی آوازیں بلند نہیں ہوئیں کہیں تمہارا طلسم غلط تو نہیں ہو گیا؟"

نجومی پیڈ گور نے گہری نظروں سے چھاؤنی کی طرف تکتے ہوئے کہا۔

"نہیں حباش! تسلی رکھو۔ میرا طلسم کبھی مجھے دھوکہ نہیں دے سکتا۔"

جب رات کے ٹھیک بارہ بج گئے۔ آدھی رات
گذر گئی تو غرناطہ کی چھاؤنی کے اسلحہ خانے میں
جہاں کیٹی کے طلسمی بالوں والی ڈبیا دفن تھی۔
زمین ہلنے لگی۔

مٹی اور پتھر اپنے آپ پرے پرے ہٹتے گئے
اور پھر اس کے اندر سے ایک کالے رنگ کی ڈراونی
تلوار کی نوک باہر نکلی۔ کمرے میں اس وقت کوئی
نہیں تھا ایک سپاہی اسلحہ خانے کے باہر پہرہ
دے رہا تھا۔ وہ بے چارہ بھی گہری رات ہو
جانے کی وجہ سے اونگھنے لگا تھا۔

تلوار پوری کی پوری زمین سے اپنے آپ باہر
نکل کر ہوا میں رک گئی۔ پھر تلوار نے دائیں بائیں
گھوم کر جیسے دیکھا اور دیوار میں سے گذر کر
اسلحہ خانے کے باہر آ گئی۔ یہاں مشعل کی روشنی
پھیلی ہوئی تھی۔

پہرہ دینے والا سپاہی دیوار کے ساتھ لگ
کر بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ تلوار بجلی کی سی تیزی
کے ساتھ اس کے سر پر پہنچ گئی اور پھر اس
پر ٹوٹ پڑی اور ایک ہی وار سے اس کا سر

تن سے جدا کر دیا۔ پہرے دار چیخ بھی نہ مار
سکا۔ طلسمی تلوار دوبارہ فضا میں اوپر بلند ہو گئی
اب تلوار نے چھاؤنی کے ان لمبے لمبے بارک نما
کمروں کا رخ کیا جہاں اس وقت مسلمان سپاہی
گہری نیند سو رہے تھے۔ تلوار ایک بارک کے دروازے
میں سے نکل کر اندر گئی تو دیکھا کہ ایک مسلمان سپاہی
تہجد کی نماز پڑھ رہا ہے تلوار اس کے سر کے اوپر
بجلی کی طرح آئی اور نیچے گر کر اس مسلمان سپاہی
کا جو نماز میں تھا گلا کاٹنے ہی والی تھی کہ کسی
نے تلوار کو اوپر ہی سے روک لیا اور آواز آئی۔

"میں تمہارا منہ دیکھ رہا تھا۔ تم مسلمانوں کا
اب خون نہیں بہا سکو گی ___ چلو بھاگ
جاؤ یہاں سے اور جس نے تمہیں طلسم کر کے
بنایا ہے اس کی خبر لو"

فولادی تلوار ایک ایسے لمبے تڑنگے جن کے ہاتھ
میں تھی جو بہت اونچے قد کا تھا۔ یہ اصل میں کیٹی
کا جن دوست تھا۔ اس نے تلوار کو باہر لا کر زور
سے ہوا میں اچھال دیا۔ طلسمی تلوار رات کے اندھیرے
میں آسمان کی طرف اچھلی اور پھر کافی بلندی پر جا کر

اس مکان کی طرف تیرنے لگی جس کی چھت پر
حباش اور نجومی پیڈ گور بیٹھے مسلمانوں کے قتل عام
کا نظارہ کرنے کا انتظار کر رہے تھے۔
دونوں کی آنکھیں چھاؤنی کی طرف لگی تھیں اچانک
غدار وزیر حباش نے آسمان کی طرف اشارہ کر کے
کہا۔
"یہ کیا آ رہا ہے۔ پیڈ گور؟"
دونوں اوپر ستاروں بھرے آسمان کی طرف دیکھا
ایک سیاہ تلوار باز کی طرح تیزی سے ان کی طرف
آ رہی تھی۔ پیڈ گور نے چیخ کر کہا۔
"یہ تو ہماری طرف آ رہی ہے۔ حباگو"
مگر طلسمی تلوار نے انہیں اتنی مہلت نہ دی کہ وہ
چھت سے نیچے اتر سکتے۔

وہ آن کی آن میں ان کے سروں پر پہنچ گئیں اور
ایک سیکنڈ کے اندر اندر طلسمی تلوار نے دونوں کے
سر تن سے جدا کر دیئے۔ اب تلوار ایک بار پھر
فضا میں بلند ہوئی اور شاہی محل کی طرف اڑنے
لگی۔

جنّی دوست نے تلوار کو اچھال کر اسے بتا دیا تھا
کہ اصل میں غدار اور قاتل کون ہیں اور تلوار اب
تیسرے غدار جامبوت کی طرف جا رہی تھی جس نے
طلسمی ڈبیا کو زمین میں دفن کیا تھا۔

جامبوت اپنے محل کی خوابگاہ میں کھڑکی کھولے
بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ وہ کبھی کبھی کھڑکی میں سے
جھانک کر چھاؤنی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسے انتظار
تھا کہ کب چھاؤنی کی طرف سے مسلمان فوجیوں کے
شور اور چیخ و پکار کی آوازیں بلند ہوتی ہیں۔ اتنے
میں اسے شاں کی آواز آئی۔ وہ لپک کر کھڑکی میں گیا
تو دیکھا کہ ایک تلوار اندھیرے میں سے نکل کر
تیر کی طرح اس کی طرف بڑھ رہی ہے۔ غدار جامبوت
گھبرا کر پیچھے ہٹا اور اس نے کھڑکی فوراً بند کر دی۔
مگر تلوار کے لئے دیوار اور کھڑکی کوئی حیثیت نہیں
رکھتی تھی۔ یہ طاقت خود ان لوگوں نے تلوار کو دی تھی
اور جو کنواں انہوں نے دوسروں کے لئے کھودا تھا اب
خود اس میں ایک ایک کر کے گر رہے تھے۔
جامبوت نے دیکھا کہ ایک کڑاکے کی آواز کے ساتھ

کھڑکی ٹوٹ گئی اور طلسمی تلوار خواب گاہ میں داخل ہو گئی۔ وہ پلنگ کے نیچے چھپ گیا تلوار بھی پلنگ کے نیچے آ گئی اور اس کی گردن پر ایک ایسا وار کیا کہ اس کا سر تن سے جدا ہو گیا۔ یہ کام ختم کر کے تلوار کھڑکی میں سے باہر نکل گئی۔

رات خاموش اور سنسان تھی۔ طلسمی تلوار فضا میں بلند ہو گئی۔ اسے جن دوست نے اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا اور اس پر پھونک مار کر کہا۔

"یہ کیا قتل عام لگا رکھا ہے۔ اب بند کرو۔ یہ یک بک چلو واپس اپنی طلسمی دنیا میں غائب ہو جاؤ۔"

تلوار اس آواز کے ساتھ ہی غائب ہو گئی اور جن دوست بھی غائب ہو گیا۔ طلسم کے ٹوٹتے ہی خانقاہ کے قید خانے میں بے ہوش کیٹی کو ہوش آ گیا۔ اس نے سکون کا سانس لے کر دیکھا کہ قید خانہ بالکل خالی ہے۔ اور اس کے بالوں کی ایک لمبی لٹ کٹی ہوئی تھی وہ سمجھ گئی کہ اس کے بالوں کا کسی نے طلسم بنایا ہوگا اس نے چٹکی بجائی۔ مگر چٹکی نے کوئی کام نہ کیا۔ کیٹی نے سخت غصے میں کہا۔

"کسی مصیبت میں ڈال دیا ہے تم نے مجھے جن دوست!"

اچانک جن دوست کی آواز گونجی۔

"کیا مصیبت مصیبت لگا رکھی ہے تم نے اللہ میرا شکریہ ادا نہیں کرتی ہو کہ میں نے تمہیں مصیبت سے نکال دیا ہے"

کیٹی نے جھنجھلا کر کہا۔

"میں تو یہاں قید ہوں ابھی تک تم نے مجھے کونسی مصیبت سے نکالا ہے۔ اور یہ چٹکی کیوں کام نہیں کرتی ہو"

جن دوست کی آواز آئی۔

"بار بار چٹکی چٹکی مت کہو۔ نہیں تو خود چٹکی بن جاؤ گی"

کیٹی نے غراتے ہوئے کہا۔

"خدا کے لئے اگر میرے دوست ہو تو میری مدد کرو"

جن دوست کی آواز آئی۔

"بس بس۔ کر دی ہے مدد تمہاری۔ جاؤ اب جہنم میں جاؤ"

کیٹی نے کئی آوازیں دیں۔ جن دوست کو بار بار پکارا مگر یہ ضدی اور اکھڑ مگر کیٹی کا دوست جن جا چکا تھا۔

کیٹی سوچنے لگی کہ جن دوست نے اسے ضرور کسی بہت بڑی مصیبت سے نکالا ہوگا۔ جن دوست کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ ضرور اس نے اسے کسی بھیانک مصیبت یا خطرناک طلسم سے نجات دلائی ہے۔ جب ہی تو اسے ہوش آ گیا ہے۔ مگر کم بخت نے چٹکی میں اثر کیوں نہیں ڈالا؟

بہرحال وہ اٹھی اور اب تہہ خانے کی قید سے باہر نکلنے کے جتن کرنے لگی۔ دروازے کو باہر سے تالا لگا تھا اور سیڑھیاں اوپر چڑھ کر باہر حبشی غلام پہرہ دے رہا تھا۔ کیٹی نے زور سے آواز دی۔ حبشی غلام نے سیڑھیاں اتر کر بند دروازے کی دوسری طرف سے کہا۔

"کیا شور مچا رہی ہو؟"

کیٹی نے کہا۔

"مجھے باہر نکالو۔ نہیں تو میں چٹکی بجا کر تمہاری گردن اڑا دوں گی۔"

حبشی غلام نے غصے میں کہا۔

"خاموش بیٹھی رہو۔ اگر اب مجھے آواز دی تو بیچ تہہ خانے میں زہریلا سانپ چھوڑ دوں گا۔"

کیٹی نے کہا۔

"اچھا تو میں پھر بجانے لگی ہوں چٹکی۔"

وہ حبشی غلام کو ڈرا رہی تھی۔ اس نے یونہی چٹکی بجا دی۔ چٹکی کے بجاتے ہی کیٹی ایک لمبی اوپر کو اٹھی ہوئی گردن والی بادامی رنگ کی اونٹنی بن گئی۔ وہ حیران رہ گئی۔ اسے جن دوست کی اس نئی شرارت پر اس قدر غصہ آیا کہ وہ بلبلا دی۔ اس کی بلبلاہٹ کی آواز سن کر باہر کھڑا حبشی چونکا۔

حیران ہوا کہ یہ تہہ خانے کے اندر سے اونٹنی کی آواز کہاں سے آنے لگی ہے۔ اس نے سوچا کہ شاید قیدی عورت نے یہ آواز نکالی ہے تاکہ وہ ڈر جائے۔ وہ قہقہہ لگا کر بولا۔

"تم اونٹنی چھوڑ کر چاہے شیرنی کی آواز نکالو میں تمہیں قید خانے سے باہر نہیں نکال سکتا۔"

مگر اب کیٹی نے آواز نکالنے کی بجائے زور سے

دونوں لاتیں دروازے پہ ماریں۔ دروازہ ٹوٹ کر گر پڑا۔ حبشی نے گھبرا کر دیکھا کہ تہہ خانے میں سے ایک اونٹنی باہر نکل کر اس کی طرف لپکی۔ حبشی غلام چیخ مار کر اوپر کو بھاگا۔ اونٹنی بھی اس کے پیچھے پیچھے سیڑھیاں چڑھتی باہر نکل آئی۔ رات کے اندھیرے میں حبشی غلام روپوش ہو گیا۔ کیونکہ اگر اونٹ یا اونٹنی انسان پہ حملہ کر دے تو وہ اسے کبھی زندہ نہیں چھوڑا کرتی۔ کیٹی اپنی گردن ہلاتی خانقاہ سے نکل کر صحرا میں ایک طرف روانہ ہو گئی۔ وہ سخت غصے اور پریشانی کی حالت میں تھی۔ کم بخت اگر جن دوست نے اسے کچھ بنانا ہی تھا تو شیرنی یا فاختہ بنا دیتا۔ یہ کیا اونچی بے ڈھنگی اونٹنی بنا دیا جس کی ایک بھی کل سیدھی نہیں تھی۔ وہ سو سو بل کھاتی صحرا میں رات کے اندھیرے میں ایک طرف چلی جا رہی تھی اور سوچ بھی رہی تھی کہ خدا جانے اب اسکے ساتھ کیا گذرے گی۔

آسمان پہ نیلے نیلے ستارے چمک رہے تھے۔ کیٹی نے دل ہی دل میں اپنی اصلی شکل کا خیال کر کے چٹکی بجائی مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ اونٹنی کی اونٹنی ہی بنی رہی۔ کیٹی ایک جگہ کھڑی ہو گئی۔ اس نے اپنی لمبی بل کھاتی ہوئی گردن گھما کر پیچھے دیکھا۔ غرناطہ کے شاہی محل اور قلعے کے

برجوں میں جلتی ہوئی مشعلیں دور رہ گئی تھیں اور وہ صحرا میں دور نکل آئی تھی اور اس کچے راستے پہ جا رہی تھی۔ جس پر سے گذر کر قافلے غرناطہ میں داخل ہوا کرتے ہیں۔

کیٹی نے اپنے اونٹنی والے دماغ میں فیصلہ کر لیا کہ وہ اس شہر سے کسی طرف دور ——— بہت دور نکل جائے گی اور پھر کبھی ادھر کا رخ نہیں کرے گی چاہے کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے۔ جس شہر نے اسے انسان سے اونٹنی بنا دیا تھا۔ وہ اس شہر کا نام بھی نہیں لینا چاہتی تھی۔ دل ہی دل میں اپنے جن دوست کو کوستی ہوئی کیٹی اونٹنی کے روپ میں غرناطہ شہر کی سرحدوں سے نکل کر سمندر کی طرف چل پڑی۔ ان کا خیال تھا کہ شاید سمندر کے کنارے بندرگاہ پہ اسے عنبر ناگ یا ماریا مل جائے۔ کیونکہ وہ بھی اس کی تلاش میں ہو نگے اور ہو سکتا ہے کسی بادبانی جہاز میں سوار ہو کر بندرگاہ پہ پہنچ جائیں۔

کیٹی جس صحرائی راستے پہ جا رہی تھی۔ وہ جبرالٹر کی بندرگاہ کو جاتا تھا اور وہاں سے تین دن کے سفر پہ تھا۔ یہی وہ راستہ تھا۔ جس پہ سفر کرتا ہوا ناگ غرناطہ کی طرف

بڑا حد رش تھا۔ اس حساب سے ناگ آدھے سے زیادہ راستہ طے کر چکا تھا اور ایک چھوٹے سے قافلے کے ساتھ غرناطہ سے ایک دن کے فاصلے پر رہ گیا تھا۔ کیٹی کو اس کی خبر نہیں تھی کہ ناگ آ رہا ہے۔

باقی ساری رات کیٹی صحرا میں سفر کرتی رہی اب ایسا میدان آگیا جہاں کہیں کہیں درختوں کے جھنڈ بھی تھے اور چھوٹے چھوٹے ٹیلوں پر جنگلی جھاڑیاں بہت زیادہ اُگی ہوئی تھیں۔

یہاں پہنچنے کے بعد دن کی روشنی پھیلنے لگی۔ کیٹی ایک ٹیلے کے اوپر جاکر کھڑی ہوگئی۔ اس کا خیال تھا کہ شاید اسے کسی جانب سمندر نظر آتے مگر سمندر کی بجائے اسے ایک چھوٹا سا قافلہ غرناطہ کی طرف اسی راستے پر آتا دکھائی دیا۔ کیٹی نے سوچا کہ ہو سکتا ہے عنبر ناگ یا ماریا اسی قافلے میں سفر کر رہے ہوں۔

کیٹی دل میں یہ امید لے کر ٹیلے سے نیچے اتری اور قافلے کی طرف چل پڑی قافلہ ابھی دور تھا مگر دور ہی سے قافلے کے امیر نے ایک اکیلی اونٹنی کو ٹیلے پر کھڑے اور پھر اتر کر قافلے کی طرف بڑھتے دیکھ لیا تھا۔ وہ ایک تجربہ کار سالار کارواں یا قافلے کا امیر تھا اور کئی سالوں سے ان

صحراؤں اور ویران علاقوں میں قافلے چلا رہا تھا۔ اسے کبھی کبھی ان علاقوں میں اکیلا دُکیلا کوئی اونٹ مل جاتا تھا۔ یہ اونٹ مفت میں ملتا تھا اور وہ اسی اونٹ پر چار مسافروں سے کرایہ لے کر انہیں قافلے میں سفر کرا سکتا تھا۔

اس زمانے میں کسی قافلے کے مالک کو ایک اونٹ کا مل جانا ایسے ہی تھا جیسے آج کل کے زمانے میں کسی کو ایک ویگن مل جائے اور وہ اس میں مسافروں کو سوار کرا کر بھاٹی سے سمن آباد لانے لے جانے کا کام شروع کر دے۔

ناگ بھی اسی قافلے کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔
میدان میں آتے ہی اچانک ناگ کو کیٹی کی ہلکی سی بُو محسوس ہوئی اور پھر غائب ہوگئی۔

ادھر قافلے کے مالک نے اپنے خاص غلام سے کہا۔
"میں نے صحرا میں ایک خالی اونٹ یا اونٹنی کو دیکھا ہے تم قافلے کو لے کر میرے پیچھے پیچھے آؤ۔ میں آگے جاکر اس اونٹ کو قابو میں کرتا ہوں۔"

اور قافلے کا مالک گھوڑے پر بیٹھ کر اسے دوڑاتا ہُوا اس جگہ آگیا جہاں کیٹی اونٹنی کی شکل میں چلی گ

رہی تھی۔ قافلے کے مالک نے منہ سے ایسی آواز نکالی
جس کو سن کر ڈری ہوئی نئی نئی اونٹنیاں بھی سیدھے راستے
پر آجاتی ہیں اور اودھم نہیں مچاتیں۔ کیٹی نے یہ آواز سنی
تو رک کر غور سے قافلے کے مالک کو دیکھا۔ اس نے جیب
سے گڑ کی ایک ڈھیلی نکال کر کیٹی کے منہ کی طرف
بڑھائی۔

کیٹی اگرچہ اندر سے انسان تھی مگر اس وقت وہ اونٹنی
کے روپ میں تھی اور اونٹ گڑ بڑے شوق سے کھاتے
ہیں۔ اس نے اپنی لمبی تھوتھنی کھول دی۔ قافلے کے
مالک نے گڑ کی ڈھیلی کیٹی کے منہ میں ڈال دی اور
اس کی گردن پر پیار سے ہاتھ پھیرنے لگا۔ وہ بڑا
خوش ہوا کہ صحرا کی وحشی اونٹنی کو اس نے رام کر
لیا ہے یعنی وہ اس کا کہا ماننے لگی ہے۔

اس نے دوسری جیب میں سے خاص مشک کی ایک بوتل
نکالی اور اس میں سے مشک اپنی ہتھیلی پر ڈال کر اونٹنی
کے چاروں طرف گھوم کر اس کے جسم پر اچھی طرح سے
مل دی۔ یہ مشک اس قدر تیز تھی اور اس کی بو اتنی الگ
تھلگ تھی کہ اونٹنی کی اصلی بو اس میں دب گئی۔ صحراؤں
میں اکثر ایسا ہوتا تھا کہ قافلوں سے اونٹ بچھڑ جاتے تھے
پھر ان اونٹوں کو دوسرے قافلے والے پکڑ کر اپنے
قافلے میں شامل کر لیتے تھے اس ڈر سے کہ کہیں اونٹ
کا مالک اس کی بو سونگھتا وہاں نہ آجائے۔ یہ اونٹ چور اس
چوری کے اونٹ کے جسم پر ایک خاص تیز مشک یعنی خوشبو
مل دیتے تھے۔ اس مشک کی خوشبو میں اونٹ کی اصلی
بو غائب ہو جاتی تھی اور یہ خوشبو کئی کئی روز تک
رہتی تھی۔

اس کا ایک نقصان یہ ہوا کہ اب ناگ کو کیٹی کی بو
آنا بند ہو گئی۔ وہ قافلے کے ساتھ ایک اونٹ پر بیٹھا
سفر کر رہا تھا۔ اسے ابھی ابھی کیٹی کی بو آئی تھی اور
اب اچانک غائب ہو گئی تھی۔ وہ دل میں اس خیال سے
بڑا خوش ہوا کہ کیٹی اس علاقے میں کسی جگہ موجود ہے
اس نے سوچا کہ ہو سکتا ہے اس کی خوشبو ہوا کی ایک
لہر شہر سے اپنے ساتھ لے کر قافلے کی طرف آگئی
ہو۔

قافلے کا مالک اونٹنی یعنی کیٹی کو پکڑ کر لے آیا۔
اس کے غلام نے فوراً اس کی ناک میں نکیل ڈال دی
اور اس پر تھوڑا بہت سامان لاد کر قافلے میں شامل کر
لیا۔ کیٹی چونکہ اونٹنی تھی اس لئے اسے بھی اس تیز مشک
کی خوشبو کی وجہ سے فضا میں ناگ کی بو محسوس نہیں ہو
رہی تھی۔ اسے چاروں طرف سے اسی مشک کی خوشبو آ

رہی تھی جو قافلے کے مالک نے اس کے سارے جسم پر
مل دی تھی۔

وہ قافلے کے آگے آگے جا رہی تھی۔ اس کے اوپر سامان
لدا ہوا تھا۔ اور حبشی غلام نے اس کی نکیل کی رسی پکڑ
رکھی تھی۔ غرناطہ شہر کی چمکتی دیواریں اور قلعے اور مسجدوں
کے مینار صاف نظر آنے لگے تھے۔ قافلے والوں میں خوشی
کی لہر دوڑ گئی۔ غرناطہ آ گیا تھا۔ ان کی منزل آ گئی
تھی۔ آخر قافلہ شہر میں داخل ہو کر ایک کارواں سرائے
کے سامنے والے میدان میں آ کر رک گیا۔

دوسرے مسافروں کے ساتھ ناگ بھی اونٹ پر سے
اتر آیا۔ اس نے اپنے کپڑے جھاڑے۔ سرائے میں جا کر
منہ ہاتھ دھویا اور باہر آ کر سوچنے لگا کہ کیٹی کو کس جگہ
تلاش کیا جائے۔ وہ منہ اٹھا کر سانس اندر کو کھینچتے ہوئے
ایک بار پھر کیٹی کی بو سونگھنے کی کوشش کر رہا
تھا۔ مگر اسے سرائے [illegible] کی تیز خوشبو کے دوسری
کوئی بو یا خوشبو محسوس نہیں ہو رہی تھی۔

اس نے سوچا کہ شہر میں چل کر دیکھا جائے۔
شاید کسی جگہ سے کیٹی یا عنبر ماریا کی خوشبو آ جائے
[illegible] کے میدان میں سے گذرنے لگا۔ اسی میدان
میں [illegible] اونٹ اور گھوڑے ایک جگہ کھڑے

تھے اور ان کے آگے حبشی غلام پانی اور چارہ ڈال
رہے تھے۔ ایک غلام نے کیٹی کے آگے بھی پانی کی
بالٹی اور چارے کا ٹوکرا رکھ دیا اور کہا "لو کھاؤ
صحرا کی بھوتنی!"

کیٹی کو اس پر سخت غصہ آیا۔ اس نے
زور سے اسے لات ماری غلام قلابازیاں کھاتا
ہوا دور جا گرا۔ کیٹی اس کی طرف لپکی تو وہاں
شور مچ گیا۔

قافلے کا مالک فوراً گڑ کی بھیلی لے کر اس کی
طرف بڑھا۔ اس نے گڑ کیٹی کے منہ میں ڈال
دیا۔ کیٹی اونٹنی بڑے ہی مزے سے گڑ کی بھیلی
کھانے لگی۔ اور اس کا سارا ہی غصہ فوراً جاتا رہا
دوسرے لوگ بھی وہاں جمع ہو گئے کہ دیکھیں
کہیں اونٹنی پاگل تو نہیں ہو گئی۔ کیونکہ عام طور
پر پاگل اونٹ ہی انسانوں پر حملہ کرتے ہیں۔
ایک دم کیٹی اچھل پڑی۔ اس نے لوگوں میں ناگ
کو دیکھ لیا تھا۔

کیٹی یا آدم خور اُونٹنی

ناگ نے بھی اونٹنی کو ایک نظر دیکھا اور پھر سرائے کے میدان میں آگے بڑھ گیا۔ لیکن بھلا کیٹی اسے کیسے جانے دے سکتی تھی۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ ناگ اسے نظر پڑے اور وہ اس کے پاس نہ جائے۔

اگرچہ وہ اونٹنی کی شکل میں تھی اور ناگ اسے پہچان نہیں سکتا تھا۔ مگر اسے یقین تھا کہ ناگ اس کی بُو پالے گا۔ لیکن وہ حیران ضرور ہوئی کہ نہ تو اسے ناگ کی بُو آئی تھی اور ناگ نے اس کی بُو پائی تھی۔ اگر وہ اس کی بُو پا لیتا تو کبھی پیٹھ موڑ کر نہ جاتا۔

کیٹی کے گلے میں رسّی ڈال کر قافلے کے مالک نے ایک جگہ باندھ رکھا تھا۔ ناگ کو دیکھتے ہی کیٹی بے تاب ہو گئی۔ اس نے ایک ہی جھٹکے سے رسّی تڑوائی اور ناگ

کی طرف بھاگی۔ وہ عجیب بے ہنگم اور بے ڈھنگے طریقے سے بھاگ رہی تھی اور ساتھ ساتھ ناگ کو آوازیں بھی دیتی جا رہی تھی۔

"ناگ بھیّا!
ناگ بھیّا!
میں یہاں ہوں۔ ٹھہر جاؤ ناگ بھیّا! میں آ رہی ہوں۔"

مگر اس کے منہ سے الفاظ کی جگہ اونٹ کے بلبلانے کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ جس سے یوں لگتا تھا کہ اونٹنی پاگل ہو گئی ہے اور ناگ پر حملہ کرنے جا رہی ہے۔ قافلے کا مالک اور حبشی غلام اونٹنی کی طرف لپکے

"ارے اسے روکو۔۔۔ یہ پاگل ہو گئی ہے۔"

وہ چلانے لگا۔

حبشی غلام نے شور مچا دیا۔

"لوگو ہٹ جاؤ۔ پرے پرے ہو جاؤ۔ یہ اونٹنی پاگل ہو گئی ہے۔"

مگر کیٹی بھاگ کر ناگ کے پاس پہنچ گئی اس نے اپنی لمبی گردن جھکا کر کہا۔

"ناگ بھیّا!"

ناگ کو کیٹی کی آواز کی جگہ اونٹنی کی بلبلاہٹ سنائی دی۔ وہ ایک بار تو ڈر کر پیچھے ہٹ گیا۔ کم بخت یہ اونٹنی تو پاگل ہو گئی ہے۔ اس نے سوچا۔ پیچھے سے اسے آوازیں بھی آنے لگیں۔

"ہٹ جاؤ اونٹنی پاگل ہو گئی ہے۔"

ناگ پاگل اونٹنی سے خود کو بچانے کے لئے سرائے کے دروازے کی طرف بھاگا۔ اونٹنی بھی اس کے پیچھے بھاگنے لگی وہ گھبرا گیا۔ یہ اونٹنی تو واقعی آدم خور ہو گئی ہے۔ کیٹی زور زور سے پکار رہی تھی۔

"ناگ بھیا! میں کیٹی ہوں۔ اونٹنی نہیں ہوں میں کیٹی ہوں۔ تمہیں میری خوشبو نہیں آ رہی ہے؟"

مگر اس کے جسم سے تو تیز مشک کی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ ناگ کو اس کی بو کہاں سے آتی۔ ناگ نے دروازے کے قریب جا کر دیکھا کہ اونٹنی تو اس کے سر پہ پہنچ گئی ہے۔

اب اس کے لئے اپنی جان بچانا ضروری ہو گیا تھا اس نے سانس اوپر کھینچا اور ایک فاختہ بن کر فضا میں بلند ہوا اور سرائے کی دیوار کے اوپر سے اڑتا ہوا باہر نکل گیا۔

کیٹی پریشان ہو کر وہیں رک گئی۔ اس نے ناگ کو فاختہ بن کر اڑتے دیکھ لیا تھا اور اب اسے حسرت بھری نظروں سے سرائے کی دیوار کے اوپر سے اڑ کر غائب ہوتے دیکھ رہی تھی

لوگ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

"ابھی ابھی جو آدمی یہاں تھا وہ کہاں گیا؟"

کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ اونٹنی کا مالک اپنے غلام کو لے کر کیٹی کے پاس آ گیا اس کے ہاتھ میں ایک بار پھر گڑ کی بھیلی تھی۔ کیٹی نے اپنا لمبی گردن گھما کر اسے دیکھا اور چلا کر کہا۔

"لے جاؤ کم بخت اپنی گڑ کی بھیلی کو۔ میں ناگ کی تلاش میں جا رہی ہوں۔"

اور لوگوں نے دیکھا کہ اونٹنی زور سے اچھلی۔ دو بار زور زور سے دولتیاں جھاڑیں اور پھر اتنی تیزی کے ساتھ بھاگتی ہوئی سرائے کے دروازے میں سے باہر نکل گئی کہ کئی لوگ گھبرا کر اِدھر اُدھر دوڑتے ہوئے گر گئے۔ اونٹنی کا مالک چلانے لگا۔

"اسے پکڑو۔ اسے پکڑو۔"

لوگوں میں سے کسی نے کہا۔

"اونٹنی کو قتل کردو۔ یہ آدم خور ہو گئی ہے۔"
مالک نے کہا۔

"لوگو میری اونٹنی پاگل نہیں ہے۔ وہ نئی نئی ہے۔ ضد کر رہی ہے۔ میں ابھی اسے سیدھی راہ پر لے آتا ہوں۔"

اور اونٹنی کا مالک اپنے حبشی غلام کو لیکر سرائے سے باہر نکلا اور جدھر اونٹنی بھاگی جا رہی تھی ادھر کو دوڑ پڑا۔

کیٹی غرناطہ شہر کے بازاروں میں سے گزر کر باہر کھجور کے باغوں میں آگئی۔ وہ گھڑی گھڑی گردن اوپر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھتی تھی کہ شاید کہیں اسے ناگ فاختہ کی شکل میں نظر آجائے۔ مگر ناگ کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ کیٹی اس کے باوجود بھاگی چلی جا رہی تھی۔ اس کا نیا مالک اور حبشی غلام بھی اس کے پیچھے پیچھے چلے آرہے تھے۔

ایک جگہ سنگتروں کا باغ تھا۔ وہاں پہنچ کر کیٹی تھک گئی۔ آخر وہ اونٹنی کی شکل میں تھی اور یہاں اس کی خلائی طاقت اس کے کسی کام نہیں آرہی تھی۔ اسے پیاس بھی لگنے لگی تھی۔ اس نے باغ میں ایک جگہ باؤلی میں سے

ٹھنڈا شفاف پانی ابلتے دیکھا تو وہاں کھڑی ہو گئی اور پانی پینے لگی۔

اس عرصے میں اونٹنی کا مالک بھی اپنے غلام کے ساتھ وہاں آگیا۔ اس نے اونٹنی کو پچکارتے اور خاص قسم کی آوازیں نکالتے ہوئے اونٹنی کی طرف گڑ کی بھیلی والا ہاتھ بڑھایا۔ کیٹی کو بھوک بھی لگ رہی تھی اس نے اپنی لٹکی ہوئی تھوتھنی کھول کر گڑ کھا لیا۔

مالک بڑا خوش ہوا۔ اس نے کیٹی کی گردن والی رسی پکڑی اور اسے لے کر شہر کے مغربی دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے اپنے حبشی غلام سے کہا۔

"میں اسے دوسری طرف سے شہر میں لے جا رہا ہوں اور اپنی کالے پتھروں والی حویلی میں بند کر دوں گا۔ شہر میں لوگ اسے پاگل اونٹنی سمجھ کر مار ڈالیں گے۔"

کیٹی سب کچھ سن رہی تھی مگر انسانی آواز میں اس کا واپسی جواب نہیں دے سکتی تھی ورنہ اسے فوراً جواب دیتی کہ—

"تو مجھے چاہے جہاں قید کر دے۔ میری اگر چٹکی بج گئی تو تجھے ایسا مزا چکھاؤں گی کہ تمہارا طبلہ بج اٹھے گا۔"

کیٹی کو طبلے سے ماریا یاد آگئی۔ پچھلی بار ماریا سے
ملاقات ہوئی تھی تو اس نے بار بار طبلہ بجا دوں گی
طبلہ بج جائے گا کہکر کس قدر ہنسایا تھا۔ اب خدا جانے
اس سے کب اور کہاں ملاقات ہوگی۔ ابھی تو اس کم بخت
چور اونٹ والے سے پالا پڑ گیا تھا۔ بدبخت!
جب کام چلانا چاہتا ہے گڑ کی ڈلی لاکر کھلا دیتا
ہے۔

کیٹی دل ہی دل میں اپنے چور مالک کو کوستی بے ڈھنگے
اونٹوں ایسے قدم اٹھاتی دروازے سے شہر میں داخل ہو
گئی۔

چور مالک کی کالے پتھروں والی حویلی شہر کی فصیل کے
پاس ہی انجیر کے درختوں کے جھنڈ کے پاس تھی کیٹی کو
ایک اصطبل میں لے جاکر بند کر دیا گیا۔ چور مالک نے
حبشی غلام سے کہا۔

"اسے کم از کم دو دن اسی جگہ بند رکھنا دو دن
کے بعد یہ بالکل ٹھیک ہو جائے گی۔ پھر یہ کسی
انسان پر حملہ نہیں کرے گی۔"

حبشی بولا۔

"مالک! اگر اس نے مجھ پر حملہ کر دیا تو کیا

کروں گا۔"

چور مالک بولا۔

"ابے تو کیوں مرا جاتا ہے۔ تجھے کچھ نہیں ہوگا
اگر اونٹنی نے تجھے کھا بھی لیا تو کیا فرق پڑیگا
چل اب اس کی حفاظت کر۔"

یہ کہکر چور مالک چلا گیا اور حبشی غلام ڈرتے ڈرتے
کیٹی کے آگے چارہ ڈالنے لگا۔ ساتھ ہی ساتھ بولتا
گیا۔

"پیاری اونٹنی! مجھے کچھ نہ کہنا۔ میرا آقا بڑا
ظالم اور چور ہے۔ میں جانتا ہوں اس نے
تجھے چرایا ہے۔ مگر میری بوڑھی ماں گاؤں
میں میرا انتظار کر رہی ہے۔ مگر میرا ظالم مالک
مجھے اس کے پاس نہیں جانے دیتا۔ کیا کروں
تم مجھے کچھ نہ کہنا۔

کیٹی کو اس حبشی غلام پر بڑا رحم آیا اس نے دل
میں فیصلہ کر لیا کہ وہ اس غلام کو اپنے ظالم اور چور
آقا سے ضروری نجات دلائے گی۔ مگر ابھی تو وہ خود
مصیبت میں پھنسی ہوئی تھی۔ کیٹی نے ایک بار پھر چٹکی بجانے
کا خیال کیا۔ مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ خاموش ہو کر اصطبل

کے کونے میں بیٹھ گئی اور چارہ منہ میں ڈال کر
اس کی جگالی کرنے لگی۔ وہ اب ناگ کے بارے
میں سوچ رہی تھی کہ وہ کہاں ہو گا۔ خدا کرے
اسی شہر غرناطہ میں رہے کہیں یہاں سے نکل کر
کسی دوسرے ملک کی طرف روانہ نہ ہو جائے۔ اگر ایسا
ہوا تو وہ اسے کہاں تلاش کرتی پھرے گی۔

اسی طرح رات ہو گئی۔ حبشی غلام اس کے آگے
پانی کی بالٹی اور چارہ رکھ کر اصطبل کو بند کر کے
چلا گیا کیٹی خاموش بیٹھی اونٹنی کی شکل میں جگالی کرتی
رہی۔ رات کافی گہری ہو گئی تھی۔ ہر طرف شہر میں خاموشی
چھا رہی تھی کہ اصطبل کا دروازہ کھلا۔ کیٹی نے آنکھیں
کھول کر دیکھا۔ اس کا چور مالک ہاتھ میں لالٹین لئے
اندر آ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ایک کالا کلوٹا بھدا آدمی
بھی تھا۔

چور مالک نے کیٹی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"یہ ہے میری پیاری اونٹنی۔ اسے اپنے سے جدا
کرتے ہوئے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے مگر
کیا کروں۔"

اور پھر وہ آنسو بہانے لگا۔ "مجبور ہوں۔ اگر اسے

فروخت نہ کروں گا تو بچوں کے لئے آٹا دال کہاں
سے لے جاؤں گا۔

کالے کلوٹے آدمی نے بڑھ کر کیٹی کی گردن پر ہاتھ پھیر کر
اس کے جبڑوں کو ٹٹولا اور بولا۔

"میں تمہیں اس کے پچاس درم دوں گا۔"

کیٹی چونکی۔ اب وہ سمجھی کہ اس کا چور مالک اسے بیچ رہا
ہے۔ پہلے تو اس کو خیال آیا کہ رسہ تڑا کر اودھم مچانا شروع
کر دے۔ اور ان دونوں پر حملہ کر دے۔ مگر پھر خیال آیا کہ
اس سے کیا فائدہ ہو گا۔ اسے تو بیٹھ کر جگالی ہی کرنی ہے
یہاں نہیں تو اس کالے کلوٹے کے گھر میں سہی۔ یہ تو اس کے
خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ یہ قصائی ہے اور اسے ذبح
کر کے اس کا گوشت فروخت کرنے کے لئے اسے خرید رہا ہے۔

چور مالک بولا۔

"دل تو نہیں چاہتا۔ مگر کیا کروں۔ اپنے بال بچوں
کے لئے مجبور ہوں۔ لاؤ پچاس درہم ہی دے دو۔"

کالا کلوٹا آدمی جیب سے پیسے نکالنے لگا اور چور مالک
کیٹی اونٹنی کے جبڑے پر ہاتھ پھیر کر جھوٹے آنسو بہاتے
ہوئے بولا۔

"اتنی سی تھی جب میں نے اسے قرطبہ کے میلہ مویشیاں میں

خریدا تھا۔ اپنے بچے کی طرح اسے پالا ہے "۔

کیٹی کو اس چور مالک کے جھوٹ پر سخت غصہ آیا۔ اس نے زور سے تھوتھنی کو جھٹکا دیا۔ چور مالک فوراً پرے ہٹ گیا کھسیانا سا ہو کر بولا۔

"کبھی کبھی یہ مجھ سے لاڈ پیار کرنے لگتی ہے۔"

اور پھر آنسو بہانے لگا۔

"ہائے میری پیاری اونٹنی!

اب تجھے میں نہیں دیکھ سکوں گا۔"

اب بھی کیٹی کی سمجھ میں نہ آیا کہ یہ ایسا کیوں کہہ رہا ہے۔

کالا کلوٹا آدمی کیٹی کو خرید کر اپنے ساتھ نکیل تھام کر شہر سے باہر لے گیا۔ باہر اس کے دو اونٹ پہلے سے کھڑے تھے۔ یہ اتنے لاغر اور کمزور ہو رہے تھے کہ لگتا تھا ٹی بی کے پرانے مریض ہیں اور اب قبرستان کا رخ کرنے والے ہیں۔ کیٹی کو دیکھ کر دونوں اونٹ بلبلائے جیسے کہہ رہے ہوں۔

"محترم تم کیوں ہماری زندگی کے آخری سفر میں آ کر شامل ہو گئیں۔ تم تو بڑی جوان اور خوبصورت ہو۔ ابھی تو تمہارے کھیلنے کھلانے کے دن"

مگر کیٹی ان اونٹوں کی زبان بھی نہیں سمجھ سکتی

تھی۔ یہ کالا کلوٹا آدمی انہیں لے کر اپنے گاؤں کی طرف روانہ ہو گیا۔ رات بھر وہ صحرا کی ٹھنڈی ریت پر سفر کرتے رہے۔ صبح کے وقت گاؤں کے ایک واڑے میں کیٹی کو دوسرے اونٹوں کے ساتھ بند کر دیا گیا۔ یہ واڑہ کالے کلوٹے آدمی کے گاؤں میں ہی تھا۔ دوپہر کے وقت اس نے کیٹی کو واڑے سے باہر نکالا اور ایک دوسرے اصطبل میں لے گیا۔ یہ اصطبل اصل میں بوچڑ خانہ تھا۔ اور وہ کالا کلوٹا آدمی اونٹوں کا بوچڑ تھا۔ جونہی کیٹی اندر داخل ہوئی دس بارہ آدمی اس پر ٹوٹ پڑے اور دیکھتے دیکھتے انہوں نے رسیوں سے اس کی ٹانگیں باندھ دیں۔ اور زمین پر گرا دیا۔

اب کیٹی کو پتہ چلا کہ اسے تو یہاں ذبح کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ کیونکہ اس کے کالے کلوٹے نئے مالک نے ایک چھرا سنبھال لیا تھا اور اس کے نوکر کلہاڑیاں لے کر کیٹی کے جسم کے ٹکڑے کرنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ کیٹی پریشان ہو گئی۔ اس نے زور سے ایک جھرجھری لے کر اپنے آپ کو آزاد کرنا چاہا۔ مگر وہ بڑے تجربہ کار قصاب تھے اور دن میں کتنے ہی اونٹوں اور اونٹنیوں کو ذبح کر کے بیچتے تھے۔ انہوں نے کیٹی کی ٹانگوں کو اس

طرح باندھا ہوا تھا کہ وہ ذرا سی بھی جنبش نہیں کر
سکتی تھی۔

کیٹی تو سخت گھبرا گئی۔ کیا اب وہ ان قصابوں کے ہاتھوں
مر جائے گی؟ کیا اب کبھی ناگ عنبر ماریا سے ملاقات نہیں
نہیں ہوگی؟

اسے اپنے جنّ دوست پر سخت غصہ آنے لگا بلکہ اس پر
تو پاگل پن سوار ہو گیا۔ اس نے چیخ کر جن دوست سے
کہا۔

"کہاں ہو تم؟ مجھے تم قصائی جنّ لگتے ہو جو مجھے
ان بوچڑوں کے رحم و کرم پر چھوڑ گئے ہو۔"

ایک دم سے جنّ دوست کی آواز گونج اٹھی۔

"یہ کیا تم نے بوچڑ بوچڑ لگا رکھی ہے۔ دفع ہو جاؤ
اور بجاؤ چٹکی۔"

یہ آواز سوائے کیٹی کے اور کسی نے نہیں سنی تھی۔ کیٹی نے
دیکھا کہ کالا کلوٹا بوچڑ چھری لے کر اس کی گردن پر گوڈا
رکھ کر بیٹھ گیا ہے اور چھری پھیرنے ہی والا ہے۔ کیٹی
نے چٹکی بجا دی مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ کیٹی کی جان خشک ہو
گئی۔ کالے بوچڑ نے چھری چلا دی۔ چھری کیٹی کی گردن کے
بالکل قریب سے گذر کر اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ وہ

بڑ بڑایا۔

"کم بخت یہ آج چھری میرے ہاتھ سے کیوں گر
پڑی ہے۔ پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا۔"

وہ دوبارہ چھری پھیرنے لگا تو کیٹی نے ایک بار
پھر دل میں چٹکی بجا دی۔ اس بار بھی کچھ نہ ہوا۔ اب
تو کیٹی کو پسینہ آگیا۔ موت اس کے بالکل سامنے آن کھڑی
ہوئی کالے بوچڑ نے دوسری بار چھری چلانے کی کوشش
کی تو ایک بار پھر چھری اس کے ہاتھ سے نیچے گر پڑی۔ اور
اس کے ساتھ ہی کیٹی کو جنّ دوست کی آواز سنائی دی۔

"اری بھوتنی! کیا کر رہی ہے۔ چٹکی الٹی کیوں
بجا رہی ہے؟ سیدھے ہاتھ سے چٹکی بجانے کا
خیال دل میں لاؤ۔"

اُف میرے خدا! اب کیٹی کو یاد آیا کہ وہ الٹے ہاتھ سے
چٹکی بجانے کا خیال دل میں لاتی تھی۔ تیسری مرتبہ کالا بوچڑ بڑا
چھرا لے کر آیا اور کیٹی کی گردن پر چلانے ہی والا تھا کہ
کیٹی نے سیدھے ہاتھ سے چٹکی بجا دی اس کے ساتھ ہی وہ
زرد رنگ کا پرتگالی طوطا بن گئی۔

طوطا بنتے ہی وہ پھر سے اڑ گئی۔ اور اصطبل کے دروازے
سے نکل کر باہر منڈیر پر جا کر بیٹھ گئی۔ کالے کلوٹے بوچڑ

اور اس کے ساتھی دنگ رہ گئے۔ دو کو تو خوف کے مارے غش آ گیا۔ باقی بھاگ گئے۔ کالے قصائی کے ہاتھ سے چھرا گر پڑا اور دہشت سے اس کا رنگ اور زیادہ کالا پڑ گیا۔

کیٹی کو طوطا بننا پسند نہیں تھا مگر یہ اونٹ سے بہتر تھا۔ اس کا نہ کئی من بوجھ ہلکا ہو گیا تھا۔ اڑ کر سیدھی شہر میں اپنے چور مالک کے اص[illegible]ں میں آ گئی۔ یہاں اس کا غلام حبشی بیٹھا باقی اونٹوں کے لئے چارہ تیار کر رہا تھا اور اپنی بوڑھی ماں کو یاد کر کے آنسو بھی بہاتا جاتا تھا۔ اتنے میں اس کا چور مالک آ گیا۔ اس نے غلام کو روتے دیکھا تو ڈانٹ کر کہا۔

"یہ تم کیا ہر وقت روتے رہتے ہو کم بخت؟"

غلام نے کہا۔

"مالک! میری ماں بیمار ہے۔ وہ بہت بوڑھی ہو گئی ہے۔ میں کئی سالوں سے اس کو نہیں ملا۔ مجھ پہ رحم کرو۔ مجھے ایک بار اپنی پیاری ماں سے مل آنے دو۔"

چور مالک نے زور سے ایک ہنٹر اسے مارا اور چلا کر کہا۔

"خبردار جو پھر اپنی ماں کا نام لیا۔ حرام خور کام کر۔"

حبشی غلام بے چارا اپنے جسم کو سہلاتا روتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ چارہ بنانے میں لگ گیا۔ کیٹی طوطے کی شکل میں اصطبل کے صحن میں ایک درخت پہ بیٹھی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ اس نے سوچا کہ وہ طوطے کی شکل میں اس ہٹے کٹے چور مالک کا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔ کاش! وہ طوطے کی بجائے کوئی شیر بن گئی ہوتی یہ خیال ابھی اسے آیا ہی تھا کہ وہ درخت کی ٹہنی پر سے دھم سے نیچے گھاس کے خشک بنڈل پر گر پڑا۔ حبشی غلام اور اس کا چور مالک پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسکی طرف تکنے لگے۔ کیٹی نے خو[illegible] بھی حیرت سے اپنے جسم کو دیکھا۔ وہ ایک ہٹا کٹا [illegible] بن گئی تھی۔ جس کی بڑی بڑی مونچھیں تھیں۔ سر پہ میکسیکن ہیٹ تھا۔ بھینسے جتنی موٹی گردن تھی۔ بھاری بھرکم پیٹ پر چمڑے کی پیٹی بندھی تھی۔ جس کے ساتھ خنجر لٹک رہا تھا۔

چور مالک نے چیخ ماری [illegible] باہر کو بھاگا۔ کیٹی نے بھی ایک چیخ ماری اور اپنے ہاتھ والی تلوار کا ایک وار ایسا مارا کہ وہ دو ٹکڑے ہو گیا۔ حبشی غلام تھر تھر

کانپ رہا تھا۔ کیٹی نے کہا۔

"تم آزاد ہو۔ جاؤ اپنی بوڑھی ماں کے پاس"

حبشی غلام ڈرتے ڈرتے کانپتا ہوا جانے لگا تو
کیٹی نے اسے روک لیا اور کہا

سچ سچ بتاؤ تمہیں میں کون لگتا ہوں"

حبشی غلام کے منہ سے بات نہیں ہو رہی تھی۔
کیٹی نے کرخت آواز میں تلوار اٹھا کر کہا۔

"بولتا کیوں نہیں؟ میں کون ہوں؟

کیٹی یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ کس کی شکل میں
نمودار ہو گئی ہے۔ کیونکہ اسے دیکھتے ہی ان دونوں کی
روح فنا ہو گئی تھی۔ حبشی غلام نے کہا۔

"حضور آپ سپین کے ناسور خونی ڈاکو ساپاٹا کی
روح ہیں۔"

"روح ہوں میں؟"

"کیٹی نے حیرانی سے پوچھا۔"

کیا مطلب ہے تمہارا؟"

حبشی غلام کانپتی ہوئی آواز میں بولا

"حضور آپ کے بارے میں سارے سپین میں مشہور
ہے کہ آپ نے دریا میں کود کر خودکشی کر لی تھی
کچھ لوگوں نے آپ کی لاش بھی دریا میں تیرتی

دیکھی تھی۔"

کیٹی نے پوچھا۔

اس بات کو کتنا عرصہ ہو گیا ہے؟

غلام بولا۔

ایک سال ہو چکا ہے۔ اس عرصے میں آپ کے کسی
کو قتل کرنے یا ڈاکہ مارنے کی خبر نہیں آئی۔ لوگوں
کو یقین ہو گیا کہ آپ واقعی مر چکے ہیں۔ مگر ـــ
آپ تو زندہ ہیں۔ آپ بڑے رحمدل ہیں
ہیں۔ آپ نے مجھے آزاد کر دیا۔

اب کیٹی سب سمجھ گئی کہ جن دوست نے ایک اور
اوچھا مذاق کیا ہے اور اسے سپین کے کسی مرے ہوئے
ڈاکو ساپاٹا کی شکل میں ظاہر کر دیا ہے۔ اس نے تلوار نیام
میں رکھی اور اپنے پیٹ پر ہاتھ مار کر بھاری بھرکم آواز
میں بولی۔

"تو کون ہے تو کون ہو ـــ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔"

حبشی غلام بولا۔ حضور! ساپاٹا ڈاکو بھی بالکل ایسے
ہی بولا کرتا تھا۔ حضور کو خدا سلامت رکھے۔

اور حبشی غلام وہاں سے بھاگ گیا۔

اب کیٹی ایک عجیب مصیبت میں پھنس گئی تھی۔ وہ
سپین کے کسی مشہور خونی اور قاتل ڈاکو کے روپ

میں ظاہر ہو گئی تھی۔ جس کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ
مر چکا ہے۔ اب جب لوگوں اور پولیس کو پتہ چل گیا تو
اسے پکڑ کر پھانسی پہ لٹکا دیا جائے گا۔ اس نے فوراً اپنی
اصلی شکل ذہن میں لا کر چٹکی بجا دی۔ مگر چٹکی نے کوئی
اثر نہ دکھایا۔ کیٹی نے تین چار بار چٹکی بجائی مگر کوئی
نتیجہ نہ نکلا۔ اُف!

وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ اب کیا ہوگا۔ وہ تو گرفتار
کر لی جائے گی۔ وہ کیا کرے؟

آخر اس نے یہی فیصلہ کیا کہ اگر اس نے بزدلی دکھائی
تو پولیس اسے پکڑ کر پھانسی پہ لٹکا دے گی۔ بہتر یہی ہے
کہ جب تک چٹکی اپنا اثر نہیں دکھاتی وہ ساپاٹا ڈاکو ہی
بنی رہے اور یہی مشہور کر دے کہ اس نے خودکشی نہیں
کی تھی بلکہ وہ زندہ تھا اور روپوش ہو گیا تھا اور اب
پھر واپس آ گیا ہے۔

چور اور ظالم مالک کی لاش صحن میں پڑی تھی۔ کیٹی نے
اصطبل میں سے گھوڑا نکالا۔ اس پہ بیٹھ کر اپنے آدھے
چہرے کو کالے رومال سے ڈھانپا اور گھوڑے کو بھگاتا
ہوا شہر کے مغربی دروازے سے باہر نکل گیا اسے کچھ
معلوم نہیں تھا کہ اسے کہاں جانا چاہیے۔ وہ یونہی ایک
کچے راستے پہ گھوڑا دوڑاتے چلی جا رہی تھی۔ یہ راستہ

آگے جا کر ایک نہر پہ پہنچ گیا جو چھوٹی سرسبز پہاڑیوں
کے درمیان سے گذر رہی تھی۔ کیٹی نے نہر میں جھک
کر پانی کے شیشے میں اپنی شکل دیکھی۔ وہ ڈر کر پیچھے ہٹ
گئی۔ نہر کے پانی میں سے کوئی بدشکل لمبی لمبی مونچھوں
والا ہٹا کٹا بھینسے ایسی گردن اور پھولی ہوئی پکوڑا ایسی
ناک والا ڈاکو اس کی طرف گھور کر دیکھ رہا تھا۔ تو گویا
یہ ہے ساپاٹا ڈاکو۔

کیٹی نے اپنے آپ سے کہا۔ وہ گھوڑے پہ سوار ہوئی
اور گھوڑے کو ندی میں ڈال کر ندی پار کی اور دوسری
طرف والی پہاڑیوں میں نکل گئی۔ یہاں دو پہاڑیوں کے
درمیان سے ایک تنگ سڑک جاتی تھی۔ کیٹی کو کچھ شور و غل
کی آواز سنائی دی۔ اس نے ایک چٹان کے پیچھے سے نکل
کر دیکھا کہ سڑک کے بیچ میں چار ڈاکوؤں نے ایک اونٹ
کو گھیرا ہوا ہے۔ جس پہ دو غلام اور ایک عورت سوار
ہے۔ ڈاکو عورت کو نیچے کھینچ کر اس کے زیور اتار
رہے ہیں۔ عورت بے چاری ان سے ہاتھ جوڑ جوڑ
کر منتیں کر رہی ہے۔

کیٹی کو اس ظلم پہ سخت طیش آیا۔ اس نے گھوڑے
کو ایڑ لگائی اور بجلی کی طرح ڈاکوؤں کے پاس پہنچ کر
تلوار لہرا کر نعرہ لگایا۔

"تو کورو! تو کورو!
خبردار کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلے۔"
چاروں ڈاکوؤں نے اپنے سامنے ساپاٹا ڈاکو کو دیکھا
تو خوف کے مارے ان کے گلے خشک ہو گئے۔ ہاتھوں
سے تلواریں نیچے گر پڑیں۔ کیٹی نے کہا۔
"قطار میں کھڑے ہو جاؤ اور اس عورت کے سارے
زیور اسے واپس کر دو۔"
کیٹی کا خیال تھا کہ یہ چار ڈاکو ہیں اور وہ ایک ہے
کم از کم کچھ تو مقابلہ کریں گے۔ مگر وہ تو بالکل بکری ہو
گئے تھے۔ انہوں نے فوراً عورت کے زیور واپس کر دیئے
ان میں سے ایک ڈاکو خوش ہو کر باہیں پھیلا کر کیٹی کی
طرف بڑھا اور بولا۔
"کیپی تانو! ساپاٹا! میں سانچوں ہوں۔ تمہارا
غلام ڈاکو تم زندہ ہو کیپی تانو! اوگاڈ! تیرا
شکریہ ہے۔"
کیٹی سمجھ گئی کہ یہ اس کے پرانے گروہ کا کوئی آدمی ہے
جو اس کا ساتھی رہ چکا ہے۔ اس نے سانچو سے کہا۔
"یہ تین کون ہیں سانچو؟"
سانچو گردن اکڑ کر بولا۔
"ساپاٹا! یہ تو بزدل غنڈے ہیں۔ عورتوں پر ہاتھ

اٹھاتے ہیں۔ جانے کہاں سے آ گئے ہیں۔ مجھے ڈاکے
کے مال میں سے کمیشن دیتے ہیں۔"
ساپاٹا نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور تلوار لہرا کر چیختے
ہوئے کہا۔
"تو کورو تو کورو۔ سانچو پرے ہٹ جاؤ"
سانچو فوراً پرے ہٹ کر زمین پر بیٹھ گیا۔ ساپاٹا ڈاکو
اپنے خاص انداز میں گھوڑے کو ان تینوں ڈاکوؤں کے اردگرد
دوڑانے لگا اور ہر بار ان میں سے ایک ڈاکو کی گردن اڑا
ڈالی۔ اسی طرح اس نے ان تینوں قاتلوں اور عورتوں کے
ساتھ ظلم و ستم کرنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا
ان ڈاکوؤں نے کم از کم ساٹھ انسانوں کو قتل کیا تھا
جن میں معصوم عورتیں بھی شامل تھیں۔
اس کے بعد کیٹی نے عورت کو اس کے زیور دے
کر کہا۔
"بہن! اب تم جا سکتی ہو۔"
اس عورت کے ملازم بھی کیٹی یعنی ساپاٹا ڈاکو کا جھک
جھک کر شکریہ ادا کر رہے تھے عورت نے کہا۔
"ساپاٹا! تم ایک عظیم انسان ہو۔ جب سے میں نے
سنا تھا کہ تم نے خودکشی کر لی ہے میں سمجھ گئی تھی
کہ اب سپین میں غریبوں کی عزت بچانے والا اس

دنیا سے اٹھ گیا ہے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ تم مرے نہیں تھے بلکہ زندہ تھے۔"

کیٹی نے مونچھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تم نے مجھے پہچان لیا تھا؟"

عورت بولی۔

"کیوں نہیں۔ تمہیں تو اس ملک کا بچہ بچہ پہچانتا ہے۔"

کیٹی نے اس عورت سے کہا۔

"اے خوبصورت دوشیزہ! تمہارا نام کیا ہے؟"

عورت نے شرما کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"بہادر ساپاٹا! میرا نام برجیلہ ہے اور میں قرطبہ کے سوداگر تمارش کی بیٹی ہوں۔ اگر تم قرطبہ آؤ تو ہماری حویلی میں ضرور آنا میرا باپ تم سے مل کر خوش ہوگا۔"

کیٹی نے دل میں کہا۔

"خدا نہ کرے کہ میں تمہارے باپ کے گھر آؤں۔ مجھے کیا ضرورت پڑی ہے اس بک بک میں پڑنے کی میں تو آج نہیں تو کل اپنی اصلی شکل میں آجاؤں گی۔"

مگر اوپر سے اس نے کہا۔

"اچھا برجیلہ! اگر کبھی میرا قرطبہ آنا ہوا تو تمہارے ہاں ضرور آؤں گا۔"

پھر اس نے اپنے غلام سانچو کی طرف دیکھ کر کہا۔

"سانچو!"

"سی کیپی تانو!"

"تو کورو تو کورو۔۔۔
واپس چلو۔"

"سی کیپی تانو ساپاٹا!"

سانچو اچھل کر گھوڑے پر سوار ہو گیا اور وہ دونوں درے سے نکل کر پہاڑی کی دوسری جانب نکل آئے۔ اب سانچو نے ساپاٹا سے پوچھا کہ وہ ایک سال تک کہاں رہا۔ اور اس نے سانچو کو اپنے پاس کیوں نہیں بلایا۔

"کیپی تانو ساپاٹا! تم کو معلوم تھا کہ ہم تمہارے بغیر بہت اداس ہو جاتا ہے۔ پھر تم نے اپنے غلام کو کیوں نہیں یاد کیا؟"

سانچو غلاموں کی طرح اس قسم کی باتیں کرنے لگا۔

کیٹی نے تنگ آکر گرج کر کہا۔

"بند کرو یہ بک بک سانچو!"

"سی کیپی تانو۔"

سانچو ایک دم بھیگی بلی بن کر چپ ہو گیا۔ اب باتوں ہی باتوں میں کیٹی نے اس سے ساپاٹا ڈاکو کے بارے میں

سب کچھ معلوم کر لیا کہ وہ کہاں رہتا تھا۔ اس کے گروہ میں
کتنے لوگ تھے۔

سانچو نے جو اسے معلومات دیں وہ یہ تھیں کہ ساپاٹا
سپین کا بہت مشہور ڈاکو تھا۔ جس طرح کبھی ہمارے ملک
میں بہرام ڈاکو ہوا کرتا تھا۔ ساپاٹا غریبوں کا ہمدرد تھا
اس کے ساتھ صرف تین آدمی تھے۔ ایک سانچو اور دو دوسرے
ان دونوں ڈاکوؤں کو غرناطہ کی پولیس نے پکڑ کر قتل کر دیا
تھا۔ سانچو بھاگ کر ایک دوسرے گروہ میں شامل ہو گیا تھا
کیٹی کو اب یقین ہو گیا کہ اصلی ساپاٹا نے واقعی دریا میں
کود کر کسی وجہ سے خودکشی کر لی تھی اور اب وہ اس کی
شکل میں دوبارہ لوگوں کے سامنے آ گئی تھی ظاہر ہے
جب تک وہ ساپاٹا ڈاکو کی شکل میں وہاں موجود ہو گی
سپین کی شاہی پولیس اسے ہلاک کرتے یا پکڑ کر سولی چڑھانے
کی سر توڑ کوشش کرے گی۔

اس اعتبار سے اس کی زندگی ساپاٹا ڈاکو بن کر سخت
خطرے میں گھر گئی تھی۔ مگر کیٹی مجبور تھی۔ اس کی چھپکلی نے
آگے کام کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ جب تک اس کی
چھپکلی اسے کوئی دوسری شکل نہیں دے دیتی کیٹی ڈاکو
ساپاٹا کے روپ میں رہنے پر مجبور تھی۔

کیٹی کو ڈاکو بن کر رہنا پسند نہیں تھا۔ کیونکہ یہ کام بُرا

کام ہے۔ ڈاکو خواہ غریبوں کا ہمدرد ہی کیوں نہ ہو۔
آخر وہ ڈاکو ہوتا ہے۔ ڈاکے مارتا ہے۔ لوگوں کا مال لوٹتا
ہے اور اس کا انجام ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ یا تو ڈاکو پولیس
مقابلے میں مارا جاتا ہے اور یا اسے ساری عمر جیل کی کال
کوٹھڑی میں سڑنا پڑتا ہے۔

اگر ہمیں غریبوں سے ہمدردی ہے تو ہم ان کی اس طرح
بھی مدد کر سکتے ہیں کہ خود جو حلال کی روزی کمائیں ان میں سے کچھ ان
کو بھی دے دیں اور یہ کام اللہ کو سب سے زیادہ
پسند ہے۔ یہ بات خدا ناپسند فرماتا ہے کہ ہم دوسروں
کا لوٹ کر وہ مال غریبوں کو دیں جو خود ہمارا بھی نہیں
ہے اور جس پر ہمارا کوئی حق نہیں ہے۔ اسی لئے پیارے
بچو! آپ نے دیکھا اور اخباروں میں بھی پڑھا ہو گا
کہ ڈاکوؤں کا انجام ہمیشہ بُرا ہوتا ہے۔

چنانچہ کیٹی بھی نہیں چاہتی تھی کہ وہ ڈاکے ڈالے۔ مگر
ابھی اس کی چھپکلی آگے کام نہیں کرتی تھی اور وہ چاہتی
تھی کہ جونہی اس کی چھپکلی کام کرنے لگے وہ کسی دوسری
شکل میں آ جائے اور ناگ کو تلاش کرے۔

اس وقت وہ ڈاکو ساپاٹا کے روپ میں رہنے اور
اس کی طرح کی حرکتیں کرنے اور غل غپاڑہ مچانے پر مجبور
تھی۔ کیونکہ اس کے اندر ڈاکو ساپاٹا کی روح کام کر

رہی تھی —

وہ اپنے ساتھی سانچو کو لے کر ساپاٹا کے اڈے کی
طرف روانہ ہو گئی۔ اسے ساپاٹا ڈاکو کے اڈے کا علم
نہیں تھا۔ اس لئے اس نے سانچو کو آگے آگے
چلنے دیا تاکہ وہ اسے سیدھا پہاڑیوں میں ڈاکو ساپاٹا
کے خفیہ اڈے تک لے جائے شام کے وقت وہ ڈاکو
کے خفیہ اڈے پر پہنچ گئی۔

ڈاکو ساپاٹا اور عابدہ کا پُتلا

اس وقت ناگ فاختہ کی شکل میں غرناطہ سے دور
نکل چکا تھا۔

ناگ کا ارادہ تھا کہ وہ قرطبہ کے شہر کی طرف جا کر
کیٹی اور عنبر ماریا کا سراغ لگانے کی کوشش کرے گا
کیونکہ غرناطہ میں اسے کیٹی کے ملنے کی امید نہیں تھی اور
یہاں سے اسے اس کی دوبارہ خوشبو بھی نہیں آئی تھی بس
صحرا میں ایک بار خوشبو آئی تھی جو ناگ کے خیال میں اس کا
وہم بھی ہو سکتا تھا کیونکہ اگر وہ کیٹی کی اصلی خوشبو ہوتی تو وہ
دوبارہ اسے ضرور محسوس ہوتی۔ چنانچہ ناگ فاختہ کی ہی شکل
میں غرناطہ سے دور ایک گاؤں میں اتر گیا۔ اس نے انسانی
شکل بدلی اور ایک جگہ سے قرطبہ جانے کا راستہ پوچھا اس
آدمی نے کہا۔

قرطبہ تم پیدل نہیں جا سکو گے۔ یہ شہر یہاں سے
کافی دور ہے۔ تم ایک اونٹ پر یہ سنگلاخ پہاڑوں اور
میدانوں کا یہ فاصلہ طے کر سکتے ہو۔"
ناگ نے کہا۔
"تم مجھے یہ بتا دو کہ قرطبہ کو کونسا راستہ جاتا ہے۔
باقی سارا بندوبست میں خود کر لوں گا۔
اس آدمی نے حیرانی کے ساتھ ناگ کو دیکھا اور اسے راستہ
بتا دیا۔ اس گاؤں سے نکل کر ناگ نے دوبارہ ایک تیز رفتار
شاہین کی شکل بدلی اور قرطبہ کی طرف اڑنا شروع کر دیا۔
ادھر عنبر اور ماریا بھی کیٹی اور ناگ کی تلاش میں ملک مصر
کی طرف چلے جا رہے تھے۔ وہ ایک قافلے میں شامل تھے
انہیں معلوم ہی نہیں تھا کہ کیٹی اور ناگ مصر سے نکل کر ملک
سپین میں جا چکے ہیں۔

اب ہم واپس کیٹی کی طرف آتے ہیں۔
کیٹی اس وقت ڈاکو ساپاٹا کے روپ میں بڑی بڑی مونچھوں
کو اپنے چہرے پہ سجائے غرناطہ سے کافی دور ویران پہاڑیوں
کے ایک خفیہ غار کے اڈے میں سانچو کے ساتھ بیٹھی تھی۔
سانچو اسے بتا رہا تھا کہ ہمیں اب ڈاکے مارنے کا کام پھر سے
شروع کر دینا چاہیئے۔
"کیپی تانو!"
میکسیکی اور ہسپانوی زبان میں کپتان کو کیپی تانو کہا جاتا ہے
سانچو چونکہ سپین کا رہنے والا تھا اس لئے وہ ساپاٹا کو کیپی تانو
کہہ کر پکارتا تھا۔
وہ کہہ رہا تھا:
"کیپی تانو! ہمارے پرانے ساتھی یا تو مر کھپ گئے ہیں
اور یا ہم سے بچھڑ چکے ہیں۔ اس لئے ہم نئی ٹولی
بنائیں گے۔ نئے ڈاکو بھرتی کر لیں گے اور غرناطہ کے امیروں
اور وزیروں کے گھروں میں ڈاکے ڈالیں گے۔"
کیٹی نے اپنی مونچھ پر ہاتھ پھیر کر کہا۔
"سانچو!
میں اب ڈاکے نہیں مارنا چاہتا۔"
سانچو نے حیرانی سے آنکھیں گھما کر کہا۔
"کیپی تانو! ڈاکے نہیں مارو گے تو کیا کرو گے؟"
کیٹی بولی۔
"میں کوئی اچھا کام کروں گی"
کروں گی؟
سانچو نے تعجب سے کہا۔

فوراً کیٹی سنبھل گئی اور کھنکار کر بولی۔
میرا مطلب تھا کہ میں کروں گا۔ کوئی محنت مزدوری کروں گا۔"
سانچو ڈاکو قہقہہ مار کر ہنس پڑا
"کیپی تانو۔ ہم ڈاکو ہیں۔ تم بھی ڈاکو ہو۔ ہم ڈاکہ مارنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔"
"بک بک بند کرو۔ کیٹی نے گرج کر کہا۔
"سی کیپی تانو"
سانچو ایک دم خاموش ہو گیا۔
کیٹی اپنی چمڑے کی پیٹی سے خنجر نکال کر زمین کریدنے لگی اور بولی۔
"میں اس ڈاکوؤں کی زندگی سے تنگ آ گیا ہوں۔ تم مجھے کوئی دوسرا کام بتاؤ۔ یا پھر تم میرا ساتھ چھوڑ دو اور بے شک خود ڈاکے مارتے پھرو۔ مگر یاد رکھو تمہارا انجام برا ہوگا۔"
سانچو سوچ میں پڑ گیا۔ پھر بولا۔
"کیپی تانو! اگر تم ڈاکے مار کر دولت نہیں کمانا چاہتے تو تو پھر قرطبہ چلتے ہیں۔"
وہاں جا کر کیا کریں گے سانچو؟ کیٹی نے پوچھا
سانچو بولا۔

"قرطبہ کو جب مسلمانوں نے فتح کیا تھا تو وہاں کا عیسائی بادشاہ بھاگتے ہوئے اپنا خزانہ ساتھ نہیں لے جا سکا تھا۔ اس خزانے کو اس نے دریا کے کنارے ایک ویران غار میں دفن کر دیا تھا۔ میرے ایک دوست نے مجھے اس غار کا پتہ بتا دیا تھا۔ اگر ہم کسی طرح وہ خزانہ حاصل کر لیں تو ساری زندگی آرام سے گزار سکیں گے۔"
کیٹی نے پوچھا۔
"تمہارے جس دوست نے خزانے کے غار کا پتہ بتایا تھا اس نے خود وہ خزانہ وہاں سے کیوں نہیں نکال لیا؟"
سانچو بولا۔
"کیپی تانو! اس خزانے والے غار میں ایک دو موہنوں والا خطرناک سانپ رہتا ہے جو خزانے کی حفاظت کرتا ہے۔ یہ سانپ کسی کو نظر نہیں آتا جو کوئی غار میں جاتا ہے وہ اسے ہلاک کر دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس غار میں آج تک جو بھی گیا واپس نہیں آسکا۔"
سانپ کا نام سن کر کیٹی کو خیال آیا کہ ہو سکتا ہے اس سانپ

کی مدد سے اسے ناگ کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہو سکیں۔ اس نے کہا۔

"سانچو! مجھے تمہاری تجویز پسند آئی ہے۔ ہم اس غار میں چلیں گے۔"

سانچو بولا۔

"مگر کیپی تانو! وہاں جو سانپ ہے اس کو کیسے ہلاک کریں گے۔ بس یہی ہمارے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔"

کیٹی کہنے لگی!

"وہاں چل کر دیکھا جائے۔ ہم صبح صبح یہاں سے قرطبہ کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔"

رات ہو گئی تھی۔ سانچو قریبی گاؤں میں کچھ کھانے پینے کی چیزیں لانے کے لئے گیا۔ واپس آیا تو اس نے کیٹی کو بتایا کہ سب لوگوں میں یہ بات مشہور ہو گئی ہے کہ ڈاکو ساپاٹا مرا نہیں بلکہ زندہ تھا اور دوبارہ واپس آ گیا ہے اور شاہی فوج کے سپاہی اس کی تلاش میں ہیں

"کیپی تانو! ہمیں یہاں سے جتنی جلدی ہو سکے نکل جانا چاہیئے۔ کیونکہ فوج اور پولیس کو ہمارے اس خفیہ اڈے کا پتہ لگ چکا ہے۔

کیٹی نے کہا۔

"ایسی فکر کی کیا بات ہے ہم صبح یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔"

سانچو نے وہ رات ڈرتے ڈرتے گزاری۔ ابھی سورج نہیں نکلا تھا کہ وہ اور کیٹی گھوڑوں پر سوار ہوئے اور پہاڑی علاقے سے نکل کر ایک چٹیل میدان میں سے گزرتے ہوئے شہر قرطبہ کی طرف چل پڑے۔

ابھی رات کا کچھ اندھیرا باقی تھا۔ وہ میدان میں سے نکل کر ایک درے میں آ گئے۔ سانچو بولا۔

"کیپی تانو! یہ جگہ خطرناک ہو سکتی ہے کہیں اوپر پہاڑی پر فوج کے سپاہی نہ چھپے بیٹھے ہوں"

کیٹی نے غرا کر کہا: "کم بخت کیوں مرا جاتا ہے۔ کچھ نہیں ہو گا۔"

وہ درے سے نکل گئے۔ پھر دن کی روشنی چاروں طرف پھیل گئی۔ سارا دن وہ سفر کرتے رہے۔ راستے میں ایک چشمے پر رک کر انہوں نے تھوڑی دیر آرام کیا اور دوبارہ سفر شروع کر دیا۔ اسی طرح دو دن سفر کرنے کے بعد انہیں دور سے قرطبہ شہر کی مسجد کے گنبد، مینار اور شاہی محل کے برج دکھائی دینے لگے۔

کیٹی نے پوچھا۔
"وہ غار یہاں سے کس جانب کو ہے ساچو؟"
ساچو نے کہا۔
"یہاں سے مشرق کی طرف دریائے کیر بہتا ہے
ہمیں اس دریا کے پار جانا ہوگا۔ دریا کے پار
دو کوس چلنے کے بعد پہاڑیاں آجائیں گی۔ بس
ان ہی پہاڑیوں میں ایک جگہ وہ غار ہے۔
کیٹی نے پوچھا۔
"وہ غار ہم کیسے تلاش کریں گے؟"
ساچو کہنے لگا۔
"اس کی ایک نشانی مجھے معلوم ہے وہ غار جس پہاڑی
پہ ہے اس کے اوپر کھجور کے دو درخت اوپر جا
کر آپس میں مل گئے ہیں اور یوں وہاں ایک تکون
بن گئی ہے۔ یہی اس غار کی سب سے بڑی نشانی
ہے تو پھر چلو" کیٹی نے ساچو کو کہا۔
انہوں نے اپنے گھوڑے دریا کی طرف ڈال دیئے۔
دریا وہاں سے زیادہ دور نہیں تھا۔ دریا پہ ایک پکا پل
بنا ہوا تھا۔ مگر وہاں فوج کا پہرہ تھا۔ وہاں سے کافی
پیچھے کی جانب ایک پرانا کشتیوں کا پل تھا۔ ساچو اور کیٹی

اس پل پہ سے گذر کر دریا کے دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔ اب
وہ دور نظر آنے والی پہاڑیوں کی طرف چلنے لگے۔ وہ دیر تک
ان پہاڑیوں میں گھومتے رہے انہیں وہ تکون بنانے والے
درخت کہیں نظر نہ آئے۔ کیٹی ساچو پر برس پڑی۔
"کمینے ساچو! تم نے یونہی بکواس کی تھی۔ اب بتاؤ وہ تمہارے
باپ کا خزانہ کہاں ہے؟"
ساچو پریشان ہو گیا تھا اور اس کی آنکھیں پہاڑیوں پہ
تکونی درختوں کو تلاش کر رہی تھیں۔ پھر اپنی خشخشی داڑھی کو
انگلی سے کریدتے ہوئے بولا۔
"کیپی تانو! ایسا لگتا ہے کہ کسی نے ان درختوں کو
اس خیال سے کاٹ ڈالا ہے کہ لوگ خزانے تک نہ
پہنچ سکیں۔"
کیٹی نے کہا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اس
خزانے کی حفاظت پر بھی لگا ہوا ہے۔"
ساچو بولا "ہو سکتا ہے کیپی تانو۔"
کیٹی نے کہا۔
"آؤ پھر ہم پہاڑیوں کے اوپر چل کر کٹے ہوئے درختوں
کو تلاش کریں گے۔"
"سی کیپی تانو!" ساچو بولا۔

وہ پہاڑی کے اوپر آ گئے۔ یہ زیادہ بلند نہیں تھیں اور
اوپر سے ان کی چوٹیاں ایک دوسرے سے ملی تھیں۔ وہ دونوں
وہاں اِدھر اُدھر پھرنے لگے۔ اچانک سانچو نے چلا کر کہا۔
"کیپٹی تانو ساپاٹا!"
"کیا ہے؟ کیوں چلا رہے ہو؟"
کیٹی نے ڈانٹ کر کہا۔
سانچو ایک جگہ کھڑا تھا۔ نیچے اشارہ کر رہا تھا۔ کیٹی وہاں پہنچی
تو اس نے دیکھا کہ سچ مچ وہاں دو درختوں کے کٹے ہوئے تنے
پہاڑی سے باہر نکلے ہوئے تھے۔ اوپر والے تنے کٹ چکے تھے
سانچو بولا۔
"کیپٹی تانو! یہی وہ دو کھجور کے درخت ہیں۔ کسی نے
انہیں کاٹ ڈالا ہے۔ اسی پہاڑی کے اندر خزانے والا
غار ہے۔"
کیٹی اور سانچو پہاڑی سے اتر آئے اور چل پھر کر غار کا
دروازہ تلاش کرنے لگے۔ ایک جگہ کیٹی نے دیکھا کہ پہاڑی کی
دیوار کے اندر چھوٹا سا کھوہ تھا۔ مگر کسی نے اس کے آگے بھاری
پتھر ڈال کر اس پر جھاڑیاں اس طرح ڈال دی تھیں کہ معلوم
ہوتا تھا یہاں کوئی غار نہیں ہے۔ مگر کیٹی کی آنکھوں نے اسے
پہچان لیا۔ اس نے سانچو سے کہا۔
"سانچو! ان پتھروں کو ہٹاؤ۔"

سانچو جلدی جلدی زور لگا کر پتھروں کو پیچھے ہٹانے لگا۔
وہاں ایک غار کا دروازہ نکل آیا۔ سانچو خوشی سے نعرہ
لگا کر بولا۔
"کیپٹی تانو! یہی خزانے کا غار ہے۔"
کیٹی نے کہا۔
"تو پھر پہلے تم اندر جاؤ۔"
سانچو جلدی سے پیچھے ہٹ گیا۔
"سی کیپٹی تانو! اندر دو مونہہ والا سانپ ہوگا۔ مجھے اس سے
ڈر لگتا ہے۔ وہ کسی کو نظر نہیں آتا۔"
کیٹی مسکرانے لگی: "کم بخت! اگر تمہیں دولت سے اتنا پیار
ہے تو پھر سانپ سے کیوں ڈرتا ہے۔"
سانچو بولا۔ "کیپٹی تانو! وہ غیبی سانپ ہے۔ میں اسے کیسے
مار سکتا ہوں۔ وہ تو نظر ہی نہیں آتا۔"
کیٹی نے کہا: "تم اس جگہ غار کے باہر ٹھہرو۔ میں اندر جاتا ہوں"
"سی سینور!"
یہ کہہ کر سانچو ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہوگیا اور کیٹی غار کے
اندر داخل ہوگئی۔
سانچو اپنے سردار ڈاکو ساپاٹا کی بہادری پر عش عش کر اٹھا۔
واقعی اس کا کیپٹی تانو ساپاٹا بہت بہادر تھا۔ دل میں وہ اس خیال

سے بھی بہت خوش تھا کہ اسے اپنی جان خطرے میں ڈالے بغیر خزانے میں سے آدھا حصہ مل جائے گا۔

وہ غار کے باہر ایک چٹان کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا اور کیٹی کو غار کے اندر اندھیرے میں گم ہوتے دیکھتا رہا۔

غار میں اندھیرا تھا۔ اور ایسی بُو پھیلی تھی جیسے وہاں لاشیں پڑی گلتی سڑتی رہی ہوں۔ کیٹی کے پاؤں کسی شے سے ٹکرائے اس نے جھک کر دیکھا۔ سچ مچ یہ ایک انسان کا پنجر پڑا تھا۔ ضرور یہ شخص خزانے کی تلاش میں اندر آیا ہوگا اور دوموہنی سانپ کے کاٹنے سے مر گیا۔ کیٹی اب سانپ کی بُو لینے کی کوشش کرنے لگی اتنا اسے معلوم تھا کہ خود اس کے جسم سے بھی ناگ کی بُو آ رہی ہو گی اور دوموہنی سانپ اس کو کچھ نہیں کہے گا۔ مگر وہ یہ بھول گئی تھی کہ اس وقت وہ ساپاما ڈاکو کے روپ میں ہے اور اس کے جسم سے ناگ کی بُو بالکل نہیں نکل رہی تھی۔

کیٹی بے خوف ہو کر غار میں آگے ہی آگے بڑھتی چلی گئی۔ غار میں اب ڈھلوان آ گئی تھی اور وہ نیچے اترنے لگی۔ یہاں نمی تھی اور ہوا بند سی تھی۔ ایک عجیب قسم کی بُو چاروں طرف غار کے اندر پھیلی تھی۔ کیٹی کو ابھی تک کسی سانپ کی نہ تو بُو آئی تھی اور نہ کسی سانپ نے اس پر حملہ کیا تھا۔ وہ غار کی تہہ میں آئی تو اس نے دیکھا کہ سامنے ایک محراب والا دروازہ

بنا ہُوا ہے جس کے آگے بھاری پتھر پڑا تھا۔ کیٹی نے پتھر کو پرے لڑھکا دیا۔

کیا دیکھتی ہے کہ سامنے ایک کوٹھڑی ہے جس میں لکڑی کے بڑے بڑے صندوق پڑے ہیں۔ کیٹی اندر داخل ہو گئی اس نے صندوق کے ڈھکنے اٹھا کر دیکھنے شروع کئے۔ ہر صندوق جواہرات اور سونے چاندی سے بھرا ہوا تھا۔ اتنا بڑا خزانہ کیٹی نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہ پوری ایک سلطنت کا خزانہ تھا۔ جیسے قرطبہ کے آخری عیسائی بادشاہ نے ملک سے فرار ہوتے ہوئے یہاں لا کر دفن کر دیا تھا۔ کیٹی نے فضا میں سانپ کی بُو سونگھنے کی بہت کوشش کی مگر حیرانی کی بات تھی کہ جو سانپ خزانے کی حفاظت پر لگا تھا اس کی بُو نہیں آ رہی تھی۔

کیٹی یہ بھی بھول گئی تھی کہ وہ سانپ غیبی سانپ تھا اور اسکی بُو اسے ہرگز نہیں آ سکتی تھی۔ کیٹی نے سوچا کہ اگر وہاں سانپ نہیں ہے تو وہ غار سے نکل کر قرطبہ کے مسلمان حکمران کے دربار میں جا کر یہ خزانہ اس کے حوالے کر دے گی۔ کیونکہ اس خزانے پر اب قرطبہ کے مسلمانوں کا حق ہے۔

اس خیال کے ساتھ وہ واپس مڑی اور خزانے کی کوٹھڑی سے باہر نکلنے لگی ہی تھی کہ اسے ایک پھنکار سنائی دی۔ وہ وہیں کھڑی ہو گئی۔ خزانے کا غیبی سانپ آ گیا تھا۔ کیٹی نے

اس امید میں کہ سانپ کو اس کے جسم سے ناگ دیوتا کی بُو
آجائے زور سے سانس لے کر چھوڑا اور کہا۔
"میں ساپاٹا ڈاکو نہیں ہوں۔ بلکہ کیٹی ہوں ناگ دیوتا
کی دوست اور اس کی بہن ہوں ۔۔۔ اے خزانے کے
سانپ مجھے بتا کہ ناگ کہاں ہوگا؟"
کیٹی کے جسم سے ناگ کی بو بھی نہیں آ رہی تھی۔ اسے
تو صرف ایک کرخت چہرے والا آدمی دکھائی دے رہا تھا
جو خزانے کے لئے وہاں آیا تھا۔ غیبی سانپ نے ایک زبردست
پھنکار کے ساتھ اڑ کر کیٹی پہ حملہ کر دیا اور وہ اس کی گردن
میں آ کر لپٹ گیا۔ اس کے دونوں منہ پھنکاریں مار رہے تھے
مگر وہ کیٹی کو دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ سانپ نے کیٹی کو
پل کی بھی مہلت نہ دی اور دونوں موہنوں سے اس کی
گردن پہ باری باری ڈس دیا اور اس کی گردن سے الگ ہو
گیا۔

سانپ کا خیال تھا کہ کیٹی گر کر مر جائے گی مگر ایسا نہ ہُوا
کیٹی ایک خلائی لڑکی تھی اور اس کا خون دنیا والوں کے خون
سے الگ تھا اور اس کے خون کے ذرات بھی بالکل الگ
تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اس سانپ کے زہر کا کوئی اثر نہ ہُوا۔
غیبی سانپ کیٹی کو دیکھ رہا تھا اور حیران تھا کہ وہ ابھی

تک زندہ کس طرح سے ہے؟
کیٹی نے بلند آواز میں کہا۔
"اے خزانے کے سانپ! کیا تجھے معلوم نہیں کہ میں خزانے
کو چرانے نہیں آئی ہوں۔"
غیبی سانپ کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا وہ صرف اتنا جانتا
تھا کہ یہ شخص اس خزانے کو لوٹنے آیا ہے۔ جس کی حفاظت
پہ اسے لگایا گیا ہے اور اسے ہر حالت میں اس ڈاکو کو
ہلاک کرنا ہوگا۔ سانپ نے ایک بار پھر اس پہ حملہ کر کے
ڈس دیا۔ مگر کیٹی پہ اس بار بھی زہر کا کوئی اثر نہ ہُوا۔ غیبی
غیبی سانپ غار کی چھت میں ایک کھوہ میں چلا گیا اور
اپنے دونوں موہنوں کی سرخ انگاروں ایسی آنکھوں سے دیکھنے
لگا۔ اس نے وہیں سے ایک پتھر کے سرخ ٹکڑے کو اٹھا کر اپنے
ایک منہ میں رکھا اور اب جو پھنکار ماری تو اس کے منہ سے
آگ کا نیلا شعلہ نکلا اور کیٹی کو اس نے اپنی لپیٹ میں لے لیا
لیکن کیٹی پر آگ نے کوئی اثر نہ کیا۔ پھر بھی وہ ایک طرف
اچھل کر ہٹ گئی اور خزانے کے سب سے بڑے صندوق
کے اوپر جا کر گری۔ اس کے گرنے سے صندوق کے نیچے سے
کیٹی کو ایسی آواز آئی جیسے کسی لڑکی نے آہستہ سے آہ
بھری ہو۔

کیٹی نے چونک کر صندوق کے پیچھے دیکھا۔ ایک لڑکی
کا چھوٹا سا پتلا جس کا رنگ سبز اور سیاہ تھا۔ وہاں صندوق
کے نیچے پتھروں میں گرا ہوا تھا۔ کیا یہ کراہ کی ہلکی سی آواز
اس پتلے کے منہ سے نکلی تھی؟ کیٹی نے یہ سوچا اور جلدی
سے لڑکی کے پتلے کو اٹھا لیا۔ اس کی انگلیاں پتلے کے جسم میں
ایک سخت چیز سے ٹکرائیں۔ کیٹی نے دیکھا کہ اس پتلے کے
دونوں کاندھوں کے درمیان دل کی جگہ پر ایک میخ ٹھکی ہوئی
تھی۔ کیٹی نے زور لگا کر وہ میخ باہر کھینچ دی۔

غار میں ایک چیخ کی آواز بلند ہوئی اور چھت کی کھوہ میں
سے غیبی سانپ ظاہر ہوا اور اس کے جسم میں آگ لگ گئی
اور وہ دھپ کی آواز سے شعلوں میں لپٹا ہوا کیٹی کے سامنے
زمین پر آن گرا اور دیکھتے دیکھتے جل کر راکھ ہو گیا۔ کیٹی نے
لڑکی کے پتلے کو دیکھا کہ اس کا رنگ آہستہ آہستہ سبز ہو رہا تھا
اور اس نے ہلنا شروع کر دیا تھا۔ کیٹی نے پتلے کو اٹھا کر
صندوق پر رکھ دیا اور اسے غور سے تکنے لگی۔ یہ ایک خوبصورت لڑکی
کا پتلا تھا اور اتنا چھوٹا تھا کہ کیٹی اسے اپنی مٹھی میں بند کر سکتی تھی
وہ یہ دیکھکر حیران ہو رہی تھی کہ لڑکی کے پتلے میں جیسے جان پڑ
رہی تھی۔

پھر لڑکی کے پتلے نے آنکھیں کھول دیں اور کیٹی کی طرف

پلکیں جھپکا کر دیکھا۔ اور کہا۔

"تم نے مجھے سانپ کے جسم سے نکالا۔ میں تمہارا شکریہ ادا
کرتی ہوں۔"

کیٹی نے پوچھا۔ تم کون ہو؟"

لڑکی کے پتلے نے کہا۔

میرا نام عابدہ ہے۔ میں قرطبہ کے عیسائی حکمران
فرانسو کے دربار کی شاہی کنیز تھی۔ جب مسلمانوں
نے قرطبہ کو فتح کیا تو شاہ فرانسو نے اپنے خاص درباری
ساحر کی مدد سے مجھے اس چھوٹے سے پتلے میں تبدیل کر
کے میری روح کو سانپ بنا کر اس خزانے کے پہرے
پر لگا دیا۔ اب تک کتنے ہی لوگ اس خزانے کی تلاش
میں یہاں آئے اور میرے سانپ نے انہیں ختم کر دیا
لیکن میں اس زبردست طلسم سے آزاد نہ ہو سکی۔ آج
تم پہلے شخص ہو جس نے میری روح کو سانپ کے جسم سے
آزاد کیا ہے۔ اب مجھ پر ایک اور احسان کرو اور مجھے
اس پتلے کے اندر سے نکال کر مجھے واپس اصلی انسانی شکل
میں لے آؤ۔"

کیٹی نے کہا۔"

یہ میرے اختیار میں نہیں ہے یا مجھے تم بتاؤ کہ میں تمہیں

کس طرح پھر سے انسانی شکل دے سکتی ہوں"۔
عابدہ کے پتلے نے کہا۔
یہ کام اتنا آسان نہیں ہے۔ مگر ایسا لگتا ہے کہ خدا نے
تمہیں کوئی خاص طاقت دے رکھی ہے جو تم میرے سانپ
کے ڈسنے سے بھی ہلاک نہیں ہو سکے۔ مجھ پر جس شاہی جادوگر
نے جادو کیا ہوا ہے وہ مر چکا ہے مگر مرتے مرتے وہ اس
جادو کا خاص تعویذ شاہ فرانسو کو دے گیا تھا تاکہ اس
کے خزانے کی حفاظت ہو سکے۔ اب یہ تعویذ شاہ فرانسو
کے بازو کے ساتھ بندھا ہے اور وہ ملک فرانس کے اپنے
بڑے قلعے میں رہتا ہے۔ اگر کسی طرح تم اس کے بازو
سے یہ تعویذ اتار کر اسے آگ میں جلا ڈالو تو میں پھر
سے انسانی شکل میں واپس آ سکتی ہوں۔ نہیں تو قیامت
تک میں اس پتلے کے اندر قید رہوں گی"۔
کیٹی نے کہا۔
"یہ کام واقعی بہت مشکل ہے عابدہ"
عابدہ کے پتلے کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے کہا۔
"اے نیک دل انسان! اگر تم نے میرے لئے یہ مشکل کام نہ کیا
تو میں دوبارہ کبھی زندہ انسان کی طرح زندگی بسر نہ کر سکوں گی۔
میری ماں اور بوڑھا باپ یہاں سے دور ایک گاؤں میں

رہتے ہیں۔ ان کو یہی بتایا گیا تھا کہ میں مر چکی ہوں۔ لیکن
میں اپنے ماں باپ کے پاس جانا چاہتی ہوں وہ مجھے
دیکھ کس قدر خوش ہوں گے۔ کیا تم میرے لئے
میرے ماں باپ کے لئے ان کی ممتا کے لئے یہ کام
نہیں کرو گے؟ تم کو خدا نے بہت طاقت دے رکھی
ہے۔ تم یہ کام آسانی سے کر سکتے ہو۔ میں قیامت تک تمہارا
احسان نہ بھولوں گی؟
کیٹی نے کچھ سوچ کر کہا۔
"اچھا عابدہ! میں تمہارے لئے فرانس جا کر جادو کا تعویذ
حاصل کر کے اسے جلانے کی کوشش کروں گی"۔
عابدہ کے پتلے کی آنکھوں میں خوشی سے آنسو آ گئے اس نے
کہا۔ "خدا تمہیں اس نیک کام کا عظیم ثواب دے گا۔ مگر میرے
محسن! تم نے اپنے بارے میں مجھے کچھ نہیں بتایا۔ تم شکل سے ڈاکو
لگتے ہو۔ مگر تمہارا دل نیک انسانوں ایسا ہے۔ تم کون ہو؟"
کیٹی نے اپنی مونچھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔
"تم یہ سمجھو کہ میں ایک ڈاکو ہوں۔ میرا نام ساپاٹا ہے۔
اور میں اس خزانے کی تلاش میں یہاں آیا تھا؟
عابدہ کے پتلے نے کہا۔ "مگر تم پہ سانپ کے زہر کا اثر کیوں
نہیں ہوا؟

میرے سانپ کا زہر تو انسان کو ایک پل میں مار ڈالتا ہے۔"
کیٹی بولی۔ "یہ ایک راز ہے جو میں تمہیں نہیں بتاؤں گی۔"
"بتاؤں گی؟ یہ تم نے کیا کہا ساپاٹاتا؟"
کیٹی کے منہ سے ایک بار پھر بتاؤنگی نکل گیا تھا۔ جلدی سے بولی۔
"میرا مطلب ہے بتاؤں گا۔ کسی وقت میری زبان غوطہ کھا جاتی ہے۔"
پھر کیٹی نے عابدہ کے پتلے کو اٹھا لیا اور پوچھا
"میں تمہیں اپنی جیب میں رکھونگا۔ میرا ایک ساتھی باہر بیٹھا میرا اور اس خزانے کا انتظار کر رہا ہے تم اس کے سامنے آواز مت نکالنا۔ یہ بتاؤ کہ میری جیب میں تمہارا دم تو نہیں گھٹے گا؟"
عابدہ کے پتلے نے باریک آواز میں کہا۔
"نہیں! جب تک مجھ پہ جادو کا اثر ہے میں مر نہیں سکتی۔ نہ آگ نہ پانی۔ مجھ پہ کچھ اثر نہیں کر سکتا۔"
کیٹی نے کہا۔
"ٹھیک ہے۔ پھر تم میری جیب میں رہو گی اور میں یہاں سے ملک فرانس کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔"
کیٹی نے عابدہ کے سبز چھوٹے سے انسانی پتلے کو اپنی جیب میں سنبھال کر رکھ لیا اور خزانے کی خفیہ کوٹھڑی سے نکل کر غار سے باہر آگئی۔

باہر اس کا ساتھی ڈاکو سانچو بڑی بے تابی سے اس کی راہ دیکھ رہا تھا پہلے تو وہ یہ سمجھا کہ اس کا سردار ساپاٹا اندر سانپ کے ڈسنے سے مر چکا ہے۔ لیکن جب اس نے اسے غار میں سے باہر نکلتے دیکھا تو خوش ہو کر آگے بڑھا۔
"کیپی تانو! خدا کا شکر ہے تم واپس آگئے خزانہ کہاں ہے کیپی تانو؟"
کیٹی نے کہا۔ "سانچو! خزانہ اندر موجود ہے۔"
سانچو نے نعرہ لگا کر کہا۔
"سی کیپی تانو! میں جانتا تھا تم خزانہ ڈھونڈ لو گے۔ چلو اب اسے باہر نکالتے رہیں۔ مگر کیپی تانو! غیبی سانپ کو تم نے مار ڈالا ہے ناں؟"
کیٹی نے کہا۔ "ہاں مار ڈالا ہے۔ مگر یہ خزانہ قرطبہ کے مسلمان حکمران اور اس کی رعایا کا حق ہے۔ ہم اس امانت کو قرطبہ کے شاہ کے حوالے کریں گے۔"
سانچو نے اپنا سر پکڑ لیا۔ "اف کیپی تانو! یہ تم کیا کہہ رہے ہو اتنا بڑا خزانہ ہم واپس کر دیں گے؟ نہیں نہیں کیپی تانو ساپاٹا اس خزانے پہ صرف [illegible] حق ہے جو اسے تلاش کرے ہم اس خزانے کو آدھا آدھا بانٹ لیں گے؟"

کیٹی نے ڈانٹ کر زوردار آواز میں کہا۔
"بکواس بند کرو۔ یہ خزانہ مسلمان رعایا کی امانت ہے۔ ہم اسے مسلمان رعایا کے حکمران شاہ قرطبہ کے حوالے کریں گے۔"
سانچو تو ہکا بکا سا ہو کر رہ گیا۔ مگر دل میں اسی وقت اس نے ساپاٹا ڈاکو کو قتل کر کے خزانے پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن اوپر سے مسکرا کر بولا۔
"کوئی بات نہیں کیپی تانو! اگر تمہاری یہی مرضی ہے تو میں بھی خزانے کا خیال دل سے نکال دیتا ہوں تم خزانہ شاہ قرطبہ کو واپس کر سکتے ہو؟"
کیٹی کہنے لگی "میرے ساتھ قرطبہ کے دربار کی طرف چلو۔"
سانچو نے کہا۔ "مگر کیپی تانو! تم ایک بات بھول رہے ہو تم ساپاٹا ڈاکو ہو۔ قرطبہ کی فوج قتل اور ڈاکے کے الزام میں تمہاری تلاش میں ہے۔ جونہی تم دربار میں گئے تمہیں گرفتار کر لیا جائے گا۔ اور یہ تم بھی جانتے ہو کہ یہاں مسلمانوں کی حکومت ہے اور وہ پورا پورا انصاف کرتے ہیں وہ تمہیں تمہاری خزانہ واپس کرنے کی نیکی کے باوجود سولی پہ لٹکا دیں گے۔ کیونکہ تم نے گنتی ہی بے گناہ انسانوں کو قتل کیا ہوا ہے"
کیٹی کے دل میں ایک بار خیال آیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ساپاٹا کی شکل ہونے کی وجہ سے وہ سچ مچ سولی پہ چڑھنے کے بعد مر جائے۔ پھر اس کو یاد آیا کہ سانپ نے

جب اس پہ آگ کے شعلے پھینکے تھے تو اسے کچھ نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ اس نے سانچو سے کہا۔
"میں نے یہ خزانہ شاہ قرطبہ کے حوالے کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے چاہے وہ لوگ مجھے سولی پہ ہی لٹکا دیں۔ خبردار اب اگر تم نے ایک لفظ بھی نکالا تو میں تمہارا تو کورو تو کورو کر دوں گا۔"
اور کیٹی نے تلوار نکال لی۔ سانچو ہاتھ باندھ کر بولا۔
"کیپی تانو! مجھے معاف کر دو۔ بس تمہارے ساتھ ہوں"
اب سوال یہ تھا کہ کیٹی شاہ قرطبہ کو خزانے کی خبر دینے جائے گی تو وہاں خزانے پہ پہرہ کون دے گا! کیٹی سانچو پہ بھروسہ نہیں کر سکتی تھی۔ اسے عابدہ کے پتلے کا خیال آگیا۔ وہ بولی۔
"سانچو! تم یہیں ٹھہرو۔ میں غار میں اپنا چھوٹا خنجر بھول آیا ہوں۔ وہ لے آؤں۔"
اور کیٹی جلدی سے غار میں دوبارہ داخل ہو گئی۔ اندر جاتے ہی اس نے عابدہ کے پتلے کو اپنی جیب سے نکال کر اپنے ہاتھ پہ رکھا اور کہا۔
"عابدہ کے پتلے سانچو کے ساتھ میری جو باتیں ہوئی ہیں" تم نے سن لی ہوں گی"
عابدہ کے پتلے نے کہا۔

ہاں۔ یہ ایک لالچی انسان ہے۔"
کیٹی نے کہا "مجھے اس پر اعتبار نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں
کہ جب میں شاہی دربار کو خزانے کی اطلاع دینے جاؤں گا
تو یہ لالچی ڈاکو غار میں داخل ہو کر جتنا خزانہ اٹھا سکا گھوڑے
پہ لاد کر لے جائے گا۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تم یہاں غار
میں رہ کر میرے واپس آنے تک خزانے کی حفاظت کرو۔ کیا
تم ایسا کر سکتی ہو؟

عابدہ کے تپلے نے کہا "میں ایسا کر سکتی ہوں۔ وہ غار میں
قدم نہیں رکھ سکے گا۔ ایسا کرو کہ تم مجھے یہاں کسی پتھر
کے پیچھے لٹا دو۔"

کیٹی نے عابدہ کے تپلے کو غار میں ایک پتھر کے پیچھے لٹا
دیا اور خود باہر نکل آئی۔ سانچو مکار نگاہوں سے کیٹی کو دیکھنے
لگا۔ کیٹی نے کہا۔

تم اس جگہ خزانے کی حفاظت کرو۔ میں جلد واپس
آ جاؤں گا۔ خبردار۔ اگر تم نے خزانے کی ایک شے
بھی چرانے کی کوشش کی تو میں تمہیں زندہ نہیں
چھوڑوں گا۔ تم جہاں بھی ہو گے وہیں پہنچ کر ٹھکانے
لگا دوں گا۔"

میں ایک راز بتانے آئی ہوں

سانچو نے عیاری سے ہاتھ جوڑ کر کہا۔
"کیپی تانو! میں کیوں خزانے کو چراؤں گا بھلا۔ میں تو
تمہارے ساتھ ہوں۔ جس طرح تم نے کہا ہے اب ویسے
ہی کروں گا۔"

کیٹی نے کہا "ٹھیک ہے میں جا رہا ہوں۔ قرطبہ کا شاہی
محل یہاں سے قریب ہی ہے۔ میں جلد واپس آ جاؤں گا۔"

"سی سینور!" سانچو نے سر جھکا کر کہا۔

کیٹی گھوڑے پر بیٹھ کر قرطبہ کی طرف روانہ ہو گئی۔
سانچو پہاڑی کی اوٹ سے ساپاٹا ڈاکو کو جاتے دیکھنے
لگا۔ جونہی وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہوا۔ سانچو مکاری سے
مسکرایا۔ اور غار کی طرف بڑھا۔ بھلا وہ اس خزانے کی کیونکر
حفاظت کر سکتا ہے۔ جس کو چرانے کا خیال وہ ایک عرصے
سے اپنے دل میں لئے ہوئے تھا۔ اس نے گھوڑے پر رکھا

ہوا۔ تھیلا اپنے کندھے پر ڈال لیا تھا تاکہ جتنا خزانہ اس میں بھرا جا سکے بھر کر رفو چکر ہو جائے۔ وہ بے فکری میں غار میں داخل ہو رہا تھا۔ کیونکہ اس کے خیال میں میدان بالکل صاف تھا۔ اس کے اور خزانے کے راستے میں عینی سانپ سب سے بڑی رکاوٹ تھی جو اب دور ہو چکی تھی۔ سانچو تیز تیز قدم اٹھاتا اندھیرے میں خزانے والی کوٹھڑی کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اچانک پتھروں کے بیچ میں سے ایک لڑکی کا پتلا نکل آیا اور اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

اندھیرے میں اس لڑکی کا پتلا روشن تھا اور سانچو کو صاف نظر آرہا تھا۔ سانچو نے سوچا کہ شاید یہ کوئی پرانی پتھر کی گڑیا ہے جو خزانے کے ساتھ ہی وہاں آگئی ہوگی اس نے کوئی خیال نہ کیا اور آگے بڑھا۔ مگر یہ پتلا عابدہ کا تھا اور وہ وہاں خزانے کی حفاظت کے لئے ہی بیٹھی تھی۔

سانچو پتلے کے قریب سے گذرنے لگا تو اس میں سے ایک تیز روشنی کی کرن نکل کر سانچو ڈاکو کے چہرے پر پڑی اور اس کے سارے جسم میں آگ بھڑک اٹھی۔ اور چیختا چلاتا پیچھے کو بھاگا مگر آگ نے اسے وہیں گرا دیا۔ وہ زمین پر گرا اور جل کر راکھ ہو گیا۔ عابدہ کا پتلا واپس پتھر کے درمیان جا کر چھپ گیا۔

دوسری طرف کیٹی، ساپاٹا ڈاکو کے روپ میں قرطبہ کے

قریب پہنچ چکی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اگر وہ ڈاکو ساپاٹا کے روپ میں ہی شاہی دربار میں گئی تو اسے ضرور گرفتار کر لیا جائے گا۔ اس کا بگڑے گا تو کچھ نہیں لیکن خواہ مخواہ اس کا سفر رک جائے گا اور اسے یہاں رکنا پڑے گا۔ اس لئے یہی بہتر ہے کہ کسی کے ذریعے بادشاہ کو پیغام پہنچا دیا جائے کہ شاہی خزانہ فلاں جگہ غار میں ہے۔ اسے جا کر قبضے میں کر لیا جائے۔

کیٹی شہر کے بڑے دروازے سے کچھ فاصلے پر ایک مسجد کو دیکھ کر رک گئی۔ اس نے سوچا کہ اس مسجد کے امام کو شاہی خزانے کا پیغام دیا جائے۔ جونہی وہ مسجد کی طرف بڑھی کچھ لوگوں نے اسے پہچان لیا اور شور مچا دیا۔

"ساپاٹا ڈاکو۔ ساپاٹا ڈاکو۔"

وہاں ایک افراتفری مچ گئی۔ کیٹی نے گھوڑے کو پیچھے موڑا کہ وہاں سے نکل جائے مگر اس جگہ کھڑے کچھ فوجیوں نے بھی اسے دیکھ لیا تھا۔ وہ بجلی کی طرح گھوڑے دوڑاتے وہاں آئے اور انہوں نے کیٹی کو گھیرے میں لے لیا۔ کیٹی نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں ساپاٹا ڈاکو ہوں اور تم لوگ میری تلاش میں تھے۔ اب میں پکڑا ہی گیا ہوں تو میری درخواست ہے کہ تم مجھے بادشاہ کے پاس پہنچا دو۔ میں اسے ایک ضروری پیغام دینا چاہتا ہوں۔" فوجی اسے زنجیروں میں جکڑ کر قید خانے میں لے

گئے۔ انہوں نے اس کی بادشاہ سے ملنے کی خواہش پر کوئی
دھیان نہ دیا۔ بلکہ اس کا مذاق اڑایا کہ ڈاکو بادشاہ سے ملنا چاہتا
ہے۔ سارا دن ساپاٹا قیدخانے میں پڑا رہا۔ شام کو اسے قاضی
کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ اس نے وہاں بھی بادشاہ سے ملنے
کی خواہش کا اظہار کیا۔ اب وہ سوائے بادشاہ کے کسی دوسرے
شخص کو خزانے کے بارے میں نہیں بتانا چاہتا تھا۔ اگرچہ وہ
جانتا تھا کہ عابدہ کا طلسمی پتلا خزانے کی حفاظت کر رہا ہے۔ مگر
وہاں ایک سے ایک بڑھ کر جادوگر وہاں موجود تھا اور ہو سکتا
تھا کہ کوئی ایسا جادوگر بھی ہو جو عابدہ کے پتلے کو جادو کے زور
سے بھسم کر دے اور خزانے پر قبضہ کرے۔ عدالت میں قاضی نے کہا

"تم قاتل ہو۔ ڈاکو ہو۔ تم نے کتنے بے گناہوں کو قتل کیا ہے
ہزاروں گھروں میں ڈاکے ڈالے ہیں اس لئے تمہیں سولی
کی سزا دی جاتی ہے۔ آج رات صبح ہونے سے پہلے
منہ اندھیرے تمہیں سولی پر لٹکا دیا جائے گا۔"

کیٹی نے چلا کر کہا۔ "تو کورو تو کورو! مجھے بادشاہ سے ضروری
بات کرنی ہے۔ اس میں تم سب لوگوں کی بھلائی ہے مجھے بادشاہ
سے ملا دو۔ میں تمہارے بادشاہ کو ایک عظیم الشان شاہی خزانے
کا پتہ بتانا چاہتا ہوں۔"

مگر کسی نے اس کی بات پر دھیان نہ دیا۔ اور اسے قیدخانے
میں واپس لے جا کر بند کر دیا گیا۔ کیٹی کو پریشانی بھی ہوئی اور
اسے سخت غصہ بھی آیا کہ یہ لوگ کس قدر جاہل ہیں کہ اسے بادشاہ
کے پاس نہیں لے جاتے۔ اب اس نے خود بادشاہ کے پاس جانے
کا فیصلہ کر لیا۔ مگر سوال یہ تھا کہ وہ کس طرح وہاں پہنچے ساپاٹا
کے روپ میں آنے کے بعد کیٹی کی طاقت اب ویسی نہیں رہی تھی۔
اسے خطرہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ سچ مچ سولی پر چڑھ جائے
اور مر جائے۔

سب سے پہلے تو اسے وہاں سے فرار ہونا تھا۔ مگر فرار
ہونے والی کوئی شکل نظر نہیں آتی تھی۔ قیدخانے کی دیواریں
پتھر کی تھیں۔ دروازے پر لوہے کی موٹی موٹی سلاخیں لگی
تھیں جنہیں وہ ساپاٹا کے روپ میں نہیں توڑ سکتی تھی۔
کیٹی نے فوراً چٹکی بجائی۔ اس کا خیال تھا کہ شاید وہ پھر سے کیٹی
کی شکل میں ظاہر ہو جائے۔ لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ چٹکی بے اثر گئی۔
وہ ساپاٹا ڈاکو کی شکل میں ہی رہا۔ اس کے پاس چند گھنٹے ہی
رہ گئے تھے۔ صبح ہونے سے پہلے اسے وہاں سے فرار
ہونا تھا۔ وقت گزرتا جا رہا تھا۔ کیٹی بے چینی کی حالت میں قیدخانے
کے اندر ٹہل رہی تھی۔

رات کا پچھلا پہر آ گیا اور قیدخانے کے دربان نے آ کر کیٹی
کو بتایا کہ تیار ہو جاؤ۔ تمہیں سولی پر لٹکانے کے لئے جلاد آ رہا
ہے۔ کیٹی اور زیادہ پریشان ہو گئی۔ دربان چلا گیا تو کیٹی نے
غصے کی حالت میں زمین پر زور سے پاؤں مارا اور کہا۔

اے میرے دوست جن! آج سے تم میرے دوست نہیں ہو۔ میں تمہیں اپنا دشمن سمجھوں گی۔ کوئی بات نہیں۔ میں مر بھی جاؤں گی تو تمہارا اب کبھی نام نہیں لوں گی۔"

اچانک جن دوست کی آواز گونجی۔

"کیا نام نہیں لوں گی نام نہیں لوں گی کی رٹ لگا رکھی ہے۔"

کیٹی کو جن دوست کی آواز سے بڑا حوصلہ ہوا۔ جلدی سے بولی۔ "خدا کا شکر ہے تم آگئے ہو۔ میری مدد کرو۔ یہ کیا تم نے مجھے بڑی بڑی مونچھوں والا ڈاکو بنا دیا ہے۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ یہ لوگ مجھے سولی پر لٹکا دیں؟"

جن دوست کی آواز آئی۔

"تو پھر چٹکی کیوں نہیں بجاتی ہو۔ مجھے کیوں پریشان کر رہی ہو۔"

"کیٹی نے جھنجلا کر کہا۔ "چٹکی بجاتے بجاتے تو میں تنگ آگئی کوئی اثر ہی نہیں ہوتا۔"

مگر جن دوست کی کوئی آواز نہ آئی۔ وہ جا چکا تھا۔ کیٹی نے دو ایک بار اسے پکارا مگر جن دوست نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ وہاں سے جا چکا تھا۔ کیٹی نے سوچا کہ جن دوست نے کہا ہے تو چٹکی بجا کر دیکھ لوں۔ اس نے آنکھیں بند کر کے اپنی اصلی شکل کا خیال کیا اور چٹکی بجا دی۔ آنکھیں کھولیں تو وہ اپنی شکل میں نہیں آئی تھی اور سا پاٹا ڈاکو کی ہی شکل میں تھی۔ سخت سٹ پٹائی۔ جلاد آنے ہی والا تھا۔ کیٹی نے ایک

بار پھر اپنی شکل کا خیال کر کے چٹکی بجائی مگر کوئی اثر نہ ہوا۔

اب اسے خیال آیا کہ شاید وہ اپنی مرضی سے شکل تبدیل نہیں کر سکتی اس نے کسی شکل کا تصور کئے بغیر چٹکی بجا دی۔ اس کے ساتھ ہی وہ ایک خانہ بدوش عورت کے روپ میں ظاہر ہو گئی۔ کیٹی نے اپنے لباس کو دیکھا بالکل خانہ بدوش نجومی عورتوں کی طرح کا لمبا کرتہ تھا اور سر پہ رومال بندھا تھا۔ گلے میں سبز اور لال منکوں کی مالا پہن رکھی تھی۔ کیٹی نے یہی غنیمت جانا کہ چلو سا پاٹا ڈاکو سے تو نجات ملی اب وہ اسے سولی پہ تو نہیں چڑھا سکیں گے۔

اتنے میں جلاد آگیا۔ اس کے ساتھ قاضی بھی تھا۔ جونہی انہوں نے دیکھا کہ قید خانے کے اندر سا پاٹا ڈاکو کی جگہ ایک خانہ بدوش عورت کھڑی ہے تو دونوں دنگ رہ گئے۔ قاضی نے دربان سے پوچھا۔

"ڈاکو سا پاٹا کہاں ہے؟"

دربان بھی حیران پریشان تھا۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو گیا ہے اور ڈاکو سا پاٹا اتنے کڑے پہرے سے کہاں نکل کر فرار ہو گیا؟ قاضی نے خانہ بدوش عورت یعنی کیٹی سے پوچھا کہ وہ کون ہے اور یہاں کیسے آگئی ہے۔

کیٹی نے خانہ بدوش عورت کی زبان میں کہا۔

"میں خود حیران ہوں کہ یہاں کیسے آگئی۔ میں تو شہر سے

باہر اپنے خیمے میں سو رہی تھی۔ آنکھ کھلی تو اس قید خانے میں ہوں
شاید مجھے کوئی جن خیمے سے یہاں اٹھا لایا ہے۔

قاضی نے حکم دیا کہ اس خانہ بدوش عورت کو چھوڑ دیا جائے
اور فوراً ساپاٹا کی تلاش میں فوج کے دستے روانہ کئے جائیں وہ
ابھی قریب ہی ہوگا۔ اسی وقت شاہی فوج کے سپاہی ڈاکو ساپاٹا
کو پکڑنے کے لئے تیز رفتار گھوڑوں پر ہوا سے باتیں کرنے لگے۔

کیٹی خانہ بدوش عورت کے روپ میں قید خانے سے باہر
نکل آئی۔ اس نے خدا کا شکر ادا کیا اور سیدھی شاہی محل کی
طرف چل پڑی۔ پَو پھٹنے والی تھی۔ تھوڑی دیر میں مسجدوں
میں آذانوں کی آواز گونجنے لگی۔ لوگ گھروں میں نماز پڑھنے
کے لئے بیدار ہو گئے۔ کیٹی جانتی تھی کہ مسلمان نماز پڑھنے کے
لئے صبح صبح جاگ پڑتے ہیں اور شاہی محل میں بادشاہ
اور ملکہ بھی اٹھ بیٹھی ہوں گی۔ وہ شاہی محل کی دیوار
کے نیچے جاکر کھڑی ہو گئی اور اس نے بلند آواز میں فقیروں
کی طرح آواز بلند کی۔

"شاہِ قرطبہ میں ایک راز بتانے آئی ہوں۔ مجھے محل میں بلاؤ"
کیٹی نے اتنی زور سے آواز بلند کی تھی کہ محل کے اوپر ملکہ نے
اس آواز کو سن لیا اس نے کنیز خاص سے کہا۔

"شامہ! دیکھو یہ محل کے نیچے کون فقیرنی ہے جو آواز لگا
رہی ہے اور بادشاہ سلامت کو کوئی راز بتانا چاہتی ہے اسے

اوپر بلا لاؤ۔

کنیز خاص اسی وقت محل کے نیچے گئی۔ سامنے کیٹی خانہ بدوش
عورت کے لباس میں کھڑی تھی۔ کنیز نے کیٹی سے کہا۔

"اے خانہ بدوش عورت! تمہیں ملکہ سلامت نے بلایا ہے
میرے ساتھ اوپر چلو۔"

کیٹی بڑی خوش ہوئی۔ وہ اس کے ساتھ ملکہ کے خاص محل
میں آ گئی۔ ملکہ نماز پڑھ رہی تھی۔ جب نماز پڑھ چکیں تو ملکہ
نے کیٹی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"تم بادشاہ سلامت کو کیا راز بتانا چاہتی ہو؟
کیا مجھ سے ذکر نہیں کرو گی؟"

کیٹی نے کہا: ملکہ عالم! یہ ایک ایسا راز ہے کہ صرف
بادشاہ سلامت کو ہی بتایا جا سکتا ہے۔"

ملکہ دانا عورت تھی خاموش ہو گئی۔ پھر کہا۔

"کنیز شامہ! اس عورت کو بادشاہ سلامت کے خواب گاہ
میں لے جاؤ۔"

کیٹی کنیز کے ساتھ بادشاہ کے خواب گاہ میں آ گئی۔ بادشاہ
سلامت نماز پڑھنے کے بعد جا نماز پر بیٹھے دعا مانگ رہے
تھے۔ کیٹی ادب سے کونے میں قالین پر بیٹھ گئی۔ بادشاہ سلامت
دعا مانگ کر فارغ ہوئے تو کنیز کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"کیا بات ہے شامہ! یہ خاتون کون ہے؟"

کیٹی نے خود کہا "اے شاہ قرطبہ! میں آپ کو ایک راز کی
بات بتانے آئی ہوں مگر پہلے اس کنیز کو یہاں سے بھجوا دیں۔
میں اپنا راز تنہائی میں آپ کو بتانا چاہتی ہوں"
بادشاہ نے اشارہ کیا۔کنیز خاص ادب سے سلام کر کے الٹے پاؤں
واپس چلی گئی۔اب خوابگاہ میں سوائے بادشاہ اور کیٹی کے
اور کوئی نہیں تھا۔بادشاہ نے کہا۔
"اب بتاؤ وہ کون سا راز ہے جو تم مجھے یہاں بتانے آئی ہو؟"
کیٹی نے ایک سانس میں شاہ قرطبہ کو شاہی خزانے کے بارے
میں سب کچھ بتا دیا۔بادشاہ نے سمجھا کہ یہ خانہ بدوش عورت
یونہی جھوٹ موٹ کہہ رہی ہے۔بھلا شاہ فرانسو کا خزانہ
کہاں مل سکتا ہے۔اس خزانے کے بارے میں تو شاہی خاندان
میں ہر ایک کو یقین تھا کہ شاہ فرانسو اسے ستر اونٹوں پر
لاد کر اپنے ساتھ واپس فرانس لے گیا تھا۔پھر بھی اس
نے خانہ بدوش عورت کا دل توڑنا مناسب نہ سمجھا اور
کہا "اگرچہ مجھے یقین ہے کہ اس ملک کی کسی غار میں ایسا کوئی
شاہی خزانہ نہیں ہے۔لیکن پھر بھی میں تمہارا دل نہیں توڑنا
چاہتا۔اور میں تمہارے ساتھ غار میں ضرور جاؤں گا۔"
کیٹی خوش ہو کر بولی:
"شاہ قرطبہ! جب آپ اپنی آنکھوں سے شاہی خزانے
کے چالیس صندوق دیکھیں گے تو اپنے آپ یقین آجائے گا"

بادشاہ نے تلوار لگائی۔حبشی باڈلا اور کیٹی کے ساتھ گھوڑے
پر سوار ہو کر شہر سے باہر والی پرانی پہاڑیوں کی طرف روانہ
ہو گیا۔کیٹی بادشاہ کے آگے آگے گھوڑا بھگائے چلی جا رہی
تھی۔وہ بادشاہ کو اس پہاڑی کے پاس لے گئی جس کے
غار میں خزانہ موجود تھا۔بادشاہ گھوڑے سے اتر پڑا۔بادشاہ
نے مسکرا کر کہا۔
"اے خاتون تیری خواہش پوری کر دی۔اب ہمیں اجازت
دو۔ہم واپس شاہی محل میں جائیں گے۔"
کیٹی نے کہا "بادشاہ سلامت! کیا خزانے کو اپنے ساتھ نہیں
لے جاؤ گے؟
"کونسا خزانہ خاتون؟ تمہارا دماغ خراب ہو گیا۔میں اب
تک تمہارا لحاظ کر رہا تھا۔اب میں تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ
اگر تم نے دوبارہ خزانے کا نام لیا تو میں تمہیں زندگی
بھر کے لئے قید خانے میں ڈال دوں گا۔
کیٹی نے بادشاہ کی طرف دیکھ کر کہا۔
"شاہ قرطبہ! مجھے آپ سے کوئی غرض۔کوئی لالچ نہیں ہے۔
میری بات کو غور سے سنیں۔نہ میں آپ کی رعایا ہوں اور نہ
مجھے آپ کے خزانے سے کوئی دلچسپی ہے۔یہ میری دیانت داری
کا جذبہ تھا۔جس کی وجہ سے میں یہاں سے نکل کر آپ کے محل میں
پہنچی تھی۔اگر آپ کو خزانے کی ضرورت نہیں ہے تو نہ سہی۔مگر

اب میں چاہتی ہوں کہ ایک نظر آپ اندر چل کر شاہ فرانسو کے
شاہی خزانے کو دیکھ لیں۔ تاکہ آپ پر ثابت ہو جائے کہ میں
جھوٹ نہیں بول رہی تھی۔"
بادشاہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ تھوڑی دیر کچھ سوچتا رہا
اور پھر بولا۔" اگر تمہارا اصرار ہے تو چلو۔ میں تمہاری یہ خواہش
بھی پوری کئے دیتا ہوں۔ تم آگے آگے چلو"
کیٹی غار میں داخل ہو گئی اس نے غار کے اندھیرے میں
عابدہ کے پتلے کو دیکھا اور اسے اٹھائے بغیر آگے نکل گئی
عابدہ کے پتلے نے قرطبہ کے بادشاہ کو پہچان لیا تھا۔ لیکن
وہ یہ نہ سمجھی کہ اس کے ساتھ خانہ بدوش عورت کون تھی۔
اس لئے وہ بھی اپنی جگہ پر خاموش ہو کر بیٹھ رہی۔ کیٹی بادشاہ
کو اندھیرے میں لے جاتی ہوئی اس کوٹھڑی میں پہنچ گئی
جہاں شاہی خزانے کے صندوق رکھے تھے۔
بادشاہ نے صندوق دیکھے تو اس کا ماتھا ٹھنکا۔ اس نے صندوق
پہچان لئے۔ شاہی خزانہ اسی قسم کے صندوقوں میں رکھا جاتا تھا۔
بادشاہ نے آگے بڑھ کر ایک صندوق کو کھولا تو اس کی آنکھیں کھلی
کی کھلی رہ گئیں۔ صندوق بے حد قیمتی ہیرے جواہرات اور سونے
کے سکوں سے بھرا ہوا تھا۔ کیٹی نے کہا۔
اے بادشاہ! یہ سارے صندوق شاہی خزانے سے بھرے
ہوئے ہیں اور یہ اس ملک کا خزانہ ہے جس کو شکست کے بعد

شاہ فرانسو اپنے ساتھ نہیں لے جا سکا۔ لیکن اس نے اسے
اس غار میں بند کر دیا اور اس کے دروازے پر ایک جادوئی
سانپ کو پہرے پر بٹھا دیا۔ میں نے اس جادوئی سانپ کو ہلاک
کر ڈالا اور آپ کو اطلاع دینے چلی گئی"
بادشاہ نے کیٹی کا بے حد شکریہ ادا کیا اور کہا۔
اے ایماندار خانہ بدوش عورت! تمہارے اس ایمانداری
کے جذبے کو ہم کبھی فراموش نہیں کریں گے۔ ہماری تاریخ میں
تمہارا نام زندہ رہے گا۔
کیٹی نے کہا" مجھے تاریخ میں زندہ رہنے کے لئے ضرورت
نہیں بادشاہ سلامت میں پہلے ہی تاریخ میں زندہ ہوں۔
بادشاہ نے پوچھا کیا مطلب؟
کیٹی نے مسکرا کر کہا۔ آپ اسے نہیں سمجھ سکیں گے بہرحال
آپ اپنے غلاموں کو جا کر حکم دیں کہ جتنی جلدی ہو سکے یہ خزانہ
اونٹوں پر لاد کر شاہی خزانے میں پہنچا دیں۔"
بادشاہ نے کہا" ایسا ہی ہو گا۔ کیا تم ہمارے ساتھ محل میں
نہیں جاؤ گی؟ ہم تمہیں دربار کا سب سے بڑا اعزاز دینا چاہتے
ہیں۔"
کیٹی کہنے لگی" شکریہ بادشاہ سلامت! میں یہاں رہ کر خزانے
کی حفاظت کروں گی۔ آپ غلاموں کو یہاں بھیج دیں۔"
بادشاہ نے کہا" ہم جاتے ہیں۔ غلام اونٹ لے کر تھوڑی دیر

میں یہاں پہنچ جائیں گے۔ لیکن ہم خواہش کرتے ہیں کہ تم ہمیں
محل میں آکر ایک بار ضرور ملو۔"

کیٹی بولی: "اے بادشاہ! میں خانہ بدوش ہوں ہم ایک جگہ نہیں
ٹھہرتے۔ بادشاہوں کے محلوں میں ہمارا کام ــــ مگر میں
آپ کے دربار میں آکر آپ سے ملنے کی کوشش کروں گی۔"

بادشاہ نے کیٹی کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

"ہم آپ کا انتظار کریں گے۔"

بادشاہ چلا گیا تو کیٹی سیدھی اس جگہ آ گئی جہاں اس نے
عابدہ کے پتلے کو چھپا کر رکھ دیا تھا۔ کیٹی کو خانہ بدوش عورت
کے روپ میں دیکھ کر عابدہ کا پتلا ایک بار پھر باہر نکل
آیا اور کیٹی پر روشنی پھینکنے ہی والا تھا کہ کیٹی نے ہاتھ اٹھا کر کہا

"عابدہ! ہوش کرو۔ کیا تم نے مجھے پہچانا نہیں؟"

عابدہ کا پتلا وہیں ٹھہر گیا اس خانہ بدوش عورت کو اس کا
نام کیسے معلوم ہوا؟

ضرور یہ اسے جانتی ہے۔ اس نے کیٹی سے پوچھا۔

"تم کون ہو؟"

کیٹی نے کہا: "سنو۔ یہ کچھ عجیب معاملے ہیں۔ تم انہیں پوری
طرح نہ سمجھ سکو گی۔ بس تم یہ سمجھ لو کہ میں ساپاٹا ڈاکو ہوں
لیکن کسی وجہ سے خانہ بدوش عورت کی شکل اختیار کر چکا ہوں"

عابدہ کا پتلا حیرانی سے کیٹی کو تک رہا تھا۔

"تم مجھے سچ سچ کیوں نہیں بتاتے کہ تم کون ہو؟"

کیٹی مسکراتے ہوئے اس پتلے کے پاس بیٹھ گئی۔ پھر اس کو
اپنی ہتھیلی پر رکھ کر کہا۔

"تو پھر تمہیں میں اپنی اصلی کہانی سنائے دیتی ہوں۔ سنو۔
میرا نام کیٹی ہے۔ میں کسی دوسرے سیارے کی مخلوق ہوں۔ مگر
یہاں آکر بس اب اسی دنیا کی ہو کر رہ گئی ہوں۔

اس کے بعد کیٹی نے شروع سے آخر تک اپنی زندگی کی
ساری کہانی عابدہ کے پتلے کو بیان کر دی۔ جن دوست اور
اس کی چیچی کا واقعہ بھی بتا دیا۔ عابدہ کا پتلا بڑے تعجب
اور دلچسپی سے کیٹی کی زندگی کے حیرت انگیز واقعات سنتا
رہا۔ پھر وہ بولا۔

"کیٹی! میں نے تم ایسی عورت آج تک نہیں دیکھی۔ مجھے
فخر ہے کہ تم میری سہیلی بن گئی ہو اور تم نے میری جان بھی بچائی ہے"

پھر کیٹی نے پوچھا کہ سانپ کا کیا ہوا؟ عابدہ کے پتلے
نے کہا کہ وہ تمہارے جاتے ہی خزانہ لوٹنے تھیلے لے کر
اندر آ گیا تھا مگر میں نے اسے آگ میں جلا کر راکھ کر ڈالا

پتلے نے پوچھا۔

"شاہ قرطبہ کے ساتھ کیا باتیں ہوئیں؟"

کیٹی بولی۔ "میں نے شاہی خزانہ شاہ قرطبہ کے حوالے
کر دیا ہے۔ ابھی شاہی دربار کے غلام اونٹ لے کر

آئیں گے اور خزانہ لاد کر لے جائیں گے۔"

پھر کیٹی کہنے لگی۔" بادشاہ کی خواہش ہے کہ میں یہاں سے جانے سے پہلے اس سے ضرور ملاقات کروں؟

عابدہ کے پتلے نے کہا۔" بادشاہ کی خواہش ضرور پوری کرو۔ مگر اس سے میرا ذکر نہ کرنا۔"

ٹھیک ہے تمہارا ذکر نہیں کروں گی۔"

دن چڑھ چکا تھا کہ شاہی غلام ستر اونٹ لے کر وہاں پہنچ گئے۔ ان کے ساتھ فوج کے دستے بھی تھے گھوڑ سوار اور پیدل بھی تھے۔ انہوں نے سارے کا سارا خزانہ اونٹوں پہ لادا اور شاہی محل کی طرف واپس روانہ ہو گئے۔

ان کے جانے کے کچھ دیر بعد کیٹی نے عابدہ کا پتلا جیب سے نکالا اور اس سے پوچھا" کیا خیال ہے بادشاہ سے ملا جائے یا نہیں؟"

عابدہ کے پتلے نے جواب دیا۔

" جیسے تمہاری مرضی"

کیٹی نے کہا۔" میں اصل میں ابھی کچھ دیر اس علاقے میں رہنا چاہتی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ ناگ سے اسی جگہ ملاقات ہوگی۔ اس لئے ابھی فرانس جا کر تمہیں جادوئی تعویذ سے نجات دلانے میں شاید کچھ دن لگ جائیں۔"

عابدہ کے پتلے نے کہا: کوئی بات نہیں کیٹی! ناگ سے

ملنا بہت ضروری ہے۔ لیکن ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ بادشا
فرانسو اس جادوئی تعویذ کو کسی ایسی جگہ گاڑ دے یا دفن
کردے کہ پھر صدیوں سے اسے تلاش کرنا مشکل ہو جائے کیونک
بادشاہ اب بوڑھا ہو چکا ہے اور وہ یہ راز مرتے وقت
کسی کو نہیں بتائے گا۔"

کیٹی نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ عابدہ کا پتلا ٹھیک کہہ
رہا تھا۔ اگر بادشاہ فرانسو مر گیا تو وہ ضرور اس تعویذ کو
اپنے ساتھ قبر میں لے جائے گا اور اگر ساتھ نہ لے جا
تو مرنے سے پہلے اسے کسی ایسی جگہ دفن کروا دے گا
چھپوا دے گا کہ جہاں سے اسے کوئی بھی تلاش نہ کر سکے
گا اور عابدہ کا پتلا قیامت تک اسی طرح زندگی بسر کرے گ
کیٹی نے کہا۔

" بہت اچھا ہے میں سب سے پہلے تمہیں اس تکلیف
دہ طلسم سے رہائی دلانے کی جتن کرتی ہوں۔
ہم کل یہاں سے ملک فرانس کی طرف روانہ ہو جائیں گ

عابدہ کے پتلے نے کیٹی کا شکریہ ادا کیا اور کہا۔

" تم مجھ پہ جو احسان کر رہی ہو کیٹی اسے میں ہمیشہ یاد رکھ

دوسرے دن کیٹی نے عابدہ کے پتلے کو جیب میں رکھا اور خانہ بدو
کے ایک قافلے کے ساتھ ملک فرانس کی طرف روانہ ہو گئی۔

سنہری گھونگا اور فارون کی بدروح

ناگ قرطبہ پہنچ گیا۔

کیٹی کو قرطبہ سے فرانس کی طرف روانہ ہوئے ایک روز گذر چکا تھا۔ ناگ شاہین کی شکل میں تھا۔ وہ شہر کے اندر ایک عظیم الشان مسجد قرطبہ کے قریب ایک باغ کی دیوار پر اتر کر بیٹھ گیا اسے یہ بات یاد نہیں رہی تھی کہ عرب لوگ بازوں اور شاہینوں کے بڑے شوقین ہوتے ہیں اور وہ ان کا شکار بھی کرتے ہیں اور انکو پکڑ کر سدھا کر ان سے شکار بھی کرواتے ہیں۔

جس جگہ ناگ شاہین کی شکل میں اترا وہاں ایک غریب لڑکا کھڑا تھا اس زمانے میں شاہین دس درہم میں فروخت ہو جاتا تھا اس غریب لڑکے نے باز کی طرف دیکھا اور خدا سے دعا مانگی "یا خدا! اگر یہ باز مجھے ہاتھ آجائے تو آج کے دن کے لئے میں اپنے ماں باپ کے کھانے کو کچھ لے جا سکتا ہوں۔"

ناگ نے بھی اس لڑکے کی فریاد سن لی۔

نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اس کے قابو میں آجائے گا اور اسے کچھ نہیں کہے گا۔ ناگ اپنی جگہ پر چپ چاپ بیٹھا رہا۔ لڑکا گھات لگا کر ناگ کی طرف بڑھا۔ قریب آکر اس نے جھپٹا مار کر شاہین کو پکڑ لیا۔ وہ شاہین کو پکڑ کر اس قدر خوش ہوا کہ ناچتا ہوا اپنے گھر کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ اس نے اتنی آسانی سے شاہین کبھی نہیں پکڑا تھا۔ کیونکہ باز اور شاہین ایسے پرندے ہیں جو بڑے بڑے شکاریوں کو بڑی مشکل سے ملتے ہیں اس نے گھر جانے کی بجائے قرطبہ کے مشہور شاہین بازار کا رخ کر لیا یہاں اس نے ایک یہودی دکاندار کو باز دکھایا تو اس نے فوراً اندازہ لگا لیا کہ یہ باز بڑا خاندانی باز ہے اور بڑی مشکل سے ہاتھ آتا تھا۔ مگر اس نے لڑکے سے کہا۔ "ارے یہ کہاں سے گدھ پکڑ لایا ہے تو؟"

لڑکے نے کہا۔ "جناب یہ تو باز ہے میں اکثر جانور پرندے پکڑتا رہتا ہوں مجھے معلوم ہے کہ یہ باز ہے۔"

یہودی نے کہا "اچھا اگر تو کہتا ہے کہ یہ باز ہے تو میں مانے لیتا ہوں۔ میں اس کا تمہیں ایک درہم دوں گا۔"

لڑکا اس کا منہ تکنے لگا "جناب ایک درہم تو کچھ بھی نہیں"

یہودی نے جھڑک کر کہا "ارے تو بھی تو اسے چوری کر کے لایا ہے یہ لے ایک درہم نہیں تو میں اسی وقت تمہیں

پولیس کے حوالے کر دوں گا۔

لڑکا گھبرا گیا۔ کہنے لگا۔ "اچھا ایک درہم ہی دے دیں۔"

ناگ کو اس کنجوس اور عیار یہودی پر سخت غصہ آیا جو اس بھولے بھالے لڑکے کو ٹھگ رہا تھا۔ لڑکا ایک درہم لے کر اداس سا ہو کر چلا گیا۔ اسی وقت ناگ نے سانس کھینچ لیا لیا اور سانپ بن کر یہودی کے سامنے پھن اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔ یہودی چیخ مار کر گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا۔ ناگ دوبارہ باز بن گیا اور اڑتا ہوا اس لڑکے کے پاس پہنچ گیا جو اس وقت بازار میں سے نکل رہا تھا۔

ناگ ایک جھاڑی کے پیچھے چلا گیا۔ وہاں اس نے انسانی شکل اختیار کی اور لڑکے کے سامنے آ کر بولا۔

"بیٹا تم نے ابھی ابھی جو باز پکڑا تھا وہ کہاں گیا۔"

لڑکے نے کہا "جناب! میں نے چرایا نہیں تھا مجھے معاف کر دیں۔"

لڑکا گھبرا گیا کہ شاید بوڑھے یہودی نے اس کے بارے میں شکایت کر دی ہے۔ ناگ نے ہنس کر کہا۔

"ارے بیٹا! میں کب کہتا ہوں کہ تم نے باز چوری کیا تھا۔ اچھا یہ بتاؤ تم کہاں رہتے ہو؟"

لڑکے نے کہا "جناب! میں پرانی سرائے کے پاس اپنے

ماں باپ کے پاس رہتا ہوں۔ ہم بڑے غریب ہیں جناب میرا باپ نابینا ہے وہ کام نہیں کر سکتا۔"

ناگ کہنے لگا "تم مجھے اپنے گھر لے چلو گے؟ مجھے بڑی بھوک لگ رہی ہے۔"

لڑکا کہنے لگا۔ "ہاں جناب۔ ضرور چلیں۔ اگر کھانے کو کچھ ہوگا تو آپ کو پیش کر دیں گے۔"

ناگ نے لڑکے کو ساتھ لیا اور اس کے گھر آ گیا۔ یہ ایک ٹوٹا پھوٹا گھر تھا۔ ناگ لڑکے کے ماں باپ سے ملا۔ اس کا ماں باپ نابینا تھا لڑکے کا نام عاصم تھا لڑکے عاصم کی ماں اسی وقت ہمسائے کے گھر گئی۔ وہاں سے کچھ آٹا ادھار لیا اور اس کی روٹی پکا کر اچار کے ساتھ ناگ کے آگے رکھی ناگ نے کہا۔

"بہن میں نے تمہیں بہت تکلیف دی"

عاصم کے نابینا باپ نے کہا۔

"مہمانوں کی خدمت ہر مسلمان کا فرض ہے بیٹا"

ناگ کو بھوک تو تھی نہیں وہ تو ان لوگوں کی مدد کرنے کے لئے کوئی بہانہ تلاش کرنا چاہتا تھا۔ اس نے یونہی تھوڑی سی روٹی کھائی اور بولا۔

"اچھا بہن جی اب میں جاتا ہوں۔"

ناگ چلا گیا۔ وہ سیدھا شہر سے باہر ایک ویران ٹیلے کے پاس آ گیا۔ اس نے آنکھیں بند کر کے سانپ کی بولی بول کر آس پاس رہنے والے کسی بھی سانپ کو آواز دی۔ ایک بھورے رنگ کا سانپ جھاڑیوں میں سے نکل کر سامنے آ گیا اور سر جھکا کر بولا۔

"اے عظیم ناگ! کیا حکم ہے؟"

ناگ نے سانپ کو کہا کہ اگر تمہارے قریب کوئی خزانہ ہے تو اس میں سے سب سے قیمتی شے لے کر حاضر کرو۔ سانپ نے کہا۔

عظیم ناگ! خزانہ یہاں سے پانچ سو کوس دور ایک جگہ دفن ہے۔ لیکن اس وقت میرے پاس سونے کی اشرفیوں سے بھرا ہوا ایک مرتبان ہے اگر آپ حکم کریں تو وہ حاضر کر دوں۔ ہاں۔ وہی لے آؤ۔"

بھورا سانپ جھاڑیوں سے نکل کر ٹیلے کے غار میں گیا اور پھر ایک مرتبان کو لڑھکاتا ہوا باہر نکال لایا۔ ناگ نے اس مرتبان کو کھول کر دیکھا۔ وہ سونے کی اشرفیوں سے بھرا ہوا تھا ناگ نے مرتبان اٹھا کر کاندھے پر رکھا اور واپس لڑکے عاصم کے ٹوٹے پھوٹے مکان میں آ گیا۔ اس نے مرتبان لڑکے عاصم اور اس کی ماں کے درمیان رکھ کر کہا۔

"بہن! یہ میرا تحفہ قبول کرو۔"

انہوں نے جو سونے کی اشرفیاں دیکھیں تو دنگ رہ گئے

عاصم کے باپ نے پوچھا۔ ہمارے مہمان نے کیا تحفہ دیا ہے عاصم بیٹے؟" لڑکے نے اور اس کی ماں نے بتایا کہ سونے کی اشرفیوں سے بھرا ہوا مرتبان دیا ہے۔ اس کا باپ بھی حیران رہ گیا۔ اس نے یہ مرتبان ناگ کو واپس کرنے کیلئے کہا مگر ناگ اس وقت اس [illegible]ر سے نکل چکا تھا۔

ناگ انسانی شکل میں ہی قرطبہ شہر کے ایک بازار میں آ گیا [illegible]ام ہو گئی تھی۔ ایک سرائے میں مشعل روشن تھی اور کچھ لوگ [illegible]ہر بیٹھے الا ئچیوں والا قہوہ پی رہے تھے۔ ناگ بھی ان کے پاس [illegible]کر بیٹھ گیا اور قہوہ منگوا کر پینے لگا۔ وہ لوگ شاہی خزانے [illegible] ذکر کر رہے تھے۔ لوگوں میں یہ بات پھیل چکی تھی کہ شاہ [illegible]طبہ ایک پہاڑی غار سے شاہ فرانسو کا خزانہ اونٹوں پر [illegible]ا کر لایا ہے۔ ایک آدمی بولا۔

یہ خزانہ کئی برسوں سے غار میں دفن تھا۔ جو کوئی ا[illegible] غار میں جاتا تھا اسے دو منہ والا سانپ مار ڈالتا تھا

دوسرا بولا۔ ہمارے بادشاہ کو اس خزانے کا پتہ کیسے چلا؟ [illegible]ور وہ اسے وہاں سے کیسے نکال لایا؟

تیسرا آدمی بولا: "کہتے ہیں غار میں سے کوئی خانہ بدوش [illegible]رت نکل کر بادشاہ کے پاس گئی تھی۔ سانپ کو بھی اس نے

"یہ خانہ بدوش عورت ضرور کوئی جادوگرنی ہوگی۔" تیسرا
بولا۔ پہلا آدمی کہنے لگا: "مجھے ایک بزرگ نے بتایا تھا کہ یہ عورت
اصل میں کسی دوسرے سیارے سے آئی ہوئی تھی۔"
لوگوں نے ایک قہقہہ لگایا۔
تمہارے بزرگ نے ضرور خواب دیکھا ہوگا بھلا کوئی دوسرے
سیارے سے بھی آسکتا ہے۔
ناگ کے کان کھڑے ہوگئے اس نے بزرگ کے بارے میں
بتانے والے آدمی سے کہا۔
"بھائی! کیا تمہارے بزرگ پرانی سردرد کا بھی علاج کردیتے ہیں"
ناگ کو معلوم تھا کہ جو بزرگ دوسرے سیارے کی مخلوق کے
بارے میں بتا سکتا ہے وہ سردرد اور دوسری بیماریوں کا بھی
جادو ٹونے سے علاج کرتا ہوگا۔ وہ آدمی کہنے لگا۔
"ہاں کیوں نہیں تمہیں سردرد کی شکایت ہے؟"
ناگ بولا: "ہاں بھائی! رات کو روز میرے سر میں درد
شروع ہوجاتا ہے۔ میں ایک ماہ سے سو نہیں سکا۔ مجھے
اس بزرگ کے پاس لے چلو۔
وہ آدمی ناگ کو لے کر ایک پرانی مسجد کے حجرے میں
آگیا۔ یہاں ایک سفید بالوں والا بزرگ بیٹھا تسبیح پھیر رہا
تھا۔ اس کے چہرے پر بڑا جلال تھا۔ اس نے ناگ کی طرف

گھور کر دیکھا اور کہا۔
"کیا چاہتے ہو تم؟"
ناگ نے کہا۔ "حضور میرے سر میں درد ہے۔ اس کا
علاج کرانے آیا ہوں۔"
بزرگ نے ناگ کے ساتھ آنے والے آدمی سے کہا کہ چلا جا
جب وہ آدمی سلام کرکے واپس چلا گیا تو بزرگ نے ناگ سے
کہا۔ "اب بتاؤ تم کیا چاہتے ہو۔ میں ستاروں کا علم جانتا
ہوں۔ مجھے تمہارے ستارے نے بتایا ہے کہ تمہیں سردرد
بالکل نہیں ہے اور تم مجھ سے کچھ اور ہی پوچھنے آئے ہو۔"
ناگ اس بزرگ کی اس بات پر بڑا حیران ہوا اب اسے
یقین ہوگیا کہ جس خانہ بدوش عورت کے بارے میں اس
نے بتایا تھا کہ وہ کسی دوسرے سیارے سے آئی ہوئی ہے
وہ یقیناً کیٹی ہی ہوگی۔ ناگ بولا۔
"حضور! جس خانہ بدوش عورت نے بادشاہ کو خفیہ
خزانے کا پتہ دیا تھا اور جس کے بارے میں آپ نے کہا تھا
کہ اس کا تعلق کسی دوسرے سیارے سے ہے میں اس کے
بارے میں پتہ کرتے آیا ہوں۔ میں اس کی تلاش میں ہوں۔
بزرگ نے صندوقچی میں سے نجوم کی پرانی کتاب اور تختی
نکال کر کہا۔

"اصل بات یہ ہے کہ میں نے اس خانہ بدوش عورت کا زائچہ بنایا تھا اور ستاروں کے حساب سے معلوم کیا تھا کہ وہ ہماری زمین کی رہنے والی نہیں ہے۔ کیونکہ زائچہ ایک انسان کے بارے میں سب کچھ بتا دیتا ہے۔"

ناگ نے سونے کی ایک اشرفی اس بزرگ کی خدمت میں پیش کی اور کہا۔

"یہ آپ کی نذر ہے۔ کیا آپ خانہ بدوش عورت کے بارے میں مجھے بتا سکتے ہیں کہ وہ اس وقت کہاں ہو گی۔"

بزرگ نے اس خانہ بدوش عورت کا زائچہ نکال لیا اور کہا

"مجھے اس زائچے پہ ایک بار پھر غور کرنا پڑے گا۔"

بزرگ کچھ دیر تک خانہ بدوش عورت کے زائچے پر غور کرتا رہا۔ تختی پر کچھ لکھتا اور اور حساب لگاتا رہا۔ پھر ناگ کی طرف دیکھ کر بولا۔

"میرے بچے! میرا بنایا زائچہ بس اتنا ہی بتا رہا ہے کہ یہ عورت کسی دوسرے سیارے کی رہنے والی ہے اور اس زمین کی باشندہ نہیں ہے۔ وہ اس وقت کسی جگہ پہ ہے، زائچہ اس کے بارے میں خاموش ہے۔"

ناگ خاموش ہو گیا۔ وہ بزرگ ناگ کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"میرا اندازہ مجھے بتا رہا ہے کہ تم کو زمین کے اندر چھپے ہوئے خزانوں کا علم ہے۔"

ناگ مسکرانے لگا۔ بولا۔ نہیں جناب۔ یہ آپ کا وہم ہے۔ مجھے کسی خزانے کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔"

اس بزرگ کے پاس ایک عورت بھی تھی جو اس کو کھانا وغیرہ پکا کر دیتی تھی۔ یہ ایک لالچی عورت تھی اور یہ بزرگ کی کتابوں سے جادو ٹونا بھی کیا کرتی تھی۔ وہ پردے کے پیچھے کھانا تیار کرتے ہوئے یہ باتیں سن رہی تھی اس نے جب سنا کہ اس آدمی ناگ کو زمین کے اندر چھپے ہوئے خزانوں کا علم ہے تو اس کے دل میں دولت کی ہوس بیدار ہو گئی اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اس آدمی یعنی ناگ کو اپنے جادو میں کسی طرح قید کر کے اس سے زمین میں چھپے ہوئے خزانوں کے بارے میں معلومات حاصل کرے گی اور دنیا کی امیر عورت بن کر باقی زندگی بسر کرے گی۔

اس عورت کا نام سانچکا تھا۔ جب ناگ بزرگ سے رخصت ہو کر حجرے سے باہر نکلا تو دوسری طرف سے یہ جادوگرنی عورت سانچکا اس کے پاس آ کر بولی۔

تم جس خانہ بدوش عورت کی تلاش میں ہو میں تمہیں ایک ایسے آدمی کے پاس لے جاؤں گی جو تمہیں اس کے بارے میں

سب کچھ بتا دے گا کہ وہ اس وقت کہاں ہے اور کیا کر رہی ہے۔

ناگ اس عورت کا منہ تکنے لگا۔ بولا

"تم کون ہو بہن؟"

مکار سانچکا نے مسکرا کر کہا۔

"میرا نام سانچکا ہے اور میں اس بزرگ کی نوکرانی ہوں مگر میرا ایک آقا ہے جو بہت بڑا نجومی ہے اور ستاروں کا حساب لگا کر یہ معلوم کر لیتا ہے کہ کون اس وقت کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے۔"

ناگ نے سوچا کہ ہو سکتا ہے یہ عورت اس کی کوئی مدد کر سکے۔ کیونکہ اس زمانے میں قرطبہ میں ستاروں کا حساب لگانے والا بڑے تجربہ کار لوگ ہوا کرتے تھے۔ ناگ نے کہا۔

"مجھے اپنے نجومی آقا کے پاس لے چلو بہن میں تمہارا شکر گزار ہوں گا۔"

سانچکا بڑی خوش ہوئی۔ وہ یہی چاہتی تھی۔ کہنے لگی۔

"میرا آقا آدھی رات کے بعد اس قسم کے زائچے بناتا ہے تم ایسا کرنا کہ جب آدھی رات گزر جائے تو اسی جگہ مسجد کے پیچھے آ جانا میں تمہیں اپنے آقا کے پاس لے چلوں گی۔"

ناگ آدھی رات کو آنے کا وعدہ کر کے اپنی سرائے کی طرف واپس چل دیا وہ مکار عورت سانچکا فوراً جادو اوڑھ کر شہر سے باہر نکلی اور قرطبہ شہر سے باہر پرانے قبرستان کی طرف روانہ ہو گئی۔ اس کا ایک خفیہ گھر اسی قبرستان میں تھا اس گھر کو جانے والی سیڑھیاں ایک پرانی قبر کے چبوترے کے نیچے سے جاتی تھیں۔ اس تہ خانے والے گھر میں سانچکا نے ایک سلیمانی طلسم بنا رکھا ہوا تھا۔ یہ طلسم ایک چمڑے کے ٹکڑے پر بنا ہوا تھا۔ یہ بڑا خطرناک طلسم تھا۔ سانچکا جادوگرنی نے اس طلسم کے لئے چالیس راتوں کا چلّہ کاٹا تھا اب صرف اس طلسم کو کسی پرانی لاش کی کھوپڑی میں بند کر کے اس پر منتر پڑھنے کی ضرورت تھی اس کے بعد طلسم کو بولنا تھا۔

سانچکا نے طلسم والے چمڑے کے ٹکڑے کو صندوقچی میں سے نکالا اور رات کے اندھیرے میں ایک پرانی اکھڑی ہوئی قبر میں سے مردے کی کھوپڑی نکالی۔ چمڑے کے طلسم کو اس کھوپڑی کے اندر ڈالا اور اس کے سامنے قبر میں بیٹھ کر منتر پڑھنے لگی جادو کے سارے منتر پڑھ کر اس نے کھوپڑی پہ پھونک ماری تو کھوپڑی اپنی جگہ سے حرکت کرنے لگی وہ قبر میں گھوم گئی اور پھر اس کے اندر سے اس کھوپڑی کے مردے کی آواز سنائی دی۔ یہ آواز ایسی تھی جیسے کسی کا گلا بیٹھا ہوا تھا۔

"بولو۔ تم کیا چاہتی ہو"

سانچکا نے کہا۔ "اے مردے! میں زمین کے اندر چھپے ہوئے خزانوں کو حاصل کرنا چاہتی ہوں"

کھوپڑی کے اندر سے آواز آئی۔
"کیا تم نے اس طلسم کی سب سے بڑی شرط پوری کر دی ہے؟"
سانچکا نے کہا۔
"ہاں میں نے ایک آدمی کو چن لیا ہے جس کو زمین کے اندر کے خزانوں کا علم ہے۔"
کھوپڑی میں سے آواز آئی۔
"اسے لے کر یہاں آؤ۔ اگر وہ زمین کے پوشیدہ خزانوں کا علم جانتا ہے تو وہ تمہارا غلام بنا دیا جائے گا۔ لیکن یاد رکھو اگر اس آدمی کو خزانوں کا علم نہ ہوا تو اس کے ساتھ میں تمہیں بھی جلا کر راکھ کر دوں گا۔"
سانچکا نے کہا۔
"وہ شخص دعویٰ کرتا ہے کہ وہ خزانوں کا علم رکھتا ہے۔"
کھوپڑی کی آواز آئی۔ "تو پھر اسے آدھی رات کے بعد میری قبر پہ لے آؤ۔"
سانچکا اٹھی۔ اس نے کھوپڑی کو بڑی احتیاط سے قبر کے اندر رکھا۔ قبر کے منہ کو ایک بڑے پتھر سے بند کیا اور آدھی رات گزرنے کا انتظار کرنے لگی۔ اس نے ستاروں کی طرف دیکھا۔ ابھی آدھی رات گزرنے میں دو گھنٹے باقی تھے
وہ قبر کے پہلو میں بیٹھ کر کالے علم کے منتر پڑھتی رہی۔

دوستو! شاید آپ کو معلوم نہیں کہ کالا علم ایک خطرناک جادو ہوتا ہے جو کوئی یہ جادو کرتا ہے وہ شیطان کی ٹولی میں شامل ہو جاتا ہے۔ شیطان اس سے بڑے کام لیتا ہے اور کالا علم جاننے والے کا انجام بہت برا ہوتا ہے۔ اگر وہ اولاد والا ہے تو اس کے بچے مر جاتے ہیں۔ اگر کنوارہ ہے تو اس کے ماں باپ زندہ نہیں رہتے۔ اگر اس کے ماں باپ پہلے ہی مر چکے ہوں تو پھر اس کا اپنا چہرہ کالا ہو جاتا ہے اور آخری عمر میں ایڑیاں رگڑتا رہتا ہے اور اسے موت نہیں آتی۔ جب مرتا ہے تو اس کی لاش سیاہ ہو جاتی ہے اور اس میں سے کالا دھواں اٹھنے لگتا ہے۔ اسی لئے کالے علم کو سب سے خطرناک جادو کہا جاتا ہے۔
جب رات آدھی گزر گئی تو جادوگرنی سانچکا قبر پر سے اٹھی اور شہر کی طرف چل دی۔ پرانی مسجد کے باہر ناگ اس کا انتظار کر رہا تھا۔ سانچکا نے کہا۔
"آؤ بھائی۔ میرا آقا تمہارے انتظار میں ہے۔"
ناگ بولا۔ "کیا تم نے اپنے آقا سے میرے بارے میں بات کی تھی؟"
"ہاں" سانچکا بولی۔ "میرے آقا نے تمہیں بلایا ہے۔"
ناگ اس عورت کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ قبرستان میں داخل ہو کر ناگ نے کہا۔

"کیا تمہارا آقا کوئی ہے سانچکا؟"

سانچکا اندھیرے میں مسکرائی اور اس کی مکار آنکھیں چمکنے لگیں۔ بولی
"تم اس سے ملو گے تو سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

پھر سانچکا ناگ کو اس قبر پہ لے آئی جس کے اندر مردے کی کھوپڑی حرکت کر رہی تھی۔ سانچکا نے قبر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"میں نے تمہیں بتایا نہیں تھا۔ اصل میں میرا آقا مدت ہوئی فوت ہو چکا ہے۔ مگر وہ اتنا بڑا نجومی اور جادوگر تھا کہ مرنے کے بعد بھی اپنی کھوپڑی میں زندہ ہے۔ میں اس کی قبر کھولتی ہوں۔ اسکی کھوپڑی تم سے بات کرے گی۔"

سانچکا نے قبر پہ سے پتھر ہٹا دیا۔ پھر مردے کی کھوپڑی کو باہر نکال کر ناگ کے سامنے رکھا اور بولی۔

"اس کے آگے دو زانو ہو کر بیٹھ جاؤ اور تمہیں جو کچھ پوچھنا ہے اس سے پوچھو۔ یہ کھوپڑی میرے آقا کی ہے۔ یہ تمہیں تمہارے ہر سوال کا جواب دے گی۔"

ناگ نے سوچا کہ چلو پوچھ لینے میں کیا حرج ہے ہو سکتا ہے جادوگر کی کھوپڑی اس کے سوال کا جواب دے دے۔ اس کا کیا بگڑ جائے گا۔ اگر ناگ کو پہلے سے معلوم ہوتا کہ اس کے ساتھ ایک بہت بڑا حادثہ ہونے والا ہے۔ تو وہ اس قبرستان میں کبھی داخل نہ ہوتا اور کھوپڑی سے کبھی کوئی سوال نہ پوچھتا۔

کیونکہ اس کھوپڑی سے سوال پوچھنا ہی شرط تھی۔

ناگ کھوپڑی کے آگے دو زانو ہو کر بیٹھ گیا۔ ان کے ارد گرد قبرستان میں گہرا اندھیرا پھیلا ہوا تھا اور ستاروں کی پھیکی پھیکی روشنی میں ناگ کو مردے کی کھوپڑی دھندلی دکھائی دے رہی تھی۔ ناگ نے دیکھا کہ کھوپڑی آہستہ آہستہ حرکت کر رہی تھی۔ سانچکا نے گہری اور بھاری آواز میں کہا

"سوال پوچھو میرے آقا سے۔"

سانچکا کی آواز بھاری ہو گئی تھی۔ ناگ نے کھوپڑی سے پوچھا
"اے سانچکا کے آقا۔ کیا تم بتاؤ گے کہ جس خانہ بدوش لڑکی کی مجھے تلاش ہے وہ اس وقت کہاں ہے؟"

کھوپڑی نے حرکت کی۔ اس کی آنکھوں کے دونوں سوراخوں میں سے دو روشنیاں نکلیں جو ناگ کے جسم پہ آ کر مل گئیں۔ ناگ گھبرایا کہ یہ کیسی روشنیاں ہیں۔ وہ پیچھے ہٹنے لگا تو اس کے پاؤں جیسے قبر کے اندر ہی کسی نے پکڑ لئے فوراً سمجھ گیا کہ اس پہ کوئی زبردست طلسمی وار کیا گیا ہے اس نے جلدی سے سانس اوپر کھینچا تاکہ کسی پرندے کا روپ بدل کر وہاں سے چھٹکارا حاصل کرے۔ مگر اس کا سانس اوپر کا اوپر ہی رہ گیا۔ اور اس میں ایک زبردست تبدیلی آنا شروع ہو گئی۔ ناگ کو بالکل ہوش نہ رہا اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

قبر میں گرتے ہی وہ ایک سنہری رنگ کا گھونگا بن کر جبکا

سانپ چھوٹے سموسے جتنا تھا۔ جادوگرنی سانچکا قبر میں دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی تھی۔ جونہی اس نے ناگ کو ایک سنہری چھوٹے گھونگے میں تبدیل ہوتے دیکھا وہ بولی۔

"اے مُردے! اب اس سلیمانی طلسم کی طاقت سے جو میں نے تمہاری کھوپڑی میں رکھا ہے مجھے بتا کہ اس سنہری گھونگے سے میں کس طرح کام لوں؟"

مُردے کی کھوپڑی نے کہا۔

اس سنہری گھونگے کو اپنے پاس رکھو اور اسے اپنے سے جدا نہ کرنا۔ اس کو لے کر میدانوں، پہاڑوں اور کھنڈروں میں جاؤ۔ جہاں تمہیں شک ہو کہ یہاں کہیں خزانہ دفن ہو سکتا ہے۔ اس گھونگے کو نکال کر اسے اپنے کان کے ساتھ لگاؤ اس میں سے ایک آواز آئے گی۔ یہ آواز تمہیں بتا دے گی کہ خزانہ کس جگہ پہ ہے۔

جادوگرنی سانچکا نے پوچھا۔

"کہیں یہ گھونگا مجھے دغا تو نہیں دے گا؟"

کھوپڑی نے کہا۔ "ہاں — اگر تم نے اس گھونگے میں پانی ڈال دیا تو اس کا طلسم ختم ہو جائے گا پھر اس پہ کسی کا جادو نہیں چل سکے گا۔ اور تمہاری اپنی جان خطرے میں پڑ جائے گی۔"

سانچکا جادوگرنی نے سنہری گھونگا اٹھا کر اپنے کالے لمبے کرتے کی جیب میں رکھ لیا اور قبر سے باہر نکل آئی۔ وہ قبر کے

سوراخ کو بند کرنے لگی تو قبر میں ایک دھماکا ہوا اور مُردے کی کھوپڑی کو آگ لگ گئی۔ سلیمانی طلسم کا ٹکڑا بھی اس کے ساتھ ہی جل گیا۔ سانچکا نے جلدی سے قبر کے آگے پتھر رکھا اور قبرستان سے نکل کر شہر کی طرف چل پڑی۔

شہر میں آ کر وہ بزرگ والی مسجد کے حجرے میں گئی اور موم بتی جلا کر اس کی روشنی میں ایک کتاب نکال کر دیکھی۔ اس کتاب میں وہ قرطبہ کے پاس ایک ایسے کھنڈر کا نقشہ درج تھا۔ جہاں قارون کے وقتوں کا خزانہ دفن ہے۔ سانچکا نے اس کھنڈر کی ساری نشانیاں یاد کیں اور شہر سے گذرتی ہوئی منہ اندھیرے قرطبہ کے اس کھنڈر میں پہنچ گئی جہاں پرانی خفیہ کتاب کے مطابق کسی جگہ قارون کا خزانہ دفن تھا۔ یہاں کالی کالی اونچی پہاڑیاں کھڑی تھیں اور کسی جگہ ایک درخت بھی نہیں تھا۔ زمین پر سنگریزے بکھرے ہوئے تھے ان پہاڑیوں کے درمیان ایک پرانا کھنڈر تھا۔ جس کی دیواریں ڈھے چکی تھیں۔ کسی کو یقین نہیں آ سکتا تھا کہ اس جگہ پہ کوئی خزانہ بھی دفن ہو سکتا ہے

سانچکا نے جیب سے سنہری گھونگا نکال کر اسے کان کے ساتھ لگایا۔ سنہری گھونگے سے ایسی آواز آ رہی تھی جیسے سمندر کی لہروں سے آیا کرتی ہے۔

سانچکا نے اس سے پوچھا۔

"اے سنہری گھونگے! مجھے بتا کہ قارون کا خزانہ یہاں کس

جگہ پر ہے؟

گھونگے میں سے ناگ کی دھیمی آواز آئی جیسے وہ کسی گہرے کنویں سے بول رہا ہے۔

"اسے جادوگرنی جس نے مجھے اپنے قبضے میں کر رکھا ہے اس کھنڈر کے ساتویں ستون کے پاس جاکر پتھروں کو ہٹا وہاں ایک راستہ نکلے گا۔ وہ راستہ تمہیں سیدھا قارون کے خفیہ خزانے کے پاس لے جائے گا۔"

مکار سانچکا بہت خوش ہوئی۔ کھنڈر میں آکر اس نے ستون گننے شروع کئے۔ یہ سارے ستون زمین پر گرے ہوئے تھے ساتویں ستون کے پاس آکر اس نے دیکھا کہ وہاں پر پتھروں چھت میں اس کی چیخ کی آواز گونجنے لگی۔ سانچکا دیوار کے ساتھ لگ کر رک گئی۔ اس کا سانس پھول گیا تھا۔ وہ ڈر گئی تھی لیکن دولت اور خزانے کا خیال اس کے قدم آگے ہی آگے اٹھا رہا تھا۔

ایک جگہ پہنچ کر وہ رک گئی۔ یہاں ایک کنویں کی طرح گہرا گڑھا تھا۔ ایک جنگلی جھاڑی کی شاخ موٹے رسّے کی طرح کنویں کے اندر جا رہی تھی۔ سانچکا نے جیب سے سنہری گھونگا نکالا۔ اسے کان کے ساتھ لگایا اور سوال کیا "اے سنہری گھونگے مجھے بتا کہ خزانہ کہاں ہے؟"

سنہری گھونگے میں سے آواز آئی۔ "اس کنویں میں اتر جا۔"

سانچکا نے پوچھا۔ "کیا خزانہ اس کنویں کے اندر ہے؟"

گھونگا خاموش تھا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ سانچکا نے گھونگا جیب میں رکھا اور جنگلی جھاڑی کی شاخ کو پکڑ کر کنویں میں اتر گئی۔ جوں جوں وہ نیچے اتر رہی تھی اندھیرا گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ موم بتی اس نے کنویں کی منڈیر پر اوپر ہی رکھ دی تھی۔ اس کی روشنی نیچے کنویں تک نہیں آ رہی تھی۔ لٹکے لٹکے اترتے ہوئے جھاڑی کا رسّہ ختم ہو گیا تو دیوار میں ایک کھڑکی نمودار ہوئی۔

سانچکا نے کھڑکی میں سے جھانک کر دیکھا اور حیران رہ گئی۔ کھڑکی کی دوسری طرف ایک ویران باغ تھا۔ جس کے کا ایک ڈھیر پڑا تھا۔ سانچکا نے پتھروں کو جلدی جلدی پیچھے ہٹایا تو اس کے اندر سے ایک راستہ نمودار ہوا۔ پہلے تو سانچکا اس اندھیرے راستے کو جو زمین کے اندر سرنگ کی طرح جا رہا تھا دیکھ کر گھبرائی۔ مگر خزانے کے لالچ نے اسے سرنگ میں داخل ہونے پر مجبور کر دیا۔ وہ سرنگ میں اتر گئی۔ سرنگ تاریک تھی۔ زمین گیلی گیلی تھی۔ سانچکا اندھیرے میں پھونک پھونک کر قدم رکھتی آگے بڑھنے لگی۔ چند قدم چلنے کے بعد ایک جگہ سے پانی کی بوندوں کے ٹپ ٹپ گرنے کی آواز سنائی دی وہ آگے چلتی گئی۔ سرنگ آگے جاکر چوڑی اور زمین خشک ہوتی گئی۔

سرنگ زمین کے اندر پہاڑوں کے نیچے دور تک بھول بھلیوں کی شکل میں چلی گئی تھی۔ دولت کا لالچ اس ادھیڑ عمر مکار عورت

کرنے جا رہا تھا۔ ناگ سنہری گھونگے کی شکل میں اس کی جیب
تھا۔ لیکن ناگ کو کوئی ہوش نہیں تھا۔ وہ طلسم کے قبضے میں
تھا۔ سانچکا نے جیب سے موم بتی نکال کر روشن کر لی تھی
اس کی روشنی میں وہ کسی چڑیل کی طرح چلی جا رہی تھی۔ سرنگ
کی دیواروں اور چھت میں سے بڑے بڑے پتھر وکچ کونے
باہر کو نکلے ہوئے تھے اور کئی جگہوں پر سے پانی ٹپک رہا تھا
ایک بہت بڑا اچوہا سانچکا کے پاؤں کو ٹھوکر مارتا ہوا نکل گیا
سانچکا کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ سرنگ کے پتھروں اور
درختوں کے سارے پتے گر چکے تھے۔ زمین پر جگہ جگہ
سوکھے پتے بکھرے پڑے تھے۔ ان ویران ویران درختوں
کے پیچھے ایک گنبد بنا ہوا تھا۔ سانچکا کھڑکی میں اتر کر باغ
میں آ گئی۔ سوکھے پتے اس کے پاؤں کے نیچے چرچرانے
لگے۔ جب وہ گنبد کے پاس پہنچی تو دیکھا کہ گنبد کئی جگہ سے
ٹوٹ پھوٹ گیا ہے اور سیاہ پتھر کی شکستہ سیڑھیاں گنبد کے
دروازے تک جاتی ہیں۔ سانچکا نے ایک بار پھر سنہری گھونگے
کو نکال کر اس سے سوال کیا۔ مگر گھونگا خاموش رہا۔ اس نے
کوئی جواب نہ دیا۔

سانچکا نے سوچا کہ ضرور قارون کا خزانہ اسی گنبد میں
ہوگا۔

پیارے بچو! قارون نام کا ایک سوداگر فرعون مصر

کے زمانے میں ہوا کرتا تھا۔ وہ اتنا دولت مند اور امیر تھا کہ ایک
سو اونٹ اس کے خزانے کی چابیوں کے گچھے لے کر اس کے
ساتھ ساتھ سفر کیا کرتے تھے۔ اس شخص کو اپنی دولت پر اتنا
گھمنڈ تھا کہ وہ کسی کی پروا نہیں کرتا تھا وہ غریبوں سے برا سلوک
کرتا تھا۔ اور دولت کے غرور میں انہیں بات بات پر ذلیل
کیا کرتا تھا۔ خدا کو اس کا یہ غرور اور گھمنڈ پسند نہ آیا اور پھر
ایسا ہوا کہ ایک روز وہ تاریخ کے کہنے کے مطابق قرطبہ
کی پہاڑیوں میں اپنا خزانہ لے کر جا رہا تھا کہ اپنے خزانے
سمیت زمین کے اندر دھنس گیا اور فنا ہو گیا۔ صرف اس کا
نام عبرت کے لئے باقی رہ گیا۔

قارون کا یہی وہ خزانہ تھا جس کی تلاش میں یہ مکار اور لالچی
جادوگرنی سانچکا یہاں آئی تھی۔

سانچکا کالے پتھروں کی ٹوٹی پھوٹی سیڑھیاں چڑھ کر گنبد
میں داخل ہو گئی۔ جونہی وہ گنبد میں داخل ہوئی اس نے چاروں
طرف سونے چاندی ہیرے جواہرات اور طلائی اشرفیوں اور
سونے کے برتنوں کے انبار لگے ہوئے دیکھے۔ اتنی دولت، اتنا
زبردست خزانہ دیکھ کر سانچکا پاگل سی ہو گئی۔ وہ خوشی سے
اچھل اچھل کر ناچنے لگی اور اس اچھل کود میں سنہری گھونگا
اس کی جیب سے نکل کر زمین پر گر پڑا اور ایک چاندی کے برتن
سے ٹکرا کر پتھروں کی سیڑھیوں پر جا گرا۔ سانچکا کو بالکل پتہ

نہ چلا کہ سنہری گھونگا اس کی جیب سے نکل گیا ہے۔
وہ تو خزانے کی چمک دمک دیکھ کر دنگ رہ گئی تھی۔
اتنی دولت دنیا کے کسی بادشاہ کے خزانے میں نہیں تھی۔ وہ
بے حد قیمتی یاقوتوں کے زیورات کے پاس آ گئی اور اس نے
ایک جھولا اٹھا کر اس میں یہ زیورات بھرنے شروع کر دیئے۔ وہ
آہستہ آہستہ قارون کا یہ سارا خزانہ باہر لے جانا چاہتی تھی۔

جس ظالم و جابر امیر قارون کا یہ خزانہ تھا وہ بھی اس خزانے
کے ساتھ ہی یہاں دفن ہو گیا تھا اور اس کی بدروح مرنے
کے بعد بھی اپنے خزانے کی حفاظت کر رہی تھی۔ سانچکا جلدی
جلدی جھولے میں سونے کے زیور ڈال رہی تھی جن میں بہت
ہی قیمتی یاقوت اور عقیق جڑے ہوئے تھے کہ اسے اپنے
پیچھے آہٹ سی محسوس ہوئی۔ اس نے پیچھے گردن گھما کر دیکھا۔

اس کے پیچھے کوئی نہیں تھا۔ وہ پھر خزانے کے زیورات
سے اپنا تھیلا بھرنے لگی۔ اتنی زیادہ دولت نے اس کی عقل پر
پردہ ڈال دیا تھا اور اس کے ہوش گم کر دیئے گئے تھے
قارون کی بدروح اس کے پیچھے ہی تھی اور ایک بڑے سونے
کے مرتبان کی اوٹ میں فولاد کی تلوار لئے کھڑی تھی۔ وہ
سانچکا کو اپنی دولت لوٹتے ہوئے غیظ و غضب کے ساتھ
دیکھ رہی تھی۔ بدروح سونے کے بڑے مرتبان کے پیچھے سے
نکل کر سانچکا کی طرف بڑھی۔ سانچکا کو ایسا لگا جیسے کوئی اشرفیوں

پر چل رہا ہے۔ اس نے دوسری بار پلٹ کر دیکھا اور اس کے منہ
سے ایک بھیانک چیخ نکل گئی اور زیورات سے بھرا ہوا جھولا
اس کے ہاتھ سے گر پڑا ـــ اس کے پیچھے قارون کی بدروح
کا سیاہ چہرہ ہاتھ میں چمکتی ہوئی تلوار اوپر اٹھائے اس کے
سر پر کھڑا تھا۔ قارون کی بدروح کے سارے جسم کے ساتھ سانپ
لپٹے ہوئے تھے اور اسے بار بار کاٹ رہے تھے۔ خدا نے یہ
اسے خدا اور اس کے بندوں کو چھوڑ کر دولت سے پیار کرنے
اور انسانوں پر ظلم کرنے کی سزا دی تھی۔

سانچکا جادوگرنی نے جو منتر یاد تھا پڑھ کر پھونکا۔ مگر قارون
کی بدروح اپنا وار کر چکی تھی۔ تلوار سانچکا کے سر کو دو ٹکڑے کرتی
ہوئی گزر گئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی قارون کی بدروح کے حلق
سے ایک بھیانک فتح کی چیخ بلند ہوئی اور وہ سونے کی اشرفیوں
اور خزانے کے جواہرات اور زیورات کو اٹھا کر اپنے جسم پر سے
لپٹے ہوئے سانپوں پر ملنے لگی۔ سانپ جواہرات زیور اور سونے
کی اشرفیوں کو پھنکاریں مارتے۔ وہ گرم ہو کر دہکنے لگتیں اور اس
سے قارون کی بدروح کے جسم سے جگہ جگہ آگ بھڑک اٹھتی۔

قارون کی بدروح کراہتی، سسکیاں بھرتی گنبد کی سیڑھیاں
اتر کر ویران باغ کے اندھیرے میں غائب ہو گئی۔

سانچکا گر کر مر چکی تھی۔ ناگ سنہری گھونگے کی شکل میں گنبد کی
سیڑھیوں کے مغربی جانب زمین پر پڑا تھا۔ اسے کوئی ہوش نہیں

تھا۔ سنہری گھونگے کے قریب ہی ایک سیڑھی کے پتھروں میں سے
قطرہ قطرہ پانی رس رہا تھا۔ یہ پانی جمع ہو کر ایک پتلی سی لکیر
کی شکل میں سنہری گھونگے سے کچھ فاصلے پہ بہہ رہا تھا۔ لیکن سانچکا
جادوگرنی ہیروں اور موتیوں کے ڈھیر پہ دو ٹکڑے ہو کر گری تو
ایک آلو بخارے جتنا ہیرا وہاں سے لڑھک کر سیڑھیوں پہ
سے ہوتا ہوا پانی کی لکیر کے اوپر آن گرا اور وہیں رک گیا اس
کے اس جگہ رکنے سے پانی کی لکیر کا رخ بدل گیا۔ اب یہ پانی
کی لکیر ناگ یعنی سنہری گھونگے کی طرف آنے لگی۔ مردے کی کھوپڑی
نے سانچکا کو خبردار کر دیا تھا کہ سنہری گھونگے کو پانی سے بچائے
کیونکہ اگر اس میں پانی داخل ہو گیا تو طلسم ختم ہو جائے گا۔ پانی کی
لکیر گھونگے میں داخل ہونا شروع ہو گئی۔ پانی کے اندر جاتے ہی
گھونگھے میں سے ایسی آواز نکلی جیسے سمندر کی کوئی موج زور سے
چٹان کے ساتھ ٹکرائی ہو۔ سنہری گھونگا اپنی جگہ سے ایک فٹ
اوپر کو اچھلا اور اس کے بعد یکدم ناگ کی انسانی شکل میں واپس
آ گیا۔ ناگ نے غور سے اپنے آپ کو اور پھر ارد گرد دیکھا۔

یہ کون سی جگہ ہے۔ وہ سوچنے لگا۔

پُراسرار محل کا جاسوس

ناگ کے ارد گرد گنبد کے اندر خزانے کے زر و جواہرات بکھرے
پڑے تھے۔

ناگ گنبد کے اندر گیا تو وہاں اس عورت سانچکا کی لاش پڑی
تھی۔ جس نے دھوکے سے اسے سنہری گھونگھے میں بدل دیا تھا۔ ناگ سوچنے
لگا کہ اس کو کس نے ہلاک کیا؟ وہ گنبد سے باہر نکل آیا اور وہاں سے
باہر نکلنے کا راستہ تلاش کرنے لگا۔

دوسری طرف تاروں کی بدروح کے ہاتھ میں تلوار تھی جس پہ
سانچکا جادوگرنی کے جسم کا خون لگا تھا۔ بدروح گنبد سے نکل کر
ایک جگہ درختوں کے اندر کھنڈر کے غار میں داخل ہوئی تو اس
نے تلوار اوپر اٹھا کر کہا۔

"اے شیطان کے دیوتا! میں نے تمہاری شرط کے مطابق پانچ
سو برس انتظار کرنے کے بعد ایک جادوگرنی کو ہلاک کر دیا ہے
اب تو اپنا وعدہ پورا کر اور مجھے اس عذاب سے بچا۔"

"قارون کی بدروح! میں اپنا وعدہ پورا کروں گا تمہارے
ہاتھ میں جو تلوار ہے اس کو زمین پر پھینک دے۔"
قارون کی بدروح نے تلوار پھینک دی۔ تلوار کے زمین
پر گرتے ہی بدروح کے جسم سے سارے چھوٹے چھوٹے
سانپ اترے اور تلوار کے ساتھ لگا ہوا خون چاٹنے لگے پھر
وہ ایک ایک کرتے پتھر بنتے گئے۔ قارون کی بدروح سیاہ ہیولے
کی شکل میں خاموش کھڑی یہ تماشہ دیکھ رہی تھی۔ شیطان دیوتا
کی آواز پھر گونجی۔
"تجھے اس وقت تک کے لئے ایک نئی زندگی دی جا رہی
ہے جب تک تو کسی ایسی عورت کی کھوپڑی لے کر یہاں واپس
نہیں آتا۔ جس کے بال سنہری آنکھیں نیلی مگر چوکور ہوں۔"
قارون کی بدروح نے کہا۔
"اے شیطان دیوتا! اس دنیا میں چوکور آنکھوں والی عورت
کا ملنا محال ہے۔"
شیطانی دیوتا کی آواز آئی۔
"تمہاری خوش قسمتی سے ایک ایسا آدمی اس وقت تمہارے
خزانے کے آس پاس گھوم رہا ہے جو تمہیں اس قسم کی عورت
تک پہنچا سکتا ہے۔ مگر خبردار اس کو اپنے دل کا راز نہ بتانا
ورنہ تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں واپس آ جائے گا۔" یہ لے

اس انگوٹھی کو پہن لے اور اسے کبھی نہ اتارنا۔"
غار کی دیوار میں سے ایک سونے کی انگوٹھی جس میں سفید
موتی جڑا تھا قارون کی بدروح کے سامنے آن گری
"یاد رکھنا اسی انگوٹھی کو اپنی انگلی سے کبھی مت نکالنا جب
اس انگوٹھی کے سفید موتی کا رنگ سرخ ہو جائے تو سمجھ لینا
کہ چوکور آنکھوں والی عورت تمہارے آس پاس ہے بس پھر اسے
شکار کرنا اور اس کی کھوپڑی اتار کر یہاں لانا تیرا کام ہوگا۔ گنبد
کے مغربی دروازے پر تمہیں وہ شخص ملے گا۔ جس سے تم اپنا مطلب
نکال سکتے ہو۔ اس شخص پر اپنے مطلب ہرگز ظاہر نہ کرنا۔
شیطانی آواز بند ہو گئی۔ قارون کی بدروح نے زمین پر سے
سفید موتی والی انگوٹھی اٹھا کر اپنی انگلی میں پہنی تو وہ بدروح
ہیولے سے ایک خوبصورت نوجوان کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔
قارون کی بدروح جھاڑیوں میں نکل کر گنبد کی مغربی جانب پہنچی
تو اسے ایک نوجوان باہر جانے کے لئے راستہ تلاش کرتا دکھائی
دیا۔ قارون کی بدروح ایک گھبرائے ہوئے نوجوان کی اداکاری کرتے
ہوئے ناگ کے قریب جا کر بولی۔
"اف خدایا۔ تیرا شکر ہے کسی انسان کی شکل نظر آئی میرے
دوست کیا تم بھی میری طرح یہاں آ کر راستہ بھول گئے ہو۔"
ناگ نے چونک کر دیکھا کہ اسکے دائیں جانب ایک خوش شکل نوجوان
کھڑا تھا جو گھبرایا گھبرایا تھا۔ ناگ نے پوچھا۔

"تم کون ہو؟"
قارون کی بدروح نے کہا۔
"میرا نام اُمید ہے۔ میں تمہیں کیا بتاؤں۔ میں بھی قارون کے
خزانے کی تلاش میں یہاں آیا تھا۔ مگر اب تو مجھے اپنی جان بچانی
مشکل ہو رہی ہے۔ اس خزانے پر قارون کی بدروح بیٹھی ہے جو
ہر آنے والے کو قتل کر دیتی ہے۔ خدا کے لئے یہاں سے نکل چلو۔
میرا خیال ہے تم بھی خزانے کی تلاش میں آئے ہوئے ہو۔ بھاگو یہاں سے
قارون کی بدروح ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گی۔"
ناگ نے سوچا کہ ہو سکتا ہے یہ نوجوان بھی اس خزانے کے لالچ
میں یہاں آ گیا ہو اور جس بدروح نے سانچکا جادوگرنی کو ہلاک
کیا ہے وہ قارون کی بدروح ہو۔ اس نے کہا "مجھے تو یہاں سے
باہر نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔"
قارون کی بدروح کو سب کچھ معلوم تھا کہ کس جگہ سے کونسا
راستہ باہر جاتا ہے پھر بھی اس نے اداکاری کرتے ہوئے ناگ کو ساتھ
لے کر ادھر ادھر راستہ تلاش کرنے کی کوشش کی اور پھر خود ہی
ایک کھڑکی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔
"میرا خیال ہے میں اسی راستے سے اندر آیا تھا۔"
وہ دونوں آگے پیچھے کھڑکی میں سے گزر کر کنوئیں میں آ گئے اور
پھر یہاں لٹکی ہوئی بیل کی جڑ کو پکڑ پکڑ کر کنوئیں سے باہر نکل آئے۔ قارون
کی بدروح کو پتہ تھا کہ اس نے ناگ کو اپنا دوست بنانا ہے اور پھر

پیار بڑھا کر اس سے باتوں ہی باتوں میں چوکور آنکھوں والی کسی لڑکی
کے بارے میں معلوم کرنا ہے کیونکہ شیطانی دیوتا کے کہنے کے مطابق یہی نوجوان
قارون کی بدروح کو چوکور آنکھوں والی لڑکی کا پتہ بتا سکتا تھا۔
غار سے باہر آ کر قارون کی بدروح نے ناگ سے کہا۔
"میرے بھائی! تمہارا نام کیا ہے اور تم کہاں رہتے ہو؟"
ناگ نے کہا: "میرا نام ناگ ہے اور میں ایک سیاح ہوں۔"
قارون کی بدروح نے بڑی ہوشیاری سے کہا۔
"کتنا عجیب اتفاق ہے۔ میں بھی سیاح ہوں اور غرناطہ سے چل کر
یہاں آیا تھا کہ ایک قہوہ خانے میں اس خزانے کی کہانی سنی اور لالچ
میں آ کر خزانے کی مصیبت میں گرفتار ہو گیا۔ میری توبہ! اب تو میں کبھی
اس موت کے خزانے کا نام نہیں لوں گا۔ مجھے بڑی خوشی ہو گی اگر
تم مجھے بھی اپنا ساتھی بنا لو اور ہم مل کر دنیا کی سیر کریں۔"
ناگ نے سوچا کہ اس نے تو کنٹی کی تلاش میں جگہ جگہ گھومنا ہی ہے یہ
نوجوان ساتھ ہو گا تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ناگ مان گیا۔ قارون
کی بدروح نے پہلی کامیابی حاصل کر لی تھی۔
"میرے عزیز۔ میرے دوست۔ میں کس قدر خوش نصیب ہوں
کہ مجھے تم ایسا نوجوان ساتھی مل گیا۔ اب میرا سفر بڑی آسانی اور خوش
اسلوبی کے ساتھ کٹے گا۔"
ناگ نے کہا۔ "مگر ایک بات کا خاص خیال رکھنا میری کسی بات
پہ اعتراضات مت کرنا اور نہ کوئی سوال کرنا۔"

قارون کی بدروح نے دل میں سوچا کہ یہ واقعی کوئی پُراسرار
نوجوان ہے شیطانی دیوتا نے ٹھیک کہا تھا کہ یہی آدمی مجھے
چوکور آنکھوں والی عورت کا پتہ بتائے گا۔ اس نے جھٹ کہا
"نہیں بھائی۔ بالکل نہیں۔ میں کوئی سوال نہیں کروں گا تم
آزادی سے جو چاہے کرنا۔ میرا خیال ہے ابھی رات کا کچھ حصّہ
باقی ہے۔ کیوں نہ ہم شہر میں کسی سرائے میں چل کر آرام کریں۔
کل سوچیں گے کہ ہمیں آگے سیاحت کے لئے کونسے ملک کا رخ
کرنا چاہیئے ویسے میرا خیال ہے ملک مصر جانے کا۔
ناگ بولا۔" اس کا فیصلہ کل کریں گے۔

وہ رات انہوں نے شہر میں آکر ایک سرائے میں گذاری۔ ناگ
ساری رات آنکھیں بند کئے قالین پہ لیٹا کیٹی اور عنبر ماریا کے
بارے میں سوچتا رہا اور اس کے قریب ہی قارون کی بدروح
یعنی ناگ سے چوکور آنکھوں والی عورت کے بارے میں راز
اگلوانے کے طریقوں پر غور کرتی رہی۔

دوسرے روز انہوں نے منہ ہاتھ دھو کر قہوہ پیا۔ ناشتہ کیا
قارون کی بدروح نے دیکھا کہ اس کا ساتھی کھانے میں کوئی دلچسپی
ظاہر نہیں کر رہا تھا۔ ناگ نے اس کی انگلی میں سفید موتی والی سونے
کی انگوٹھی دیکھ کر پوچھا۔
"یہ بڑی قیمتی انگوٹھی لگتی ہے کہاں سے خریدی تھی تم نے؟
قارون کی بدروح نے ہاتھ پیچھے کھینچتے ہوئے کہا۔

"ارے کچھ نہیں بھائی۔ یہ تو بہت معمولی سی انگوٹھی ہے۔
یمن کے ایک بازار سے دو درہم میں خریدی تھی۔ بس اس کا
سفید موتی مجھے اچھا لگا تھا۔

ناگ کو خیال آیا کہ اس نوجوان نے انگوٹھی والا ہاتھ پیچھے کیوں
کھینچ لیا ہے لیکن اس نے ادھر کوئی توجہ نہ دی اور سوچنے لگا کہ کیٹی
کو تلاش کرنے کس ملک کا رخ کرنا چاہیئے۔ اس نے اندازہ لگایا
کہ کیٹی اگر غرناطہ اور قرطبہ میں نہیں ہے تو ظاہر ہے یہاں سے گذر
کر اگلے ملک میں چلی گئی ہوگی اور اگلا ملک روم اور فرانس تھا۔ فرانس
وہاں سے قریب تھا۔ ناگ نے کہا۔
"میرا خیال ہے ہمیں یہاں سے فرانس چلنا چاہیئے۔ سنا ہے وہاں
بڑے خوبصورت محل اور قلعے ہیں۔"

قارون کی بدروح کو کسی ملک سے کوئی دلچسپی نہیں تھی وہ تو
اس نوجوان یعنی ناگ کے ساتھ رہ کر کسی نہ کسی طرح چوکور آنکھوں
والی عورت کا راز حاصل کرنا چاہتا تھا۔ کہنے لگا۔
"بڑا اچھا خیال ہے۔ ہم فرانس کی طرف کوچ کریں گے۔"

اسی روز دوپہر کے بعد وہ ایک چھوٹے سے قافلے کے ساتھ مل
گئے جو فرانس کی طرف تجارتی سامان لے کر جا رہا تھا۔

پیارے بچو آپ پڑھ چکے ہیں کہ عنبر اور ماریا بھی ایک قافلے
کے ساتھ ملک مصر کی طرف سفر کر رہے ہیں کیونکہ ان کا خیال
ہے کہ شاید وہاں انہیں ناگ اور کیٹی کا کوئی سراغ مل جائے۔

دوسری طرف کیٹی بھی عابدہ کے پتلے کو اپنی جیب میں ڈالے فرانس کی جانب سفر کر رہی تھی کیونکہ عابدہ قرطبہ کے آخری عیسائی حکمران کی شاہی کنیز تھی اور شاہ فرانسوا نے اپنے خزانے کو دفن کرنے کے بعد اس کی حفاظت کے لئے اپنی کنیز عابدہ کو جادو کے زور سے پتلا بنا کر وہیں خزانے کے غار میں بند کر دیا۔ اب کیٹی اسے جیب میں ڈالے فرانس لے جا رہی تھی تاکہ شاہ فرانسو کے بازو سے بندھے ہوئے طلسمی تعویذ کو جلا کر عابدہ کے پتلے کو پھر سے انسانی شکل میں تبدیل کر دے۔

ہم عنبر اور ماریا کو ابھی مصر کی طرف سفر کرتے ہوئے راستے میں ہی چھوڑتے ہیں اور کیٹی کی طرف جاتے ہیں جو قافلے کے ساتھ فرانس کی سرحد پار کر چکی ہے۔ راستے میں کیٹی نے دو تین بار چٹکی بجا کر عورت کی بجائے کوئی دوسری شکل بدلنے کی کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکی۔ وہ چاہتی تھی کہ عورت کی بجائے کسی مرد کی شکل میں آ جائے مگر جن دوست نے اس کی چٹکی میں کوئی اثر نہیں ڈالا تھا۔

قافلہ فرانس کے ایک چھوٹے شہر کی کاروان سرائے میں اتر گیا کیٹی کے پاس سونے کی کچھ اشرفیاں موجود تھیں۔ اس نے سرائے کی ایک کوٹھڑی کا کرایہ ادا کیا اور وہاں رات بسر کی۔ کوٹھڑی میں دیا روشن کر کے کیٹی نے عابدہ کے پتلے کو جیب سے نکال کر تخت پر رکھ دیا اور اس سے باتیں کرنے لگی۔ عابدہ کے پتلے سے پوچھا کہ شاہ فرانسو کا محل کس شہر میں ہوگا۔ عابدہ کے پتلے نے بتایا کہ فرانس

کا سابق بادشاہ شہر آئیفل سے دو کوس دور جنگل میں ایک جھیل کے کنارے والے قلعے میں رہتا ہے۔ اگرچہ اس کا شاہی نجومی اور جادوگر مر چکا ہے مگر اس کے پاس ایک افریقی جادوگر ہے جو اسے تمام خطروں سے آگاہ کرتا رہتا ہے۔ کیٹی نے کہا۔

"کیا وہ تعویذ بھی اسی جادوگر کے پاس ہے جس میں تمہارا طلسم ہے؟"

عابدہ کا پتلا کہنے لگا "پہلے یہ تعویذ شاہ فرانسو اپنے بازو کے ساتھ باندھ کر رکھا کرتا تھا مگر شاہی نجومی کی موت کے بعد ہو سکتا ہے یہ تعویذ اس نے کسی خفیہ جگہ پر چھپا کر رکھ دیا ہو۔ یہ تمہیں وہاں سے جا کر معلوم کرنا پڑے گا۔

ایک آدمی جس نے موٹا لمبا کوٹ پہن رکھا تھا سرائے میں کیٹی کی کوٹھڑی کے پاس سے گزرا تو اسے اندر دو عورتوں کے باتیں کرنے کی آواز سنائی دی۔ اس نے دروازے کے سوراخ میں سے جھانک کر دیکھا کہ اندر صرف ایک ہی عورت ہے اب جو اس نے غور سے دیکھا تو وہ سامنے تخت پر ایک چھوٹے سے بالشت بھر کے پتلے کو رکھے اس سے باتیں کر رہی تھی۔ یہ آدمی فرانس کا مشہور چور تھا اور رات کے اندھیرے میں چوریاں کیا کرتا تھا اس نے دیکھا کہ پتلا ایک عورت کا ہے اور وہ ساری باتیں بتا رہا ہے چور کے دل میں خیال آیا کہ اگر یہ پتلا اس کے ہاتھ آ جائے تو وہ اس کی مدد سے شاہی محلوں اور سوداگروں کی تجوریوں کی دولت کا پتہ دے گا۔ یہ چور اسی جگہ چھپ گیا اور انتظار کرنے لگا کہ کیٹی بتی گل کر کے سو جائے تو وہ

اندر جا کر یہ تپلا چوری کرے۔ مگر کیٹی کو سونے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہ ساری رات جاگتی رہی۔ دن نکل آیا۔ کیٹی نے عابدہ کے پتلے کو اپنی جیب میں رکھا اور گھوڑے پہ سوار ہو کر شاہ فرانسو کے جھیل کنارے والے محل کی طرف چل پڑی چور بھی تعاقب کرنے لگا۔

کیٹی نے جھیل کے قریب پہنچکر شاہ فرانسو کے پرانے محل کو غور سے دیکھا۔ یہ تین منزلہ قلعے کی طرز کا محل تھا۔ جسکی لمبی کھڑکیوں اور چھت کی برجیوں میں سے پرانی توپوں کے منہ باہر نکلے ہوئے تھے قلعے کے اوپر شاہ فرانسو کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ کیٹی کے لئے اپنی اصلی شکل میں عابدہ کا پتلا لے کر اندر جانا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ کیونکہ شاہ فرانسو کے افریقی جادوگر کو اس کی خبر ہو سکتی تھی اور عابدہ کی زندگی شدید خطرے میں پڑ سکتی تھی۔ کیٹی نے سوچا کہ اسے کوئی بھیس بدل کر یہاں آنا چاہیئے۔

اس نے گھوڑے کا رخ واپس سرائے کی طرف کر لیا چور بھی اس کے پیچھے آرہا تھا۔ کیٹی سرائے کی کوٹھڑی میں آگئی اس نے عابدہ کے پتلے کو اپنا ارادہ بیان کیا اور کہا کہ وہ کوئی بھیس بدل کر محل میں جائے گی۔ عابدہ کے پتلے نے کہا "کہیں تمہارا راز فاش نہ ہو جائے کیٹی تمہیں محل میں افریقی جادوگر کی نگاہ سے بچنا ہو گا۔"

کیٹی نے کہا "تم فکر نہ کرو۔ میں چاہتی ہوں کہ تمہیں اپنے ساتھ لے جانے کی بجائے یہیں کسی جگہ چھپا جاؤں۔"

"اچھا خیال ہے۔" عابدہ کے پتلے نے کہا۔

کیٹی نے کوٹھڑی میں چاروں طرف دیکھا ایک کونے میں لکڑی کا ایک پرانا صندوق پڑا تھا۔ کیٹی نے عابدہ سے کہا: "اگر میں تمہیں اس صندوق کے پیچھے زمین میں دفن کر کے چھپا دوں تو تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں محسوس ہو گی۔"

عابدہ کا پتلا کہنے لگا: "بالکل نہیں۔ مجھے صرف ایک ہی تکلیف ہے کہ میں انسان کی شکل میں نہیں ہوں۔"

"اسکا ہی بندوبست کرنے میں جارہی ہوں۔"

کیٹی نے کہا عابدہ کے پتلے کو صندوق کے پیچھے زمین میں جگہ کھود کر اس کے اندر رکھ کر اوپر کپڑے ڈال دیئے اس کام سے فارغ ہو کر کیٹی نے چٹکی بجائی کہ شاید جن کہیں سے آکر اس کی شکل بدل دے۔ وہ جوان لڑکی کی شکل میں محل میں داخل ہونا چاہتی تھی۔ مگر چٹکی بار بار بجاتے پر بھی نہ تو جن دوست وہاں نمودار ہوا اور نہ ہی اس کی شکل تبدیل ہوئی۔ سارا دن اسی طرح گذر گیا۔ تنگ آکر کیٹی نے شام ہونے سے تھوڑی دیر پہلے آخری بار چٹکی بجائی تو اچانک جن دوست کی آواز بلند ہوئی۔

"یہ کیا تم بار بار چٹکی بجا کر مجھے تنگ کر رہی ہو۔"

کیٹی نے غصے سے کہا "تم جو نہیں آتے تو میں کیا کروں۔"

جن دوست بولا: "کیا تم مجھ سے لڑائی کرنا چاہتی ہو؟"

کیٹی بولی: "ہرگز نہیں ہرگز نہیں میرے جن دوست! میں چاہتی ہوں کہ میری چٹکی میں اثر پیدا کر دو۔ میں ایک لڑکی کی زندگی بچانے

کے لئے محل میں داخل ہونا چاہتی ہوں۔ جن دوست بولا :۔

اس میں چٹکی بجانے کی کیا ضرورت ہے۔ بس منہ سے سیٹی بجاؤ اور تمہارا کام ہو جائے گا۔ مگر یہاں نہیں۔ کوٹھڑی سے نکل کر باہر جنگل میں جا کر ـــــ جہاں کوئی نہ ہو۔"

کیٹی بڑی خوش ہوئی جن دوست غائب ہو چکا تھا۔ یعنی اسکی آواز غائب ہو چکی تھی۔ کیٹی نے کوٹھڑی کا دروازہ بند کر کے باہر تالا لگایا اور جنگل کی طرف روانہ ہو گئی اسے سرائے سے باہر نکلتے جب چور نے دیکھا تو بڑا خوش ہوا۔ کیونکہ اس نے کیٹی کو کوٹھڑی کے کونے میں تپلا دباتے دیکھ لیا تھا اور اب وہ سرائے کے باہر بیٹھا رات کا اندھیرا چھانے کا انتظار کر رہا تھا اب جو اس نے دیکھا کہ کیٹی سرائے سے باہر نکل کر چلی گئی ہے تو وہ خوش خوش اٹھ اور تیز قدم اٹھاتا اس کی کوٹھڑی کے دروازے پر آ گیا۔

اس نے جیب سے لوہے کی ایک پن نکالی اور اس کی مدد سے تالا کھول لیا۔ چور کوٹھڑی میں داخل ہو گیا اور سیدھا کونے میں گیا صندوق کے پاس پڑے ہوئے کپڑوں کو پرے ہٹایا اور نیچے سے عابدہ کا تپلا نکال کر اسے غور سے تکنے لگا تپلے نے گھبرا کر کہا "تم کون ہو؟ مجھے اسی جگہ رکھ دو نہیں تو میرا جادو تمہیں کھڑے کھڑے زمین میں دفن کر دے گا۔"

چور ہنسا۔" میں ان باتوں سے ڈرنے والا نہیں ہوں۔ میں جانتا ہوں تم غیب کی باتیں بتاتی ہو۔ تم جادو کی لڑکی ہو۔ میں

تم سے بڑا کام لوں گا۔"

اور اس چور نے عابدہ کے تپلے کو رومال میں لپیٹ کر کوٹ کی اندرونی جیب میں سنبھال کر رکھا اور کوٹھڑی سے باہر نکل کر شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔

دوسری طرف کیٹی سرائے سے تھوڑی دور جنگل میں ایک ویران جگہ پر پہنچ کر رک گئی۔ یہاں آس پاس دُور تک کوئی انسان نظر نہیں آتا تھا۔ کیٹی نے بڑے آرام سے سیٹی بجائی۔ منہ سے سیٹی کی آواز نکلی ہی تھی کہ کیٹی ایک خوبصورت نیلی آنکھوں اور سنہری بالوں والی سرخ و سپید شہزادی بن گئی۔ جس نے بڑے قیمتی سونے کے تاروں والے کپڑے پہن رکھے تھے اس کے قریب ہی ایک شاندار سفید گھوڑا کھڑا تھا۔ کیٹی حیران ہو کر اپنے خوبصورت لباس اور گھوڑے کو تک رہی تھی کہ جنّ دوست کی آواز آئی۔

"تم انطاکیہ کی جلا وطن عیسائی شہزادی بن کر شاہ فرانسو کے محل میں داخل ہو گی۔ جس کے خاندان کو دشمن نے ختم کر دیا ہے اور اس کے قلعے پر قبضہ کر لیا ہے اب تم سمجھ گئی ہو کہ نہیں؟"

کیٹی نے کہا سمجھ گئی ہوں۔ لیکن کیا۔ کیا شاہ فرانسو مجھ پر اعتبار کرے گا؟

جنّ دوست نے گرج کر کہا۔ اب تم جاؤ۔ تمہارا کام۔

اور جنّ دوست کی آواز پھر سنائی نہ دی۔ کیٹی گھوڑے پر سوار ہو کر محل کی طرف چل پڑی۔ محل کے دروازے پر پہرے دار پہرہ دے

رہے تھے۔ انہوں نے جو ایک شاندار شاہی لباس والی شہزادی
کو خوبصورت گھوڑے پر سوار آتے دیکھا تو سمجھے کہ کسی ملک کی
ملکہ ہے اور بادشاہ فرانسو سے ملنے آئی ہے۔ مگر اس کے ہمراہ فوج
یا گارڈ نہیں تھے۔ پہرے دار نے ادب سے آگے بڑھ کر پوچھا
"شہزادی صاحبہ آپ کہاں سے تشریف لائی ہیں؟
کیٹی نے کہا۔" شاہ فرانسو سے کہو کہ ملک انطاکیہ کی شہزادی ملنے
آئی ہے۔"

شاہ فرانسو اس وقت اپنی خواب گاہ میں اپنے غلام خاص کے
ساتھ بیٹھا شطرنج کھیل رہا تھا۔ جونہی اسے انطاکیہ کی شہزادی کی آمد
کی خبر ملی فوراً نیچے آکر شہزادی کا استقبال کیا اور کہا
"شہزادی۔ مری خوش قسمتی ہے کہ آپ میرے محل میں تشریف
لائیں۔ مگر آپ اکیلی ہی آئی ہیں؟"
کیٹی نے اداس ہو کر کہا" اے بادشاہ فرانسو! دشمن کی فوجوں
نے ہمارے شہر پر حملہ کر کے تباہ کر دیا۔ محل پر قبضہ کر لیا۔
شاہی خاندان کے سب لوگوں کو ختم کر دیا۔ میں بڑی مشکل سے
جان بچا کر بھاگی اور اکیلی سفر کرتی تمہارے محل تک پہنچی ہوں"
شاہ فرانسو کیٹی کو محل کے اوپر لے گیا۔ شاہ فرانسو نے کہا۔
شہزادی ـــ معاف کرنا میں تمہارا نام بھول گیا ہوں"
کیٹی نے مسکرا کر کہا" میرا نام جولیانہ ہے"
"اوہ۔ بڑا خوبصورت نام ہے۔ اب یاد آیا"

شاہ فرانسو بولا۔
"مجھے تمہارے ملک کی تباہی پر سخت افسوس ہے مگر میں تمہاری
مدد نہیں کر سکتا۔ کیا کروں۔ خود میں اپنا ملک قرطبہ چھوڑ کر یہاں
گمنامی کے دن گزار رہا ہوں۔ فرانس کے تخت پر میرے سوتیلے
بڑے بھائی نے قبضہ کر لیا ہے۔ لیکن تم فکر نہ کرو۔ میرا خاص
مشیر اور دوست فلوطی اپنے گاؤں دیوتاؤں کی قربانی کے لئے
افریقہ گیا ہوا ہے۔ وہ آئے گا تو اس کے جادو سے مدد لے کر
تمہارے ملک کو دشمنوں سے پاک کر دیں گے۔"
کیٹی سمجھ گئی کہ یہی وہ خاص افریقی جادوگر ہے جو شاہ
فرانسو کا وزیر بھی ہے بالکل انجان بن کر کیٹی نے پوچھا۔
"شاہ فرانسو! یہ فلوطی کون ہے؟ کیا کوئی خاص قسم کا جادوگر
ہے۔" شاہ فرانسو نے کہا۔"افریقہ کا بہت بڑا جادوگر تھا۔
مگر ایک عمل الٹا ہو جانے کی وجہ سے اس کا جادو اب کام نہیں
کرتا۔ لیکن وہ اپنے جادو کی طاقت کو دوبارہ حاصل کرنے کیلئے
سخت چلہ کر رہا ہے اسی لئے وہ دیوتاؤں کے حضور قربانی پیش
کرنے افریقہ گیا ہے۔ بس وہ ایک دن میں آجائے گا۔ ایک بار اسے
اس کی جادو کی طاقت واپس مل گئی تو ہم دونوں اپنے اپنے ملکوں
پر دوبارہ قبضہ کر لیں گے۔
کیٹی نے کہا۔ لیکن ہمارے شاہی محل کا تو سارا خزانہ بھی دشمن
نے اپنے قبضے میں کر لیا ہے۔"

پھر اس نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ شاہ فرانسو کی طرف مسکرا کر دیکھا اور کہا "شاہ فرانسو! کیا تمہارے خزانے پر بھی مسلمانوں نے قبضہ کر لیا تھا؟"

شاہ فرانسو بات کرتے کرتے رک گیا جیسے کچھ کہتے کہتے سوچ میں پڑ گیا ہو۔ پھر غمگین آواز میں بولا۔

"ہاں جولیانہ! مسلمانوں نے میرے شاہی خزانے پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ کیا کرتا۔ بڑی مشکل سے جان بچا کر وہاں سے بھاگا ہوں۔"

کیٹی سمجھ گئی کہ شاہ فرانسو اس سے خزانے کے راز کو چھپا گیا ہے اس نے بھی آگے کوئی بات کرنی مناسب نہ سمجھی اور خاموش ہو گئی۔ اسے ایک بات کی بڑی خوشی ہوئی تھی کہ افریقہ کے جادوگر یعنی فلوطی کی جادو کی طاقت ختم ہو چکی تھی ورنہ اسے ابھی خاصی مشکل پڑ سکتی تھی۔ اس کے جادو کے ڈر کی وجہ سے وہ عابدہ کے پتلے کو اپنے ساتھ نہیں لائی تھی۔ اب اس نے سوچا کہ وہ رات کے اندھیرے میں محل سے نکل کر سرائے کی کوٹھڑی میں جائے گی اور عابدہ کا پتلا لے کر آ جائے گی۔ کیونکہ اس کا بار بار محل سے نکلنا مشکل تھا اور عابدہ کا پتلا وہاں سے کہیں ادھر اُدھر ہو سکتا تھا۔

جب رات گہری ہو گئی اور شاہ فرانسو اپنی خواب گاہ میں سونے کے لئے چلا گیا تو کیٹی نے سیاہ کپڑے پہنے اوپر کالی چادر اوڑھی اور اپنی خواب گاہ کی کھڑکی میں سے رسی نیچے لٹکا دی نیچے جھیل کا کنارہ تھا اور محل کا یہ علاقہ بالکل ویران اور سنسان تھا۔ کوئی پرندہ بھی وہاں

نہیں بول رہا تھا۔ درختوں پر موت ایسی خاموشی چھائی تھی اور اندھیرا بہت گہرا تھا۔ کیٹی نے رسی کو پکڑ کر کھڑکی میں سے نکل کر دیوار کے ساتھ ساتھ نیچے اترنا شروع کر دیا۔ یہاں سے نیچے اترنا زیادہ مشکل نہیں تھا۔ وہ آسانی سے اتر کر سرائے کی طرف چل پڑی۔

کیٹی سیدھی سرائے میں گئی۔ اس کے پاس اپنی کوٹھڑی کی چابی موجود تھی اس نے دروازہ کھولا اندر گئی اس نے طاق میں رکھا ہوا دیا روشن کیا اس کی روشنی کوٹھڑی میں پھیلی تو یہ دیکھ کر کیٹی کا دل دھک سے رہ گیا کہ صندوق کے پاس کونے میں کپڑا دوسری طرف پڑا تھا وہ لپک کر وہاں آئی اور دیکھا کہ زمین میں اس نے جو چھوٹا سا گڑھا کھودا تھا وہاں عابدہ کا پتلا نہیں تھا۔ کیٹی پریشان ہو گئی۔ اس نے آہستہ آہستہ عابدہ کے پتلے کو آوازیں دیں۔ مگر عابدہ وہاں ہوتی تو جواب دیتی۔ وہاں تو کوئی نہیں تھا۔ کیٹی نے ساری کوٹھڑی چھان ماری مگر عابدہ کا پتلا اسے کہیں نہ مل سکا۔ رات گذرتی جا رہی تھی اسے واپس شاہی محل میں بھی جانا تھا۔ مجبوراً کوٹھڑی سے نکلی اور واپس محل کی طرف روانہ ہو گئی۔ دل میں بڑی حیران تھی کہ عابدہ کے پتلے کو کون لے گیا۔ کیا وہ خود ہی نکل کر کہیں چلی گئی ہے؟

کیٹی یہی سوچتی سوچتی محل کے سامنے جھیل کے کنارے پہنچ گئی۔ ابھی وہ جھیل کے قریب ہی تھی کہ ادھر رات کو گشت لگا کر پہرہ دینے والا شاہ فرانسو کا خاص جاسوس محل کی کھڑکی کے نیچے سے گذرا تو اسے لٹکتی ہوئی رسی نظر آئی۔ اس نے رسی کو نیچے کھینچا۔ مگر رسی

اوپر کھڑکی سے بندھی ہوئی تھی وہ سوچنے لگا کہ اس کھڑکی سے کوئی اوپر چڑھا ہے یا نیچے اترا ہے؟ اسے معلوم تھا کہ اوپر جو کھڑکی ہے وہ انطاکیہ کی مہمان شہزادی جولیانہ کی خوابگاہ کی ہے۔ ابھی وہ یہ غور ہی کر رہا تھا کہ اسے اپنے پیچھے جھاڑیوں میں آہٹ سنائی دی۔ وہ جلدی سے پیچھے ہٹ کر اندھیرے میں چھپ گیا۔ پھر اس نے دیکھا کہ جھاڑیوں میں سے ایک سیاہ پوش سایہ نکل کر رسی کی طرف بڑھا اور محل کے باہر نکلے ہوئے پتھروں پر پاؤں جما کر اوپر چڑھنے لگا۔ چادر اس سائے کے سر سے ڈھلک گئی اور بال بکھر گئے۔ شاہی جاسوس نے شہزادی کو پہچان لیا۔ وہ اسے للکارنے اور اس پر تیر چلانے کی بجائے وہیں ٹھٹھک گیا۔ یہ کوئی گہری سازش معلوم ہوتی ہے۔ اس نے سوچا اور خاموشی سے اندھیرے میں جھاڑیوں میں سے ہوتا ہوا واپس محل کے خفیہ دروازے کی طرف آ گیا۔ یہاں سے ہو کر وہ سیدھا شاہ فرانسو کی خواب گاہ میں آ گیا۔ اسے کسی وقت بھی شاہ فرانسو سے ملاقات کرنے کی اجازت تھی۔ اس نے دروازے پر آہستہ سے دستک دی۔

O

- عابدہ کا پتلا بے جانے والے چور کے ساتھ کیا بیتی؟
- شاہ فرانسو کے محل میں کیٹی پہ کیا عذاب نازل ہوا؟
- قارون کی بد روح ناگ کی مدد سے چوکور آنکھوں والی عورت کی کھوپڑی حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکی؟

جواب آپ عنبر ناگ ماریا کی قسط نمبر ۸۳ روتی آنکھوں والا جراز

روتی آنکھوں والا چراغ

اے حمید

۱۳

قیمت : ۹/۰۰ روپے

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں
بار اوّل : ۱۹۸۸ء
ناشر : محمد علی سلیم
عنبر پبلی کیشنز ۲۔ سہارا بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور ۸
مطبع : ظاہر حسن پرنٹرز، موری گیٹ لاہور

پیارے دوستو!

عنبر ناگ ماریا اب اپنے پانچ ہزار سال کے واپسی کے سفر کی آخری منزلوں میں ہیں اور تاریخ کے واقعات کے ساتھ ساتھ وہ پیچھے کی طرف چلے جا رہے ہیں۔ اب وہ اگلے زمانے میں نہیں آسکتے تاں کوئی انہونی بات نہ ہو جائے کیونکہ دیوی ملاطہ نے ظاہر ہو کر انہیں بتا دیا ہے کہ ان کا سفر اب ختم ہونے والا ہے اس لئے وہ ادھر ادھر بھٹکنے کی بجائے اب انہیں ماضی میں ہی پیچھے کی جانب سفر کرنا ہوگا۔ جوں جوں عنبر ناگ ماریا ماضی کے عہد کی گہرائیوں میں اترتے چلے جا رہے ہیں واقعات زیادہ پراسرار، انہونے اور حیرت گم کر دینے والے پیش آنے لگے ہیں۔ چنانچہ اس بار ناگ کو قارون کی بدروح انسانی شکل میں ملتی ہے جو کسی چوکور آنکھوں والی لڑکی کی کھوپڑی کی تلاش میں ہے۔ ناگ اس سے بے خبر ہے قارون کی بدروح کیٹی کا سر کاٹ کر لے جانے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ ناگ پریشانی کے عالم میں کیٹی کی سر کٹی لاش کو صندوق میں بند کر کے اس کے سر کی تلاش میں نکل کھڑا ہوتا ہے۔ اگر تین ماہ کی مدت میں کیٹی کا سر اس کی لاش کے دھڑ سے نہ لگایا گیا تو کیٹی کا دھڑ مٹی بن جائے گا اور وہ ہمیشہ کے لئے دنیا سے غائب ہو جائے گی۔" ہوتا ہے؟ یہ آپ ورق الٹ کر پڑھنا شروع کر دیں تو معلوم ہو جائے گا۔

اے حمید

"ماہ چمن" ۔ ۴۵۴ ۔ این سمن آباد لاہور

ترتیب

روتی آنکھوں والا چراغ

خواب گاہ سے کوئی جواب نہ آیا۔

محل کے خاص جاسوس نے دوسری بار دروازے پر دستک دی تو اندر سے شاہ فرانسو نے پوچھا کون ہے اس وقت

شاہی جاسوس نے آہستہ سے کہا۔

میں ہوں عالی مقام آپ کا خادم جاسوس خاص۔

خواب گاہ کا دروازہ کھل گیا سامنے فرانسو شب خوابی کے لباس میں کھڑا تھا۔

تم اس وقت؟ خیریت تو ہے؟

شاہی جاسوس نے کہا۔ حضور۔ اگر خیریت ہوتی تو میں اس وقت رات کو آپ کی خدمت میں کیوں حاضر ہوتا۔

اندر آجاؤ۔

شاہ فرانسو نے شاہی جاسوس کو اندر بلا لیا اور پوچھا

کہ بتاؤ کیا بات ہے۔
شاہی جاسوس نے کہا۔
حضور! شہزادی جولیانہ اپنی خواب گاہ کی کھڑکی سے رسی لٹکا کر چوری چھپے کسی سے ملنے گئی تھی اور ابھی ابھی واپس آئی ہے۔
شاہ فرانسو نے پوچھا، کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ شہزادی جولیانہ ہی تھی؟
شاہی جاسوس بولا۔ میں شہزادی کو پہچانتا ہوں۔ حضور میں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ جب شہزادی واپس آکر اوپر چڑھ رہی تھی تو اس کے سنہری بال اس کے شانوں میں لہرا رہے تھے۔
شاہ فرانسو خاموش ہو گیا۔ وہ کسی گہری سوچ میں گم ہو گیا تھا۔ پھر اس نے شاہی جاسوس کی طرف دیکھا اور کہا۔
تم شہزادی کی نگرانی کرو اور معلوم کرو کہ وہ آدھی رات کو کس سے ملنے گئی تھی۔
بہت بہتر حضور!
اب تم جا سکتے ہو۔ فرانسو نے کہا۔
شاہی جاسوس ادب سے سلام کر کے چلا گیا۔ شاہ فرانسو بے چینی سے کمرے میں ٹہلنے لگا۔ اس نے شہزادی جولیانہ

پر شک ضرور پڑ گیا تھا۔ مگر وہ یہ نہیں سمجھ سکا تھا کہ شہزادی آدھی رات کو کھڑکی میں سے رسی لٹکا کر کس سے ملنے گئی تھی۔ بادشاہ کو اپنے مشیر جادوگر قلوطی کا خیال آ رہا تھا۔ اگر جادوگر قلوطی کا جادو اسے واپس مل جائے تو وہ اسے بتا سکتا ہے کہ شہزادی جولیانہ کون ہے اور کس نیت کے ساتھ محل میں آئی ہے۔
شاہ فرانسو کو ایک بات کا بہت فکر تھا جب اس کے ملک پر مسلمانوں نے قبضہ کیا تھا اور وہ فرار ہو کر فرانس کی طرف بھاگا تھا تو اس نے اپنا قیمتی خزانہ قرطبہ سے دور پہاڑی کے ایک غار میں دفن کر دیا تھا اور اپنے پہلے جادوگر کی مدد سے اپنی خاص کنیز کا پتلا بنا کر اسے خزانے کی حفاظت پر لگا رکھا تھا۔ اب اس کو اس بات کا بھی خطرہ تھا کہ کہیں دشمنوں کو اس کی اسکی سکیم کا علم نہ ہو گیا ہو اور وہ اس تعویذ کے پیچھے نہ لگے ہوں جس میں خزانے کے محافظ پتلے کی جان تھی اور جادو کا اصل راز تھا۔ اس تعویذ پر قبضہ کرنے اور اسے جلا ڈالنے کے بعد دشمن عابدہ کے پتلے کو بے اثر کر کے اس کے خزانے پر قبضہ کر سکتا تھا۔ شاہ فرانسو نے اس خزانے کو اس خیال سے دفن کر رکھا تھا کہ جب اسے موقع ملے گا اور وہ قرطبہ کو دوبارہ فتح کرے گا تو اپنا

خزانہ پھر سے حاصل کرے گا۔ اب شہزادی جولیانہ
کی پر اسرارانہ حرکتوں سے اس کا ماتھا ٹھنکا کہ کہیں اس
شہزادی کو مسلمانوں نے سکھا پڑھا کر تو نہیں بھیجا۔
اب ہم اس چور کی طرف آتے ہیں جو شام ہونے
سے پہلے کیتھی کی سرائے والی کوٹھڑی سے عابدہ کا
پتلا چرا کر لے گیا تھا۔ چور نے ایک ویران جگہ پر
جا کر عابدہ کا پتلا نکال کر سامنے رکھا اور اس کی طرف
دیکھ کر بولا۔

میں جانتا ہوں کہ تم عابدہ کے پتلے ہو اور تم غیب کی
باتیں جانتے ہو۔ میں نے تمہیں تمہاری مالکہ سے باتیں
کرتے سن لیا تھا۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم مجھے کوئی
نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اس لئے تمہاری عزت اسی
میں ہے کہ تم سے جو پوچھوں مجھے بتا دو نہیں تو میں
تمہاری گردن الگ کر کے تمہیں آگ میں جلا ڈالوں گا
عابدہ کا پتلا پہلے تو پریشان ہو گیا کہ وہ کس مصیبت
میں پھنس گیا ہے اسے یہ بھی اچھی طرح سے معلوم تھا کہ وہ
خزانے والے غار سے باہر آنے کے بعد اژدر دو منہ والے
سانپ کی ہلاکت کے بعد اس چور کو کوئی نقصان نہیں پہنچا
سکتا۔ اس لئے اب اسے واپس کیتھی کے پاس جانے کے لئے

بڑی ہوشیاری سے کام لینا ہو گا
عابدہ کے پتلے نے کہا۔
"میں اس وقت تمہارے قبضے میں ہوں اور تم جو مجھ
سے پوچھو گے میں اپنے غیب کے علم کے مطابق اس
کا جواب دینے کی کوشش کروں گا۔"
چور نے کہا: میں نے اپنے استاد سے سن رکھا ہے
کہ اس ملک فرانس کے کسی شہر میں ایک سوداگر رہتا ہے
جس کے پاس یمن کا ایک ایسا ہیرا ہے جس کی قیمت
کسی بادشاہ کے خزانے سے بھی بڑھ کر ہے کیا تم مجھے
بتا دو گے یہ سوداگر کس جگہ رہتا ہے اور اس نے یہ قیمتی
ہیرا کس جگہ چھپا رکھا ہے۔
عابدہ کے پتلے نے بتایا۔
یہ سوداگر فرانس کی سرحد کے اندر پہلے شہر میں
اپنی شاندار حویلی میں رہتا ہے اور اس نے یمن کے
قیمتی ہیرے کو اپنی حویلی کے ایک تہہ خانے میں چھپا رکھا ہے
مگر اس ہیرے پر ایک ماں کی بددعا کا اثر ہے جس کا بیٹا اس
ہیرے کو چرانے کے جھوٹے الزام میں سولی پر لٹکا دیا گیا تھا
چور نے پوچھا۔ ...وہ بددعا کیا ہے۔
عابدہ کے پتلے نے کہا: میں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتی

مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ یہ ہیرا اپنے چرانے والے سے خوفناک انتقام لے گا۔

چور قہقہہ مار کر ہنسا اور بولا۔ میں ایسی دقیانوسی باتوں کو نہیں مانتا میں اس ہیرے کو چرا کر لاؤں گا۔ تم میرے ساتھ ہو گے کیونکہ اگر تمہارے کہنے کے مطابق تہہ خانے میں مجھے ہیرا نہ ملا تو میں تمہیں وہیں پتھر سے پاش پاش کر دوں گا۔"

عابدہ کے پتلے نے کہا" خدا کے لئے پتھر سے مار کر پاش پاش نہ کرنا مجھ پہ یہ ظلم نہ کرنا۔ مجھے اپنے ساتھ نہ لے جاؤ۔ میں تمہارے ہیرے کا پتہ بتا دیا ہے اب تم خود جا کر اسے چوری کرو۔ مجھے کسی جگہ چھپا دو میں بھاگ نہیں سکتی۔

چور بولا، نہیں تم میرے ساتھ جاؤ گی

چور اسی راستے فرانس کی سرحد کے قریب پہلے شہر میں آگیا۔ یہ شہر وہی تھا جس کے باہر شاہ فرانسو کا محل تھا اور جہاں کیٹی شہزادی جو بیانہ کی شکل میں رہ رہی تھی عابدہ کے پتلے نے چور کو سوداگر کی حویلی کا پتہ بتایا چور نے سوداگر کی حویلی کے نوکر کو بھاری رشوت دے کر اپنا ساتھی بنا لیا اور پھر اس کی مدد سے ایک رات حویلی میں پہنچ گیا نوکر

نوکر چور کو حویلی کی تاریک راہ داریوں میں سے گزرتا ہوا نیچے تہہ خانے میں لے گیا اور تہہ خانے کا دروازہ کھول کر بولا یہاں سے اکیلے ہی اندر جاؤ۔ مجھے ڈر لگتا ہے کیونکہ میں نے سن رکھا ہے کہ ہیرے پر کسی ماں کی بددعا کا اثر ہے

چور نے نوکر کو دھکیل کر کہا

"تم بزدل ہو۔ پیچھے ہٹ جاؤ۔ اسی جگہ میرا انتظار کرو میں ہیرا چرا کر واپس آ رہا ہوں

اور چور تہہ خانے میں اتر گیا۔ عابدہ کا پتلا چور کی جیب میں تھا۔ تہہ خانے میں چور نے کچھ اس قسم کی بو محسوس کی جیسی کہ کسی بوچڑ خانے سے آیا کرتی ہے اس میں خون اور ہڈیوں کی بدبو شامل تھی۔ چور کی آنکھوں پہ لا ٹیچ کی پٹی بندھی تھی وہ موم بتی روشن کر کے اسے ہاتھ میں تھامے تہہ خانے کی اس کوٹھڑی میں آگیا جہاں ایک لوہے کی بھاری الماری دیوار کے ساتھ لگی تھی اس الماری کے اندر یمن کا نایاب ہیرا رکھا ہوا تھا۔ الماری کو بھاری تالہ لگا تھا مگر وہ ایک ماہر اور تجربہ کار چور تھا اس نے جیب سے لوہے کی تار نکالی اور تھوڑی سی کوشش کے بعد تالا کھول ڈالا۔

اس نے آہستہ سے الماری کا دروازہ کھولا اور دیکھا کہ اندر دراز میں ایک آبنوس کی لکڑی کا چھوٹا سا ڈبہ پڑا تھا۔ چور

نے ڈبہ کھولا تو اس کی آنکھیں چکا چوند ہو کر رہ گئیں۔ اس نے
ایسا چمکدار، شفاف اور ناشپاتی جتنا بڑا ہیرا آج تک نہیں دیکھا
تھا۔ وہ خوشی سے مسکرانے لگا اور جلدی سے ہاتھ بڑھایا کہ ہیرے
کو اٹھا کر جیب میں ڈال لے۔ جونہی اس کا ہاتھ ہیرے کو لگا
ہیرے کے اندر سے ایک عورت کی چیخ بلند ہوئی۔ یہ چیخ اس ماں
کی تھی جس کا بیٹا ہیرے کو چرانے کے الزام میں کچھ عرصہ پہلے
سولی پہ لٹکا دیا گیا تھا۔ یہ چیخ اس قدر بھیانک اور زوردار
تھی کہ اس سے حویلی کی دیواریں لرز اٹھیں۔ حویلی میں سب
لوگ جاگ پڑے۔ ہیرے کا مالک سوداگر بھی جاگ اٹھا۔
وہ اپنے آدمیوں کو لے کر تہہ خانے کی طرف بھاگا اس چیخ کی
آواز سے چور بے ہوش ہو کر گر پڑا تھا۔ چور کو تہہ خانے میں
میں پکڑ کر باندھ دیا گیا۔ سوداگر نے کہا۔

"اس کو صلیب پہ لٹکا کر قلعے کے اوپر لگا دو"

چور کو ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا۔ بے ہوشی ہی میں اس
کو صلیب پر لٹا کر اس کے ہاتھ، پاؤں اور سینے میں لمبی لمبی لوہے
کی میخیں ٹھونک دی گئیں۔ چور ہلاک ہو گیا۔ اس کی صلیب کو
قلعے کے اوپر لگا دیا گیا سوداگر نے چور کی تلاشی لی تو اس کی
جیب میں سے عابدہ کا پتلا نکلا۔ پتلا ہاتھ بھر کے سائز کا تھا
اور اگر وہ اپنی آنکھیں بند کر لیتا تھا تو وہ بالکل پتھر کا معمولی

پتلا لگتا تھا۔ عابدہ نے جب دیکھا کہ چور پکڑا گیا ہے
اور اسے سولی پہ چڑھا دیا گیا ہے تو اس نے سوداگر کے ہاتھ
میں آتے ہی آنکھیں بند کر لیں تاکہ اسے جاندار نہ سمجھا جائے
اور پتھر کا پتلا سمجھا جائے۔

سوداگر نے پتلے کی طرف دیکھ کر کہا۔

"یہ ایک بیکار سی مورتی ہے۔ اسے دریا میں پھینک
دو۔ اگر اس میں کوئی جادو ہو گا تو اپنے آپ ختم ہو
جائے گا۔

لیکن یہ عابدہ کے پتلے کو بھی معلوم نہ تھا کہ دریا میں گرنے
کے بعد اس پہ جو جادو کیا ہوا ہے اس کا انت ہو جائیگا
عابدہ کا پتلا دریا میں گرتے ہی پتھر ہونے کی وجہ سے
دریا کے نیچے چلا گیا۔ عابدہ نے آنکھیں بند کر لیں تھیں، مگر
اسے محسوس ہونے لگا کہ اس کے اندر کوئی تبدیلی آ رہی
ہے اس نے پانی کے اندر ایک بار جو آنکھیں کھول کر دیکھا
اس کے پتلے کا نچلا حصہ غائب ہو گیا تھا اور وہ جاندار
چراغ بن چکی تھی۔ عابدہ نے اپنے ذہن پر زور ڈال کر
سوچا تو اس کی سوچنے کی طاقت زندہ تھی اس نے کٹی کے
ے من سوچا کہ وہ سرائے میں اس کے پتلے کو [illegible]

پریشان ہو رہی ہوگی۔ پھر اس نے ناگ عنبر ماریا کے بارے
میں سوچا۔ کیونکہ کیٹلی نے اسے اپنی ساری کہانی بیان کرتے
ہوئے عابدہ کے پتلے کو عنبر ناگ ماریا کے بارے میں بھی
بتا دیا تھا۔ عابدہ چاندی کے چراغ کی شکل میں دریا کی تہہ
میں پڑی رہی۔

پھر دریا کی لہروں نے اسے آہستہ آہستہ نیچے آگے کی
طرف دھکیلنا شروع کر دیا۔ اور وہ بہنے لگی۔ آگے جا کر ایک
مچھیرے نے مچھلیاں پکڑنے کے لئے دریا میں جال ڈال رکھا
تھا۔ عابدہ اس جال میں پھنس گئی۔ مچھیرے نے جال اوپر کھینچا
مچھلیاں کشتی میں ڈالیں تو ان میں سے چاندی کا ایک چراغ
بھی نکل آیا۔ مچھیرا حیران ہوا۔ خوش بھی ہوا کہ اسے چاندی
کا چراغ مل گیا۔ اس نے چراغ کو اٹھا کر دیکھا تو چراغ پر
دو انسانی آنکھیں بنی ہوئی تھیں۔ یہ عابدہ کی آنکھیں تھیں۔ مگر عابدہ
انہیں جھپک نہیں سکتی تھی۔

مچھیرا پہلے تو انسانی آنکھوں کو دیکھ کر ڈر گیا۔ عابدہ کی
آنکھیں ٹکٹکی باندھے مچھیرے کو تک رہی تھیں۔ عابدہ نے اسے
کہنا چاہا کہ وہ عابدہ ہے ایک زندہ انسان ہے لڑکی ہے
مگر اس کی آواز باہر نہ ہو سکی۔ عابدہ سمجھ گئی کہ جس
نے پانی میں گرنے کے بعد اسے چاندی کے چراغ میں بدل

ہے اسی طلسم نے اس کی بولنے کی طاقت چھین لی ہے۔
اب وہ تقدیر کے رحم و کرم پر تھی اور اس کے بعد مچھیرے
کے رحم و کرم پر تھی۔ وہ جو چاہے اس کے ساتھ سلوک
کرے۔ مچھیرے نے چراغ کو اپنے تھیلے میں ڈال لیا اور بڑا
خوش ہوا کہ اسے کوئی تاریخی چراغ ہاتھ آگیا ہے اپنے
مکان میں جا کر اس نے اسے کوٹھڑی میں ایک جگہ رکھ دیا
اس میں تیل ڈال اور روشن کر دیا۔ جونہی چراغ روشن ہوا
اس کی ساکت پتھرائی ہوئی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔

مچھیرا گھبرا گیا۔ اس نے جلدی سے چراغ کو بجھا دیا۔ چراغ
کی آنکھوں سے آنسو بہنا بند ہو گئے۔ مچھیرے نے چراغ کو
ایک تھیلے میں ڈالا اور اپنے ایک دوست کے پاس جا کر اسے
چراغ دکھایا اور کہا کہ یہ اسے دریا میں سے ملا ہے اس کے
دوست نے چراغ کو غور سے دیکھا۔ پھر اس کی پتھرائی
ہوئی کھلی آنکھوں پہ انگلی پھیری اور کہا

یہ تو عام قسم کا چراغ ہے بس اس پہ دو انسانی آنکھیں
بنی ہوئی ہیں۔

مچھیرا بولا۔ چراغ روشن ہو تو ان آنکھوں سے آنسو گرنا
شروع ہو جاتے ہیں۔"

اس کے دوست نے کہا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

مچھیرے نے چراغ کو روشن کر دیا۔ چراغ کے جلتے ہی عابدہ
کی پتھرائی ہوئی آنکھوں میں سے آنسو گرنا شروع ہو گئے۔ مچھیرے
کا دوست حیران ہو کر چراغ کو تکنے لگا۔

پھر اس نے اپنے دوست سے کہا کہ یہ کوئی جادو کا چراغ
ہے۔ مچھیرے نے کہا۔

"میں اسے واپس دریا میں پھینک آتا ہوں"

اس کا دوست بولا۔ نہیں بڑا قیمتی چراغ ہے۔ ہو سکتا ہے اس
کے طلسم سے تمہارے دن پھر جائیں اور تو امیر آدمی بن جائے
اس کو اپنے پاس ہی رکھو۔

مچھیرے نے چراغ کو واپس اپنی کوٹھڑی میں لا کر رکھ دیا۔
لیکن بات سارے شہر میں پھیل گئی مچھیرے کے پاس ایک ایسا چراغ
ہے جس کو روشن کرو تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں جب
اس شہر کے گرجا گھر کے پادری کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے وہ
چراغ مچھیرے سے کہہ کر لیا کہ اسے خدا کے گھر میں رکھ دو
یہ ایک مقدس چراغ ہے۔

ایسا لگتا ہے کہ اس نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو صلیب پر چڑھتے
دیکھا ہے اور یہ ان کے غم میں آنسو بہاتا ہے۔

مچھیرا مذہبی آدمی تھا اس نے چراغ پادری کو دے دیا۔ پادری
نے چراغ کو گرجا گھر میں لے جا کر چبوترے پر روشن کر دیا۔ چراغ

کی آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہو گئے لوگ دور دور سے
آ کر اس چاندی کے روتے ہوئے چراغ کی زیارت کرنے لگے
شاہ فرانسو کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے شہزادی جوبیانہ
سے کہا۔

"سنا ہے ہمارے شہر کے گرجا گھر میں ایک ایسا چراغ رکھا
گیا ہے جو آنسو بہاتا ہے۔ کیوں نہ اس کی زیارت کی جائے شہزادی؟"
کیٹی کو چراغ سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ لیکن جب اسے
پتہ چلا کہ چراغ کی دو آنکھیں بھی ہیں اور ان سے آنسو ٹپکتے
ہیں تو وہ شاہ فرانسو کے ساتھ گرجا گھر پہنچ گئی۔ مقدس
چبوترے پہ چاندی کا چراغ روشن تھا اور اس کی پتھرائی ہوئی
دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

عابدہ کی آنکھوں سے کیٹی کو شہزادی جوبیانہ کے بھیس
میں پہچان لیا۔ مگر افسوس کہ وہ اسے آواز نہیں دے سکتی تھی
صرف اسے دیکھ سکتی تھی۔ کیٹی بھی چراغ کی آنکھوں اور
ان سے بہتے آنسوؤں کو غور سے دیکھ رہی تھی اسے یہ
آنکھیں جانی پہچانی لگ رہی تھا مگر یہ آنکھیں پتھر کی تھیں اور
اس کی پلکیں جھپک نہیں رہی تھیں۔ کہاں یہ عابدہ کے پتلے
کی آنکھیں تو نہیں ہیں۔ کیٹی کا دل زور زور سے دھڑکا۔ یہ
عابدہ کی ہی آنکھیں تھیں۔ مگر وہ چاندی کا چراغ کیسے بن گئی

کیٹی نے پادری سے کہا۔ میں اس مقدس چراغ کو اپنے
محل میں لے جانا چاہتی ہوں۔"
پادری اپنے شہر کے بادشاہ کی مہمان شہزادی کے آگے
کس طرح انکار کر سکتا تھا۔ پھر بھی اس نے شاہ فرانسو کی طرف
دیکھا کہ کیا وہ شہزادی کی اس خواہش کی منظوری دیتے ہیں
شاہ فرانسو نے کہا۔
"انطاکیہ کی شہزادی جولیانہ ہمارے مہمان ہیں۔ ہم ان کی خواہش
کو نہیں ٹھکرا سکتے۔"

چراغ کے بجھتے ہی اس کی آنکھوں سے آنسو رک گئے پادری
نے چراغ کو شہزادی جولیانہ یعنی کیٹی کی خدمت میں پیش
کر دیا۔ کیٹی نے چراغ کو اپنی خوابگاہ میں لا کر رکھ دیا۔ رات
کو اس نے چراغ کو جلایا تو اس کی آنکھیں آنسو بہانے لگیں
کیٹی نے اس سے پوچھا۔
"عابدہ! کیا یہ تم ہو؟"
چراغ کی آنکھیں پتھرائی ہوئی تھیں وہ پلکوں کو جھپکا کر بھی
کوئی جواب نہیں دے سکتی۔ آواز تو اس کے اندر سے نکل ہی
نہیں سکتی تھی۔ کیٹی نے بار بار عابدہ کی آنکھوں سے سوال کیا
مگر کوئی جواب نہ ملا۔ نہ ہی آنکھوں نے کوئی حرکت کی لیکن
کیٹی نے محسوس کیا کہ جب بھی وہ چاندی کے چراغ سے

عابدہ کے بارے میں پوچھتی ہے تو اس آنکھوں سے
آنسو زیادہ تیزی سے گرنے لگتے ہیں۔ اب تو کیٹی کو یقین
ہو گیا کہ یہی عابدہ ہے جو کسی طلسم کی وجہ سے پتیلے
سے چاندی کا آنکھوں والا چراغ بن گئی ہے۔ کیٹی نے
چراغ کو بجھا دیا۔ اس کی آنکھوں کے آنسو بند ہو گئے اب
کیٹی کے لئے ضروری ہو گیا تھا کہ وہ جتنی جلدی ہو سکے
شاہ فرانسو کے اس تعویذ کا پتہ چلائے جس میں عابدہ کے
چراغ اور اس کی پتھرائی ہوئی آنکھوں کا طلسم چھپا ہوا تھا۔
دوسری طرف شاہ فرانسو بھی کیٹی سے ہوشیار ہو گیا تھا
شاہی جاسوس بھی کیٹی کی برابر خبرگیری کر رہا تھا۔ مگر
اس کے بعد شہزادی جولیانہ یعنی کیٹی اپنے محل سے رات
کو باہر نہیں گئی تھی۔ شاہ فرانسو کو اپنے شاہی خزانے کا
خیال تھا اور اس کی حفاظت کی فکر تھی۔ شہزادی جولیانہ کے
آنے سے اور آدھی رات کو اس کے باہر جانے سے وہ زیادہ
ہوشیار ہو گیا تھا۔ چنانچہ ایک رات وہ محل سے بھیس بدل
کر نکلا اور گھوڑا دوڑاتا دریا کے پار ایک پرانی خانقاہ میں
آ گیا۔ کسی زمانے میں اس خانقاہ میں لوگ رہا کرتے تھے مگر
زلزلے کی وجہ سے اس خانقاہ کی چھتیں گر پڑیں اور اب ایک
کھنڈر بن چکا تھا۔ شاہ فرانسو گھوڑے سے اتر کر خانقاہ

کہ ایک خفیہ راستے سے اس کے نیچے چلا گیا اس جگہ ایک تنگ و
تاریک کوٹھڑی بنی ہوئی تھی جہاں لوگ پہلے غلہ وغیرہ کی
بوریاں رکھا کرتے تھے اس تہہ خانہ کی کوٹھڑی میں لوہے کا
ایک بھاری صندوق رکھا ہوا تھا جس کو تالا لگا تھا شاہ
فرانسو نے تالا کھولا۔ صندوق میں سیاہ چمڑے کے چھوٹے سے
بٹوے میں وہ طلسمی تعویذ پڑا تھا۔ جس میں قرطبہ اس کے
شاہی خزانے پہ پہرہ دینے والے عابدہ کے پتلے کا طلسم
بند تھا۔ تعویذ کو دیکھ کر بادشاہ کو تسلی ہو گئی کہ قرطبہ میں
اس کا شاہی خزانہ محفوظ ہے۔ مگر اس نے یہ نہیں دیکھا کہ طلسمی
تعویذ پہ لکھی ہوئی عجیب و غریب عبارت کی اوپر والی دو
سطریں غائب ہو چکی تھیں جو اس بات کا اشارہ تھا کہ خزانے
کا پتلا وہاں نہیں ہے اور خزانہ غار سے نکال لیا گیا ہے۔

شاہ فرانسو خانقاہ کے تہہ خانے سے نکل کر باہر آیا تو
دیکھا کہ ایک سایہ رات کے اندھیرے میں تیزی سے پہاڑی کی
اوٹ میں ہو گیا وہ جلدی سے اس طرف آیا۔ کیا اس کا کوئی
پیچھا کر رہا تھا۔ مگر وہاں سوائے اندھیرے کے اور کچھ نہیں
تھا۔ بادشاہ واپس اپنے محل کی طرف روانہ ہو گیا۔ اسے شک
ہو گیا تھا کہ کہیں شہزادی جولیانہ اس کا تعاقب تو نہیں
کر رہی تھی محل میں آتے ہی وہ دبے پاؤں شہزادی جولیانہ

کی خواب گاہ کے دروازے پر آیا۔ اس نے ایک خفیہ دراز
سے دیکھا کہ شہزادی سو رہی تھی۔

لیکن اسے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ شہزادی ابھی ابھی ایک
منٹ پہلے آ کر بستر پہ لیٹی تھی۔ اگر اس وقت وہ محل کے پیچھے
جا کر کھڑکی کی طرف دیکھتا تو وہاں اسے رسی لٹکتی دکھائی دیتی
جس کے ذریعے اتر کر کیٹی بادشاہ کے تعاقب میں گئی تھی بادشاہ
شہزادی کو سوتا دیکھ کر مطمئن ہو گیا۔ مگر جب دوسرے دن
اس کے شاہی جاسوس نے آ کر اسے بتایا کہ رات کو شہزادی
جولیانہ کی کھڑکی سے پھر وہی رسی لٹک رہی تھی۔ جس کا مطلب
یہ ہے کہ وہ محل سے نکل کر کہیں گئی تھی۔

بادشاہ دھک سے رہ گیا تو کیا شہزادی رات کو اس کا
پیچھا کر رہی تھی۔ اس نے شاہی جاسوس کو کچھ نہ بتایا اور اسی
وقت گھوڑے پہ سوار ہو کر پرانی خانقاہ میں گیا اور وہاں
سے طلسمی تعویذ کا کالا بٹوہ نکال کر لے آیا اور محل کی خوابگاہ
کے پلنگ کے نیچے بچھے ہوئے قالین کے اندر چھپا دیا۔ شہزادی
جولیانہ یعنی کیٹی کو بھی پتہ چل گیا کہ شاہ فرانسو دن کے وقت
خانقاہ کی طرف گیا تھا۔ اسے یقین ہو گیا کہ وہ خانقاہ سے طلسمی
تعویذ محل میں لے آیا ہے۔ مگر یہ تعویذ اس نے کہاں چھپایا
ہے؟ اس کی کیٹی کو کوئی خبر نہیں تھی کیٹی رات کو عابدہ

کا چاندی کا چراغ روز جلاتی۔ چراغ کی آنکھوں سے آنسو بہتے
کیٹی اس سے سوال کرتی۔ بہت کچھ پوچھتی مگر عابدہ کا چراغ
کوئی جواب نہ دیتا اس کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہتے کیٹی
نے فیصلہ کیا کہ وہ آدھی رات کو خانقاہ میں جا کر تسلی کرے گی
کہ طلسمی تعویذ وہاں ہے یا بادشاہ شاہ فرانسو اسے وہاں سے
لے آیا ہے۔

آدھی رات کو وہ کالا لبادہ اوڑھ کر کھڑکی کے راستے
رسی لٹکا کر اتری اور خانقاہ کی طرف چل پڑی۔ شاہی جاسوس
نے فوراً بادشاہ کو جا کر خبر کر دی بادشاہ بھی اس کے پیچھے پیچھے
چھپ کر روانہ ہو گیا۔ کیٹی جب خانقاہ کے خفیہ راستے
سے نیچے اتر کر تنگ و تاریک کوٹھڑی میں داخل ہوئی تو
بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ یہ کوئی عیار عورت ہے اور وہ الماکے
شاہی خزانے کی حفاظت کرنے والے تعویذ کو اڑانے
وہاں آئی ہے تاکہ اس کی سلطنت کے خزانے پر قبضہ کر سکے۔

جونہی کیٹی کوٹھڑی میں اتر کر تہہ خانے میں داخل ہوئی
بادشاہ نے لوہے کا دروازہ بند کر کے باہر سے تالا لگا دیا۔

کیٹی نے پلٹ کر دروازے کو دیکھا جو بند ہو چکا تھا۔ شاہ فرانسو کیٹی کو
بند کرنے کے بعد خاموشی سے واپس اپنے محل میں آ گیا۔ کیٹی
کو فوراً اندازہ ہو گیا یہ کام خود بادشاہ یا اس کے کسی خاص

جاسوس نے کیا ہے اور بادشاہ کو پتہ چل گیا ہے کہ وہ اس
کے طلسمی تعویذ کے پیچھے لگی ہوئی ہے کیٹی پریشان ہو گئی
اس نے دروازے کو زور زور سے دھکا دے کر کھولنے
کی کوشش کی۔ مگر وہ لوہے کا تھا اور اتنا مضبوط اور
بھاری تھا کہ اس کے اپنی جگہ سے ہلنے کا سوال ہی پیدا
نہیں ہوتا تھا۔ کیٹی نے چٹکی بجائی۔ کوئی اثر نہ ہوا اس
نے کوٹھڑی میں صندوقچی کو دیکھا جو کھلی پڑی تھی۔ اس میں
سے طلسمی تعویذ غائب تھا کیٹی نے اپنے جن دوست
کو کئی بار مدد کے لئے پکارا۔ مگر وہ بھی اس مدد کو نہیں آیا۔ کئی
بار چٹکی بجائی۔ چٹکی نے بھی کوئی کام نہ کیا۔ کیٹی خانقاہ کی اس تہہ
خانے والی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں قید ہو کر رہ گئی تھی
وہ اندھیرے میں خالی صندوقچی کے پاس بیٹھ گئی اور غور کرنے
لگی کہ اب اس کے ساتھ کیا گزرے گی؟ ظاہر ہے وہ مر نہیں
سکتی تھی۔ بھوک پیاس اسے کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔ بادشاہ نے
اسے اسی لئے وہاں بند کر دیا تھا کہ بھوکی پیاسی رہنے کے بعد
خود ہی مر جائے گی۔ اسے کیا پتہ تھا کہ کیٹی کھانے پینے کے
بغیر بھی ساری زندگی زندہ رہ سکتی ہے۔

بادشاہ فرانسو اب بڑا خوش تھا کہ جس عیار عورت نے
شہزادی جوریانہ کے بھیس میں اس کے خزانے پر قبضہ کرنے

کی سازش کی تھی وہ اب خانقاہ کی تنگ و تاریک ویران کوٹھڑی
میں بھوک پیاس سے مر جائے گی۔ دو دن گزر گئے۔ تیسرے روز
شاہ فرانسو کا خاص افریقی جادوگر فلوطی دیوتاؤں کے آگے
قربانی پیش کرنے کے بعد واپس بادشاہ کے محل میں آ گیا
بادشاہ اسے فوراً شہزادی جولیانہ یعنی کیٹی کی خوابگاہ
میں لے گیا اور اسے سارے واقعات بیان کرنے کے بعد کہا۔
میں نے اسے خانقاہ کی خفیہ کوٹھڑی میں بند دیا ہے جہاں
آج اسے کچھ کھائے پئے بغیر تیسرا روز جا رہا ہے۔ کل نہیں
تو پرسوں تک وہ بھوک پیاس کی وجہ سے مر جائے گی اور پھر اس
کی ہڈیاں بھی وہاں سڑ جائیں گی۔

جادوگر فلوطی نے آتشدان کے اوپر رکھے ہوئے آنکھوں والے
چاندی کے چراغ کی طرف غور سے دیکھ کر پوچھا۔

یہ آنکھوں والا چراغ کہاں سے آیا ہے۔

بادشاہ نے مسکرا کر کہا:

یہ ایک نادر چیز میرے ہاتھ لگی ہے۔ ایک مچھیرے کو
دریا میں سے ملا تھا۔ اس نے یہ گرجا گھر میں رکھوا دیا۔ وہاں
سے جعلی شہزادی جولیانہ اپنی خوابگاہ میں لے آئی تھی اس میں
ایک خوبی یہ ہے کہ جب اسے روشن کرو تو اس کی پتھرائی ہوئی
آنکھوں سے آنسو بہنے شروع ہو جاتے ہیں تمہیں دکھاتا ہوں۔

شاہ فرانس نے عابدہ کے چراغ کو جلا دیا۔ چراغ کی لو
اونچی ہوئی تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ فلوطی جادوگر
کے پاس اگرچہ پورا جادو نہیں تھا اور اس کو دوبارہ حاصل
کرنے کے لئے ابھی وہ چلے کر رہا تھا۔ لیکن وہ بہت کچھ اندازہ
لگا سکتا تھا۔ اس نے چراغ کی آنکھوں کو قریب سے آ کر دیکھا
اور بولا۔

"بادشاہ! مجھے اس چراغ میں کوئی گہرا راز لگتا ہے۔"

"راز؟" بادشاہ نے چونک کر پوچھا، کیا راز ہو سکتا ہے؟

فلوطی بولا۔" اگرچہ میرے پاس جادو کی طاقت ابھی نہیں ہے
مگر میں جادو کی شکل پہچانتا ہوں۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ اس چراغ
پر کسی نے جادو کیا ہوا ہے۔"

بادشاہ نے کچھ پریشان ہو کر کہا۔

اس جادو سے ہمیں تو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ فلوطی؟

جادوگر فلوطی کہنے لگا۔

یہ پتہ کرنے کے لئے مجھے آج کی رات اس چراغ کے آگے
چلہ کرنا پڑے گا۔"

اس رات فلوطی جادوگر کیٹی کی خوابگاہ میں عابدہ کی آنکھوں
والے چاندی کے چراغ کو سامنے رکھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے اگربتیاں
سلگا کر جادو کے منتر پڑھنے شروع کر دیئے۔ ساری رات وہ

منتر پڑھتا رہا۔ پچھلے پہر چاندی کے چراغ کی لَو کے اوپر سے ایک شیطانی ہیولا باہر نکلا اس کے سر کے اوپر سینگ تھے اور لمبی زبان باہر نکلی ہوئی تھی۔ اس نے فلوطی جادوگر کو بتایا۔

" اے فلوطی! تم جادوگروں کے عذاب میں ہو، مگر تم نے اپنے منتروں سے میری تعریف کی ہے۔ اور میں تمہیں صرف یہ بتانے آیا ہوں کہ جس عورت کو تم لوگوں نے خانقاہ کی کوٹھڑی میں بند کر رکھا ہے وہ ساری زندگی بھی اگر کچھ نہ کھاتے پیئے تو مر نہیں سکتی "

فلوطی نے حیران ہو کر پوچھا۔

کیا وہ کوئی زبردست جادوگرنی ہے؟

ہیولے نے کہا:

یہ میں بھی نہیں جانتا۔ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ اگر تم اسکی شکل کا کپڑے کا ایک پتلا بنا کر جلاؤ گے تو اس پتلے سے اٹھنے والے دھوئیں سے وہ عورت شاید ہمیشہ کی نیند سو جائے مگر اسکا پتلا خانقاہ کے باہر جا کر جلانا۔

یہ کہکر ہیولا غائب ہو گیا۔ فلوطی نے دیکھا کہ چاندی کے چراغ کی آنکھوں سے برابر آنسو بہہ رہے تھے۔ عابدہ مجبور تھی۔ وہ چاندی کے جادوئی چراغ میں قید تھی اور اسی جادو کے ہیولے نے اسے قید میں رکھا تھا اور اس پر عابدہ کا کوئی کنٹرول

نہیں تھا۔ عابدہ سمجھ رہی تھی اور سن رہی تھی کہ اس کا مالک جادوئی ہیولا کیٹی کو ہلاک کرنے کی ترکیب بتا رہا ہے مگر وہ کیٹی کو بچانے کے لئے کچھ نہیں کر سکتی تھی اس لئے اس کی پتھرائی ہوئی آنکھوں سے ساون کی جھڑی کی طرح آنسو بہہ رہے تھے۔

جادوئی گر فلوطی نے ساری بات بادشاہ فرانسو کو جا کر بتادی بادشاہ کو شہزادی جولیانہ کی شکل یاد تھی۔ اس نے فوراً اس کی شکل کا ایک کپڑے کا چھوٹا گڈا بنوایا اور اسے لے کر جادوگر فلوطی کے ساتھ پرانی خانقاہ کے کھنڈر میں آگیا۔ فلوطی جادوگر بادشاہ کو لے کر نیچے تہہ خانے کے لوہے کے دروازے کے پاس گیا اور انہوں نے گہری خاموشی میں کان لگا کر سنا کہ اندر سے کیٹی کے سانس لینے کی آواز آ رہی تھی۔ فلوطی نے چونک کر بادشاہ کی طرف دیکھا۔ گویا کہہ رہا ہو۔

جادوئی ہیولے نے ٹھیک کہا تھا۔ شہزادی تین دن گذرنے کے بعد بھی زندہ ہے۔ بادشاہ کو بھی بڑی حیرانی ہوئی اور اسے یقین ہو گیا کہ شہزادی جولیانہ بہت بڑی طاقت کی مالک ہے اور اسے فلوطی جادوگر ہی ہلاک کر سکتا ہے فلوطی نے وہیں بند دروازے کے باہر کیٹی کا پتلا رکھ کر اسے آگ لگا دی۔ کپڑوں سے بنا ہوا گڈا آہستہ آہستہ جلنے لگا اور اس میں سے سیاہ کالا دھواں اوپر اٹھنا شروع ہو گیا۔ اگرچہ یہ

دھواں اندر کیٹی کے پاس نہیں پہنچ رہا تھا۔ مگر جادو کی وجہ
سے اس کا دم گھٹنے لگا اس کا سانس بند ہونے لگا۔ اس نے دونوں
ہاتھوں سے اپنا گلا پکڑ لیا۔ وہ زور زور سے سانس لینے
لگی۔ مگر اس کا سانس نہیں نکل رہا تھا۔ وہ اٹھی اور پھر چکرا کر
کرسٹل کے فرش پر بے ہوش ہو کر گر پڑی۔

اسے کیٹی کی کھوپڑی چاہیئے

کیٹی شہزادی جولیانہ کی شکل میں خانقاہ کے تہہ خانے میں
بے ہوش پڑی تھی عابدہ کی آنکھوں والا چاندی کا چراغ
بادشاہ نے اپنی خواب گاہ میں لاکر رکھ لیا تھا کہ یہ مصیبت
کے وقت نلوطی جادوگر کی رہنمائی کرے گا اور طلسمی تعویذ
جس میں عابدہ کی زندگی تھی بادشاہ کے پلنگ کے نیچے قالین
کے نیچے چھپا ہوا تھا۔

دوسری طرف قارون کی بدروح ایک ہسپانوی سیاح کی
شکل میں ناگ کے ساتھ سفر کرتی ہوئی فرانس کی سرحد میں داخل
ہو گئی تھی۔ قارون کے خفیہ خزانے کی شیطانی دیوتا
کی دی ہوئی سونے کی سفید موتی والی انگوٹھی نے قارون کی بدروح
کو انسانی شکل دیتے ہوئے کہا تھا۔

"اگر تم کسی ایسی عورت کی کھوپڑی میرے پاس لانے میں کامیاب
ہو گئے کہ جس کی آنکھیں چوکور ہوں تو میں تمہیں پھر سے نئی

زندگی عطا کر دوں گا۔ لیکن یاد رکھنا اس سفید موتی والی انگوٹھی
کو اپنے سے جدا نہ کرنا۔ اور یہ بھی یاد رکھنا کہ جب تم کسی ایسی
عورت کے نزدیک پہنچ گئے جس کی آنکھیں اصل میں چوکور ہوں گی
تو اس سفید موتی کا رنگ سرخ ہو جائے گا۔

قارون کی بدروح دوبارہ زندگی پانے کے لئے کسی چوکور آنکھوں
والی عورت کی تلاش میں انسانی شکل اختیار کئے ناگ کے
ساتھ سفر کر رہی تھی۔ اس نے ناگ کو اپنا نام امیبعہ بتایا
تھا اور کہا تھا کہ وہ ایک ہسپانوی سیاح ہے اور ملک ملک
کی سیر کرنے گھر سے نکلا ہے۔ ناگ چونکہ کیٹی کی تلاش میں
فرانس کی طرف جا رہا تھا اس لئے قارون کی بدروح بھی اس
کے ساتھ فرانس کی طرف روانہ ہو گئی تھی اور
اب وہ فرانس کی سرحد پار کر چکے تھے۔

نہ تو ناگ کو معلوم تھا کہ اس کے جو آدمی سفر کر رہا ہے
وہ اصل میں قارون کی بدروح ہے جس کے خزانے کے بارے
میں افسانوی داستانیں مشہور ہیں اور نہ ہی قارون کی بدروح
کو پتہ تھا کہ یہ ناگ ہے جو اصل میں ایک سانپ ہے اور انسان
کی شکل میں سفر کر رہا ہے۔ لیکن باتوں ہی باتوں میں قارون کی
بدروح نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ کوئی پراسرار شخص ہے اور یہ

سیر کرنے گھر سے نہیں نکلا بلکہ کسی کی تلاش میں ہے۔

فرانس کی سرحد پر پہلا شہر وہی شاہ فرانسو کا تھا جس کے
محل کی خواب گاہ میں عابدہ کی آنکھوں والا چاندی کا چراغ
پڑا تھا اور جس کے باہر دریا پار کی پہاڑیوں کی خانقاہ کے
کھنڈر کے نیچے تہہ خانے میں کیٹی شہزادی جولیانہ کے روپ میں
بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔

قارون کی بدروح نے بھی ناگ کو نہیں بتایا کہ وہ کسی ایسی
عورت کی تلاش میں ہے۔ جس کی آنکھیں چوکور ہوں اور نہ ناگ
نے بھی اسے نہیں بتایا تھا کہ وہ چوکور آنکھوں والی کیٹی کی
تلاش میں وہاں آیا ہے۔ دونوں یہ بات ایک دوسرے
کو نہیں بتا سکتے تھے۔

وہ ایک سرائے میں آکر اتر گئے۔ یہ پرانے زمانے کا
ایک چھوٹا سا شہر تھا۔ اس شہر میں آنے کے بعد اچانک قارون
کی بدروح کی نظر اپنی انگوٹھی کے موتی پر پڑی تو وہ۔ اس کی
انگوٹھی کے سفید موتی کا رنگ سرخ پڑ چکا تھا۔ جس کا
مطلب تھا کہ چوکور آنکھوں والی عورت اسی شہر میں کہیں آس
پاس ہی ہے۔ اس نے اپنی خوشی کو چھپائے رکھا۔ ناگ کی
بھی اسکی انگوٹھی پہ نظر پڑ گئی کیونکہ انگوٹھی قارون کی بدروح
کی انگلی میں ہی تھی اور وہ اسے اتار کر جیب میں نہیں رکھ

سکتا تھا ناگ نے متعجب سے پوچھا۔

امیدہ! تمہاری انگوٹھی کے موتی کا رنگ تو سفید تھا۔ اب یہ سرخ کیسے ہو گیا؟

قارون کی بدروح پہلے تو بوکھلا گئی۔ پھر اپنے حواس پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

یہ ۔۔۔ یہ ۔۔۔ یہ اصل میں بڑا خراب اور گھٹیا قسم کا موتی ہے۔ جس جوہری سے میں نے یہ انگوٹھی خریدی تھی اس نے کہا تھا کہ کچھ وقت گزر جانے کے بعد اس موتی کا رنگ خراب ہو جائے گا اور سرخ پڑ جائیگا

ناگ نے مسکرا کر کہا، یہ تو بڑا گھٹیا قسم کا موتی ہے پھینک دو اسے"

قارون کی بدروح نے بھی مسکراتے ہوئے کہا

"بھائی میں نے اس پہ کچھ رقم خرچ کی ہوئی ہے اور پھر یہ میرا کیا بگاڑے گا۔ سفید نہ سہی سرخ موتی سہی"

دونوں ہنسنے لگے۔ ناگ بولا۔

"...... اچھا بھئی میں تو ذرا شہر کی سیر کرنے جاتا ہوں۔ میرا خیال ہے تم آرام کرو اتنی دیر تک"

دونوں ایک دوسرے سے چھپ کر ایک ہی عورت کی تلاش میں جانا چاہتے تھے اور دونوں ایک دوسرے کے

دل کے حال سے بے خبر تھے۔ قارون کی بدروح نے جھٹ کہا۔

"ہاں بالکل ٹھیک ہے دوست! تم گھومو پھرو۔ میں ذرا آرام کروں گا۔"

ناگ شہر کے بازاروں میں گھومتے پھرنے لگا۔ وہ کیٹی کی بو پانے کی بھی کوشش کر رہا تھا۔ مگر کیٹی اس سے دور دریا کے پار زمین کے اندر بے ہوش پڑی تھی اسے اس کی بو نہیں آ سکتی تھی

قارون کی بدروح بھی ناگ کے نکلتے ہی اپنے مشن پہ روانہ ہو گئی۔ وہ سرائے سے دور ایک جگہ پہنچ کر رک گئی اب اس نے غور سے اپنی انگوٹھی کے موتی کو دیکھا۔ اس کا رنگ گہرا سرخ ہو چکا تھا۔ قارون کی بدروح کو شیطانی دیوتا کی دی ہوئی انگوٹھی پہ بھرپور اعتماد تھا اسے یقین تھا کہ چوکور آنکھوں والی کوئی نہ کوئی عورت اس علاقے میں کسی نہ کسی جگہ موجود ہے۔ مگر سوال یہ تھا کہ وہ کس جگہ پہ ہے۔ انگوٹھی کا سرخ موتی اسے یہ تو بتا سکتا تھا کہ چوکور آنکھوں والی عورت آس پاس موجود ہے۔ مگر وہ اس کو اس عورت کے پاس نہیں لے جا سکتا تھا قارون کی بدروح دریا پار جا کر ادھر ادھر گھومتی رہی۔ اس نے ایک خانقاہ کا کھنڈر دیکھا۔ وہ وہاں بھی آ گئی اور کھنڈر کے گرد چکر لگا کر اسے

عورت سے دیکھنے لگی۔ اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ اس خانقاہ
کے تہہ خانے میں وہ پُراسرار چکور آنکھوں والی عورت
بے ہوش پڑی ہے جس کی کھوپڑی کی اسے تلاش ہے اور
جو اسے دوبارہ زندگی دے سکتی ہے۔ خانقاہ کی ٹوٹی
پھوٹی دیواروں اور گری ہوئی چھت میں اسے کوئی دلچسپی
نظر نہ آئی اور وہ واپس چل پڑا
ادھر ناگ انسانی شکل میں شہر کے گلی کوچوں میں گھومتا
گھامتا ایک قہوہ خانے میں چلا گیا جہاں لوگ قہوہ پی رہے
تھے اور باتیں کر رہے تھے ایک آدمی دوسرے سے کہنے
لگا۔

کیوں بھئی تم آج گرجا عبادت کرنے نہیں گئے۔
دوسرا بولا۔ جب سے گرجا گھر سے بادشاہ رونے والا
چراغ اپنے محل میں لے گیا ہے میں اب وہاں نہیں جاتا
ناگ حیران ہوا کہ یہ رونے والا چراغ کیا شے ہو سکتی
ہے۔ اس نے اس آدمی سے پوچھا۔
کیوں دوست! کیا یہاں کوئی ایسا چراغ بھی تھا جو روتا
تھا؟ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔
اس آدمی نے کہا۔ معلوم ہوتا ہے تم یہاں پردیسی ہو۔
پھر اس آدمی نے ناگ کو بتایا کہ اس گرجا گھر میں پادری

نے چاندی کا ایک چراغ رکھا تھا جس کی دو آنکھیں تھیں
اور جب چراغ کو روشن کیا جاتا تھا تو چراغ کی آنکھوں سے
آنسو گرنے لگتے تھے۔ ناگ کو یہ عجیب سی بات لگی اس کے منہ
سے نکل گیا "کیا یہ آنکھیں چکور تھیں۔
یہ اس نے اس لئے پوچھا کہ وہ چکور آنکھوں والی کیٹی کی
تلاش میں تھا۔ وہ آدمی ہنس پڑا
اور بولا" ارے میاں! کبھی کسی کی آنکھیں چکور بھی ہوئی
ہیں۔
ناگ نے پوچھا: تم نے وہ چراغ دیکھا تھا۔
"ہاں کیوں نہیں۔ مگر اس کی آنکھیں چکور نہیں تھیں"
ناگ کے دل میں خیال آیا کہ اس عجیب و غریب چراغ کو
چل کر دیکھنا چاہیئے۔ ہو سکتا ہے اس سے کیٹی کا کوئی
سراغ مل سکے۔ وہ سرائے میں واپس آ گیا۔ تاریکن کی بدروح
بھی واپس آ چکی تھی اس کی انگوٹھی کے موتی کا رنگ اسی طرح
سرخ تھا۔ وہ اپنی جگہ پر پریشان تھا کہ چکور آنکھوں والی
عورت کے اس پاس ہی ہے مگر اس کا کیسے سراغ لگایا جائے
اس نے سوچا کہ اپنے ساتھی ... سے بات کی جائے شاید
اسے کوئی ایسی عورت دیکھی ہو۔ جس کی آنکھیں چکور ہوں
اس نے ناگ سے کہا۔

میرے دوست! تم نے کبھی چوکور آنکھوں والی عورت دیکھی ہے؟

ناگ ایک دم سے یوں چونک پڑا جیسے کوئی بم آن گرا ہو۔ قارون کی بدروح کو اس کے چونکنے سے شک ہوا کہ شاید یہ شخص کسی چوکور آنکھوں والی عورت کو جانتا ہے۔

ناگ نے سنبھل کر کہا "پاگل ہو گئے ہو بھلا اس دنیا میں کسی عورت یا آدمی کی آنکھیں کبھی چوکور ہوئی ہیں۔

پھر اس نے قارون کی بدروح کی طرف دیکھ کر کہا۔

مگر تمہیں ایسا خیال کیسے آ گیا بیٹھے بیٹھے؟"

قارون کی بدروح نے اپنے جوتوں کو جھاڑتے ہوئے کہا

"بھائی ویسے ہی خیال آ گیا تھا۔ بات اصل میں یہ ہے کہ میرے ایک مرشد درویش ہوا کرتے تھے انہوں نے ایک بار مجھے کہا تھا کہ جب دنیا میں قیامت آنے والی ہو گی تو اس دنیا کے کسی ملک میں چوکور آنکھوں والی عورتیں پیدا ہونا شروع ہو جائیں گی۔"

ناگ بولا۔ "تو کیا تمہارے خیال میں قیامت قریب ہے؟"

قارون کی بدروح نے کہا: "ارے یار! آج کل جو دنیا میں لڑائی جھگڑے ہو رہے ہیں اور چنگیز خان نے جو بغداد میں قتل عام کیا تھا اس سے تو یہی لگتا ہے کہ یہ دنیا ختم

ہونے والی ہے اور بس قیامت قریب ہے۔

اب ناگ کو یہ خیال آنے لگا کہ شاید یہ شخص کیٹی کے بارے میں کچھ بتا سکے۔ اس نے بڑی ہوشیاری سے اصل بات چھپاتے ہوئے قارون کی بدروح سے بار بار یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ اس نے کبھی اس قسم کی عورت کسی شہر میں دیکھی ہے یا نہیں۔ قارون کی بدروح نے ہر بار یہی کہا کہ بھائی خدا نہ کرے کہ دنیا میں کوئی ایسی عورت دیکھوں جس کی آنکھیں چوکور ہوں۔

"کیونکہ اس کا مطلب ہو گا کہ قیامت قریب ہے اور میں ابھی مرنا نہیں چاہتا۔"

ناگ نے بھی ہنسی میں بات ٹال دی اسے یقین ہو گیا کہ اس کا ساتھی کیٹی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔

دوسری طرف ناگ سے بار بار کریدنے سے قارون کی بدروح کو شک پڑ گیا کہ یہ شخص ناگ بھی کسی ایسی عورت کی تلاش میں ہے اور اس کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے۔ لیکن قارون کی بدروح نے ناگ کو یہ بالکل نہ بتایا کہ اس کی انگوٹھی کے سفید موتی نے سرخ ہو کر اس بات کا اشارہ کر دیا ہے کہ چوکور آنکھوں والی ایک عورت اس شہر میں کسی جگہ موجود ہے۔

جب رات ہو گئی تو ناگ شہر میں گھومنے پھرنے کا بہانہ

کرکے باہر نکلا اور شاہ فرانسو کے محل کی طرف روانہ ہو گیا
وہ انسانی آنکھوں والے چراغ کو دیکھنا چاہتا تھا۔ قارون
کی بدروح بھی اس کا تعاقب کرتی تھوڑی سا فاصلہ رکھ کر
ناگ کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔

ناگ شاہی محل کی جھیل کے پاس جا کر رک گیا۔ قارون کی
بدروح بھی اس سے تھوڑے فاصلے پر ایک درخت کے پیچھے
چھپ کر ناگ کو تکنے لگی۔ ناگ نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔ اندھیرے
میں اسے کوئی انسان نظر نہ آیا۔ پھر وہ جھاڑیوں کی اوٹ
میں ہو گیا۔ کتنی ہی دیر گزر گئی۔ مگر ناگ جھاڑیوں کی اوٹ
سے باہر نہ نکلا۔ قارون کی بدروح درخت کے پیچھے کھڑے
کھڑے تھک گئی تو دبے دبے قدموں سے چلتی وہ
جھاڑیوں کے پاس آئی تو دیکھ کر حیران رہ گئی کہ وہاں
ناگ نہیں تھا۔

یہ شخص کہاں گیا؟ وہ سوچنے لگی۔ آخر قارون کی بدروح
نے یہی سمجھا کہ یہ ناگ جو شخص ہے بڑا عیار ہے اور کسی مار
پہ یہاں آیا تھا اور اب اس کی آنکھوں میں دھول ڈال کر
رینگتا ہوا وہاں سے رفو چکر ہو گیا ہے۔

لیکن ناگ اس وقت سانپ کی شکل بدل کر جھاڑیوں میں
نکلتا ہوا محل میں پہنچ چکا تھا۔

ناگ ایک چھوٹے سے سیاہ کالے سانپ کی شکل میں تھا
وہ محل کی چھتوں اور دیواروں پر رینگتا ہوا ایک کمرے میں باہر
آ کر رک گیا۔ یہاں دھیمی دھیمی روشنی روشندان سے نکل رہی تھی
ناگ روشندان پر آ گیا۔ اس نے اپنی چھوٹی سی سری اندر ڈال
کر دیکھا کہ کمرے کے درمیان میں لکڑی کی چوکی پر ایک چاندی کا
چراغ جل رہا ہے اس چراغ میں دو انسانی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں
اور ان میں سے آنسوؤں کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ چوکی
کے سامنے ایک کالا دبلا پتلا آدمی آنکھیں بند کئے بیٹھا منہ میں کچھ
پڑھ رہا ہے۔ چراغ کے قریب پانی سے بھرا ہوا پیالہ رکھا
ہے اور اگر بتیاں سلگ رہی ہیں یہ جادوگر خلوطی تھا جو رات کے
وقت عابدہ کی آنکھوں والے چراغ کو جلا کر اس کے آگے
چلہ کر رہا تھا۔

ناگ چپ چاپ روشندان سے لگا جادوگر خلوطی کو منتر پڑھتے
دیکھتا رہا۔ منتر ختم کرنے کے بعد جادوگر خلوطی نے پانی کے پیالے
پر سات بار پھونکیں ماریں اور پھر تھوڑا سا پانی لے کر چراغ
کے نیچے ایک ہلکا سا چھینٹا مارا۔ اچانک چراغ کی روشنی لو
کے اوپر وہی سینگوں والا ہیولا نمودار ہوا۔

خلوطی نے اس سے پوچھا۔ کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ یہ آنکھوں
والا چراغ کہاں سے آیا ہے اور اس کا اصل مالک کون ہے؟

ہیوٹے نے کہا، اس چراغ کی مالک وہ عورت ہے جس
کی آنکھیں اس چراغ پر لگی ہیں اور رو رہی ہیں۔"
فلوطی نے کہا، یہ کون عورت ہے؟"
ہیوٹے نے کہا: جتنا تم نے منتر پڑھا تھا اتنا میں نے
بتا دیا۔ اب میں جاتا ہوں۔ یاد رکھو۔ جس عورت کو تم نے
خانقاہ میں مار ڈالا ہے ایک روز یہ چراغ والی عورت اسکا
سراغ لگائے گی ــــ اور سن!
اس وقت بھی تو اس کمرے میں اکیلا نہیں ہے۔"
کیا مطلب؟ میں تو بالکل اکیلا ہوں۔ فلوطی نے جلدی
سے کہا۔
ہیوٹے کی آواز بلند ہوئی۔" نہیں ایک ایسا شخص دیکھ
رہا ہے جو تم سے زیادہ طاقتور ہے۔"
یہ کہکر ہیوٹا غائب ہو گیا۔ جادوگر فلوطی پریشان ہو کر
اٹھا اور کمرے میں اس چھپے ہوئے آدمی کو تلاش کرنے لگا۔
جس کے بارے میں ہیوٹے نے اسے خبردار کیا تھا۔ مگر وہ ناگ
کو کیسے دیکھ سکتا تھا جو اوپر روشندان سے لگا ہوا تھا۔ فلوطی
جادوگر نے چراغ بجھا دیا اور پلنگ پر سونے کے لئے لیٹ گیا
ــــ ناگ کے لئے معاملہ اب زیادہ پراسرار ہو گیا تھا۔
چراغ کے ہیوٹے نے کسی ایسی عورت کا ذکر کیا تھا جسے اس

جادوگر نے خانقاہ میں ہلاک کر ڈالا تھا اور جس کے بارے میں
چاندی کا چراغ سب کچھ جانتا تھا۔ ناگ نے اس چراغ کو اپنے
ساتھ لے جانے کا فیصلہ کر لیا کہ ہو سکتا ہے اس کی مدد سے کیٹی
کا کوئی سراغ مل جائے اسے یہ بھی خطرہ محسوس ہونے لگا کہ کہیں
ان لوگوں نے کیٹی کو تو نہیں مار ڈالا۔ یہ جادوگر تھا اور جادو
کا اثر عنبر ناگ ماریا کیٹی ــــ سب پر ہو جاتا تھا۔ ناگ تسلی کر لینا
چاہتا تھا کہ جادوگر سو گیا ہے وہ اس کے جادو سے گھبراتا تھا اس
کو یہ خبر نہیں تھی جادوگر فلوطی کے پاس ابھی اتنی طاقت نہیں تھی
کہ وہ ناگ پر کوئی خطرناک جادو کر سکے۔ روشندان میں چپٹے جب
اسے کافی دیر ہو گئی تو اس نے سوچا کہ کالا جادوگر سو گیا ہوگا
کیونکہ وہ پلنگ پر کوئی حرکت نہیں کر رہا تھا۔
ناگ روشندان سے رینگتا ہوا نیچے کمرے میں آ گیا۔ وہ
چراغ کے پاس آ کر چوکی کے قریب رک گیا۔ وہ اس چاندی
کے چراغ کو سانپ بن کر وہاں سے نہیں لے جا سکتا تھا۔ ناگ
نے غور سے دیکھا۔ جادوگر سو رہا تھا۔ ناگ نے سانس اندر
کو کھینچ کر انسانی شکل اختیار کی اور جونہی چاندی کے آنکھوں
والے چراغ کو اٹھایا جادوگر فلوطی ایکدم سے پلنگ سے چھلانگ
لگا کر ناگ کے سامنے آ گیا اس کے ہاتھ میں چمکتا ہوا خنجر تھا۔
جو اس نے سرہانے کے نیچے سے نکال لیا تھا۔ ناگ جلدی سے
پیچھے ہٹ گیا۔ جادوگر فلوطی نے کہا۔

کون ہو تم؟ اگر ذرا ہلے تو میں خنجر مار کر تمہیں ہلاک
کر دوں گا۔

ناگ عجیب الجھن میں پھنس گیا۔ اسے یہی ڈر تھا کہ کہیں یہ
جادوگر اس پہ کوئی جادو نہ کر دے۔ اس نے ایک بار سانس اندر
کو کھینچا اور چھوٹا سا باریک سانپ بن کر جادوگر فلوطی کے پیچھے
آ گیا۔ جادوگر نے اپنے سامنے جو ایک زندہ انسان کو ایکدم غائب
ہوتے دیکھا تو سمجھ گیا کہ یہ بھی کوئی جادوگر تھا اور اس کا جادو
بہت اثر والا اور طاقتور تھا جو ایک دم سے غائب ہو گیا اچانک
اسے اپنے پیچھے کسی سانپ کی پھنکار سنائی دی۔ اس نے پلٹ کر
دیکھا تو ایک کالا ناگ جس نے اپنا پھن پھیلا رکھا تھا اس کی ٹانگ
پہ ڈس چکا تھا۔ فلوطی کا سارا جسم لرزنے لگا کیونکہ ناگ نے
جادوگر فلوطی کے جادوئی حملے کے خوف سے اس کے جسم میں
اپنا پورا زہر داخل کر دیا تھا۔ فلوطی کے ہاتھ سے چھرا گر پڑا
وہ لرزتا لرزتا ذرا آگے بڑھا۔ ناگ اب ایک بار پھر انسان کی
شکل میں آ گیا تھا۔ اس کے سامنے فلوطی فرش پہ گر پڑا اور اس
کا سارا جسم پانی بن کر بہنا شروع ہو گیا۔

ناگ نے جلدی سے آنکھوں والا چراغ اٹھایا اور دروازہ
کھول کر باہر آ گیا۔ رات کے وقت محل میں روشنی کہیں کہیں
ہو رہی تھی۔ راہ داری خاموش اور سنسان تھی اسے راہداری

کے کونے میں ایک لمبی سی کھڑکی نظر آئی جس میں ایک پرانے
زمانے کی توپ کا منہ باہر نکلا ہوا تھا۔ وہ کھڑکی کی طرف بڑھا
ہی تھا کہ رات کے پہرہ دینے والے سپاہیوں نے اسے دیکھ
لیا۔ وہ تلواریں نکال کر للکارتے ہوئے اس کی طرف دوڑے
ناگ بھی دوڑ کر کھڑکی کی توپ پہ چڑھ گیا۔ ایک سپاہی نے کمان
میں تیر چڑھا کر مارا جو ناگ کے قریب سے ہو کر کھڑکی کے پتھروں
سے ٹکرایا۔ ناگ نے فوراً سانس کھینچ کر سیاہ شاہین کا روپ بدلا
اور چاندی کے چراغ کو پنجوں میں تھام کر کھڑکی سے اڑ گیا۔
محل میں شور مچ گیا۔ شاہ فرانسو بیدار ہو گیا جب اس نے فلوطی
جادوگر کی لاش دیکھی تو حیران رہ گیا۔ چراغ بھی غائب تھا شاہی
طبیب نے لاش دیکھ کر بتایا کہ اسے کسی زہریلے سانپ نے ڈسا
ہے۔ لاش کی ہڈیاں ہی باقی رہ گئی ہیں ۔ اور گوشت پانی بن کر
بہہ گیا ہوا ہے۔ پہرہ داروں نے بادشاہ کو بتایا کہ چور کوئی جادوگر
تھا۔ وہ کھڑکی میں سے کالا باز بن کر اڑ گیا۔

شاہ فرانسو کو سب سے پہلے تعویذ کا خیال آیا۔ وہ جلدی
سے اپنی خوابگاہ میں گیا اور جا کر پلنگ کے نیچے قالین اٹھا کر
دیکھا تو تعویذ والا کالا بٹوہ وہاں موجود تھا اور اس کے
اندر تعویذ بھی موجود تھا۔ اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ اب
اسے جادوگر کی موت یا چاندی کے چراغ کے چوری ہو جانے

کی کوئی فکر نہیں تھی۔ وہ خود بھی یہی چاہتا تھا کہ یہ چاندی
کا چراغ اس کے ہاں سے کوئی لے جائے۔ کیونکہ غلو ملی اس
پہ جادو ٹونے کرنے لگا تھا اور وہ اس سے گھبراتا تھا۔ اس اثنا
ضرور کیا کہ شاہ فرانسو نے تعویذ وہاں سے نکال کر اپنے پلنگ
کے ایک پائے میں لکڑی کھود کر اندر رکھ دیا اور پائے کا
منہ بند کر دیا۔ ادھر ناگ چاندی کا چراغ اپنے پنجوں میں لئے
اڑتا ہوا سرائے کے پیچھے والے میدان میں آ کر اتر گیا۔
یہاں اس نے دوبارہ انسانی شکل اختیار کی اور اپنی
کوٹھڑی کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ قارون کی بدروح نے دروازہ
کھولا اور پوچھا۔

"تم اس وقت کہاں سے آ رہے ہو دوست؟"

حالانکہ اسے معلوم تھا کہ ناگ چوری چوری جنگل میں گیا تھا
اور وہاں سے غائب ہو گیا تھا۔ ناگ نے چاندی کا چراغ اپنے
کپڑوں میں چھپا رکھا تھا۔ اس نے کہا۔

"سیر کرتا کرتا دور نکل گیا۔ واپسی پہ دیر ہو گئی تم سو جاؤ
میں بھی آرام کروں گا"

ناگ بستر پہ لیٹ گیا۔ قارون کی بدروح بھی بستر پہ لیٹ
گئی۔ مگر وہ جاگ رہی تھی اور ناگ کی طرف اندھیرے میں
تک رہی تھی۔ مگر ناگ چپ چاپ بستر پہ پڑا رہا۔ ابھی منہ

اندھیرے کا وقت تھا اور باہر اندھیرا چھایا ہوا تھا کہ ناگ
بستر پہ سے اٹھا اور چاندی کے چراغ کو لے کر سرائے
سے دور ایک ٹیلے کے پاس آ گیا۔ قارون کی بدروح نے
اسے جاتے دیکھا تو اس کے پیچھے پیچھے چلا۔ ناگ ٹیلے کے
پاس بیٹھ گیا۔ اس نے جیب سے چاندی کا چراغ نکال کر اسے
روشن کر دیا۔ چراغ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ قارون
کی بدروح سمجھ گئی کہ یہ کوئی جادو کا چراغ ہے اور یہ
شخص اس پہ کوئی منتر پڑھنے والا ہے۔ وہ پتھروں کی اوٹ
میں چھپ کر تکنے لگا کہ ناگ آگے کیا کرتا ہے ناگ غور سے
عابدہ کی آنکھوں کو تکنے لگا۔ یہ آنکھیں ایک سانپ کی
آنکھیں تھیں۔ جن میں اتنی زبردست کشش ہوتی ہے کہ دوسرے
پہ جادو طاری کر دیتی ہیں۔ ناگ نے ٹکٹکی باندھ کر چراغ
کی آنکھوں کی طرف دیکھتے رہنے کے بعد کہا۔

"میں نے معلوم کر لیا ہے کہ تجھ پر کبھی کوئی سانپ بھی
سوار تھا۔ کیا تم مجھے سانپ کی آواز میں بتاؤ گے کہ تم نے
کیٹی کو کہاں دیکھا ہے؟ اس کے بال سنہری ہیں۔ آنکھیں نیلی
اور چوکور ہیں۔"

چوکور آنکھوں کا سن کر قارون کی بدروح کا دل زور
سے دھڑکا۔ اس کا مطلب تھا کہ یہ شخص ناگ بھی کسی چوکور

آنکھوں والی لڑکی کی تلاش میں ہے۔ چراغ کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ ناگ نے دو تین بار اس سے کیٹی کے بارے میں سوال کیا۔ پھر اس کے بارے میں بھی پوچھا مگر چراغ کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ اس کی آنکھوں سے برابر آنسو گر رہے تھے ناگ کو پتہ چل چکا تھا کہ کیٹی جس ناگ کی تلاش میں تھی وہ یہی نوجوان ہے مگر سوائے آنسو بہانے کے اور کچھ نہ کر سکتی تھی کیونکہ اس کے پاس بولنے کی طاقت نہیں تھی۔

ناگ جب ناامید ہو گیا تو اس نے پھونک مار کر چراغ بجھا دیا اور واپس سرائے میں جانے کے لئے اٹھا۔ تارون کی بدروح اس سے پہلے تیزی سے پیچھے کو روانہ ہو گئی اور ناگ سے پہلے آ کر بستر پہ لیٹ گئی۔ ناگ تھوڑی دیر بعد کوٹھڑی میں آیا اور خاموشی سے اپنے بستر پہ لیٹ گیا۔

اب اس کے ذہن میں خانقاہ کا خیال آ رہا تھا۔ جس کے متعلق چراغ کے ہیوے نے "فلوطی جادوگر" کو بتایا تھا کہ وہاں اس نے جس عورت کو مار ڈالا ہے اس کا سراغ چراغ کی روح لگائے گی۔ ناگ نے سوچا کہ چراغ اسے تو کچھ نہیں بتاتا پھر کیوں نہ وہ خانقاہ کو تلاش کرے۔ ہو سکتا ہے وہاں ہی کچھ معمہ حل ہو جائے۔

دوسرے دن دوپہر کے وقت ناگ نے قہوہ خانے میں جا کر لوگوں سے خانقاہ کے بارے میں بات کی تو انہوں نے اسے بتایا کہ دریا پار ایک پرانی خانقاہ کا کھنڈر ہے ناگ خانقاہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ تارون کی بدروح اب برابر اس کا تعاقب کر رہی تھی۔ وہ اسے ایک پل کے لئے بھی آنکھوں سے اوجھل نہیں کر سکتی تھی۔

چاندی کا آنکھوں والا چراغ ناگ کی جیب میں تھا۔ ناگ دریا پار دوسرے کنارے پہ آیا تو سامنے ایک ٹوٹی پھوٹی سرائے نظر آئی۔ یہ خانقاہ اینٹ پتھروں کا ڈھیر بنی ہوئی تھی۔ وہ سوچنے لگا یہاں کہاں کسی عورت کو ہلاک کیا گیا ہے اور کیا اس کی لاش اب تک پڑی رہ سکتی ہے؟ نہیں۔ بھلا ایسے کیوں ہو سکتا ہے وہ واپس جانے لگا تو اچانک کھنڈر کے اندر سے ہوا کا ہلکا سا جھونکا آیا اس میں کیٹی کی خوشبو تھی۔

ناگ یکدم خوش بھی ہوا اور اسے پریشانی بھی ہونے لگی کہ کہیں سچ مچ کسی نے کیٹی کو جادو کے زور سے ہلاک نہ کر دیا ہو۔ وہ خوشبو کے نشانوں پہ کھنڈر کے ایک ایسے مقام پہ آ گیا جہاں پتھروں کے ڈھیر کے گرد لمبی لمبی سوکھی جنگلی گھاس اگی ہوئی تھی۔ کیٹی کی خوشبو اسی جگہ سے آ رہی تھی۔ ناگ نے پتھروں کو پرے ہٹایا تو اندر سے راستہ نکل آیا۔ یہ راستہ تنگ پتھریلی

سیڑھیوں کی شکل میں نیچے جا رہا تھا۔ ناگ سیڑھیاں اترا تو سامنے لوہے کا دروازہ تھا جو بند تھا اور اس پر بڑا سا تالا پڑا ہوا تھا ناگ نے پتھر کی مدد سے تالے کو توڑ دیا۔ اندر اندھیرا تھا۔ مگر اندھیرے میں ناگ نے کیٹی کو دیکھا کہ وہ فرش پر ایک لاش کی طرح پڑی ہے۔ ناگ لپک کر اس کے پاس آگیا۔ اس نے کیٹی کی نبض دیکھی نبض چل رہی تھی وہ زندہ تھی۔ ناگ نے خدا کا شکر ادا کیا۔ مگر وہ یہ دیکھ کر حیران سا رہ گیا کہ۔ کیٹی اپنی اصلی شکل میں تھی یعنی سنہری بال اور چوکور آنکھیں جو نیلی نیلی تھیں حالانکہ اس شکل میں وہ ویسے کبھی نہیں آتی تھی۔ ناگ نے کیٹی کو آواز دیکر بلایا مگر وہ ہوش میں نہ آئی ناگ نے کیٹی کو اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور خانقاہ کے تہہ خانے سے نکال کر باہر لے آیا۔ کیٹی کے اندر سلامت مل جانے کی اسے بے حد خوشی تھی۔ قارون کی بدروح کچھ دور نہ سو سکی۔ جنگلی جھاڑیوں کے پیچھے چھپی ہوئی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ اس نے ابھی تک کیٹی کی چوکور آنکھوں کو نہیں دیکھا تھا ناگ گھوڑے پر کیٹی کو لٹائے وہاں سے گذر گیا۔ قارون کی بدروح بھی تھوڑی دیر کے بعد سرائے کی طرف چل دی۔

قارون کی روح کو شبہ ہو چکا تھا کہ جس چوکور آنکھوں والی لڑکی کی تلاش ناگ کو تھی اسے مل گئی ہے قارون کی بدروح کی انگوٹھی کا سفید موتی اب بے حد سرخ ہو گیا تھا اور تند جارک

انار کا دانہ لگ رہا تھا۔ قارون کی بدروح جب سرائے میں پہنچی تو کوٹھڑی کا دروازہ بند تھا۔ اس نے ناگ کو آواز دی تو ناگ نے جلدی سے کیٹی کی آنکھوں پہ کپڑا ڈالا اور دروازہ کھول دیا۔

اصل میں ناگ کے وہم میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ یہ شخص امیدو جو ایک بے ضرر قلندر نے سیاح کے روپ میں اس کے ساتھ رہ رہا ہے۔ ایک انتہائی خطرناک اور عذاب میں گرفتار تاریخی کردار قارون کی بدروح ہے۔ اسے اس شخص سے کسی قسم کے خطرے کا اندیشہ بھی نہیں تھا اس لئے ناگ نے کیٹی کی آنکھیں ڈھانپنے کے بعد دروازہ کھول دیا

قارون کی بدروح مسکرا کر اندر داخل ہوئی اس نے یوں ظاہر کی جیسے اس کو کسی بات کا پتہ ہی نہیں ہے اور وہ ناگ کے ساتھ کیٹی کو پہلی بار دیکھ رہا ہے اس نے حیران ہو کر پوچھا۔

"دوست ناگ! یہ عورت کہاں سے اٹھا لائے ہو؟"

ناگ نے بھی یونہی کہہ دیا۔

"بھائی کیا بتاؤں۔ سیر کرتا کرتا دریا پہ پہنچا تو یہ عورت مل گئی کہنے لگی میرا کوئی نہیں مجھے کھانا کھلاؤ۔ میں اسے لے کر یہاں لایا تو بے ہوش ہو کر گر پڑی۔"

قارون کی بدروح نے اس کی آنکھوں پر پڑے ہوئے کپڑے

کو دیکھ کر پوچھا۔

"مگر اس کی آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے؟"

اور قارون کی بدروح نے اتنی جلدی سے ہاتھ بڑھا کر کیٹی کی آنکھوں سے کپڑا ہٹا دیا کہ ناگ اس کا ہاتھ نہ روک سکا۔ قارون اس عورت کی نیلی نیلی چوکور آنکھیں دیکھ کر خوشی سے دیوانہ ہو گیا اس کی ابد تک کی زندگی کا راز اس کے بالکل سامنے پڑا تھا۔ مگر وہ ایک مکار آدمی کی بدروح تھی۔ اپنی خوشی کو دباتے ہوتے بناوٹی حیرانی سے پوچھنے لگا۔

"دوست ناگ! یہ کیا دیکھ رہا ہوں میں۔ ارے! اس سے پہلے تو میں نے کسی چوکور آنکھوں والی عورت کو نہیں دیکھا یار۔ ہم کل کسی ایسی ہی عورت کی باتیں کر رہے تھے۔ اچھا ہوا کہ آج ایسی عورت کو دیکھ بھی لیا۔"

ناگ نے جب دیکھا کہ اس کے دوست کو زیادہ کرید نہیں ہے اور وہ زیادہ حیران پریشان بھی نہیں ہوا تو اس نے بھی مسکرا کر کہا۔

"ہاں بھائی امیدہ! میں بھی چوکور آنکھوں والی عورت پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔ پہلے مجھے بھی معلوم نہیں تھا کہ اس کی آنکھیں چوکور ہوں گی۔ لیکن جب یہاں آکر دیکھا تو اس کی آنکھوں پر کپڑا ڈال دیا کہ کہیں تم گھبرا کر ڈر نہ جاؤ۔"

قارون کی بدروح نے قہقہہ لگایا اور بولا۔

"ارے بھائی ناگ! بھلا میں کیوں ڈرنے لگا۔ ہو سکتا ہے اس عورت نے کسی جراح کی مدد سے اپنی آنکھوں کو چوکور بنا لیا ہو۔ کیونکہ میں نے اپنے مرشد سے سن رکھا ہے کہ روم کی ایک ملکہ کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی تھیں اور اس نے شاہی جراح کی مدد سے اپنی آنکھوں کو چوڑا کروا لیا تھا۔ ہو سکتا ہے اس عورت نے بھی کسی جراح سے اپنی آنکھیں چوکور کروالی ہوں"

ناگ کو یہ جان کر خوشی ہوئی کہ اس کے دوست نے کیٹی کی چوکور آنکھوں کو زیادہ اہمیت نہیں دی تھی اس نے کہا۔

"بھائی! میرا خیال ہے کہ یہاں اگر کسی کو پتہ چل گیا کہ ایک چوکور آنکھوں والی عورت سرائے میں ہے تو لوگ ہمارا اور اس بے چاری کا جینا حرام کر دیں گے۔ ہو سکتا ہے وہ اسے چڑیل سمجھنے لگیں۔"

قارون کی بدروح نے کہا۔ "تو پھر کیا کریں؟"

ناگ بولا۔ "میرا خیال ہے کہ ہم اسے ہوش میں آنے کے بعد یہاں سے لے چلیں گے۔"

"بالکل درست ہے۔" قارون کی بدروح نے کہا۔

کیٹی کے سر کی تلاش

پھر اچانک تارون کی بد روح کہنے لگی۔

ناگ بھائی۔ میرے مرشد نے کہا تھا کہ جب قیامت قریب ہو گی تو چوکور آنکھوں والی عورتیں آنے لگیں گی۔ کہیں قیامت قریب تو نہیں ہے؟

ناگ نے ہنس کر کہا" یہ تمہارا وہم ہے امیدہ۔ ایسا نہیں ہوگا تم ایسا کرو کہ بازار جا کر گلاب کا عرق لے آؤ تاکہ اس عورت کو ہوش میں لایا جا سکے۔"

تارون کی روح اب ایک پل کے لئے بھی اس چوکور آنکھوں والی عورت سے الگ نہیں ہونا چاہتی تھی۔ کیونکہ اس کی زندگی کی کنجی یہی عورت تھی۔ مگر اسے بیہوش پا کر وہ گلاب کا عرق لینے چل دیا۔ اسے بازار گئے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ کیٹی کو ہوش آ گیا۔ اس نے اپنے سامنے ناگ کو دیکھا تو مسکرا کر بولی۔

"ناگ بھتیا!"

ناگ نے کہا، کیٹی بہن! تم یہاں کیسے پہنچیں؟ تمہیں کس
نے بے ہوش کیا۔ لیکن ان باتوں کا جواب دینے سے پہلے
تمہیں ایک بات بتا دوں کہ میں ایک سیاح کی حیثیت سے
تمہاری تلاش میں سفر کر رہا تھا اور میرے ساتھ ایک ہسپانوی
سیاح امیدہ بھی ہے۔ یہ بڑا سیدھا سادھا انسان ہے او
اس نے تمہاری چوکور آنکھیں کو دیکھ کر کہا ؟"

کیا کیا۔ کیا میری آنکھیں چوکور ہو گئی ہیں۔

کیٹی نے جلدی سے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر دیکھا۔ پھ
آہ بھر کر بولی۔

"ناگ بھتیا! میں اب اپنے اس جن دوست کی ان چال
بازیوں سے تنگ آ گئی ہوں۔ کاش وہ میرا پیچھا چھوڑ دے
میں خانقاہ میں تین دن تک پڑی رہی اور وہ میری مدد کو
نہیں آیا۔ پھر جانے کس طرف سے زہریلا دھواں آیا اور میں
بے ہوش ہو گئی۔ پھر بھی اس جن دوست نے میری مدد نہ کی
اب اور کچھ نہیں تو میری آنکھیں پھر چوکور کر دی ہیں تاکہ
میں لوگوں کے مذاق کا نشانہ بنوں۔"

ناگ نے کہا۔ کوئی بات نہیں ہے کیٹی۔ آنکھیں ٹھیک ہو
جائیں گی۔ میں کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھی امیدہ سے گھبرا
نہیں اور نہ اسے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتانا۔ بس یہی

کہا کہ تمہارا دنیا میں کوئی نہیں اور تم میرے ساتھ کھانا کھانے
آئی تھیں کہ بے ہوش ہو گئیں
کیٹی نے کہا ٹھیک ہے۔ مگر تم مجھ تک کیسے پہنچے ناگ
نے کیٹی کو مختصر لفظوں میں ساری کہانی بیان کی تو وہ چاندی کے
آنکھوں والے چراغ کا سن کر چونکی۔
کیا وہ آنکھوں والا چراغ تمہارے پاس ہے؟
" ہاں۔ میں وہاں سے لے آیا تھا۔ اس خیال سے کہ شاید
وہ تمہارے بارے میں کچھ بتا سکے مگر میں سر پٹخ پٹخ کر
مرگیا۔ اور اس نے تمہارے بارے میں کچھ نہ بتایا۔
یہ تو میں نے جادوگر قلوطی کے منتر پڑھتے وقت اس
چراغ کے جادوئی ہیرے کی زبان سے خانقاہ کا لفظ سن
لیا تھا اور وہاں پہنچ گیا۔ کیٹی! ان لوگوں نے تمہیں ہلاک
کرنے کی کوشش کی تھی۔
" لگتا ہے ایسا ہی ہے۔ مجھے چاندی کا چراغ دکھاؤ۔"
ناگ نے اپنے کرتے کی اندرونی جیب میں سے چاندی کا
چراغ کیٹی کو دکھایا کیٹی نے اس کی آنکھوں کو دیکھ کر کہا۔
" بالکل عابدہ کی آنکھیں ہیں۔"
" عابدہ کون؟"
اب کیٹی نے ناگ کو عابدہ کے بارے میں سب کچھ بتایا

کہ کس طرح جب وہ اس کی تلاش میں ساپاٹا ڈاکو کی شکل
میں تھی اور پھر قرطبہ کے ایک غار میں گئی تو وہاں ایک
سانپ نے حملہ کر دیا۔ مگر اس نے سانپ کو ہلاک کر ڈالا اور
پھر عابدہ کا پتلا ملا۔
" ناگ! مجھے یقین ہے کہ یہ عابدہ کا پتلا ہی رہے جس
کو چاندی کے چراغ میں جادو کے زور سے تبدیل کر دیا ہے"
ناگ بولا۔ اگر یہ بات ہے تو ہمیں اس بے چاری مسلمان کنیز
کو اس جادو سے رہائی دلانی چاہیے۔
کیٹی نے کہا: ہاں۔ اور اس کا جادو صرف اس صورت میں
ٹوٹ سکتا ہے۔ جب ہم اس تعویذ کو ڈھونڈھ کر جلا دیں جو
شاہ فرانسو نے کہیں محل میں چھپا کر رکھا ہوا ہے۔
ناگ بولا۔
اس کا پتہ کر لیں گے۔ تم فکر نہ کرو۔ عابدہ کو پھر سے انسانی
شکل مل جائے گی۔ اب تم میرے سامنے بالکل اجنبی بن جانا کیونکہ
باہر گھوڑے کے رکنے کی آواز آئی ہے۔ میرا سیاح دوست
امید آگیا ہے۔
دروازہ کھلا اور تاروں کی بدروح تیزی سے اندر آگئی اس
نے کیٹی کو دیکھا تو سکھ کا سانس لیا۔ گلاب کے عرق کا کٹورا
اس نے ناگ کو دے دیا اور بولا۔

اس خاتون کو ہوش آ گیا۔ بڑی اچھی بات ہے"۔

قارون کی بدروح اب جان بوجھ کر کیٹی کی چوکور آنکھوں کی کوئی بات نہیں کر رہی تھی۔ وہ یہ اثر ڈالنا چاہتی تھی کہ جیسے اس نے کیٹی کی آنکھوں کے چوکور ہونے کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ ناگ نے اس کا تعارف کیٹی سے کروایا اور کہا۔

"یہ میرا بڑا اچھا ساتھی ہے۔"

پھر گلاب کا عرق کیٹی کو اٹھا کر تھوڑا سا پلایا اور امیدو یعنی قارون کی بدروح سے کہا۔

"بھئی یہ خاتون کہتی ہے کہ اس دنیا میں اس کا کوئی نہیں ہے۔ اور اب یہ بھی ہمارے ساتھ سفر کرے گی۔"

قارون کی بدروح کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا خوش خبری ہو سکتی تھی۔ اس نے خوش ہو کر کہا

"کوئی بات نہیں ناگ بھیا! جہاں ہم فاقہ مستی کرتے ہیں، یہ ہماری بہن بھی کرے گی۔"

ناگ مسکرا کر بولا "بھئی ہم اپنی نئی نئی منہ بولی بہن کو تو فاقہ نہیں کرنے دیں گے۔"

اب قارون کی بدروح نے اس خیال سے کہ کہیں زیادہ احتیاط کرنے سے اس پر ہی شک نہ ہونے لگے کہا۔

"بھائی ناگ! ہماری بہن کی آنکھیں چوکور ہیں ضرور اس

نے کسی جراح سے چوکور کروائی ہوں گی۔ کیوں بہن! بھئی ہمیں تو ہماری نئی بہن کا ابھی تک نام ہی معلوم نہیں ہے۔

ناگ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اس نے اپنا نام کیٹی بتایا ہے۔"

"بھئی واہ بہت اچھا نام ہے۔ قارون کی بدروح بولی۔

کیٹی نے کہا۔

"میں مصر میں تھی کہ سخت بیمار ہو گئی۔ پھر خدا جانے کیا ہوا کہ میں جب صحت مند ہوئی تو میری آنکھوں نے چوکور ہونا شروع کر دیا۔ اب میں ہمیشہ اپنی آنکھوں پر ایک نقاب ڈال کر رکھتی ہوں۔ لیکن یہاں آ کر نقاب بھی کہیں گر گیا ہے۔

ناگ نے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ ہم ابھی تمہارے لئے ایک نقاب تیار کر دیں گے۔"

جب قارون کی بدروح کوٹھڑی میں داخل ہوئی تھی تو ناگ نے چاندی کا آنکھوں والا چراغ پھر سے اپنے لمبے کرتے کی جیب میں رکھ لیا تھا تاکہ اسے پتہ نہ چل سکے۔ قارون کی بدروح اب اس فکر میں تھی کہ اس کا شکار اس کے سامنے ہے جتنی جلدی ہو سکے وہ اس کی گردن کاٹ کر اس کی کھوپڑی لیکر واپس قرطابہ میں اپنے مدفون خزانے کے تہہ خانے میں شیطانی

دیوتا کے پاس سے جاتے اور پھر سے نئی زندگی حاصل کرتے
کیونکہ یہ زندگی اسے چند دنوں کے لئے عارضی طور پر دی
گئی تھی۔

ناگ اور کیٹی اب اس کوشش میں تھے کہ شاہ فرانسو کے
محل سے کسی طرح وہ جادوئی تعویذ حاصل کیا جائے جس میں عابڈ
کے پتلے اور اب چراغ کی جان تھی شام کے وقت کیٹی اور
ناگ نے پروگرام بنایا کہ ناگ آدھی رات کو سانپ کی شکل میں
شاہ فرانسو کے محل میں جائے گا اور وہاں جادوئی تعویذ کو تلاش
کرنے کی کوشش کرے گا۔

ناگ قارون کی بدروح کو نہیں بتانا چاہتا تھا کہ وہ آدھی
رات کو نکل کر کہیں جارہا ہے۔ اس نے قارون کی بدروح
سے کہا۔

"بھائی! میں آج ذرا دوسرے شہر ایک کام سے جارہا ہوں
صبح آجاؤں گا ہماری بہن کا خیال رکھنا۔

قارون کی بدروح کے لئے اس سے زیادہ خوشی کی اور
کیا بات ہوسکتی تھی۔ وہ تو خوشی سے جھوم اٹھا اور بولا" کوئی
بات نہیں ناگ بھائی۔ میں اپنی بہن کی پوری پوری حفاظت
کروں گا۔"

کیٹی نے مسکراتے ہوئے "فکر نہ کرو امیدو! میں اپنی حفاظت

خود کر سکتی ہوں۔"

قارون کی بدروح نے دل میں کہا" یہ تو تمہیں آج رات
معلوم ہوجائے گا۔

اوپر سے ہنس کر بولا۔ کیوں نہیں بہن کیٹی! پھر بھی میرا
فرض ہے۔ کہ تمہاری دیکھ بھال کروں۔"

ناگ کا خیال تھا کہ وہ رات کے وقت سرائے سے نکل کر
جنگل میں دریا کے کنارے چلا جائے گا۔ اور جب رات گہری
ہوجائے گی تو شاہ فرانسو کے محل میں جاکر جادوئی تعویذ
کو تلاش کرے گا۔ اور پھر صبح ہونے سے پہلے پہلے واپس
سرائے میں آجائے گا۔ اس نے چاندی کا چراغ اپنے پاس
ہی رکھ لیا تھا۔ اس خیال سے کہ ہوسکتا ہے۔ تعویذ کی تلاش
میں یہ اس کی کچھ مدد کرسکے۔

رات کا اندھیرا جب گاؤں میں پھیل گیا تو ناگ کیٹی اور قارون
کی روح سے مل کر سرائے سے نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد
قارون کی بدروح نے سکھ کا سانس لیا اور اب کیٹی کا سر کاٹنے
کی تیاریاں شروع کردیں۔ وہ کیٹی کے ساتھ بھائیوں ایسی محبت
جتانے لگا۔ اور بولا۔

کیٹی بہن! کیوں نہ دریا کی سیر کریں۔ رات بڑی خوشگوار ہے

کیٹی بولی، نہیں امیدو! میرا دل سیر کرنے کو نہیں چاہتا۔ میں
تو یہیں آرام کروں گی۔

پھر قارون کی بدروح کی انگلی میں پڑی ہوئی انگوٹھی کو
دیکھ کر پوچھا۔

"یہ انگوٹھی میں سرخ رنگ عقیق ہے کیا؟"

قارون کی بدروح، ذرا گھبرا گئی۔ لیکن جلدی سے کہا۔

"ہاں کیٹی بہن۔ یہ سرخ عقیق ہے۔ مگر معمولی سا ہے۔ میں نے
مصر کے ایک بازار سے خریدا تھا۔"

جب قارون کی بدروح بیٹی کو اپنے ساتھ باہر لے جانے
میں ناکام ہو گئی تو اس نے وہیں سرائے کی کوٹھڑی میں اسے
قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ کچھ دیر وہ کیٹی کے پاس بیٹھا باتیں کرتا
رہا۔ پھر بولا۔

"اب تم آرام کرو کیٹی بہن۔ میں بھی دوسری کوٹھڑی میں جا کر
آرام کرتا ہوں۔"

قارون کی بدروح باہر نکل کر دوسری کوٹھڑی میں آ گئی یہاں
اس نے ایک تیز دھار تلوار چھپا رکھی تھی۔ اس نے تلوار کی دھار
دیکھی۔ تلوار بے حد تیز تھی۔ اسے آج تیز تلوار کی ضرورت
تھی۔ وہ کیٹی کے سو جانے کا انتظار کرنے لگا۔ جب اسے کوٹھڑی
میں بیٹھے کافی دیر ہو گئی اور رات بھی کافی گذر گئی تو اس نے
تلوار لے کر کیٹی کی کوٹھڑی کا رخ کیا۔

کیٹی بستر پہ لیٹی ہوئی تھی اس کے سرہانے ایک موم بتی
جل رہی تھی اسے قارون کی بدروح کی طرف سے کسی قسم

کا خطرہ نہیں تھا اس لئے وہ بڑے سکون کے ساتھ آنکھیں
بند کئے لیٹی رہی۔ وہ کبھی کبھی سوتی تھی خاص طور پر جب
اسے کوئی فکر نہیں ہوتا تھا۔ آج بھی اسے کوئی فکر نہیں تھا
چنانچہ اس نے سوچا کہ اگر تھوڑا سا سو لیا جائے تو کیا حرج ہے
پس وہ سو گئی۔

جس وقت قارون کی بدروح کوٹھڑی کا دروازہ تھوڑا
سا کھول کر دبے پاؤں اندر داخل ہوئی تو کیٹی کے ہلکے ہلکے خراٹوں
کی آواز آ رہی تھی۔ قارون کی بدروح کی خونی آنکھیں چمک اٹھیں
اسکے سامنے راستہ صاف تھا۔ اس کے چہرے پہ وحشت آ گئی تھی۔ اور
وہ ایک خونخوار بدروح بن چکی تھی۔ اس نے کیٹی کے سرہانے
کی طرف آ کر اسے غور سے دیکھا وہ بڑے اطمینان سے سو رہی
تھی قارون کی بدروح کے لئے اس سے زیادہ اچھا اور سنہری
موقع کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں میں تلوار
کا دستہ تھاما اور اسے اوپر اٹھایا اور پھر ——— کیٹی کی گردن
کا نشانہ باندھ کر پوری طاقت سے وار کر دیا۔

ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ تلوار طاقت سے کیٹی کی نازک
گردن پڑی اور اس کی گردن کٹ کر الگ ہو گئی۔ سر بستر کے سرہانے
سے اچھل کر پرے جا گرا قارون کی بدروح نے تلوار پھینک کر
کیٹی کے کٹے ہوئے سر کو بالوں سے پکڑ کر اٹھایا۔ ایک چمڑے
کے تھیلے میں ڈالا اور کوٹھڑی بند کر کے باہر نکل گئی۔

اس نے اپنی کوٹھڑی ہی میں جا کر کیٹی کے سر کو چمڑے کے تھیلے سے
نکال کر دیکھا حیران ہوا کہ کیٹی کی کٹی ہوئی گردن سے خون بالکل
نہیں ٹپک رہا تھا۔ اس نے جلدی سے کیٹی کے سر کو تھیلے میں
دوبارہ ڈال دیا۔ اب وہ جتنی جلدی ہو سکے وہاں سے فرار
ہو جانا چاہتا تھا۔ اس کا گھوڑا سرائے کے اصطبل میں بندھا
ہوا تھا۔ وہ کوٹھڑی سے نکل کر اصطبل کی طرف گیا۔ اور گھوڑے
کو کھول کر باہر لے آیا۔

سرائے کا بوڑھا چوکیدار اس کے پاس آ گیا اور بولا

"کیا تم کہیں جا رہے ہو۔"

قارون کی بدروح نے کہا۔

"ہاں۔ مجھے بہت دور جانا ہے اس لئے رات ہی کو سفر پر
روانہ ہو رہا ہوں۔"

قارون کی بدروح گھوڑے پر سوار ہوئی اور گھوڑے
کو سرپٹ چھوڑ دیا۔ اس کا رخ ہسپانیہ کے شہر قرطبہ کی طرف تھا
ناگ کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ اس کی ساتھی کیٹی کے ساتھ
کس قدر بھیانک حادثہ گزر گیا ہے

وہ سانپ کی شکل میں شاہ فرانسو کے محل میں عابدہ کے چراغ
کا تعویذ تلاش کر رہا تھا۔ وہ شاہ فرانسو کی خواب گاہ میں داخل
ہوا اور زمین پر رینگتا ہوا ایک بڑی الماری کے پاس آ گیا
اس الماری کی تلاشی وہ انسان کی شکل میں آ کر ہی لے سکتا تھا

چنانچہ اس نے جب تسلی کر لی کہ بادشاہ گہری نیند سو رہا ہے
تو وہ انسانی شکل میں آ گیا جونہی اس نے الماری کھولی شاہ فرانسو
کی آنکھ کھل گئی

"کون ہے؟"

بادشاہ نے چلا کر کہا اور سرہانے کے نیچے سے خنجر نکال
لیا۔

ناگ نے ایک گہرا سانس لیا اور ایک شیر کی شکل اختیار
کر کے بادشاہ کے پلنگ پر چھلانگ لگائی اور اسے دبوچ لیا۔
شاہ فرانسو تھر تھر کانپنے لگا۔ خنجر اس کے ہاتھ سے گر پڑا
اس کا رنگ اڑ گیا۔ چہرہ زرد پڑ گیا۔ ایک انسان کو شیر
کا روپ بدلتے دیکھ کر اس کے ہوش اڑ گئے تھے۔

ناگ کے پنجے شاہ فرانسو کی گردن پر تھے۔ شاہ فرانسو کے
حلق سے سوائے خوف کی خرخراہٹ کے اور کوئی آواز نہیں
نکل رہی تھی۔ ناگ نے سانس کھینچا اور دوبارہ انسان کی شکل
میں آ گیا۔ شاہ فرانسو کے رہے سہے ہوش بھی گم ہو گئے وہ اپنے
آپ کو بے بس محسوس کرنے لگا۔ سمجھ گیا کہ اب زندگی کی خیر
نہیں ہے ناگ نے اب بھی شاہ فرانسو کی گردن دبوچ رکھی
تھی اور وہ اس کے سینے پر سوار تھا۔ اس نے شاہ فرانسو
سے کہا۔

"تم نے میری طاقت دیکھ لی ہے۔ تم اچھی طرح سمجھ گئے ہو گے

کہ میرے لئے تمہیں مار ڈالنا کس قدر آسان ہے۔ مگر
میں زندہ رہنے کا ایک موقع دینا چاہتا ہوں کیا تم زندہ رہنا
چاہتے ہو یا مرنا؟"

شاہ فرانسو نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ تم میری ساری دولت لے لو
مگر میری جان بخشی کر دو۔"

ناگ بولا: "مجھے صرف وہ تعویذ چاہیئے جس کے ذریعے تم
نے اپنی ایک مسلمان کنیز عابدہ کو پتلا بنا کر اپنے خزانے کی
حفاظت پر لگا دیا تھا۔"

شاہ فرانسو کا رنگ ایک بار پھر اڑ گیا۔ سمجھ گیا کہ اگر خزانہ
بچاتا ہوں تو جان نہیں بچ سکتی اس نے اپنی جان بچانے
کا فیصلہ کر لیا اور کہا

"وہ ۔۔۔"

پھر فوراً ہی یہ سوچ کر کہ چالاکی سے کام لینا چاہیئے بولا۔

"وہ تو ۔۔۔ وہ تعویذ تو میرا جادوگر اپنے ساتھ افریقہ لے
گیا ہوا ہے۔"

ناگ کو پتہ چل گیا کہ یہ شخص اسے الو بنانے کی کوشش کر رہا
ہے۔ اس نے گہری پھنکار ماری اور ایک دم سے سیاہ کالے
سانپ کی شکل اختیار کر کے اپنا پھن شاہ فرانسو کے چہرے کے

آگے پھیلا دیا اور بار بار اپنی زبان نکالنے لگا۔ شاہ
فرانسو کو موت اپنے سامنے پانچ انچ کے فاصلے پر نظر آ رہی
تھی۔ ناگ نے ایک بار پھر انسانی شکل اختیار کی اور شاہ فرانسو
سے کہا۔

"بتاؤ وہ تعویذ کہاں ہے؟ نہیں تو تھوڑی دیر میں تمہاری
لاش اس پلنگ پر پڑی ہوگی۔"

شاہ فرانسو نے لڑکھڑاتی آواز میں کہا۔

"تعویذ۔۔۔ تعویذ میرے پلنگ کے پائے میں ہے۔"

ناگ نے کہا "اٹھو اور خود نکالو۔"

اور ناگ نے شاہ فرانسو کو جھنجھوڑ کر پلنگ سے نیچے گرا دیا اور
خود اس کا خنجر ہاتھ میں لے کر اس کے سر پر کھڑا ہو گیا۔ شاہ فرانسو
ڈرتے ڈرتے پلنگ کے پائے کے پاس آیا۔ جھکا اور پائے
کے خفیہ دراز میں سے تعویذ والا بٹوہ نکال کر ناگ کو دے
دیا۔ ناگ نے بٹوے کو کھول کر دیکھا اس میں تعویذ رکھا ہوا
تھا۔ ناگ نے بٹوہ جیب میں ڈالا اور شاہ فرانسو کو پلنگ پر چادر
سے کس کر باندھ دیا اور کہا۔

"اگر شور مچایا تو یاد رکھو میں شیر کی شکل میں آ کر تمہارے
دربار کے سب لوگوں کو ہڑپ کر جاؤں گا۔"

شاہ فرانسو کا حلق خوف کے مارے خشک ہو چکا تھا۔ اس

نے سر ہلا کر آہستہ سے کہا۔
"کبھی شور نہیں مچاؤں گا۔"
ناگ تعویذ والا بٹوہ لے کر بادشاہ کی خوابگاہ سے باہر نکل گیا۔ محل کی راہ داری میں سے گزر کر جب وہ توپ والی کھڑکی میں سے باہر نکلنے لگا تو وہی پہرے دار پھر لپکے ناگ نے زور سے سانس کھینچ کر اپنی شکل شیر میں تبدیل کی اور اتنے زور سے دھاڑ ماری کہ پہرے دار جہاں کھڑے تھے وہیں گر پڑے اور اپنی اپنی آنکھیں بند کر لیں۔
ناگ نے شیر سے باز کی شکل اختیار کی اور تعویذ لے کر محل کی کھڑکی سے چھلانگ لگا دی۔ جنگل میں دریا کے کنارے آ کر ناگ ایک بار پھر اپنی انسانی شکل میں آ گیا اور جیب سے عابدہ کی آنکھوں والا چاندی کا چراغ اور تعویذ والا بٹوہ باہر نکال لیا۔ تعویذ بٹوے سے نکال کر اس نے خشک جھاڑیاں اکٹھی کر کے اس کے اوپر رکھا اور آگ لگا دی۔
آگ کے لگتے ہی تعویذ میں سے ایک نیلا شعلہ بلند ہوا ناگ نے دیکھا کہ شعلے کے اندر ایک سینگوں والی مخلوق کا ہیولا بے بسی کے عالم میں ادھر ادھر بھاگ کر شعلے کے اندر سے نکلنے کی کوشش کر رہا ہے مگر باہر نہیں نکل سکتا آخر آگ نے اسے جلا کر راکھ کر دیا۔

اب جو ناگ نے چاندی کے چراغ کو دیکھا تو وہ غائب تھا اور اس کی جگہ عابدہ کھڑی تھی۔ وہ ناگ کی طرف دیکھ کر مسکراتی ہوئی بولی۔
"تم مجھے نہیں جانتے شاید۔ مگر میں تمہیں جانتی ہوں تم ناگ ہو نا؟"
"ہاں۔ مگر تمہیں کیسے پتہ چلا؟" ناگ نے پوچھا "ضرور تمہیں کیٹی نے میرے بارے میں بتایا ہو گا۔"
"ہاں ناگ۔ کیٹی نے مجھے تمہارے اور ماریا عنبر کے بارے میں بتا دیا تھا۔ میں تمہاری شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھے اس عذاب سے نجات دلائی۔ مگر کیٹی بہن کہاں ہے؟"
ناگ بولا۔ "وہ سرائے میں ہے۔ تعویذ کی تلاش کے سلسلے میں میں خود محل میں آیا تھا۔"
عابدہ بولی۔ "خدا کا شکر ہے کہ تم تعویذ کو جلانے میں کامیاب ہو گئے۔ اور میں پھر سے انسانی شکل میں واپس آ گئی اب میں کیٹی سے ملنا چاہتی ہوں۔"
"چلو۔ میں بھی اسی کے پاس جا رہا ہوں۔"
ناگ اور عابدہ سرائے کی طرف چلے۔
ابھی رات کا پچھلا پہر ہی تھا اور اندھیرا پھیلا ہوا تھا ناگ نے کیٹی کی کوٹھڑی کے دروازے پر دستک دے کر

اسے آواز دی۔

کیٹی بہن! دیکھو میرے ساتھ کون آیا ہے۔

اندر سے کوئی جواب نہ آیا۔ ناگ نے عابدہ کی طرف
دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

کیٹی کو یوں تو سونے کی ضرورت نہیں ہوتی مگر لگتا ہے
کہ آج بہت تھک گئی ہے اور سو گئی ہے۔

ناگ نے ایک بار پھر آواز دی۔ اس دفعہ بھی کیٹی نے کوئی
جواب نہ دیا۔ ناگ نے دروازے کو تھوڑا سا اندر کو دھکیلا
تو معلوم ہوا کہ دروازہ کھلا ہے وہ اور عابدہ کوٹھڑی
میں داخل ہو گئے۔ موم بتی کی روشنی میں ناگ اور عابدہ
نے اندر جو منظر دیکھا اس کو دیکھ عابدہ کی چیخ نکل گئی۔ اور
ناگ پر سکتہ طاری ہو گیا۔ وہ جہاں کھڑا تھا وہیں کھڑے کا
کھڑا رہ گیا۔ ان کے سامنے بستر پہ کیٹی کا مردہ دھڑ پڑا تھا
جس کی گردن کٹی ہوئی تھی اور سر غائب تھا۔ عابدہ نے
روتے ہوئے کہا۔

"ناگ بھیا! یہ کیا ہو گیا؟"

ناگ خشک ہونٹوں پہ زبان پھیرتے ہوئے وہیں بیٹھ گیا
اور سر تھام کر بولا "کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ سب کیسے ہو
گیا؟ عابدہ نے کہا: مگر کیٹی نے تو کہا تھا کہ وہ مر نہیں سکتی

ناگ بولا۔ "وہ ٹھیک کہتی تھی۔ لیکن اگر کوئی اسکا سر کاٹ
کر لے جائے تو وہ کیا کر سکتی ہے۔

عابدہ نے کہا "میرے اللہ یہ کیا ہو گیا۔ اب کیا ہو گا ناگ
کیا کیٹی واقعی مر چکی ہے۔

ناگ نے کیٹی کے جسم کو غور سے دیکھا۔ اس کی گردن میں
سے خون کا ایک قطرہ بھی نہیں نکلا تھا۔ اس کا جسم گرم تھا مگر دل
کی دھڑکن بند ہو چکی تھی۔

ناگ نے کہا: کیٹی زندہ ہے مگر ایک زندہ لاش کی طرح ہے

"یہ کیسے مر گئی ناگ بھیا؟" عابدہ نے کہا۔

ناگ بولا: عابدہ! تم یہ باتیں نہیں سمجھ سکو گی۔ اس میں کوئی
شک نہیں کہ کیٹی کا جسم اور اس کا خون اس دنیا کے انسانوں
جیسا نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب اس کی گردن کاٹی گئی تو
خون نہیں نکلا؟

عابدہ بولی۔ مگر قاتل کون ہے؟

ناگ نے سرہانے کی طرف زمین پر پڑی ہوئی "تلوار" اٹھا لی
اور اسے غور سے دیکھا۔ یہ "تلوار" اس نے پہلے نہیں دیکھی تھی
اچانک ناگ کو اپنے ساتھی سیاح امیدو کا خیال آیا کہ وہ کہاں
ہے! اس نے امیدو یعنی قارون کی بد روح کو ساتھ والی کوٹھڑی
میں بھی تلاش کیا مگر وہ اسے کہیں نہ ملا۔ اس نے عابدہ سے کہا۔

"ضرور وہی شخص کیٹی کو ہلاک کر گیا ہے۔ مگر اس نے ایسا کیوں کیا؟ وہ کون تھا؟
عابدہ نے پوچھا۔ "یہ شخص کون تھا؟ کیا تمہارے ساتھ شروع ہی سے سفر کر رہا تھا؟
ناگ قالین پر اداس اور پریشان ہو کر بیٹھ گیا۔
"نہیں وہ مجھے قرطبہ میں ملا تھا۔ کہتا تھا کہ میں سیاح ہوں اور ملک ملک سفر کر رہا ہوں۔ لیکن ــــ لیکن اس نے یہ حرکت کیوں کی؟"
پھر ناگ اٹھا اور اس نے کیٹی کے جسم کو ایک بار پھر دیکھا کیٹی کا جسم گرم تھا۔ اس نے عابدہ سے کہا
ہمیں کیٹی کے جسم کو احتیاط سے سنبھال کر کسی جگہ محفوظ کر کے رکھنا ہو گا اور اس کے کٹے ہوئے سر کو ڈھونڈنا ہو گا
عابدہ نے تعجب سے پوچھا: کیا کیٹی پھر سے زندہ ہو سکتی ہے؟ "ہاں" ناگ نے کہا۔ اگر ہم اس کے دھڑ کو محفوظ رکھیں اور اس کے کٹے ہوئے سر کو واپس لا سکیں۔
"تو یہ دوبارہ زندہ ہو جائے گی۔ مگر اس کے لئے ہمیں بڑی احتیاط سے کام لینا ہو گا۔ کیٹی کے جسم کو بچا کر رکھنا ہو گا۔
رات انہوں نے وہیں کیٹی کی لاش کے پاس بیٹھے بیٹھے گزار دی۔ دن نکلا تو ناگ نے عابدہ کو کوٹھڑی میں کیٹی کی سر کٹی

لاش کے پاس بٹھایا اور خود سرائے کے باہر آ گیا۔ اس نے ایک بار پھر اپنے ساتھی امیدو کو تلاش کیا۔ مگر وہ اسے کہیں نہ ملا۔ سرائے کے چوکیدار سے جب ناگ نے امیدو کے بارے میں پوچھا۔ تو اس نے کہا۔
وہ تو آدھی رات کو گھوڑے پر بیٹھ کر جنوب مشرق کی جانب روانہ ہو گیا تھا۔ کیا تمہیں نہیں معلوم۔ تمہارا تو وہ ساتھی تھا؟
ناگ نے پوچھا۔ اس کے پاس کوئی سامان تھا؟"
چوکیدار نے کہا، ہاں۔ اس کے پاس چمڑے کا ایک تھیلا تھا؟
ناگ سمجھ گیا کہ اس تھیلے میں کیٹی کا کٹا ہوا سر ہو گا۔ اب اس بات میں کوئی شک باقی نہیں رہ گیا تھا کہ اسی امیدو نے کیٹی کو ہلاک کیا تھا اور اس کا سر کاٹ کر ساتھ لے گیا تھا۔ ناگ کو یقین ہو گیا کہ وہ کوئی معمولی سیاح نہیں تھا بلکہ کوئی پراسرار آدمی تھا جو کیٹی کے سر کی تلاش میں اس کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔
ناگ نے چوکیدار سے پوچھا: تمہارا کیا خیال ہے۔ وہ کدھر گیا ہو گا؟
چوکیدار بولا۔ جنوب مشرق کی طرف وہ گیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اس طرف تو ہسپانیہ اور قرطبہ کا ملک ہے۔
وہ قرطبہ کی طرف گیا ہو گا۔

ناگ خاموشی سے سرائے سے نکل کر شہر کے ایک بازار
میں آ گیا۔ یہاں اس نے کیٹی کے سائز کا لکڑی کا ایک صندوق
مول لیا۔ اس میں مشک کافور ڈالا اور اسے گھوڑے پر لاد کر
سرائے میں واپس آ گیا۔ عابدہ کے ساتھ مل کر اس نے کیٹی
کی سر کٹی لاش کو بڑی احتیاط سے صندوق میں رکھا۔ اوپر
سوکھا گھاس ڈالا اور صندوق بند کر کے اس پر رسی لپیٹ دی
پھر اس نے عابدہ سے کہا۔
"عابدہ بہن! تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی اور تمہیں
پھر سے انسانی زندگی مل گئی ہے۔ لیکن اب میرے سامنے
کیٹی کو پھر سے زندہ کرنے کا ایک عظیم مقصد ہے۔ میں
اس مقصد کو پورا کرنے جا رہا ہوں۔ تم آزاد ہو جہاں
چاہو جا سکتی ہو۔"
عابدہ نے بھیگی آنکھوں سے کہا۔
"ناگ بھیا! مجھ پر کیٹی کے اتنے احسان ہیں کہ میں انہیں
کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ اس نے میرے لئے اپنی زندگی
قربان کر دی۔ اب میں بھی اس وقت تک تمہارا ساتھ نہیں
چھوڑوں گی جب تک کہ کیٹی پھر سے زندہ نہیں ہو جاتی۔
ناگ نے عابدہ کا ہاتھ تھام لیا اور کہا۔
میری بہن! کیٹی کا ہم دونوں کو صدمہ ہے۔ مگر فکر نہ کرو

میں کیٹی کا سر حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا کیٹی
کو پھر سے زندہ کر سکوں گا۔ لیکن دعا کرو کہ یہ کام تین ماہ
کے اندر اندر پورا ہو سکے۔ کیونکہ ایک بار کیٹی نے مجھے بتایا
تھا کہ اگر کبھی وہ مر گئی اور اس طرح مر گئی کہ اس کا سر کاٹ
کر الگ کر دیا گیا تو اول تو اس کا سر خود بخود دھڑ کے ساتھ
آن لگے گا۔ لیکن اگر کوئی قاتل سر کاٹ کر فرار ہو گیا تو پھر تین ماہ تک
میری لاش اپنے سر کا انتظار کرے گی۔ اگر تین ماہ تک میرا سر دوبارہ
میرے دھڑ کے ساتھ نہ لگایا گیا تو میری لاش مٹی بن جائیگی اور پھر میں
ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گی۔"
عابدہ نے کہا۔ "تو کیا ہم تین ماہ کے اندر اندر اپنی پیاری
بہن کیٹی کا کٹا ہوا سر حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے؟
ہم پوری کوشش کریں گے۔"
عابدہ نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔
"یا اللہ! زندگی اور موت تیرے اختیار میں ہے ہمارا
تو صرف ایک بہانہ ہوتا ہے۔ اپنی رحمت کے دروازے کھول
دے اور ہماری بہن کیٹی کا سر حاصل کرنے میں ہماری مدد
فرما۔"
کیٹی نے آمین کہہ کر اپنے منہ پر دونوں ہاتھ پھیرے اور ناگ
سے کہا۔ ناگ بھائی! ہمیں آج ہی قرطبہ کی طرف کوچ کر جانا
چاہیئے۔ میری والدہ کا گھر بھی وہیں کچھ دور ہے۔ ہم وہیں

جا کر ٹھہریں گے۔"

ناگ بولا۔ ٹھیک ہے۔ ہم آج یہاں سے نکل چلیں گے۔

ناگ نے تین گھوڑے خرید ے۔ ایک پر کیٹی کا صندوق لادا۔ ایک پر عابدہ سوار ہوئی تیسرے گھوڑے پر ناگ بیٹھ گیا۔ ناگ نے عابدہ کے کھانے پینے کے لئے ضروری چیزیں ساتھ رکھ لیں اور قرطبہ کی طرف اپنا سفر شروع کر دیا۔

طرطوش کا نیلا بھوت

اب ہم عنبر اور ماریا کی طرف آتے ہیں۔

آپ کو یاد ہوگا کہ عنبر اور ماریا ایک قافلے کے ساتھ مصر جانے کے لیئے سفر کر رہے تھے۔ وہ دونوں کیٹی اور ناگ کی تلاش میں تھے۔ اس وقت کے ملک مصر میں مسلمانوں کی حکومت تھی۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کی وفات کے بعد مصر کے تخت پہ ایک بہادر نامور جرنیل بیبارس بیٹھا تھا جو ایک انتہائی دیانت دار خدا پرست اور نیک مگر بے حد بہادر مسلمان بادشاہ تھا۔ اس نے عیسائیوں کے کئی علاقے واپس لے لئے تھے۔ مسلمانوں نے یروشلم پر دوبارہ قبضہ کر لیا تھا اور عیسائی جرنیل رچرڈ کو دوبارہ شکست دی تھی یہ بات وہاں مشہور تھی کہ شکست کھانے کے بعد عیسائی سپہ سالار رچرڈ واپس اپنے وطن نہیں گیا بلکہ شکست

کی ذلت اور بدنامی سے بچنے کے لئے کسی جگہ روپوش ہو گیا تھا۔

قافلہ مصر کے دارالحکومت قاہرہ میں جا کر ایک کارواں سرائے میں اتر گیا عنبر اور ماریا کے لئے مصر کوئی نیا ملک نہیں تھا۔ مگر اب وہ بالکل بدلا ہوا تھا اب اس کا دارالحکومت پرانے فرعونوں کے دارالحکومت ممفس کی بجائے قاہرہ تھا شہر میں رب شمس کے مندروں کی جگہ بلند میناروں اور نیلے گنبدوں والی شاندار مسجدیں نظر آرہی تھیں۔ لوگوں نے مسلمان عربوں ایسے لباس پہن رکھے تھے شہر کے بازار دنیا بھر کے مال سے بھرے ہوئے تھے۔

عنبر اور ماریا سرائے میں آکر ٹھہر گئے دو دن وہ شہر میں چل پھر کر کیٹی اور ناگ کا سراغ لگانے کی کوشش کرتے رہے۔ مگر انہیں کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ کسی جگہ سے بھی انہیں کیٹی یا ناگ کی بو نہ آئی ایک روز عنبر نے ماریا سے کہا۔

میں اپنے آباؤ اجداد کے قبرستان میں جانا چاہتا ہوں دو ہزار برس گذر چکے ہیں انہیں مرے ہوئے ہو سکتا ہے ان کی قبروں کے کچھ نشان ابھی تک موجود ہوں۔

ماریا نے کہا۔

"اتنا عرصہ گذر چکا ہے وہاں تو سوائے پتھروں کے اور

کچھ نہیں ہوگا عنبر؟"

عنبر بولا۔" چلو اور کچھ نہیں تو وہ جگہ ہی دیکھ آئیں گے
کم از کم اہرام تو موجود ہیں۔ ان میں سے ایک اہرام میں میرے
باپ کی قبر ہے۔"

ماریا بولی! "کیا تم اپنے باپ کی قبر والے اہرام کو پہچان
لو گے؟"

عنبر مسکرایا۔ "کیوں نہیں ماریا — مجھے اپنے باپ کی قبر کی
خوشبو آجائے گی۔"

ماریا نے کہا۔" دیوی نفریتی کا اہرام بھی تو اسی طرح ہو گا
عنبر بولا، سنا ہے اس کے اہرام کو لوٹ لیا گیا ہے۔
ڈاکوؤں نے اس اہرام کا سارا خزانہ سارا سونا لوٹ لیا ہے۔
لیکن چل کر اسے بھی دیکھیں گے۔

سورج غروب ہو رہا تھا کہ عنبر اور ماریا قاہرہ کے قدیم
شہر سے نکل کر اہرام مصر کی جانب روانہ ہو گئے۔ سارا دن دھوپ
اور گرمی کے بعد اب موسم خوشگوار ہو گیا تھا۔ عنبر گھوڑے
پر سوار تھا اور ماریا اس کے پیچھے گھوڑے پر بیٹھی تھی جو کسی کو
دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

اہرام مصر کے نکڑ نے مزار ساحقہ ساقفونے صحرا میں سینہ
تانے کھڑے تھے ان کی ڈھلانی دیواروں کے بڑے بڑے پتھر

کئی جگہوں سے اکھڑ چکے تھے۔ سب سے پہلے عنبر نے اپنے
آبائی قبرستان کو تلاش کرنے کی کوشش کی۔ کیونکہ اہرام
کے ساتھ والے قبرستان میں اس کی والدہ اور بیوی کی قبریں
تھیں۔ اس قبرستان کا اب نشان بھی باقی نہیں تھا۔ عنبر
اور ماریا کو یہ قبرستان کہیں نہ ملا۔ وہاں سوائے صحرا اور چٹیل
میدان کے اور کچھ نہیں تھا۔ عنبر نے کہا۔
"ماریا! تمہارا اندازہ درست نکلا۔ ہمارا آبائی قبرستان تو
غائب ہو چکا ہے۔ میرا خیال ہے مجھے اپنے والد کی قبر والے
اہرام میں چلنا چاہئے۔
کیا تم اس اہرام کو پہچان لوگے؟"
تم نے پھر وہی بات کی ماریا۔ تم دیکھ لینا۔ میں کتنی جلدی پہچان
لیتا ہوں۔
عنبر ایک چھوٹے اہرام کے پاس آکر رک گیا۔ اس اہرام کا
دروازہ ایک سرنگ کی شکل میں کھلا تھا اور اوپر محراب پہ جنگلی
بیلیں لٹک رہی تھیں۔ جگہ جگہ پتھروں سے سوکھی گھاس کی شاخیں
باہر نکلی ہوئی تھیں۔
عنبر نے کہا۔
یہی وہ اہرام ہے جس کی ایک کوٹھڑی میں میرے باپ کی
قبر ہے۔"

اور وہ اہرام کے اندر داخل ہو گئے۔ مگر عنبر یہ دیکھ کر
حیران رہ گیا کہ وہاں نہ کوئی قبر تھی اور نہ کوئی چبوترہ تھا۔
ڈاکوؤں نے لوٹ مار کرتے ہوئے تمام قبریں اور چبوترے
توڑ ڈالے تھے۔ کوٹھڑی میں چھوٹے بڑے پتھر بکھرے
ہوئے تھے۔ عنبر کا دل اپنے باپ کو یاد کرکے اداس ہو
گیا اس نے دل ہی دل میں اپنے باپ کے لئے دعا کی اور
کہا۔" ماریا! کاش میں اپنے باپ کی قبر دیکھ سکتا۔
ماریا نے کہا" ہزاروں برس تک ڈاکو سونے چاندی اور
ہیرے جواہرات کے لالچ میں ان اہراموں کو لوٹتے رہے ہیں
یہاں کیا باقی رہ سکتا ہے؟"
عنبر بولا۔" تم ٹھیک کہتی ہو۔ چلو چل کر ملکہ نفریتی کا اہرام
دیکھتے ہیں؟"
ملکہ نفریتی کے اہرام میں اس کی قبر اور چبوترہ اگرچہ باقی تھا
مگر چبوترے کے نیچے گہرا سوراخ تھا۔ جو ڈاکوؤں نے کیا ہوا
تھا۔ اور اس کے اندر سے ملکہ نفریتی کی ممی غائب تھی۔ کیونکہ
اس زمانے میں بادشاہوں کی ممی پر جو پٹیاں لپیٹی جاتی تھیں
ان میں ہیرے جواہرات چھپا دیئے جاتے تھے۔ کیونکہ اس
زمانے کے مصری لوگوں کا عقیدہ تھا کہ اگلی دنیا میں جاتے ہی
بادشاہ اور ملکہ زندہ ہو جاتے ہیں اور یہ سونا اور زیورات وہاں

یہ پراسرار آدمی سوراخ پر جھک گیا۔ پھر اس نے اپنا ایک بازو سوراخ کے اندر ڈالا اور اندر سے ایک پیلے رنگ کا چوکور چھوٹا سا ڈبہ باہر نکال لیا۔ اس ڈبے کو کھولا اور اس کے اندر سے تانبے کا بنا ہوا چھ کونوں والا ستارہ اٹھا کر اسے اپنے ہاتھ میں لیا اور اسے غور سے دیکھا۔ پھر اس تانبے کے ستارے کو اپنی لمبی قبا کی جیب میں ڈالا۔ ڈبے کو واپس سوراخ کے اندر رکھا اور اہرام سے تیز تیز قدموں سے باہر نکل گیا۔

ماریا نے اس کے جاتے ہی عنبر سے کہا۔

میرا خیال ہے ہمیں اس کا پیچھا کرنا چاہیئے۔

عنبر بولا: "اس کا فائدہ کیا ہوگا؟ ہمیں اس سے کیا لینا ہے"

عنبر بھیا! میرا دل کہتا ہے کہ یہ کوئی خطرناک آدمی ہے یہ چھ کونوں والا جو تانبے کا ستارہ نکال کر لے گیا ہے۔ یہ یہودیوں کا خاص نشان ہے اور اس پر ایک ایسا طلسم کیا جاتا ہے جو انسانوں کو ایک پل میں ہلاک کر ڈالتا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ یہ شخص کسی بے گناہ کو ہلاک کرے"

عنبر بولا۔" اگر تم کہتی ہو تو چلو۔ اس کا تعاقب کر لیتے ہیں لیکن ہمیں تو ناگ اور کیپٹن کی تلاش ہے"

ماریا نے کہا۔" ہو سکتا ہے ہمیں یہیں سے ان کا بھی کوئی سراغ مل جائے۔ تم نے دیکھا ہوگا کہ ہمیں اسی طرح اپنے

گمشدہ ساتھیوں کے سراغ ملا کرتے ہیں۔ میرے ساتھ آؤ وہ زیادہ دور نہ نکل جائے۔

عنبر اور ماریا اہرام سے باہر نکل آئے۔ باہر صحرا میں شام کے سائے پھیل رہے تھے اور انہوں نے دیکھا کہ وہی پراسرار آدمی ایک کالے گھوڑے پر سوار شہر کی طرف جا رہا تھا۔ عنبر اور ماریا بھی گھوڑوں پر سوار ہو کر اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔

پراسرار عرب جو یقیناً ایک یہودی تھا صحرا میں سے گزر کر شہر کے مشرقی دروازے میں داخل ہو گیا۔ عنبر اور ماریا اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ عنبر نے کہا۔

کہیں اندھیرے میں یہ شخص گم نہ ہو جائے۔

ماریا: "فکر نہ کرو۔ میری نگاہ اس پر ہے۔ وہ گم نہیں ہو سکتا"

پراسرار آدمی شہر کے بازاروں میں سے گزرتا ایک گلی کے باہر گھوڑے سے اتر پڑا۔ اس نے گھوڑے کو ایک طرف باندھا اور گلی میں داخل ہو گیا۔ ماریا اور عنبر بھی گلی میں آ گئے۔ گلی میں ہلکا ہلکا اندھیرا تھا اور کوئی چراغ یا مشعل نہیں جل رہی تھی۔ ساتھ والی گلی کی مسجد سے اذان کی آواز آ رہی تھی۔ ایک حویلی کے پاس پہنچ کر

وہ آدمی رک گیا۔عنبر جلدی سے ایک مکان کی اوٹ میں ہو گیا۔کیونکہ اسے معلوم تھا کہ یہ شخص پہلے مڑ کر دیکھے گا ایسا ہی ہوا۔پراسرار آدمی نے گردن موڑ کر پیچھے گلی میں دیکھا کہ کوئی اسے دیکھ تو رہا۔ پھر وہ حویلی میں داخل ہو گیا

عنبر نے ماریا سے کہا "کیا خیال ہے اب ؟"

ماریا نے کہا "تم اسی جگہ میرا انتظار کرو۔میں حویلی میں جا کر دیکھتی ہوں کہ یہ اندر کسی کے پاس گیا ہے۔

عنبر بولا۔" میں تو اب بھی یہی کہوں گا کہ ہم بیکار اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں"

ماریا بولی : تو پھر تم سرائے میں جا کر میرا انتظار کرو۔میں وہاں پہنچ جاؤں گی"

"کیا تم ضرور حویلی میں جاؤ گی ؟ عنبر نے پوچھا۔

ماریا نے کہا : "ہاں عنبر۔ میرا دل کہتا ہے کہ یہ کوئی پراسرار معاملہ ہے اور ہو سکتا ہے۔ ہمیں ناگ اور کیٹی کا کوئی پتہ مل جائے"

عنبر بولا۔" اگر یہ بات ہے تو پھر میں اس جگہ ٹھہرتا ہوں تم اندر جا کر پتہ کرو کہ یہ آدمی اندر کہاں اور کس کے پاس گیا ہے۔

ماریا نے عنبر کو گلی میں ہی چھوڑا اور خود حویلی کے دروازے

کے پاس آگئی جو بند تھا۔ماریا اس کے بند دروازے میں سے اندر داخل ہو گئی۔سب سے پہلی بار چیز جو اس نے محسوس کی یہ تھی کہ حویلی کی ڈیوڑھی میں کافور کی تیز بو پھیلی ہوئی تھی۔ جس میں لوبان کی بو بھی تھی یہ ایسی چیزیں تھیں جو عام طور پر مردوں کو دفن کرنے سے پہلے ان کی لاشوں پر مل جاتی تھیں۔حویلی کی ڈیوڑھی کے آگے ایک تنگ صحن تھا۔جس کے درمیان میں ایک فوارہ لگا ہوا تھا۔ فوارہ بند تھا اور لگتا تھا کہ اس میں سے پانی کبھی نہیں گرا۔اس کا چھوٹا سا گول تالاب بھی خشک پڑا تھا ماریا نے ادھر ادھر نگاہ ڈالی۔صحن کی دو جانب اونچی دیواریں اور سامنے کی طرف ایک برآمدہ تھا۔جس کے پیچھے کوٹھڑیاں بنی ہوئی تھیں۔جن کے دروازے بند تھے یہاں کسی جگہ سے بھی روشنی نہیں آ رہی تھی۔ہر طرف گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔

ماریا صحن میں سے گذر کر برآمدے میں آگئی۔کافور اور لوبان کی تیز بو اسی طرف آ رہی تھی۔سامنے کی جانب چار کوٹھڑیوں کے بند دروازے تھے ماریا نے ایک ایک کر کے تینوں کوٹھڑیوں کو دیکھا۔ان کے اندر سوائے کاٹھ کباڑ اور پرانے سامان کے اور کچھ نہیں تھا۔وہ چوتھی کوٹھڑی

میں داخل ہوئی تو دکان کونے میں ایک دیا روشن تھا۔ اس کی روشنی میں زمین پر ایک تختہ دکھائی دے رہا تھا جو فرش پر سے ذرا سا اوپر کو اٹھا ہوا تھا۔

ماریا کے لئے یہ سمجھنا کوئی مشکل نہیں تھا کہ یہ نیچے جانے والے تہہ خانے کا راستہ تھا۔ اس قسم کے تہہ خانے قاہرہ کی حویلیوں میں عام بنا دیئے جاتے تھے تاکہ لوگ سخت گرم دوپہروں میں اس کے اندر جا کر ٹھنڈک میں آرام کریں۔ ماریا نے قریب جا کر دیکھا کہ تہہ خانے میں جو سیڑھیاں نیچے جاتی تھیں وہ خالی تھیں اور نیچے سے ایسی آواز آ رہی تھی جیسے کوئی کسی لکڑی کے ڈبے کو ہتھوڑی سے آہستہ آہستہ ٹھوک رہا ہو۔

ماریا تہہ خانے کی سیڑھیاں اترنے لگی۔ اسے ایک آدمی کی آواز آئی۔ وہ پرانی عبرانی زبان میں کسی سے کہہ رہا تھا۔

"تم نے تہہ خانے کا دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا؟"

"شاید"

"شاید کیا ہوتا ہے۔ جلدی اوپر جا کر دیکھو۔ اگر کھلا ہے تو اسے تالا لگاؤ۔"

ایک آدمی کے قدم تہہ خانے کی سیڑھی کی طرف بڑھے۔ ماریا وہاں کھڑی رہی۔ کیونکہ ایک تو وہ غائب تھی اور دوسرے یہ کہ وہ کسی سے ٹکرا نہیں سکتی تھی۔

اس نے دیکھا کہ وہی ناٹے قد کا چھوٹی ڈاڑھی والا پر اسرار آدمی سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ وہ ماریا کے درمیان سے ہو کر اوپر گیا۔ اس نے تہہ خانے کا تھوڑا سا اوپر کو اٹھا ہوا تختہ نیچے گرایا۔ اسے تالا لگایا اور واپس تہہ خانے میں چلا گیا ماریا بھی سیڑھیوں سے نکل کر تہہ خانے میں آ گئی۔

یہاں آ کر اس نے دیکھا کہ فرش پر ایک صلیب بچھی ہوئی ہے۔ جس پر کالے رنگ کا حبشی رسیوں سے بندھا بے ہوش پڑا ہے۔ اس کے سرہانے کی طرف ایک طاق میں چھ کونوں والا تانبے کا وہی اہرام والا ستارہ ایک تختے پر جلتی ہوئی موم بتی کے پاس پڑا ہوا ہے اور آگے چمڑے کی دو بوتلیں رکھی ہیں ایک طرف پُر اسرار ڈاڑھی والا آدمی ہتھوڑی اور کیل لئے لکڑی کی صلیب میں ایک جگہ کیل ٹھونک رہا ہے اس کے قریب ہی لکڑی کی کرسی پر ایک لمبی ڈاڑھی والا دبلا پتلا بوڑھا سر پر یہودیوں والی گول ٹوپی پہنے بیٹھا ہے اور صلیب پر رسیوں سے بندھے کالے نوجوان حبشی کو جھک کر تک رہا ہے۔ یہ لمبی داڑھی والا یہودی شکل سے کوئی عیار جادوگر لگ رہا تھا۔ ماریا نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں شیطانی چمک تھی اس نے چمڑے کی ایک بوتل کھول کر اس میں سے کوئی دوائی نکال کر دوسرے آدمی کو دی اور کہا۔

اس کے جسم پہ مل دیئے

دوسرے پُراسرار آدمی نے وہ دوا بے ہوش حبشی کے جسم
پہ مل دی۔ اب جو ماریا نے غور سے دیکھا تو ایک لمبی کیل کالے
حبشی نوجوان کی گردن میں ٹھکی ہوئی تھی جہاں سے تھوڑا
سا خون نکل کر صلیب کی لکڑی پہ جم گیا ہوا تھا ماریا کانپ
اٹھی۔ کیا یہ حبشی نوجوان مر چکا تھا؟ ماریا نے اس کے
سینے پہ ہاتھ رکھا۔ حبشی نوجوان کا دل بالکل نہیں دھڑک
رہا تھا۔ ماریا کو ان لوگوں پہ سخت غصہ آیا۔ کیا ان لوگوں
نے اسے قتل کر دیا ہے یا یہ کسی حبشی کی لاش لے کر وہاں آئے
ہیں۔ مگر صلیب پہ جمع ہوئے تازہ خون سے صاف ظاہر ہو
رہا تھا کہ ان ہی دونوں شیطانوں نے اس نوجوان حبشی
کو ہلاک کیا ہے۔

ماریا اب اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتی تھی۔ اب وہ یہ
دیکھنا چاہتی تھی کہ یہ دونوں خبیث اس نوجوان حبشی کی لاش
کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔ جب حبشی کی لاش پہ دوائی مل
جا رہی تھی تو لمبی داڑھی والے یہودی نے کہا۔

"اب اس کے ٹخنوں ہاتھوں اور پیٹ میں کیل ٹھونک دو"

ماریا کو بڑا دکھ ہوا کہ یہ لوگ ایک نوجوان حبشی کی لاش
کے ساتھ یہ سلوک کر رہے تھے، مگر وہ اس حبشی کو زندہ نہیں

کر سکتی تھی۔ اب تو وہ یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ یہ لوگ کون ہیں
اور اس حبشی کی لاش کو کس لئے صلیب پہ ٹھونک رہے ہیں۔
ماریا کو اتنا پتہ چل گیا تھا کہ یہ دونوں یہودی ہیں جو مسلمانوں
کے دشمن تھے اور جن کے ملک کو سلطان صلاح الدین ایوبی نے
فتح کر لیا تھا اور اب بھی وہ ملک یعنی فلسطین مسلمانوں
کے قبضے میں تھا۔ ان کی شکلیں اور لباس یہودیوں ایسے تھے
اور وہ یہودیوں کی پرانی عبرانی زبان بول رہے تھے۔

پُراسرار آدمی نے بوڑھے یہودی کے حکم کے مطابق
لمبے کیل لے کر ہتھوڑی اٹھائی اور لاش کے دونوں ٹخنوں
میں زور زور سے ہتھوڑی چلا کر لمبی کیل ٹھونکنی شروع کر دی
حبشی مر چکا تھا۔ اس کی لاش نے کوئی حرکت نہ کی۔ جب دونوں
ٹخنوں میں کیل ٹھک گئے۔ تو اس نے لاش کے پیٹ ہاتھوں
اور بازوؤں میں بھی ایک ایک لمبا کیل ٹھونک دیا۔

پھر عیار یہودی بوڑھے نے طاق میں سے موم بتی اور
چھ کونوں والا کا ستارہ اٹھایا۔ موم بتی نوجوان حبشی
کی لاش کے سرہانے چھ کونوں والا تانبے کا ستارہ لاش
کے ماتھے پر رکھ دیا اور عبرانی زبان کے منتر پڑھنے لگا۔ دوسرا
یہودی خاموشی سے صلیب کے پاس کھڑا تھا۔ عیار یہودی
دیر تک منتر پڑھتا رہا۔ پھر اس نے آنکھیں کھولیں تو اس کی

آنکھوں کے ڈیلے سرخ ہو رہے تھے۔ اس نے اٹھ کر نوجوان حبشی کی لاش کے گرد سات چکر لگائے۔ اس کی پیشانی پہ بنے چھ کونوں والے ستارے کو ہر چکر میں اپنی انگلی سے چھوا۔ سات چکر ختم کرنے کے بعد وہ لاش کے پاس کرسی پہ بیٹھ گیا اور بولا۔

براہام۔ اب تم سلیمانی ستارے کے جادو کا کرشمہ دیکھو گے۔ ساری دنیا پر صرف یہودی قوم حکومت کرنے کیلئے پیدا ہوئی ہے۔ جن مسلمانوں نے ہم سے ہمارا یروشلم اور ہیکل سلیمانی چھین لیا ہے ہم ان کو نیست و نابود کر دیں گے اور فتح کے ساتھ ایک بار پھر یروشلم میں داخل ہوں گے اور اپنے ہیکل میں جا کر عبادت کریں گے۔

چھوٹی چھوٹی ڈاڑھی والے یہودی کا نام براہام تھا۔ وہ لاش کے قریب خاموش کھڑا تھا۔ اس کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اس نے کہا۔

"عظیم جیکب! کیا ہم ساری دنیا پہ حکومت کریں گے؟"

"کیوں نہیں۔ یہ میرا موکل مسلمانوں کی ساری فوجوں کا اکیلا مقابلہ کرے گا۔ لیکن ابھی اس کا پہلا کام یہ ہو گا کہ مسلمان بادشاہ کے سارے خاندان کو ہلاک کر ڈالے۔ اس کے بعد ہم مسلمان فوجوں اور عام مسلمانوں کے بال بچوں کو ایک ایک کر کے ختم کر ڈالیں گے اور فتح ہمارے قدم چومے گی۔ جب سلطان

صلاح الدین نے ہمارے یروشلم پہ قبضہ کیا تھا ہم اس کے خاندان کے کسی مرد عورت بچے اور بوڑھے کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

ماریا اب سب سمجھ گئی تھی کہ یہ دونوں کیا کرنا چاہتے ہیں۔ مگر اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ نوجوان حبشی کی لاش یہ سارا کام کس طرح کرے گی؟ تھوڑی دیر بعد یہ بات بھی ماریا کی سمجھ میں آ گئی۔ یہودی عیار جادوگر جیکب نے کرسی سے اٹھ کر لاش کی صلیب کے اردگرد ایک چکور لکیر کھینچ دی اور فاتحانہ انداز میں براہام سے کہا۔

"براہام! اب یہ لاش ہماری دوست ہے۔ اور اب اس لاش کو دنیا کی کوئی طاقت نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اس لکیر کو دنیا کا بڑے سے بڑا جادوگر بھی پار نہیں کر سکتا۔ صرف یہ لاش ہی اسے پار کر سکتی ہے۔ یہ لاش جہاں بھی جائے گی لکیروں کا یہ حصار اس کے اردگرد ہو گا اور اسے کوئی زبردست سے زبردست جادو بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

ماریا کانپ اٹھی۔ یہ خبیث عیار جادوگر بڑا گھناؤنا جرم کر چکا تھا۔ ماریا تیزی سے اپنی جگہ سے آگے بڑھی اور اس نے لکیر کو پار کر کے نوجوان حبشی کی لاش کے پاس جانے کی کوشش کی مگر وہ جیسے کسی غیبی اور بے حد مضبوط شیشے کی دیوار سے ٹکرا کر پیچھے گر پڑی۔ اف خدایا! اگر یہ عیار یہودی جادوگر

اپنے ناپاک ارادوں میں کامیاب ہو گیا تو اس شہر میں بے گناہ مسلمان بچوں عورتوں اور بوڑھوں کا قتل عام شروع ہو جائے گا۔ ماریا نے سوچا۔ مگر وہ اب کچھ نہ کر سکتی تھی۔ وہ بھی اس عیار بوڑھے یہودی کے جادو کے آگے بے بس ہو گئی ہوئی تھی۔ اتنے میں ایک اور ایسی بات ہوئی کہ جس کا ماریا کو کبھی یقین نہیں آ سکتا تھا۔

بوڑھے یہودی نے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کئے اور عبرانی زبان میں چھ بار ایک نعرہ مارا اور پھر نوجوان حبشی کی لاش کی طرف اپنے ہاتھوں کے نیچے کھول کر اشارہ کیا۔ نوجوان حبشی کی صلیب پر لٹکی ہوئی لاش میں جنبش پیدا ہوئی اور پھر ماریا نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھا کہ حبشی کی لاش نے غائب ہونا شروع کر دیا۔ پہلے لاش کے دونوں ہاتھ اور پاؤں غائب ہوئے اس کے بعد اس کے بازو اور ٹانگیں غائب ہو گئیں اس کے بعد اس کا سینہ اور سر بھی غائب ہو گیا۔ عیار یہودی نے چیخ مار کر کہا۔

یہودا۔ یہودا۔ یہودا۔ تیری بادشاہت اب ساری دنیا پر قائم ہو گی۔ ہم ہیکل اعظم کی تباہی کا مسلمانوں کے بچے بچے سے بدلہ لیں گے پھر اس نے خالی صلیب کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

" طرطوشش۔ طرطوشش۔ میں تمہیں مسلمانوں سے یہودیوں کا

انتقام لینے کے لئے آزاد کرتا ہوں "

ماریا نے دیکھا کہ صلیب کے اوپر ہلکے مدھم نیلے رنگ کا اس حبشی کی لاش کا ہیولا ایک روح کی طرح اٹھا اس نے بوڑھے یہودی جادوگر کے آگے سر جھکا کر اسے سلام کیا اور پھر آہستہ آہستہ گردن گھما کر اس طرف دیکھا جہاں ماریا کھڑی تھی۔ طرطوش کے بھوت کی گہری تیز نگاہیں ماریا کو اپنے جسم میں بجلی کی لہروں کی طرح داخل ہوتی محسوس ہو رہی تھیں۔ اس کا سارا جسم لرزنے لگا۔ طرطوش حبشی کا بھوت اس کی طرف بڑھا اور اس کے منہ سے ایک باریک چیخ قسم کی آواز نکلی اس آواز کو سن کر یہودی جادوگر ایکدم چونکا۔

" براہام! "

" کیا بات ہے بارتی!

براہام نے چونک کر پوچھا۔ بوڑھے یہودی نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے تہہ خانے کے چاروں طرف گھورتے ہوئے کہا۔

" یہاں کوئی اور شخص بھی موجود ہے۔ طرطوش نے مجھے خبر کر دی ہے۔

براہام نے کہا۔ " مگر حضور یہاں تو سوائے ہم دونوں کے اور کوئی نشان نہیں ہے "

یہودی چلایا۔ " طرطوش بھوت جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اس

نے اس تہہ خانے میں کسی غیبی شے کو دیکھا ہے؟"

طرطوشش حبشی کا بھیانک بھوت ماریا کی طرف دونوں بازو اٹھا کر اس طرح بڑھا جیسے اسے اپنے خونی پنجوں کی گرفت میں لے کر ہلاک کر دینا چاہتا ہو۔ ماریا پر طرطوشش کی مقناطیسی شعاعوں کا اثر ہونے لگا تھا وہ سمجھ گئی تھی کہ یہ بھوت اسے ہلاک کر دے گا۔ وہ چھلانگ لگا کر تہہ خانے کی سیڑھیوں پر آگئی اور وہاں سے پوری طاقت کے ساتھ اچھلی اور ہوا میں تیرتی ہوئی سیڑھیوں سے نکل کر اوپر کمرے میں آگئی۔ یہاں سے وہ باہر کی طرف بھاگی۔ اسے اپنے پیچھے حبشی کے بھیانک بھوت طرطوشش کی باریک سی چیخ سی آواز پھر سنائی دی۔ مگر ماریا بند کوٹھڑی سے نکل کر صحن میں آ گئی تھی اور یہاں سے بے حد تیز رفتاری کے ساتھ زمین سے پانچ فٹ کی بلندی پر اڑتی ہوئی حویلی سے نکلی اور گلی میں آگئی۔

یہاں عنبر اس کے انتظار میں بے چینی سے ٹہل رہا تھا اسے ماریا کی خوشبو آئی تو اس نے کہا۔ ماریا! تم آگئیں"

ماریا نے اس کے قریب سے گزرتے ہوئے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

عنبر! جتنی جلدی بھاگ سکتے ہو سرائے کی طرف بھاگو"

عنبر سمجھ گیا کہ کوئی مصیبت آنے والی ہے کیونکہ اس نے ماریا کو کبھی اتنا گھبرایا ہوا کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ بھی ماریا کے

پیچھے پیچھے سرائے کی طرف دوڑ پڑا۔ ماریا اس سے بہت پہلے سرائے میں پہنچ گئی تھی۔ وہ حبشی طرطوشش کی لاش کے بھوت سے اس قدر خوف زدہ تھی کہ سرائے کی کوٹھڑی میں جانے کی بجائے وہ باہر ہی ایک درخت کے پیچھے کھڑی ہو کر اس راستے کی طرف دیکھنے لگی جدھر سے وہ آئی تھی اور جہاں سے اب عنبر اسے تیز قدم اٹھاتا آتا دکھائی دے رہا تھا۔ ماریا عنبر کے پیچھے دیکھ رہی تھی کہ کہیں طرطوشش کا نیلا بھوت اس کے تعاقب میں سرائے کی طرف تو نہیں آ رہا۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ طرطوشش ایک غیبی بھوت ہے اور ماریا بھی غیبی انسان ہے اس لئے وہ اسے ہلاک کرنے کی ضرور کوشش کرے گا۔ وہ ساری دنیا میں صرف ماریا کو ہی اپنا حریف اور دشمن سمجھے گا۔ ——— ماریا نے دیکھا کہ طرطوشش کا نیلا بھوت وہاں نہیں تھا۔ یہ بھی ماریا کی خوش قسمتی تھی کہ اسے طرطوشش کے بھوت کا مدہم مدہم خاکہ اور ہیولا نظر آ جاتا تھا ورنہ اسے تو کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا تھا وہ کسی پر بھی کسی جگہ سے وار کر سکتا تھا۔

عنبر سرائے کے قریب آیا تو ماریا سے بولا "بتاؤ کہ آخر کیا معاملہ ہے۔ تم اتنی گھبرائی ہوئی کیوں تھیں؟"

ماریا نے "سب سے پہلے یہاں سے نکل کر کسی ویرانے میں چلو۔ وہاں جا کر تمہیں بتاؤں گی کہ کیا معاملہ ہے" میرے

ساتھ آؤ میں اہرام کی طرف جا رہی ہوں۔ مگر نہیں۔ اہرام کی طرف وہ آ سکتا ہے۔

مگر وہ کون ہے ماریا؟ کچھ تو بتاؤ۔"

ماریا بولی۔ نہیں نہیں۔ تم ایسا کرو عنبر کو ابوالہول کے بت کی طرف چلو۔ جلدی کرو۔ یہ بہت ضروری ہے۔ میں ادھر ہی جا رہی ہوں۔"

ماریا زمین پر سے زور سے اچھلی اور زمین سے پانچ فٹ بلند ہو کر فضا میں اڑنے لگی اس کا رخ ابوالہول کی طرف تھا جو اہرام کی طرف ایک پرانی یادگار ہے اور اس بت کا سر انسان کا اور دھڑ شیر کا ہے۔ آج کل تو اس بت کے پنجوں کے نیچے ایک ہوٹل بنا ہوا ہے مگر جس زمانے کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس زمانے میں اس کے نیچے کوئی ہوٹل نہیں تھا۔ ماریا بہت جلد ابوالہول کے بت کے پاس پہنچ گئی۔ کچھ دیر بعد عنبر بھی گھوڑا دوڑاتا اس کے پاس آ گیا۔ وہ فضا میں ناک پھیلا کر ماریا کی خوشبو لیتا اس کے قریب آیا تھا۔ اس نے آتے ہی کہا۔

ماریا! اب بتاؤ کیا قیامت ٹوٹ پڑی تھی تم پر؟"

عنبر ماریا کی انوکھی مصیبت

ماریا نے عنبر کو سارے واقعات بیان کر دیئے عنبر حیران ہو کر جدھر ماریا بیٹھی تھی ادھر تکنے لگا

"کیا تم ٹھیک کہہ رہی ہو ماریا؟"

"تو اور کیا جھوٹ بول رہی ہوں"

عنبر خاموشی سے زمین کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر بولا

اس کا مطلب ہے کہ ہمیں اس بھیانک خونی بھوت سے اس ملک کے معصوم بچوں، لڑکیوں، عورتوں اور بوڑھوں کو بچانا ہوگا۔

ماریا بولی "اس کا سب سے پہلا حملہ شاہی محل پر ہوگا جہاں وہ یہودی شیطان جیکب۔ کم کے مطابق بادشاہ اور اس کے خاندان کے بچوں کو ہلاک کرے گا۔ اس لئے سب سے پہلے ہمیں شاہی محل میں پہنچ کر شاہی خاندان

کو اس ناگہانی آفت سے خبردار کرنا ہوگا۔

عنبر کہنے لگا" ہماری بات کون سنے گا؟ کسی کو ہماری باتوں پہ اعتبار نہیں آئے گا"

ماریا بولی" یہ کام میں کروں گی۔ میں غائب ہوں۔ کسی کو نظر نہیں آتی۔ نیک دل روح بن کر جاؤں گی اور شاہی خاندان کو خبردار کردوں گی کہ وہ کچھ عرصے کے لئے ملک سے چلے جائیں۔"

عنبر نے کہا" مگر یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ بادشاہ کہاں جائے گا۔ اپنے سارے خاندان کو لے کر؟"

ماریا بولی" میرا کام انہیں آنے والی آفت سے آگاہ کرنا ہے۔ اگر وہ نہیں مانتے تو وہ جانیں اور ان کا کام جانے۔"

عنبر نے کہا" لیکن اگر طرطوشش کا نیلا عفریت ہمیں مل گیا تو کہیں کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے۔ کیونکہ تم کہتی ہو کہ اس نے جب تمہاری طرف دیکھا تھا تو تمہارے جسم پہ لرزہ طاری ہو گیا تھا اور تمہاری طاقت ختم ہونے لگی تھی۔"

ماریا نے گہرا سانس لے کر کہا" یہ تو ہے۔ مجھے ایسی ناطاقتی پہلے کبھی محسوس نہیں ہوئی۔ اگر یہاں ہزاروں بے گناہ بچوں اور عورتوں کی زندگیوں کا معاملہ نہ ہوتا تو میں ابھی اس شہر سے اس ملک سے نکل کر تمہارے

ساتھ کسی دوسرے ملک کو فرار ہو جاتی۔ کیونکہ یہ تو تم بھی جانتے ہو کہ ہماری دشمن موت نہیں بلکہ جادو ہے جادو کا ہم سب پہ اثر ہو جاتا ہے۔"

"تو پھر اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"میں شاہی محل میں بادشاہ کو آنے والے خطرے سے آگاہ کرنے جا رہی ہوں۔ تم اسی ابوالہول کے پاس میرا انتظار کرو۔ اگر مجھے دیر ہو گئی تو مجھے سرائے میں آکر دیکھ لینا۔ لیکن میں ہر حالت میں یہاں پہنچوں گی بشرطیکہ میں زندہ رہی"

عنبر نے ہنس کر کہا" تم تو سچ مچ ڈر گئی ہو ماریا!"

ماریا کہنے لگی" عنبر بھائی تم نے اس نیلے بھوت کے ہیولے کو دیکھا نہیں۔ اور سوائے میرے میرا خیال ہے اسے اور کوئی نہیں دیکھ سکے گا۔ اگر تم اسے ایک نظر دیکھ لو اس کی آنکھوں کی مقناطیسی کشش ایک بار تمہیں بھی اپنی جگہ پہ ہلا کر رکھ دے گا

اچھا اب میں جا رہی ہوں"

عنبر نے کہا" میں اسی جگہ تمہیں ملوں گا۔

ماریا ہوا میں تیرتی ہوئی مصر کے شاہی محل کی طرف روانہ ہو گئی۔ وہ ایک ایسے راستے سے جا رہی تھی۔ جدھر وہ محلہ

نہیں آتا تھا جہاں اس نے طرطوشش کے نیلے بھوت کو دیکھا تھا اور وہ اسے قتل کرنے کے لئے آگے بڑھا تھا۔ ماریا نے سوچا کہ وہ یقیناً اسے قتل کر سکتا ہے۔ جب ہی تو وہ دونوں ہاتھ بڑھا کر اسے دبوچنے کے لئے اسکی طرف بڑھا تھا۔

ماریا یہی سوچتی ہوئی۔ لوگوں کے سروں کے اوپر سے ہو کر اڑتی ہوئی شاہی محل کی چھت پر آ گئی۔ یہاں پہنچنے والے تمام راستوں پر زبردست پہرہ لگا تھا مگر ماریا کے لئے یہ کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ وہ اندازے کے ساتھ ایک برجی کی سیڑھیوں میں سے گذر کر محل کے اندر آ گئی۔ نہایت عظیم الشان محل تھا۔ لمبے اونچے ستونوں پر سونے کا پانی چڑھا ہوا تھا۔ کم خواب کے بھاری پردے لٹک رہے تھے۔ باغوں میں چاندی ایسے فوارے چھوٹ رہے تھے۔ کنیزیں اور غلام اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے تھے۔ ابھی آدھی رات نہیں ہوئی تھی۔ محل میں ایک جشن کا سماں لگ رہا تھا

ماریا تلاش کرتے کرتے بادشاہ بیبارس کے عالی شان کمرے میں پہنچ گئی مگر بادشاہ بیبارس اسے کہیں نظر نہ آیا وہ پریشان ہو کر محل میں گھومنے لگی۔ ایک جگہ کچھ درباری وزیر کے ساتھ بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ ان کی باتوں سے ماریا کو معلوم ہوا کہ بادشاہ بیبارس سرکاری معاملات کے سلسلے میں ملک شام کی طرف گیا ہوا ہے اور محل میں اس کی ملکہ اور بچے موجود

ہیں۔ ماریا ملکہ کے کمرے کی طرف بھاگی۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ یہودی مکار جادوگر جیکب کے بھیانک اور خونی عفریت حبشی طرطوشش کے نیلے بھوت کا پہلا نشانہ شاہی خاندان کے لوگ ہی ہیں۔

ملکہ اپنی خواب گاہ میں جھروکے کے پاس بیٹھی دریا میں تیرتے بجروں کا منظر دیکھ رہی تھی۔ دو کنیزیں اس کے بالوں میں گلاب کی کلیاں پرو رہی تھیں ایک کنیز پیچھے کھڑی مورچھل ہلا کر ہوا دے رہی تھی۔ ماریا نے ملکہ کے قریب جا کر اس کے کان میں کہا۔

”کنیزوں کو رخصت کر دیں“

ملکہ ایکدم چونک پڑی۔ یہ کس کی آواز اس کے کانوں میں آئی تھی جیسے کسی نے سرگوشی کی ہے۔ وہ سمجھی شاید اس کے کان بج رہے تھے۔ مگر جب ماریا نے دوسری بار ملکہ کے کان میں کہا۔

”ملکہ سلامت! میں کوئی بھوت نہیں ہوں۔ میں ایک نیک دل روح ہوں اور آپ کو ایک خوفناک خطرے سے آگاہ کرنے آئی ہوں“

تو ملکہ ڈر کر اپنی جگہ پر سمٹ گئی۔ ملکہ آخر ملکہ ہوتی ہے وہ ڈری ضرور تھی۔ مگر اس نے اپنے چہرے کی گھبراہٹ کسی پر ظاہر نہیں ہونے دی تھی۔ اس نے فوراً کنیزوں کو رخصت کر

دیا۔ جب وہ بالکل اکیلی رہ گئی تو اس نے آہستہ سے کہا۔ "تم کون ہو اے نیک دل روح؟"

اس زمانے میں لوگوں میں یہ باتیں بڑی عام تھیں۔ کہ نیک روحیں جنت سے زمین پر آ کر نیک بندوں کو خطروں سے آگاہ کر دیتی ہیں۔ چنانچہ ملکہ نے بھی یہی خیال کیا تھا۔ ماریا نے کہا۔

"ملکہ! ایک خوفناک غیبی بھوت آپ کو اور آپ کے سارے خاندان کو ہلاک کرنے کے لئے کسی بھی وقت اس محل میں داخل ہونے والا ہے آپ فوراً اپنے بچوں اور خاندان کے دوسرے لوگوں کو لے کر یہاں سے کسی دوسرے ملک چلے جائیں۔"

ملکہ نے کہا "اے نیک دل روح! تم جو کچھ کہہ رہی ہو یہ ممکن نہیں ہے۔ بھلا میں کیسے ایک پل میں سارے شاہی خاندان کو اٹھا کر یہاں سے بھاگ سکتی ہوں۔ آخر تم کہنا کیا چاہتی ہو۔ وہ کون سا بھیانک بھوت ہے۔ ہمارا اور ہمارے خاندان کا کون دشمن ہے؟"

ماریا بولی۔ "ملکہ یہ ایسی باتوں کا وقت نہیں ہے۔ خدا

کے لئے جتنی جلدی ہو سکتا ہے یہاں سے بچوں کو لے کر بھاگ جائیں۔ ورنہ آپ کی زندگیاں سخت خطرے میں ہیں۔"

ملکہ کو نیک دل روح کی باتوں پر اعتبار بھی آ رہا تھا۔ اور اس کے ذہن میں اپنی مجبوریاں بھی گردش کر رہی تھیں۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ ایک ملکہ کے لئے تھوڑی سی دیر کے نوٹس پر اتنے بڑے شاہی خاندان کو ساتھ لے کر فرار ہونا ایک انہونی سی بات ہوتی ہے ——

پھر بھی ملکہ نے کہا "میں بچوں کو محل کے خفیہ تہہ خانے میں بھجوا دیتی ہوں۔"

ماریا نے کہا "ملکہ سلامت تہہ خانے میں چھپنے سے کچھ نہیں ہوگا آپ کا دشمن نیلا بھوت وہاں بھی پہنچ جائے گا۔"

ملکہ بولی "تو پھر اس سے بچنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔"

ماریا نے کہا "یہی کہ آپ اس ملک سے کسی دوسرے ملک میں چلے جائیں۔ آپ کے بچنے کی اس سے بہتر ترکیب اور کوئی نہیں ہے۔"

اتنے میں ایک کنیز گھبرائی ہوئی دوڑتی وہاں آئی اس کے ہوش حواس اڑے ہوئے تھے۔ اس نے آتے ہی ادب سے جھک کر کہا۔

"ملکہ عالیہ! آپ کے بڑے بھائی کے محل کو آگ لگ

گئی ہے اور خاندان کے سارے لوگ بچوں سمیت اس میں
جل کر مر گئے ہیں۔

کنیز نے رونا شروع کر دیا۔ ملکہ پر جیسے بجلی گر پڑی
وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

ماریا نے کہا، "دیکھا نیلے بھوت نے اپنا خونی کام شروع
کر دیا ہے۔ خدا کے لئے اپنی اور اپنے بچوں کی جان
بچا کر یہاں سے فرار ہو جائیں۔

ملکہ نے اسی وقت حکم دیا کہ سارے شہزادوں اور شہزادیوں
کو رتھوں میں بٹھا کر محل کی دوسری طرف سے نکال دیا جائے
اور ہمارے لئے بھی ایک رتھ فوراً لایا جائے۔ ماریا بڑی
خوش ہوئی کہ کم از کم شہزادے اور شہزادیاں اور ملکہ تو زندہ
بچ جائے گی۔ کیونکہ نیلے بھوت نے اپنی خون آشام کارروائی
کا آغاز کر دیا تھا۔ ملکہ نے نیک دل روح یعنی ماریا کا شکریہ
ادا کیا اور خواب گاہ کے خفیہ کمرے سے نکل کر محل کی دوسری
جانب چلی گئی جہاں شاہی خاندان کے شہزادے اور شہزادیاں
اور کم سن بچے رتھوں میں سوار ہو کر نکل چکے تھے ایک
رتھ جس کے آگے آٹھ گھوڑے جتے تھے، ملکہ کا انتظار کر
رہا تھا۔ ملکہ سوار ہوئی تو رتھبان نے گھوڑوں کی باگیں
ڈھیلی کر دیں اور رتھ ہوا سے باتیں کرنے لگا۔

ماریا خود محل میں بڑی احتیاط کے ساتھ چل پھر رہی
تھی کہ کہیں طرطوش کا نیلا بھوت اچانک کسی طرف سے آکر
اس پر حملہ نہ کر دے۔ سامنے تو ماریا اس کے مدھم ہیولے
کو دیکھ سکتی تھی۔ محل میں جس طرف آگ لگی تھی ادھر کہرام
مچا ہوا تھا۔ ایک ساتھ شاہی خاندان کے ایک بزرگ فرد
اور ملکہ کے بھائی کا سارا خاندان جل کر مر گیا تھا۔ محل کے
غلاموں نے بتایا کہ یہ آگ کسی جن کی کارستانی ہے۔ کیونکہ آگ
اچانک لگی۔ اور جب خاندان کے لوگ بچوں کو اٹھا کر
باہر کی طرف بھاگے تو کوئی انہیں اٹھا اٹھا کر دوبارہ آگ
میں پھینک دیتا تھا۔

ماریا ابھی وہیں کھڑی تھی کہ ملکہ عالیہ کی خواب گاہ کو
آگ لگ گئی۔ ایک اور شور مچ گیا۔ لوگ ادھر
کو بھاگے۔ سب نے شکر ادا کیا کہ ملکہ اپنے سارے بچوں
اور خاندان کے دوسرے بچوں کو لے کر وہاں سے جا چکی
تھی۔ ماریا نے بھی خدا کا شکر ادا کیا۔ مگر اسے ایک خطرہ
تھا کہ کہیں طرطوش کا نیلا خونی بھوت ملکہ اور اس کے اہل
خاندان کا پیچھا کر کے انہیں صحرا میں نہ ہلاک کر دے اچانک
اسے محل کی ایک طرف سے ایسی چیخ کی آواز سنائی دی جو
اس نے حویلی کے تہہ خانے میں سنی تھی جب اس نے پہلی

بارطرطوش کے بیٹے ہیوسے کو اس کی لاش کے غائب ہونے سے بعد صلیب پر سے ابھرتے دیکھا تھا اور نیلا بھوت اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔

ماریا تیزی سے محل میں ایک طرف چھپنے کے لئے بھاگی محل میں ایک افراتفری مچی ہوئی تھی جگہ جگہ شاہی خاندان کے لوگ ہلاک ہو رہے تھے۔کوئی کھڑے کھڑے گر کر یوں مرجاتا جیسے کسی نے اس کا گلا دبا دیا گیا ہو اور کسی کو محل کے اوپر سے نیچے پھینک دیا جاتا اور کسی کو اٹھا کر آگ میں جھونکا جا رہا تھا۔آگ اور موت کا یہ کھیل رات بھر جاری رہا۔

ماریا کچھ نہ کر سکتی تھی۔وہ محل سے نکل کر شہر کے اندر گلی کوچوں میں آ گئی تھی۔وہ اس گلی سے دور دور رہ رہی تھی۔جہاں طرطوش کی حویلی تھی اور حویلی کے تہہ خانے میں اس کی لاش والی صلیب پڑی تھی۔ماریا اس طرف جانے کی ہرگز جرات نہیں کر سکتی تھی۔

ماریا شہر کے گنجان علاقے میں ایک نیلے گنبدوں اور چمکتے سفید میناروں والی مسجد کے صحن میں ایک طرف ستون کے پیچھے چپ چاپ بیٹھی تھی۔یہاں بھی چاروں طرف گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔اتنے میں کچھ لوگ وہاں آ گئے انہوں نے مسجد کے امام صاحب کو جگا کر ساری صورت حال بتائی

اور کہا کہ شاہی محل پر قیامت ٹوٹ پڑی ہے شاہی خاندان کے کتنے ہی لوگ مر گئے ہیں۔ایک آدمی نے کہا۔

"جناب عالی! ہو سکتا ہے یہ کسی جن کی کام ہو جو مسلمانوں کا دشمن ہو اور جس کو یہودیوں نے جادو کر کے بھیجا ہو۔کیونکہ یہودی جادو ٹونے میں بڑے ماہر ہیں۔"

امام صاحب کی شکل نورانی تھی اور داڑھی سفید تھی۔انہوں نے اپنی تسبیح پھیرتے ہوئے کہا۔

"اس مسجد کی طرف یہ جن نہیں آ سکتا۔یہاں آئے گا تو جلا کر خاک کر دوں گا۔جاؤ شہر والوں سے کہو کہ استغفار پڑھیں۔اللہ انہیں ہر آفت سے محفوظ رکھے گا۔"

لوگ چلے گئے۔امام مسجد بھی اپنے حجرے میں چلا گیا اور اس نے دروازہ بند کر لیا۔ماریا وہیں مسجد سے نکل کر شہر کا اوپر سے چکر لگا کر پچھلے پہر کی تاریکی میں صحرا کی طرف روانہ ہو گئی۔ابوالہول کے پاس عنبر ابھی تک اس کی راہ دیکھ رہا تھا۔اسے اچانک ماریا کی خوشبو آئی اس نے آواز دی۔

"ماریا۔تم آ گئی؟"

"ہاں عنبر۔مگر شہر میں کہرام مچا ہے۔اس خونی بھوت نے شاہی خاندان کے کتنے ہی لوگوں کو ہلاک کر دیا ہے۔محل میں جگہ جگہ آگ لگی ہوئی ہے۔"

عنبر نے کہا: "یہ آگ مجھے بھی یہاں سے نظر آئی تھی کیا ملکہ اور
اس کے بچے بھی؟"
عنبر کہتے کہتے رک گیا۔ ماریا نے کہا۔
"نہیں۔ میں نے انہیں عین وقت پہ بھگا دیا تھا۔ مگر یہ نیلا بھوت
ہو سکتا ہے ان کا پیچھا کرے اور انہیں مار ڈالے۔"
عنبر کہنے لگا: "یہ تو بڑی بری بات ہوئی ہے اس قسم کا
واقعہ ہمیں اپنے سارے سفر میں کبھی پیش نہیں آیا۔ کیا تمہیں تو
اس نے نہیں دیکھا پھر؟"
"نہیں" ماریا نے کہا "لیکن اگر میں اسے نظر آ گئی تو وہ مجھے
زندہ نہیں چھوڑے گا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میں ہی ایک
ایسی غیبی عورت ہوں جو اس کی دشمن ہو سکتی ہے اور اسے نقصان
پہنچا سکتی ہے۔ ماریا۔ تم تو خود اس سے چھپتی پھر رہی ہو" عنبر نے کہا۔
"مگر اسے نہیں معلوم ـــ" ماریا نے کہا۔
پھر بولی: "عنبر! ابھی اس نیلی بلا نے کام شروع ہی کیا ہے
شاہی خاندان کے سارے لوگوں کو قتل کرنے کے بعد یہ شہر کے
باقی مسلمان بچوں عورتوں اور مردوں کو موت کے گھاٹ اتارنا
شروع کر دے گا۔"
عنبر نے کہا: "میرا خیال ہے وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا میں
اس کا مقابلہ کروں گا۔"

ماریا نے کہا: "مقابلہ کرنے سے کیا ہو گا۔ تم اسے مار نہ سکو گے
وہ تو پہلے ہی مرا ہوا ہے اور اپنی لاش کی بد روح ہے
تم اس کا کیا کرو گے؟ ہو سکتا ہے اپنی مقناطیسی شعاعوں
سے الٹا وہ تمہیں ہی نقصان پہنچا دے۔ کیونکہ وہ ایک زبردست
جادوگر کے طلسم کے اثر میں ہے۔"
عنبر بولا "تو کیا ہم ہزاروں بچوں کا قتل عام ہوتا دیکھتے
رہیں گے؟ یا یہاں سے اپنی جان بچا کر بھاگ جائیں گے؟"
ماریا نے کہا: "ایک بات ہے۔ آج میں تمہارے پاس آنے
سے پہلے شہر کی ایک مسجد میں گئی تھی۔ وہاں کے امام صاحب
لوگوں کو کہہ رہے تھے کہ اس بلا نے اگر مسجد کا رخ کیا تو میں
اسے جلا کر راکھ کر دوں گا۔ اس کا مطلب ہے کہ اس امام مسجد
کے پاس ضرور کوئی ایسی شے ہے جو اس نیلے خونی بھوت کو
ختم کر سکتی ہے۔"
عنبر کہنے لگا "تو پھر چلو ان امام مسجد صاحب کے پاس
چلتے ہیں۔"
ماریا نے کہا "بات تم کرنا۔ ویسے میں تمہارے ساتھ ہوں گی۔"
ماریا اور عنبر منہ اندھیرے کے ہلکے اندھیرے اور ہلکی روشنی
میں گھوڑے پر سوار ہو کر اسے دوڑاتے سیدھے شہر کے گنجان
علاقے میں آ گئے۔ شاہی محل میں آگ لگنے اور شاہی خاندان کے

لوگوں کے مرنے کی خبر سارے شہر میں پھیل گئی تھی اور لوگ جاگ پڑے تھے اور ایک دوسرے سے حیرانی کا اظہار کر رہے تھے۔ فوج شہر میں گشت لگا رہی تھی۔ فوجی دستوں نے شاہی محل کو اپنے گھیرے میں لے لیا تھا۔

عنبر مسجد میں داخل ہو گیا۔ اس وقت صبح کی اذان میں تھوڑی دیر باقی رہ گئی تھی اور امام مسجد وضو کر کے منہ صاف کر رہے تھے۔ عنبر نے جا کر سلام کیا اور ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا۔ ماریا بھی اس کے ساتھ تھی۔ امام مسجد نے اذان دی۔ دو دعا مانگ کر مسجد کے اندر قالین پر بیٹھ کر تسبیح پھیرنے لگے۔ عنبر اٹھ کر ان کے قریب گیا اور پاس ہی بڑے ادب سے بیٹھ گیا اور بولا۔

"محترم! شاہی محل پر رات جو تباہی نازل ہوئی ہے کیا اس کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا؟"

امام مسجد نے عنبر سے دیکھا اور کہا "آپ کون ہیں برخوردار؟"

عنبر نے کہا "جناب عالی! میں ایک مسافر ہوں۔ شام سے سوداگری کرنے یہاں آیا ہوں۔ اگر شہر پر ایسی آفت ٹوٹی تو ہمارا تو کاروبار تباہ ہو جائے گا۔"

امام مسجد نے کہا "لوگ خدا کو بھول گئے ہیں اس لئے ان پر یہ عذاب نازل ہوا ہے۔ ویسے جہاں تم بیٹھے ہو وہاں یہ آفت نہیں آئے گی"

عنبر نے کہا "حضور یہ کام تو مجھے کسی خطرناک جن کا لگتا ہے۔"

امام مسجد بولے "میرے پاس ایک ایسا وظیفہ ہے کہ اگر جن نے ادھر کا رخ کیا تو مسجد میں داخل ہونے سے پہلے اس کی سیڑھیوں پر ہی اسے ہلاک کر دوں گا۔"

عنبر نے کہا "حضور! آپ کی بڑی عنایت ہو گی مجھے بھی وہ وظیفہ بتا دیں۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔"

امام مسجد کہنے لگے "اچھا۔ ابھی لکھ کر دیتا ہوں۔"

وہ حجرے میں گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک کاغذ کے چھوٹے سے ٹکڑے پر عربی کی ایک عبارت لکھ کر لائے اور کاغذ کو لپیٹ کر کہا۔

"اس کو کسی تعویذ میں بند کر کے اپنے بازو کے ساتھ باندھ لو۔ اور اس کی نقلیں کر کے باقی تعویذ بھی اپنے بچوں کے بازوؤں میں باندھ دو۔ جن تمہاری اور تمہارے بچوں کی طرف کبھی نہیں آئے گا۔"

عنبر نے کاغذ جیب میں ڈالا اور امام صاحب کا شکریہ ادا کر کے مسجد سے نکل کر باہر آ گیا۔ ماریا اس کے ساتھ ہی تھی۔ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر شہر سے باہر آ گئے۔ ماریا نے کہا "مجھے اس قسم کے تعویذوں پر زیادہ بھروسہ نہیں ہے عنبر۔"

عنبر نے کہا "لیکن اس کا تعویذ بنا کر بازو پر باندھ لینے میں کیا حرج ہے ماریا۔ ایک تعویذ تم باندھ لو ایک تعویذ میں باندھ

لیتا ہوں۔"

ماریا بولی: "لیکن میں اس نیلے بھوت کے سامنے نہیں جاؤں گی"

عنبر بولا: "اس تعویذ کا میں امتحان لوں گا۔ تم میرے ساتھ رہنا اور جب وہ نیلا بھوت تمہیں نظر آئے تو مجھے بتا دینا میں اس کے سامنے آ جاؤں گا۔ ظاہر ہے وہ مجھے ہلاک تو کر نہیں سکے گا۔"

ماریا نے کہا: "لیکن تم پہ جادو تو کر سکتا ہے۔ کہیں پھر تم مجھ سے جدا نہ ہو جاؤ۔"

عنبر بولا: "کچھ بھی ہو ماریا۔ ہمیں اس ملک کے ہزاروں بچوں کو اس نیلے خونی بھوت کی تباہی سے بچانا ہے۔ ہمیں یہ خطرہ مول لینا ہی ہو گا۔"

ماریا خاموش ہو گئی۔ پھر بولی: "ٹھیک ہے تم جو کہتے ہو وہی کروں گی۔"

عنبر نے کہا: "چلو۔ شاہی محل کے آس پاس چل کر دیکھتے ہیں کہ وہ نیلا بھوت کہاں ہے۔ مگر پہلے اس تعویذ کی ایک نقل تیار کر کے اپنے اپنے بازو پر اسے باندھنا ہو گا۔"

دن چڑھ چکا۔ مگر لوگ ڈرے ہوئے تھے۔ کیونکہ صبح ہوتے بھوت نے شاہی خاندان کے سات آدمیوں کو محل کا اوپر والی منزل سے نیچے گرا کر ہلاک کر دیا تھا۔ شہر میں ہر کوئی سہما ہوا تھا۔ لوگوں نے بہت کم دکانیں کھولی تھیں اور وہ گھروں میں دروازے بند کر کے دبکے بیٹھے تھے۔ جو گھروں سے باہر نکل آتے تھے وہ بازاروں اور گلیوں کی نکڑوں پہ ٹولیوں کی صورت میں اس قیامت پہ باتیں کر رہے تھے جو شاہی محل پہ نازل ہوئی تھی۔ ہر کوئی یہی کہتا تھا کہ اس شہر سے بھاگ چلو۔ یہ بلا اب شہر پہ بھی نازل ہونے والی ہے۔

عنبر اور ماریا ایک دکان کو تلاش کر کے وہاں آئے اور ایک مولوی صاحب سے کاغذ اور سیاہی لے کر نقش کی نقل کی۔ اسے چمڑے کے دو تعویذوں میں الگ الگ منڈھا اور ایک تعویذ عنبر نے اپنے بازو پہ اور ایک تعویذ ماریا نے اپنے بازو پہ باندھ لیا۔ عنبر نے کہا۔

"ہمیں اب اس حویلی کے پاس جانا چاہیئے جہاں مکار جادوگر یہودی جیکب اور اس کے چیلے ہدہد اعظم نے اس نیلے بھوت کو جادو کے زور سے اس ہلاکت کے لئے تیار کیا تھا"

ماریا بولی: "ویسے مجھے اندر سے ڈر لگ رہا ہے۔ لیکن تم کہتے ہو تو میں تمہارے ساتھ چلی چلتی ہوں۔"

عنبر نے ماریا کی طرف دیکھا۔ اس طرح سے ماریا کی خوشبو زیادہ آ رہی تھی۔ دیکھ کر کہا۔

"ماریا! پہلے تمہیں کبھی اتنا ڈرتے ہوئے کم از کم میں نے

نہیں دیکھا۔"

ماریا نے کہا: "تم تو ویسے بھی مجھ سے مذاق کرتے رہتے ہو کاش تم اس نیلے بھوت کی آنکھوں کو دیکھ سکتے اس میں ایسی خوفناک شیطانی کشش تھی کہ لگتا تھا میں اپنے آپ اٹھ کر اس کے پنجوں میں چلی جاؤں گی۔"

عنبر بولا۔ "اچھا چلو تو سہی بابا۔"

وہ دونوں گلیوں گلیوں ہوتے اس حویلی کے سامنے آ گئے جس کے اندر ماریا نے حبشی نوجوان طرطوش کو خونی نیلے بھوت میں تبدیل ہوتے دیکھا تھا۔ ماریا پیچھے ہی ایک دیوار کی اوٹ میں کھڑی رہی۔ عنبر حویلی کے پاس آیا تو دیکھا کہ دروازے پہ تالہ پڑا ہے۔ ایک آدمی سے پوچھا تو اس نے کہا کہ دروازے پہ تالہ پڑا ہے۔ ایک اور آدمی سے پوچھا تو اس نے کہا۔

"یہاں تو کبھی کوئی نہیں رہتا تھا۔ یہ حویلی تو برسوں سے ویران پڑی ہے۔"

عنبر نے ماریا کو آ کر بتایا کہ حویلی پہ تالہ پڑا ہے۔ ماریا نے کہا: "عنبر! اصل بات یہ ہے کہ ہمیں تعویذ باندھ کر اس خونخوار عفریت سے صرف اپنے آپ کو ہی نہیں بچانا بلکہ اسے قابو میں کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کرنا ہے تاکہ وہ پھر کسی معصوم کو موت کے گھاٹ نہ اتار سکے۔"

عنبر نے کہا۔ "یہی تو میں بھی چاہتا ہوں اور اسی لئے میں اس کا پیچھا کر رہا ہوں۔ مگر وہ کہیں نظر بھی تو آئے۔"

ایکدم سے شور مچ گیا۔ لوگ دوڑتے بھاگتے گلی میں ایک طرف سے آ گئے۔ عنبر اور ماریا پیچھے ہٹ گئے۔ ہر آدمی بوکھلایا ہوا تھا کئی بچے روتے ہوئے اپنے ماں باپ کے ساتھ ساتھ بھاگ رہے تھے۔ ہر کوئی یہی کہہ رہا تھا۔

شہر پہ قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔ لوگو اس شہر سے نکل جاؤ۔ اپنے بچوں کو اس عفریت سے بچاؤ۔"

ماریا نے کہا۔ "نیلا بھوت آ رہا ہے۔ یہاں سے نکل چلو۔"

عنبر بولا۔ "ہمارے تعویذ کا امتحان کس طرح ہوگا۔"

ماریا نے گھبراہٹ میں کہا۔ "خدا کے لئے عنبر یہاں سے چلے چلو۔ تعویذ کو آزماتے آزماتے کہیں ہم دونوں کسی مصیبت میں نہ پھنس جائیں۔ اس طرح اس کے سامنے آنا ٹھیک نہیں۔ اس کا کسی منصوبے کے ساتھ مقابلہ کریں گے۔ یہاں سے نکلو۔ میں ابوالہول کے بت کی طرف جا رہی ہوں۔"

ماریا کی خوشبو غائب ہو گئی۔ عنبر سمجھ گیا کہ ماریا چلا ہو گئی ہے۔ لوگ دھڑا دھڑ شور مچاتے چیختے چلاتے ایک جانب سے بھاگے چلے آ رہے تھے۔ عنبر بھی ان کے ساتھ ہی شہر سے باہر نکل آیا۔ ماریا کی بات اسے بہت حد تک مناسب معلوم ہوئی تھی۔

کر ہو سکتا ہے۔ اس کے جادو کا ان درندوں پہ اثر ہو جائے اور وہ بیکار ہو کر رہ جائیں جب کہ اس وقت عنبر اور ماریا ہی ایسے دو انسان تھے جو اس خونخوار بلا کا مقابلہ کر سکتے تھے اور اسے تباہ کرنے کی کوئی ترکیب سوچ سکتے تھے۔ عنبر نے شہر سے باہر آ کر دیکھا کہ لوگ قافلوں کی شکل میں شہر سے باہر جا کر دریا کنارے ڈیرے لگا رہے تھے۔ جن کے بچے اور عورتیں ماری گئی تھیں وہ رو رہے تھے۔ کئی بچے بھی جو کسی طرح جان بچا کر نکل آئے تھے اپنی ماؤں کو تلاش کرتے ہچکیاں بھر بھر کر رو رہے تھے۔

عنبر نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ چاہے اس کی اپنی زندگی خطرے میں پڑ جائے مگر وہ اس غیبی بلا کو تباہ کر کے چھوڑے گا۔

اس نے ایک آدمی کے پاس جا کر اس سے پوچھا۔

"بھائی۔ آخر یہ غیبی بلا کسی نے دیکھی بھی ہے کہ نہیں؟"

اس آدمی نے آہ بھر کر کہا۔

"وہ کسی کو نظر نہیں آتی۔ بس اچانک کوئی گلا دبوچ لیتا ہے یا اٹھا کر دیوار کے ساتھ پٹخ دیتا ہے یا آگ لگا کر اس میں بچوں اور عورتوں کو جھونک دیتا ہے۔ خداوند کریم رحم فرمائے ہمارے گناہ معاف کر دے۔"

عنبر کو ایک بات کا پتہ چل گیا تھا کہ یہ غیبی بلا صرف ماریا کو ہی دکھائی دے سکتی ہے اور کسی کو نظر نہیں آتی۔ اب اس

غیبی بلا کو تہس نہس کرنے کے لئے ایک تو ماریا کا ساتھ ہونا ضروری تھا تاکہ وہ اسے نیلے دھوئیں کی شکل میں دیکھ سکے، اور دوسرے یہ سوچنا تھا کہ کوئی ایسی ترکیب نکالی جائے کہ یہ زبردست جادو کے اثر میں کام کرنے والا غیبی عفریت تباہ کیا جا سکے۔ عنبر شہر سے نکل کر ابوالہول کے قدیم بت کی طرف گھوڑا دوڑاتے چلا جا رہا تھا اور اس کا ذہن اسی قسم کے پریشان خیالوں میں گھرا ہوا تھا۔ وہ اور ماریا شاید زندگی کی سب سے انوکھی اور خطرناک مشکل میں الجھ چکے تھے۔

تیسری خوفناک چیخ

ماریا ابوالہول کے بت کے قریب ہی تھی۔ اس نے عنبر کو گھوڑے پہ سوار اسے سرپٹ دوڑاتے آتے دیکھا تو اس کے پاس پہنچ گئی۔ عنبر نے ماریا کی خوشبو سونگھتے ہی اپنے گھوڑے کی باگ کھینچ لی اور کہا۔ "ماریا؟"

ماریا بولی "کیا بات ہے عنبر! تم اتنی تیز تیز کیوں بھاگے آرہے ہو؟"

عنبر نے کہا "نیلے بھوت نے شہر میں طوفان برپا کر رکھا ہے کئی عورتوں مردوں اور بچوں کو ہلاک کر دیا ہے لوگ شہر چھوڑ کر روتے ہچکیاں لیتے باہر کو جا رہے ہیں۔

ماریا! ہم اس سے زیادہ انتظار نہیں کر سکتے۔ ہمیں اس عفریت کا مقابلہ کرنا ہوگا۔"

ماریا خاموشی سے عنبر کی باتیں سنتی رہی۔ طرطوش کے بیٹے بھوت کی تباہ کاریوں پہ اسکا دل بھی سخت غصے کی حالت میں تھا اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے عنبر! ہم اس عفریت کا مقابلہ کریں گے آؤ میرے ساتھ۔ ہم شہر کی طرف چلتے ہیں۔"

عنبر اور ماریا اس وقت شہر واپس آگئے۔ مگر وہاں ایک خاموشی تھی۔ لوگ یا تو شہر چھوڑ کر جا چکے تھے اور یا گھروں میں دروازے بند کئے پڑے تھے ماریا اور عنبر اپنے اپنے بازوؤں پہ تعویذ باندھے بے دھڑک شہر کی گلیوں اور بازاروں میں نیلے بھوت کی تلاش میں گھوم رہے تھے۔ لیکن انہیں وہ کہیں نہ ملا۔ ماریا نے ہاتھ پھیر کر اور اڑ کر شہر میں ہر جگہ نیلے بھوت کے ہیولے کو دیکھنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ شہر پہ تباہی نازل کر کے کہیں جا چکا تھا۔ ماریا نے کہا۔

"کہیں وہ اپنی حویلی کے تہہ خانے میں نہ چلا گیا ہو۔"

عنبر نے کہا "میں ادھر سے ہو آیا ہوں۔ حویلی پہ تالا پڑا ہے"

ماریا بولی "لیکن وہ بھوت تو بند دروازے سے

ہی گذر کر تہہ خانے میں جا سکتا ہے۔ میرے ساتھ
آؤ۔"

وہ دونوں ایک بار پھر اسی گلی میں آ گئے جہاں
مکار یہودی جادوگر جیکب کی حویلی تھی۔ ماریا نے
دیکھا کہ حویلی پہ تالا پڑا ہوا تھا۔ اس نے عنبر سے
کہا۔

"تم یہیں ٹھہرو۔ میں اندر جا کر دیکھتی ہوں۔"

اب ماریا کو کسی قسم کا خوف یا ڈر محسوس نہیں ہو
رہا تھا۔ اس نیلے بھوت نے شہر کے بے گناہ بچوں پر
ظلم ڈھایا تھا اور ماریا کا غصے اور انتقام کے مارے
خون کھول رہا تھا۔ وہ ہر قیمت پر اسے ہمیشہ ہمیشہ
کے لئے ختم کر دینا چاہتی تھی۔ وہ حویلی کے بند دروازے
میں سے گذر کر حویلی کے صحن میں آ گئی۔ وہاں سے کوٹھڑی
کے اندر داخل ہو کر تہہ خانے میں اترنے والے تختے
کے پاس آ کر رک گئی۔ تختہ بند تھا۔ ماریا تختے میں سے
گذر کر سیڑھیاں اترتی تہہ خانے میں آ گئی۔ تہہ خانہ خالی
پڑا تھا۔ لکڑی کی صلیب اسی طرح زمین پر پڑی تھی جس
کے ساتھ رسی بندھی ہوئی تھی اور کیل ٹھکے تھے طاق
میں موم بتی بجھی ہوئی تھی وہاں نہ مکار جادوگر یہودی

تھا۔ نہ اس کا ساتھی براہام اور نہ نیلا ہیولا کہیں دکھائی
دے رہا تھا۔

ماریا واپس مڑنے ہی لگی تھی کہ اسے اپنے پیچھے وہی
باریک چیخ کی آواز سنائی دی۔ اس نے جلدی سے پیچھے مڑ کر
دیکھا تو ایک بار اس کے غیبی جسم کی لہریں کانپ اٹھیں۔
اس کے سامنے تہہ خانے کے دروازے پر وہی طرطوش کا نیلا
ہیولا کھڑا اس کی طرف دونوں بازو بڑھائے اپنے ہاتھوں
کے پنجے کھولے اسے ہڑپ کرنے کے لئے تیار کھڑا تھا
اور اسے اپنی مقناطیسی آگ برساتی آنکھوں سے گھور رہا
تھا۔ ماریا تیزی سے دیوار کی طرف ہٹ گئی۔ طرطوش
کا بھوت اس کی طرف لپکا مگر تعویذ کے اثر سے ایکدم
جیسے دھکا کھا کر پیچھے ہٹ گیا۔

ماریا پر دوبارہ وہی خوف چھا گیا تھا۔ وہ جان بچانے
کے لئے تہہ خانے کے دروازے کی طرف اچھلی مگر
طرطوش جیسے نیلے بھوت نے ایک بھیانک مگر بے حد
باریک اور تیز چیخ ماری جو ماریا کے دماغ میں اترتی
چلی گئی اور اس آواز کی لہروں کی تیز اور تند حرکت
نے ماریا کو بے ہوش کر دیا۔ وہ گر پڑی۔ جس طرح ماریا

طرطوش کے غیبی بت کے نیلے ہیولے کو دیکھ سکتی تھی اسی طرح طرطوش کا نیلا بھوت بھی ماریا کے جسم کے سفید خاکے کو دیکھ رہا تھا۔ جونہی ماریا بےہوش ہو کر گری نیلے بھوت نے اپنے دونوں بازو بلند کئے اور جھک کر ماریا کے جسم کو اپنے ہاتھوں پر اس طرح اٹھا لیا جس طرح کوئی آدمی زمین پر گرا ہوا نرم نازک ململ کا دوپٹہ اٹھاتا ہے۔ اب ماریا مکمل طور پر اس کے قبضے میں تھی۔ نیلے بھوت نے ماریا کو اٹھا کر اپنے جسم کے ساتھ لپیٹ لیا اور ایک تیز بھیانک چیخ ماری۔

اس چیخ کے ساتھ ہی ماریا کا جسم طرطوش کے نیلے بھوت کے ہیولے میں داخل ہو گیا۔ طرطوش کے نیلے بھوت نے اپنی طرف سے ماریا کے جسم کو اپنے جسم میں داخل کر کے ہمیشہ کے لئے فنا کر دینے کی کوشش کی تھی۔ مگر وہ یہ بھول گیا تھا کہ ماریا کے بازو کے ساتھ بندھا ہوا ایک تعویذ بھی ماریا کے ساتھ ہی اس کے جسم میں داخل ہو گیا ہے اس کا یہ اثر ہوا کہ طرطوش کے بھوت کے دماغ میں آدھا حصہ ماریا کے دماغ کا داخل ہو گیا۔ اب آدھا طرطوش کے نیلے بھوت کا اپنا تھا اور آدھا دماغ ماریا کا۔ تھا طرطوش کے بھوت کا دماغ بے گناہ بچوں اور مسلمان مرد عورتوں

کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتا تھا اور ماریا کا باقی آدھا دماغ اسے اس کام سے روک دیتا تھا۔ دونوں دماغوں کی اپنی برابر برابر طاقتور تھیں۔ جتنی طاقت سے طرطوش کا دماغ اسے لوگوں کو قتل کرنے اور مکانوں کو آگ لگا دینے کا حکم دیتا تھا۔ اتنی ہی طاقت سے ماریا کا آدھا دماغ اسے اس کام سے روک دیتا تھا۔

طرطوش کا نیلا بھوت گھبرا کر پریشان ہو گیا اور بے چین ہو کر زمین پر پڑا ہوا صلیب کے چکر کاٹنے لگا۔ وہ بار بار منہ سے باریک چیخ کی آواز نکالتا اور صلیب پر جھک کر اس کے گیا، اپنے منہ سے اکھاڑنے کی کوشش کرتا۔ وہ اپنے دماغ میں سے ماریا کے آدھے دماغ کو نکال کر باہر پھینک دینے کی سر توڑ کوشش کر رہا تھا مگر تعویذ کے اثر سے وہ اس میں کامیاب نہیں ہو رہا تھا۔ ماریا کا آدھا دماغ اس پر برابر حاوی ہو چکا تھا اور اپنا حکم چلا رہا تھا۔

طرطوش کا نیلا غیبی بھوت گھبرا کر تہہ خانے سے نکل آیا۔

حویلی کے باہر عنبر بے چینی سے ٹہلتے ہوئے ماریا کا انتظار کر رہا تھا اور بار بار ہوا میں ماریا کی خوشبو سونگھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے ماریا کی خوشبو نہیں

آ رہی تھی۔ اب اس نے حویلی کا تالا توڑ کر خود پہنچ جانے کا فیصلہ کر لیا۔ ابھی وہ حویلی کے دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اچانک اسے ماریا کی خوشبو آئی وہ وہیں رک گیا اور بولا۔

"ماریا! تم آ گئیں؟ کیا وہ پیچھے ہے؟"

اچانک عنبر نے اپنے سامنے ایک نیلے انسانی جسم کے ہیولے کو دیکھا کہ جس کے نیلے جسم کا آدھا مدہم مدہم سا کہ اسے دکھائی دے رہا تھا۔ یہ ہیولے کے جسم کا وہ حصہ تھا جہاں ماریا کا جسم سما گیا ہوا تھا۔ عنبر کو فوراً معلوم ہو گیا کہ یہ طرطوشو کا بھوت ہے۔ وہ پیچھے کو ہٹا۔ طرطوشو کے آدھے ہیولے نے ایک چیخ مار کر عنبر پر حملہ کرنا چاہا مگر اس کے ماریا کے دماغ والے حصے نے اسے وہیں روک دیا۔ نیلا بھوت وہیں رک گیا اور عنبر کی طرف اپنی آگ برساتی قہر بھری آنکھوں سے تکنے لگا۔ عنبر کو نیلے بھوت کی صرف ایک ہی آنکھ نظر آ رہی تھی۔ عنبر حیران تھا کہ یہ کیا بات ہے کہ اس ہیولے میں سے اسے ماریا کی تیز خوشبو آ رہی ہے۔ کیا اس نے ماریا کو ہڑپ کر لیا ہے؟ کیا اس نے ماریا کے جسم کی لہروں کو اپنے نیلے جسم کی لہروں میں سما لیا ہے، کیا ماریا کے بازو کا تعویذ اسے نہیں بچا سکا

عنبر نے اپنا تعویذ والا بازو نیلے بھوت کے آگے کر دیا اور اس کی طرف بڑھا۔ نیلا بھوت ایک چیخ مار کر پیچھے ہٹا اور گلی میں بجلی کی رفتار سے فرار ہو کر غائب ہو گیا۔

عنبر سنسان گلی میں اکیلا رہ گیا۔ وہ حویلی کا تالا توڑ کر جلدی سے تہہ خانے میں پہنچ گیا۔ تہہ خانہ خالی تھا اور ماریا کی خوشبو وہاں بھی نہیں تھی۔ اسے یقین ہو گیا کہ ماریا اس نیلے بھوت کے قبضے میں جا چکی ہے۔ اب اس کو ماریا کا بھی فکر لگ گیا۔ اب اسے دو کام اکیلے ہی کرنے تھے۔ ایک تو ماریا کو اس بھوت کے قبضے سے آزاد کرانا تھا اور دوسرے اس نیلے بھوت کی ہلاکتوں سے اس شہر کے معصوم مسلمان بچوں، عورتوں اور مردوں کو بچانا تھا۔ عنبر کو ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ نیلے غیبی بھوت کے آدھے دماغ پر ماریا کے دماغ نے قبضہ کر رکھا ہے۔

عنبر حویلی سے باہر نکل آیا۔ اگرچہ یہ دن کا وقت تھا مگر نیلے غیبی بھوت کی تباہ کاریوں کے خوف سے گلی محلے سنسان پڑے تھے۔ کہیں کہیں کوئی اکا دکا آدمی نظر آ جاتا تھا۔ عنبر کو امام مسجد کا خیال آ گیا کہ یہ

تو ان کے پاس، جاکر پوچھے کہ ماریا کے ساتھ کیا حادثہ ہو گیا ہے۔ عنبر مسجد میں پہنچا تو امام صاحب حجرے میں بیٹھے ایک کتاب پڑھ رہے تھے۔ عنبر نے جاکر سلام کیا امام مسجد نے عنبر کو پہچان لیا اور پوچھا۔

"کہو میاں تعویذ نے اپنا کرشمہ دکھایا؟"

عنبر نے انہیں بتایا کہ میرے تعویذ نے پہلے بھوت کو قریب نہیں آنے دیا۔

"میری ایک بہن کو نیلے بھوت نے ہڑپ کر لیا ہے اور اب وہ بھوت بھی مجھے آدھا نظر آنے لگا ہے۔"

امام صاحب نے مسکرا کر کہا۔

"جاؤ میاں۔ خدا تمہاری بہن کی حفاظت کرے گا۔ میں اس کے دل کو جانتا ہوں۔ اس کے دل میں مسلمانوں کا درد ہے اور اسے مسلمان بچوں سے پیار ہے۔"

عنبر نے کہا، لیکن جناب عالی میں یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ کیا میری بہن کبھی میرے پاس واپس نہیں آسکے گی؟"

امام مسجد کہنے لگے "بھائی کچھ جو دیا کر جاؤ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اس سے زیادہ ہم تمہیں کچھ نہیں بتا سکتے۔ جاؤ اور نیکی پڑھائی کرتے رہو۔"

عنبر نے ادب سے سلام کیا اور مسجد سے باہر آگیا۔

وہ رات کا اندھیرا ہونے تک سارے شہر میں ماریا کو آدھے نیلے بھوت کی شکل میں تلاش کرتا رہا مگر وہ اسے کہیں دکھائی نہ دی اور نہ ہی کسی جگہ سے اس کی خوشبو آئی۔ شہر میں اب امن امان ہوتا شروع ہو گیا۔ نہ کسی مسلمان کے گھر میں آگ لگتی اور نہ کوئی مسلمان بچہ یا عورت یا مرد ہلاک ہوتا۔ لوگوں نے چین کا سانس لیا۔ اس عرصے میں بادشاہ بیبارس بھی ملک میں واپس آگیا اور ملکہ اور دوسرے شہزادے شہزادیاں بھی محل میں واپس آگئیں۔

بادشاہ نے آتے ہی تحقیقات کا حکم دے دیا۔ مگر اس کا نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا۔ لوگوں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ ایک بلا آئی تھی اور کچھ لوگوں کی قربانی لے کر چلی گئی۔ مگر اس شہر میں دو آدمی اب بھی بہت پریشان تھے ایک عنبر تھا۔ جس کو ماریا کی تلاش تھی اسے نیلے قلبی بھوت کا آدھا جسم بھی کہیں اور کبھی نظر نہیں آیا تھا کئی بار ایسا ہوا کہ اسے ماریا کی خوشبو آئی عنبر نے ماریا کو آواز دی۔ اس وقت طرطوش کا نیلا بھوت عنبر پر حملہ کرنے کے لئے اس کی طرف بڑھتا اور اس کا آدھا دماغ پر ماریا کے دماغ کا قبضہ تھا اسے ایسا کرنے سے روک دیتا اور نیلا بھوت

مجبوراً واپس چلا جاتا۔ عنبر بار بار ماریا کو پکارتا مگر ماریا
اسے جواب نہیں دے سکتی تھی۔ اس کا صرف دماغ کام
کر رہا تھا اور وہ ہر بار عنبر کو بھوت کے حملے سے بچا رہی
تھی۔ دوسرا پریشان آدمی جادوگر مکار یہودی جیکب تھا
جس نے اسی بھوت کو زندہ کر کے مسلمان کے جان و مال
کو تباہ کرنے کے لیے شہر میں کھلا چھوڑ دیا تھا جب سے
اور اس کے ساتھی کو پتہ چلا کہ طرطوش بھوت کچھ مسلمانوں
کو شہید کرنے کے بعد اب کسی مسلمان پر حملہ نہیں کرتا تو وہ دونوں
پریشان ہو گئے ان کی زندگی کا سب سے اہم ترین مشن ناکام
ہو رہا تھا۔ وہ مصر کے مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار کر
ان سے فلسطین کی شکست کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ یہ یہودی
جادوگر جیکب کی سب سے بڑی شکست تھی۔

جس وقت اسے خبر ملی کہ شہر میں مسلمانوں نے ایک بار
پھر امن امان اور سکھ چین سے زندگی بسر کرنی شروع کر دی ہے
تو وہ بعلبک شہر میں تھا۔ وہ فکر مند ہو کر قاہرہ کی طرف
دوڑا۔ شہر میں آتے ہی اس نے اپنے غدار جاسوس ساتھی
براہام سے کہا "ہمیں طرطوش کو ایک بار پھر اس کی لاش میں
واپس لا کر اس پر دوبارہ جادو کرنا ہو گا۔ ضرور اس کے طلسم میں
کوئی نقص پیدا ہو گیا ہے۔"

براہام نے کہا "وہ ہمیں کہاں ملے گا؟"

"وہ ابھی یہاں آ جائے گا۔"

یہودی جیکب نے یہ کہہ کر براہام کو ساتھ لیا اور اپنی حویلی
کے تہہ خانے میں آ گیا اس نے تانبے کا ستارہ نکال کر صلیب
کے سرہانے کی جانب رکھا۔ ایک بار پھر صلیب کے چاروں طرف
لکیر لگائی اور موم بتی جلا کر منتر پڑھنے لگا۔ یہودی جادوگر
کو طرطوش کی لاش کا پتلا ہیولا نظر نہیں آ رہا تھا اس لئے وہ
یہ نہ دیکھ سکا کہ طرطوش کا نیلا بھوت بار بار صلیب سے اٹھ
کھڑا ہوتا ہے اور پھر لیٹ جاتا ہے۔ وجہ یہ تھی کہ ماریا کا
دماغ اسے وہاں سے بھاگ جانے کو کہہ رہا تھا اور طرطوش
کا دماغ وہاں رہنے اور صلیب پر لیٹنے کا حکم دے رہا تھا
لیکن اب طرطوش کے ہیولے پر جیکب یہودی کے
منتروں کا اثر ہونا شروع ہو گیا تھا۔ ماریا کے تعویذ کے
ذرات لہریں بن کر جادو کے اثر سے باہر نکلنا شروع ہو
گئے تھے۔ یہودی جادوگر نے پورا منتر پڑھنے کے بعد تانبے
کا چھ رخوں والا ستارہ صلیب کے سرہانے والی جگہ سے ٹکرایا
تو طرطوش کی باریک چیخ بلند ہوئی۔ یہودی نے چونک کر براہام
کی طرف دیکھا۔

"یہ کیا بات ہے۔ طرطوش پر میرے جادو کا اثر نہیں ہو

رہا ہے۔ اس پر آدھا اثر ہوا ہے؟

براہام نے کہا: ”کیا طرطوش کا غیبی ہیولا صلیب پر موجود ہے تو۔

جادوگر یہودی نے کہا: ”جب تک وہ لاش کی شکل میں ظاہر نہیں ہوتا میں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ وہ مجھے بھی ابھی تک دکھائی نہیں دے رہا۔“

یہودی جادوگر نے تانبے کے ستارے کو موم بتی کے شعلے پر باری باری رکھ کر اس کے کونوں کو گرم کیا اور پھر صلیب کی سرہانے والے لکڑی پہ رکھ کر اس کے درمیان ایک میخ ٹھونک دی اور زور زور سے منتروں کا جاپ شروع کر دیا۔ براہام نے عود اور ریحان سلگا دیا تھا۔ تہہ خانے کی فضا لوبان کی تیز خوشبو سے بوجھل ہو گئی۔

پھر اچانک ایسا ہوا کہ طرطوش کے نیلے بھوت کی لاش ظاہر ہونا شروع ہو گئی۔ اسی طرح پہلے صلیب پر اس کے پاؤں نمودار ہوئے۔ پھر ناف اس کے بعد سینہ اور پھر حبشیوں ایسے کالے سیاہ گھنگھریالے بالوں والا سر ظاہر ہو گیا۔ اب صلیب پر اسی حبشی نوجوان طرطوش کی لاش پڑی تھی اور اس کے بازوؤں ٹخنوں اور گردن میں کیل ٹھکے ہوئے تھے۔

ماریا ایک جھٹکے کے ساتھ اس لاش سے الگ ہو چکی تھی ماریا

بھی حیرت سے لاش کو تکنے لگی۔ مگر وہ اپنے آپ میں واپس آنے پر بہت خوش تھی۔ مگر اسے اس بات کا شدید خطرہ تھا کہ کہیں یہ لاش پھر غیبی بھوت بن کر تباہی نہ مچا دے۔ اب ایک عجیب بات ہوئی۔ یہودی جادوگر نے لاش کو ظاہر ہوتے دیکھا تو اور زیادہ بلند آواز سے منتر پڑھنے لگا۔ اس کا شاگرد اس کے پاس بیٹھ گیا تھا ایکدم سے لاش نے آنکھیں کھول دیں اس وقت یہودی جادوگر اور اس کے شاگرد دونوں کی آنکھیں بند تھیں اور وہ بڑے ڈوب کر منتر پڑھ رہے تھے۔ ماریا نے لاش کی آنکھوں کو کھلتے دیکھا تو ایک طرف ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔ اس لاش کی آنکھیں سرخ تھیں اور ان سے وحشت اور درندگی ٹپک رہی تھی ۔لاش کے کالے موٹے ہونٹ کھل گئے۔ اس کے دانت بھیڑیئے کے دانت کی طرح نوکیلے تھے اس کے منہ سے غراہٹ کی ڈراونی آواز نکلی۔

یہودی جادوگر جیکب اور اس کے شاگرد براہام نے چونک کر اپنی آنکھیں کھول دیں۔ اور لاش کو زندہ ہوتے اور اس کی لال لال خونخوار آنکھوں کو ۔ کہ وہ چپ ہو گئے اور ٹکٹکی باندھے لاش کو تکنے لگے۔

حبشی طرطوش کی لاش نے ایک ہی جھٹکے سے اپنے جسم میں

ٹھکے ہوئے تھے کیل اکھاڑ کر پرے پھینک دیئے اور وہ اٹھ
کھڑا ہوا۔ یہودی جادوگر نے چلا کر کہا۔
طرطوش! تو میرا موکل ہے، میرا غلام ہے واپس اپنی صلیب
پہ لیٹ جا۔"

لیکن طرطوش کی لاش نے مکار یہودی جادوگر اور اس کے
شاگرد کو گردن سے پکڑ کر اوپر اٹھایا اور اس کو اتنی زور سے
اور دھماکے کے ساتھ نیچے فرش پہ پٹخا کر ان کے ٹکڑے بکھر
گئے۔ لاش نے چنگاڑ ماری اور تہہ خانے کی سیڑھیوں کی
جانب بڑھی۔ ماریا جان گئی کہ لاش اسے نہیں دیکھ سکتی۔
ماریا پھر بھی لاش کے راستے میں نہ آئی۔ وہ دیکھنا چاہتی تھی
کہ یہ لاش کدھر جاتی ہے اور کیا کرتی ہے۔ ماریا نے صلیب پہ
رکھے چھ کونوں والے تانبے کے تارے کو اٹھا لیا اتنی دیر
میں لاش سیڑھیاں چڑھ کر اوپر والی کوٹھڑی میں جا چکی تھی
ماریا بھی اس کے پیچھے پیچھے گئی لاش حویلی کے صحن میں آئی پھر
ڈیوڑھی کے دالان میں گھس گئی۔

ماریا بھی اس کے پیچھے گئی۔ مگر یہ دیکھ کر حیران ہوئی کہ لاش
دالان میں کہیں بھی نہیں ملی۔ ماریا نے دالان میں دیکھا مگر طرطوش
کی لاش کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ ماریا مایوس ہو کر حویلی
سے نکل کر عنبر کا پتہ چلانے شہر میں آ گئی۔ وہ سارے شہر

میں گھومی۔ عنبر نہ ملا۔ تھک ہار کر شام ہونے سے پہلے پہلے صحرا
میں ابو الہول کے بت کے پاس آ کر بیٹھ گئی کہ شاید عنبر اس
طرف آئے۔ جب رات ہو گئی اور صحرا میں چاندنی پھیل
گئی تو ماریا نے عنبر کو دیکھا۔ وہ گھوڑے پر سوار اہرام کی طرف
جا رہا تھا۔

ماریا بجلی کی سی تیزی کے ساتھ عنبر کے پاس پہنچ گئی۔ عنبر
کو ماریا کی خوشبو آئی تو خوش ہو کر بولا۔

"خدا کا شکر ہے تیری خوشبو آئی ماریا۔ تم کہاں تھیں؟"

ماریا نے کہا۔ "جب تمہیں بتاؤں گی کہ میرے ساتھ کیا بیتی
تو حیران رہ جاؤ گے۔"

عنبر نے پوچھا۔ "کیا ہوا تھا؟ تم کہاں چلی گئی تھیں؟"

ماریا نے اسے سارے واقعے سنائے تو واقعی عنبر دنگ
سا ہو کر رہ گیا۔

"کمال ہے ماریا۔ تم تھیں جس کے دماغ نے اس بیلے
بھوت کو ہلاکت سے روکے رکھا؟"

"تو اور کون تھا۔ میرا دماغ اسے نہ روکتا تو اس نے
تم پر حملہ کر دیا ہوتا۔"

پھر کیا ہو جاتا۔ میں تو زندہ ہی رہتا ہر حالت میں۔"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا عنبر۔ اس طرطوش پہ بہت ہی قاتل قسم

کا جادو کیا گیا تھا۔

عنبر نے کہا۔" میں ایک بار پھر تمہارا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں ماریا لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس حبشی طرطوش کی لاش اب کہاں چلی گئی ہے کیونکہ جہاں تک میرا اندازہ ہے اب وہ زیادہ خطرناک ہو گئی ہو گی اور اس پر کسی کے عمل کا اثر نہیں ہو گا۔"

ماریا کہنے لگی۔" اگر تو وہ لوگوں کو ہلاک کرنا شروع نہیں کرتی تو بڑی اچھی بات ہے۔ ہم اسے اس کی حالت پر چھوڑ کر کیٹی اور ناگ کے سراغ میں یہاں سے چلے جائیں گے لیکن اگر اس لاش نے پھر وہی تباہی شروع کر دی تو پھر اسے ہر حال میں تباہ و برباد کرنا ہو گا عنبر۔"

عنبر بولا۔" تم ٹھیک کہہ رہی ہو ماریا ـــ لیکن سب سے پہلے تو ہمیں لاش کو ڈھونڈنا ہو گا۔"

ماریا نے کہا۔" وہ حویلی کی ڈیوڑھی کے دالان میں تو میرے سامنے گئی تھی پھر نہ جانے اسے زمین کھا گئی،

صحرا میں چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ چاروں طرف ایک آسیبی قسم کی خاموشی تھی۔ ایکدم سے غراہٹ کی آواز آئی۔ ماریا نے کہا۔

یہ لاش کی آواز ہے۔

انہوں نے پلٹ کر دیکھا تو لاش ان سے دس قدم کے فاصلے پر چاند کی طرف منہ کئے دانت نکالے غرا رہی تھی۔ ماریا اور عنبر چونک سے اٹھے۔ کیونکہ لاش پہلے سے بڑی ہو گئی تھی۔ وہ سائز میں دوگنی ہو چکی تھی۔ ماریا نے آہستہ سے عنبر کو کہا۔

لاش کو کیا ہو گیا ہے عنبر۔ یہ تو پہلے سے بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔

میں دیکھ رہا ہوں۔" عنبر نے کہا۔

لاش نے گردن گھمائی اور پیچھے دیکھا۔ اس نے عنبر کی آواز سن لی تھی۔ عنبر اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ وہ لاش کی آزمائش کرنا چاہتا تھا۔ وہ اور ماریا دونوں لاش کے ارادوں سے واقف ہونا چاہتے تھے کہ لاش کیا چاہتی ہے۔ طرطوش کی لاش اب ماریا کو نہیں دیکھ سکتی تھی۔ یہ راز ماریا کو بھی معلوم ہو گیا۔ کیونکہ لاش چنگھاڑتی ہوئی ماریا کے قریب سے گزر کر عنبر کی طرف لپکی اس نے ماریا کو کچھ نہیں کہا تھا۔ عنبر نے لاش کو دونوں ٹانگوں سے اٹھا کر پٹخنا چاہا مگر وہ ایسا نہ کر سکا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ کسی بہت بڑے پہاڑ کو زمین پر سے اٹھانے کی کوشش کر رہا ہے۔ طرطوش کی لاش نے عنبر کو ایک ہاتھ سے پکڑ کر اوپر اٹھا لیا اور گھما کر پوری طاقت سے زمین پر دے مارا

عنبر کی جگہ کوئی دوسرا انسان ہوتا تو اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر گیا ہوتا۔ لیکن عنبر کا کچھ نہ بگڑ سکا۔ وہ صرف صحرا کی ریت میں کمر تک دھنس گیا۔ ماریا نے پوری طاقت سے طرطوش کی گردن پر جوڈو کراٹے کا ہاتھ مارا۔ لیکن لاش پر کوئی اثر نہ ہوا۔ لاش نے گھوم کر ماریا کو پکڑنے کی کوشش کی مگر وہ اسے نظر نہ آسکی۔ طرطوش کی لاش نے اتنی زور سے چیخ ماری کہ ابوالہول کا بت بھی اپنی جگہ پر ہل گیا۔

عنبر ریت میں سے نکل کر ابوالہول کے بت کے پیچھے آگیا اس نے چلا کر ماریا سے کہا۔

"ماریا! کیا عفریت تمہیں دیکھ رہا ہے۔"

ماریا لپک کر عنبر کے پاس آگئی اور بولی۔

"وہ مجھے نہیں دیکھ رہا عنبر۔ مگر اس کی طاقت بہت زیادہ ہے۔ ہم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

عنبر نے کہا: "ہمیں اس کو شہر کی طرف جانے سے روکنا ہوگا یہ وہاں جا کر تباہی مچا دے گا۔"

طرطوش کی لاش دونوں بازو کھولے چاندنی میں ایک دیو کی طرح کھڑی تھی اور اس کے منہ سے عجیب عجیب قسم کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ وہ اپنی لال لال خونخوار آنکھیں کھول کر عنبر کی طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے اپنے آپ کو

زور سے اوپر اچھالا اور جب زمین پر پاؤں مارے تو وہ آدھی سے زیادہ ریت میں دھنس گئی۔ اب وہ آہستہ آہستہ زمین کے اندر گھستی چلی گئی۔ عنبر اور ماریا اسے حیرت سے آنکھیں کھولے دیکھ رہے تھے۔ طرطوش کی لاش گردن تک ریت کے اندر چلی گئی۔ مگر لاش پر کسی قسم کی گھبراہٹ نہیں تھی ایسا لگ رہا تھا کہ وہ اپنی مرضی سے زمین کے اندر دھنس رہی ہے۔ عنبر اور ماریا کے دیکھتے دیکھتے طرطوش کی لاش پوری کی پوری زمین کے اندر سما گئی۔

ماریا نے خوشی سے کہا: "شکر ہے یہ بلا سر سے ٹلی"

عنبر بولا: "اسے خدا نے زمین میں غرق کر دیا۔ لوگ ایک عذاب سے بچ گئے۔"

ماریا نے کہا: "لیکن عجیب بات ہے کہ طرطوش کی لاش زمین سے باہر نکلنے کے لئے ذرا بھی ہاتھ پاؤں نہیں مار رہی تھی۔ بلکہ ایسے لگ رہا تھا جیسے وہ اپنی مرضی سے زمین کے اندر جا رہی ہے۔"

عنبر بولا: "اس پر زمین میں دھنس جانے کی دہشت چھا گئی تھی ماریا۔ آؤ واپس چلیں۔ یہ کھیل ختم ہو گیا ہے۔"

انہوں نے جانے سے پہلے زمین پر جھک کر چاندنی رات میں وہ جگہ دیکھی جہاں طرطوش کی لاش دفن ہو گئی تھی وہاں

ریت ابھی تک اندر کو جا رہی تھی۔

"لاش زمین کی گہرائی میں اتر چکی ہے ماریا۔ یہ دیکھو ریت ابھی تک گڑھے کے اندر چلی جا رہی ہے۔"

پھر ریت بھی رک گئی اور زمین ہموار ہو گئی۔ عنبر اور ماریا نے خدا کا شکر ادا کیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کی طرف چل پڑے۔ چاندنی رات میں صحرا جیسے دودھ میں نہایا ہوا تھا۔ قدیم قاہرہ شہر کی فصیل پہ کہیں کہیں برجوں میں فانوس روشن تھے۔ رات گہری ہو رہی تھی اور چاروں طرف پر اسرار سی خاموشی چھائی تھی۔

عنبر اور ماریا ایک ہی گھوڑے پر بیٹھے تھے گھوڑا اڑکی چال چلتا شہر کے قریب آتا جا رہا تھا۔ وہ دونوں طرطوش کے عفریت کے بارے میں باتیں کر رہے تھے کہ اس قسم کی بلا سے انہیں آج تک کبھی سابقہ نہیں پڑا تھا۔ شہر کے تمام دروازے رات کو بند کر دیئے جاتے تھے صرف بلند دروازے کا طاق کھلا تھا جہاں پہرے دار بیٹھا پہرہ دے رہا تھا۔ اس طاق میں سے گھوڑا سوار گذر سکتے تھے عنبر نے پہرے دار کو بتایا کہ وہ مسافر ہے اور قاہرہ کی ایک سرائے میں اترا ہوا ہے اور شکار کھیلتے کھیلتے صحرا میں دور نکل گیا تھا۔ اور واپس آتے آتے رات زیادہ ہو گئی۔

پہرے دار نے اسے گذر جانے کی اجازت دے دی۔ عنبر شہر کے دروازے میں سے گذر کر اندر آ گیا اور ایک بازار میں سے گذرنے لگا۔ یہ بازار اس سرائے کو جاتا تھا۔

ابھی سرائے دور ہی تھی کہ ایکدم سے شہر میں ایک طرف شور مچ گیا۔ مکانوں کے گرنے کی آوازیں آئیں اور گرد و غبار کا بادل اوپر اٹھنے لگا۔

"یا خدا خیر! یہ کیا ہو رہا ہے ادھر؟" عنبر نے کہا۔

ماریا بولی" جلدی سے چل کر دیکھتے ہیں۔"

وہ گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا اس طرف آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ طرطوش کی لاش جو پہلے سے تین گنی بڑی ہو چکی ہے ایک مکان کے نیچے زمین کے اندر سے باہر نکل رہی ہے اور اس کے باہر نکلنے سے مکان چٹخیں اور دیواریں ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہی ہیں۔ لوگ خوف زدہ ہو کر بھاگ رہے ہیں۔ ہر طرف چیخ و پکار مچی ہے۔ کئی لوگ مکان کے ملبے میں دب کر ہلاک ہو چکے ہیں۔ کئی طرطوش کی دو منزلہ لاش کے جسم کو زمین سے باہر نکلتے دیکھ کر خوف کے مارے بے ہوش ہو گئے ہیں۔

عنبر! لاش تو ایک آفت بن گئی ہے اس

کی سزا ہی کہ کیسے روکا جائے؟
عنبر بولا: میں حیران ہوں۔ پریشان ہوں۔ کیا کروں۔ کیا نہ کروں۔ لاش پہ کسی چیز کا اثر نہیں ہوتا؟

"یہ تو ہر گھڑی پہلے سے زیادہ بڑی ہو رہی ہے۔ اور اس نے .... پہلے سے زیادہ لوگوں کو مارنا شروع کر دیا ہے۔ خدا کے لئے کچھ کرو عنبر نہیں تو یہ بلا اس شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گی۔"

اتنے میں شہر کے محافظ فوجیوں کا ایک دستہ گھوڑے دوڑاتا وہاں پہنچ گیا اور انہوں نے طرطوش کی لاش پہ تیر برسانے شروع کر دیئے۔ تیر اس کے ہیبت ناک جسم سے ٹکرانے اور دوہرے ہو کر نیچے گر پڑتے مگر لاش پہ اسکا ذرا سا بھی اثر نہیں ہوتا تھا۔ سپاہیوں نے لاش پہ نیزے پھینکے۔ آگ لگانے والے تیر چلاتے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ طرطوش کی لاش زمین سے پوری طرح باہر آ گئی ہوئی تھی اور وہ مکانوں سے بھی بڑی ہو گئی تھی۔ مکانوں کی چھتیں اس کے گھٹنوں تک آ رہی تھیں۔ اس نے کئی مکانوں کو

تہس نہس کر دیا تھا۔ عورتوں بچوں اور مرد
کو پیچ پیچ کر موت کی نیند سلا دیا تھا۔
ایک دیو پیکر عفریت کی طرح پاؤں اٹھاتی،
پھر کسی مکان کی چھت پہ زور سے پاؤں
کر اسے زمین کے ساتھ برابر کر دیتی۔ گھر
لوگ ڈرتے ہوئے چوہوں کی طرح نکل کر
تو طرطوش اپنے بازو لمبا کر کے زمین پہ
اٹھا اٹھا کر زمین پہ زور سے دے مار
انہیں اپنے ہاتھوں میں مسل کر پھینک دیتا۔
ماریا اور عنبر بے بسی اور مجبوری کی حال
میں لوگوں کا قتل عام ہوتا دیکھ رہے تھے۔
خود کچھ نہیں کر سکتے۔ شہر میں ایک ہنگامہ
ہوا تھا۔ لوگ بھاگ کر اپنے گھروں سے
نکل کر بھاگ رہے تھے۔ لاش گلیوں با
میں آہستہ آہستہ آگے ہی آگے چل رہی تھ
عنبر اور ماریا بھی ساتھ ساتھ تھے۔ انہیں
کے درمیان طرطوش کی لاش کا ادھا دھڑ آ
بڑھتا دکھائی دے رہا تھا۔ لاش کے جسم
باقی حصہ مکانوں کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔

طرطوسش کی لاش مسلمانوں سے فلسطین
میں یہودیوں کی شکست کا بدلہ لے رہی تھی
چنانچہ لاش کا رخ اب شاہی محل کی طرف
تھا۔ شاہی محل پہ بڑی بڑی توپیں لگا
دی گئی تھیں۔ قلعے کے بڑے دروازے پہ
بھاری پتھر مار کر قلعوں کے دروازے توڑنے
والی مشینیں بھی رکھ دی گئی تھیں۔

بادشاہ خود اپنے وزیروں اور جرنیلوں
کے ساتھ قلعے کے شاہی برج میں کھڑا
دیو پیکر لاش کو محل کی طرف بڑھتے دیکھ
رہا تھا۔

کسی کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ اتنی بڑی
انسانی شکل کی بلا بھی ہوسکتی ہے۔

جونہی طرطوسش کی لاش شاہی قلعے کے
سامنے پہنچی اس پہ گولوں اور مشینوں سے
بھاری پتھروں کی بارش شروع ہو گئی گولے
اور پتھر طرطوسش کی لاش کو آ کر لگتے اور
نیچے گر پڑتے۔ مگر لاش کو کوئی نقصان نہ
پہنچتا۔ اس کے جسم پہ ذرا سی چوٹ بھی

نہ لگتی۔

عنبر اور ناریا یہ سارا خونی کھیل خاموشی
سے دیکھ رہے تھے اور لوشی پہ کوئی آخری
اور فیصلہ کن حملہ کرنے کے بارے میں سوچ
رہے تھے۔ لاش آگے ہی آگے بڑھتی چلی
آ رہی تھی دیکھتے دیکھتے وہ قلعے کے دروازے
تک آ گئی اس نے ایک بلند چیخ ماری اور
قلعے کے لوہے کے بہت بڑے دروازے سے
کہ جو بند تھا سر مار کر گرا دیا۔ وہاں بھگدڑ
مچ گئی۔

کئی سپاہی قلعے کے لوہے کے بہت بڑے
بھاری دروازے کے نیچے دب کر مر گئے۔
بادشاہ نے قلعے کے برج سے تلوار لہرا
کر حکم دیا

"اس دیو ہیکل اور بدصورت عفریت کو
آگ لگا دو"

سپاہی پچکاریوں میں رال بھر کر لائے
اور طرطوسش کی لاش پہ پھینکنے لگے۔ رال کو
جب ہوا لگتی تو اسے آگ لگ جاتی۔ آگ کے

شعلے طرطوس کی لاش پہ گرنے شروع ہو گئے مگر لاش کے قریب آ کر یہ شعلے اپنے آپ بجھ جاتے تھے۔

- طرطوس کی لاش نے کیا کیا قیامت مچائی اور اس کا کیا انجام ٹھہرا
- عنبر اور ماریا نے لاش پہ کیسے قابو پایا۔
- ناگ اور شاہی کنیز عابدہ، کیٹی کی بغیر سر کی لاش کو صندوق میں بند کر کے قرطبہ لئے جا رہے تھے تاکہ کیٹی کا کٹا ہوا سر وہاں سے تلاش کر کے تین ماہ کے اندر اندر کیٹی کی لاش کے ساتھ لگا دیں۔ کیا وہ کیٹی کا کٹا ہوا سر حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکے؟
- ان سوالوں کے حیرت انگیز جواب اور دوسرے پر اسرار رونگٹے کھڑے کر دینے والے واقعات آپ عنبر ناگ کی اگلی قسط کھوپڑی پہ جلتی موم بتی۔ نمبر ۸ میں پڑھئے

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی

کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

کھوپڑی پر جلتی موم بتی

اے حمید

عنبر پبلی کیشنز

۱۴-بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور-۸

قیمت : ۹/۰۰ روپے

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ!

باراول ۱۹۸۸ء
ناشر : عدنان سلیم
عنبر پبلی کیشنز ۱۸ سہارا پی شاہ عالم مارکیٹ لاہور ۔ ۸
طابع : طاہر حسن پرنٹرز، موری گیٹ لاہور

پیارے دوستو! طرطوش کی لاش ریت کے ٹیلے سے نکل کر عنبر کے سامنے آن کھڑی ہوئی ہے۔ لاش نے کاندھے پر بھاری صلیب اٹھا رکھی ہے۔ وہ کراہ رہی ہے۔ خدا کے لیے میرے کاندھے سے صلیب اتار دو۔ عنبر جب صلیب اتار دیتا ہے تو کیا ہوتا ہے؟ اُدھر ماریا جس آنکھ کے ڈیلے میں گر گئی تھی اس کے پیچھے ایک ایسے پُراسرار شخص کی حکومت ہے جس کے سر پر بارہ آنکھیں ہیں اور ان میں سے ایک نیلی آنکھ سب سے زیادہ خطرناک ہے، کیوں؟ ایسا کیوں ہے؟ کیٹی کی لاش جس غار میں دفن تھی وہاں سے چوری ہو گئی ہے اور ناگ اس کی تلاش میں شہر کے لاش چوروں کے پاس آتا ہے؟

پھر کیا ہوتا ہے؟ یہ آپ کو اس قسط کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ سب کچھ معلوم ہوتا جائے گا اور آپ ان کے علاوہ بھی حیرت انگیز، دلچسپ تاریخی اور سچے مگر ناقابلِ یقین واقعات پڑھیں گے۔

اے حمید

"راہِ چمن"
۴۵۴۔ این سمن آباد، لاہور

ترتیب

بارہ آنکھوں والا عفریت

طرطوش کی لاش پر آگ کا کچھ اثر نہیں ہو رہا تھا۔

لاش اب شاہی محل کی طرف بڑھنے لگی۔ محل میں افراتفری مچ گئی۔ سپاہی ادھر اُدھر جان بچانے کے لیے بھاگنے لگے۔ قلعے کی دیوار پر سے لاش پر بھاری پتھر پھینکے جانے لگے مگر پتھر طرطوش کے سر سے ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑتے۔ عنبر اور ماریا بھی سخت فکر مند تھے۔ ان کی سمجھ میں بھی نہیں آ رہا تھا کہ اس خونی عفریت پر کیوں کر قابو پایا جائے۔ بادشاہ نے محل کے سارے دروازے بند کروا دیئے۔ طرطوش کی لاش محل کے دروازے کے سامنے والے باغ میں پہنچی تو مسجد میں سے اذان کی آواز گونجی۔

اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر۔

طرطوش کی لاش نے منہ اوپر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا۔ پھر دونوں لمبے لمبے ہاتھی کی ٹانگوں ایسے بازو بلند کیے۔ منہ سے باریک مگر بے حد تیز چیخ نکلی۔ اور لاش زمین سے اچھل اور پھر وہ زمین میں دھنستی چلی گئی۔ سب لوگ منہ کھولے حیرت

سے یہ کرشمہ دیکھ رہے تھے۔ طرطوش کی لاش شاہی محل کے باغ میں زمین کے اندر اُتر گئی اور پوری کی پوری دھنس کر غائب ہو گئی۔ سب نے اطمینان کا سانس لیا۔ بادشاہ نے اسی وقت حکم دیا کہ جہاں عفریت زمین کے اندر غائب ہوا ہے وہاں پتھروں کو جوڑ کر ایک پختہ چبوترا بنا دیا جائے تاکہ وہ دوبارا زمین سے باہر نہ نکل سکے۔

عنبر اور ماریا واپس سرائے کی طرف چل پڑے۔ عنبر نے کہا،
"ماریا! یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ طرطوش کی لاش غائب ہو گئی ہے اور اب وہ واپس نہیں آئے گی۔ حالاں کہ انہیں معلوم نہیں کہ وہ کسی بھی جگہ سے دوبارا زمین سے باہر نکل سکتی ہے۔"

ماریا بولی: "یہی میں بھی سوچ رہی ہوں، لیکن عنبر بھیا! ہم ان لوگوں کو اس لاش کی مصیبت سے کیسے نجات دلائیں؟"

عنبر نے کہا: "تم نے دیکھا ہو گا کہ لاش مسجد سے اذان کی آواز سن کر زمین کے اندر دھنس گئی تھی۔"
"ہاں — یہ تو ٹھیک ہے مگر اس سے پہلے وہ اذان کی آواز کے بغیر زمین میں غائب ہو گئی تھی۔"
پھر کچھ یاد کر کے بولی: "عنبر! میں تہہ خانے سے

چھ کونوں والا طلسمی ستارہ اٹھا لائی ہوں۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ یہ ستارہ ہماری کچھ مدد نہیں کر سکتا؟ کیوں کہ اس ستارے کی مدد سے ہی اس یہودی نے لاش پہ طلسم کیا تھا۔"

عنبر نے کہا: "تانبے کا ستارہ ہماری کیا مدد کر سکتا ہے ماریا۔ ہمیں تو اس پر کیے گئے طلسم کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔"

ماریا بولی: "کیوں نہ ہم ملکہ نفریتی کے اہرام میں چل کر اس ستارے کے طلسم کے بارے میں کھوج لگایا جائے۔"

عنبر کہنے لگا: "اگر تم چاہتی ہو تو چلے چلتے ہیں۔ مگر مجھے کوئی خاص اُمید نہیں ہے۔"

"کوشش کرنی چاہیے۔" ماریا نے کہا۔

وہ دونوں شہر کے بڑے دروازے سے باہر نکلے اور گھوڑے کا رُخ اہرام مصر کی طرف موڑ دیا۔ دوپہر کے وقت صحرا میں دھوپ تیز تھی۔ مگر آسمان پر دور کچھ کالے کالے بادل بھی چلے آ رہے تھے۔ اہرام کے آس پاس کا سارا علاقہ ویران ویران تھا۔ شہر میں طرطوش کے بھوت کی تباہی کی وجہ سے لوگ شہر سے ایک بار پھر بھاگ اٹھے تھے اور اہرام مصر کے ارد گرد جو چند ایک جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ وہ بھی خالی ہو گئی تھیں۔

"دیکھو عنبر، یہ علاقہ کتنا سنسان ہو گیا ہے۔"

"ہاں ماریا — اگر طرطوش کی لاش کی یہ تباہ کاری جاری رہی تو یہ سارا ہنستا مسکراتا شہر سنسان ہو جائے گا۔"

وہ دونوں ملکہ نفرتیتی کے اہرام کے باہر گھوڑے سے اترے اور اہرام کی ویران سرنگ میں داخل ہوئے۔ سرنگ میں دن کے وقت بھی گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ عنبر اور ماریا کو اندھیرا پریشان نہیں کرتا تھا۔ وہ اندھیرے میں بھی دیکھ لیتے تھے۔ ملکہ نفرتیتی کا تابوت ویسے ہی کھلا اور خالی پڑا تھا۔ اس کے چبوترے میں وہ سوراخ اسی طرح کھلا تھا جس کے اندر سے یہودی جادوگر کے ساتھی براہم نے ہاتھ ڈال کر تانبے کا طلسمی ستارہ باہر نکالا تھا۔ ماریا نے کہا،

"میں اس سوراخ کے اندر جا کر دیکھتی ہوں کہ اندر کیا ہے۔"

ماریا چبوترے سوراخ میں سے اندر داخل ہو گئی۔ اس کے اندر قبر ایسا اندھیرا اور گھٹن تھی۔ ماریا نے ایک ایک کونے کو غور سے دیکھا۔ وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ ماریا نے باہر نکل کر عنبر کو بتایا کہ سوراخ کے اندر سوائے اندھیرے کے اور کچھ نہیں ہے۔ عنبر نے کہا:

"باہر بھی سوائے اندھیرے اور خالی تابوت کے اور کچھ نہیں ہے۔"

پھر وہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور بولا،

"ماریا! ہمیں اس بلا کو ختم کرنے کے لیے کچھ اور سوچنا پڑے گا۔"

ماریا نے کہا: "ہم اور کیا کر سکتے ہیں عنبر — اس کی طاقت ہم سے زیادہ ہے۔ اس پر تو اب اس تعویذ کا بھی اثر نہیں ہوتا جو تمہارے بازو کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔"

عنبر نے کہا: "لیکن اذان کی اللہ اکبر کی آواز کا اس پر اثر ہو گیا تھا۔ اور وہ زمین میں غائب ہو گئی تھی۔"

ماریا کہنے لگی: "تو پھر سارے شہر میں اذانیں دینی شروع کر دی جائیں۔"

عنبر بولا: "ایسا کرنے میں حرج ہی کیا ہے؟"

ماریا نے کہا: "تو پھر شہر چل کر امام مسجد سے بات کرتے ہیں۔"

وہ اہرام سے اٹھنے ہی والے تھے کہ ماریا کو چھ کونوں والے تانبے کے طلسمی ستارے کا خیال آ گیا۔ اس نے کہا،

"ذرا ٹھہرو عنبر — میں نے اس ستارے کو غائب کر دیا۔ یہودی جادوگر کے شاگرد نے اسے اندر سے نکالا تھا میں اسے اندر لے جا کر کونے میں رکھ آتی ہوں۔"

عنبر نے کہا: "اس سے کیا ہو گا بھلا۔"

"شاید کوئی بات بن جائے۔ ہمیں کوشش تو کر لینی چاہیے۔"

"چلو۔ یہ کوشش بھی کر کے دیکھ لو۔"

ماریا نے طلسمی ستارا اپنے ہاتھ میں تھاما اور دوسری بار سوراخ میں سے گزر کر اندر جو قبر سی بنی ہوئی تھی اس کے کونے میں جا کر ستارے کو رکھ دیا۔ جونہی اس نے ستارا کونے میں رکھا قبر کی سامنے والی اندھیری دیوار پر ایک بہت بڑی انسانی آنکھ ظاہر ہوئی اور تیز ہوا چلنے لگی جیسے آندھی آ گئی ہو۔ ماریا کے پاؤں اس تیز آندھی میں اکھڑ گئے۔ آندھی کی تیز ہوا کا رُخ انسانی آنکھ کی طرف تھا۔ ماریا نے دیکھا کہ ہوا کے چلتے ہی آنکھ کے ڈیلے میں ایک انسانی شکل نمودار ہوئی جو دونوں ہاتھوں سے اپنا سینہ نوچ رہی تھی اور اس کے ہونٹوں سے چیخوں کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ ماریا نے عنبر کو پکارا:

"عنبر!"

مگر عنبر کو نہ تو سوراخ کے اندر چلنے والی آندھی کا شور سنائی دیا اور نہ ماریا کی آواز ہی سنائی دی۔ ماریا کے پاؤں زمین سے اوپر اٹھ گئے تھے اور تیز ہوا اسے انسانی آنکھ کی طرف لیے جا رہی تھی۔ ماریا نے باہر کی طرف بھاگنے کی بہت کوشش کی مگر تیز آندھی کے جھکڑوں نے اسے بے بس کر دیا اور

وہ دیکھتے دیکھتے انسانی آنکھ کے ڈیلے میں داخل ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی آنکھ کے ڈیلے میں چیختی انسانی شکل غائب ہو گئی۔

عنبر کو سوراخ کے باہر چبوترے کے پاس بیٹھے جب دیر ہو گئی تو اس نے ماریا کو آواز دی کہ وہ اتنی دیر سے اندر کیا کر رہی ہے۔ سوراخ کے اندر سے کوئی جواب نہ آیا۔ عنبر کو فکر ہوئی۔ اس نے سوراخ میں سے جھانک کر دیکھا۔ اسے اندر سوائے اندھیرے کے اور کچھ نظر نہ آیا۔ عنبر نے ایک بار پھر ماریا کو آواز دے کر پکارا۔ کوئی جواب نہ آیا۔ اب تو عنبر پریشان ہو گیا۔ اس نے سوراخ کے ارد گرد لگے پتھروں کو اکھاڑنا شروع کر دیا۔ اب وہاں اتنا راستہ بن گیا کہ عنبر اس میں داخل ہو سکتا تھا۔ وہ سوراخ کے اندر رینگ کر داخل ہو گیا۔ اسے ماریا کی خوشبو بھی نہیں آ رہی تھی۔ اس نے ماریا کو کئی بار پکارا۔ ماریا نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ اندر ہوتی تو جواب بھی دیتی۔ اس نے کونے میں دیکھا مگر وہاں تانبے کا طلسمی ستارہ بھی کہیں نہیں تھا۔ دیوار پر بھی اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ عنبر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اچانک ماریا کہاں غائب ہو گئی۔

ماریا کی خوشبو کے نہ آنے سے ایک بات ثابت ہو گئی تھی کہ ماریا وہاں نہیں ہے۔ تو پھر وہ کہاں چلی گئی؟ وہ تو عنبر کے سامنے سوراخ میں داخل ہوئی تھی اور عنبر نے اس کی

خوشبو کو سوراخ میں جاتے محسوس کیا تھا۔ عنبر سوراخ کے اندر سے باہر آ گیا۔ اس نے کئی بار ماریا کو آواز دی۔ کوئی جواب نہ آیا۔ عنبر بوجھل دل کے ساتھ وہیں بیٹھ گیا۔ اسے ہرگز امید نہیں تھی کہ ماریا اس طرح اس سے اچانک جدا ہو جائے گی۔ پھر وہ اٹھا اس نے اہرام میں چاروں طرف دیکھا۔ نفرتیتی کے خالی تابوت میں جھانکا۔ ماریا کی خوشبو کہیں سے بھی نہیں آ رہی تھی۔

کافی دیر تک ماریا کو اہرام میں تلاش کرتے رہنے کے بعد عنبر باہر نکل آیا۔ باہر اب آسمان پر دھوپ نہیں تھی بلکہ سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے اور تیز ٹھنڈی ہوا چلنے لگی تھی۔ عنبر کا اہرام کے باہر آ کر بھی واپس جانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا اسے ماریا سے بچھڑ جانے کا سخت افسوس ہو رہا تھا۔ لیکن آخر وہ کب تک وہاں بیٹھا رہتا۔ سخت ناامید اور اداس دل کے ساتھ عنبر اکیلا ہی گھوڑے پر سوار ہوا اور صحرا میں واپس شہر کی طرف چلا۔ آسمان کالے بادلوں سے بھرا ہوا تھا اور تیز ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ عنبر ابو الہول کے مجسمے سے چند قدموں کے فاصلے پر ریت کے ٹیلوں کے درمیان سے گذر رہا تھا کہ اسے اسی طرطوش کی لاش کی باریک چیخ سنائی دی۔

وہ رک گیا۔ کیا دیکھتا کہ طرطوش حبشی کی لاش ایک ٹیلے

کے پیچھے سے نکلی اور اس کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی لیکن اس کی حالت پہلے ایسی نہیں تھی۔ لاش کا جسم جو پہلے ہاتھی سے بھی بڑا تھا اب عام انسان کے سائز کا ہو چکا تھا اور اس نے اپنے کاندھے پر لکڑی کی وہ صلیب اٹھا رکھی تھی جس پر یہودی جادوگر نے اسے میخوں سے ٹھونکا تھا۔ لاش کے چہرے پر سخت تکلیف کے آثار تھے۔ وہ کراہ رہی تھی اور رحم طلب نظروں سے عنبر کی طرف دیکھ رہی تھی۔ عنبر گھوڑے پر سے اتر آیا۔ گھوڑا لاش کو دیکھ کر بدک گیا تھا اور زور زور سے ہنہنا رہا تھا اور خوف زدہ ہو گیا تھا۔

عنبر لاش سے کچھ فاصلے پر کھڑا ہو گیا اور پوچھا:

"تم کون ہو؟"

طرطوش کی لاش نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کی گردن، سینے، کلائیوں اور ٹخنوں پر جہاں کیل ٹھونکے گئے تھے وہاں سوراخ تھے اور ان میں سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ اس کی آنکھیں ابھی تک سرخ تھیں۔ لیکن وہ جنبش نہیں کر رہی تھی۔ صلیب کے بوجھ سے وہ جھکی ہوئی سی تھی عنبر نے ایک بار پھر پوچھا:

"کیا تم وہی عفریت ہو جس نے شہر میں تباہی مچا دی تھی؟"

طرطوش کی لاش نے آہستہ سے سر ہلایا۔ عنبر نے کہا:

"تم کون ہو اور اب کیا چاہتے ہو؟"

لاش کے ہونٹ آہستہ سے کھلے اور اس کے حلق سے باریک آواز نکلی:

"میرے کاندھے پر سے صلیب اتار دو۔"

عنبر آگے بڑھا۔ اس نے صلیب کو نیچے اتارنا چاہا مگر اسے محسوس ہوا کہ وہ بے حد بھاری ہے۔ عنبر بڑے بڑے پتھروں کو ایک ہاتھ سے اٹھا کر پھینک دیا کرتا تھا مگر اسے بھی وہ صلیب لاش کے کندھے سے اتار کر نیچے رکھنے میں بڑی طاقت استعمال کرنی پڑی۔

صلیب زمین پر رکھی گئی تو لاش نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور عنبر کی طرف پہلی بار مسکرا کر دیکھا۔ پھر وہ صلیب پر لیٹ گئی اور عنبر سے کہا:

"تین بار اللہ اکبر پڑھو۔"

عنبر نے تین بار بلند آواز میں اللہ اکبر پڑھا تو لاش نے آنکھیں بند کر لیں۔ عنبر کی نگاہیں صلیب پر سیدھی لیٹی ہوئی لاش پر لگی تھیں۔ تیز ہوا میں ہلکی ہلکی ریت اڑ کر لاش کے جسم پر پڑ رہی تھی۔ لاش کے جسم پر نیلی نیلی روشنی سی چھا گئی۔ پھر یہ روشنی غائب ہو گئی۔ عنبر نے دیکھا کہ لاش کے جسم کے زخم بالکل ٹھیک ہو

گئے تھے۔ اس کے چہرے پر وحشت اور درندگی کی جگہ نرمی اور محبت آ چکی تھی۔ اس کی آنکھوں کی سرخی بھی غائب ہو گئی تھی۔ اس کی جگہ اب نوجوان حبشی طرطوش صلیب پر بڑے سکون کے ساتھ لیٹا تھا۔ وہ اٹھا۔ اس نے آگے بڑھ کر عنبر سے ہاتھ ملائے۔ اس کے ہاتھوں میں لاش کی ٹھنڈک کی جگہ عام انسانی جسم کی گرمائش تھی۔ اس نے کہا:

"میرا نام طرطوش ہے۔ یہودی جادوگر نے مجھ پر جادو کرنے کے لیے مجھے صلیب پر لٹکا دیا تھا۔ میں نے اسی جادو کے اثر میں لوگوں پر ظلم کیا۔ لیکن جب میں نے شاہی محل میں اذان کی آواز سنی تو مجھ پر کیا ہوا، جادو ٹوٹ گیا۔ پھر بھی صلیب پر یہودی کے جادو کا اثر باقی تھا جو تمہارے تین بار اللہ اکبر کہنے سے جاتا رہا۔ اب میں سے زندہ ہو گیا ہوں اور تمہارا شکر گذار ہوں۔ تم کون ہو اور تمہارا نام کیا ہے؟"

عنبر نے کہا: "تمہیں یاد نہیں؟ تم نے مجھ پر حملہ کیا تھا اور مجھے اٹھا کر زور سے زمین پر پٹخ دیا تھا۔"

حبشی طرطوش بولا: "میں نے جادو کے اثر میں جو کچھ کیا وہ مجھے یاد نہیں ہے۔"

عنبر نے اسے بتایا کہ اس کا نام عنبر ہے اور وہ اپنی

بہن ماریا کے ساتھ مصر میں آیا تھا۔ حبشی نوجوان طرطوش نے کہا،
"تمہاری بہن ماریا کہاں ہے؟"
عنبر نے اسے بتایا کہ کس طرح وہ چھ کونوں والا ستارہ لے کر اہرام کے اندر قبر میں گئی اور وہاں سے غائب ہو گئی۔ حبشی طرطوش غور سے عنبر کی باتیں سن رہا تھا۔ پھر بولا:
"عنبر! دوست۔ تمہاری باتیں مجھے بڑی پُراسرار لگ رہی ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ تم مجھ سے کچھ چھپا رہے ہو۔ اگر تم مجھے ہر بات کھول کر بتا دو تو ہو سکتا ہے میں ماریا کو تلاش کرنے میں تمہاری مدد کر سکوں۔"
عنبر نے سوچا کہ وہ طرطوش کو اپنے اور ماریا کے بارے میں اصل باتیں بتائے یا نہ بتائے۔ پھر اسے ماریا کا خیال آ گیا۔ ہو سکتا ہے یہ حبشی نوجوان ماریا کا کھوج لگانے میں اس کی مدد کر سکے۔ چنانچہ اس نے طرطوش کو اپنے اور ماریا اور ناگ کے بارے میں ساری باتیں بتا دیں۔ طرطوش حیران ہو کر عنبر کو تکنے لگا:
"اس کا مطلب ہے کہ تم لوگوں پر بھی کسی یہودی نے جادو کر رکھا ہے جو تم مر نہیں سکتے اور ماریا کسی کو دکھائی نہیں دیتی اور ناگ جس کی شکل چاہے اختیار کر لیتا ہے۔"

عنبر نے کہا: "نہیں۔ ہم پر کسی نے جادو نہیں کیا ہوا۔ بس یہ ہماری تقدیر میں ہی لکھا تھا کہ ہمارے ساتھ ایسا ہو گا اور ہم کئی ہزار برسوں سے اسی طرح سفر کر رہے ہیں اور اب تو ہم اپنے واپسی کے سفر پر ہیں۔ ہمارے ساتھ ایک لڑکی کیتھی بھی شامل ہو گئی ہے جس کا تعلق کسی دوسرے سیارے سے ہے!"
حبشی طرطوش ہنسنے لگا: "عنبر دوست! تمہاری باتوں پر یقین نہیں آ رہا۔ لیکن چونکہ میں جادو کی طاقت سے واقف ہوں اور خود ایک عفریت بن چکا ہوں اس لیے تمہاری باتوں پر اعتبار کرتا ہوں۔"
عنبر نے کہا: "اب تم یہ بتاؤ کہ ماریا کو ہم کہاں تلاش کریں؟"
حبشی طرطوش نے آگے بڑھ کر گھوڑے کی باگ تھام لی جو اب خوف زدہ نہیں تھا اور دو قدم کے فاصلے پر اطمینان سے کھڑا تھا۔ طرطوش نے عنبر کی طرف دیکھ کر کہا:
"عنبر! آج سے تم میرے جگری دوست ہو۔ تم نے مجھے پھر سے نئی انسانی زندگی دی ہے۔ میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھلاؤں گا۔ تم اس گھوڑے پر بیٹھو۔ ہم واپس

اس اہرام میں چلتے ہیں جہاں ماریا بہن گم ہو گئی تھی۔"

عنبر گھوڑے پر بیٹھ گیا۔ طرطوش حبشی نے گھوڑے کی باگ تھام لی اور وہ اہرام کی طرف چلے۔ اب ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو گئی تھی۔ اہرام کے باہر گھوڑے کو کھڑا کرنے کے بعد دونوں اندر چلے گئے۔ عنبر نے ملکہ نفریتی کے تابوت والے چبوترے کے پاس آ کر طرطوش کو وہ سوراخ دکھایا جو اب کافی چوڑا ہو گیا تھا کیوں کہ عنبر نے اس کے پتھروں کو اکھاڑ ڈالا تھا۔ حبشی طرطوش نے جھک کر سوراخ کے اندر والی قبر کو دیکھا۔ وہ اس کے اندر اتر گیا۔ مگر وہاں اسے کچھ دکھائی نہ دیا۔ باہر آ کر اس نے عنبر سے کہا:

"میرے دوست! جس یہودی جادوگر جیکب نے مسلمانوں سے اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لیے مجھے انسان سے ایک خونی لاش بنا دیا تھا۔ یہ مجھے اسی کی کارستانی معلوم ہوتی ہے۔ وہ بڑا خطرناک جادوگر ہے۔"

عنبر نے طرطوش کو بتایا کہ یہودی جادوگر اور اس کے ساتھی کو اس نے ہلاک کر دیا تھا جس پر طرطوش بولا،

"یہ تم نے مجھے خوش خبری سنائی عنبر دوست کہ میں ان دونوں کو ہلاک کر چکا ہوں۔ مگر تم یہودی جادوگر سے واقف نہیں ہو۔ وہ ایک بہت بڑے شیطانی

ٹولے کا سردار تھا۔ یہ شیطانی ٹولہ مسلمانوں کا نام و نشان مٹانے کا ناپاک ارادہ رکھتا ہے۔ یہودی جادوگر جیکب اگرچہ مر چکا ہے مگر اس کا موکل زندہ ہو گا اور ماریا کو اسی نے ہی غائب کیا ہو گا۔"

عنبر عجیب الجھن میں پھنس گیا تھا۔ اس نے کہا،

"کیا کوئی ایسا طریقہ ہے جس سے ہمیں ماریا کا کوئی سراغ مل سکے؟"

حبشی طرطوش نے کہا: "میرا گاؤں یہاں سے چار دن اور چار رات کے فاصلے پر حبشہ کی پہاڑیوں میں ہے۔ وہاں ایک غار میں طلسمی چٹان ہے میں نے اس طلسمی چٹان پر چلّہ کیا تھا۔ اس چٹان پر اکیس روز چلّہ کاٹنے کے بعد اگر میں اس پہ ہاتھ رکھ کر سوال کروں تو چٹان کے اندر سے جواب مل جائے گا۔"

عنبر نے کہا، "کیا چٹان کی آواز سچی ہو گی؟"

طرطوش بولا: "اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اسی آواز نے ایک بار مجھے خبردار کیا تھا کہ میں جادو ٹونے سے باز آ جاؤں اور [illegible] کام کروں۔ کیوں کہ یہ باتیں حرام ہیں اور ایک دن میں کسی مشکل میں پھنس جاؤں گا۔ میں نے اس آواز پر عمل نہ

کیا اور میں عذاب میں پھنس گیا۔"
عنبر نے کہا: "تو پھر چلو تمہارے گاؤں کی طرف چلتے
ہیں شاید چٹان کی آواز ہمیں ماریا کے بارے میں
کچھ بتا دے۔"
طوطش کہنے لگا: "میں خود اپنے گاؤں جانا چاہتا ہوں۔
وہاں میری بوڑھی ماں میری راہ دیکھ رہی ہو گی۔ میں
اسے یہ کہہ کر آیا تھا کہ میں ملک مصر میں دولت
کمانے جا رہا ہوں۔"
عنبر نے کہا: "اب اگر تم خالی ہاتھ گئے تو تمہاری ماں
کو افسوس نہیں ہوگا؟"
طوطش بولا: "وہ مجھے دیکھ کر خوش ہو جائے گی۔
ماؤں کو خزانوں سے بڑھ کر اپنے بچوں سے پیار
ہوتا ہے۔"
عنبر بولا: "ہاں یہ تو تم ٹھیک کہتے ہو۔"
وہ رات انھوں نے ایک سرائے میں بسر کی اور دوسرے روز
وڑوں پر سوار ہو کر کچھ کھانے کا سامان اور پانی ساتھ لے کر
ے حبشہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

اب سنو کہ ماریا کے ساتھ کیا گزری۔
ماریا کو تیز آندھی کے جھکڑ نے اٹھا کر دیوار پر نظر آتی انسانی
آنکھ کے ڈیلے کے اندر پھینک دیا۔ اس ڈیلے میں ایک انسانی
جسم کھڑا اپنے سینے کو دونوں ہاتھوں سے نوچتے ہوئے حلق
سے کراہ کی آواز نکال رہا تھا۔ ماریا جونہی آنکھ کے اندر گری
اسے یوں لگا جیسے وہ کسی پہاڑی ڈھلان پر سے پھسلتی ہوئی
نیچے کی طرف جا رہی ہے۔ نہ تو اسے کچھ دکھائی دے رہا
تھا اور نہ اس کے ہاتھ پاؤں ہل رہے تھے کہ وہ کسی جھاڑی
کو پکڑ کر رک جاتی۔ وہ پھسلتی چلی گئی اور پھر ایسے لگا جیسے
ایک گہرے اندھیرے کنوئیں میں گر پڑی ہو۔ ماریا نے آنکھیں
پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ چاروں طرف گہری تاریکی تھی۔ اس کے پاؤں
میں طاقت واپس آ گئی تھی۔ اس نے ہاتھوں سے ٹٹولا۔ سامنے
ایک دیوار تھی۔ وہ دیوار کے اندر گھسنے کی کوشش کرنے لگی کہ
شاید دیوار میں سے گزر کر باہر کسی طرف نکل جائے۔ مگر دیوار
نے ماریا کو راستہ نہ دیا۔ یہ ماریا کی ایک طاقت کی شکست
تھی جس طاقت کی مدد سے وہ پتھروں اور لوہے کی دیواروں
کے اندر سے بھی نکل جاتی تھی۔
ماریا دیوار کو ٹٹولتی ہوئی آگے بڑھنے لگی۔ اسے محسوس ہو رہا
تھا کہ وہ کسی بہت بڑے پائپ میں سے گزر رہی ہے۔ وہاں

کوئی آواز نہیں تھی۔ کافی آگے جانے کے بعد ماریا کو دُور روشنی
کا چھوٹا سا دائرہ دکھائی دیا۔ وہ اس دائرے کی طرف بڑھتی گئی
روشنی بڑھتی گئی۔ قریب جاکر اس نے دیکھا کہ دیوار پر اسی
طرح کی ایک بہت بڑی آنکھ بنی ہوئی تھی۔ جس نے اسے
اہرام کے چبوترے کے اندر نگل لیا تھا۔ اس آنکھ کے ڈیلے
میں بھی ایک گہرا گول سوراخ بنا ہوا تھا۔ یہ روشنی اس سوراخ
میں سے آ رہی تھی۔

ماریا نے غور سے دیکھا آنکھ کے ڈیلے کے کنارے پر
ایک انسانی چہرہ نمودار ہوا۔ یہ ایک عورت کا چہرہ تھا جس
کے بال کھلے تھے اور چہرے پر وحشت برس رہی تھی۔ اس
عورت نے اپنا بازو اوپر اٹھا کر ماریا کو واپس چلے جانے کا
اشارہ کیا اور چہرہ پیچھے کر کے آنکھ کے ڈیلے میں غائب ہو
گئی۔ صاف ظاہر تھا کہ اس پر اسرار عورت نے ماریا کو دیکھ
لیا تھا اور اس کے لیے وہ غائب نہیں تھی۔ ماریا پریشان
سی ہو کر واپس جانے لگی تو اس کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔
اس نے ہاتھ لگا کر دیکھا۔ یہ دیوار لوہے کی طرح سخت تھی
اور وہ اس میں سے گذر نہیں سکتی تھی۔

ماریا نے ایک بار پھر دیوار والی آنکھ کے ڈیلے کے سوراخ
کی طرف دیکھا۔ اب وہاں روشنی غائب ہو گئی تھی اور اندھیرا چھا

گیا تھا۔ اتنے میں ڈیلے کے اندر ایسی روشنی ابھری جیسے کسی
نے موم بتی روشن کی ہو۔ تھوڑی دیر موم بتی کی روشنی ڈیلے
کے گول سوراخ کے اندر دائیں بائیں لہرائی اور غائب ہو گئی۔
ماریا کے پاس سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ
اس آنکھ کے ڈیلے کے سوراخ میں جھانک کر دیکھے کہ دوسری
طرف کیا ہے؟ وہ آنکھ کے بالکل پاس آ گئی۔ یہ آنکھ بہت
بڑی تھی اور پوری دیوار پر پھیلی ہوئی تھی۔ اگرچہ وہاں گھپ
اندھیرا چھایا ہوا تھا مگر آنکھ صاف دکھائی دے رہی تھی۔ ماریا
زمین سے اُوپر اٹھی۔ ابھی اس میں اوپر اٹھنے اور ہوا میں
تیرنے کی طاقت باقی تھی۔ وہ آنکھ کے ڈیلے کے سوراخ
کے کنارے پر آ کر رُک گئی۔ اس نے دوسری طرف جھانک کر
دیکھا تو اسے وہاں نیچے پتھر کی سیڑھی جاتی نظر آئی۔

ماریا کو سیڑھی پر پاؤں رکھ کر اترنے کی حاجت نہیں تھی۔
وہ اُڑ کر بھی نیچے جا سکتی تھی۔ جونہی اس نے اُڑ کر دوسری
طرف جانے کی کوشش کی وہ ایک دم سے نیچے گر پڑی جیسے
کسی نے اس کے پر نوچ لیے ہوں اور وہ سیڑھیوں پر گر
پڑی اور پھسلتی ہوئی نیچے آ گئی۔ اب اس کے اُڑنے کی
طاقت بھی ختم ہو گئی تھی۔ ماریا کو اپنا جسم دکھائی دینے لگا وہ
عام عورت میں تبدیل ہو چکی تھی۔

اس نے سوچا کہ یہاں سے واپس نکل جانا چاہیے۔ وہ جلدی سے سیڑھیاں اوپر چڑھی کہ ڈھیلے والے سوراخ میں سے دوسری طرف چھلانگ لگا دے مگر اس کے اوپر چڑھتے ہی ڈھیلے کا سوراخ پتھر کی بھاری بھرکم سِل سے بند ہو گیا۔ ماریا اس آنکھ کے اندر قید ہو کر رہ گئی تھی۔ اسے اندھیرے میں اب کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اب اسے اسی جگہ رہ کر وہاں سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ تلاش کرنا تھا تاکہ اس کی کھوئی طاقت اسے دوبارہ مل جائے۔

اس وقت ماریا ایک عام عورت کے روپ میں تھی۔ وہ اڑ بھی نہیں سکتی تھی اور وہ غائب بھی نہیں تھی۔ ماریا دیوار کو پکڑ کر آگے بڑھنے لگی تو اس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ اسے یوں تکلیف کا احساس ہوا جیسے کسی نے اس کی آنکھ میں کوئی چیز چبھو دی ہو۔ وہ بڑی حیران ہوئی کہ اس کی آنکھیں تو ماتھے پر ہیں اور ہاتھ دیوار کے پتھر پر لگا تھا پھر اس کی آنکھ میں تکلیف کس طرح ہوئی؟ ماریا نے ہاتھ دوسری بار پتھر پر رکھا تو ایک بار پھر اس کی آنکھ چبھ گئی۔ ماریا نے اپنا ہاتھ آنکھوں پر رکھا

تو اس کا جسم کانپ اٹھا۔ اس کے ماتھے پر ایک آنکھ بھی نہیں تھی۔ اس کا

ماتھا ناک تک سپاٹ تھا اور وہاں کی دونوں آنکھیں غائب ہو چکی تھیں۔ اس نے اپنی ہتھیلی کو ٹٹولا تو اس کی چیخ نکل گئی۔ ماریا کی دونوں آنکھیں اس کی دونوں ہتھیلی پر آ کر لگ چکی تھیں۔ ایک آنکھ ایک ہتھیلی پر لگی تھی اور دوسری آنکھ دوسری ہتھیلی پر لگی تھی جب اس نے دیوار پہ ہاتھ رکھا تھا کہ دیوار کا پتھر اس کی ہتھیلی پر لگی ہوئی آنکھ میں چبھ گیا تھا اور اسے تکلیف ہوئی تھی۔

ماریا خوف زدہ ہو کر وہیں بیٹھ گئی۔ اب وہ اپنی ہتھیلی کی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ دیکھنے کے لیے اب اسے اپنی دونوں ہتھیلیاں اٹھا کر سانپ کے پھن کی طرح آگے کرنی پڑتی تھیں۔ ماریا پر ایسی مصیبت کبھی نہیں پڑی تھی۔ بڑی سے بڑی مشکل میں بھی اس کی آنکھیں کبھی غائب نہیں ہوئی تھیں۔ وہ ہمیشہ اس کے چہرے پر ہی لگی رہی تھیں۔ لیکن اب اس کی آنکھیں اس کے چہرے کی بجائے اس کی ہتھیلیوں میں آ کر لگ گئی تھیں اور وہ چہرہ اٹھا کر دیکھنے کی بجائے ہاتھ اٹھا کر دیکھتی تھی۔ ماریا کا سر چکرا گیا تھا۔ اس نے ایک بار پھر اپنا ہاتھ اوپر اٹھا کر اپنے چہرے کو ہتھیلی کی آنکھ سے دیکھا۔ اس کا چہرہ صاف تھا۔ وہاں صرف اس کی ناک اور ہونٹ ہی باقی رہ گئے تھے۔ ماریا نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس کی ناک اور ہونٹ اپنی جگہ سے غائب نہیں ہوئے

تھے۔ اسے اپنی قسمت پر سخت غصہ آیا۔ مگر وہ کسی زبردست طلسم میں گرفتار ہو کر کسی عجیب و غریب دنیا میں پہنچ گئی تھی اور کچھ نہ کر سکتی تھی۔

سیڑھیوں کے اوپر دیوار والی آنکھ کے ڈیلے کا سوراخ پتھر کی سل سے بند تھا اور اس کے سامنے ایک تنگ راستے پر گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ ماریا نے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں اٹھا کر انہیں لہرا کر آگے کی طرف دیکھا۔ اسے گہرے اندھیرے میں موم بتی کی روشنی نظر آئی جو کچھ فاصلے پر چمک کر، لہرا کر غائب ہو گئی۔

ماریا اٹھی اور جدھر سے روشنی چمک کر بجھ گئی تھی آہستہ آہستہ چلنے لگی۔ ایک تنگ سے راستے سے گذر کر وہ آگے گئی تو دیکھا کہ دور پتھروں میں ایک موم بتی جل رہی ہے ماریا کو صاف لگ رہا تھا کہ وہ کسی پہاڑ کے نیچے آ گئی ہے۔ پتھریلی چھت اس کے سر سے ایک فٹ ہی اونچی تھی۔ وہ موم بتی کی روشنی کی طرف بڑھنے لگی۔ وہاں اس قدر گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی کہ لگتا تھا کہ وہ کسی بہت بڑی قبر کے نیچے پہنچ گئی ہے۔ جہاں موم بتی جل رہی تھی وہاں ایک پتھروں کا تنگ راستہ نیچے جا رہا تھا۔ ماریا نے دیکھا کہ موم بتی ایک پتھر کی آنکھ کے اوپر لگی ہوئی تھی۔

ماریا وہاں آکر رک گئی۔ خاموشی ۔۔۔ قبرستان ایسی گہری خاموشی۔ ماریا نیچے اتر گئی۔ تین سیڑھیوں کے بعد ایک بہت چوڑا دالان آگیا جس میں بھدے پتھروں سے بنے ہوئے ستون کھڑے تھے۔ ان ستونوں کے پیچھے سے دو انسانی جسم جن کے چہروں پر سوائے ایک آنکھ کے اور کچھ نہیں تھا آگے بڑھے اور انہوں نے ماریا کو بازو سے پکڑ لیا۔ ماریا نے اپنی ہتھیلی اوپر کر کے انہیں دیکھا اور کہا:

'تم لوگ مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟ تم کون ہو؟'

ایک آنکھ والے آدمیوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بول ہی نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ ان کے منہ نہیں تھے۔ انہوں نے اپنے سبز رنگ کے چمکیلے کپڑوں کی جیب میں سے ایک ایک لوہے کی زنجیر نکالی اور ماریا کے گلے میں ڈال کر اس کا سرا پکڑ لیا اور اسے کھینچتے ہوئے ایک طرف لے کر چلے۔ ماریا نے بہتیرا زور لگا کر ان کے قبضے سے نکلنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکی۔ وہ تو بالکل ہی ایک کمزور سی لڑکی بن کر رہ گئی تھی۔

یہ دونوں آدمی ماریا کو لے کر کسی ایک اونچی چھت والے کمرے میں لے آئے جہاں ایک اونچی سنگ مرمر کی کرسی رکھی تھی۔ ماریا کو اس کرسی کے آگے کھڑا کر دیا گیا اور دونوں آدمی دو قدم پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ پھر چھت

کے ساتھ لگی نیلے رنگ کی بتی جلنے بجھنے لگی۔ ایسا محسو
ہوتا تھا کہ اس چھت کے اندر سوراخ میں کوئی چھوٹا سا
فانوس روشن ہے جو گھوم رہا ہے اور کبھی کسی شیڈ کے
آگے آ جاتا ہے اور کبھی آگے نکل جاتا ہے۔ پتھروں کی
دیوار میں سے ایک گول دروازہ کھلا اور اندر سے جو چیز
باہر نکلی اسے دیکھ کر ماریا کے جسم کے بال بھی کھڑے
ہو گئے۔ ماریا نے ہتھیلی ذرا سی اوپر اٹھا رکھی تھی
جیسے وہ اسے دیکھ سکے، لیکن اس عفریت نما انسان
کو دیکھتے ہی ماریا نے اپنی ہتھیلی بند کر لی اور اس
کی آنکھ بند ہو گئی، لیکن دوسری آنکھ سے وہ کنکھیوں سے
اس عفریت نما انسان کا جائزہ لے رہی تھی۔

یہ دو لمبے لمبے بالوں بھرے بازوؤں اور دو ٹانگوں
والے عفریت نما انسان کے گول سر پر دس بارہ آنکھیں
لگی ہوئی تھیں۔ اس کی زبان باہر کو نکلی ہوئی تھی جس
وہ بار بار اندر کو کھینچ لیتا تھا۔ وہ آتے ہی کرسی پر
بیٹھ گیا اور اپنی لمبی زبان نکال کر اپنی گردن اور
پیچھے کاندھوں پر پھیرنے لگا۔ جب اس کی زبان اس
کے جسم سے ٹکراتی تو ایسی آواز آتی جیسے لکڑی پر کو
ریتی رگڑ رہا ہو۔

اس نے ماریا کی طرف دیکھ کر اپنی زبان میں کہا

"اس لڑکی کو لے جا کر دوسری مسلمان لڑکیوں کے
ساتھ قید کر دو۔"

دونوں آدمیوں نے جھک کر کہا،

"عظیم خولاف! ان سب ہتھیلی کی آنکھ والی مسلمان
لڑکیوں کو ہم کب یہودی بادشاہوں کا بدلہ لینے
شہر روانہ کریں گے؟"

عفریت انسان نما نے اپنی زبان اور اپنی آواز میں کہا،

"ہمارا پہلا جادوئی حملہ ناکام ہو گیا ہے۔ ہم
دوسرا بڑا حملہ سوچ سمجھ کر کریں گے۔ بڑی جلدی
کریں گے۔ اس کو لے جاؤ۔"

وہ اپنی زبان میں بات کر رہے تھے اور ان کا خیال
تھا کہ ماریا ان کی زبان نہیں سمجھتی ہے۔ مگر اس نے
ان کی ساری باتیں سن لی تھیں اور سمجھ بھی لی تھیں۔
ماریا کو یہ پتہ نہیں چل سکا تھا کہ وہ بولتے کہاں سے
ہیں۔ کیوں کہ ان کا کوئی منہ نہیں تھا۔ ان کے جسم
کے اندر سے آواز آتی ہے۔ عفریت نما انسان کے
دس بارہ آنکھیں سرخ شعاعیں چھوڑ رہی تھیں۔ ایک
آنکھ والے آدمی ماریا کو لے کر اسی دالان کے آخر
میں گئے اور ایک کوٹھڑی کا دروازہ کھول کر اسے اندر
دھکا دے دیا۔

کھوپڑی پر جلتی موم بتی

ماریا نے کوٹھڑی میں آتے ہی ہتھیلی کھول کر دیکھا، نیچی چھت والی کوٹھڑی میں تین لڑکیاں پہلے سے وہاں بیٹھی تھیں۔ ان سب کے چہرے کی آنکھیں غائب تھیں اور وہ اپنے بال کھولے سر جھکائے فرش پر دیوار کے ساتھ لگی بیٹھی تھیں اور ان کی ہتھیلیاں فرش پر اوندھی ٹکی ہوئی تھیں۔ ماریا نے اشاروں سے انہیں پوچھا۔ "کیا تمہارے علاوہ کوئی اور بھی یہاں ہے؟"

ان لڑکیوں میں سے ایک کے جسم سے آواز آئی۔

"نہیں۔ یہاں صرف ہم ہی تین لڑکیاں ہیں۔ اب تم آئی ہو تو ہم چار ہو گئی ہیں۔"

ماریا نے کہا: "تم قدیم عربی زبان بولتی ہو۔"

لڑکی بولی: "ہاں بہن۔ ہم قدیم عربی زبان جانتی ہیں۔"

ماریا نے اپنی ہتھیلیاں اوپر اٹھا لیں۔ ان لڑکیوں نے

بھی اپنی اپنی ہتھیلی اوپر اٹھا کر ماریا کی طرف ان کا منہ کر لیا۔ وہ ماریا کو غور سے دیکھنا چاہتی تھیں۔

ماریا نے آہستہ سے ان ہی کی زبان میں کہا:

"کیا تم مسلمان ہو؟"

"ہاں۔" ان تینوں نے ایک ساتھ جواب دیا۔

ماریا کہنے لگی: "کیا تم جانتی ہو کہ جس عفریت نما بلا نے ہمارے چہروں پر سے آنکھیں ہٹا کر ہماری ہتھیلیوں میں لگا دیا ہے وہ مسلمانوں کی پوری نسل کو ختم کر دینا چاہتا ہے۔"

"ہاں۔ ہمیں معلوم ہے۔ وہ ہمارے بھائی بہنوں کے دین کو ختم کرنے کے لیے ہمیں ہی استعمال کرنا چاہتا ہے تاکہ کسی پر شک نہ ہو۔"

"ہاں۔" ماریا نے کہا۔ "کیا تم لڑکیوں کی بھی پہلے میری طرح چہرے پر آنکھیں تھیں؟"

ایک لڑکی نے کہا: "ہاں۔ ہم انسان تھیں خوبصورت آنکھوں والی لڑکیاں تھیں کہ ایک آدمی ہمیں ہیرے جواہرات دلانے کے بہانے اہرام میں لے گیا اور پھر ایک آنکھ نے ہمیں اپنی طرف کھینچ لیا اور ہم یہاں پہنچ گئیں اور ہماری آنکھیں چہروں سے غائب ہو کر ہماری ہتھیلیوں پر آ کر لگ گئیں۔"

اور ان لڑکیوں کے رونے کی آواز آنے لگی۔

ماریا نے کہا: "میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے لیکن اگر ہم اسی طرح روتی رہیں تو یہ بارہ آنکھوں والا عزیت اپنی خطرناک چال میں کامیاب ہو جائے گا۔ ایسا لگتا ہے کہ ہم پر صرف ایک طلسم کرنا باقی رہ گیا ہے۔ اس کے بعد ہمیں اپنا کچھ ہوش نہیں رہے گا اور ہم باہر نکل کر مسلمان عورتوں اور بچوں کو ہلاک کرنا شروع کر دیں گی۔ اس لیے ہمیں اس سے پہلے پہلے ان لوگوں کو تباہ کر کے یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔"

ایک لڑکی جو ان سب میں بڑی تھی بولی:

"یہاں سے فرار کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ ہم پوری طرح ان لوگوں کے قابو میں آ چکی ہیں۔"

ماریا نے کہا: "میں ناامید نہیں ہوں۔ ہمیں اپنی زندگی کی خاطر اور مصر کے ہزاروں مسلمانوں کی زندگیاں بچانے کی خاطر یہاں سے فرار ہونا ہوگا اور فرار ہونے سے پہلے اس بارہ آنکھوں والی بلا کو قتل کرنا ہوگا۔"

تینوں لڑکیاں اپنی ہتھیلیاں اوپر اٹھا کر پھٹی پھٹی آنکھوں سے ماریا کو تکنے لگیں۔

بڑی لڑکی نے پوچھا: "تمہارا نام کیا ہے؟"

ماریا نے کہا: "میرا نام غزالہ ہے۔"

ماریا انہیں اپنا عیسائی نام نہیں بتانا چاہتی تھی۔ کیوں کر انہیں اس پر یقین نہیں آ سکتا تھا۔ بھلا ایک عیسائی لڑکی کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ مسلمان قوم کی بھلائی کے بارے میں سوچے۔ بڑی لڑکی سے ماریا نے پوچھا:

"یہ بتاؤ کیا تم میں سے کوئی لڑکی ایسی ہے جس کو بارہ آنکھوں والے عزیت کے پاس جانے کا اتفاق ہوا ہو؟"

بڑی لڑکی نے کہا: "مجھے ایک بار اس عزیت نے اپنے کمرے میں بلایا تھا اور میرے سر پر ایک تانبے کا ستارہ رکھ کر اس نے منتر پڑھے تھے۔ مگر میں ان کی زبان نہیں جانتی۔ یہ لوگ عجیب و غریب زبان میں باتیں کرتے ہیں۔"

ماریا نے کہا: "اتفاق کی بات ہے کہ ان کی زبان میں کچھ جانتی ہوں۔ میں نے بارہ آنکھوں والے عزیت کے ساتھ ان آدمیوں کو بات کرتے سنا ہے۔ یہ لوگ ہمیں مسلمانوں کے قتل عام کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے ہمیں بڑی جلدی

کوئی ترکیب تلاش کرنا ہوگی۔"

بڑی لڑکی نے کہا: "ہم کچھ نہیں کر سکتیں ہم تمہارے
مدد کریں گی اور جیسے ہمیں کہو گی ویسے ہی کریں گی۔"

جب ماریا ان تینوں لڑکیوں کی طرف سے ناامید ہو گئی
تو اس نے خود سوچنا شروع کر دیا کہ وہ اس بارہ آنکھوں
والے عفریت کو کس طرح ہلاک کر سکتی ہے۔ وہ جتنا سوچتی
اتنا ہی الجھتی جاتی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کون
سا طریقہ استعمال کرے۔

ان لڑکیوں کو اور اسے کھانا پانی دینے کے لیے ایک آنکھ
والا آدمی آتا تھا۔ ایک بار اس کے ساتھ دوسرا آدمی بھی آیا۔ وہ اپنی
زبان میں باتیں کر رہے تھے۔ انہیں چونکہ یقین تھا کہ یہ لڑکیاں
ان کی زبان نہیں سمجھ سکتیں۔ اس لیے وہ بڑی آزادی سے بات
کر رہے تھے۔

"سردار خولاف نہ جانے کیوں دیر کر رہا ہے۔"

دوسرا بولا:

"وہ آخری طلسم کے لیے کسی اندھیری اور طوفانی رات
کا انتظار کر رہا ہے، کیونکہ آخری طلسم بادلوں اور
آندھی والی طوفانی رات میں ہی ہو سکتا ہے۔"

پہلا کہنے لگا: "کل میں نے سردار خولاف کی درمیانی

نیلی آنکھ میں سے پانی نکلتے دیکھا تھا۔ تم جانتے ہو کہ
یہی وہ آنکھ ہے جس میں سردار کی اور ہم سب
کی جان ہے۔ اس کی آنکھ میں سے نیلے پانی کا
نکلنا اچھا شگون نہیں ہے۔"

دوسرا بولا: "ہم سردار خولاف کو کچھ نہیں کہہ سکتے۔
اس کے خاص آدمی اور عظیم جادوگر جکیب کے شاگرد
ہی اسے کچھ سمجھا سکتے ہیں۔"

پہلا کہنے لگا: "ہم ان سے بات کریں گے کہ جتنی
جلدی ہو سکے ان لڑکیوں کو خونی چڑیلیں بنا کر شہر
کے مسلمانوں کو قتل کرنے کے لیے چھوڑ دیا جائے۔"

وہ کوٹھڑی میں کھانا پانی رکھ کر چلے گئے۔ ماریا نے ان کی
ساری باتیں سن بھی لی تھیں اور سمجھ بھی لی تھیں۔ جب وہ چلے
گئے تو تینوں لڑکیوں نے ماریا سے پوچھا کہ وہ کیا باتیں کر
رہے تھے۔ ماریا نے انہیں صرف اتنا بتایا کہ وہ آخری طلسم کی
باتیں کر رہے تھے جو کسی طوفانی رات میں ان پر کیا جائیگا۔
لیکن دل میں ماریا خوش تھی کہ اسے بارہ آنکھوں والے عفریت
کی زندگی کا راز معلوم ہو گیا تھا۔ اس کی اور یہاں کے سب
ایک ایک آنکھ والے انسان، عفریتوں کی جان اس کے
سر کی بارہ آنکھوں میں سے درمیان والی نیلی آنکھ میں تھی۔ اگر

کسی طرح اس نیلی آنکھ کو تباہ کر دیا جائے تو یہ سارا طلسم ختم ہو سکتا ہے اور مصر کے مسلمانوں پر نازل ہونے والی موت کی دوسری ہلاکت خیزی کو روکا جا سکتا ہے۔

سوال یہ تھا کہ اس نیلی آنکھ کو کس طرح نکالا جائے؟

یہی ایک ایسا سوال تھا جو ماریا کو بار بار پریشان کر رہا تھا اور اس کا ماریا کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

جس کوٹھڑی میں ماریا اپنی تین قیدی ساتھی لڑکیوں کے ساتھ بند تھی اس کے دروازے پر لمبی لمبی سلاخیں لگی تھیں۔ اس کے باہر تالا لگا تھا جو سامنے سے دکھائی نہیں دیتا تھا۔ یہ تالا دیوار کے پیچھے ایک طرف جا کر لگایا گیا تھا۔ ایک رات جب کہ اس کی تینوں ساتھی لڑکیاں سو رہی تھیں ماریا نے سوچا کہ اگر وہ کسی طرح تالا کھول کر باہر نکل جائے تو بارہ آنکھوں والے عفریت کے کمرے میں جا کر اس پر حملہ کرنے کی کوشش کر سکتی ہے۔ اگرچہ اس میں اسے اپنی جان کا خطرہ بھی نظر آ رہا تھا۔ کیوں کہ وہ اب ایک عام لڑکی تھی اور ہو سکتا ہے کہ وہ مر بھی سکتا ہے۔

لیکن ماریا ایک کوشش ضرور کرنا چاہتی تھی۔ وہ سلاخوں والے بند دروازے کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔ تالا دیکھنے کے لیے اس نے اپنا ہاتھ سلاخوں میں سے باہر نکالا اور ہتھیلی دیوار

کی دوسری طرف گھما دی تاکہ اس کی ہتھیلی میں جو آنکھ لگی ہوئی ہے اس کی مدد سے تالے کو دیکھ سکے۔ جونہی ماریا نے اپنی ہتھیلی گھما کر دیوار کی طرف کی ایک کالا بچھو ایک سوراخ میں سے نکل کر آیا اور اس نے ماریا کی ہتھیلی پر ڈس دیا۔ ماریا درد سے تڑپ اٹھی۔ درد اتنی شدید تھی کہ وہ بے ہوش ہو گئی۔ مصر کے اہراموں میں پائے جانے والے اس کالے بچھو کا زہر انسان کو ہلاک بھی کر دیتا تھا۔ اس زہر کی تاثیر سے انسان کے خون کے ذرے الٹ پلٹ ہو جاتے تھے۔

لیکن یہ بچھو ماریا کے حق میں بڑا نیک شگون ثابت ہوا۔ بچھو کے زہر نے ماریا کے جسم کے خون میں شامل ہو کر اس کے سفید اور سرخ ذروں میں طوفان برپا کر دیا اور وہ ایک ایک کر کے غائب ہونا شروع ہو گئے۔ جب ماریا کو ہوش آیا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ اس کا جسم غائب ہو چکا تھا۔ اس نے اپنی ہتھیلی دیکھی۔ اس کی کسی بھی ہتھیلی پر آنکھ نہیں تھی۔ اس نے جلدی سے اپنا ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرا اس کی دونوں آنکھیں اس کے ماتھے پر واپس آ چکی تھیں وہ پھر سے پہلی ماریا بن گئی تھی۔

ماریا کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ بچھو کا زہر اس کے حق میں بڑی نعمت ثابت ہوا تھا۔ لیکن اسے ایک خطرہ اب

بھی تھا کہ کہیں وہ بارہ آنکھوں والے عفریت کے سامنے جاتے ہی پھر سے وہی الوکھی لڑکی نہ بن جائے کہ جس کی آنکھیں اس کی ہتھیلیوں میں تھیں۔ کچھ بھی ہو۔ ماریا کو اب اس موقع سے فائدہ اٹھانا ہو گا۔

اس نے اپنی ساتھی قیدی لڑکیوں کو بھی جگانے کی ضرورت محسوس نہ کی اور کوٹھڑی کی سلاخوں میں سے گزر گئی۔ اسے خوشی ہوئی کہ وہ بغیر کسی محنت کے لوہے کی سلاخوں میں سے گزر گئی تھی۔ یعنی اس کا مطلب تھا کہ اس کی ساری طاقت اسے واپس مل گئی تھی۔ ماریا بھدے پتھریلے ستونوں والے دالان میں چلتی چلتی اس کمرے میں آ گئی جہاں پہلی بار اسے بارہ آنکھوں والی بلا کے سامنے لایا گیا تھا اور وہ دیوار میں سے نکل کر کرسی پر آ کر بیٹھ گیا تھا۔ یہ کمرہ خالی تھا۔ بارہ آنکھوں والے عفریت کی کرسی اسی طرح پڑی تھی۔ ایک آنکھ والا آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک طشت تھا جس میں چراغ میں ڈالنے والا تیل تھا۔ اس نے طاق میں رکھے سونے کے چراغ میں تیل ڈالا اور باہر نکل گیا۔

ماریا اس کے بالکل قریب کھڑی تھی مگر اس کو ماریا نظر نہیں آ رہی تھی۔ جب وہ چلا گیا تو ماریا اس دیوار میں سے گزر گئی۔ جس میں سے نکل کر وہ بارہ آنکھوں والا عفریت نما

انسان آیا تھا۔ ماریا اب بڑی آسانی کے ساتھ پتھر کی مضبوط دیوار میں سے گزر گئی تھی۔ دوسری طرف ایک لمبا سا برآمدہ تھا جس کی چھت پر پتھر کی کتنی ہی بڑی بڑی آنکھیں لگی تھیں۔ اور وہ آنکھیں بار بار اپنی پلکیں جھپک رہی تھیں۔ ماریا کو ایک بار پھر خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں یہ آنکھیں اسے دیکھ تو نہیں رہی ہیں۔ وہ ان آنکھوں کے بالکل نیچے جا کر کھڑی ہو گئی۔

کسی آنکھ میں کوئی خاص بات پیدا نہ ہوئی۔ وہ ویسی کی ویسی رہیں۔ ماریا برآمدے کے آخری کنارے پر آ گئی۔ یہاں ایک گول آنکھ بنی تھی جس میں دروازہ تھا اور اس دروازے تک جانے کے لیے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ ماریا اڑ کر جانے کی بجائے سیڑھیوں پر چڑھ کر آنکھ کا دروازہ کھول کر دوسری طرف گئی۔

کیا دیکھتی ہے کہ یہاں ایک دربار سا لگا ہے۔ بارہ آنکھوں والا عفریت نما انسان ایک شاندار اونچے تخت پر بیٹھا ہے۔ اس کے ایک ہاتھ میں تانبے کا چھ کونوں والا ستارہ ہے اور دوسرے ہاتھ میں چاندی کی صلیب ہے۔ اس کی دونوں جانب ایک آنکھ والی مخلوق قطار باندھے پتھروں کے ستونوں پر بیٹھی ہے۔ درمیان میں ایک بہت بڑی انگیٹھی رکھی ہے جس میں آگ جل رہی ہے۔ ایک آدمی انگیٹھی کے پاس کھڑا ہے اور اس میں تھوڑی تھوڑی دیر بعد تیل کی قسم کی کوئی شے انڈیل دیتا تھا

جس سے آگ کے شعلے اور زیادہ تیز ہو جاتے تھے۔

ماریا پیچھے سے آہستہ آہستہ چل کر بارہ آنکھوں والے خولاف کے قریب آ گئی۔ اس کے سر کی بارہ آنکھیں کھلی تھیں اور ان کے ڈیلے گردش کرتے ہوئے چاروں طرف دیکھ رہے تھے۔ ان کے درمیان میں وہ نیلی آنکھ تھی جس میں خولاف کی جان تھی۔ اسی آنکھ کو ماریا نے کچلنا تھا۔ ماریا کو ایک بات کا خطرہ لگا تھا کہ کہیں خولاف کی آنکھیں اسے دیکھ نہ لیں اور دوسرے یہ بھی ڈر تھا کہ کہیں اچانک اس کی طاقت ختم نہ ہو جائے۔ اگر ایسا ہو گیا اور وہ ظاہر ہو گئی تو یہ خونخوار مخلوق اسے ہرگز زندہ نہ چھوڑے گی۔

ماریا نے دیکھا کہ آگ کی بڑی انگیٹھی میں لوہے کی دو سلاخیں بھی رکھی تھیں جو اب سرخ ہو گئی تھیں۔ خولاف کے جسم سے گونج دار آواز نکلی۔

"جاؤ ان چاروں مسلمان لڑکیوں کو پکڑ کر یہاں لاؤ۔ ان کی آنکھوں میں یہ گرم سلاخیں ٹھونس کر اُن پر آخری طلسم کیا جائے گا۔"

ماریا کانپ اٹھی تو یہ سلاخیں اس کے لیے اور ان بے چاری مسلمان لڑکیوں کے لیے آگ میں سرخ کی جا رہی تھیں؟ اب وہ زیادہ دیر نہیں کر سکتی تھی۔ اسے جو کچھ

کرنا تھا ابھی کرنا تھا۔ دو آدمی جلدی سے قید خانے کی طرف بھاگے تا کہ قیدی لڑکیوں کو پکڑ کر لایا جائے۔

ماریا سوچنے لگی کہ وہ کس طریقے سے بارہ آنکھوں والے اس عفریت کی نیلی آنکھ کو کچلے؟ اس کے پاس کوئی خنجر بھی نہیں تھا۔ آس پاس بھی کوئی ایسی شے یا ہتھیار نہیں تھا۔ اتنے میں دونوں آدمی قیدی مسلمان لڑکیوں کو پکڑ کر لے آئے اور انہوں نے گھبرا کر کہا کہ چوتھی لڑکی غائب ہو چکی ہے۔ یعنی ماریا وہاں نہیں ہے۔ سردار خولاف کرسی پر سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"وہ بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتی۔ اسے تلاش کر کے یہاں لاؤ۔ اور جب تک ان تینوں مسلمان لڑکیوں کی آنکھیں ان دہکتی ہوئی سلاخوں سے پھوڑ ڈالو۔"

قیدی مسلمان لڑکیاں رونے لگیں اور رحم کے لیے آوازیں بلند کرنے لگیں۔ مگر چار آدمیوں نے انہیں پکڑ کر زمین پر گرا دیا اور ان کی ہتھیلیوں کو پکڑ لیا تا کہ ان کی آنکھوں میں آگ سے دہکتی ہوئی سلاخیں کھبو دی جائیں۔

ماریا اب وہاں کھڑی کھڑی تماشہ نہیں دیکھ سکتی تھی۔ چھلانگ لگا کر اپنی جگہ سے اچھلی اور آگ والی انگیٹھی کے پاس پہنچ گئی۔ اس نے لپک کر دہکتی ہوئی آگ میں سے

گرم سرخ سلاخ باہر نکال لی۔ سلاخ اس کے ہاتھ میں آتے
ہی غائب ہو گئی۔ حیرت سے سب لوگوں کے منہ کھل گئے۔
بارہ آنکھوں والا عفریت خولات بھی اپنی بارہ آنکھیں گھما گھما
کر تکنے لگا:

"یہ ایک سلاخ کہاں غائب ہو گئی ہے؟ ضرور
یہاں کوئی غیبی شے موجود ہے؟"

سب مخلوق غیبی مخلوق کو تلاش کرنے لگی۔ مگر ماریا کو ان
کے پڑدادا اور استاد بھی تلاش نہیں کر سکتے تھے۔ اتنی دیر میں
ماریا دہکتی ہوئی سلاخ لے کر خولات عفریت کے سر پر پہنچ
چکی تھی۔ خولات کو اپنے سر کے قریب آگ کی گرمی محسوس
ہوئی تو وہ اچھل کر پرے ہٹ گیا۔ دوسری طرف مسلمان لڑکیوں
کی آنکھوں میں گرم سلاخ پھرنے ہی والی تھی۔ سردار خولات نے
بلند آواز میں کہا:

"آخری طلسم شروع کرو۔"

ماریا تیزی سے ان دو آدمیوں کی طرف لپکی جنہوں نے
تینوں مسلمان لڑکیوں کو زمین پر بکروں کی طرح دبوچ رکھا تھا اور
آنکھیں پھوڑنے ہی والے تھے۔ ماریا نے جاتے ہی اس آدمی
کی گردن پر پوری طاقت سے لات ماری جس کے ہاتھ میں
دہکتی ہوئی سلاخ تھی۔ اس مخلوق کے منہ سے ایک چیخ نکلی۔

اس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ منہ کے بل آگ کی انگیٹھی
کے اوپر گر پڑا۔ وہاں ہڑبونگ مچ گئی۔

خولات غصے سے کانپنے لگا:

"اے دیوتا جیکب کی روح! ہماری مدد کر کسی غیبی
دشمن نے ہم پر حملہ کر دیا ہے۔"

وہ اٹھ کر ستون کے پاس آ گیا۔ اس کی بارہ آنکھیں
تیزی سے گردش کر رہی تھی۔ ماریا پیچھے سے ستون کے اوپر
اڑتی ہوئی آ گئی۔ اس نے خولات عفریت کی نیلی آنکھ کو
گھور کر دیکھا۔ نیلی آنکھ نے بھی شاید غیبی ماریا کو دیکھ لیا
تھا۔ اس کی پلکیں جلدی جلدی اُٹھنے اور بند ہونے لگیں۔ اگر نیلی
آنکھ چیخ سکتی تو وہ چیخ کر خولات کو خبردار کر دیتی کہ اس کی
زندگی پر موت کا حملہ ہونے ہی والا ہے۔ مگر نیلی آنکھ بول
نہیں سکتی تھی۔ ماریا نے نیلی آنکھ کا نشانہ بنایا اور دہکتی ہوئی
گرم سلاخ اس میں پوری طاقت سے گھسیڑ دی۔

دو بھیانک آوازیں بلند ہوئیں۔ پہلی آواز لوہے کی گرم
سلاخ کے نیلی آنکھ میں گھسنے کی شوں کی آواز تھی اور دوسری
آواز بارہ آنکھوں والے عفریت خولات کی المناک چیخ تھی
اس چیخ کی آواز نے وہاں جتنے ایک آنکھ والے لوگ کھڑے
تھے بے ہوش کر دیئے۔ گرم سلاخ خولات عفریت کی نیلی

آنکھ میں گھسی ہوئی تھی اور وہ زمین پر ایک ٹانگ اٹھا
شدید درد کے مارے تڑپ رہا تھا۔ وہ گرم سلاخ پر ہا
رکھتا کر اسے باہر نکالے تو اس کا ہاتھ جل جاتا۔

پھر وہ دھڑام سے منہ کے بل فرش پر گر پڑا۔ مار
نے دیکھا کر خلات عفریت کی نیلی آنکھ سے اُبلتا ہوا
سفید خون نکل رہا تھا۔ اور اس کی باقی گیارہ آنکھیں بند
ہونے لگی تھیں۔ تینوں قیدی مسلمان لڑکیاں اٹھ کر وہاں سے
بھاگ گئی تھیں۔ خلات کے باقی آدمی بے ہوش پڑے
تھے۔ خلات عفریت آخری سانس لے رہا تھا اور اس کا
جسم آہستہ آہستہ مٹی بنتا جا رہا تھا۔ پھر وہ مٹی بن گیا
فرش پر صرف اس کی ہڈیاں ہی باقی رہ گئیں۔ ماریا نے
پلٹ کر دیکھا تو اس کے ساتھیوں کا بھی یہی حشر ہوا تھا
ان کے گوشت بھی مٹی بن چکے تھے اور صرف ہڈیوں کے
پنجر فرش پر پڑے تھے۔ ماریا تین مسلمان لڑکیوں کی تلاش
میں قید خانے کی طرف بھاگی۔ مگر قید خانہ خالی پڑا تھا
ماریا تیز تیز اڑتی نیچی چھت والے لمبے دالان میں سے نکل
پتھر کی تین سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آئی۔ سیڑھیوں کے اوپر کھو
والی موم بتی بجھ چکی تھی۔

ماریا مسلمان لڑکیوں کو ڈھونڈتی ہوئی ایک کوٹھڑی کے قریب

گزری تو اسے اندر سے رونے کی آواز سنائی دی۔ ماریا بند
کوٹھڑی کے اندر گئی تو دیکھا کہ موم بتی کی روشنی میں ایک لمبے
والی لڑکی فرش پر رسیوں میں جکڑی پڑی ہے۔ ماریا نے
فوراً پہچان لیا۔ یہ وہی لڑکی تھی جس نے اس تہہ خانے میں
سے پہلے اسے ہاتھ سے واپس جانے کا اشارہ کیا تھا۔
لڑکی کو بالکل خبر نہ تھی کہ ماریا اس کے پاس بیٹھی ہے
ماریا نے لڑکی کو غور سے دیکھا تو یہی وہ لڑکی تھی جس
کل اسے نفرتیتی کے اہرام میں زمین کے اندر دیوار میں بنی
بڑی آنکھ کے ڈھیلے میں بھی دکھائی دی تھی اور جس کو ماریا
مردہ سمجھی تھی۔ یہ لڑکی اپنے سینے کو تکلیف سے بار بار کو
رہی تھی اور اس کے منہ سے کراہ کی ہلکی ہلکی آواز
تی۔

ماریا نے اس کی رسیاں کھول دیں۔ تو لڑکی نے چونک کر
اسے رسیاں کھولنے والے کی شکل دکھائی نہ دی [illegible]

کون ہو تم؟"
ماریا نے کہا: "ایک آسمانی روح ہوں جو تمہاری
کو آئی ہے۔"
پہلے ہی بہت ڈر اور خوف دیکھ چکی تھی۔ اب وہ

کیا ڈرتی۔ نیک آسمانی روح کا سُن کر اسے یقین آ گیا
کہنے لگی:

"خدا کا شکر ہے کہ اس نے میری فریاد سن لی اور میری
مدد کے لیے آسمانی روح کو بھیجا۔"

ماریا نے اسے اٹھا کر بٹھا دیا اور کہا:

"یہاں تین مسلمان لڑکیاں اور بھی ہیں۔ میں انہیں ڈھونڈ
کر ابھی لاتی ہوں۔"

لڑکی نے کہا: "خدا کے لیے مجھے اکیلی چھوڑ کر نہ جاؤ
وہ ظالم عفریت آ جائیں گے اور مجھے زندہ نہ
چھوڑیں گے۔"

ماریا نے کہا: "گھبراؤ نہیں۔ میں نے ان سب کو
ہلاک کر دیا ہے۔ اب یہاں کوئی نہیں آئے گا۔"

لڑکی بولی: "خدایا تیرا شکر ہے۔ اے نیک روح
وہ تینوں مسلمان لڑکیاں میری سہیلیاں ہیں۔ یہ عفریت
جادو کے زور سے ہم چاروں کو یہاں لائے تھے
ان پر آخری طلسم ہونے والا تھا اور مجھ پر ابھی
پہلا طلسم ہی ہوا تھا۔ کیا میری سہیلیاں زندہ ہیں؟"

ماریا نے کہا: "میں نے انہیں آخری طلسم سے بچا
لیا ہے۔ وہ بھاگ اٹھی تھیں۔ یہیں کہیں ہوں گی

میں انہیں ڈھونڈ کر اسی جگہ لاتی ہوں۔"

ماریا لپک کر کوٹھڑی سے باہر آئی اور اس نے تینوں
مسلمان لڑکیوں کو اِدھر اُدھر دیکھنا شروع کر دیا۔ مگر وہ اسے
کہیں نہ ملیں۔ اچانک ماریا نے دیکھا کہ وہ تینوں لڑکیاں بھاگتی
ہوئی آ رہی ہیں۔ ماریا نے دیکھا کہ ان کے جسم بالکل لڑکیوں
ایسے ہو گئے تھے اور شکلیں بھی انسانی بن گئی تھیں۔ یعنی ان کی
آنکھیں اب چہرے پر لگی تھیں۔ وہ بھاگ کر چوتھی مسلمان لڑکی
کی کوٹھڑی میں داخل ہو گئیں۔ ماریا بھی ان کے پیچھے پیچھے
کوٹھڑی میں داخل ہو گئی۔

بڑی مسلمان لڑکی جاتے ہی کوٹھڑی والی لڑکی سے لپٹ گئی۔

"یا اللہ تیرا شکر ہے کہ ہماری پیاری سہیلی ہمیں زندہ
سلامت مل گئی۔"

ایک لڑکی نے پوچھا: "راغلانہ تمہیں کس نے رسیاں
کھول کر آزاد کیا؟"

کوٹھڑی والی لڑکی کا نام راغلانہ تھا۔ اس نے کہا:
"پہلے یہ بتاؤ کہ تم کس طرح انسانی شکل واپس آئیں اور
آزاد ہوئیں؟"

بڑی لڑکی نے کہا: "عفریت نولاٹ ہلاک ہو چکا ہے۔
ان کا جادو ختم ہو گیا ہے۔ اب ہم سب آزاد ہیں۔"

"مگر خولات عفریت کو کس نے ہلاک کیا؟"
بڑی لڑکی کہنے لگی: "ہمیں کچھ خبر نہیں ہے کہ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ وہ لوگ گرم سلاخوں سے ہماری پتلی کی آنکھیں پھوڑنے ہی لگے تھے کہ کسی نے خولات عفریت کی نیلی آنکھ میں گرم دہکتی ہوئی سلاخ ٹھونک دی اور وہ تڑپنے لگا۔ وہ مر گیا ہو گا۔ جب ہی تو ہم پر اس کا جادو ختم ہو گیا اور ہماری آنکھیں واپس ہمارے چہروں پر آگئیں۔"
ماغلانہ نے کہا: "یہ ضرور اسی نیک آسمانی روح کا کارنامہ ہو گا۔"
"کون نیک آسمانی روح؟" ایک لڑکی نے پوچھا۔
ماغلانہ نے اسے بتایا کہ ایک نیک آسمانی روح اس کی کوٹھڑی میں آئی تھی اور اس نے اس کی رسیاں کھول تھیں۔ اور اب وہ تم تینوں کی تلاش میں واپس گئی ہے۔ بڑی لڑکی بولی:
"ہمارے ساتھ ایک چوتھی لڑکی بھی قید خانے میں تھی۔ وہ غائب ہے۔ خدا جانے کہاں چلی گئی ہے۔"
ماریا نے غیبی آواز میں کہا: "وہ لڑکی یہاں سے نکل کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی تھی۔"

تینوں مسلمان لڑکیاں ڈر کر ایک دوسری سے لگ گئیں۔ وہ ماریا کی غیبی آواز سے خوف کھا گئی تھیں۔
ماغلانہ نے مسکرا کر کہا:
"گھبراؤ نہیں ——— یہ اسی نیک روح کی آواز ہے جس نے مجھے آزاد کیا تھا۔"
پھر ماغلانہ نے مسکرا کر کہا:
"اے نیک روح! میری تینوں سہیلیاں واپس آگئی ہیں اور ان کا طلسم ٹوٹ چکا ہے۔"
ماریا بولی: "میں دیکھ رہی ہوں۔ اب تم یہاں سے باہر نکل چلو۔ کہیں کوئی دوسرا طلسم تم پر اپنا اثر ڈالنا نہ شروع کر دے۔"
ماریا چاروں مسلمان لڑکیوں کو لے کر سرنگ میں سے نکل کر دیوار والی آنکھ کے سوراخ میں سے دوسری طرف غار میں آگئی۔ آنکھ سے نکلتے ہی آنکھ غائب ہو گئی۔ اسی طرح جب وہ اہرام والی دیوار پر بنی ہوئی آنکھ میں سے نکل کر چبوترے کے اندر والی قبر میں داخل ہوئیں تو وہ آنکھ بھی غائب ہو گئی۔ ماریا اور چاروں لڑکیاں بھی ملکہ [illegible] کے چبوترے کے بیچ والے چوڑے سوراخ میں سے باہر آگئیں۔ ماریا نے چاروں لڑکیوں کو ان کے گھر والوں تک پہنچایا اور خود عنبر کو ڈھونڈنے سرنگ کی طرف چل پڑی۔

لاشوں کا چور

عنبر اور حبشی نوجوان طرطوش صحرا میں سفر کر رہے تھے۔

جیسا کہ آپ نے پچھلے باب میں پڑھا ہو گا عنبر اس وقت ماریا کی تلاش میں ہے اور حبشی نوجوان طرطوش کے ساتھ ملک حبشہ میں اس کے گاؤں کی طرف جا رہا ہے۔ کیوں کہ حبشی طرطوش نے اسے بتایا ہے کہ اس کے گاؤں کے باہر ایک پہاڑی غار میں ایک ایسا بھاری پتھر ہے جس پر اگر وہ اکیس روز چلہ کاٹے تو وہ ہر سوال کا جواب دے گا۔ عنبر اس پتھر سے ماریا کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے۔

چار دنوں اور چار راتوں کے سفر کے بعد عنبر اور حبشی نوجوان طرطوش ملک حبشہ میں داخل ہو گئے۔ طرطوش عنبر کو اپنے گھر لے گیا۔ طرطوش کی بوڑھی ماں اپنے بچے کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئی۔ اس نے اپنے بچے کو سینے سے لگا لیا۔ ایک دن اور ایک رات طرطوش نے آرام کر کے سفر کی تھکاوٹ دور کی۔ تیسرے روز شام کو

وہ عنبر کو اپنے ساتھ گاؤں سے دور پہاڑی غار کے اندر لے گیا۔ یہاں ایک بھاری تکونا پتھر دیوار کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ طرطوش نے اس کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"عنبر دوست! یہی وہ پتھر ہے جس کے بارے میں میں نے تمہیں بتایا تھا کہ یہ میرے سوال کا جواب دے گا۔ مگر اس کے لیے مجھے اس کے آگے بیٹھ کر اکیس روز چلہ کاٹنا ہو گا۔"

عنبر نے پوچھا: "کیا یہ چلہ خطرناک ہے؟"

طرطوش بولا: "نہیں ایسا خطرناک بھی نہیں ہے۔ ہاں اگر اس وقت جب میں آنکھیں بند کیے رات کو منتر پڑھ رہا ہوں کوئی مجھے آواز دے دے تو میری موت واقع ہو سکتی ہے۔"

عنبر نے کہا: "تم بے فکر رہو۔ جب تم چلہ کاٹ رہے ہو گے تو میں اس غار کے باہر پہرہ دوں گا۔ کیا تم صرف رات کو ہی چلہ کاٹو گے؟"

"ہاں عنبر دوست! مجھے آدھی رات کے بعد یہاں بیٹھ کر مقدس منتر پڑھنے ہوں گے۔ یہ منتر وہ ہیں کہ پتھر کو بھی نرم کر دیتے ہیں اور وہ بات کرنے لگتے ہیں۔"

عنبر کہنے لگا: "خیر یہ تو تم ہی بہتر جانتے ہو کیونکہ

میں ایسی باتوں پر یقین نہیں رکھتا۔"

طرطوش حبشی ہنسا اور کہنے لگا:

"اکیس دنوں کے بعد جب تم خود اس پتھر کو بولتے سنو گے تو تمہیں اپنے آپ یقین آ جائے گا۔ آؤ اب واپس گھر چلتے ہیں۔ رات کو آئیں گے۔"

عنبر اور طرطوش واپس گھر آ گئے۔ اسی دن جب آدھی رات گذر گئی تو طرطوش نے عنبر کو ساتھ لیا اور غار میں آ کر پتھر کے سامنے بیٹھ گیا اور منتر پڑھنے لگا۔ اس نے ایک دیا وہاں روشن کر کے اپنی آنکھوں کے سامنے رکھ لیا تھا اور کبھی کبھی منتر پڑھتے ہوئے اس کی لَو کو غور سے دیکھ لیتا تھا۔

عنبر غار کے باہر پہرہ دے رہا تھا۔ وہ رات گذر گئی۔ اسی طرح بیس راتیں گذر گئیں۔ پھر چلّے کی اکیسویں رات آ گئی۔ یہ آخری رات تھی۔ اس رات پچھلے پہر پتھر نے بات کرنی تھی۔ عنبر بے تاب تھا کہ دیکھو یہ پتھر ماریا، ناگ اور کیٹی کے بارے میں کیا بتاتا ہے۔ جب آخری رات کا چلہ بھی طرطوش نے ختم کر لیا تو اس نے اُٹھ کر پتھر کو چُھوا اور اس پر ہاتھ رکھ کر اس نے وہ سوال دُہرایا جو عنبر نے اسے بتایا تھا۔

"اے پتھر! میں نے اپنے منتر پڑھ کر تجھے زبان

دی ہے۔ اب مجھے بتا کہ میرے دوست عنبر کی ساتھی ماریا کہاں ہو گی؟"

پتھر میں سے ایک آواز گونجتی سنائی دی:

"ماریا کے متعلق مجھے کچھ بتانے کا حکم نہیں ہے۔"

عنبر نے پریشان ۔ کر طرطوش کی طرف دیکھا۔

طرطوش نے عنبر سے کہا:

"دوسرا سوال بتاؤ دوست؟"

عنبر نے کہا: "اس سے پوچھو ناگ اور کیٹی کہاں ہیں؟"

طرطوش حبشی نے پتھر سے دوسرا سوال پوچھا تو اُس نے کہا:

"ناگ اور کیٹی کے بارے میں مجھے کچھ بتانے کا حکم نہیں ہے یہ راز ہے اور میں اس راز کو ظاہر کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔"

طرطوش نے ایک بار پھر عنبر کی طرف دیکھا۔

عنبر نے کندھے جھکا لیے اور بولا:

"اس سے پوچھو کہ مجھے ان کے بارے میں کوئی ایسا اشارہ ہی بتا دے کہ جس سے انہیں تلاش کرنے میں آسانی ہو۔"

طرطوش حبشی نے پتھر سے اشارہ بتانے کی بات کی

اس نے کہا:

"ان کے بارے میں، میں کوئی اشارہ بھی نہیں بتا سکتا۔ میں جانتا ہوں ماریا اس وقت کہاں ہے۔ میں اسے دیکھ رہا ہوں۔ مگر یہ وقت کا تاریخ کا ایک ایسا راز ہے کہ اگر میں نے ظاہر کر دیا تو میرے پرخچے اُڑ جائیں گے۔ میں مجبور ہوں۔"

عنبر نے کہا: "میرے پاس اب کچھ پوچھنے کو نہیں ہے۔ تم کو اگر کچھ پوچھنا ہو تو پوچھ لو۔"

طرطوش بولا: "میں نے یہ چلّہ اپنے لیے نہیں، تمہارے لیے کیا تھا۔"

اور وہ دیا بجھا کر اُٹھ بیٹھا: "آؤ واپس گھر چلتے ہیں۔"

راستے میں طرطوش نے عنبر سے پوچھا:

"معلوم ہوتا ہے تم کسی بڑے پُراسرار کام پر لگائے گئے ہو۔ آج تک اس پتھر نے کبھی یوں بے بسی کا اظہار نہیں کیا۔"

عنبر بولا: "ہاں کچھ ایسا ہی معاملہ ہے۔ یہ ایک ایسا راز ہے۔ جس کی تفصیل میں تمہیں بیان نہیں کر سکتا۔ بس جتنا میں نے اپنے اور ناگ ماریا کے بارے میں بتا دیا ہے۔ اتنا ہی بہت ہے۔ لیکن تم مجھے یہ بتاؤ کہ کیا یہ پتھر تمہیں زمین کے اندر چھپے

ہوئے خزانوں کے بارے میں کچھ نہیں بتاتا؟ تم دولت کی تلاش میں مصریوں گئے تھے؟"

طرطوش نے کہا: "یہ پتھر دولت کے بارے میں خاموش رہتا ہے۔ یہ تو صرف اچھی باتوں کا ہی جواب دیتا ہے۔ اچھا یہ بتاؤ کہ اب تمہارا کیا ارادہ ہے عنبر دوست؟"

عنبر نے ایک گہرا سانس لیا اور بولا:

"سوائے اس کے میں اور کیا کر سکتا ہوں کہ خود ناگ ماریا کی تلاش میں یہاں سے نکل چلوں۔"

طرطوش حبشی نے کہا: "دوست عنبر! تم شاید بھول گئے ہو۔ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ شیطانی ٹولے کا سردار یہودی جادوگر جیکب مر چکا ہے۔ مگر اس کا مؤکل ابھی زندہ ہے اور وہ ہماری تلاش میں ہوگا تاکہ وہ ہم سے یہودی کی موت کا بدلہ لے سکے اور ہمیں یا صرف مجھے مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیے ایک بار پھر استعمال کر سکے۔"

عنبر نے کہا: "ہاں — یہ تو میں بھول ہی گیا تھا۔"

طرطوش کہنے لگا: "اور ہو سکتا ہے کہ اس مؤکل کی مدد سے تمہیں ماریا کے بارے میں کچھ پتہ چل جائے کیوں کہ وہ بھی تمہارے ساتھ ہی تھی۔"

عنبر نے غور کیا تو اسے احساس ہوا کہ طرطوش ٹھیک کہہ رہا تھا۔ مردہ یہودی جادوگر کے خطرناک مؤکل کو بھی اس کے انجام تک پہنچانا ضروری تھا۔ ورنہ طرطوش کی زندگی ہمیشہ خطرے میں رہے گی۔ اس نے کہا:

"دوست طرطوش! میں اس پراسرار مؤکل کا انتظار کروں گا جو انتقام لینے کی فکر میں ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ ہم کب تک اس کا انتظار کریں گے، کیا تمہیں یقین ہے کہ اس کا مؤکل ہماری تلاش میں ہو گا؟"

طرطوش کہنے لگا: "جس جادوگر کو کوئی قتل کر دے تو اس کا مؤکل کچھ دنوں کے بعد اپنے مالک کے قاتل کی تلاش میں اس کے گھر میں ضرور آتا ہے۔ مجھے یہاں آئے ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے ہیں اور میں نے ہی یہودی جادوگر کو ہلاک کیا تھا! اس لیے ہو سکتا ہے وہ آج کل میں یہاں آ جائے لیکن اگر تم ماریا کی تلاش میں ضرور جانا چاہتے ہو تو میں تمہیں نہیں روکوں گا۔ میں خود اس خونخوار مؤکل کا مقابلہ کر لوں گا۔"

عنبر نے کہا: "نہیں طرطوش! میں تمہارے ساتھ رہوں گا اور ہم دونوں مل کر اس خونی مؤکل کا مقابلہ

کریں گے۔"

طرطوش حبشی نے مسکرا کر عنبر کی طرف دیکھا اور کہا:

"مجھے تم سے یہی امید تھی۔"

○

عنبر حبشی نوجوان طرطوش کے گھر رہنے لگا۔

دوستو! ہم عنبر کو طرطوش کے گاؤں میں چھوڑتے ہیں اور ناگ کی طرف چلتے ہیں جو شاہ فرانس کی شاہی کنیز عابدہ کے ساتھ کیٹی کا بغیر سر کے دھڑ ایک صندوق میں بند کیے ایک قافلے کے ساتھ قرطبہ کی طرف جا رہا ہے کیونکہ عابدہ کا خیال ہے کہ ہو سکتا ہے۔ سیاح رمیدو (جو کہ اصل میں قارون کی بدروح تھی) ہی کیٹی کا سر کاٹ کر لے گیا ہو اور وہ قرطبہ کی طرف واپس گیا ہو۔ کیوں کہ وہ سپین کا رہنے والا تھا۔

ناگ ایک گھوڑے پر سوار تھا۔ عابدہ دوسرے گھوڑے پر بیٹھی تھی۔ کیٹی کی سر کٹی لاش کا صندوق تیسرے گھوڑے پر لدا تھا اور یہ دونوں ایک چھوٹے سے قافلے کے ساتھ ایک پہاڑی علاقے سے گزرتے چلے جا رہے تھے۔ قافلہ خاموشی سے سفر کرتا رہا۔

دوسری طرف قارون (کی بدروح) کیٹی کا کٹا ہوا سر لے کر قرطبہ پہنچ چکا تھا۔ وہ رات کے اندھیرے میں گھوڑے پر سوار اس

کنوئیں کے پاس جنگل میں آ گئی جس کے اندر وہ کھڑکی تھی جو قارون کے خزانے کے گنبد کو جاتی تھی۔ قارون کی بدروح اس وقت انسانی شکل میں تھا۔ یعنی سیاح رمیدو کی شکل میں تھا۔ لیکن اس کا وقت پورا ہو چکا تھا اور وہ کنوئیں کی کھڑکی میں سے نکلتے ہی پھر سے بدروح بن گیا۔ مگر چوکور آنکھوں والی کیتھی کا کٹا ہوا سر اس کے پاس تھا۔ قارون کی بدروح اپنے گنبد کے قریب سے گذر کر سیدھی پتھروں والی دیوار کے پاس خار دار جھاڑیوں میں آ گئی۔ یہاں اندھیرا تھا۔ قارون کی بدروح نے شیطانی دیوتا کو آواز دی :

"اے شیطانی دیوتا! میں نے تمہاری شرط پوری کر دی ہے۔ میں ایک چوکور آنکھوں والی لڑکی کا سر لے کر آ گئی ہوں۔ اب اسے قبول کر اور اپنی شرط پوری کر اور مجھے ہمیشہ کے لیے دوبارہ انسانی شکل عطا کر تا کہ میں اپنی بے پناہ دولت کے ساتھ ایک بار پھر عیش و آرام کی زندگی بسر کر سکوں۔"

جھاڑیوں میں سے شیطانی دیوتا کی آواز آئی :

"اے قارون کی بدروح! اس کٹے ہوئے سر کو ابھی کھوپڑی میں بدلنا ہے۔ جب تک اس کٹے ہوئے سر کی کھوپڑی نہیں بن جاتی تمہیں ہمیشہ کے لیے انسانی شکل نہیں دی جا سکتی۔"

قارون کی بدروح نے کہا: "شیطانی دیوتا! میں ابھی اس سر کو آگ میں اس کی کھال جلا کر اسے کھوپڑی بنائے دیتا ہوں۔"

شیطانی دیوتا نے کہا: "نہیں تم ایسا کرو گے تو میں اپنی شرط پوری نہیں کر سکوں گا۔ چوکور آنکھوں والی اس لڑکی کے سر کو قدرتی طور پر کھوپڑی میں بدلنا ہو گا۔ جب قدرتی طور پر اس سر کی کھال اتر کر مٹی بن جائے گی اور نیچے سے اس کی صاف شفاف کھوپڑی نکل آئے گی۔ تب کہیں جا کر تم کو انسانی شکل عطا کی جائے گی۔ پھر تم کبھی واپس بدروح کی شکل اختیار نہیں کرو گے اور ہمیشہ عیش و آرام سے رہو گے۔ اس لیے ابھی اس کٹے ہوئے سر کو گنبد میں جواہرات کے کسی صندوق میں رکھ کر بند کر دو اور اس کے کھوپڑی بننے کا انتظار کرو۔"

قارون کی بدروح نے کہا: "جو حکم شیطانی دیوتا۔ میں ایسا ہی کروں گا۔"

شیطانی دیوتا کی آواز گونجی :

"لیکن تمہیں اس سر کی رکھوالی کرتی ہو گی کیوں کہ ہو سکتا ہے کوئی خزانے کی تلاش میں یہاں آ نکلے اور

اسے بھی چرا کر ساتھ لے جائے۔"
قارون کی بدروح بولی : "میں اس کی رکھوالی کروں گا۔ اور کسی کو اتنی اجازت نہیں دوں گا کہ وہ اسے چرا کر لے جائے۔"
قارون کی بدروح نے کیٹی کے سر کا تھیلا اٹھایا اور گن میں آ گیا۔ یہاں اس کا خزانہ بکھرا پڑا تھا۔ جگہ جگہ ہیرے موتیوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ دیواروں اور ستونوں کے پاس سونے چاندی کے زیورات اور جواہرات کے ہاروں سے بھرے ہوئے بے شمار صندوق رکھے تھے۔ یہ قارون کی بدروح کا اپنا خزانہ تھا۔ وہ ایک ستون کے پاس آ گئی۔
یہاں سب سے نیچے ایک بھاری سیاہ لکڑی کا صندوق رکھا تھا۔ قارون کی بدروح نے اس صندوق کو کھول دیا۔ اندر جواہرات جگ مگ کرنے لگے۔
قارون کی بدروح نے کیٹی کا کٹا ہوا سر تھیلے میں سے نکالا اور جواہرات کے ڈھیر کے نیچے دبا کر رکھ دیا اور صندوق کو بند کر کے اس کے اوپر دوسرے صندوق رکھ دیئے جس صندوق میں بدروح نے کیٹی کا سر رکھا تھا اس کے تالے والی جگہ پر ایک سیاہ مہر لگی تھی جس پر بلی کا سر بنا ہوا تھا۔
قارون کی بدروح نے خوشی کا ایک قہقہہ لگایا جو ایک بھیانک

کی طرح تھی۔ قارون کی بدروح کو پورا پورا یقین تھا کہ اس کے خفیہ خزانے کے گنبد تک کوئی انسان نہیں آ سکتا۔ پھر اس نے کنوئیں والی کھڑکی کو ایک بھاری پتھر سے بند کر دیا اور گنبد کے ارد گرد پھرنے لگی۔
دوسری طرف ناگ اور شاہی کنیز عابدہ کیٹی کی لاش کے صندوق کو لیے قرطبہ کی سرائے میں پہنچ گئے۔ شام کا وقت تھا۔ ناگ نے کیٹی کی لاش والے صندوق کو سرائے کی کوٹھڑی میں رکھ کر اس کا ڈھکنا کھول کر دیکھا۔ کیٹی کی لاش بالکل ویسی کی ویسی پڑی تھی۔ اس میں ذرا سی بھی خرابی نہیں ہوئی تھی۔ عابدہ بھی ناگ کے پاس کھڑی تھی، بولی :
"ناگ بھیا! لاش بالکل ٹھیک حالت میں ہے۔"
ناگ نے کہا : "ہاں عابدہ! یہ کیٹی کی لاش ہے جس کا خون ہمارے تمہارے خون سے بہت مختلف ہے۔ لیکن یہ صرف تین ماہ تک ایسی رہ سکتی ہے اس کے بعد اس کے خون میں تبدیلی آ جائے گی۔ اور یہ لاش مٹی بن جائے گی۔ پھر ہم کیٹی کو کبھی دوبارہ زندہ نہیں کر سکیں گے۔"
پھر ناگ نے عابدہ کی طرف دیکھ کر کہا :
"عابدہ بہن! میرا خیال ہے کہ تمہیں اپنے ماں باپ

کے پاس غرناطہ جانا چاہیے۔ کیوں کہ تم بھی موت
کے منہ سے نکل کر یہاں تک آئی ہو اور وہ تمہاری
یاد میں بے قرار ہوں گے۔"

عابدہ نے کہا: "لیکن ناگ بھیا! میں تمہیں اس
حالت میں اکیلا چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی۔"

ناگ کہنے لگا: "تم میری فکر نہ کرو عابدہ! میں ان
مصیبتوں کا عادی ہوں۔ میرا کہا مانو اور اپنے گھر
جاؤ۔ ہاں کچھ روز گزارنے کے بعد اس سرائے میں
آکر اگر چاہو تو میرا پتہ کر لینا۔"

عابدہ ناگ کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتی تھی مگر ناگ نے
اسے مجبور کر دیا اور وہ دوسرے دن صبح صبح گھوڑے پر
سوار ہو کر اپنے ماں باپ کے گھر کی طرف غرناطہ شہر کو
روانہ ہو گئی۔

اب ناگ قرطبہ شہر کی اس سرائے میں اکیلا رہ گیا۔
کیٹی کی سرکٹی لاش صندوق میں بند پڑی تھی جسے ناگ نے
تالا لگا کر رکھا ہوا تھا۔ ناگ نے اب شہر میں گھوم پھر
اپنے اس سیاح دوست رمیدو کو ڈھونڈنے کی مہم شروع
کر دی جس کے بارے میں اسے یقین تھا کہ وہی کسی
سے کیٹی کا سر کاٹ کر ساتھ لے آیا ہے۔ ناگ کی
میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ رمیدو نے ایسا کیوں کیا

ہو سکتا ہے وہ اس پر کوئی طلسم کرنا چاہتا ہو۔ کیوں کہ
اس زمانے میں لاش کے کٹے ہوئے سروں پر طلسم کرنے
کی بیماری عام تھی اور لوگ راتوں رات کسی خفیہ خزانے
کو تلاش کر کے دولت مند بن چاہتے تھے۔

ناگ صبح سے شام تک شہر کے بازاروں اور گلی کوچوں
میں چل پھر کر سیاح رمیدو کا سراغ لگانے کی کوشش کرتا اور
شام کو واپس سرائے میں آ جاتا۔ قرطبہ میں اسے چوتھا روز
گزر رہا تھا۔ ابھی لاش کے زندہ ہونے کی مہلت میں ڈھائی
مہینے باقی تھے۔ ناگ کو عنبر اور ماریا کا بھی خیال آتا کہ نہ جانے
وہ کہاں ہیں۔ اگر اس کے ساتھ ہوتے تو ماریا کم از کم مکانوں
کے اندر جا کر رمیدو کو ڈھونڈ سکتی تھی۔

اس زمانے میں قرطبہ پر مسلمانوں کی حکومت تھی۔ یہ وہ زمانہ
تھا کہ جب قرطبہ میں ڈاکٹری علم پر بڑا کام ہو رہا تھا۔ ایک
مشہور مسلمان سرجن الجریدی انسان کی لاشوں پر تجربے کر کے بیماریوں
کا پتہ چلا رہا تھا کہ فلاں بیماری کا انسان پر کیا اثر ہوتا ہے اور
اسے کس طرح دور کیا جا سکتا ہے۔ اس کے لیے اسے ہر
ہفتے ایک تازہ انسانی لاش کی ضرورت ہوتی تھی اور مردہ
لاش ملنی بہت مشکل تھی۔ کیوں کہ لوگ اپنے اپنے مردوں
کو قبروں میں دفن کر دیتے تھے۔ پھر ان کی قبروں کی رکھوالی
بھی کرتے تھے کہ کوئی لاش چور قبر سے لاش نکال کر نہ

لے جائے۔

سرجن الجریدی نے اپنے خفیہ ایجنٹ چھوڑ رکھے تھے جو اسے ہر ہفتے کوئی نہ کوئی لاش کسی قبر سے نکال کر لا دیتے تھے۔ اسے ہر بار تازہ لاش کی ضرورت ہوتی تھی۔ پرانی لاش پر وہ ڈاکٹری تجربے نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے لاش کے لیے بھاری رقم رکھی ہوئی تھی جو وہ خفیہ طور پر لاش چوروں کو دیتا تھا۔ پھر بھی تازہ لاش مشکل سے ملتی تھی۔ کیوں کہ لوگوں کو بھی پتہ چل گیا تھا کہ کوئی لاش خور جانور قبروں میں سے تازہ مردے اکھاڑ کر لے جاتا ہے۔

ایک بار جب دو ہفتے گذر گئے اور سرجن الجریدی نے تپ دق کے بارے میں انسانی لاش کے پھیپھڑوں پر ایک ضروری تجربہ کرنا تھا تو وہ بے چین ہو گیا۔ اس نے اپنے خاص ایجنٹ کو بلا کر کہا:

"میں ایک لاش کا ایک سو دینار دوں گا۔ مجھے کہیں سے لاش لا دو۔ نہیں تو میرا تجربہ ادھورا رہ جائے گا۔ اس میں سارے انسانوں کی بھلائی ہے۔ میں تپ دق کے علاج کی کوئی دوا ایجاد کرنا چاہتا ہوں۔"

ایجنٹ نے کہا: "میں کوشش کروں گا۔"

ایک سو دینار بہت بڑی رقم تھی۔ یہ آج کے زمانے

کے دس لاکھ روپے تھے۔ ایجنٹ نے فوراً اپنے ایک لاش چور کو اپنے گھر بلایا اور کہا:

"میں تمہیں پچاس دینار دوں گا۔ مجھے کہیں نہ کہیں سے ایک انسانی لاش لا کر دو۔"

لاش چور نے کہا: "حضور! قبرستان کے گرد لوگوں نے اپنے پہرہ دار بٹھا رکھے ہیں۔ اب وہاں سے کسی تازہ مردے کو اکھاڑ کر لانا ناممکن ہے۔"

ایجنٹ نے کہا "اچھا ہے تم کسی زندہ آدمی کو ہلاک کرو، لیکن مجھے دو دن کے اندر اندر کہیں سے لاش لا کر دو۔ یہ لو — میں دس دینار تمہیں پیشگی دیتا ہوں۔"

سونے کے دس دینار پا کر لاش چور بہت خوش ہوا۔ اس نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ وہ دو دن میں کوئی نہ کوئی لاش ضرور لا کر دے گا خواہ اس کے لیے اسے کسی زندہ انسان کو ہی ہلاک کیوں نہ کرنا پڑے۔

لاش چور اب کسی ایسے شکار کی تلاش میں تھا جس کو وہ قتل کر سکے اور اس کی لاش ایجنٹ کے حوالے کر دے۔ لاش چور اسی شہر کا رہنے والا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ کس آدمی کو وہ آسانی سے قتل کر سکتا ہے؟ اچانک اسے ایک چوکیدار کا خیال آ گیا جو اس کا دوست بھی تھا

اور ساری رات شہر کے ایک بازار میں پہرہ دینے کے
بعد دن کے وقت سویا رہتا تھا۔ لاش چور نے سوچا کہ وہ
اس چوکیدار کو سوتے میں بڑے آرام سے قتل کر دے گا۔
چنانچہ وہ دوپہر کے بعد اپنے گھر سے نکلا اور چوکیدار کی
مکان کی طرف روانہ ہو گیا۔

چوکیدار بازار کے کونے پر ایک مکان کی کوٹھڑی میں
رہتا تھا۔ لاش چور نے دروازے پر دستک دی۔ چوکیدار نے
جو ہونا تازہ تھا دروازہ کھولا اور لاش چور کو اپنی نیند بھری
آنکھوں سے دیکھتے ہوئے کرخت آواز میں بولا:

"تم اس وقت مجھے تنگ کرنے کیوں آ گئے ہو؟
تمہیں معلوم نہیں کہ یہ میرا آرام کرنے کا وقت ہوتا
ہے؟ ساری رات میں جاگ کر پہرہ دیتا ہوں۔"

لاش چور نے جیب سے سونے کا ایک دینار نکال کر کہا:
"میرے دوست میں جانتا ہوں کہ یہ تمہارے آرام کا
وقت ہے مگر میں تمہیں یہ دینار اسی وقت دے کر
خوش کرنا چاہتا تھا۔"

چوکیدار دینار کو دیکھ کر خوش ہو گیا اور بولا:
"یہ دینار۔ تم نے کہاں سے چوری کیا ہے؟"
لاش چور بولا: "خدا مجھ سے چوری نہ کرائے۔ بات
یہ ہے کہ میں پرانے کھنڈروں کی سیر کر رہا تھا کہ

وہاں مجھے ایک بٹوہ گرا ہوا ملا جس میں دو دینار
تھے۔ ایک میں نے رکھ لیا اور ایک تمہیں دے
رہا ہوں۔ کیوں کہ تم میرے بڑے اچھے دوست ہو۔"
چوکیدار نے دینار لے کر جیب میں رکھ لیا اور بستر
پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ لاش چور اس سے اِدھر
اُدھر کی باتیں کرتے ہوئے اس کے سونے کا انتظار کرنے
لگا۔ اس نے اپنے لمبے کرتے کی جیب میں ایک تیز
دھار والا خنجر چھپا کر رکھ لیا تھا۔

چوکیدار کو سخت نیند آ رہی تھی۔ وہ لاش چور کی
باتوں کا ہوں ہاں میں ہی جواب دے رہا تھا۔ پھر اس
نے ہوں ہاں کہنا بھی بند کر دیا۔ اور ہلکے ہلکے خراٹے لینے
لگا۔ جب لاش چور نے اس کے خراٹوں کی آواز سنی تو
اسے اطمینان ہو گیا کہ چوکیدار سو گیا ہے اور اس کو
قتل کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ لاش چور نے اپنی جیب
سے خنجر نکالا اور اسے ہاتھ میں لے کر دبے قدم اٹھاتا
سوئے ہوئے چوکیدار کی طرف بڑھا۔

لاش چور چارپائی کے پاس پہنچ کر حملہ کرنے ہی والا
تھا کہ اس کا پاؤں زمین [illegible] کھٹ ٹانگنے کے لوٹے سے
ٹکرا گیا۔ شور کی آواز بلند ہوئی اور چوکیدار کی آنکھ کھل
گئی۔ اس نے جو لاش چور کو خنجر ہاتھ میں لیے اوپر جھکے

دیکھا تو اچھل کر دور جا گرا اور لپک کر دیوار سے لٹکی ہوئی
تلوار کھینچ لی۔ اب تو لاش چور کو اپنی جان کے لالے پڑ
گئے۔ چوکیدار نے چلا کر غصے سے کہا:

"تو تم مجھے قتل کرنے آئے تھے حرام خور؟"

چوکیدار تلوار لے کر لاش چور پر جھپٹا۔ لاش چور خنجر
پھینک کر باہر کی طرف بھاگا۔ چوکیدار تلوار لہراتا اس کے
پیچھے بھاگا۔ گلیوں میں سے بھاگتا ہوا لاش چور سرائے میں
اس کوٹھڑی میں گھس گیا۔ جہاں ناگ بیٹھا ہوا تھا۔ لاش
چور نے آتے ہی ناگ کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے اور پھر
قدموں میں گر کر بولا:

"ایک قاتل میرے پیچھے لگا ہے۔ وہ مجھے قتل
کرنا چاہتا ہے۔ مجھے اس سے بچاؤ۔ خدا کے لیے
بچاؤ۔"

ناگ نے کہا: "میرے پلنگ کے نیچے چھپ جاؤ۔"

لاش چور ناگ کے پلنگ کے نیچے گھس گیا۔ ناگ نے
پلنگ پر چادر ڈال دی۔ تھوڑی دیر میں چوکیدار ہاتھ میں
تلوار لیے آیا اور ناگ سے پوچھا:

"تم نے ایک دبلے پتلے آدمی کو تو یہاں نہیں
دیکھا۔ وہ مجھے قتل کرنے آیا تھا۔"

ناگ نے کہا: "میں نے تو نہیں دیکھا۔"

یہ سن کر چوکیدار بولا: "آج وہ حرام خور مجھ سے بچ
کر نہیں جا سکتا۔"

اور تلوار لہراتا سرائے سے باہر نکل گیا۔

اس کے جانے کے بعد ناگ نے لاش چور کو پلنگ
کے نیچے سے نکالا اور کہا:

"وہ تو کہہ رہا تھا کہ تم اسے قتل کرنے آئے تھے۔"

لاش چور بڑی معصوم سی صورت بنا کر بولا:

"حضور! میں تو ایک کمزور سا آدمی ہوں۔ اسے
کیسے قتل کر سکتا ہوں۔ وہ میرا دوست ہے
ہمارا جھگڑا ہو گیا اور وہ تلوار لے کر مجھے قتل
کرنے کے لیے جھپٹا۔"

ناگ نے کہا: "اچھا وہ چلا گیا ہے اب تم
بھی جا سکتے ہو۔"

لاش چور کو اپنی جان کی فکر پڑی تھی۔ وہ رات اسی
کوٹھڑی میں گزارنا چاہتا تھا تاکہ دوسرے دن منہ اندھیرے
وہاں سے کسی دوسرے شہر چلا جائے۔ کیوں کہ وہ جانتا
تھا کہ اب چوکیدار اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اس
کے پاؤں پکڑ لیے اور کہا:

"حضور! مجھے باہر نہ بھیجیں۔ وہ مجھے نہیں چھوڑے

گا۔ خدا کے لیے مجھے صرف آج کی رات اس کوٹھڑی میں چھپائے رکھیں۔ صبح منہ اندھیرے میں یہاں سے کسی دوسرے شہر کو چلا جاؤں گا۔"

ناگ کو لاش چور پر رحم آ گیا۔ اس نے اسے کوٹھڑی میں پچھلے رہنے کی اجازت دے دی اور اٹھ کر دروازہ بند کر دیا۔ ناگ کو کیا خبر تھی کہ یہ اس کا دشمن ہے جو وہاں آ گیا ہے۔ اس نے لاش چور کو کھانا بھی کھلایا اور اس سے باتیں کرنے لگا۔

لاش چور نے ناگ کو جھوٹ موٹ بتایا کہ وہ ایک غریب مزدور ہے اور شہر میں مزدوری کر کے پیٹ پالتا ہے۔

عنبر نے کہا: "تم بے فکر ہو کر یہاں رات گذارو۔ یہاں تمہیں کوئی کچھ نہیں کہے گا۔"

لاش چور کی نگاہ کئی بار دیوار کے ساتھ لگے اس بھاری صندوق پر پڑی تھی جس میں کیٹی کی سر کٹی لاش بند تھی۔ اس نے باتوں ہی باتوں میں ناگ سے پوچھا کہ اس صندوق میں کیا ہے؟

ناگ نے کہا: "میرے کپڑے اور ضروری سامان ہے میں تاجر ہوں۔ دوسرے شہروں سے مال لا کر

فروخت کرتا ہوں۔"

مگر لاش چور کو شک سا پڑ گیا کہ اس صندوق میں بڑی قیمتی چیزیں ہیں اور ہو سکتا ہے اس تاجر (یعنی ناگ) نے سونے کے دینار بھی رکھے ہوں۔ کیوں کہ ناگ اسے ایک امیر سوداگر لگا تھا۔ لاش چور نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ جونہی موقع ملا وہ صندوق کھول کر اس میں سے جواہرات اور دوسری قیمتی چیزیں چرا کر لے جائے گا۔ اب وہ موقع کی تلاش میں رہا۔ اور یہ موقع اسے بہت جلد مل گیا۔ جب رات ہوئی تو ناگ نے سوچا کہ کیوں نہ وہ پرانے کھنڈر میں جا کر رمیدو کا سراغ لگانے کی کوشش کرے۔ کیوں کہ اگر رمیدو نے کسی عمل یا چلے کے لیے کیٹی کا سر کاٹا ہے تو وہ ضرور اسی کھنڈر میں ہو گا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ چلے کاٹنے اور طلسمی عمل کرنے کے لیے قرطبہ کا وہ کھنڈر بڑا مشہور تھا۔

ناگ نے لاش چور سے کہا کہ وہ تھوڑی دیر کے لیے باہر جا رہا ہے۔ اس لیے وہ کوٹھڑی کی حفاظت کرے۔ لاش کے صندوق پر چونکہ مضبوط تالا لگا تھا۔ اس لیے ناگ کو کوئی فکر نہیں تھی۔ ویسے بھی اسے یقین تھا کہ صندوق میں سے لاش کو کوئی چور نہیں نکالے گا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ لاش چور کو ایک لاش ہی کی سب سے زیادہ ضرورت تھی۔

ناگ چلا گیا۔ لاش چور بڑا خوش ہوا کہ اسے موقع مل گیا ہے۔ ناگ کو گئے جب کچھ دیر ہو گئی تو لاش چور نے پتھر مار کر صندوق کا تالا توڑ ڈالا اور بے تابی سے اس کا ڈھکن کھول دیا۔ جونہی اس نے اندر ایک سر کٹی انسانی تازہ لاش دیکھی تو اس کے منہ سے ایک بار تو چیخ نکل گئی۔ پھر وہ سنبھل گیا۔ اور لاش کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اسے اس کے دل کی مراد مل گئی تھی۔ وہ لاش ایجنٹ کے حوالے کر کے اس سے چالیس سونے کے دینار حاصل کر سکتا تھا۔ چور نے کوٹھڑی کے دروازے میں سے جھانک کر دیکھا۔

O

بدروح کا زرد شعلہ

رات سنسان تھی، باہر کوئی نہیں تھا۔

لاش چور کے لیے یہ ایک سنہری موقع تھا۔ اس نے پلنگ کی چادر میں لاش کو صندوق میں سے نکال کر رکھا، اسے لپیٹا اور کاندھے پر ڈال کر کوٹھڑی سے باہر آ گیا۔ وہ اس بات پر ضرور حیران تھا کہ اس عورت کی لاش کا سر کہاں غائب ہو گیا ہے اور یہ تاجر تو کوئی قاتل نکلا کہ ایک عورت کی سر کٹی لاش اپنی کوٹھڑی میں رکھے بیٹھا تھا۔

لاش چور کو صرف ایک ہی ڈر تھا کہ کہیں وہ کم بخت چوکیدار نہ اسے مل جائے۔ لیکن وہ شہر کی دوسری طرف سے نکل کر سنسان بازار میں آ گیا۔ یہاں چوکیدار کے ملنے کا خطرہ نہیں تھا۔ یہ بازار اور گلیاں لاش چور کی دیکھی بھالی تھیں۔ کیٹی کی لاش اتنی بھاری نہیں تھی۔ چنانچہ وہ اسے اٹھائے خاموش اور ویران گلیوں میں سے گزرتا لاشوں کے ایجنٹ کے مکان پر آ گیا۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔

لاشوں کا ایجنٹ آنکھیں ملتا آیا۔

"اس وقت کون آیا ہے؟"

اس نے دروازہ کھولا تو لاش چور نے اندر آ کر کیٹی کی لاش کو پلنگ پر ڈال دیا۔ ایجنٹ بولا:

"کم بخت یہ اس وقت کہاں سے لاش لایا ہے؟"

پھر لاش کے منہ سے چادر ہٹا کر کیٹی کی سر کٹی لاش دیکھی تو تعجب سے بولا:

"لگتا ہے اس کو تم نے ابھی ابھی قتل کیا ہے۔ لاش گرم ہے۔ مگر اس کا سر کہاں ہے؟"

لاش چور بولا: "حضور! میں نے اسے قتل نہیں کیا بلکہ ایک جگہ سے مجھے قتل کی ہوئی مل گئی ہے۔ اس کا سر غائب تھا!"

ایجنٹ بولا: "کوئی بات نہیں۔ سر کی ضرورت بھی نہیں ہوتی!"

لاش چور نے کہا: "حضور! میرا انعام مجھے عنایت کر دیں۔ مجھے ذرا جلدی ہے۔"

ایجنٹ نے الماری میں سے باقی چالیس دینار نکال کر لاش چور کے حوالے کیے اور وہ دینار جیب میں ڈال کر رفوچکر ہو گیا۔ ایجنٹ نے لاش کو اپنے پلنگ کے نیچے اسی چادر میں لپیٹ کر چھپا دیا۔ وہ منہ اندھیرے اس لاش کو قرطبہ کے مشہور سرجن الجریدی کی حویلی میں لے جانا چاہتا

تھا تاکہ اس سے اپنا انعام باقی پچاس دینار وصول کر سکے۔

ادھر جب آدھی رات تک کھنڈر میں گھومنے کے بعد ناگ واپس کوٹھڑی میں آیا تو صندوق کو کھلا دیکھ کر دھک سے رہ گیا۔ جلدی سے صندوق میں جھانک کر دیکھا تو کیٹی کی لاش غائب تھی اور وہ آدمی بھی غائب تھا جس کو ناگ نے اپنی کوٹھڑی میں پناہ دی تھی۔ ناگ تو سر پیٹ کر رہ گیا۔ ظاہر تھا کہ وہی آدمی کیٹی کی لاش کو چرا کر لے گیا تھا۔ پہلے کیٹی کا سر غائب ہوا اور اب اس کی باقی لاش غائب ہو گئی تھی۔ یہ معمّا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر وہ آدمی لاش کو کس مقصد کے لیے لے گیا ہے؟ ناگ پریشان ہو کر کوٹھڑی سے باہر نکلا۔ باہر چاروں طرف خاموشی اور گہرا اندھیرا چھایا تھا۔ وہ تھوڑی دور تک لاش چور کی تلاش میں گیا مگر وہ اس شہر کے پراسرار گنجان گلی کوچوں سے ناواقف تھا۔ اس لیے یہ سوچ کر واپس آ گیا کہ دن نکلے گا تو وہ کیٹی کی لاش کا کوئی سراغ لگانے کی کوشش کرے گا۔

دوسری طرف منہ اندھیرے کا وقت ہوا تو سرجن الجریدی کا ایجنٹ کیٹی کی لاش کو ایک بوری میں ڈال کر خفیہ راستوں سے سرجن کی حویلی میں لے گیا۔ سرجن الجریدی ایک ادھیڑ عمر سرجن تھا اور اپنے فن میں بڑا ماہر تھا۔ اس نے کیٹی کی

لاش دیکھی تو کہا:

"اس کا سر نہیں ہے۔ خیر کوئی بات نہیں لیکن میں حیران ہوں کہ اس کی گردن پر خون کے نشان نہیں ہیں اور جسم بھی گرم ہے۔ کہیں تم اسے قتل کر کے تو نہیں لائے؟"

ایجنٹ نے کہا: "جناب عالی! اگر میں اسے قتل کر کے لایا ہوتا تو اس کی گردن پر خون کے نشان ضرور ملتے۔ یہ تو میرے ایک ایجنٹ نے کہیں سے لا کر دی ہے۔ اور کوئی دوسرا آدمی اسے قتل کر گیا تھا۔ خدا جانے اس نے اس کا سر کہاں پھینک دیا ہے۔"

سرجن الجریدی نے ایجنٹ کو باقی پچاس دینار دیتے ہوئے کہا:

"خبردار کسی کو قتل کر کے لاش مت لانا۔ کوشش کرو کہ تمہیں قبرستان ہی سے کوئی تازہ لاش مل جائے۔ کیوں کہ میں جو کام کر رہا ہوں اس میں انسانوں کی بھلائی ہے اور آنے والی نسلیں میرے ان تجربات سے فائدہ اٹھائیں گی۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

ایجنٹ نے کہا: "میں جلد ہی دوسری لاش بھی لانے کی کوشش کروں گا۔"

سرجن الجریدی نے کہا: "اس وقت میرے پاس دو مُردوں کی لاشیں آ چکی ہیں اور میں ان پر کام کر رہا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ مجھے پندرہ دنوں کے بعد پھر ایک لاش کی ضرورت پڑے گی۔ کیوں کہ ان دو لاشوں کے بعد مجھے اس عورت کی لاش پر تجربات کرنے ہوں گے۔ بہرحال تم پندرہ دن کے بعد قبرستان سے کوئی تازہ لاش لانے کی کوشش کرنا۔"

"ٹھیک ہے جناب۔"

ایجنٹ چلا گیا تو سرجن الجریدی نے کیبٹی کی سر کٹی لاش کو ایک سرد خانے میں لے جا کر رکھ دیا جہاں پہاڑوں پر سے بہت سی برف لا کر رکھ دی گئی تھی۔ اس سے پہلے وہاں ایک لاش پڑی تھی اور ایک لاش پر سرجن تجربات کر رہا تھا۔

جب دن نکلا تو ناگ نے کیبٹی کی لاش کے بارے میں تحقیقات شروع کر دی۔ اسے ایک بات کا یقین ہو گیا تھا کہ یہاں اس شہر میں کوئی لاشوں کا کاروبار کرتا ہے جب ہی کوئی کیبٹی کی لاش کو چرا کر لے گیا اور اس کے سر کو بھی اسی نے کاٹ لیا تھا۔ ورنہ کسی کو لاش چرانے کی کیا ضرورت ...ں ہے۔

سرائے میں لوگ ناشتہ وغیرہ کرنے آ گئے تھے۔ ناگ ان
میں گھل مل کر بیٹھ گیا اور باتیں کرنے لگا۔ اس نے ایک
آدمی سے کہا:
"عجیب شہر ہے یہ تمہارا بھائی۔ یہاں تو سنا ہے
کہ لوگ لاشیں بھی چرا کر لے جاتے ہیں۔"
اس آدمی نے ناگ کی طرف دیکھ کر کہا، "بھائی تم پردیسی
معلوم ہوتے ہو۔ شاید تمہیں معلوم نہیں کہ
یہاں کے جراح ان دنوں انسانی لاشوں کا چیر پھاڑ
کر کے ان پر تجربے کرتے ہیں اور یہ لاشیں انہیں
لاش کے چور پیسے لے کر دیتے ہیں۔"
ناگ نے پوچھا، "لیکن یہ چور لاشیں کہاں سے
لاتے ہیں؟"
وہ آدمی بولا: "قبرستان میں رات کے اندھیرے
میں کسی تازہ قبر کو کھود کر لاش چرا کر لے جاتے
ہیں اب تو قبرستان میں لوگوں نے پہرے بٹھا دیئے
ہیں۔ پھر بھی چور باز نہیں آتے۔"
دوسرا آدمی کہنے لگا، "اب تو لوگ رات کے اندھیرے
میں گھروں سے باہر نہیں نکلتے کہ کہیں لاشوں کے
چور انہیں چھرا گھونپ کر کسی جراح کے پاس ان کی
لاش فروخت نہ کر دیں۔"

ناگ کے سامنے اب ہر بات صاف ہو گئی تھی۔ یقیناً
جس شخص نے کیٹی کی لاش چرائی تھی۔ وہ بھی کوئی لاش چور
تھا۔ اس کو چوکیدار کا خیال آ گیا جو رات کو تلوار لے کر
اس کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ ناگ پتہ پوچھتا پوچھتا چوکیدار
کے گھر پہنچا تو وہاں تالا لگا تھا۔ لوگوں نے بتایا کہ رات
کسی نے اسے قتل کرنے کی کوشش کی تھی اس لیے وہ ڈر
کے مارے شہر چھوڑ کر کچھ دنوں کے لیے گاؤں چلا گیا ہے
جو یہاں سے بہت دور ہے۔ اس چوکیدار کے گاؤں والے گھر
کے بارے میں کسی کو بھی پتہ نہیں تھا۔
ناگ کے دماغ میں ایک ترکیب آئی۔ یہی ایک ترکیب
تھی جس پر عمل کرتے ہوئے وہ کیٹی کی لاش کا کچھ سراغ
لگا سکتا تھا۔ ناگ کو پتہ چل چکا تھا کہ لاشوں کے چور
آدھی رات کو قبرستان کا چکر لگاتے ہیں اور جہاں کہیں
کوئی تازہ قبر کھدی ہوتی ہے اس میں سے مُردہ نکال کر
رفوچکر ہو جاتے ہیں۔
ناگ وہاں سے نکل کر سیدھا قبرستان آ گیا۔
یہاں قبریں بکھری ہوئی تھیں۔ اوپر کھجوروں کے جھنڈ تھے۔
سب کی سب پرانی قبریں تھیں۔ جو چند ایک تازہ قبریں
تھیں ان پر پڑے ہوئے پھول باسی ہو گئے تھے اور مٹی بھی
خشک ہو چکی تھی۔ ناگ قبرستان میں پھرتے پھرتے گورکن

یعنی قبریں کھودنے والے کی جھونپڑی تک آ گیا۔ بوڑھا گورکن جھونپڑی کے باہر تخت پر بیٹھا قہوہ پی رہا تھا۔ ناگ نے جا کر سلام کیا اور اسے بتایا کہ میں افریقہ کے شہر سوڈان کا ہوں اور قرطبہ میں آباد ہو گیا ہوں۔

وہ شام تک گورکن کے پاس بیٹھا رہا اور اسے کہا کہ وہ قبریں کھودنے کا کام کرنا چاہتا ہے۔ گورکن نے کہا،

"یہ بڑا مشکل کام ہے۔ تم نہیں کر سکو گے۔"

اسی طرح باتیں کرتے کرتے جب شام کا اندھیرا پھیل گیا تو ناگ نے اپنی سکیم پر عمل کرتے ہوئے اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"درد سا ہو رہا ہے مجھے۔"

گورکن نے کہا: "پردیس میں آ کر شروع شروع معدہ خراب ہو جایا کرتا ہے۔ ابھی تمہیں چورن کھلاتا ہوں ٹھیک ہو جاؤ گے۔"

گورکن جھونپڑی کے اندر سے چورن لے آیا اور ناگ کو کھلا دیا۔ لیکن اس کے کھاتے ہی ناگ جان بوجھ کر دھڑام سے گر پڑا اور سانس اوپر کھینچ لیا۔ گورکن پریشان ہو گیا۔ اس نے ناگ کو ہلایا۔ اسے آواز دی۔ مگر وہ نہ بولا۔ اس نے نبض دیکھی تو بند تھی۔ سانس بھی نہیں آ رہا تھا۔ ناگ نے اپنے مُردہ ثابت کرنے کا سارا کام کر لیا تھا۔ گورکن کو معلوم

ہوا کہ اجنبی پردیسی مر گیا ہے۔ اس نے شام کے اندھیرے میں ہی جا کر قبر کھودی اور ناگ کو اس میں دفن کر دیا۔ اس خیال سے بھی اس نے جلدی کی کہ کہیں اس پر اس کی موت کا الزام نہ لگ جائے۔ کیونکہ اسی نے ناگ کو چورن کھلایا تھا۔ ناگ نے قبر میں جاتے ہی اپنا سانس روک لیا۔

اتفاق سے اسی رات ایک پرانا لاش چور کیٹی کی لاش لے جانے والا لاش چور موجود نہیں تھا۔ پھرتے پھراتے کسی تازہ لاش کی تلاش میں قبرستان میں داخل ہوا۔ اس نے گورکن سے پوچھا۔

"کوئی تازہ لاش آئی تھی؟"

گورکن نے کہا "ہاں۔ شام کو ایک پردیسی کی لاش لے کر کچھ لوگ آئے تھے۔ پیچھے دفن ہے۔ تم اس کے رشتہ دار ہو کیا؟"

لاش چور بولا "ہاں بابا۔ وہ میرا چچا تھا۔ میں اس کی قبر پر فاتحہ پڑھنے آیا ہوں۔"

گورکن نے کہا "ٹھیک ہے جاؤ۔ کر فاتحہ پڑھو۔ قبر پیچھے کھجور کے درخت کے [illegible] ہے۔"

لاش چور خوشی خوشی اس طرف چل دیا۔ وہ حکیم بن کر تھا۔ لاش چور ناگ کی قبر پر آ کر بیٹھ گیا اور پھر اس نے

قبر کو کھودنا شروع کر دیا۔ مٹی کھودنے کی آواز سن کر گورکن نے تازہ کھدی ہوئی قبر کی طرف دیکھا کہ وہی لاش چور قبر کھود رہا تھا۔ گورکن نے جان بوجھ کر آنکھ بند کر لی۔

وہ بھی یہی چاہتا تھا کہ کوئی چور جتنی جلدی ہو سکے آئے اور ناگ کی لاش نکال کر لے جائے۔ جب اس نے ایک لاش چور کو اپنا کام کرتے دیکھا تو وہ خاموشی سے جھونپڑی میں جا کر سو گیا۔ اور اس نے چور کو اپنا کام کرنے دیا۔

لاش چور نے ناگ کی لاش نکال کر ایک چادر نما تھیلے میں بند کی۔ اپنے کاندھے پر لاد کر اسے قبرستان سے باہر لا کر چھکڑے پر لادا اور چھکڑا لیے شہر کی طرف چل پڑا۔

رات کے اندھیرے میں وہ اس لاش کو لے کر سیدھا ایک اور سرجن کے پاس لے گیا۔ یہ سرجن الجریدی نہیں تھا۔ جس کے پاس کیٹی کی لاش تھی۔ بلکہ یہ ایک دوسرا سرجن تھا۔ اس کا نام موجودی تھا۔ سرجن موجودی نے ناگ کی لاش لے کر چور کو دینار دیئے اور اپنی حویلی کے سرد خانے میں رکھوا دی۔

دوسرے دن دوپہر کے کھانے کے بعد سرجن موجودی لاشوں

کے سرد خانے کی طرف چلا کہ تازہ لاش پر تجربہ شروع کرے اس دوران ناگ نے سرد خانے میں چاروں طرف دیکھ کر تسلی کر لی تھی کہ وہاں دوسری کوئی لاش نہیں تھی۔ کمرے میں سخت سردی تھی مگر ناگ پر اس سردی کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ ناگ کو پہلے تو خیال آیا کہ یہاں سے نکل جائے۔ پھر یہ سوچ کر وہیں تختے پر پڑا رہا کہ شاید سرجن جراح جب اسے وہاں سے تجربہ کرنے کے لیے دوسرے کمرے میں لے جائے تو ہو سکتا ہے کہ وہاں کیٹی کی لاش کا کچھ پتہ چل سکے۔

سرجن جراح موجودی سرد خانے کا دروازہ کھول کر ناگ کی لاش کے پاس آیا۔ اس کے ساتھ ایک غلام بھی تھا۔ وہ لاش کو غلام کے کاندھے پر رکھوا کر اپنی خاص لیبارٹری میں لے گیا اور ناگ کی لاش کو سٹریچر پر لٹا دیا گیا۔ یہ سٹریچر پتھر کی سفید سِل تھی۔ سرجن موجودی نے غلام کو باہر بھجوا دیا اور پرانے زمانے کے آلات جراحی کے صندوق میں سے ایک تیز دھار والا چاقو نکالا، ناگ تھوڑی سی آنکھ کھول کر اسے دیکھ رہا تھا۔ اس عرصے میں ناگ نے گہرا سانس بھر کر اپنے جسم کو پہلی بار عنبر کے جسم میں بدل کر اسے پتھر کی طرح سخت بنا دیا تھا۔

سرجن جراح موجودی نے چاقو ناگ کی لاش کھینچے پر سے کپڑا ہٹا کر رکھا اور سینہ کھولنے کے لیے زور سے اسے دبایا کہ سینہ چیر کر لاش

کے پھیپھڑے باہر نکالے اور ان پر دواؤں کا تجربہ کرے۔ مگر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب چاقو نے لاش کے سینے میں گھسنے سے انکار کر دیا۔
سرجن موجودی نے دوسری بار ناگ کے سینے میں چاقو مارا چاقو ناگ کے سینے سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا۔ سرجن جراح موجودی کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

"یا خدا! یہ کیا ماجرا ہے؟" وہ اپنے آپ سے کہنے لگا۔
اس نے ناگ کی آنکھیں کھول کر دیکھا۔ آنکھیں پتھرائی ہوئی تھیں۔ نبض بھی غائب تھی۔ دل بھی نہیں دھڑک رہا تھا۔ پھر لاش پتھر کیسے بن گئی تھی؟۔ سرجن موجودی نے کلہاڑی لے کر زور سے ناگ کی ایک انگلی پر ضرب لگائی کہ شاید اس کی انگلی ہی کٹ جائے۔ لیکن انگلی کٹنے کی بجائے کلہاڑی کا پھل ٹوٹ گیا۔

سرجن موجودی نے لاش کو وہیں رہنے دیا اور غلام کو بلا کر کہا۔

"فوراً استاد الجریدی جراح کی حویلی میں جاؤ اور اسے فوراً بلا لاؤ کہنا کہ میں نے ان کو ایک خاص لاش دکھانی ہے۔ خبردار۔ کسی کے سامنے یہ بات مت کرنا۔"
غلام گھوڑے پر سوار ہو کر الجریدی کی حویلی کی طرف چل دیا۔ سرجن موجودی ناگ کی لاش کو کسی نہ کسی جگہ سے کاٹنے کی کوشش

کرتا رہا مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اتنے میں سرجن الجریدی آ گیا۔ سرجن موجودی نے اسے لاش کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"دوست! یہ دیکھو۔ ایک عجیب و غریب قسم کی لاش میرے پاس آئی ہے کہ اس پر چاقو چھری کلہاڑی کوئی اوزار اثر نہیں کرتا۔"
سرجن الجریدی نے ناگ کی لاش کا معائنہ کیا اور اس پر کئی جگہوں سے چاقو لگانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا۔ لاش پتھر کی طرح تھی۔
الجریدی بولا۔ "دوست موجودی! یہ لاش تو پتھر ہو چکی ہے مگر اس کو مرے زیادہ دن نہیں ہوئے لگتے۔ لاش کا جسم بالکل صاف ہے۔ پھر یہ پتھر کیسے بن گئی۔"
سرجن موجودی سر کھجاتے ہوئے بولا۔
"میں نے اس قسم کی عجیب و غریب لاش پہلے کبھی نہیں دیکھی۔"

سرجن الجریدی بولا۔ "ہمارے ایجنٹ آج کل نہ جانے کہاں کہاں سے کس کس قسم کی لاشوں کو اکٹھا کر رہے ہیں۔ ایک ایجنٹ میرے پاس کل ہی ایک عورت کی لاش لایا ہے جس کا سر کٹا ہوا ہے مگر گردن پر

خون کا ایک ہلکا سا نشان بھی نہیں ہے۔"

اتنا سنتے ہی ناگ چوکنا ہو گیا۔ جس لاش کو تلاش کرنے کے لیئے اس نے خود لاش کا روپ دھارا تھا۔ آخر اس کا سراغ مل گیا تھا۔ کیٹی کی سرکٹی لاش دوسرے سرجن کے پاس تھی۔ ناگ خاموش رہا۔ سرجن الجریدی تھوڑی دیر کے بعد چلا گیا۔ دوسرے سرجن نے ناگ کی لاش دوبارہ سرد خانے میں رکھوا دی۔ کیوں کہ وہ اس پر کوئی تجربہ نہیں کر سکتا تھا۔ جب غلام ناگ کی لاش کو سرد خانے میں رکھ کر واپس جانے لگا۔ تو ناگ اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے غلام کا بازو پکڑ لیا۔

غلام نے لاش کو زندہ ہوتے اور اپنا بازو پکڑے ہوتے دیکھا تو وہ چیخ مار کر بے ہوش ہو گیا۔ ناگ نے غلام کو اس لیئے روکا تھا کہ وہ اس سے دوسرے سرجن الجریدی کی حویلی کا پتہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ مگر وہ کم بخت تو دہشت کے مارے بے ہوش ہو گیا تھا۔

غلام کی چیخ کی آواز سن کر سرجن موجودی بھاگ کر سرد خانے میں آ گیا۔ اس نے دیکھا کہ اس کا وفادار غلام ناگ کی لاش کے قریب ہی فرش پر بے ہوش پڑا ہے۔ اس نے غلام کو اٹھایا اور سرد خانے سے باہر لے گیا۔ ناگ دوبارہ اٹھ

بیٹھا۔ اب وہ اس حویلی سے نکل چاہتا تھا۔ تاکہ الجریدی جراح سرجن کی حویلی میں جا کر کیٹی کی لاش دوبارہ حاصل کرے۔

وہ باہر نکلا تو سرجن موجودی بے ہوش غلام کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا اور اسے ایک تیز دوائی سنگھا رہا تھا۔ جونہی سرجن جراح کی نظر ناگ پر پڑی تو اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ سرد خانے کی لاش زندہ ہو کر اس کے سامنے آ گئی ہے۔ ناگ اس کی طرف بڑھا تو سرجن موجودی بھی چیخ مار کر بے ہوش ہو گیا اور غلام کے اوپر ہی گر پڑا۔ ناگ کو سانپ کا روپ بدلنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

ناگ حویلی سے نکل آیا۔ سورج ڈوب رہا تھا۔ گلیوں میں کہیں کہیں فانوس روشن تھے۔ ناگ کو سرجن الجریدی کی حویلی کی تلاش تھی۔ وہ لوگوں سے پوچھتا پوچھتا سرجن الجریدی کی حویلی کے باہر پہنچ گیا۔ حویلی کا دروازہ کھٹکھٹایا اور دروازے کے سامنے لاش کی طرح لیٹ گیا۔ غلام نے دروازہ کھولا ہی تھا کہ ایک لاش کو وہاں پڑے دیکھ کر ڈر کر پیچھے ہٹا اور اپنے مالک سرجن الجریدی کو جا کر خبر کی کہ باہر ایک لاش پڑی ہے۔

سرجن الجریدی حیران ہو کر دوڑتا ہوا دروازے پر آیا۔ وہاں ہلکا ہلکا اندھیرا تھا۔ اس نے غلام سے کہا کہ لاش کو اٹھا کر اندر

لے آؤ۔ لاش کو کمرے میں لاکر سرجن الجبریدی نے روشنی میں
لاش پر نظر ڈالی تو اچھل سا پڑا۔

"میرے خدا! یہ تو وہی لاش ہے جو ابھی تھوڑی دیر پہلے
میں نے اپنے ساتھی سرجن موجودی کے گھر دیکھی تھی
مگر یہ یہاں کیسے آگئی - لگتا ہے کہ میرے دوست
موجودی نے اس پتھریلی لاش سے چھٹکارا حاصل
کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اسے میرے دروازے
پر ڈال دیا ہے۔ خیر کوئی بات نہیں۔" اس نے
غلام سے کہا "اس لاش کو اندر سرد خانے میں لے
جاکر ڈال دو۔ میں کل اس کے گھر جاکر پوچھوں
گا کہ یہ اس نے میرے ساتھ کیا مذاق کیا ہے۔"

غلام نے لاش اٹھائی اور اسے سرد خانے میں لے جا کر
فرش پر ڈال دیا۔ غلام کے جاتے ہی ناگ کی لاش نے آنکھیں
کھول دیں۔ وہ اٹھ بیٹھا۔ اس کے قریب ہی زمین پر دو لاشیں
پڑی تھیں۔ جن کو کپڑے سے ڈھانپا ہوا تھا۔ ناگ نے ایک
لاش سے کپڑا اٹھایا تو خوشی سے اچھل پڑا۔ یہ کیٹی کی لاش تھی۔
لاش بالکل ویسی کی ویسی تھی اور لگتا تھا کہ ابھی سرجن الجبریدی
نے اس پر کسی قسم کا تجربہ نہیں کیا تھا۔ ناگ کو یہی ایک پریشانی
تھی کہ کہیں کیٹی کی لاش کا چیر پھاڑ نہ کر دیا جائے۔

اب کیٹی کی لاش کو وہاں سے باہر نکالنا تھا۔ ناگ غور کرنے
لگا کہ اس لاش کو وہاں سے کیسے نکال لے جائے۔ اس سرد
خانے میں کوئی کھڑکی نہیں تھی۔ ایک ہی دروازہ تھا جو بند
تھا اور اس کی دوسری جانب سرجن اور اس کا غلام تھا۔
ناگ چاہتا تھا کہ ان میں سے کسی کو پتہ ہی نہ چلے اور وہ
لاش لے کر چلا جائے۔

آخر یہی ایک ترکیب ناگ کے دماغ میں آئی کہ کسی طرح
ان لوگوں کو ڈرا کر لاش نکال کر لے جائی جائے۔ ناگ رات
گہری ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ جب کافی وقت گزر گیا اور اسے
محسوس ہوا کہ باہر گھپ اندھیرا چھا گیا ہو گا تو وہ فرش پر سے
اٹھا اور اس نے دروازے پر زور سے مکا مارا۔ دروازہ
کافی مضبوط لکڑی کا تھا مگر ناگ کا مکا کھاتے ہی اکھڑ کر دور
جا گرا۔ کیوں کہ اس وقت ناگ کے جسم میں عنبر کے جسم کی طاقت
آگئی تھی۔

دھماکے کی آواز سن کر سرجن الجبریدی بھاگا بھاگا آیا کہ یہ
کیا ہوا ہے۔ دیکھا کر سرد خانے کا دروازہ ٹوٹا پڑا ہے۔ اور
چوکھٹ میں وہی لاش کھڑی ہے جس کو ابھی ابھی اس نے کوٹھی کے
دروازے سے اٹھوا کر سرد خانے میں پھنکوایا تھا۔

ناگ آگے بڑھا اور بولا

"میں لاش ہوں اور تم سے اپنی بے حرمتی کا انتقام لینے آئی ہوں"
ناگ نے منہ کھول کر ایک چیخ ماری اور سرجن الجریدی پر دونوں بازو اٹھا کر جھپٹا۔ سرجن الجریدی ادھیڑ عمر کا کمزور دل آدمی تھا۔ لاش کو زندہ ہوتے اور اپنے اوپر حملہ کرتے دیکھ دہشت کھا گیا اور بے ہوش ہو کر دھڑ سے گر پڑا۔ چیخ کی آواز سن کر غلام دوڑا دوڑا آیا تو وہ بھی لاش کو دیکھ کر وہیں ہکا بکا ہو کر رک گیا۔ اب لاش اس کی طرف بڑھی۔ غلام نے سیڑھیوں کے اوپر سے چھلانگ لگا دی اور باہر بھاگ گیا۔

میدان صاف دیکھ کر ناگ سرد خانے میں واپس گیا۔ جلدی سے اس نے کیٹی کی لاش کو چادر میں لپیٹا۔ اسے اپنے کندھے پر ڈالا اور سیڑھیاں اتر کر حویلی میں سے گھوڑا کھولا۔ اس پر کیٹی کی لاش کو رکھا۔ پھر خود سوار ہوا اور گھوڑے پر گلیوں، بازاروں میں سے ہوتا ہوا واپس اپنی سرائے میں آگیا۔ اپنی کوٹھڑی کی چابی اس کے پاس تھی۔ کوٹھڑی کا تالا کھولا۔ لاش کو اندر لا کر صندوق میں ڈالا اور بند کر کے تالا لگا دیا۔

ناگ نے خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ کیٹی کی لاش کو دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ وہ آرام سے پلنگ پر لیٹ گیا۔ اس نے اب لاش کی بھرپور حفاظت کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا کیونکہ اس شہر میں لاشوں کا کاروبار زوروں پر تھا۔

صبح ہوئی تو ناگ نے سوچا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ کیٹی کے سر کی تلاش میں سرائے سے نکل کر جائے تو پیچھے کوئی لاش چور کیٹی کی لاش پھر چوری کر کے لے جائے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ لاش کو یہاں سے لے جا کر باہر کسی کھنڈر میں زمین میں گڑھا کھود کر دفن کر دیا جائے۔ چنانچہ اس نے کیٹی کی لاش والے صندوق کو اپنے گھوڑے پر لادا اور اسے لے کر شہر سے باہر ایک ویران ٹیلے کے پاس کھنڈر میں لے آیا۔ یہاں ایک کھوہ بنا ہوا تھا۔ اس نے یہاں ایک جگہ زمین میں گڑھا کھودا اور کیٹی کا لاش کا صندوق اس میں رکھ کر اوپر سے مٹی ڈال کر زمین برابر کر دی اور نشانی کے طور پر وہاں ایک نکونا پتھر رکھ دیا۔

ناگ کو یقین تھا کہ کیٹی کا سر بھی اسی شہر میں کسی جگہ ہے۔ لیکن وقت گزرتا جا رہا تھا اور اسے کیٹی کے سر کو جلدی سے جلدی تلاش کرنا تھا۔ اب اس نے کسی سانپ سے مدد لینے کا فیصلہ کیا اور گہری سانس بھر کر کھنڈر کے علاقے میں موجود سانپ کو آواز دی۔ اس علاقے میں ایک بوڑھا کوبرا سانپ مدت سے رہ رہا تھا۔ اس نے ناگ دیوتا کی آواز سنی تو اپنے بل میں سے نکل کر کھنڈر کی طرف بھاگا۔ اسے پہلے ہی سے ناگ دیوتا کی خوشبو آنے لگی تھی اور وہ ہوشیار ہو گیا تھا کہ ناگ دیوتا کہیں

آس پاس ہی ہے۔

وہ تیزی سے رینگتا ہوا ناگ کے سامنے آگیا۔ ادب سے پھن اٹھا کر اسے جھکایا اور بولا۔

"عظیم ناگ دیوتا! خادم کو کس لیئے یاد کیا آپ نے؟ غلام ہر خدمت کے لیئے حاضر ہے۔"

ناگ نے کہا "میری بات غور سے سنو۔ اس جگہ زمین کے اندر میری بہن کیٹی کی لاش دفن ہے۔ اس کے جسم سے ہی تمہیں میری ہلکی خوشبو آ رہی ہوگی لیکن میں اپنی بہن کیٹی کے سر کی تلاش میں ہوں۔ کوئی ظالم شخص اس کا سر کاٹ کر لے گیا ہے۔ اس کے سر سے بھی میری ہلکی ہلکی خوشبو آ رہی ہوگی۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ کٹا ہوا سر کہاں ہوگا؟"

کوبرا سانپ نے کہا، عظیم ناگ! میں ارد گرد کے سارے علاقے کو چھان ماروں گا۔ جہاں کہیں بھی کیٹی کا سر موجود ہوا۔ آپ کو آ کر خبر کر دوں گا۔"

ناگ بولا، "ابھی جاؤ اور مجھے واپس آ کر بتاؤ کہ تم کیا خبر لائے ہو"

کوبرا سانپ ادب سے سر جھکا کر واپس چلا گیا۔ ناگ کیٹی کی قبر کے سرہانے بیٹھ گیا۔ کافی دیر کے بعد کوبرا سانپ واپس آیا۔ اور بولا

"عظیم ناگ! یہاں سے دور ایک جنگل میں پہاڑیوں کے درمیان

ایک گہرا اندھا کنواں ہے۔ مجھے اس کنویں کے اندر سے آپ کی بہت ہی مدھم خوشبو آتی ہے۔ میں نے نیچے تک جا کر دیکھا مگر کنویں کے اندر کوئی راستہ نہیں ہے۔"

اچانک ناگ کو یاد آگیا کہ کہیں یہ وہی کنواں تو نہیں ہے۔ جس کے اندر وہ کیٹی کی تلاش میں گیا تھا اور اسے وہاں قارون کا خزانہ نظر آیا تھا اور پھر قارون کی بدروح نے حملہ کر دیا تھا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ کیٹی کا سر اس جگہ پڑا ہو۔ ناگ نے سانپ سے کہا۔

"تم اس جگہ بیٹھ کر کیٹی کی لاش کی حفاظت کرو۔ میں کنویں میں جاتا ہوں۔"

"بجا حکم میرے آقا۔"

سانپ نے ادب سے جواب دیا اور کنڈلی مار کر کیٹی کی قبر پر پہرہ دینے لگا۔

ناگ وہاں سے سیدھا ان پہاڑیوں کی طرف چلا۔ اسے یاد تھا کہ ایک کنواں تھا جس کے اندر سے وہ ایک بار نکلا تھا۔ وہاں وہ سنہری گھونگھے کی شکل میں پہنچایا گیا تھا۔ وہ آخر اس جگہ پہنچ گیا جہاں ایک ویران اندھا کنواں تھا۔ اس کے کنویں کو پہچان لیا۔ یہی وہ کنواں تھا۔ اس کے اندر سے کیٹی کی بہت ہی مدھم اور ہلکی ہلکی خوشبو

آ رہی تھی۔ ناگ چونکہ اصل میں ایک سانپ تھا۔ اس
لیے اس کی بو سونگھنے کی حس عام انسانوں سے ہزار گنا
زیادہ تھی۔ کیٹی کی جو خوش بو اسے آ رہی تھی۔ وہ کوئی
عام انسان کبھی محسوس نہیں کر سکتا تھا۔

کنوئیں میں پانی نہیں تھا۔ نیچے گہرائی میں اندھیرا تھا
اس اندھیرے میں ناگ کو وہاں بڑے بڑے پتھر
پڑے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ ناگ نے گہرا سانس
کھینچ کر چھوڑا تو وہ سانپ کی شکل اختیار کر گیا۔ سانپ
بننے کے بعد وہ رینگتا ہوا کنوئیں میں اتر گیا۔

اب ناگ کو یہ بھی یاد آ گیا کہ اس کنوئیں میں ایک
کھڑکی تھی۔ جس میں سے وہ باہر نکلا تھا۔ ناگ نے اس
کی تلاش شروع کر دی۔ اس کھڑکی کو قارون کی بدروح
نے بھاری پتھر سے دوسری طرف سے بند کر دیا تھا لیکن
ناگ نے اس کھڑکی کو پہچان لیا۔ بھاری پتھر کی وجہ سے اندر
جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ ناگ کو ایک جگہ چھوٹا سا سوراخ
دکھائی دیا۔

وہ سانپ کی شکل میں اس سوراخ میں داخل ہو کر
دوسری طرف نکل گیا۔ دوسری جانب اسے ایک ویران باغ کا
اجڑا ہوا راستہ نظر آیا۔ جس کے درخت سوکھے ہوئے تھے اور

ان سوکھے درختوں کے درمیان دور ایک بہت بڑے چبوترے
پر گنبد بنا ہوا تھا۔ یہی قارون کا گنبد تھا۔ جہاں اس کی ساری
دولت، سارا خزانہ پڑا تھا۔ ناگ کو ایک ایک بات یاد آ رہی
تھی۔ وہ اس جگہ پہلے بھی آ چکا تھا۔

وہ اجڑے ہوئے باغ کے کچے راستے کے کنارے کنارے
سوکھے پتوں میں رینگتا گنبد کی طرف بڑھا، کیوں کہ کیٹی کے سر کی
خوشبو اسی گنبد میں سے آ رہی تھی۔ ادھر قارون کی بدروح کو بھی
اپنی بدروحوں والی ساتویں حس کی مدد سے پتہ چل گیا کہ کوئی
زندہ شے گنبد کی طرف رہی ہے۔ وہ جھاڑیوں میں سے نکل کر
گنبد کی طرف آئی۔ اس نے سیاہ کالے سانپ کو گنبد کی سیڑھیاں
چڑھتے دیکھا تو اس کی طرف منہ کر کے زور سے پھونک ماری۔ اس
کے منہ سے آگ کا زرد شعلہ ناگ کی طرف لپکا اور ناگ تڑپ
کر سیڑھیوں کے نیچے ہو گیا۔ اسے معلوم تھا کہ یہاں قارون
کا خزانہ پڑا ہے اور اس کی بدروح خزانے پر پہرہ دیتی ہے۔
ناگ نے فوراً ایک پرندے کی شکل بدلی اور اڑ کر ایک
درخت پر بیٹھ گیا۔ اسے یہ خبر نہیں تھی کہ بدروح اسے دیکھ سکتی
تھی۔ بدروح نے سانپ کو پرندہ بنتے دیکھا تو سمجھ گئی کہ
یہ کوئی بہت بڑا جادوگر ہے اور اس کو ہلاک کرنا آسان
کام نہیں ہے۔ بدروح نے پھونک مار کر درخت کو آگ

لگا دی۔ درخت میں آگ کے شعلے بھڑکے تو ناگ وہاں سے اڑ کر دوبارہ نیچے آگیا اور سانپ کی شکل اختیار کر کے گنبد کی سیڑھیوں کے پاس پتھروں میں چھپ گیا مگر قارون کی بدروح اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے پتھروں پر آگ پھینکی۔ ناگ وہاں سے بھی نکل کر بھاگ گیا۔ اسے بھی بدروح سے نجات حاصل کرنے کا کوئی طریقہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ بدروح بھی اس جادوگر سے تنگ آگئی جو اس کے قابو میں نہیں آرہا تھا۔ وہ سانپ کو کوئی جادوگر سمجھ رہی تھی۔ اسے بالکل علم نہیں تھا کہ یہ وہی ناگ ہے جس کے ساتھ اس نے سفر کیا تھا اور جس کی کوٹھڑی میں سے وہ کیٹی کا سر کاٹ کر فرار ہوا تھا قارون کی بدروح کو گھبرا کر شیطانی دیوتا کی جھاڑیوں کے پاس گئی اور اسے مدد کے لیے پکارا۔ شیطانی دیوتا نے اسے بتایا کہ جس سانپ کو وہ جادوگر سمجھ رہی ہے۔ وہ اصل میں وہی ناگ ہے جس کے ساتھ اس نے سفر کیا تھا۔ اور وہ کیٹی کا سر واپس لینے آیا ہے۔ قارون کی بدروح یہ سن کر پریشان ہو گئی۔

کیٹی۔ خونی مونتالو کی قید میں

قارون کی بدروح نے کہا: "میں اس ناگ کو کس طرح ہلاک کروں؟"

شیطانی دیوتا کی آواز آئی: "تم ایک بدروح ہو اور ایک لالچی اور ظالم شخص قارون کی روح ہو جس کو دولت سے پیار تھا اور جس نے اپنی زندگی میں دولت کے لیے کئی دکھی انسانوں کے دل توڑے تھے اس لیے تمہارے اندر وہ طاقت پیدا نہیں ہو سکتی کہ تم ایک ایسے انسان کو ہلاک کر سکو جو دوسروں کی مدد کرتا ہے اور غریبوں اور دکھی لوگوں کا ساتھ دیتا ہے۔"

قارون کی بدروح نے چیخ کر کہا: "اے شیطانی دیوتا! تم ہمیشہ گناہ گار روحوں کی مدد کرتے ہو۔ میری بھی مدد کرو۔"

شیطانی دیوتا نے کہا: "میں گناہ گاروں کی مدد ضرور کرتا ہوں مگر نیک انسانوں اور نیک روحوں کا مقابلہ

نہیں کرسکتا۔ یاد رکھو۔ بدی خواہ کتنی ہی طاقتور کیوں
نہ ہو۔ وہ نیکی کا مقابلہ کبھی نہیں کرسکتی۔"

اچانک شیطانی دیوتا کی آواز میں گھبراہٹ آگئی۔ اس نے کہا:

"میں جا رہا ہوں۔ مجھے ایک بہت طاقتور نیک
جن کی موجودگی کا احساس ہو رہا ہے میں چلا۔"

اور شیطانی دیوتا کی آواز غائب ہوگئی۔ قارون کی بدروح
پریشان ہو کر جھاڑیوں سے نکل کر گنبد کی طرف بڑھی۔ اسے
نہ صرف اپنی دولت، اپنے خزانے کو بچانے کی فکر تھی بلکہ کیٹی
کی کھوپڑی کی حفاظت کا بھی احساس تھا جس کی مدد سے وہ
دوسری زندگی حاصل کرنے والی تھی۔

ادھر ناگ پتھروں سے نکل کر ایک بار پھر سوکھے درخت
کی طرف رینگتا ہوا سانپ کی شکل میں بھاگا۔ اچانک اس کے
سامنے ایک انسانی شکل کا بونا آکر کھڑا ہوگیا اور ناگ کو
آواز آئی:

"کیا تم کبھی ادھر کبھی ادھر بھاگ رہے ہو؟ تم احمق
ہو۔ تمہاری بے وقوفی سے کیٹی کا سر کٹ گیا۔"

ناگ حیران ہو کر بونے انسان کو تکنے لگا۔ ناگ نے اپنی
سانپوں کی زبان میں اس ننھے سے انسانی بونے کو پوچھا:

"تم کون ہو؟ کیا تم کیٹی کو جانتے ہو؟"

بونے نے کہا: "کیا بے کار باتیں کر رہے ہو۔ چلو پرے

ہٹ جاؤ۔ وہ تمہاری نانی قارون کی بدروح آ
رہی ہے۔"

ناگ نے پوچھا:

"کیا تم سانپوں کی زبان بھی جانتے ہو؟"

"کیا جانتے ہو جانتے ہو لگا رکھی ہے۔ میں سب
کی زبان جانتا ہوں۔ چھپ جاؤ۔ وہ تمہاری نانی آ
رہی ہے۔"

ناگ نے اپنے پیچھے زرد شعلے کو گرتے دیکھا۔ قارون کی
بدروح نے اسے دیکھ کر اس پر حملہ کر دیا تھا۔ ناگ لپک
کر ایک درخت کے پیچھے چھپ گیا۔ اس نے اپنا پھن
ذرا سا باہر نکال کر دیکھا کہ بونا ایک دم بڑا ہونا شروع ہو
گیا اور اتنا اونچا ہوگیا کہ اس کا سر درختوں سے بھی بلند ہو
گیا۔ اب ناگ سمجھ گیا کہ یہ کیٹی کا دوست جن ہے اور
اس کی مدد کو آیا ہے۔ قارون کی بدروح نے اپنے سامنے
ایک دیو ہیکل انسان کو درختوں سے بھی اونچے قد میں دیکھا
تو اس پر آگ کے شعلے پھینکے۔ مگر آگ کے شعلے جن
دوست کے قریب آتے ہی یوں بجھ جاتے جیسے ان پر کسی
نے پانی ڈال دیا ہو۔

قارون کی بدروح نے ایک بھیانک چیخ کی آواز نکالی
اور خود ایک بہت بڑا شعلہ بن کر ہوا میں گھومتی ہوئی

جن کی طرف بڑھی۔

جن نے کہا: "کیا چیخیں مار رہی ہو بدروح کی اولاد ——— اب تیری موت آگئی ہے۔ تو ہمیشہ کے لیے فنا ہو جائے گی۔"

جن دوست نے ہاتھ بڑھا کر بدروح کے شعلے کو اپنی ہتھیلی میں پکڑ لیا اور اس پر زور سے پھونک ماری۔ شعلہ میں سے چیخوں کی آوازیں نکلنے لگیں۔ جن دوست نے ہتھیلی کو کو بند کر کے زور سے دبایا تو بدروح کا شعلہ بجھ گیا اور جن کی انگلیوں میں سے یوں قطرے ٹپکنے لگے جیسے اس نے کسی لیموں کو نچوڑ دیا ہو۔ بدروح کے قطرے زمین پر گرے تو شوں شوں کی آواز کے ساتھ بھاپ بن کر فضا میں غائب ہو گئے۔ جن دوست نے اپنا درختوں کے اوپر تک گیا ہوا سر نیچے جھکایا اور ناگ سے کہا:

"جاؤ ——— ہماری کیٹی کے سر کو لے جا کر جوڑ دو ہم جا رہے ہیں۔"

ناگ نے کہا: "کیٹی کا سر کہاں ہے؟"

جن دوست بولا:

"جاؤ یہیں کہیں ہو گا۔ اسے تلاش کرو۔ تم بھی تو کوئی کام کرو ناگ داگ ساگ۔"

اور جن غائب ہو گیا۔

ناگ فوراً انسانی شکل میں واپس آیا اور اس نے کیٹی کی ہلکی ہلکی خوشبو کو محسوس کر کے جدھر سے یہ خوشبو آ رہی تھی اس طرف بڑھا۔

یہ خوشبو اسے ستونوں کے پاس خزانے کے صندوق کے پاس لے گئی۔ سب سے نچلے صندوق پر تالا لگا تھا اور تالے پر ایک کالی بلی کا سر بنا ہوا تھا۔

ناگ نے تالے کو ہاتھ لگایا تو بلی کی غراہٹ کی آواز آئی۔ ناگ نے جلدی سے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ بلی کا سر ناگ کی طرف اپنی زرد زرد آنکھوں سے گھور رہا تھا۔ ناگ نے گہرا سانس لے کر کھینچا اور ایک شیر کا روپ دھار کر گرجا اور ایک ہی پنجے سے بلی کا سر کچل کر رکھ دیا۔ ساتھ ہی صندوق کا تالا بھی کھل گیا۔ ناگ دوبارہ انسانی شکل میں واپس آ گیا۔ اس نے اوپر والے صندوقوں کو پرے پھینکا اور سب سے نچلے صندوق کا ڈھکنا اٹھا دیا۔

یہ صندوق ہیرے موتیوں سے بھرا ہوا تھا۔ مگر کیٹی کی اس میں سے برابر خوشبو آ رہی تھی۔ ناگ نے صندوق میں پڑے موتیوں میں ہاتھ ڈال کر انہیں پرے ہٹایا تو نیچے سے کیٹی کا کٹا ہوا سر نکل آیا۔ ناگ کی جان میں جان آ گئی۔ اس نے کیٹی کے سر کو بڑے پیار سے اٹھایا۔ اسے ایک کپڑے میں لپیٹا اور گنبد کی سیڑھیاں اتر کر کنوئیں والی

کھڑکی کی طرف چلا کر اس بھول بھلیوں سے باہر نکلے۔

دیوار کے ساتھ لگی ہوئی جھاڑیوں کو پکڑ کر کنوئیں سے باہر آ گیا۔ تازہ ہوا میں آتے ہی اسے بڑا سکون نصیب ہوا۔ اس نے کیٹی کے سر کو مخاطب کر کے کہا:

"کیٹی بہن! بالکل فکر نہ کرو۔ خدا کے حکم سے تمہیں بہت جلدی دوسری زندگی ملنے والی ہے۔"

ناگ وہاں سے تیز تیز چلتا سیدھا اس غار میں آ گیا۔ جہاں اس نے کیٹی کے باقی دھڑ کو زمین میں دفن کر کے کوبرا سانپ کو وہاں پہرے پر بٹھا دیا ہوا تھا۔ سانپ نے ناگ کو آتے دیکھا تو اپنی جگہ سے فوراً ہٹ کر ادب سے کھڑا ہو گیا۔

ناگ نے جاتے ہی کہا: "تم جا سکتے ہو۔ اب لیکن یہ لاش اسی جگہ دفن رہے گی ابھی۔ اور جب میں یہاں نہیں ہوں گا تو تمہیں اس کی حفاظت کرنی ہو گی۔"

کوبرا سانپ نے کہا: "جو حکم ناگ دیوتا!"

کوبرا سانپ کے جانے کے بعد ناگ نے زمین کھود کر کیٹی کی لاش باہر نکالی۔ کیٹی کے سر کو اس کے باقی دھڑ کے ساتھ لگا کر کپڑے سے اچھی طرح کس کو باندھا اور لاش کو ویسے ہی قبر کے اندر رکھ کر اوپر دو چار بڑے

بڑے پتھروں کی سلیں رکھ کر مٹی ڈال کر زمین برابر کر دی اور نشانی کے طور پر تکونا پتھر ٹکا دیا۔

ایک ہفتہ گذر گیا۔ دن کے وقت ناگ شہر میں ماریا اور عنبر کا سراغ لگانے کے لیے چلا جاتا اور پیچھے کوبرا سانپ کیٹی کی قبر کی رکھوالی کرتا۔ کیٹی کی لاش کو دوبارا زندہ ہونے کی مہلت میں ایک ماہ باقی رہ گیا تھا۔

وقت گذرتا چلا گیا۔ اٹھائیس دن گذر گئے۔ کیٹی کی گردن اس کے نچلے دھڑ کے ساتھ جڑ گئی تھی۔ اب صرف اس کے مُردہ جسم میں جان پڑنا باقی تھی اور اس میں صرف دو دن باقی رہ گئے تھے۔ ۲۹ تیسویں روز جب کہ کیٹی کے زندہ ہونے میں صرف ایک رات اور ایک دن باقی رہ گیا تھا، ناگ دوپہر کو شہر کی طرف نکل گیا۔ اسے عنبر اور ماریا کی بھی ٹوہ لگی ہوئی تھی۔ ناگ کے جانے کے بعد کیٹی کی قبر پر کوبرا سانپ کنڈلی مار کر بیٹھ گیا تھا۔ اس وقت قرطبہ کے تین چور اتفاق سے ادھر سے گذر رہے تھے۔ وہ کھوہ کی طرف آئے تو کوبرا نے ایک چور کو ڈس دیا۔ دوسرے چوروں نے تلواریں مار مار کر کوبرا سانپ کے ٹکڑے کر ڈالے۔ انہوں نے اپنے تیسرے ساتھی کو بچانے کی بڑی کوشش کی مگر سانپ کا زہر اس کے سارے بدن میں پھیل چکا تھا اور وہ مر گیا۔ دونوں چوروں نے سانپ کے ٹکڑوں کو غور سے دیکھا۔ ایک

چور بولا: "اس قسم کے سانپ پہاڑی غاروں کی بجائے گھنے سرسبز جنگلوں میں ہوتے ہیں"۔

دوسرا بولا: "میں نے غار میں داخل ہوتے ہی اسے دیکھ لیا تھا۔ یہ اس تکونے پتھر کے پاس کنڈلی مارے بیٹھا ہوا تھا۔ میں اس سے بچنے کے لیے خبردار کرنے ہی والا تھا کہ اس کم بخت نے ہمارے ساتھی کو ڈس دیا"۔

پہلا چور کہنے لگا: "یہ اس جگہ پتھر کے پاس کیوں بیٹھا تھا"؟

دوسرے چور نے کان کھجا کر کہا: "کہیں یہ کسی خزانے پر پہرہ تو نہیں دے رہا تھا؟"

دونوں چور چوکنے ہو گئے۔ پہلا چور کہنے لگا:

"بحری ڈاکوؤں کے بارے میں سن رکھا ہے کہ وہ اپنے خزانے انہی پہاڑیوں میں ہی دبایا کرتے تھے"۔

دوسرا چور اس جگہ کو اٹھ کر دیکھنے لگا جہاں تکونا پتھر رکھا ہوا تھا۔

"دیکھو۔ نشانی کے طور پر یہ تکونا پتھر بھی کسی نے رکھا ہوا ہے۔ ضرور یہاں کسی بحری ڈاکو کا خزانہ دفن ہے"۔

"تو پھر دیکھتے کیا ہو۔ اسے کھودنا شروع کرتے ہیں"۔

دونوں چوروں نے خنجروں کی مدد سے زمین کھودنی شروع

کر دی۔ نیچے پتھروں کی سلیں نکلیں تو ایک چور چلایا:

"اس کے نیچے ضرور خزانہ ہو گا"۔

انہوں نے جلدی جلدی پتھر کی سلوں کو ہٹایا تو نیچے سے کیٹی کی لاش نکل آئی۔ چور پہلے تو ڈر کر پیچھے ہٹ گئے۔ پھر جھک کر غور سے لاش کو دیکھنے لگے۔

"یہ تو کسی عورت کی لاش ہے"۔

"ہاں۔۔۔ مگر خزانہ کہاں ہے؟"

دوسرا چور بولا: "کوئی بات نہیں۔ خزانہ نہ سہی لاش ہی سہی، ہم اس لاش کو لے کر جا کر بیچ دیں گے۔ ابھی تازہ تازہ معلوم ہوتی ہے۔ پچاس ساٹھ دینار تو ضرور مل جائیں گے"۔

"بالکل ٹھیک ہے۔ اسے اپنے ساتھ شہر لیے چلتے ہیں"۔

چوروں نے کیٹی کی لاش کو قبر میں سے باہر نکالا۔ لاش کی گردن بجھ چکی تھی اور اسے زندہ ہونے میں ایک دن اور ایک رات باقی تھی۔ اسے چادر میں لپیٹ کر چوروں نے گھوڑے پر ڈالا شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔

ان میں سے ایک چور شہر کے مشہور جراح سرجن موجودی کو جانتا تھا اور اس کو کبھی کبھی لاشیں سپلائی کیا کرتا تھا۔ وہ لاش لے کر اس کے پاس پہنچا تو سرجن موجودی نے کیٹی کی لاش کو پہچان لیا اور بولا:

"یہ تو وہی لاش ہے۔ اس کو کوئی آسیب اٹھا کر لے گیا تھا۔ اس کی گردن بھی واپس آ گئی ہے۔ اسے سرد خانے میں رکھ دو۔ میں اس پر رات کو تجربہ کروں گا۔"

سرجن موجودی نے کیٹی کی لاش اپنے سرد خانے میں دوبارہ رکھوا دی اور چور کو پچاس دینار اس کی قیمت ادا کر کے رخصت کر دیا۔ ادھر جب ناگ واپس آیا تو دیکھا کہ غار میں پہرہ دینے والے سانپ کے ٹکڑے بکھرے پڑے ہیں۔ بیٹی کی قبر کھدی پڑی ہے اور اس میں سے اس کی لاش غائب ہے۔ ناگ کو پریشانی بھی ہوئی اور سخت غصہ بھی آیا کہ اس شہر میں کیا سارے لوگ لاش چور ہیں۔ بار بار لاش کو اٹھا کر لے جاتے ہیں۔

بارش شروع ہو گئی تھی۔ ناگ نے گہرا سانس کھینچ کر پرندے کا روپ بدلا اور شہر میں اڑ کر آ گیا اور کیٹی کی لاش کا سراغ لگانے لگا۔ بارش کی وجہ سے کیٹی کی خوشبو کے محسوس ہونے میں رکاوٹ پیدا ہو رہی تھی۔ بارش بہت تیز اور موسلا دھار ہو رہی تھی۔ ناگ کے لیے ہوا میں پرندہ بن کر اڑنا مشکل ہو رہا تھا۔ اس کے پر گیلے ہو جاتے تھے۔ بادل گرج رہا تھا۔ اور بجلی رہ رہ کر چمک رہی تھی ناگ پریشان ہو کر ایک جگہ باغ میں اتر آیا اور پرندے

ہی کی شکل میں درخت کی گنجان شاخوں میں بیٹھ گیا اور بارش کے رکنے کا انتظار کرنے لگا۔

مگر بارش اتنی تیز ہو رہی تھی کہ رکنے کا نام نہیں لیتی تھی۔ ناگ درخت پر بیٹھا سوچ رہا تھا کہ اب شاید صبح کو بارش تھمے اور وہ وہاں سے باہر نکلے۔ اسے یہ بھی احساس تھا کہ رات بارہ بجے کے بعد کسی بھی وقت کیٹی کی لاش میں جان پڑ جائے گی اور ہو سکتا ہے کہ پھر وہ اپنا بچاؤ کر سکے اور ناگ کی تلاش میں باہر نکلے مگر ناگ کو ابھی تک یہ معلوم نہیں تھا کہ کیٹی کی لاش کس مقام پر ہے۔ ایک شک تھا کہ شاید اس کی لاش کو دوبارہ شہر کے دونوں سرجن جراحوں میں سے کسی ایک کے پاس فروخت کر دیا گیا ہو۔

ادھر کیٹی کی لاش سرجن موجودی کے سرد خانے میں پڑی تھی۔ آدھی رات کے بعد اس نے اپنے غلام کو بھیجا کہ جا کر سرد خانے سے لاش اٹھا کر لیبارٹری میں لے آئے۔ جس وقت غلام سرد خانے میں سیٹی بجاتا بڑے آرام سے داخل ہوا تو کیٹی کی لاش میں جان پڑ چکی تھی۔ جب غلام سیٹی بجاتا ہوا کیٹی کی لاش کے پاس آ کر جھکا تو کیٹی نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔

حبشی غلام نے لاش کو آنکھیں کھولتے دیکھا تو وہیں پتھر

کی طرح بت بنا رہ گیا۔ اس سے پہلے بھی اس نے ایک مرد کی لاش میں جان پڑتے دیکھی تھی اور اس نے گھبرا کر سیڑھیوں پر سے چھلانگ لگا دی تھی۔ اب اس عورت کی لاش میں جان پڑتے دیکھی تو اس کا جسم خوف سے ٹھنڈا پڑ گیا۔ کیٹی نے آنکھیں جھپکا کر چاروں طرف دیکھا اور غلام سے پوچھا:

"میں کہاں ہوں؟"

اب جو حبشی غلام نے لاش کو بولتے سنا تو منہ سے چیخ کی آواز نکالے بغیر دھڑام سے گرا اور بے ہوش ہو گیا۔

کیٹی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ سب سے پہلے اس نے اپنے سارے جسم کو اچھی طرح دیکھا۔ اب اسے یاد آنے لگا کہ وہ سو رہی تھی کہ کسی نے اس کی گردن پر وار کیا تھا۔ کیٹی نے اپنی گردن پر ہاتھ پھیرا۔ اس کی گردن اس کے جسم کے ساتھ بالکل ٹھیک جڑی ہوئی تھی۔ کیٹی خود ہی غور کرنے لگی کہ ضرور اس کی گردن الگ ہو گئی ہو گی اور پھر جیج کو ناگ نے اس کی گردن کو اس کے جسم کے ساتھ لگا کر تین ماہ تک کسی جگہ رکھا ہو گا تا کہ وہ دوبارہ زندہ ہو سکے۔ مگر سوال یہ تھا کہ اب وہ کہاں پر ہے اور ناگ کہاں ہے۔ کیٹی نے ارد گرد نظریں ڈالیں تو اسے محسوس ہوا کہ وہ کوئی ویران ٹھنڈا کمرہ ہے۔ ایک آدھی کٹی ہوئی لاش اس کے قریب ہی

پڑی تھی۔ وہ یہی سمجھی کہ یہاں شاید لاشوں کا کاروبار ہوتا ہے اور کوئی اسے اٹھا کر یہاں لے آیا ہے اور اسے نہیں معلوم تھا کہ کیٹی کی لاش کے زندہ ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ کمرہ سخت ٹھنڈا تھا اور دیوار کے ساتھ پہاڑی برف کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ کیٹی نے سوچا کہ یہ برف اس لیے رکھی گئی ہے کہ لاشیں خراب نہ ہوں۔ بہرحال اب اسے وہاں سے باہر نکلنا تھا۔

کیٹی کو اس سرد خانے میں بھی بادلوں کی گرج کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ضرور باہر بارش ہو رہی ہو گی۔ کیٹی نے سوچا۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ سرد خانے کا دروازہ کھلا تھا۔ غلام فرش پر بے ہوش پڑا تھا۔ کیٹی سرد خانے سے باہر نکل آئی۔ سامنے بالکونی تھی۔ اس نے دیکھا کہ باہر صحن کے باغ میں موسلادھار بارش ہو رہی ہے اور رات کا اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ اسے اپنے پیچھے آہٹ سنائی دی۔ پلٹ کر دیکھا تو سرجن جراح موجود تھی چلا آ رہا تھا۔ اس نے غلام کو لاش لانے کے لیے بھیجا تھا مگر ابھی تک واپس نہیں آیا تھا اس لیے وہ خود دیکھنے کے لیے لاشوں والے سرد خانے کی طرف چلا آ رہا تھا۔

کیٹی بالکونی کے ستون کے پیچھے اندھیرے میں چھپ گئی۔ سرجن جراح نے جب سرد خانے میں جا کر دیکھا کہ غلام بے ہوش پڑا ہے اور لاش غائب ہے تو وہ گھبرا گیا۔ ضرور وہی آسیب

لاش کو دوبارا اٹھا کر لے گیا ہے۔" سرجن جراح نے سوچا۔ وہ کچھ
گھبرایا گھبرایا سا غلام کی طرف پلٹا اور اسے ہوش میں لانے
لگا۔ غلام ہوش میں آیا تو سرجن جراح نے پوچھا:
"لاش کہاں ہے؟"
غلام نے لڑکھڑاتی آواز میں کہا:
"وہ زندہ ہو گئی تھی۔"
اور یہ کہہ کر دوبارا بے ہوش ہو گیا۔ سرجن جراح غلام
کو اٹھا کر اس کے کمرے میں لے گیا اور اسے بستر پر لٹا
کر اس پر کمبل ڈالا۔ اور باہر نکل کر ڈرتے ڈرتے بالکونی کو
دیکھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ بارش اور بادلوں کی گرج کا شور
تھا۔ سرجن جراح اپنی لیبارٹری کی طرف چلا۔ لیبارٹری میں آیا تو
کیا دیکھتا ہے کہ اس کے تختے پر اسی عورت کی لاش
بالکل سیدھی پڑی ہے۔
وہ ہکا بکا سا ہو کر وہیں کھڑا رہا۔ پھر دھڑکتے دل کے
ساتھ لاش کی طرف بڑھا۔ قریب آ کر لاش کو دیکھا۔ یہ کیٹی
کی لاش تھی۔ کیٹی چپکے سے اس کی لیبارٹری کے تختے پر آ کر
لیٹ گئی تھی۔ سرجن حیران تھا کہ اگر لاش زندہ ہو گئی تھی
تو یہاں اسے کون لایا؟ کیا لاش خود چل کر یہاں آئی ہے
اس نے لاش کی نبض دیکھی تو وہ چل رہی تھی۔ اب تو اس
کے رہے سہے ہوش بھی اڑ گئے کیونکہ لاش زندہ تھی۔

وہ پیچھے ہٹا تو کیٹی اٹھ کر بیٹھ گئی۔
سرجن جراح کا منہ دہشت سے کھل گیا۔
کیٹی نے کہا:
"گھبراؤ نہیں۔ میں لاش نہیں ہوں۔ زندہ عورت
ہوں جو بھی مجھے یہاں لایا ہے اس نے مجھے
لاش سمجھا تھا۔"
سرجن جراح نے آہستہ سے کہا: "لیکن — پہلے بھی
تم ایک بار لاش کی شکل میں یہاں لائی جا چکی ہو
اور — اور اس وقت تمہارا سر غائب تھا۔ یہ
یہ کیا معمہ ہے؟"
کیٹی نے اپنی گردن پر ہاتھ پھیر کر کہا:
"مگر میرا سر اب تو گردن پر لگا ہے۔"
کیٹی اٹھ کر باہر بالکونی میں آ گئی اور اندھیرے میں
بارش کو دیکھ کر بولی:
"یہ بارش کب سے ہو رہی ہے؟"
سرجن بے حد ڈرا ہوا تھا۔ وہ اس عورت کو کوئی جن بھوت
یا چڑیل سمجھے ہوئے تھا۔ خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا:
"بارش — بارش ہو رہی ہے۔ دوپہر سے ہو رہی ہے۔"
کیٹی نے سرجن کی طرف منہ کر کے پوچھا:
"کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ جو کوئی بھی مجھے تمہارے

پاس لایا تھا اس نے میری لاش کہاں سے نکالی تھی؟"

سرجن جراح رُک رُک کر کہنے لگا:

"وہ ــــ وہ دو آدمی تھے، کہتے تھے پہاڑیوں والے غار سے وہ تمہیں لائے ہیں۔ تم ــــ تم زمین کے اندر دفن تھیں۔"

اور سرجن جراح کی زبان دہشت کے مارے لڑکھڑا گئی اور اس سے آگے بولا نہ گیا۔

کیٹی نے کہا: "تم کیوں گھبرا رہے ہو۔ تم تو مجھے جراح حکیم لگتے ہو۔ تمہیں تو لاشوں سے نہیں ڈرنا چاہیے۔"

وہ بولا: "لیکن ــــ لیکن میں نے ــــ میں نے ایسی لاش کبھی نہیں دیکھی جو ــــ جو بولتی ہو۔ جو زندہ ہو۔"

کیٹی مسکرائی اور بولی: "میں لاش نہیں ہوں۔"

"پھر تم کون ہو؟"

"یہ میں تمہیں نہیں بتا سکتی۔ اچھا۔ مجھے بتاؤ کہ وہ غار کن پہاڑیوں میں ہے جہاں سے میری لاش نکالی گئی تھی۔"

سرجن جراح نے کہا: "میرا خیال ہے وہ جنوبی جنگل کے قریب والی پہاڑیاں ہیں۔"

"تمہارا شکریہ۔"

کیٹی کو یقین تھا کہ اگر کسی نے اس کی لاش کو پہاڑیوں والی غار سے باہر نکالا ہے تو ضرور ناگ نے اسے وہاں قتل ہونے کے بعد رکھا ہوا ہو گا تاکہ تین ماہ کی مہلت پوری ہو جائے اور کیٹی ایک بار پھر زندہ ہو سکے۔ اس لیے ناگ ضرور وہیں غار میں یا اس کے قریب ہی کہیں ہو گا۔ اب وہ قرطبہ کی جنوبی پہاڑیوں کی طرف ــ غار میں جانا چاہتی تھی مگر باہر شدید بارش ہو رہی تھی۔ گلی چونکہ ڈھلانی تھی اس لیے وہاں پانی نہیں رکا ہوا تھا۔

اچانک کیٹی کو گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز سنائی دی۔ اس نے دیکھا کہ پاس ہی اصطبل میں ایک گھوڑا بندھا ہوا تھا اور اس پر کمبل پڑا تھا۔ کیٹی نے اصطبل میں جا کر کمبل اپنے اوپر ڈالا اور خود گھوڑے پر بیٹھ کر موسلا دھار بارش میں گلی میں نکل آئی۔

تیز بارش میں اسے گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔ گھوڑا قدم قدم چلتا گلی میں سے نکل کر بازار میں آ گیا۔ بڑی اندھیری رات تھی۔ بازار میں کسی کسی مکان میں جلتی روشنی کا عکس پڑ کر پانی میں چمک رہا تھا۔ بازار میں بارش کا پانی دریا کی طرح بہہ رہا تھا۔ کیٹی گھوڑے پر سوار بازار میں سے گذر کر شہر کے بڑے دروازے میں سے شہر سے

باہر آ گئی۔

شہر سے باہر گھپ اندھیرا تھا اور ہر طرف پانی ہی پانی تھا اور بارش رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ کیمٹی نے اپنے سر پر جو کمبل ڈال رکھا تھا وہ پانی میں شرابور ہو گیا تھا کیمٹی کسی جگہ رک کر بارش کے تھم جانے کا انتظار کرنا چاہتی تھی۔ کیوں کہ بارش میں آگے چلنا گھوڑے کے لیے بھی مشکل ہو رہا تھا۔ کیمٹی نے سوچا کہ کیوں نہ وہ چٹکی بجا کر کوئی پرندہ بن جائے اور پھر اڑتی ہوئی جنوبی پہاڑیوں کے غار میں پہنچ جائے۔ اس نے ذہن میں ایک سفید کبوتر کا خیال لا کر چٹکی بجائی مگر کوئی اثر نہ ہوا۔

کیمٹی کو اپنے جن دوست پر سخت غصہ آنے لگا کہ اب وہ اس کے کسی کام نہیں آتا جب قاتل نے اس کی گردن الگ کر دی تھی تو یہ جن اس وقت بھی خاموش رہا تھا۔ اس نے کیمٹی کو بچانے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی اور اب بھی اس کی مدد نہیں کر رہا۔ کیمٹی کو یقین ہو گیا کہ اب اسے جن دوست پر کوئی بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔

کیمٹی کو یہ نہیں معلوم تھا کہ قارون کے خزانے والے صندوق میں دبے ہوئے اس کے سر کی تلاش میں جن دوست نے ہی ناگ کی مدد کی تھی اور اگر اس وقت وہ ناگ کی مدد نہ کرتا تو ناگ کبھی کیمٹی کے سر کو حاصل نہیں کر سکتا

تھا۔ بلکہ خود ناگ کی زندگی اس وقت خطرے میں پڑ چکی تھی۔

کیمٹی نے دیکھا کہ شہر کی دیوار کے پیچھے ایک جگہ کسی جھونپڑی میں روشنی ہو رہی تھی۔ وہ گھوڑے کو لے کر وہاں آ گئی۔ یہ ایک جھونپڑی تھی جس میں چراغ روشن تھا اور کوئی آدمی کمبل اوڑھے تختے پر سو رہا تھا۔ کیمٹی گھوڑے سے اتری۔ گھوڑے کو جھونپڑی کے پاس چھپر کے نیچے کھڑا کیا اور خود جھونپڑی میں آ کر بارش سے بچ کر کھڑی ہو گئی۔ گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز اور کیمٹی کے پاؤں کی آہٹ سے سویا ہوا آدمی جاگ اٹھا۔ اس نے کمبل منہ سے ہٹا کر پوچھا: "کون ہے؟"

کیمٹی نے کہا: "ایک مسافر عورت ہوں۔ بارش سے بچنے کے لیے تمہاری جھونپڑی میں آ گئی ہوں۔ سوئے رہو آرام سے۔"

عورت کا نام سن کر وہ آدمی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے چراغ کی روشنی میں کیمٹی کو گھور کر دیکھا۔ دوبارہ زندہ ہونے کے بعد کیمٹی کی نیلی آنکھیں جادو نہیں رہی تھیں بلکہ عام عورتوں جیسی ہو گئی تھیں۔ یہ آدمی ایک خونی ڈاکو کا جاسوس تھا جو شہر کے امیر سوداگروں کی دولت کے بارے میں اپنے ڈاکو دوست کو سب کچھ بتایا کرتا تھا۔ اس نے آدھی رات کے وقت نیلی آنکھوں اور سنہری بالوں والی ایک خوبصورت

عورت کو اپنی جھونپڑی میں دیکھا تو اس نے سوچا کہ یہ عورت کنیز کی حیثیت سے کسی امیر تاجر کے ہاں فروخت کی جا سکتی ہے۔ وہ اگر اسے اپنے قابو میں کرے تو اپنے ڈاکو دوست کے حوالے کر کے کافی انعام حاصل کر سکتا ہے۔ اس آدمی کے پاس ایک ایسی دوائی بھی تھی جس سے آدمی کو بے ہوش کیا جا سکتا تھا۔

اپنے ذہن میں یہ خطرناک سازش تیار کرنے کے بعد اس آدمی نے کیٹی سے بڑی میٹھی زبان میں باتیں شروع کر دیں اور اسے بار بار بیٹی کہہ کر پکارنے لگا۔ اس نے کہا:

"بیٹھو بیٹی میں تمہارے لیے قہوہ تیار کرتا ہوں۔"

کیٹی بڑی خاموشی سے بیٹھ گئی اور وہ آدمی آگ جلا کر قہوہ تیار کرنے لگا۔ کیٹی کو پتہ ہی نہ چل سکا اور اس آدمی نے قہوہ بنانے کے بعد کیٹی کی پیالی میں بے ہوشی کی دوائی ڈال دی۔ یہ دوائی پھیکی تھی اور اس کا کوئی ذائقہ نہیں تھا۔ کیٹی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ شخص اس کو اغوا کرنے کی فکر میں ہے۔ اس نے شکریہ ادا کرتے ہوئے قہوے کی پیالی ہاتھ میں تھام لی اور آہستہ آہستہ کر کے گرم گرم قہوہ پینے لگی۔

وہ آدمی بھی اس کے پاس ہی بیٹھا قہوہ پی رہا تھا اور کیٹی کو اپنی چمکیلی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ اس سے

اِدھر اُدھر کی باتیں بھی کیے جا رہا تھا۔ قہوہ پی چکنے کے بعد کیٹی کو اپنا سر بھاری ہوتا محسوس ہوا۔ اسے یوں لگا جیسے اسے نیند آ رہی ہو۔ وہ حیران ہوئی کہ پہلے تو کبھی اسے یوں اپنے آپ نیند نہیں آئی آج کیا بات ہے۔ اچانک اسے خیال آیا کہ کہیں اس شخص نے اسے قہوے میں کچھ پلا تو نہیں دیا!

اس نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے آدمی کو گھور کر دیکھا اور پوچھا:

"تم نے قہوے میں کیا ڈالا تھا؟"

وہ آدمی قہقہہ لگا کر ہنسا۔ کیٹی اٹھ کر وہاں سے بھاگے کہ گر پڑی اور بے ہوش ہو گئی۔ اس شخص نے کیٹی کو کمبل میں لپیٹا۔ گھوڑے پر ڈالا اور خود بھی اس گھوڑے پر بیٹھ کر شہر سے جنگل کو جانے والی سڑک پر گھوڑے کو ڈال دیا۔ اگرچہ سڑک پر پانی کھڑا تھا۔ مگر وہ گھوڑے کو دوڑائے لیے جا رہا تھا۔ بارش اب رکنے لگی تھی اور آسمان پر بادلوں کے پیچھے صبح کی روشنی جھلکنا شروع ہو گئی تھی۔ وہ بے ہوش کیٹی کو لے کر شہر سے دور ایک جنگل میں داخل ہو گیا۔ یہاں ایک جگہ اس کے دوست خونی ڈاکو اور بردہ فروش مونتاؤ کی خفیہ کمین گاہ تھی جو دیو دار کے گنجان درختوں کے سائے میں زمین کے اندر بنی ہوئی تھی اور اس کے اندر ایک خفیہ راستہ جاتا تھا۔ ایک

ڈاکو ہمیشہ اس خفیہ راستے کے پاس جھاڑیوں میں چھپا پہرہ دیا کرتا تھا۔ اس پہرے دار ڈاکو نے ایک گھوڑے کو کمین گاہ کی طرف آتے دیکھا تو سیٹی بجا کر نیچے خبر کر دی۔

کمین گاہ سے خونی ڈاکو موتالو تلوار لے کر اوپر آ گیا۔ گھوڑ سوار قریب آتے ہی کوڈ لفظ میں بولا:

"الجزا الجزا"

خونی ڈاکو موتالو نے اپنے خاص جاسوس کی آواز پہچان لی اور پوچھا:

"یہ کیا لائے ہو؟"

اس نے بتایا "تمہارے لیے ایک خوب صورت کنیز لایا ہوں۔ تم اسے کسی دوسرے ملک کے سوداگر کے ہاں بیچ کر ہزاروں دینار کماؤ گے۔ بس مجھے ایک سو دینار دے دینا۔"

خونی ڈاکو بے ہوش کنیز کو نیچے لے گیا۔ اس نے موم بتی کی روشنی میں دیکھا کہ لڑکی واقعی بڑی خوبصورت ہے اور اس کی ڈھیر ساری رقم وصول کی جا سکتی ہے۔ اس نے اپنے جاسوس کو ایک سو دینار دے کر رخصت کر دیا اور کنیز کے منہ میں بے ہوشی کی مزید دوائی ڈال دی جو اسے چوبیس گھنٹے تک بے ہوش رکھ سکتی تھی۔ کیوں کہ خونی ڈاکو موتالو نہیں چاہتا تھا کہ اس جگہ شور شرابا ہو اور عورت ہوش میں آ کر چیخنا چلانا شروع کر دے۔ اس کی

وجہ یہ تھی شہر میں ڈاکوؤں کے خلاف گورنر نے زبردست مہم چلا رکھی تھی۔ خونی ڈاکو موتالو نے اپنے چھ ساتھیوں کو جگا دیا اور کہا کہ ہمارے پاس ایک نایاب عورت آ گئی ہے جس کو ملک مصر میں کسی امیر سوداگر کے ہاں بیچ کر ہم ہزاروں دینار کما سکتے ہیں۔ اس لیے ابھی اس شہر سے نکل کر مصر کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ سارے ڈاکو اپنے سردار کے حکم پر فوراً تیار ہو گئے اور گھوڑوں پر بیٹھ کر یہ ڈاکوؤں کا قافلہ بے ہوش کنیز کو لے کر اس شاہراہ پر روانہ ہو گیا جو ملک مصر کی طرف جاتی تھی۔

O

خونی عقاب کے پنجے

بارش رُک گئی۔

دن کا اجالا پھیلنے لگا تھا۔ ناگ درخت کی شاخوں میں سے نکل کر اُڑ گیا۔ اب اسے ہر قسم کی خوشبوئیں محسوس ہو رہی تھیں مگر کیٹی کی خوشبو ان میں کہیں بھی نہیں تھی۔ بارش نے ہر طرف جل تھل ایک کر دیا تھا۔ ناگ نے شہر میں چاروں طرف اُڑ کر ایک ایک مکان پر بیٹھ کر کیٹی کی خوشبو لینے کی کوشش کی مگر اسے کیٹی کی خوشبو کسی گھر سے بھی نہیں آ رہی تھی۔ اس نے سوچا کہ اسے سرجن الجریدی اور موجودی کے پاس جا کر کیٹی کو تلاش کرنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ جو لوگ کیٹی کی لاش کو چرا کر لے گئے ہیں، وہ اسے ان کے پاس ہی لاتے ہوں۔

ساتھ ہی ساتھ ناگ کو یہ احساس بھی تھا کہ کیٹی کی لاش اب تک زندہ ہو چکی ہو گی اور اگر اسے کسی نے بیہوش نہیں کیا اور اسے کسی زمین کے اندر اندھے کنوئیں میں قید نہیں کیا تو وہ بھی ضرور اسی شہر میں ناگ کے سراغ

میں ہو گی۔ لیکن ناگ کو شہر کے کسی کونے سے کیٹی کی خوشبو نہیں آ رہی تھی جو اس بات کا زندہ ثبوت تھا کہ کیٹی اس شہر میں نہیں ہے یا تو اسے کسی نے زمین کی گہرائیوں میں قید میں ڈال دیا ہے اور یا کوئی اسے بے ہوشی کی حالت اغوا کرنے کے بعد شہر سے نکال کر لے گیا ہے۔

ناگ سب سے پہلے سرجن الجریدی سے اس کی حویلی میں جا کر ملا اور اس سے کیٹی کی لاش کے بارے میں پوچھا۔ سرجن الجریدی نے ناگ کو بتایا کہ کیٹی کی لاش دوبارہ اس کے پاس نہیں لائی گئی۔ یہاں سے ناگ دوسرے سرجن موجودی کے پاس آ گیا۔ اس نے ناگ سے کہا:

"سچ سچ بتاؤ کہ تم لوگ کون ہو اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم دونوں کی لاشیں زندہ ہو جائیں۔"

ناگ نے جلدی سے پوچھا "کیا کیٹی کی لاش زندہ ہو گئی تھی؟"

"ہاں" سرجن موجودی بولا "وہ زندہ ہو گئی تھی اور اس نے مجھ سے پوچھا تھا کہ اسے یہاں کون لایا ہے؟ میں نے اسے بتایا کہ دو لاش چور اس کی لاش کو جنوبی پہاڑیوں والے غار میں سے نکال کر اس کے پاس لائے تھے۔"

"پھر؟" ناگ نے بے تابی سے پوچھا۔
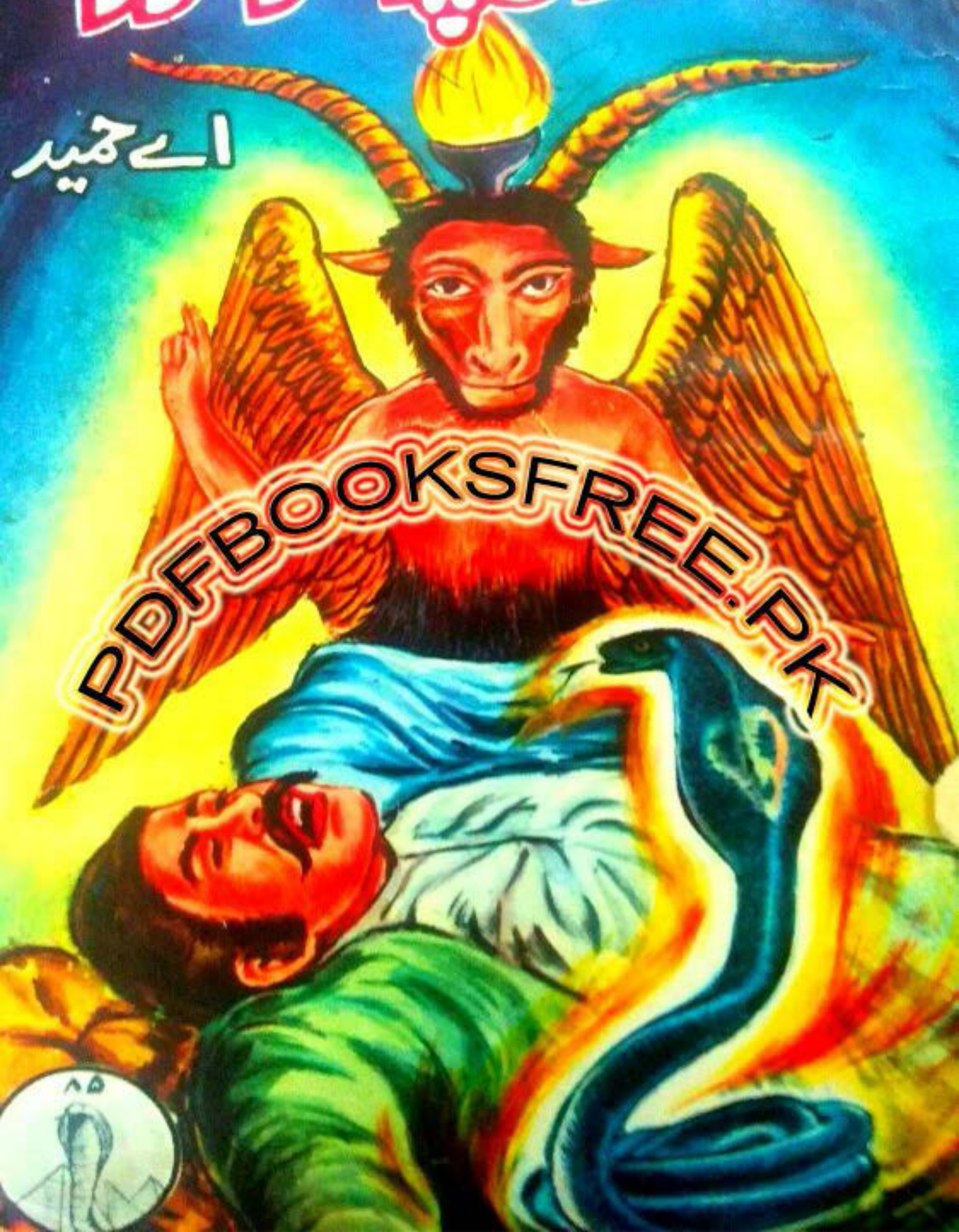
زرد آنکھوں والی پُراسرار عورت

اے حمید

۸۵

مکتبہ اقرا

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی

کے پانچ ہزار سال سفر کی سنسنی خیز داستان

زرد آنکھوں والی پُراسرار عورت

اے۔ حمید

ترتیب و پیشکش

محمد ارشد

پاکستان ورچوئل لائبریری

قیمت: ۵۰/ روپے

بار اوّل ___

ناشر: یاسمکتبہ اقراء ۳۳ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور
طابع: القرید پرنٹرز، لاہور

پیارے دوستو!

ناگ عنبر اور ماریا اپنے پانچ ہزار سال کے طویل ترین واپسی کے سفر میں اپنی آخری منزلوں سے گذر رہے ہیں اور انہیں عجیب و غریب اور حیرت انگیز واقعات پیش آ رہے ہیں۔ ایسے واقعات انہیں پہلے کبھی پیش نہیں آئے تھے۔ واپسی کا سفر آخر میں پہنچ کر خطرناک، سنسنی خیز اور حیرت افروز ہوتا جا رہا ہے۔ عنبر کو ایک زرد آنکھوں والی پُراسرار عورت ملتی ہے۔ وہ اسے کیا کہتی ہے؟ ناگ کو کیٹی اس حالت میں ملتی ہے کہ وہ سبز ستارے والا سانپ بن چکی ہے۔ جو چاند کی چودھویں رات کو چاند کے آگے دیوانہ ہو کر رقص کرتا ہے اور چاند اسے اپنی کرنوں میں جذب کر لیتا ہے۔ پھر کیٹی سانپ بن کر چاند کی کرنوں میں جذب ہو کر کہاں چلی جاتی ہے؟ ناگ اس کی کیوں مدد نہیں کر سکتا؟ پھر وہ اور ماریا کیا منصوبہ بناتے ہیں اور ویران گرجا گھر کی جلاد بدروح طوفانی رات میں ناگ کو کیا کہتی ہے؟ یہ آپ اس قسط میں پڑھیں گے۔

"راہ چمن"

اے حمید

ترتیب

ماریا کی گردن میں سانپ

کیٹی گھوڑا دوڑاتی شہر کے دروازے سے باہر نکل گئی۔

پہلے تو لوگ پیدل ہی کیٹی کے پیچھے بھاگ رہے تھے پھر ان میں سے دو تین آدمی گھوڑوں پر بیٹھ کر پیچھا کرنے لگے۔ جیسا کہ آپ پچھلی قسط میں پڑھ چکے ہیں کیٹی نے چٹکی بجائی تو وہ بدقسمتی سے ہارے ہوئے عیسائی سپہ سالار رچرڈ شیر دل کے روپ میں ظاہر ہو گئی جس کو سلطان صلاح الدین ایوبی نے یروشلم میں شکست دی تھی اور شکست کھانے کے بعد اس کے بارے میں یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ رچرڈ واپس انگلستان نہیں پہنچا اور وہیں کہیں مصر اور یروشلم کے آس پاس چھپا ہُوا ہے تاکہ موقع پا کر اپنی فوج کو جمع کر کے یروشلم پر دوبارا حملہ کرے۔ چنانچہ مصر کے مسلمان سلطان بیبارس نے اعلان کر رکھا تھا کہ جو کوئی رچرڈ کا سر کاٹ کر لائے گا اسے دس لاکھ دینار انعام میں ملیں گے۔ یہ انعام اتنا بڑا تھا کہ مصر کا ہر آدمی اس کی تلاش میں تھا کہ کہیں اسے رچرڈ مل جائے تو وہ اس کا سر کاٹ کر دس لاکھ دینار

حاصل کرے۔ شاہی مصور نے رچرڈ کے پورے حلیے کی
کئی تصویریں بنائی تھیں جنہیں سلطان مصر کے حکم سے شہر
میں جگہ جگہ دیواروں پر لگا دیا گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جونہی
کیٹی، عیسائی سپہ سالار رچرڈ کی شکل میں ڈاکو مونتالو کے
خفیہ ٹھکانے سے باہر نکلی تو لوگوں نے اسے فوراً پہچان لیا
اور اس کو پکڑ کر قتل کرنے کے لیے اس کے پیچھے دوڑ
پڑے۔

کیٹی نے مصر کے شہر قاہرہ سے نکل کر اس شاہراہ پر
گھوڑے کو ڈال دیا جو سپین کی طرف جاتی تھی۔ اور جس پر
ماریا بھی آگے آگے چلی جا رہی تھی۔ کیٹی کا منہ زور گھوڑا اسے
سرپٹ دوڑتا ہوا اڑائے لیے جا رہا تھا۔ تینوں آدمی بھی
اس کے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ کیٹی حیران تھی کہ یہ لوگ
آخر اس کا پیچھا کیوں کر رہے ہیں اور اسے کیوں قتل کرنا
چاہتے ہیں۔ کیونکہ اس نے شہر میں ہی لوگوں کی زبان
سے سن لیا تھا۔ ہر کوئی کہہ رہا تھا۔ میں اسے قتل کروں
گا۔ یہ میرا شکار ہے۔ میں نے اسے پہلے دیکھا ہے۔ اس
لیے اس کا سر میں کاٹوں گا۔ اتنا کیٹی کو پتہ چل گیا تھا کہ
وہ کسی ایسے آدمی کی شکل میں ظاہر ہوئی ہے۔ جو کوئی
بدنام ڈاکو یا قاتل ہے جس کو لوگ ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔

کیٹی کا گھوڑا بہت طاقتور اور تیز رفتار تھا۔ وہ کیٹی کو
لے کر دیکھتے دیکھتے کہاں سے کہاں لے گیا۔

کیٹی نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ صحرا میں ریت کے ٹیلے
دور تک ویران اور خالی تھے۔ اسے کوئی گھوڑ سوار اپنے
پیچھے آتا نظر نہ آیا تو کیٹی نے شکر ادا کیا کہ اس کی جان
بچ گئی۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اس جسم پر اگر
تلوار کا زخم لگے تو وہ اپنے آپ بھر جاتا تھا اور وہ مر
نہیں سکتی تھی۔ مگر اپنی گردن کٹ جانے کے بعد سے وہ
پہلے ہی کافی مصیبت اور پریشانی دیکھ چکی تھی۔ اب وہ ہر
حالت میں اس قسم کی بک بک سے بچنا چاہتی تھی پھر
اسے خیال آیا کہ وہ تو ایک سپہ سالار کے روپ میں ہے
اور تلوار بھی اس کے پاس ہے۔ وہ حملہ کرنے والوں کا
مقابلہ کر سکتی تھی، لیکن وہ اگرچہ مرد کی شکل میں تھی اس
کے اندر ایک عورت ابھی تک چھپی ہوئی تھی۔ ویسے بھی
وہ لڑائی کا خطرہ مول لے کر اپنی گردن نہیں کٹوانی چاہتی
تھی۔

اس کے پیچھے اب کوئی گھوڑ سوار نہیں تھا۔ پھر بھی
وہ گھوڑا دوڑائے چلی گئی۔ وہ قاہرہ شہر سے بہت دور نکل
جانا چاہتی تھی۔ جب صحرا میں گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتی

کافی دور نکل گئی تو ایک جگہ درختوں کے جھنڈ آ گئے۔ یہاں ایک چھوٹے سے تالاب میں پانی جمع تھا۔ کیٹی نے گھوڑے کو پانی پلایا اور پھر آگے چل پڑی۔ ابھی وہ چند قدم ہی چلی ہو گی کہ اچانک تینوں سوار جو اس کا پیچھا کر رہے تھے ایک ٹیلے سے نکل آئے اور انہوں نے کیٹی کو گھیر لیا۔ وہ تلواریں لہراتے اس کی طرف بڑھے۔ اب کیٹی نے بھی تلوار نکال لی اور تلواروں کی لڑائی شروع ہو گئی۔ کیٹی نے محسوس کیا کہ اس کا بازو ایک تجربہ کار تلوار باز سپاہی کی طرح تلوار چلا رہا تھا اور چند ایک واروں میں اس نے دو آدمیوں کو کاٹ کر رکھ دیا اور تیسرا بھاگ نکلا۔ کیٹی تلوار ہاتھ میں لیے زخمی آدمیوں کی طرف آئی۔ ان میں سے ایک کی لاش دو ٹکڑے ہو کر صحرا میں پڑی تھی اور دوسرا مر رہا تھا اور آخری سانس لے رہا تھا۔ کیٹی کو قریب آتے دیکھ کر اس نے آہستہ سے کہا:

"رچرڈ! مجھے معاف کر دو۔ میں لالچ میں آ گیا تھا۔ تم ایک بہادر سپہ سالار ہو"

کیٹی اس کے پاس بیٹھ گئی اور اس کا سر اپنے زانو پر رکھ لیا۔ اس نے پوچھا:

"تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟ یہ رچرڈ کون ہے؟"

مرنے والے نے تعجب سے رچرڈ شیر دل کی طرف دیکھا اور کہا:

"تم ـــ تم رچرڈ شیر دل ہو۔ جس کو سلطان صلاح الدین ایوبی نے شکست دی تھی۔ جو مفرور ہو گیا ہوا ہے اور جس کا سر کاٹ کر لانے والے کو سلطان دس لاکھ دینار انعام دے گا۔ کیا ـــ کیا تم یہ بھی نہیں جانتے کہ تم ـــ تم عیسائی سپہ سالار رچرڈ ہو؟"

اب کیٹی کی سمجھ میں سارا معاملہ آ گیا۔ اس نے مرنے والے کے منہ میں پانی کے قطرے ڈالے مگر وہ مر چکا تھا۔ پانی اس کے ہونٹوں سے باہر بہہ گیا۔ کیٹی نے اس کا مُردہ سر ریت پر رکھ دیا۔ گھوڑے پر بیٹھی اور ہسپانیہ کے شہر قرطبہ کی طرف روانہ ہو گئی۔

اسے بالکل خبر نہ تھی کہ ماریا اس سے چند میل آگے چلی جا رہی ہے۔ اور اس سے چند میل آگے ناگ سیاہ عقاب کی شکل میں ان دونوں کی طرف بڑھ رہا ہے۔ یعنی ماریا اور کیٹی تھوڑے فاصلے پر دونوں قرطبہ کی طرف جا رہی تھیں اور ناگ قرطبہ سے مصر کی طرف آ رہا تھا تاکہ وہاں ماریا کا سراغ لگا سکے۔

کیٹی کو اسی جگہ صحرا میں رچرڈ کی شکل میں سفر کرتا چھوڑ کر ہم کچھ میل آگے ماریا کی طرف جاتے ہیں۔ ماریا اکیلی صحرائی راستے سے ذرا ہٹ کر ریت کے ٹیلوں کے اوپر پانچ فٹ کی بلندی

پر ہوا میں آہستہ رفتار کے ساتھ اُڑتی چلی جا رہی تھی۔ جب کبھی
کبھی کوئی لمبا سفر سامنے آ جاتا تھا تو ماریا اسی طرح سفر کیا کرتی
تھی۔ اس وقت صحرا میں دن کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ ماریا کو سامنے
سے کچھ گھوڑ سوار آگے بڑھتے نظر آئے۔ اس نے کوئی خیال
نہ کیا۔ کیوں کہ جو سڑک سفر کے لیے بنائی گئی ہو اس پر گھوڑ سوار
سفر کرتے ہی رہتے ہیں۔

جب یہ گھوڑ سوار قریب آئے تو ماریا نے دیکھا کہ وہ
چار تھے اور شکل صورت سے لٹیرے اور قزاق معلوم ہوتے
تھے۔ انہوں نے ایک بوڑھے آدمی کی گردن میں رسی باندھ
رکھی تھی اور اسے گھوڑے پر ہاتھ باندھ کر بٹھایا ہوا تھا۔
ماریا کے قریب سے گزر کر وہ ایک سوکھے ہوئے درخت
کے پاس جا کر رُک گئے۔ انہوں نے بوڑھے آدمی کا گھوڑا
درخت کے نیچے کر لیا اور درخت کی ٹہنی پر رسہ باندھنے
لگے۔ ماریا کے لیے یہ سمجھنا کوئی مشکل نہیں تھا کہ یہ چاروں
صحرائی قزاق اس آدمی کو پھانسی دینے لگے ہیں۔ وہ رسہ درخت
کے ساتھ باندھ کر گھوڑا اس بوڑھے آدمی کے نیچے سے نکال
دیں گے اور وہ بے چارہ درخت کے ساتھ لٹک جائے گا اور
رسی اس کا گلا گھونٹ ڈالے گی۔

ماریا یہ ظلم کم از کم اپنے سامنے ہوتا نہیں دیکھ سکتی تھی۔ وہ ان ڈاکوؤں

کے قریب آ گئی۔ ایک صحرائی قزاق جو ان کا سردار لگتا تھا تلوار
نکال کر بولا:

"اس کافر کی گردن کیوں نہیں کاٹ ڈالتے۔"

دوسرا قزاق بولا: "سردار گردن کٹنے سے یہ ایک دم
مر جائے گا۔ لیکن پھانسی پر لٹکے گا تو اس کی جان
دیر سے نکلے گی۔"

ڈاکوؤں کے سردار نے قہقہہ لگایا اور بولا:

"یہ تم نے بالکل ٹھیک کہا۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں
کہ اس کافر کی جان آہستہ آہستہ نکلے یہ دیر تک
تڑپتا رہے۔"

ماریا یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ بوڑھا عیسائی لگتا تھا جب
ہی یہ اسے کافر کہہ رہے تھے۔ حالانکہ مسلمان عیسائیوں کو کافر
کبھی نہیں کہتے۔ کیوں کہ کافر وہ ہوتا ہے جو بتوں کی پوجا
کرے اور عیسائی بتوں کی پوجا نہیں کرتے۔ مگر یہ صحرائی قزاق
ان پڑھ اور جاہل تھے اور ایک غریب بوڑھے عیسائی کو
کافر سمجھ کر پھانسی لگانے والے تھے۔ ماریا نے آگے بڑھ کر
بوڑھے عیسائی کی گردن میں سے رسی کھول دی۔ ڈاکو حیران
ہو کر دیکھنے لگے کہ یہ رسی اپنے آپ کیسے کھل گئی۔ سردار
نے چیخ کر کہا:

"بدبخت! تم نے رسی ڈھیلی کیوں باندھی تھی۔ اسے
پھر سے کس کر باندھو۔"
ایک ڈاکو آگے بڑھا اور اس نے بوڑھے کی گردن میں
دوبارہ رسی کو کس کر باندھ دیا۔ درخت کے تنے سے رسی بندھ
چکی تھی۔ اب صرف بوڑھے کے نیچے سے گھوڑے کو کھسکانا
ہی باقی تھا۔ ماریا پیچھے سے آئی۔ اس نے ایک ڈاکو کی کمر
میں لٹکی ہوئی تلوار کو نیام سے کھینچ لیا۔ تلوار اس کے ہاتھ
میں آتے ہی غائب ہو گئی۔
ڈاکو نے گھبرا کر نیام کو دیکھا جو خالی تھا:
"سردار! میری تلوار کون لے گیا؟"
سردار نے چیخ کر کہا: "بکواس بند کرو۔ کوئی نہیں لے
گیا تمہاری تلوار اس بوڑھے کو پھانسی پر لٹکاؤ، گھوڑا
اس کے نیچے سے بھگاؤ۔"
وہ ڈاکو بوڑھے کے نیچے سے گھوڑے کو کھسکانے کے
لیے آگے بڑھا تو ماریا نے تلوار کے ایک ہی وار سے اس
ڈاکو کی گردن تن سے جدا کر دی۔ اور پھر بوڑھے کے سر
کے اوپر سے رسی کو کاٹ ڈالا۔ اپنے ایک ساتھی کی لاش
کو تڑپتے دیکھ کر ڈاکوؤں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔
وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایک دوسرے کو تکنے لگے کہ یہ

کیا ماجرا ہو گیا ہے؟
"سردار! کوئی بھوت آ گیا ہے، بھاگو۔"
سردار کوئی اکھڑ آدمی تھا، چلایا:
"میں نہیں بھاگوں گا، بھوت سے مقابلہ کروں گا۔"
اور اس نے تلوار کو گھمانا شروع کر دیا جیسے ہوا میں
کسی ان دیکھے دشمن کا مقابلہ کر رہا ہو۔ بوڑھا عیسائی بے چارہ
گھوڑے سے اتر کر سہما ہوا ایک طرف بیٹھ گیا تھا۔ اس کی
ایک جانب ڈاکو کی کٹی ہوئی لاش پڑی تھی اور دوسری جانب
ڈاکوؤں کا سردار تلوار گھما رہا تھا اور باقی دو ڈاکو بھی حیران پریشان
مگر تلواریں نکالے چوکنے ہو کر کھڑے تھے۔
ماریا نے بوڑھے کے قریب جا کر اس کے کان میں کہا:
"بابا! تم مت گھبراؤ، میں تمہاری مدد کو آئی ہوں۔"
غیبی آواز سنتے ہی بوڑھے نے زور سے چیخ ماری اور
تھر تھر کانپنے لگا:
"بھ — بھ — بھ — بھوت۔"
ماریا کو اس بڈھے پر سخت غصہ آیا کہ اس کی خاطر اس
نے یہ سارا بکھیڑا کیا اور یہ ہی اس سے خوف کھا رہا ہے۔
کہاں ہے بھوت — کہاں ہے بھوت۔ سامنے آؤ
میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

ڈاکوؤں کا سردار بار بار چلا رہا تھا۔

ماریا اس کے پاس گئی اور اس کے بازو پر زور سے مکا مارا۔ تلوار سردار کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور وہ گھوڑے کی باگ موڑ کر بولا:

"بھ۔۔بھ۔بھ۔۔ بھوت۔ بھاگو۔"

اور تینوں صحرائی قزاق گھوڑے دوڑاتے ایسے بھاگے کہ انہوں نے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ اب وہاں صرف بوڑھا رہ گیا تھا مگر وہ بھی خوف کے مارے کانپ رہا تھا۔ پھر وہ بھی جلدی سے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

ماریا نے اسے آواز دی: "بابا! ٹھہرو۔"

بوڑھے نے بھوت کی آواز سنی تو اس کے منہ سے چیخ نکل گئی اور وہ گھوڑے کو دوڑاتا ہوا شہر قرطبہ کی طرف نو دو گیارہ ہو گیا۔ ماریا کو اس پر غصے کے ساتھ ساتھ ہنسی بھی آئی کہ اس پر کیا بھوت سوار ہو گیا تھا۔ ماریا وہاں سے تھوڑی دور ہی گئی ہو گی کہ اسے اپنے پیچھے ایک گھوڑا اپنی طرف بڑھتا دکھائی دیا۔ ماریا رک گئی اور سوچنے لگی کہ ہو نہ ہو ان ڈاکوؤں میں سے کوئی ڈاکو ہے اور اس کی کوئی قیمتی شے وہاں رہ گئی تھی جسے لینے آیا ہے۔

ماریا واپس اس جگہ پہنچی جہاں ایک ڈاکو کی لاش پڑی

تھی۔ گھوڑ سوار گھوڑے پر بیٹھا قریب آ رہا تھا۔ ماریا کے نزدیک آ کر اس نے گھوڑے کو روکا اور لاش کو تکنے لگا۔ ماریا نے دیکھا کہ وہ کسی عیسائی سپہ سالار کی وردی میں تھا۔ ماریا اچانک اچھل سی پڑی۔ یہ تو مشہور عیسائی جرنیل رچرڈ شیر دل تھا جو شکست کے بعد مفرور ہو گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ماریا اس کی طرف بڑھی اور اسے غور سے دیکھا۔ ماریا نے قاہرہ کے گلی کوچوں میں لگی ہوئی رچرڈ کی تصویریں دیکھی تھیں۔ ہو بہو وہی شکل تھی۔ کیٹی کو اچانک ماریا کی تیز خوشبو محسوس ہوئی۔ صحرا میں ہوا چلنے کی وجہ سے کیٹی کو پہلے ماریا کی خوشبو محسوس نہیں ہوئی تھی، لیکن اب جو وہ اس کے قریب آئی تو کیٹی نے اس کی تیز خوشبو محسوس کی۔ اس نے چونک کر کہا: "ماریا! یہ تم ہو؟"

رچرڈ شیر دل کے منہ سے اپنا نام سن کر ماریا ہکی بکی ہو کر رہ گئی۔ ایک دم پیچھے ہٹ گئی اور غور سے رچرڈ کو دیکھنے لگی کہ اس نے مجھے دیکھ لیا ہے کیا؟ اگر دیکھ بھی لیا ہے تو یہ میرا نام کیسے جانتا ہے؟ رچرڈ یعنی کیٹی نے پھر کہا:

"ماریا! تم جواب کیوں نہیں دیتیں؟ مجھے تمہاری خوشبو آ رہی ہے، بولو۔"

ماریا نے آہستہ سے مگر بلند آواز میں کہا:
"اے عظیم عیسائی سپہ سالار! کیا تم مجھے دیکھ رہے
ہو؟ کیا تم مجھے جانتے ہو؟"
رچرڈ یعنی کیٹی نے قہقہہ لگایا اور بولی:
"ارے ماریا بہن! میں عظیم عیسائی سپہ سالار رچرڈ نہیں
ہوں۔ یہ تو مجھ پر مصیبت پڑ گئی ہے۔ میں تو کیٹی
ہوں۔ چٹکی نے بیڑا غرق کیا ہے۔"
ماریا تو دنگ ہو کر رہ گئی۔ اور پھر وہ بھی ہنسنے لگی
اور بولی:
"کیٹی! خدا کی قسم تمہیں اس شکل میں دیکھ کر میں
تو کیا ناگ اور عنبر بھی ساری زندگی نہیں پہچان
سکتے کہ تم کیٹی ہو۔ مگر یہ تمہیں رچرڈ شیر دل کا روپ
دھارنے کی کیا سوجھی؟"
کیٹی نے کہا: "ماریا بہن! بھلا یہ بات کبھی میرے
اختیار میں ہوتی ہے۔ خدا — اب کیا کہوں میں
جن کو — وہ میرا دوست بھی ہے۔ کم بخت بہت
دفعہ میری مدد بھی کر دیتا ہے، لیکن کبھی کبھی مجھے
ایسی مشکل میں پھنسا دیتا ہے کہ لینے کے دینے
پڑ جاتے ہیں۔ اب دیکھ لو، اس نے مجھے رچرڈ

شیر دل بنا دیا۔ کہنے لگا جاؤ چٹکی بجاؤ۔ چٹکی ٹھیک
ہو گئی ہے۔ جونہی میں نے چٹکی بجائی تو رچرڈ
شیر دل کی شکل میں ظاہر ہو گئی، مجھے کیا خبر تھی کہ
میرے سر کی قیمت دس لاکھ دینار رکھی ہوئی ہے
میں بڑے آرام سے ڈاکوؤں کے ٹھکانے
سے باہر نکلی تو لوگ تلواریں لے کر مجھ پر ٹوٹ
پڑے۔ بڑی مشکل سے جان بچا کر یہاں تک آئی
ہوں، لیکن مجھے بڑی خوشی ہے کہ تم سے ملاقات
ہو گئی۔ عنبر اور ناگ کہاں ہیں؟"
ماریا نے کہا: "ان کی کچھ خبر نہیں مگر تم یہاں کیسے
پہنچ گئیں؟"
کیٹی نے کہا: "میرا خیال ہے اگر ہم ایک دوسرے
کو اپنے گزرے ہوئے واقعات سنا دیں تو
ہمیں ایک دوسرے کے تمام حالات کا علم ہو
جائے گا۔"
اس کے بعد پہلے کیٹی نے اپنی رام کہانی سنائی اور
پھر ماریا نے اپنے ساتھ بیتے ہوئے سارے واقعات بیان
کر دیئے۔
"کیٹی نے کہا: "میں ناگ کے ساتھ فرانس میں

تھی اور وہیں کسی نے مجھے ہلاک کر ڈالا تھا۔"
ماریا حیران ہو کر بولی: "میں تو تمہاری گردن کے کٹنے
کا سن کر دنگ رہ گئی ہوں۔ کتنی اچھی بات ہوئی
ہے کہ تین ماہ کے اندر اندر تمہاری گردن جڑ
گئی ورنہ خدا جانے پھر تمہاری صورت دیکھنی نصیب
بھی ہوتی یا نہ۔"
کیٹی نے کہا: "اس کا سہرا ناگ کے سر ہے۔ اسی
نے میری لاش کی حفاظت کی ہو گی۔ اور پھر کہیں
نہ کہیں سے خدا جانے کیسی کیسی مشکلوں کے بعد میرا
کٹا ہوا سر تلاش کیا ہو گا۔"
ماریا کہنے لگی: "اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تمہیں
قرطبہ سے اغوا کیا گیا ہے۔ تمہاری لاش قرطبہ کے
کسی سرجن جراح کی لیبارٹری میں تھی تو ضرور ناگ
بھی قرطبہ ہی میں ہو گا۔"
کیٹی بولی: "اور ہم بھی تو قرطبہ ہی کی طرف جا
رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ناگ سے ہماری ملاقات
ضرور ہو جائے گی۔ اب عنبر کا پتہ چلانا باقی رہ
گیا ہے۔"
ماریا نے کہا: "اسے بھی میں نے آخری بار مصر کے

شہر قاہرہ کے اہراموں کے پاس چھوڑا تھا۔ میں
نے سارا قاہرہ چھان مارا لیکن مجھے اس کا کوئی
سراغ نہیں مل سکا۔ میرا اندازہ ہے کہ یہاں سے
وہ بھی قرطبہ کی طرف ہی گیا ہو گا، کیوں کہ قاہرہ
کے بعد وہی مسلمانوں کا ایک مشہور شہر ہے۔"
کیٹی کہنے لگی: "اب میں اس اپنے رچرڈ کے جیسے
کا کیا کروں؟ مسلمانوں کے شہر قرطبہ میں گئی تو
وہاں بھی لوگ مجھے ہلاک کرنے کی کوشش
کریں گے۔"
ماریا بولی: "تو پھر کیا ہوا، تم کون سی ہلاک ہو جاؤ گی۔"
کیٹی نے کہا: "یہ بات نہیں ہے ماریا بہن ——
جب سے کسی عیار قاتل نے میری گردن کاٹی ہے۔
مجھے اپنی زندگی کی بڑی فکر رہنے لگی ہے۔ میں
خواہ مخواہ کسی جنگ میں نہیں کودنا چاہتی۔ اب کم بخت
چٹکی کا بھی کوئی اعتبار نہیں رہا۔ پہلے تو ذرا سی
چٹکی بجا کر پرندہ بن کر پھر سے اڑ جاتی تھی یا
جس کی چاہے شکل اختیار کر لیتی تھی۔ مگر اب ایسا
نہیں ہے۔ اب تو ایک شکل میں آتی ہوں تو پھر
چٹکی بجا بجا کر پاگل ہو جاتی ہوں اور دوسری شکل

نہیں بدلتی۔ اب بتاؤ پھر — میں رچرڈ کی شکل لے کر
کیسے مسلمانوں کے شہر میں جاؤں گی؟"

ماریا نے کہا: "تم اپنی شکل سامنے رکھ کر اب
ذرا چٹکی بجا کر دیکھو شاید تمہاری شکل بدل جائے۔"

کیٹی نے مسکراتے ہوئے کہا: "تم دیکھ لینا میری شکل
ویسی کی ویسی ہی رہے گی۔"

ماریا نے کہا: "تم چٹکی تو بجاؤ۔"

کیٹی نے اپنی شکل کا تصور آنکھوں کے سامنے رکھ چٹکی بجادی۔ چٹکی
بجاتے ہی ماریا کو ایک پھنکار کی آواز سنائی دی اور اس نے
دیکھا کہ کیٹی کالے رنگ کا ایک سانپ بن گئی ہے جس
نے اپنا پھن اٹھا رکھا ہے اور زبان بار بار باہر نکال رہا
ہے۔ کیٹی سانپ کی زبان میں کہہ رہی تھی:

"میرے خدا! یہ میرے ساتھ کیا ہو گیا۔ میں تو سانپ
بن گئی ہوں۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھ سے
چٹکی نہ بجواؤ۔ رچرڈ شیر دل کی شکل سے چھٹی ہوں
تو اس سانپ کی مصیبت میں پھنس گئی ہوں۔
اب کیا کروں؟"

مگر ماریا سانپ کی زبان نہیں سمجھ سکتی تھی۔ وہ تو پریشان
تھی کہ اس نے خوامخواہ کیٹی کو چٹکی بجانے کے لیے کہا اور

اسے سانپ بنا دیا۔ اس نے کیٹی کو جو سیاہ سانپ کی شکل
میں تھی ہاتھ میں اٹھا لیا۔ سانپ، ماریا کے ہاتھ میں آتے
ہی غائب ہو گیا۔ ماریا نے دیکھ کر سانپ کے ماتھے پر
سبز رنگ کا ایک ستارے کا نشان بنا ہوا تھا۔ اس نے کیٹی
سے کہا:

"کیٹی بہن! میں جانتی ہوں تم میری زبان نہیں
سمجھ سکو گی مگر مجھے معاف کر دینا۔ میں نے تمہارے
ساتھ بڑی زیادتی کی۔ مگر بہن یقین کرو مجھے نہیں
معلوم تھا کہ تم رچرڈ شیر دل سے سانپ بن جاؤ
گی۔ مگر تم فکر نہ کرو اور ایک بار پھر چٹکی
بجانے کا خیال کرو۔"

کیٹی کو ماریا کی آواز ہی آ رہی تھی۔ اس کی زبان وہ
نہیں سمجھ سکتی تھی۔ کیوں کہ وہ سانپ بن چکی تھی اور سانپ
کے کان نہیں ہوتے وہ اپنے جسم کے مساموں اور کھال
کے سوراخوں سے سنتا ہے اور اس کے جسم کے اندر صرف
آواز جاتی ہے الفاظ نہیں جاتے۔ وہ صرف دوسرے سانپ کی
آواز کا مطلب سمجھ سکتا ہے۔ کیٹی کو اتنا ضرور اطمینان تھا کہ
اگرچہ وہ سانپ کی شکل اختیار کر گئی ہے لیکن کیٹی کے پاس
ہے کسی دشمن کے قریب نہیں ہے۔ اس نے ماریا کے کہ

سے پہلے ہی اپنے دل میں اپنی شکل کا تصور لا کر کئی بار خیال ہی خیال میں چٹکی بجائی تھی مگر چٹکی کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ ماریا کیٹی کے سانپ کو لے کر قرطبہ کی طرف چل دی۔

وہ صحرائی ٹیلوں کے اوپر ہو کر فضا میں تیرتی ہوئی جا رہی تھی۔ اچانک اسے آسمان پر ایک دیو پیکر سیاہ عقاب دکھائی دیا جو اس کے سر کے اوپر سے اڑتا ہوا آگے نکل گیا۔ یہ ناگ تھا جو عقاب کے روپ میں اڑا چلا جا رہا تھا۔ ناگ نے ماریا کو نہیں دیکھا تھا مگر اسے اڑتے اڑتے اچانک ماریا کی خوشبو محسوس ہوئی۔ وہ وہیں آسمان پر چکر لگانے لگا۔ ماریا نے سیاہ عقاب کو اپنے اوپر چکر کاٹتے دیکھا تو اسے خیال آیا کہ کہیں یہ ناگ نہ ہو کیوں کہ ناگ کو سیاہ یا سفید عقاب بہت پسند تھا اور جب کبھی اسے کوئی لمبا سفر کرنا ہوتا تھا تو وہ عقاب ہی کی شکل اختیار کیا کرتا تھا۔ ماریا ظاہر تو ہو نہیں سکتی تھی اور نہ ناگ اس کی آواز سن سکتا تھا۔ مگر ماریا نے ایک کام کیا کہ اس نے بھی زمین سے کوئی پندرہ فٹ کی بلندی پر گول دائرے میں چکر لگانا شروع کر دیے۔ کیٹی اس کی گردن کے ساتھ سانپ کی شکل میں لپٹی ہوئی تھی۔ اس نے بھی ناگ کی خوشبو کو محسوس کر لیا تھا۔ اور وہ دیکھ رہی تھی کہ ایک سیاہ عقاب

آسمان پر چکر لگا رہا ہے۔

ناگ کو اس جگہ سے ماریا کی خوشبو آ رہی تھی۔ وہ ریت کے ایک ٹیلے کے پاس اُتر آیا کہ شاید یہیں کہیں آس پاس ماریا موجود ہو۔ ناگ نے گہرا سانس کھینچ کر چھوڑا اور اپنی انسانی شکل میں واپس آ گیا۔ اسے دیکھتے ہی ماریا کا دل خوشی سے اچھل پڑا۔ کیٹی نے بھی ناگ کو دیکھ لیا تھا اور ماریا کی گردن میں لپٹی اپنا پھن اٹھا کر پھنکارنے لگی تھی۔ ماریا زمین پر آ کر تیزی سے ناگ کے پاس گئی اور بولی:

"ناگ بھیا!"

ناگ خوشی سے مسکراتے ہوئے بولا:

"ماریا تم — خدا کا شکر ہے۔ تم سے تو ملاقات ہوئی مگر میں تمہیں ایک بڑی بری خبر سنانے والا ہوں۔ کیٹی کا سر کٹ گیا تھا۔ میں نے جان جوکھوں میں ڈال کر اسے تلاش کر کے اس کے دھڑ کے ساتھ لگایا مگر ایک رات کیٹی کی لاش گم ہو گئی۔ خدا جانے اب وہ زندہ بھی ہو گی یا نہیں اور اگر زندہ ہو گی تو کس حال میں ہو گی۔"

ماریا نے مسکرا کر پوچھا: "کیا تمہیں کیٹی کی خوشبو نہیں آ رہی ہے؟"

ناگ نے ناک کو فضا میں اوپر اٹھاتے ہوئے کہا:
"ہاں ہاں — آ رہی ہے خوشبو۔ مگر یہ کیا۔ اس خوشبو میں مجھے کسی سانپ کی بُو بھی محسوس ہو رہی ہے۔"
ماریا نے کیٹی کو ریت پر رکھ دیا۔ کیٹی سانپ کی شکل میں پھن اٹھا کر کھڑی ہو گئی اور اس نے سانپوں کی زبان میں ناگ کے آگے سر جھکا کر کہا:
"عظیم ناگ دیوتا! اس کنیز کو کس لیے یاد فرمایا؟"
"میرے خدا! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔"
ناگ سانپ کی زبان میں بے اختیار پکار اٹھا۔ کیٹی نے پریشانی سے کہا:
"ناگ بھیا! اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ ساری کارستانی میرے اس جن دوست کی ہے جس کی دوستی پر اب مجھے شک ہونے لگا ہے۔"
ماریا نے ناگ کو بتایا کہ اس نے کیٹی کو چٹکی بجانے کے لیے کہا تھا کیوں کہ وہ رچرڈ شیر دل کی شکل میں چلی آ رہی تھی۔ چٹکی بجانے کے بعد وہ سانپ بن گئی۔
ناگ نے انسانی زبان میں جو کیٹی نہیں سمجھ سکتی تھی، ماریا سے کہا:
"ماریا! کیٹی جس سیاہ سانپ کے روپ میں ظاہر

ہوئی ہے اس کے ماتھے پر سبز ستارے کا نشان ہے۔"
ماریا نے کہا: "ہاں میں نے یہ نشان دیکھا ہے۔ مگر اس میں ایسی کون سی خطرناک بات ہے؟"
ناگ بولا: "میری بات غور سے سنو۔ یہاں سپین یعنی اندلس میں جس سانپ کے ماتھے پر سبز ستارے کا نشان ہوتا ہے۔ وہ چاند کا محبوب سانپ ہوتا ہے اور چاند کی چودھویں رات کو جب آسمان پر پورا چاند نکلا ہوتا ہے یہ سانپ مستی اور دیوانگی میں آ کر رقص کرنے لگتا ہے اور چاند کی طرف بار بار اپنا پھن اٹھاتا ہے۔ پھر چاند اپنے محبوب کو غائب کر کے اپنی کرنوں میں جذب کر لیتا ہے۔"
ماریا نے حیران ہو کر کہا: "یہ تم کیا کہہ رہے ہو ناگ؟"
"میں جو کچھ کہہ رہا ہوں ٹھیک کہہ رہا ہوں ماریا۔"
"پھر کیا ہوتا ہے؟" ماریا نے پوچھا۔
ناگ بولا: "پھر چاند سانپ کو غائب کرنے کے بعد دو دنوں تک اپنی چاندنی میں چھپائے رکھتا ہے اور اس کے بعد خدا جانے کس جگہ چھوڑ دیتا ہے۔"

ماریا نے کہا: "یہ تو بڑی بری بات ہوئی۔ اس کا
مطلب ہے کہ چاندنی رات میں کیٹی ہم سے غائب
ہو جائے گی، مگر ــــ مگر میں اسے اپنے سے الگ
نہیں کروں گی۔ چاند کی چودھویں رات کو میں اسے
اپنے پاس ہی غائب رکھوں گی۔
ناگ نے کہا: "اگر تم نے ایسا کیا تو چاند کی کرنیں
تیرے غائب جسم میں آگ بھڑکا دیں گی۔ جب
یہ سبز ستارے والا سانپ چاند کے آگے رقص کر
رہا ہوتا ہے اس وقت بھی اگر کوئی اسے پکڑنے
کی کوشش کرے تو پکڑنے والے کے جسم کو آگ
لگ جاتی ہے۔ مگر تجربہ کار سپیرے اپنے اوپر گیلے
کمبل ڈال کر اسے پکڑنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ
ان کا خیال ہے کہ اگر اس سانپ کو چاند کے آگے
رقص کرتے ہوئے پکڑ لیا جائے تو یہ زمین کے
اندر دفن کیے ہوئے سونے کے خزانوں کا پتہ
بتا دیتا ہے اور وہاں تک لے جاتا ہے۔"
کیٹی کو ماریا اور ناگ کی آواز برابر آ رہی تھی مگر
الفاظ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔ اس نے تنگ
آ کر سانپ کی زبان میں ناگ سے کہا کہ وہ اکیلے اکیلے کیا

باتیں کر رہے ہیں؟ ناگ نے اسے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ وہ
ماریا سے عنبر کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔
ماریا نے ناگ سے کہا:
"پھر اس کا کیا علاج کیا جائے؟ کیٹی تو سانپ کی
شکل میں چاند کی چودہ تاریخ کو غائب ہو جائے گی۔"
ناگ بولا: "اس کا علاج صرف وہ سلیمانی سانپ کا
مہرہ ہے جو اس وقت اندلس کے بادشاہ باب
عادل کے خزانے میں اس کے شاہی محل میں پڑا
ہے۔ مگر وہاں تک پہنچنا مشکل ہے۔"
ماریا نے کہا: "مگر میں بادشاہ باب عادل کے شاہی
خزانے میں سے وہ سلیمانی سانپ کا مہرہ اٹھا کر لا
سکتی ہوں میں تو غائب حالت میں ہوں۔"
ناگ کہنے لگا: "تمہیں شاید معلوم نہیں کہ وہ کسی معمولی
سانپ کا مہرہ نہیں ہے۔ وہ سلیمان بادشاہ کے
سانپ کا مہرہ ہے جس سے شاہی خزانے میں برکت
پڑتی ہے اور جس کے گرد طلسم کا حصار ہے جس
کا توڑ صرف بادشاہ کے پاس ہی ہے۔ اگر تم اس
کو ہاتھ لگاؤ گی تو تمہیں ایسا جھٹکا لگے گا جو تمہارے
سارے جسم کو سیاہ کر کے ظاہر کر دے گا اور پھر

تم اسی طرح باقی زندگی گزارو گی۔"

ماریا بولی: "اب کیا کیا جائے پھر؟"

ناگ نے کہا: "چاند کی چودھویں رات میں ابھی
چار دن باقی ہیں۔ تب تک میں کچھ سانپوں کو
بلا کر ان سے بھی مشورہ کروں گا۔ لیکن مجھے
امید نہیں کہ وہ کوئی کامیاب طریقہ بتا سکیں۔"

کیٹی نے ناگ سے سانپ کی زبان میں کہا:
"ناگ بھیا عنبر کہاں ہے؟ میری لاش تو چور
اڑا کر لے گئے تھے اور میرا سر تم نے کہاں سے
تلاش کیا پھر؟ تم نے تو کمال کر دیا۔ ناگ بھیا
اگر تم میرا سر نہ ڈھونڈ نکالتے تو میرا زندہ رہنا
بہت مشکل تھا۔"

ناگ بولا: "کیٹی! بس بڑی زبردست مصیبتیں جھیل
کر تمہارا سر تلاش کیا تھا۔ کہیں بیٹھ کر تمہیں آرام
سے اپنی رام کہانی سناؤں گا۔ عنبر بھی میرا خیال ہے
اندلس میں ہی کہیں ہو گا۔"

ماریا نے ناگ کو بتایا کہ جب وہ اہرام مصر میں
نفریتی کی قبر کے چبوترے میں اتری تھی اور دیوار
والی آنکھ نے اسے اپنے اندر نگل لیا تھا

عنبر باہر تھا۔ اس کے بعد سے وہ اسے نہیں ملا۔
ناگ بولا: "اندلس چلتے ہیں۔ ہو سکتا ہے وہاں
اس سے ملاقات ہو جائے۔"

کیٹی، ماریا اور ناگ اندلس کے دارالحکومت قرطبہ کی طرف
روانہ ہو گئے۔

○

زرد آنکھوں والی پُراسرار عورت

اب ذرا واپس چل کر عنبر کی خبر لیتے ہیں۔
جیسا کہ آپ کو یاد ہو گا اور آپ نے پچھلی قسط میں بھی پڑھا ہو گا کہ عنبر اس وقت ملک حبشہ میں طرطوش حبشی کے گاؤں میں اس پتھر والی غار کے قریب رہتا ہے جو بولتا تھا اور سوالوں کے جواب دیتا تھا مگر عنبر واپس آنے لگا تھا کہ طرطوش حبشی نوجوان نے اسے خبردار کیا کہ اگرچہ جیکب یہودی مر چکا ہے۔ لیکن اس کا مؤکل ایک روح کی شکل میں ابھی زندہ ہے اور ہو سکتا ہے کہ جادوگر یہودی کی جگہ اب وہ مصر کے مسلمانوں سے اپنے مالک کی موت کا بدلہ لے۔ چنانچہ یہ سن کر عنبر وہیں رک گیا۔ اب وہ مردہ یہودی جادوگر جیکب کے مؤکل کے انتظار میں تھا کہ کہیں کسی طرح اس سے ملاقات ہو اور وہ اسے ختم کرنے کی کوشش کرے اور پھر وہاں سے ناگ اور ماریا کیٹی کی تلاش میں آگے جائے۔ عنبر وہاں طرطوش حبشی نوجوان کی بوڑھی والدہ کے پرانے جھونپڑے والے مکان میں رہنے لگا۔ عنبر کو یہ بھی معلوم تھا کہ یہودی جادوگر نے طرطوش کو دیو ہیکل لاش بنا رکھا تھا اور اس کو مسلمانوں کے قتل کے لیے استعمال کرتا تھا اور اب جب کہ طرطوش واپس انسانی شکل میں آ چکا ہے اور اس نے اپنے گناہوں سے توبہ کر لی ہے۔ اس لیے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہودی جادوگر کا مؤکل طرطوش سے بھی انتقام لینے کی کوشش کرے یا اسے پھر سے لاش بنا دے۔
اس لیے اب عنبر کا وہاں رہنا ضروری ہو گیا تھا مگر دن گذرتے جا رہے تھے اور یہودی جادوگر کا مؤکل ظاہر نہیں ہو رہا تھا۔ عنبر کو ناگ اور ماریا وغیرہ سے ملنے کی بھی جلدی تھی کہ خدا جانے وہ کہاں ہوں گے۔ کس حال میں ہوں گے۔ طرطوش حبشی نوجوان اپنی بوڑھی ماں کی خدمت کرتا اور دن بھر اپنی چھوٹی سی زمین پر کھیتی باڑی کرتا۔ عنبر بھی اس کا ہاتھ بٹاتا تھا۔ شام کو طرطوش اپنی بوڑھی ماں کے لیے ٹھنڈا پانی لانے کے لیے مٹی کا گھڑا لے کر جنگل میں پہاڑی کے دامن میں بہنے والے چشمے پر چلا جاتا تھا۔ کبھی کبھار عنبر بھی اس کے ساتھ گیا تھا۔
ایک روز ایسا ہوا کہ شام کو طرطوش اپنی ماں کے لیے

ٹھنڈا پانی لینے چشمے پر گیا اور کافی دیر ہو گئی مگر واپس
نہ آیا۔ اس کی ماں کو بڑی فکر ہوئی۔ عنبر بھی کچھ پریشان
ہو گیا۔ آخر وہ طرطوش کی بوڑھی ماں کو یہ کہہ کر جنگل کی
طرف چلا کہ وہ اسے تلاش کر کے لاتا ہے۔ جنگل میں
رات کا اندھیرا بڑھنے لگا تھا اور گہری خاموشی چھا رہی
تھی۔ عنبر نے چشمے پر جا کر دیکھا۔ وہاں طرطوش کہیں نہیں
تھا۔ عنبر نے اسے آوازیں دیں۔ اِدھر اُدھر تلاش بھی کیا
لیکن وہ اسے کہیں نہ ملا۔ جنگل میں خاموشی اور اندھیرا تھا۔
اچانک اس اندھیرے میں عنبر کی نگاہ چشمے کے پاس گئی
تو اس نے وہاں ایک ہار کے ٹوٹے ہوئے منکے دیکھے۔
یہ منکوں کا ہار طرطوش اپنے گلے میں پہنا کرتا تھا۔ عنبر نے
سبز رنگ کے منکوں کو اٹھا کر دیکھا۔ ان کا دھاگہ ٹوٹا ہوا
تھا اور منکے گھاس پر بکھرے ہوئے تھے۔ وہ غور کرنے
لگا کہ کیا طرطوش کی کسی دشمن سے لڑائی ہو گئی تھی؟ کیا
اس کے دشمن نے اسے گریبان سے پکڑ کر کھینچا تھا؟
ضرور لڑائی ہوئی ہو گی کسی سے طرطوش کی۔

یہی سوچتے سوچتے عنبر آگے جنگل کی طرف بڑھا۔
اندھیری رات میں جنگل کے درختوں میں اسے آگ کی
روشنی دکھائی دی۔ وہ اس روشنی کی طرف چلنے لگا۔ جنگل

میں ایک جگہ درختوں کے درمیان کھلی جگہ تھی جہاں پتھروں
کے درمیان ایک جگہ آگ جل رہی تھی۔ عنبر حیران ہوا کہ
آدھی رات کو یہاں آگ کس نے جلا رکھی ہے۔ یہ ایک
چھوٹا سا الاؤ تھا جس میں جنگل کی لکڑیاں جل رہی تھیں
مگر کمال کی بات یہ تھی کہ اس آگ میں سے دھواں نہیں
اٹھ رہا تھا۔

عنبر نے دائیں بائیں دیکھا۔ وہاں کوئی انسان نہیں تھا۔
پھر یہ آگ کس نے جلائی تھی؟ ابھی عنبر یہ غور ہی کر رہا
تھا کہ ہوا میں بڑے بڑے پروں کی پھڑپھڑاہٹ کی آواز
پیدا ہوئی اور عنبر نے دیکھا کہ ایک دیو ہیکل انسان رات
کے اندھیرے میں آسمان پر سے اُتر کر بڑے بڑے پروں کو
پھڑپھڑاتا آیا اور آگ کے شعلوں کے اوپر چوکڑی مار کر بیٹھ
گیا۔ عنبر حیرت سے اسے تکنے لگا۔ اس کا سارا دھڑ تو انسان
کا تھا مگر سر ایک خوفناک شکل والے بکرے کا تھا اور لمبے
کانوں کے اوپر دو بڑے بڑے سینگ نکلے ہوئے تھے۔ سر
کے درمیان ایک پیالہ سا بنا ہوا تھا جس میں سے آگ کے
زرد شعلے اٹھ رہے تھے۔ اس انسان نما بکرے کی آنکھیں
سرخ تھیں اور اس کی زبان باہر لٹک رہی تھی اور منہ
سے خرخراہٹ کی بھیانک آواز نکل رہی تھی۔ وہ عنبر کی طرف

گھور کر دیکھ رہا تھا۔ اس نے اپنے دونوں بازو جو بڑے بڑے
پروں کے نیچے تھے اٹھا رکھے تھے۔

عنبر ایک قدم پیچھے ہٹنے لگا تو اسے محسوس ہوا کہ وہ
پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔ اس کے پاؤں جیسے زمین نے جکڑ
لیے تھے۔ اس نے پورا زور لگا کر وہاں سے دور ہو جانے
کی کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ اس نے بولنا چاہا
مگر اس کی آواز بھی حلق سے نہ نکل سکی۔ وہ سمجھ گیا کہ
اس عجیب و غریب بھیانک مخلوق نے اس پر کوئی جادو
کر دیا ہے۔ پھر یہ انسان نما بکرا ایک دم آگ کے اوپر
سے پروں کو پھڑپھڑاتا ہوا اٹھا اور الاؤ سے دس فٹ اوپر
جا کر اڑتا ہوا، پروں کو ہلاتا ہوا عنبر کے سر کے اوپر آ گیا
اور اس نے غوطہ لگا کر عنبر کو اپنی دونوں ٹانگوں سے جکڑ
لیا اور اوپر ہی اوپر اٹھنا شروع کر دیا۔ عنبر نے اپنے
ہاتھوں سے اس بلا کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کی مگر
وہ اپنے بازو بھی نہیں ہلا سکتا تھا۔ وہ جیسے بالکل پتھر کا
ہو گیا تھا۔ انسان نما بکرا عنبر کو لے کر اڑتا ہوا جنگل کے
درختوں کے اوپر سے ہو کر پہاڑوں کی طرف چل دیا۔

عنبر اس کی ٹانگوں میں پھنسا ہوا تھا اور وہ اسے لے کر
اڑتا چلا جا رہا تھا۔ عنبر نے نیچے دیکھا۔ اندھیرے میں اسے

درخت اور پہاڑیاں چھوٹی چھوٹی دکھائی دینے لگی تھیں۔ عنبر
دل میں پریشان تھا کہ یہ کون بلا ہے اور اسے کہاں لیے
جا رہی ہے اور وہ اس کے آگے بے بس کیوں ہو
گیا ہے؟

یہ عجیب و غریب عفریت جنگلوں اور دریاؤں کو
پیچھے چھوڑتا تاروں بھرے آسمان میں اڑا جا رہا تھا۔ پھر عنبر
نے دیکھا کہ اس کے نیچے سمندر آ گیا ہے۔ سمندر پر کافی
دیر تک اڑتے رہنے کے بعد یہ انسان نما بکرا عفریت سمندر
میں ایک چھوٹے سے بے آباد ویران جزیرے کی ایک
پہاڑی پر اتر گیا۔ عنبر نے دیکھا کہ پہاڑی کے درمیان میں
ایک گہرے کنوئیں ایسا سوراخ تھا۔ یہ بکرا عفریت اس کنوئیں
میں سے نیچے ہی نیچے اترتے ہوئے ایک اندھیرے کشادہ
غار میں آ گیا۔ یہاں دیوار میں کوٹھڑیاں بنی ہوئی تھیں جن
کے آگے لوہے کی سلاخوں والے جنگلے لگے تھے۔ ایک
کوٹھڑی کا جنگلا کھلا تھا۔ اور اس کے باہر ایک سیاہ پوش
خاموش کھڑا تھا۔ بکرے عفریت نے عنبر کو جھکولا دے کر
اس کوٹھڑی کے اندر پھینک دیا۔ عنبر کوٹھڑی کے پتھریلے
فرش پر گر پڑا۔ گرنے کے ساتھ ہی سیاہ پوش سائے نے
کوٹھڑی کا سلاخوں والا دروازہ بند کر دیا اور کوٹھڑی

آگے ایک مٹی کے پیالے میں آگ جلا کر رکھ دی اور آگے زمین پر اپنے پاؤں سے ایک لکیر کھینچ دی اور غار کے اندھیرے میں غائب ہو گیا۔

بکرا عفریت بھی غار کی چھت کے کنواں نما سوراخ میں سے پھڑ پھڑاتا ہوا باہر نکل گیا۔ عنبر کوٹھڑی میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کا جسم پھر سے حرکت کرنے لگا تھا۔ اس نے سلاخوں کے پاس آ کر اسے اکھاڑنے کی کوشش کی تو اسے محسوس ہوا کہ سلاخیں بہت مضبوط ہیں یا اس کی اپنی طاقت کم ہو گئی تھی یا شاید اس آگ کی روشنی کا اثر تھا جو پیالے میں کوٹھڑی کے آگے جل رہی تھی کہ عنبر سلاخوں کو اکھاڑ نہیں سکتا تھا۔

اس کوٹھڑی کا غور سے جائزہ لیا۔ دیواریں پتھر کی تھیں اور یہ کوٹھڑی قدرتی کھوہ کی طرح تھی۔ صرف اس کے آگے لوہے کا جنگلہ لگا دیا گیا تھا۔ عنبر سوچنے لگا کہ یہ بکرا عفریت کون ہے؟ کہیں یہ مردہ جادوگر کا موکل تو نہیں؟ اگر یہی موکل ہے تو کیا اسی نے طرطوش حبشی کو بھی تو اغوا نہیں کیا؟ اگر اسی نے اسے اغوا کیا ہے تو وہ ضرور اسی غار میں کسی جگہ قید ہو گا۔ عنبر یہ سوچ کر پریشان ہو گیا کہ کہیں اس عفریت نے طرطوش سے انتقام لیتے ہوئے اسے

ہلاک نہ کر دیا ہو۔ وہ سلاخوں کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور باہر دیکھنے لگا۔ سیاہ پوش سایہ غائب ہو چکا تھا۔ غار میں آگ کے شعلوں کی روشنی سامنے والی دیواروں پر پڑ رہی تھی وہاں اس قدر گہرا سناٹا تھا کہ عنبر کو اپنے سانس کی آواز بھی صاف سنائی دے رہی تھی۔

عنبر نے سیاہ پوش سائے کو کوٹھڑی کے آگے والے پیالے کے پاس زمین پر پاؤں سے لکیر کھینچتے دیکھا تھا۔ ضرور یہ کوئی طلسمی لکیر ہو گی اور اس سے عنبر کو یہاں پابند کر دیا گیا ہو گا۔ عنبر کچھ دیر سلاخوں کے پاس کھڑا باہر نکلنے کی ترکیبوں پر غور کرتا رہا۔ پھر وہ کوٹھڑی میں دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔ آخر یہ عفریت اسے اٹھا کر یہاں کس لیے لایا ہے؟ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ وہ اتنا ہی سمجھ سکا کہ یہ بکرا عفریت ضرور مردہ یہودی جادوگر کی موکل ہے اور وہ عنبر اور طرطوش سے اپنے مالک کی موت کا بدلہ لینا چاہتا ہے۔

عنبر دیر تک خاموش بیٹھا سوچتا رہا۔ رات گزر رہی تھی۔ کوٹھڑی کے آگے پیالے میں آگ جلتے جلتے بجھ گئی اور غار میں چاروں طرف گہری تاریکی چھا گئی۔ اتنے میں عنبر کو کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی۔ کوئی آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا

اس کی کوٹھڑی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ عنبر سلاخوں کے پاس
آکر نیچے بیٹھ گیا اور اندھیرے میں جدھر سے آواز آ رہی
تھی اُدھر دیکھنے لگا۔ وہ اندھیرے میں بھی دیکھ سکتا تھا۔ اس
نے دیکھا کہ جس طرف سیاہ پوش سایہ غائب ہو گیا تھا۔
اُدھر سے ایک انسانی سایہ جھکا جھکا اس کی کوٹھڑی کی جانب
بڑھ رہا ہے۔ عنبر جلدی سے پیچھے ہٹ گیا اور اپنے آپ کو
اندھیرے میں چھپا لیا۔

یہ انسانی سایہ اس کی کوٹھڑی کے آگے سلاخوں کے پاس
آکر رُک گیا۔ عنبر کو اب اس سائے کی شکل دکھائی دی۔
یہ ایک عورت تھی جس نے اپنے جسم کو کالے کپڑوں
میں لپیٹ رکھا تھا۔ اس کی زرد آنکھیں اندھیرے میں چیتے
کی آنکھوں کی طرح چمک رہی تھیں۔ اس نے اپنے کالے
کپڑوں میں سے ایک چمکتی ہوئی چھوٹی سی گول چاندی کی
چوڑی نکالی اور اور عنبر کی طرف دیکھ کر آواز دی:

"یہاں آؤ۔۔ ڈرو نہیں۔"

عنبر نے عورت کی آواز سنی تو اسے کچھ حوصلہ ہوا۔ وہ
اُٹھ کر سلاخوں کے پاس آگیا۔ چونکہ اس کی طاقت جادو کے
زور سے کم کر دی گئی تھی اس لیے عنبر بڑی احتیاط سے کام
لے رہا تھا۔ اس نے عورت کو غور سے دیکھا۔ یہ ایک نوجوان

عورت کی شکل تھی جس کا رنگ بھی زرد تھا اور آنکھیں بھی
زرد تھیں۔ اس زرد آنکھوں والی عورت نے چاندی کی چوڑی
عنبر کی طرف بڑھائی اور کہا:

"اسے اپنے بائیں ہاتھ میں پہن لو۔"

عنبر نے سلاخوں میں سے ہاتھ باہر نکال کر چوڑی پکڑی
اور اپنے بائیں ہاتھ کی کلائی میں پہن لی۔

عنبر نے پوچھا:

"تم کون ہو بہن؟"

اس عورت نے ایک گہرا سانس بھرا اور دائیں بائیں دیکھا۔
پھر عنبر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا:

"میرا نام گالیا ہے جو عفریت تمہیں اٹھا کر یہاں
لایا ہے میں اس کی کنیز ہوں مگر عورت ہوں۔ اس
ظالم نے مجھے بھی اپنے طلسم کے ذریعے یہاں
قید کر رکھا ہے۔ مجھے جب پتہ چلا کہ وہ ایک
اور نوجوان کو اغوا کر کے یہاں لے آیا ہے تو
میں چل کر تمہارے پاس آگئی۔"

عنبر نے پوچھا: "کیا اس غار میں کوئی حبشی نوجوان
بھی قید ہے؟"

گالیا نے کہا: "ہاں۔۔۔ مگر وہ کل تک اپنی انسانی

زندگی ختم کر کے ایک عفریت بن جائے گا۔ اس کا سر
بھی سینگوں والے مینڈھے کا ہو جائے گا اور اس
میں اتنی طاقت آ جائے گی کہ وہ ہواؤں میں اڑتا
پھرے گا۔ کوئی اسے مار نہ سکے گا۔ وہ جس کو چاہے
موت کے گھاٹ اتار دے گا۔"

عنبر بولا: "خدا کے لیے کسی طرح مجھے اس کے پاس
لے چلو یا اسے میرے پاس لے آؤ۔ کیا تم ہم
دونوں کو یہاں سے فرار نہیں کروا سکتیں؟"

گالیا نے ایک ٹھنڈی آہ بھر کر کہا: "میں جتنی تمہاری
مدد کر سکتی تھی کر چکی ہوں۔ یہ چوڑی تمہیں سیاہ پوش
شیطان کے کھینچے ہوئے حصار کی لکیر سے بچا لے
گی۔ تم اسے پہن کر طلسمی لکیر کو پار کر سکو گے۔ اس
کے آگے تمہیں سب کچھ خود ہی کرنا ہو گا۔"

عنبر نے کہا: "کیا تم بھی یہاں سے فرار ہونا نہیں
چاہتی ہو گالیا؟"

گالیا نے کہا: "میں فرار ہو بھی گئی تو یہ عفریت میں
جہاں بھی ہوں گی وہاں سے پھر اٹھا لائے گا۔ میری
قسمت میں یہی لکھا ہے کہ میں اس عفریت کی خدمت
کروں اور یہیں مر جاؤں۔"

عنبر نے کہا: "آخر یہ عفریت اور شیطانی سایہ
کیا چاہتے ہیں؟"

گالیا بولی: "یہ عفریت اپنے مالک یہودی جادوگر
جیکب کا غلام ہے جو مر چکا ہے۔ وہ ساری دنیا
کے مسلمانوں کو ہلاک کر دینا چاہتا تھا۔ وہ مر گیا
ہے، لیکن اب اس کا ٹوکل یہ عفریت اس
مقصد کو پورا کرنے کے جتن کر رہا ہے۔ اس
نے طرطوش حبشی کو اور تمہیں اس لیے اغوا کیا
ہے کہ تم دونوں کو باری باری عفریتوں میں تبدیل
کر کے مسلمانوں کے ملک میں چھوڑ دے اور تم سے
ان سب کا قتل کروائے۔"

عنبر نے کہا: "میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ تم
مجھے یہ بتاؤ کہ طرطوش حبشی کس جگہ پر قید ہے؟"

گالیا نے کہا: "یہاں سے دس قدم چلنے کے بعد
ایک جگہ سے سیڑھیاں نیچے اترتی ہیں۔ وہاں ایک
جگہ دیوار میں آگ جلتی رہتی ہے۔ یہ جادو کی آگ
ہے۔ اس دیوار کے سامنے طرطوش حبشی کی گردن میں
ایک سانپ ڈال کر لٹا دیا گیا ہے۔ سانپ نے اس
کے منہ کے اوپر اپنا پھن اٹھا رکھا ہے۔ طرطوش اگر

ہلنے کی کوشش بھی کرے گا تو سانپ اسے ذرا ڈس
دے گا اور دیوار میں جلتی جادو کی آگ کے شعلوں
اور ان کی چمک اور گرمی نے اپنا طلسمی عمل شروع
کر دیا ہے۔ اگر کل رات تک اسے وہاں سے نہ
ہٹایا گیا تو وہ عفریت بن جائے گا اور اس قدر خونخوار
عفریت ہو گا کہ کسی مسلمان بچے، بوڑھے جوان اور
عورت کو زندہ نہ چھوڑے گا۔"

عنبر نے جلدی سے کہا: "اے زرد آنکھوں والی نیک
دل گالیا! عفریت اس وقت کہاں ہو گا؟ اور
اس کی اور اس کے سیاہ پوش شیطان کی کتنی طاقت
ہے؟ مجھے ان کے بارے میں بتاؤ۔"

گالیا نے کہا: "بکرے کے سر والے عفریت کے
پاس جادو کی زبردست طاقت ہے۔ وہ چٹانوں کو
اٹھا کر لے جاتا ہے اور اس کے سر پر جلتی ہوئی
آگ کے شعلے ہر کسی کو جلا کر راکھ کر سکتے ہیں۔
اور کبھی نہیں بجھ سکتے۔ سیاہ پوش شیطان کا سایہ
اس کا چیلا ہے اور اس کا جادو اتنا خطرناک ہے
کہ وہ سارے غار میں ایک پل میں آگ کے شعلے
بھڑکا سکتا ہے اور یہ آگ ان دونوں کو کچھ نہیں

کہتی۔"

عنبر نے پوچھا: "آخر ان کی کوئی تو کمزوری ہو گی؟"

گالیا نے کہا: "ان کی کمزوری میں نے لا کر تمہیں
دے دی ہے۔ یہ سفید چوڑی جس کی کلائی میں
ہو گی اس پر کم از کم ان لوگوں کی آگ کا اثر
نہیں ہو گا۔"

عنبر بولا: "پیاری بہن! شاید تم مجھ سے واقف
نہیں ہو۔ میں عنبر ہوں اور مجھ پر کسی تیر تلوار اور
آگ کا پہلے ہی کوئی اثر نہیں ہوتا۔"

گالیا نے چونک کر عنبر کی طرف دیکھا اور کہنے لگی:
"اگر یہ بات ہے تو تمہیں یہ چوڑی طرطوش کے
ہاتھ میں ڈالنی ہو گی اور اپنے آپ کو ان عفریتوں
کے دوسرے جادو سے بچانا ہو گا جو تمہیں پتھر کا
بُت بنا سکتا ہے۔"

اتنے میں خرخراہٹ کی آواز سنائی دی۔ گالیا نے سہم کر عنبر
کو دیکھا اور کہا:

"سیاہ پوش شیطان آ رہا ہے۔ میں جاتی ہوں۔ اس
طلسمی چوڑی کی حفاظت کرنا۔"

گالیا تیزی سے غائب ہو گئی۔ عنبر کوٹھڑی میں پیچھے ہٹ

کر دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک
سیاہ پوش شیطان آیا اور اس نے جھک کر پیالے کو دیکھا
جس کے اندر آگ بجھ چکی تھی۔ سیاہ پوش شیطان نے منہ
آگے کر کے پھونک ماری۔ اس کے منہ سے آگ کے شعلے
نکل کر پیالے میں گرے اور وہاں پھر آگ جلنے لگی۔ سیاہ
پوش شیطان خاموشی سے جدھر سے آیا تھا اُدھر ہی واپس
چلا گیا۔

اس کو گئے جب آدھا گھنٹہ گذر گیا تو عنبر اٹھا اور
لوہے کی سلاخوں والے دروازے کے پاس آیا اور اس نے
سلاخوں کو پکڑ کر ذرا سا زور لگایا تو دو سلاخیں اپنی جگہ سے اکھڑ
گئیں۔ عنبر نے دو اور سلاخیں اکھاڑ ڈالیں۔ اب وہ باہر نکل
آیا۔ آگ کے پاس طلسمی لکیر اسی طرح کھنچی ہوئی تھی۔ عنبر نے
آہستہ سے پاؤں اس کے اوپر رکھ دیا۔ اس پر کوئی اثر نہ
ہوا۔ وہ لکیر کو پھاند گیا۔ اور بالکل محفوظ رہا۔ وہ گالیا کے
بتائے ہوئے راستے پر تھوڑے قدم چلا ہو گا کہ سامنے سیڑھیاں
آگئیں جو نیچے جاتی تھیں۔

گالیا نے یہی جگہ بتائی تھی۔ عنبر سیڑھیاں اُتر گیا نیچے
زمین کے اندر ایک تہہ خانہ بنا ہوا تھا جس کی سامنے والی
دیوار میں آگ کا الاؤ بھڑک رہا تھا۔ اس کے سامنے زمین

پر طرطوش حبشی بے ہوش پڑا تھا اور اس کے سینے پر ایک
بھورے رنگ کا سانپ کنڈلی مار کر پھن اٹھائے بیٹھا تھا۔
سانپ نے ناگ دیوتا کی ہلکی سی بُو محسوس کی جو عنبر کے
جسم سے اٹھ رہی تھی۔ وہ بے چین سا ہو کر طرطوش حبشی
کے سینے پر پیچھے کو ہٹا تو عنبر نے ٹوٹی پھوٹی سانپ کی زبان
میں سانپ سے کہا:

"کیا تم میری تعظیم بجا نہیں لاؤ گے؟ تمہیں ابھی
تک احساس نہیں ہوا کہ میں عظیم ناگ دیوتا کا
چھوٹا بھائی ہوں؟"

بھورے سانپ نے جو ایک انسان کو سانپ کی
زبان میں بات کرتے اور اپنے آپ کو ناگ دیوتا کا
بھائی کہتے سنا تو اسے یقین آ گیا کہ وہ سچ کہہ رہا ہے۔
کیوں کہ اس کے جسم سے ناگ دیوتا کی خوشبو آ رہی تھی۔
اور اس خوشبو کو صرف ایک سانپ ہی محسوس کر سکتا تھا۔

وہ تیزی سے طرطوش کے سینے سے اترا اور عنبر کے
سامنے آ کر اپنا سر زمین پر رکھ کر بولا:

"عظیم ناگ دیوتا کے عظیم بھائی — مجھے معاف
کر دو کہ تمہیں پہچاننے میں دیر لگی۔ مجھے حکم
کرو۔ میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

عنبر نے کہا: "سب سے پہلے تو اس حبشی نوجوان
طرطوش کو ہوش میں لاؤ اور پھر ہمیں اس جادوگر
سے باہر نکالو اور آخر میں یہاں کے انسان دشمن
عفریت اور سیاہ پوش شیطان کو ہلاک کر دو۔"
سانپ نے کہا: "اے ناگ دیوتا کے عظیم بھائی!
میں اس حبشی کو ہوش میں لا سکتا ہوں اور تم
دونوں کو یہاں سے فرار ہونے کا خفیہ راستہ بھی بتا
سکتا ہوں مگر میں اس عفریت اور سیاہ پوش شیطان
کو ہلاک نہیں کر سکتا۔ میری اتنی طاقت نہیں ہے۔
اگر میں نے اس قسم کی کوشش کی تو یہ دونوں مجھے پہلے
ہلاک کر ڈالیں گے۔"
عنبر نے کہا: "اچھا تم اس نوجوان کو ہوش میں لاؤ۔"
سانپ بولا: "یہ حبشی نوجوان سامنے دیوار میں جلنے
والی آگ کے جادو کی وجہ سے بے ہوش ہے۔ میں
پہلے اس آگ کو ٹھنڈا کروں گا۔"
سانپ دیوار کی طرف گیا اور آگ کے سامنے منہ کر کے
اس نے اپنا پھن زمین سے کافی اونچا اٹھا لیا اور پھر پھنکار
ماری۔ اس کے منہ سے پانی کی ایک پھوار آبشار کی طرح
نکل کر آگ پر گری اور آگ بجھ گئی۔ آگ کے بجھتے ہی

طرطوش حبشی کا جسم ہوش میں آنے کے لیے حرکت کرنے لگا۔
عنبر نے اسے ہلایا اور کہا:
"طرطوش جلدی سے اٹھو۔ میں عنبر ہوں۔ تمہیں
اس بھوت نگری سے آزاد کرانے کے لیے آیا ہوں۔"
طرطوش حبشی اٹھ کر بیٹھ گیا:
"عنبر تم؟ اُف! یہ میں کہاں آ گیا ہوں۔ وہ کم بخت
بھیانک بکرا نما انسانی عفریت کہاں ہے اور یہ
سانپ؟ یہ سانپ تو میرے سینے پر بیٹھا ہوا تھا۔"
عنبر نے کہا: "فکر نہ کرو۔ یہ سانپ اب تمہیں کچھ
نہیں کہے گا۔ بلکہ یہ ہمیں یہاں سے باہر نکلنے کا
راستہ بتائے گا۔"
طرطوش بولا: "مگر عنبر — تم یہاں کیسے آگئے؟
کیا تمہیں بھی یہ بھیانک عفریت جنگل سے اٹھا
کر لے آیا تھا؟"
"ہاں — میں تمہاری تلاش میں جنگل میں آیا تو ایک
جگہ آگ کا الاؤ روشن تھا اور پھر یہ عفریت اڑتا
ہوا آیا اور مجھے یہاں لے آیا۔"
طرطوش نے کہا: "میرا خیال ہے کہ یہ یہودی جادوگر
کا موکل ہے۔"

عنبر بولا: "تمہارا خیال ٹھیک ہے مگر اس وقت ان باتوں کو چھوڑ کر ہمیں یہاں سے باہر نکلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔"

طرطوش کہنے لگا: "یہاں سے ہم کیسے نکل سکتے ہیں عنبر؟"

عنبر نے طرطوش کو بتایا کہ یہ سانپ ہماری راہ نمائی کرے گا۔ طرطوش نے حیرانی سے سانپ کی طرف دیکھا اور کہا:

"کیا یہ سانپ ہماری مدد کرے گا؟"

عنبر بولا: "ہاں۔ یہی ہمیں یہاں سے باہر نکلنے کا راستہ دکھائے گا۔"

عنبر نے سانپ سے اس کی زبان میں کہا کہ وہ انہیں غار کے خفیہ راستے تک لے چلے۔ سانپ تہہ خانے کی سیڑھیوں پر چڑھ کر باہر غار میں آ گیا۔ عنبر اور طرطوش حبشی اس کے پیچھے پیچھے چلے۔ سانپ غار میں سیدھا چلنے کی بجائے ایک کونے میں پڑے ہوئے بھاری چٹان ایسے پتھر کی طرف آ گیا۔ یہاں پہنچ کر اس نے پتھر کی طرف اپنا منہ کر کے زور سے پھونک ماری۔ اس کی پھونک کی گرمی سے پتھر میں ایک گول شگاف پڑ گیا۔

سانپ نے عنبر سے کہا: "عظیم ناگ کے بھائی۔

یہاں سے باہر نکل جاؤ۔ شگاف کے اندر ایک نہر بہہ رہی ہے جو تمہیں سمندر کے کنارے پہنچا دے گی۔"

عنبر نے طرطوش سے کہا: "میرے دوست یہاں سے ہم نکل چلتے ہیں لیکن تمہیں کسی محفوظ جگہ پر چھوڑ کر مجھے دوبارہ یہاں آنا ہو گا تا کہ اس عفریت اور شیطانی سائے کو ہمیشہ کے لیے ختم کیا جا سکے۔"

سانپ کو عنبر نے رخصت کر دیا اور خود طرطوش کو لے کر شگاف کے اندر جو چھوٹی سی نہر بہہ رہی تھی اس میں اتر گیا۔ نہر کا پانی ان کے گھٹنوں تک آتا تھا۔ وہ نہر میں چلتے چلے گئے۔ ان کے اوپر غار کی چھت تھی جو ان کے سروں سے تھوڑی ہی بلند تھی۔ کئی موڑ گھومنے کے بعد نہر غار سے باہر نکل آئی۔ یہاں یہ نہر ایک سمندری کھاڑی میں گرتی تھی۔

عنبر نے طرطوش سے کہا: "تم اس کھاڑی کے کنارے جنگل میں کسی جگہ چھپ جاؤ۔ میں عفریت کو ختم کر کے ہی آؤں گا۔"

طرطوش کہنے لگا: "تم اسے کیونکر ختم کرو گے؟ وہ تمہیں پہلے کی طرح پھر اپنے جادو میں جکڑ کر نیند میں

ڈال دے گا۔"

عنبر نے کہا: "میں اس عفریت کی کمزوری پتہ کرنے کی کوشش کروں گا اور پھر اسے اس کی کمزوری ہی سے شکست دوں گا تم جا کر کسی محفوظ جگہ پر چھپ کر میرا انتظار کرو۔"

عنبر نے طرطوش کو رخصت کیا اور خود نہر میں واپس روانہ ہو گیا۔ واپسی پر نہر کا پانی چڑھا ہوا تھا۔ جیسے نہر میں سیلاب آ گیا ہوا تھا۔ جوں جوں عنبر آگے جا رہا تھا پانی میں ڈوبتا چلا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ پانی اس کے سر کے اوپر سے گزر گیا عنبر مر نہیں سکتا تھا۔ ڈوب بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ پانی کے اندر ہی اندر چلا گیا۔ اپنے اندازے کے مطابق وہ غار کے پتھر والے شگاف کی طرف گھوم کر باہر نکل آیا۔

○

آخری خونی فتنہ

عنبر کو صرف ایک ہی خطرہ تھا اور وہ خطرہ یہ تھا کہ کہیں ایک بار پھر وہ کسی جادو یا طلسم میں نہ پھنس جائے۔ کیونکہ طلسم یا جادو کا عنبر کے پاس کوئی توڑ نہیں تھا۔ اس کے پاس زرد آنکھوں والی پُراسرار عورت کی دی ہوئی چاندی کی چوڑی کے اور کچھ نہیں تھا جس کے بارے میں اسے اتنا یقین نہیں تھا کہ وہ اس کو انسانی بکرے والے عفریت اور سیاہ پوش شیطان کے خطرناک جادو سے بچا سکے گی۔

جونہی عنبر شگاف سے باہر نکلا اسے سامنے زمین پر پڑی سانپ کی لاش کے ٹکڑے نظر آئے۔ سانپ کی غداری ظاہر ہو گئی تھی اور سیاہ پوش شیطان نے اسے مار ڈالا تھا۔ عنبر کو سانپ کی موت پر سخت افسوس ہوا۔ اس نے عنبر کی بڑی مدد کی تھی۔ اس نے سانپ کی لاش کے ٹکڑے اٹھائے اور ایک گڑھا کھود کر ایک

دفن کر دیئے۔ اب وہ غار میں چلنے لگا۔ ایک جگہ سے
گذرتے ہوئے اسے عورت کی چیخ کی آواز سنائی دی۔
عنبر چیخ کی طرف لپکا۔ ایک جگہ دیوار میں بھاری پتھر اپنی
جگہ سے تھوڑا سا کھسکا ہوا تھا۔ چیخ کی آواز اس پتھر کے
پیچھے سے آئی تھی۔ عنبر نے پتھر کو پرے ہٹا دیا۔ کیا
دیکھتا ہے کہ اندر وہی سیاہ پوش شیطان زرد آنکھوں والی
عورت کو دیوار کے ساتھ باندھے اس کی آنکھوں میں خنجر
چبھونے ہی والا ہے۔

عنبر نے سیاہ پوش شیطان پر چھلانگ لگا دی اور اسے
نیچے گرا دیا۔ خنجر اس کے ہاتھ سے نکل کر پرے گر پڑا
سیاہ پوش شیطان نے سیاہ لبادے میں سے اپنا ہاتھ نکال
کر عنبر کی طرف پھینکا۔ یہ ہاتھ اس کے جسم سے الگ
ہو کر ایک [illegible]انی چمگادڑ کی طرح لپکا اور عنبر کے چہرے
سے چمٹ گیا۔ عنبر نے دونوں ہاتھوں کی پوری طاقت
لگا کر اسے اپنے چہرے سے نوچ ڈالا اور اس کی انگلیوں
کو چیر ڈالا۔ ایک خوفناک چیخ کے ساتھ سیاہ پوش شیطان
کے جسم کو آگ لگ گئی اور وہ دیکھتے دیکھتے جل کر
بھسم ہو گیا۔

عنبر نے جلدی سے زرد آنکھوں والی عورت کو دیوار

پر سے اتار کر آزاد کیا اور کہا:

"تم بھی یہاں سے فرار ہو جاؤ۔ جلدی کرو۔"

زرد آنکھوں والی عورت نے کہا:

"عنبر! اگر تم میں اتنی طاقت نہ ہوتی اور تم اس
سیاہ پوش جادوگر کی انگلیوں کو الگ الگ نہ
کر دیتے تو اس کا جادو تمہیں جلا کر راکھ کر
دیتا۔ مگر تمہیں بھی میرے ساتھ یہاں سے نکل
چلنا ہو گا۔ کیوں کہ کبڑے کے سر والا عفریت
ان سب کا سردار ہے اور اس کی طاقت اور
جادو کا تم بھی مقابلہ نہ کر سکو گے۔"

عنبر نے کہا: "میں اسے سنبھال لوں گا۔ تم جتنی
جلدی ہو سکے پیچھے جا کر پتھر کے شگاف میں
سے نہر میں داخل ہو کر باہر نکل جاؤ۔ نہر میں
پانی بہت آ گیا ہے۔ کیا تم غوطہ لگا سکو گی؟"

زرد آنکھوں والی عورت بولی:

"میں جتنی دیر تک چاہوں پانی کے اندر رہ
سکتی ہوں۔ میرے پاس یہی ایک طاقت ہے
جو مجھے میرے خاندان کے بزرگوں کی طرف سے
ملی ہوئی ہے۔ میں جا رہی ہوں۔ مگر تمہارا باہر

نکل کر انتظار کروں گی۔"

عنبر نے کہا: "طرطوش حبشی بھی باہر کھاڑی کے
جنگل میں کسی جگہ چھپا ہوا ہے۔ تم اس کے
پاس چلی جاؤ۔"

زرد آنکھوں والی عورت کو بھی شگاف کے اندر داخل
کرنے کے بعد عنبر اس خطرناک عفریت کے سراغ میں
نکل کھڑا ہوا جس کے سر کے پیالے میں آگ بھڑک
رہی تھی اور جس نے اندلس اور مصر کے مسلمانوں کو موت
کے گھاٹ اتارنے کا عہد کر رکھا تھا۔ عنبر چلتے چلتے واپس
غار میں اسی جگہ پر آ گیا جہاں سے ایک گہرے سوراخ
کے اندر سے عفریت عنبر کو نیچے لایا تھا۔

یہ سوراخ ایک کنوئیں کی شکل میں اوپر پہاڑی کی چوٹی
تک جا رہا تھا۔ سوراخ کافی چوڑا اور گول تھا اور عفریت
اس کے اندر بھی نہیں تھا۔ عنبر نے سوچا کہ وہ شاید باہر
چلا گیا ہوا ہے۔ اسے اس کا وہیں غار میں کسی جگہ چھپ
کر انتظار کرنا چاہیے۔ وہ لوہے کی سلاخوں والی خالی کوٹھڑیوں
کے پاس ایک طرف چھپ کر بیٹھ گیا اور عفریت کا انتظار
کرنے لگا۔ غار میں اندھیرا گھپ تھا اور وقت کا کوئی
اندازہ نہیں تھا۔

عنبر کو جب وہاں چھپے ہوئے کافی دیر ہو گئی تو
اسے وہی خرخراہٹ کی خون سرد کر دینے والی آواز سنائی
دی۔ یہ آواز انسان نما بکرے کی تھی۔ جو اسے جنگل سے
اٹھا کر اس ویران آسیبی جزیرے کے غار میں لے آیا
تھا۔ آواز میں بے چینی اور غصہ تھا۔ جیسے عفریت کو
پتہ چل گیا ہو کہ اس کے ساتھی سیاہ پوش شیطان کو ہلاک
کر دیا گیا ہے اور طرطوش اور عنبر آزاد ہو گئے ہیں۔

عنبر ہوشیار ہو گیا۔ اس نے اپنے ہاتھوں میں پکڑی چوڑی
کو غور سے دیکھا۔ جوں جوں عفریت کے سانس کی خرخراہٹ
قریب آ رہی تھی چوڑی کا رنگ سفید سے سرخ ہو رہا
تھا۔ جب اس چوڑی کا رنگ بالکل سرخ ہو گیا تو وہی
بکرے کے سر اور دیو پیکر پروں والا عفریت اپنی سرخ
زبان بار بار لہراتا اور لال آنکھوں سے شعلے برساتا عنبر
کے سامنے آ گیا۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں دو تیز دھار
والی تلواریں تھیں۔ وہ عنبر کو کھا جانے والی نظروں سے
دیکھ رہا تھا۔

عنبر پہلے تو ڈر کر پیچھے ہٹ گیا۔ پھر اس نے ہمت
سے کام لیا اور محسوس کیا کہ اس پر عفریت کے جادو
کا اثر زائل ہو چکا ہے اور اس کے اندر پوری طاقت

موجود ہے۔ عنبر اپنی جگہ پر ڈٹ کر کھڑا ہو گیا۔ عفریت
نے ایک چیخ مار کر عنبر پر تلواروں کا وار کیا۔ دونوں تلواروں
میں سے شعلے نکل کر عنبر کے جسم سے ٹکرائے۔ ایک دھماکے
کے ساتھ عنبر کا جسم زمین سے دس فٹ اوپر اچھل گیا۔
مگر وہ نہ تو جل کر راکھ ہوا اور نہ ہی پتھر بنا۔

عنبر کا حوصلہ بڑھ گیا۔ کوئی غیبی طاقت اس عفریت
کے جادو کے خلاف عنبر کی مدد کر رہی تھی۔ عنبر نے اپنی
کلائی کی سرخ چوڑی کو دیکھا۔ اس میں سے نورانی شعاعیں
نکل رہی تھیں اور اس کا رنگ سبز ہو چکا تھا۔ عفریت
نے دوسرا حملہ کیا۔ عنبر نے اس کی دونوں تلواروں کو اس
کے ہاتھوں سے چھین لیا اور جوابی حملہ کر دیا۔ دونوں
تلواریں عفریت کے پیٹ میں دھنس گئیں۔ ایک اور
چیخ بلند ہوئی۔ مگر اس چیخ میں شدید درد اور کرب کا
احساس تھا۔ دونوں تلواریں عنبر کے ہاتھ سے نکل کر عفریت
کے پیٹ میں گڑ چکی تھیں اور عفریت کے سر کے پیالے
میں جلنے والی آگ کے شعلے ایک دم بجھ گئے تھے۔
عفریت نے دونوں بازو اوپر اٹھا لیے اور عنبر پر ایک
اونچے لمبے ستون کی طرح گر پڑا۔

عنبر تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ عفریت پتھروں

پر گرا اور پیٹ میں دھنسی ہوئی تلواروں کی نوکیں پیچھے سے
اس کی کمر میں سے باہر نکل آئیں۔ اس عفریت کے حلق سے
ایسی آوازیں نکلنے لگیں جیسے کوئی بھینس ڈکرا رہی ہو۔ عنبر
نے ایک تلوار اس کے پیٹ سے کھینچ لی اور اس کے
جسم پر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے بھرپور وار کر کے عفریت کا
سر کاٹ کر الگ کر دیا۔

جونہی اس کا بکرے کے سینگوں والا سر انسانی جسم سے
کٹ کر الگ ہوا غار میں سرخ روشنی کا چمکارا پھیل گیا۔
عنبر کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ ایک سیکنڈ کے لیے اسے کچھ
دکھائی نہ دیا اور آنکھوں کے آگے سرخ اندھیرا چھا گیا جب
سرخ اندھیرا دور ہو گیا تو عنبر نے دیکھا کہ غار میں اسی مکار
یہودی جادوگر جیکب کی لاش پڑی تھی جس نے طرطوش کو
دیو پیکار خون خوار لاش میں تبدیل کر دیا تھا۔ یہ یہودی
جادوگر کے موکل کی لاش تھی۔ عنبر کو لاش دیکھ کر بے حد
خوشی ہوئی۔ مسلمانوں پر آنے والی بلا ہمیشہ کے لیے ٹل
گئی تھی اور ان کے خطرناک ترین یہودی دشمن کا خونی فتنہ
ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گیا تھا۔

عنبر نے یہودی جادوگر کے موکل کی لاش کو تلوار سے
ٹکڑے ٹکڑے کر کے آگ لگا دی اور خود واپس نہر والے

شگاف کی طرف آ گیا۔ شگاف کے اندر بہتی نہر ابھی تک
چڑھی ہوئی تھی اور پانی اب شگاف سے باہر نکل نکل کر
بہہ رہا تھا۔ عنبر نے شگاف کے اندر چھلانگ لگا دی اور
پانی کے اندر ہی اندر تیرتا ہوا نہر کے دہانے سے باہر نکل کر
کھاڑی میں آ گیا۔

اسے بڑی خوشی تھی کہ اس نے ایک بہت بڑی خوفناک
بلا کا کام تمام کر دیا ہے۔ وہ کھاڑی کے کنارے کنارے
چلتا جنگل کی طرف آ گیا جہاں اس نے طرطوش کو چھپنے اور
اس کا انتظار کرنے کے لیے کہا تھا اور جہاں اس نے
زرد آنکھوں والی عورت کو بھی بھیجا تھا اور جس کا نام گالیا
تھا۔

طرطوش اور گالیا ایک درخت پر چھپے ہوئے تھے۔ انہوں
نے دُور سے عنبر کو آتے دیکھا تو خوشی خوشی درخت سے
اتر کر اس کے پاس آئے۔

عنبر نے انہیں بتایا کہ اس نے سینگوں والی بلا کو قتل کر
دیا ہے اور جب اس نے کہا کہ اس کی لاش قتل ہونے کے
بعد مردہ یہودی جیکب کی لاش میں بدل گئی تھی تو طرطوش
خوش ہو کر بولا:

"یہی جادوگر جیکب کا موکل تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ

بچ گئے۔ انسانوں کی اس آفت سے جان بچ گئی۔"

زرد آنکھوں والی گالیا نے کہا:

"عنبر! تم نے اس خونی عفریت کو ختم کر کے اتنا
بڑا کام کیا ہے کہ لوگ اس کا اندازہ نہیں کر سکیں گے۔"

عنبر بولا: "گالیا — تمہارا شکریہ، مگر اب یہ بتاؤ کہ
اس ویران جزیرے سے کس طرح ملک حبشہ کے
ساحل تک پہنچیں؟ اور یہ بھی کہو کہ تم کہاں جانا
چاہتی ہو؟"

گالیا کہنے لگی: "میں بھی ملک حبشہ جاؤں گی۔ میرا گھر
صبا نام کے شہر میں ہے۔"

طرطوش حبشی نے کہا: "وہ تو ہمارے شہر کو جانے
والی سڑک کے راستے میں ہی پڑتا ہے۔ ہم تمہیں
وہیں چھوڑ دیں گے۔"

عنبر بولا: "مگر اس جزیرے سے کیسے باہر نکلیں؟ یہاں
نہ تو کوئی آبادی ہے اور نہ کوئی کشتی کہیں نظر
آ رہی ہے۔"

طرطوش نے کہا: "کشتی تو ہم بانس کے درخت کاٹ
کر تیار کر سکتے ہیں۔"

عنبر بولا: "مگر پہلے سمندر کے ساتھ ساتھ چل کر ذرا

جائزہ لیں۔ شاید کہیں کوئی پڑی ہوئی کشتی مل جائے۔"

وہ کھاڑی کے کنارے کو چھوڑ کر سمندر کے ساحل کی طرف آ گئے جہاں سمندر کی نیلی نیلی لہریں ریت پر بار بار آ کر واپس پلٹ جاتی تھیں۔ یہ ساحل دور تک پھیلتا چلا گیا تھا اور کہیں کہیں بھورے رنگ کی کٹی پھٹی چٹانیں بھی آ رہی تھیں۔ وہ ساحل کی گیلی ریت پر پھرتے پھراتے آگے چٹانوں کی طرف آ گئے۔ یہاں انہیں ایک پرانی کشتی پتھروں میں پھنسی ہوئی مل گئی۔ کشتی کا پیندا ٹوٹا ہوا تھا۔

طرطوش بولا: "ہم اس کی مرمت کر لیں گے۔"

طرطوش حبشی ایک تجربہ کار محنتی حبشی نوجوان تھا۔ وہ بانس کاٹ کر لایا اور اس نے کشتی کے پیندے کو بھر کے ٹھیک کر دیا۔ رات کے وقت وہ کشتی میں بیٹھ کر سمندر میں حبشہ کے ساحل کی طرف روانہ ہو گئے۔ ساری رات اور سارا دن سمندر کی بلند لہروں پر سفر کرنے کے بعد وہ حبشہ کے ساحل پر پہنچ گئے۔ یہ ساحل طرطوش اور گالیا کا جانا پہچانا تھا۔ اب جنگل میں ان کا اپنے شہر کی طرف کا سفر شروع ہو گیا۔ راستے میں طرطوش حبشی نے گالیا سے پوچھ ہی لیا کہ اس کی زرد آنکھیں کیوں ہیں؟ اس نے بتایا کہ بچپن ہی میں اسے ایک زرد آنکھوں والی بلی نے کاٹ

کھایا تھا۔ اس کے بعد جب وہ جوان ہوئی تو اس کی آنکھوں کا رنگ زرد ہو گیا۔

عنبر نے مسکرا کر کہا: "میری ایک دوست ہے اس کی آنکھوں کا رنگ نیلا ہے۔ مگر اسے تو کسی نیلی آنکھوں والی بلی نے نہیں کاٹا تھا گالیا۔"

گالیا نے مسکرا کر کہا: "تو پھر وہ ضرور کسی دوسری دنیا کی رہنے والی ہو گی۔"

عنبر نے چونک کر گالیا کی طرف دیکھا اور سوچنے لگا کہ اس کو کیسے اندازہ ہو گیا کہ کیٹی کا تعلق اس دنیا سے نہیں ہے۔ پھر اس نے سوچا کہ یہ محض اتفاق ہے اور گالیا نے یونہی ایک جملہ کہہ دیا ہے۔ اس نے کوئی خیال نہ کیا اور مسکراتے ہوئے بولا:

"بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میری کسی دوست کا تعلق کسی دوسری دنیا سے ہو۔"

گالیا بھی ہنسنے لگی اور بولی:

"تو پھر وہ ضرور ملک روم کی رہنے والی ہو گی۔ کیونکہ روم کے ملک میں رہنے والی عورتوں کی آنکھیں نیلی ہوتی ہیں۔ میرے شہر کے ایک سوداگر کے پاس روم کی ایک کنیز ہوا کرتی تھی۔ اس کی آنکھیں

بھی نیلی تھیں۔
اب عنبر کو یقین آ گیا کہ گاگیا نے کیٹی کے بارے میں
یونہی اتفاق سے کہہ دیا تھا کہ کیا وہ کسی دوسری دنیا کی
رہنے والی ہے۔
جنگل کا سفر کٹتا جا رہا تھا۔ آخر گاگیا کا شہر آ گیا۔ یہ
شہر پہاڑیوں کے بیچ میں بنا ہوا تھا۔ گاگیا نے عنبر اور
طرطوش سے اجازت لی۔ مسکرا کر ہاتھ ملائے اور ایک پہاڑی
پگ ڈنڈی پر اپنے شہر کی طرف روانہ ہو گئی۔
طرطوش نے اس کی طرف دیکھ کر کہا:
"بڑی اچھی لڑکی تھی۔ اسے انسان سے بہت
پیار تھا۔"
عنبر نے کہا: "اگر یہ میری مدد نہ کرتی تو شاید ہم
اتنی جلدی اس مصیبت کے غار سے باہر نہ
نکل سکتے۔"
طرطوش اور عنبر آگے چل پڑے۔ اس کے بعد طرطوش
کا بھی گاؤں آ گیا۔ اس کی بوڑھی ماں کا غم کے مارے برا
حال ہو رہا تھا۔ بیٹے کو دیکھ کر اس کی اندھیری دنیا پھر
سے روشن ہو گئی۔ اس نے طرطوش کو گلے لگا لیا اور عنبر
کو دعائیں دیں کہ جس نے اسے اس کا بیٹا ایک بار پھر ملا

دیا تھا۔ عنبر دو روز طرطوش کے گاؤں میں اور رہا۔ پھر
طرطوش سے کہنے لگا:
"میرے دوست! اب میں اپنے دوستوں ناگ
ماریا اور کیٹی کی جستجو میں یہاں سے کوچ کرنا چاہتا
ہوں۔ تمہارے پاس میرا کام اب ختم ہو گیا ہے۔"
طرطوش نے کہا: "میرا دل تو نہیں چاہتا کہ تمہیں اپنے
سے جدا کروں۔ تم سے میری دوستی اتنی پکی ہو گئی
ہے کہ اب تم سے الگ ہوتے ہوئے آنکھوں میں
آنسو آ جائیں گے۔"
عنبر نے ہنستے ہوئے کہا: "دوست تو الگ ہوتے ہی
رہتے ہیں۔ زندگی اسی کا نام ہے۔ میں لاکھوں دوستوں سے
اب تک جدا ہو چکا ہوں۔"
طرطوش بولا: "تمہاری بات اور ہے عنبر۔ تم ایک
عظیم انسان ہو۔ میں تو ایک غریب جنگلی ہوں۔ خدا
میرے گناہ معاف کرے۔ میں نے بڑے ظلم ڈھائے
ہیں لوگوں پر۔"
عنبر نے کہا: "تم نے طرطوش بن کر) انسان کی شکل
میں ایسا نہیں کیا، تم پر مکار جادوگر جیکب نے
جادو کر رکھا تھا۔ خدا تمہیں ضرور معاف کر دے گا۔

اب مجھے اجازت دو۔"

طرطوش نے عنبر کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور کہا،
"تم مجھے بہت یاد آؤ گے دوست عنبر — اگر
کبھی تمہارا یا کیٹی، ناگ اور ماریا کا اس ملک سے
گذر ہو تو وعدہ کرو تم مجھے ملنے ضرور آؤ گے۔"

عنبر نے کہا، "وعدہ کرتا ہوں۔ اگر زندگی میں پھر
کبھی ادھر آنا ہوا تو تمہیں ملنے ضرور آئیں گے اچھا
اب اجازت دو۔"

طرطوش نے عنبر کے ہاتھ میں سفید چوڑی دیکھ کر کہا،
"یہ گالیا کی نشانی ابھی تک اپنے پاس رکھے ہوئے ہو؟"

عنبر نے بھی پلیٹ کر اپنی کلائی میں پڑی ہوئی چوڑی کو
دیکھا جس کا رنگ دوبارا سفید ہو گیا تھا اور کہا،
"ہاں دوست! یہ تو میرے ساتھ ہی آ گئی۔ مجھے
گالیا کو واپس کرنی یاد ہی نہیں رہی۔ چلو کوئی بات
نہیں۔ اس کی نشانی بن کر یہ سفید چوڑی میرے پاس
رہے گی۔ لیکن اگر تمہیں پسند ہے تو تم لے سکتے ہو؟"

"نہیں نہیں دوست — میں اسے لے کر کیا کروں گا۔
گالیا نے یہ تمہیں دی تھی تم ہی اسے اپنے
پاس رکھو۔"

عنبر نے طرطوش سے ہاتھ ملایا اور رخصت ہو گیا۔

O

چلیں واپس ناگ ماریا اور کیٹی کی طرف چلتے ہیں۔

ناگ ماریا اور کیٹی صحرا میں سفر کرتے ہوئے اندلس یعنی
اس زمانے کے ملک سپین کے دارالحکومت قرطبہ کی طرف
جا رہے ہیں جس پر مسلمانوں کی حکومت ہے اور مسلمان
اپنی تاریخ کے سنہری دور میں سے گذر رہے ہیں۔ کیٹی
سانپ کے روپ میں ہے۔ ایک ایسے سیاہ کالے سانپ
کے روپ میں جس کے ماتھے پر سبز رنگ کے ستارے
کا نشان ہے اور جس کے بارے میں ناگ نے ماریا کو بتایا
ہے کہ اس سانپ پر چاند کی چودھویں رات کو جنون سوار ہو
جاتا ہے۔ وہ چاند کے سامنے ڈانس کرنے لگتا ہے اور چاند
اسے گم کر کے اپنی کرنوں میں جذب کر لیتا ہے اور دو دن
کے بعد کسی ان دیکھی اور انوکھی جگہ پر ظاہر کر کے پھینک
دیتا ہے۔ اس نے ماریا کو یہ بھی بتایا تھا کہ اگر کوئی سپیرا
اسے چاندنی رات میں پکڑنے کی کوشش کرے تو اسے آگ
لگ جاتی ہے اور سپیرا مر جاتا ہے اور سپیرے اس لیے
اس سانپ کی تلاش میں رہتے ہیں کہ یہ خفیہ خزانوں کے

بارے میں جانتا ہوتا ہے۔ اور جس کے پاس ہو اس کو
خزانے تک لے جاتا ہے۔ ماریا نے پوچھا تھا کہ اگر وہ
کیٹی کو سانپ کی شکل میں اپنے پاس غائب ہی رکھے
تو کیا وہ پھر بھی چاندنی رات میں رقص شروع کر دیگی؟
ناگ نے اسے کہا تھا کہ سبز ستارے والا سانپ جہاں
بھی اور جس حالت میں بھی ہو گا چاند کی چودھویں رات
کو اس پر چاند کے جادو کا اثر ہونا شروع ہو جائے گا
اور وہ چاند کی کرنوں میں رقص کرتا ہوا غائب ہو جائیگا۔
"اگر تم نے اسے غائب کر کے اپنے ہاتھ میں
ہی پکڑے رکھنے کی کوشش کی تو چاند کی کرنیں
تمہارے سارے جسم کو آگ لگا دیں گی۔ تمہارا
جسم سیاہ پڑ جائے گا اور پھر تم کبھی غائب بھی
نہ ہو سکو گی۔"

ماریا نے سوال کیا تھا کہ کیا کیٹی کو اس مصیبت سے
نجات نہیں دلائی جا سکتی؟
ناگ نے کہا تھا کہ اس کا سب سے پہلا علاج تو
یہ ہے کہ کیٹی اپنے دل میں بار بار چٹکی بجانے کا خیال
لاتی رہے۔ شاید کسی وقت چٹکی میں اثر پیدا ہو جائے اور
وہ سبز ستارے والے خطرناک سانپ سے دوبارا کیٹی بن

جائے۔ دوسرے یہ کہ اسے اپنے جن دوست کو پکار کر
آوازیں دیتی رہنی چاہئیں۔ شاید کسی وقت وہ اس کی مدد
کو آ جائے۔
"لیکن اگر یہ دونوں طریقے ناکام رہ جاتے ہیں تو
پھر شاہ قرطبہ باب عادل کے خزانے میں ایک
سلیمانی سانپ کا مہرہ ہے۔ صرف اسی مہرے سے
کیٹی کو سانپ کی جون سے نجات دلائی جا
سکتی ہے۔"
صحرا میں رات کو چاند نکلتا ہے مگر ابھی چودھویں رات
نہیں آئی تھی۔ ماریا اور ناگ نے کیٹی کو جو سانپ کی
شکل میں ماریا کی گردن میں لپٹی ہوئی تھی۔ ابھی تک نہیں
بتایا تھا کہ چاند کی چودھویں رات کو اس کے ساتھ کیا
گذرنے والی ہے۔ ناگ اور ماریا دونوں چاند کی چودھویں
سے پہلے پہلے کیٹی کو اس نئی مصیبت سے نجات دلانا
چاہتے تھے۔ ناگ اور ماریا کے کہنے پر کیٹی نے سانپ
کی شکل ہی میں دل میں کئی بار چٹکی بجائی مگر کوئی اثر نہ
ہوا۔ اس نے جن دوست کو بھی سانپ ہی کی آواز میں
کئی بار بلایا مگر وہ بھی اس کی مدد کو نہ آیا۔
ایک رات ناگ نے ماریا سے کہا کہ وہ ذرا دور جاکر

یہاں کے کسی سانپ کو بلا کر اس سے کیٹی کی نئی مصیبت
کے بارے میں مشورہ کرنے جا رہا ہے۔ سانپ کے روپ
میں ہونے کی وجہ سے کیٹی ان دونوں کی انسانی گفتگو نہیں
سمجھ سکتی تھی۔ چنانچہ ناگ ماریا سے الگ ہو کر ایک
ٹیلے میں چلا گیا۔ ریت کے ٹیلے کے پیچھے جا کر ناگ
نے اپنی خاص آواز میں آس پاس کے سانپوں کو پکارا۔

اسی وقت تین سانپ اپنے بلوں سے نکل کر ناگ
کے آگے آ کر جھک گئے۔ اور پوچھا کہ عظیم ناگ دیوتا نے
انہیں کس خدمت کے لیے بلایا ہے۔ ناگ نے ان سانپوں
کو کیٹی کی مصیبت بتائی اور پوچھا کہ کیا کوئی ایسا طریقہ
ہو سکتا ہے کہ جس پر عمل کرنے سے کیٹی چاند کی چودھویں
رات چاند کی کرنوں میں غائب ہونے سے بچ جائے۔ تینوں
سانپوں میں سے زرد دھاریوں والا ایک بوڑھا سانپ بھی
تھا جو اُندلس کے اس صحرا میں پچاس برس سے رہ رہا تھا۔
اس نے ناگ کے سامنے سر جھکایا اور کہا:

"عظیم ناگ دیوتا! اگر آپ کی بہن کیٹی نے سبز تارے
والے چاند کے متوالے سانپ کی شکل اختیار کر لی
ہے تو آپ ہم سے زیادہ بہتر جانتے ہیں کہ اسے
چاند کی کرنوں سے صرف سلیمانی سانپ کا مہرہ ہی

نجات دلا سکتا ہے جو اس وقت شاہ قرطبہ کے
خزانے میں ہے۔"

ناگ نے پوچھا: "کیا کوئی دوسرا علاج نہیں ہے
اس مشکل کا؟"

دھاریوں والے سانپ نے کہا:

"اس کے بعد صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ ماریا جو
غائب ہے وہ سبز تارے والے سانپ کو اپنے
ہاتھ میں پکڑے رکھے۔ اس صورت میں سانپ
چاند کی چودھویں رات کو غائب رہے گا اور چاند
کی پاگل کرنوں میں غائب ہونے سے بچ جائے گا
مگر اس صورت میں ماریا کا جسم جل کر سیاہ پڑ
جائے گا اور وہ ظاہر ہو جائے گی اور پھر کبھی
غائب نہیں ہو سکے گی۔"

ناگ بولا: "یہ تو ایک اور مصیبت بن جائے
گی، نہیں — میں ماریا کو آگ کے شعلوں کے
سپرد نہیں کر سکتا۔"

دھاری دار سانپ نے کہا: "تو پھر اے عظیم ناگ
دیوتا! صرف سلیمانی سانپ کا مہرہ ہی اس مشکل
کا حل ہے۔ اگر کسی طرح یہ مہرہ شاہِ قرطبہ کے

خزانے سے نکال کر لایا جائے اور سبز ستارے والے سانپ کی گردن میں ڈال دیا جائے تو چاند کی کرنوں کا اس پر کوئی اثر نہیں ہو گا۔"

ناگ بولا: "لیکن سلیمانی سانپ کا مہرہ طلسمی حصار میں ہے۔ اس پر حضرت سلیمانؑ کا اثر ہے اور جو کوئی اسے چھوئے گا اسے آگ لگ جائے گی۔"

دھاری دار سانپ کہنے لگا: "یہ درست ہے عظیم ناگ! لیکن اس سلیمانی مہرے کو قبضے میں کرنے کا ایک طریقہ ہے۔"

"وہ کیا طریقہ ہے؟" ناگ نے پوچھا۔

دھاری دار سانپ نے کہا: "عظیم ناگ دیوتا! شہر قرطبہ کے پاس ایک پرانا تالاب ہے۔ اس تالاب کے کنارے جنگل میں ایک قدیم گرجے کی عمارت ہے۔ جب آسمان پر بادل چھا جاتے ہیں اور آدھی رات کو بارش ہوتی ہے اور طوفانی ہوائیں چلتی ہیں تو اس گرجے میں ایک جلاد کی بدروح آتی ہے۔ اس جلاد نے ایک عیسائی بادشاہ کے حکم پر سات بے گناہ آدمیوں کو گرجے کی چھت پر پھانسی دے دی تھی۔ اب اس جلاد کی روح کو مرنے کے

بعد چین نہیں مل رہا۔ وہ طوفانی راتوں میں اس گرجے میں آ کر روتی ہے اور گریہ زاری کرتی ہے اور خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتی ہے۔ اگر تم اس جلاد کی بدروح کی کسی طرح مدد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ تو وہ سلیمانی مہرے کو قابو میں کرنے کا طریقہ بتا سکتی ہے۔"

ناگ نے کہا: "تمہارا شکریہ! میں کوشش کروں گا۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

تینوں سانپوں نے باری باری سر ریت پر رکھ کر ناگ کو سلام کیا اور واپس چلے گئے۔ ناگ نے ماریا کو جا کر مختصر لفظوں میں دھاری دار سانپ کی تجویز کو بتا دیا۔

ماریا نے کہا: "میں اس جلاد کی بدروح سے بات کروں گی۔"

ناگ بولا: "میں تمہیں یہ خطرہ مول نہیں لینے دوں گا کیوں کہ بدروحوں میں بدی کی طاقت آ جاتی ہے۔ اس سے میں خود بات کروں گا۔"

کیٹی نے دھیمی سانپ کی آواز میں ناگ سے کہا: "ناگ بھیا! تم کہاں چلے گئے تھے اور یہ ماریا سے تم چپکے چپکے کیا بات کر رہے تھے۔ مجھے تمہارے انسانی لفظوں کی آواز آ رہی تھی مگر میں اس کے

معنی نہیں سمجھ رہی تھی۔"

ماریا نے کہا: "ناگ راستے کی سمت کا پتہ لگانے گیا تھا۔ کہ کہیں ہم صحرا میں راستہ تو نہیں بھٹک گئے۔"

ناگ جلدی سے بولا: "ہاں کیٹی بہن! میں یہ دیکھنے گیا تھا کہ ہم ٹھیک راستے پر ہی چل رہے ہیں۔"

کیٹی نے ناگ سے سانپ کی زبان میں کہا:

"ابھی ابھی ماریا نے جو کچھ کہا میری سمجھ میں نہیں آیا مگر تمہاری بات سے پتہ چلا کر تم راستے کا کھوج لگانے گئے تھے، لیکن ناگ بھیا مجھے دال میں کچھ کالا کالا دکھائی دے رہا ہے۔"

ناگ ہنس پڑا، "ارے کیٹی بہن! تمہیں وہم ہو گیا ہے۔ یہاں نہ کوئی دال ہے اور نہ اس میں کچھ کالا کالا ہے۔"

صحرا میں ان کا سفر جاری رہا۔ ایک دن اور رات اور گذر گئی۔ اب چودھویں رات آ رہی تھی۔ ناگ اور ماریا پریشان تھے۔ جوں جوں دن گذر رہا تھا اور رات قریب آ رہی تھی ناگ اور ماریا زیادہ بے چین ہوتے جا رہے تھے۔ ان کے پاس کیٹی کو بچانے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ ابھی قرطبہ ایک دن کے فاصلے پر تھا اور سلیمانی مہرہ جو کیٹی

کو چاند کی مصیبت سے بچا سکتا تھا شاہ قرطبہ کے خزانے میں پڑا تھا جس کو قبضے میں کرنا کوئی آسان بات نہیں تھی۔ ناگ نے ماریا سے کہا:

"ماریا! اب کیا کر سکتے ہیں ہم؟"

ماریا بولی: "کیا کر سکتے ہیں ناگ بھیا! آج چاند کی چودھویں رات ہو گی اور ہماری سہیلی ہم سے جدا ہو جائے گی۔"

کیٹی نے سانپ کی آواز میں ناگ سے کہا:

"ناگ بھیا! کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ کچھ مجھے بھی تو بتائیں۔"

ناگ نے کہا: "کچھ نہیں کیٹی — یہ ماریا کہہ رہی تھی کہ ابھی سفر لمبا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ باقی سفر اڑ کر طے کریں۔"

کیٹی کہنے لگی: "ہاں ناگ بھیا یہ خوب رہے گا۔ میں بھی اڑ کر سیر کرنا چاہتی ہوں۔"

ناگ نے دل میں سوچا کہ اس بے چاری کو معلوم ہی نہیں کہ آج رات چاند کی کرنیں اسے اڑا کر لے جائیں گی۔ اس کا دل بھر آیا۔ وہ خاموشی سے سفر کرتے رہے۔ سورج غروب ہو گیا۔ صحرا میں ہلکا ہلکا اندھیرا چھا گیا۔ ناگ اور ماریا کے دل آنے والی مصیبت کے خیال سے دھڑکنے لگے تھے۔ ناگ نے ماریا کو خبردار

کر دیا تھا کہ جب چاند آسمان پر روشن ہو جائے اور کیٹی اس کی
گردن سے اترنے کی کوشش کرے تو وہ اسے ہرگز نہ روکے کیونکہ
اگر اس نے روکا تو چاند کی کرنیں اسے جلا ڈالیں گی۔
تھوڑی دیر بعد ہی رات ہو گئی اور نیلے آسمان پر چودھویں
رات کا گول چاند روشن ہو گیا۔ چاند کے روشن ہوتے ہی اس کی
چاندنی سارے صحرا میں پھیل گئی اور ماریا کی گردن میں سانپ کی
شکل میں لپٹی ہوئی کیٹی ایک دم سے بے چین ہونے لگی۔ اس
نے ناگ سے اپنی زبان میں کہا:
"ناگ بھیا! میرا دل رقص کرنے کو چاہتا ہے۔ یہ چاندنی
کتنی خوبصورت ہے۔"

○

چاند کے آگے سانپ کا ڈانس

ناگ کا دل اداس ہو گیا۔
وہ سمجھ گیا کہ کیٹی سے جدا ہونے کا وقت آ گیا ہے۔
نے بھی محسوس کیا کہ کیٹی اس کی گردن سے نیچے کھسکنی
ہے اور پھر کیٹی سانپ کی شکل میں ماریا کی گردن سے
کر نیچے چاندنی سے جگمگاتی ریت پر آ گئی۔
ماریا نے ناگ سے کہا:
"ناگ بھیا! خدا کے لیے کچھ کر سکتے ہو تو کرو
کیٹی ہم سے الگ ہو رہی ہے۔ خدا جانے چاند
کی کرنیں اسے اپنے اندر جذب کر کے کہاں
پھینک دیں۔"
ناگ نے اداس آواز میں کہا: "ماریا بہن! اگر میں
کچھ کر سکتا تو یوں خاموش نہ کھڑا ہوتا۔ افسوس
میں کچھ نہیں کر سکتا۔"
کیٹی نے سانپ کی شکل میں اپنا پھن اٹھا کر آسمان

پر چمکتے ہوئے پورے چاند کی طرف کر دیا تھا۔ وہ
پر کنڈلی مار کر بیٹھ گئی۔ اس نے گھومنا شروع کیا اور
لہرا لہرا کر یوں رقص کرنے لگی جیسے کوئی سانپ بین
بجاتے سپیرے کے آگے ڈانس کرتا ہے۔ ناگ اور
بے بسی کے ساتھ کیٹی کو صحرا کی چاندنی میں رقص کر
دیکھ رہے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ اس وقت اس
سارے جسم پر چاند کا قبضہ ہے اور اگر کوئی اسے
لگائے گا تو آگ میں جل کر راکھ ہو جائے گا اور تھوڑی
بعد چاند کی کرنیں اسے اپنے اندر جذب کر کے غائب
دیں گی۔

وہ دونوں خاموش کھڑے کیٹی کو بے خودی کے
میں رقص کرتے دیکھ رہے تھے اور اسے چاند کے
بچانے کے لیے کچھ نہیں کر سکتے تھے۔

ماریا نے روہانسی آواز میں کہا:

"ناگ بھیا! مجھ سے یہ سب کچھ نہیں دیکھا جا
ناگ نے کہا: "کاش اس وقت کیٹی کا جن دوست
اس کی مدد کو آ جاتا۔"

لیکن جنّ دوست اس وقت خدا جانے کہاں
سانپ کی شکل میں پاگلوں کی طرح رقص میں گم

لہرا لہرا کر سانپ کی طرف جاتی اور اپنا پھن یوں اٹھا لیتی جیسے چاند کے پاس جانا چاہتی ہو اور کبھی ریت پر گھومنے اور تڑپنے لگتی جیسے اسے دُکھ ہو کہ وہ چاند کے پاس کیوں نہیں جا سکتی۔ ماریا اور ناگ پریشان نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔

پھر وہی ہوا جس کا انہیں ڈر تھا اور جس کا وہ انتظار کر رہے تھے۔ کیٹی نے ناچتے ناچتے اپنا پھن ایک بار چاند کی طرف اٹھایا اور اپنی دُم پر بالکل سیدھی کھڑی ہو گئی۔ چاند میں سے روشنی کا ایک گولہ سا نکل کر تیزی سے نیچے آیا اور اس نے کیٹی کو اپنے اندر گم کر لیا۔ اور پھر جب روشنی کا یہ گولہ غائب ہوا تو اس کے ساتھ ہی کیٹی بھی غائب ہو چکی تھی۔ ماریا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس نے آنسوؤں بھری آواز میں کہا:

"ناگ! ہم نے اپنے کسی ساتھی کو اتنی بے بسی سے رخصت نہیں کیا کہ وہ ہماری آنکھوں کے سامنے غائب ہو جائے اور ہم کچھ بھی نہ کر سکتے ہوں۔"

ناگ بولا: "ماریا بہن! اب ہمیں حوصلے اور ہمت سے کام لیتے ہوئے سلیمانی مہرے کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہو گی تاکہ ہم کیٹی کو ڈھونڈ کر واپس

لائیں اور مہرہ اس کے گلے میں ڈال کر اسے ہمیشہ کے لیے چاند کی مصیبت سے نجات دلا سکیں۔ آؤ قرطبہ کی طرف چلتے ہیں۔"

اور انہوں نے چاندنی رات میں صحرا میں اپنا سفر دوبارہ شروع کر دیا۔ ایک رات اور ایک دن مزید سفر کرنے کے بعد وہ قرطبہ میں پہنچ گئے۔

ناگ نے ماریا سے کہا: "ہمیں کسی کارواں سرائے جا کر ٹھہرنا چاہیے اور بارش والی طوفانی رات کا انتظار کریں گے تا کہ تالاب والے پرانے گرجے میں جا کر جلاد کی بدروح سے ملاقات کر کے سلیمانی مہرے کو حاصل کرنے کا طریقہ دریافت کیا جائے۔"

ماریا نے کہا: "خدا کرے کہ کیپٹی خیریت سے ہو۔"

ناگ بولا: "ابھی دو دن چاند کی کرنیں اسے اپنے اندر ہی جذب رکھیں گی۔ اس کے بعد وہ اسے نہ معلوم کس مقام پر سانپ ہی کی شکل میں پھینک دیں گی اور وہاں سے پھر چودھویں رات کو یہی ڈرامہ پھر سے شروع ہو جائے گا۔"

ماریا کہنے لگی: "ہم سلیمانی مہرہ جلدی سے جلدی حاصل کرنے کی کوشش کریں گے تا کہ کیپٹی کو تلاش کر کے

اس کی گردن میں ڈال کر اسے اس نئی مصیبت سے
نجات دلائیں۔"

"ایسا ہی ہو گا۔ آؤ اب کسی کارواں سرائے میں چلتے
ہیں، تم میرے ساتھ ہی رہنا۔"

ماریا نے کہا، "تمہارے پاس یہاں کا سکہ ہے ناگ؟"

ناگ بولا: "ہاں — کچھ سونے کے سکے میرے پاس
باقی رہ گئے ہیں، انہیں کام میں لائیں گے۔"

سہ پہر کا وقت تھا، موسم خوشگوار ہو گیا تھا۔ دھوپ پھیکی
پڑنے لگی تھی۔ قرطبہ کے شہر میں بڑی رونق تھی۔ لوگ گھوڑوں
پر سوار اور پیدل آ جا رہے تھے۔ پردہ دار عورتیں پالکیوں
میں سوار ہو کر اپنے گھروں اور حویلیوں کو واپس جا رہی
تھیں۔ یہ پالکیاں افریقہ کے سیاہ غلاموں نے اٹھا رکھی تھیں۔
ناگ بازاروں میں پیدل چل رہا تھا۔ ماریا اس کے ساتھ ساتھ
تھی اور ناگ کو اس کی خوشبو آ رہی تھی۔ قرطبہ شہر کی ایک
سرائے ایک گلی کے اندر تھی۔ ناگ نے یہاں ایک کمرہ لے
لیا۔ ماریا نے کہا:

"ناگ بھیا! آسمان تو بالکل صاف ہے۔ خدا جانے
بادل کب چھائیں گے۔ کب طوفانی بارش ہو گی
رات کے وقت۔"

ناگ نے کہا: "بہر حال ہمیں اس طوفانی رات کا انتظار کرنا ہوگا۔"

ماریا کہنے لگی: "تم سرائے میں ٹھہرو، میں ذرا کی شہر کی سیر کر آؤں۔"

ناگ بولا: "زیادہ دُور نہ جانا۔ پہلے ہی کیٹی ہم سے جدا ہو گئی ہے۔"

ماریا نے کہا: "فکر نہ کرو بھیا! میں کوئی نادان نہیں ہوں۔ بس ان گلیوں، بازاروں کی تھوڑی سی سیر کر کے شام ہونے سے پہلے ہی واپس آ جاؤں گی۔"

یہ کہہ کر ماریا سرائے سے باہر نکل آئی اور گلی میں سے گذرتی بازار میں آ گئی۔ بازار میں لوگوں کی بڑی رونق اور چہل پہل تھی۔ دکانیں کھلی تھیں۔ لوگ خرید و فروخت کر رہے تھے۔ ماریا دکانوں کو دیکھتی ہوئی آگے چلی جا رہی تھی۔ ایک جگہ بازار میں سے ایک گلی اندر کو جاتی تھی جو چھتی ہوئی تھی۔ یعنی اس گلی کے اوپر چھت پڑی تھی اور دکانداروں نے اپنی دکانوں میں کہیں کہیں شمعیں روشن کر رکھی تھیں۔

ماریا نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اپنے گھوڑے پر چلا جا رہا ہے اور اس نے گھوڑے پر اپنے آگے ایک عورت کو لٹا رکھا ہے جو بے ہوش ہے۔ ایک آدمی نے گھوڑ سوار سے

پوچھا کہ کیا بات ہے اس عورت کو کیا ہوا ہے؟ گھوڑ سوار نے بڑا غمگین چہرہ بنا کر کہا:

"بھائی یہ میری بیوی ہے۔ اس کے پیٹ میں درد ہے جس کی وجہ سے بے ہوش ہو گئی ہے حکیم کو دکھانے جا رہا ہوں۔"

ماریا کو شک سا پڑ گیا۔ کیوں کہ قریب جانے پر ماریا نے دیکھا کہ عورت آہستہ آہستہ کراہ رہی تھی اور اس کے ہونٹوں سے بڑی ہی مدھم آواز میں یہ لفظ نکل رہے تھے۔

"مجھے چھوڑ دو۔ مجھے جانے دو۔"

یہ الفاظ ماریا نے اس بے ہوش عورت کے ہونٹوں کے پاس کان لے جا کر سُنا تھا۔ دوسرا کوئی آدمی یہ الفاظ نہیں سُن سکتا تھا۔ ماریا اس گھوڑ سوار کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ گھوڑ سوار چھتی ہوئی گلی میں ایک طرف گھوم گیا۔ یہاں اس نے ایک مکان کے بڑے دروازے کے آگے جا کر گھوڑے کو روکا۔ نیچے اتر کر گھوڑے کو باگ سے پکڑ کر مکان کی ڈیوڑھی میں لے گیا۔ دروازہ بند کیا اور نیم بے ہوش عورت کو کاندھے پر اٹھایا اور مکان کی سیڑھیاں چڑھتا چوبارے کے ایک بند کمرے میں لے جا کر اسے قالین پر ڈال دیا۔ پھر پانی کے چھینٹے عورت کے منہ پر مارے۔ عورت

کو ہوش آ گیا۔ اس آدمی نے اپنی جیب سے خنجر
نکال لیا اور بولا:

"زرینہ! تم جانتی ہو۔ میں تمہیں بے ہوش کر کے یہاں
کس لیے لایا ہوں؟"

اس عورت نے جس کا نام زرینہ تھا اپنا بوجھل سر
اوپر اٹھایا۔ کمرے میں ایک شمع جل رہی تھی۔ کھڑکیوں پر
بھاری پردے پڑے تھے۔ اس عورت نے اپنے دشمن کے
ہاتھ میں چمکتا ہوا خنجر دیکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے
کہنے لگی:

"جابر مجھے معاف کر دو اور اپنے بچوں کے پاس
واپس جانے دو مجھے قتل نہ کرو۔ میں تمہارے پاؤں
پڑتی ہوں۔"

اس آدمی کا نام جابر تھا۔ خنجر کی دھار پر انگلی پھیرتے
ہوئے بولا:

"اگر تم مجھے یہ بتا دو کہ تمہارے دادا نے خاندانی
جواہرات کا صندوقچہ کس جگہ دفن کیا ہوا ہے تو میں
تمہیں ابھی آزاد کر دوں گا۔"

زرینہ نے کہا: "میں خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ
مجھے کچھ معلوم نہیں۔ اگر مجھے پتہ ہوتا تو میں اسی

غریبی میں رہ کر اپنے یتیم بچوں کی پرورش نہ کرتی
میں سب سے پہلے اپنے خاوند کو بتاتی، لیکن وہ
بے چارہ تپ دق میں مر گیا۔ میرے پاس اس کا
علاج کرانے کے لیے بھی پیسے نہ تھے۔"

جابر نے گرج کر کہا: "تم بکواس کرتی ہو۔ تم نے
اپنے دادا کا جواہرات کا صندوقچہ اپنے پاس کہیں
چھپا کر رکھا ہوا ہے۔ تم نے اس کے بارے میں
اپنے خاوند کو بھی کچھ نہیں بتایا۔ تم اس خزانے کو
اپنے بچوں کے حوالے کرنا چاہتی ہو۔ میں تمہیں
آخری بار کہہ رہا ہوں کہ مجھے بتاؤ تم نے اپنے
دادا کے خزانے کو کس جگہ چھپایا ہوا ہے؟"

زرینہ رونے لگی: "خدا کے لیے مجھ پر رحم کرو، میں
تمہارے پاؤں پڑتی ہوں۔ میرے بچوں پر رحم کرو،
میرے دادا نے مجھے کبھی اپنے خفیہ جواہرات کے
صندوقچے کے بارے میں نہیں بتایا۔"

جابر نے زرینہ کے ہاتھ پاؤں رسی سے باندھ ڈالے اور
خنجر اس کی آنکھوں کے قریب لے جا کر غرایا:

"زرینہ! میں تمہیں آخری موقع دے رہا ہوں۔ سوچ
سمجھ کر جواب دینا۔ بتاؤ۔ جواہرات کا صندوقچہ

کہاں ہے؟"

زرینہ نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا:

"میں کچھ نہیں جانتی۔ مجھے معلوم نہیں میں قسم کھاتی ہوں۔ مجھ پر رحم کرو۔ میرے یتیم بچوں پر رحم کرو۔"

ماریا اسی کمرے میں کھڑی یہ سارا دردناک ڈرامہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ اسے زرینہ کی حالت پر رحم آ رہا تھا اور جابر کی سنگ دلی پر سخت غصہ آ رہا تھا۔ یہ ایک لالچی اور ظالم شخص تھا جو محض جواہرات کے ایک صندوقچے کے لیے ایک بیوہ عورت کو قتل کر کے اس کے بچوں کو ماں کی ممتا سے ہمیشہ کے لیے محروم کرنے والا تھا۔

جب زرینہ نے آخری بار بھی کہہ دیا کہ وہ جواہرات کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تو جابر نے خنجر کی نوک زرینہ کی گردن پر رکھ دی اور کہا:

"مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ زرینہ۔۔۔ یہ تمہارے آخری سانس ہیں۔ اپنے بچوں کو آخری بار یاد کر لو۔"

اس سے پہلے کہ وہ ظالم انسان ایک بے گناہ بیوہ عورت کی گردن میں خنجر مارتا اسے کسی نے پیچھے سے کھینچ کر فرش پر پھینک دیا۔ جابر ہڑبڑا کر اُٹھا، پھٹی

ہوئی آنکھوں سے اپنے پیچھے دیکھنے لگا کہ یہ اسے کس نے پیچھے کی طرف کھینچ لیا تھا۔ مگر وہ ماریا کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس کا خنجر دور جا گرا تھا۔ اس نے لپک کر خنجر کو پکڑ لیا اور زرینہ پر حملہ کرنے ہی والا تھا کہ ماریا نے دوسری بار اس کی گردن پر ایک ہاتھ مارا۔

جابر دوسری بار گر پڑا۔ وہ اٹھنے ہی والا تھا کہ ماریا نے اس کی گردن پر اپنا پاؤں رکھ دیا۔ اس کے حلق سے خرخراہٹ کی آوازیں نکلنے لگیں۔ زرینہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے جابر قالین پر سیدھا پڑا ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ اور اس کی سانس خرخراہٹ کی آوازیں بدل گئی تھیں۔ وہ سمجھی کہ اس پر کوئی دورہ پڑ گیا ہے اور خدا نے اس کی عین وقت پر میری جان بچا لی ہے۔ جابر حیران تھا کہ اس کی گردن پر کس نے اپنا بھاری بھر کم پاؤں رکھ دیا ہے کہ جس کو نہ وہ تو دیکھ سکتا ہے اور نہ اس کے نیچے سے نکل سکتا ہے۔ ماریا کا پاؤں اس کی گردن کی شہ رگ کے عین اوپر تھا۔

یہ پاؤں ایک ہاتھی کا پاؤں تھا اور اس کے بوجھ تلے جابر کا دم گھٹ رہا تھا۔ زرینہ کے دیکھتے دیکھتے جابر نے آخری ہچکی لی اور اس کی گردن ایک طرف کو ڈھلک گئی۔ ماریا نے اپنا پاؤں

اس کی گردن سے اٹھا لیا۔ ایک قاتل اور ظالم انسان اپنے انجام
کو پہنچ چکا تھا۔ ماریا زرینہ سے کوئی بات کر کے اسے خوفزدہ
نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ خاموش کھڑی رہی۔

زرینہ نے جب دیکھا کہ جابر کو جو دورہ پڑا تھا اس کی وجہ
سے وہ مرگیا ہے تو اس نے کوشش کر کے اپنے ہاتھ کی
رسیاں کھول دیں پھر پاؤں بھی کھول ڈالے اور چادر اوڑھ کر
سیڑھیاں اترتی مکان سے نکل کر گلی میں آ گئی۔ گلی میں شام کی
تاریکی پھیل چکی تھی اور دور گلی کے موڑ پر ایک شمع جل
رہی تھی۔

زرینہ نے جابر کے گھوڑے کو ہاتھ بھی نہ لگایا اور جلدی
جلدی اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئی۔ ماریا بھی اس کے ساتھ
ساتھ تھی۔ وہ یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ زرینہ واقعی سچی ہے اور
اپنے بچوں کے پاس ہی جاتی ہے کہ کسی دوسری جگہ پر جا کر
جواہرات کا خفیہ صندوقچہ نکالتی ہے۔ زرینہ بازاروں اور گلیوں
میں سے گذرتی شہر سے باہر ایک پرانی بستی کے کونے والے
مکان میں داخل ہو گئی۔ ماریا بھی اس کے ساتھ ہی اندر
چلی گئی۔

ماریا نے دیکھا کہ یہ ایک ٹوٹا پھوٹا غریب عورت کا مکان
تھا اور دو بچے چارپائی پر بیٹھے بھوک سے بلک رہے تھے۔

زرینہ نے جاتے ہی انہیں اپنے سینے سے لگا لیا اور پھوٹ
پھوٹ کر رونے لگی:

"میرے بچو! میرے جگر کے ٹکڑو! میں تمہیں کہاں
سے کچھ کھانے کو لا کر دوں۔ میرے پاس تو پھوٹی کوڑی
بھی نہیں ہے۔"

وہ دیر تک بھوکے بچوں کو سینے سے چمٹائے روتی رہی۔
ماریا کے دل پر بڑا اثر ہوا۔ یہ عورت سچی تھی۔ اس کے پاس
اپنے دادا کا خزانہ ہوتا تو اس کے بچے یوں بھوک سے نہ
بلکتے۔ ماریا نے اس عورت کی مدد کا فیصلہ کر لیا اور مکان
سے باہر نکل آئی۔ وہ سیدھی ناگ کے پاس گئی اور اسے سارا
قصہ سنایا۔

ناگ مسکرایا اور بولا:

"تم مجھے حاتم طائی کی بیٹی لگتی ہو۔ اب تم اس عورت
کی کس طرح مدد کرنا چاہتی ہو۔ جاؤ کسی دکان سے
کھانے پینے کی عمدہ چیزیں اٹھا کر اس کے بچوں کو
دے دو۔ تمہیں کوئی دیکھتا تھوڑی ہے۔"

ماریا نے کہا: "تم جانتے ہو کہ میں چوری کے سخت خلاف
ہوں اور میں نے کبھی کوئی چیز چوری نہیں کی۔
میں چاہتی ہوں کہ تم اپنے کسی سانپ کی مدد سے

کچھ دولت حاصل کر کے مجھے دو تاکہ میں اس
عورت کی مدد کروں اور وہ باقی ساری زندگی خوش
حال رہ کر اپنے بچوں کی پرورش کر سکے۔"
ناگ بولا: "اچھا خیال ہے۔ تو پھر ایسا کرو کہ یہ میری
انگوٹھی اپنے ہاتھ میں پہن کر اس شہر کے کسی ویران
کھنڈروں والے علاقے میں چلی جاؤ۔ وہاں کسی بھی
سانپ کو آواز دو۔ وہ تمہاری مدد کرے گا۔"
ماریا بولی: "تم کیوں میرے ساتھ نہیں چلتے؟"
ناگ نے کہا: "ارے بابا میرے جانے کی ضرورت ہی
نہیں ہے۔ یہ میری انگوٹھی ہی کافی ہے۔ سانپ اس
انگوٹھی کی وجہ سے تمہاری بات بھی سمجھ جائیں گے
اور تمہاری ہر طرح سے مدد بھی کریں گے۔"
"مگر تم خود کیوں نہیں میرے ساتھ چلتے؟"
ناگ مسکراتے ہوئے بولا: "بات یہ ہے ماریا کہ سرائے
میں ابھی ابھی ایک داستان گو آیا ہے جو لوگوں کو
کہانیاں سنانے والا ہے۔ میں کہانیاں سننا چاہتا ہوں۔"
ماریا نے جھنجھلا کر کہا: "اف توبہ! تمہیں یہ کہانی سننے
کا شوق کہاں سے آ گیا آج؟ اچھا۔ میں اکیلی ہی
جاتی ہوں۔"

ماریا سرائے سے نکل کر شہر کے پرانے کھنڈروں کی طرف
چل پڑی۔ ناگ کی انگوٹھی اس نے اپنی انگلی میں پہن رکھی تھی۔
ایک ٹوٹے پھوٹے کھنڈر میں جاتے ہی اس نے آواز دی:
"میں عظیم ناگ دیوتا کی بہن ہوں۔ اس نے مجھے اپنی
خاص انگوٹھی دے کر تمہارے پاس بھیجا ہے۔ اگر تم
یہاں ہو تو اپنے بل سے نکل کر میرے سامنے آؤ۔"
کھنڈر میں اندھیرا تھا۔ جگہ جگہ جنگلی جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں
ماریا کی آواز پر ایک جھاڑی میں سے ایک موٹا تازہ سانپ
نکل کر ماریا کے سامنے آ گیا۔ اس کی سرخ آنکھیں اندھیرے
میں عقیق کی طرح چمک رہی تھیں۔ ماریا حیران ہوئی کہ وہ
اس کی انسانی زبان سمجھ رہا تھا اور اس کے جسم سے بھی آواز
کی جو لہریں اٹھ رہی تھیں وہ ماریا کے کانوں میں آتے ہی
الفاظ کی شکل اختیار کر لیتی تھیں۔
سانپ نے کہا: "عظیم ناگ دیوتا کی عظیم بہن! حکم
کرو۔ میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟"
ماریا نے کہا: "اگر اس کھنڈر کے نیچے کوئی خفیہ خزانہ
موجود ہے تو وہ لا کر مجھے دے دو۔ میں صرف یہی
خزانہ لینے تمہارے پاس آئی ہوں۔"
سانپ نے کہا: "عظیم بہن! اس کھنڈر کے نیچے

اتنا بڑا خزانہ ہے کہ اسے اٹھا کر لے جانے کے لیے
پانچ سو خچروں کی ضرورت ہو گی۔"

ماریا سانپ کا منہ تکنے لگی۔ کس قدر ویران کھنڈر تھا اور
کتنا بڑا خزانہ اس کے نیچے دفن تھا۔ کسی کو کانوں کان خبر
نہیں تھی کہ جس جگہ کو وہ ویران سمجھ رہے ہیں اس کے
اندر سات بادشاہوں کا خزانہ دبا ہوا ہے۔ اتنے خزانے کی ماریا
کو ضرورت بھی نہیں تھی۔ اس نے کہا:

"تم ایسا کرو کہ خزانے میں جاؤ اور کسی تھیلے میں
خزانے کے قیمتی ہیرے جواہرات کو بھر کر لے آؤ۔ بس
اس قدر دولت ہی کافی رہے گی۔"

سانپ نے ادب سے کہا: "جو حکم عظیم بہن! میں ابھی
لاتا ہوں۔"

ماریا کھنڈر میں جھاڑیوں کے پاس بیٹھ گئی اور سانپ خزانہ
لانے کے لیے جھاڑیوں میں جا کر غائب ہو گیا۔ سانپ کو گئے
ابھی تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ ماریا کو آدمیوں کے باتیں کرنے
کی آواز سنائی دی۔ اس نے گھوم کر دیکھا کہ دو آدمی جو شکل
صورت سے ہی لٹیرے لگتے تھے اور جنہوں نے تلواریں لٹکا
رکھی تھیں دبے دبے قدم اٹھاتے جہاں ماریا بیٹھی تھی وہاں

نے کہا:

"یہی جگہ ہے جو مجھے بتائی گئی تھی۔ اسی جگہ خزانہ ہے۔"

دوسرا لٹیرا دانت نکال کر بولا:

"سور کی اولاد! اگر تم نے جھوٹ بولا تو تمہاری گردن
اتار دوں گا۔"

پہلا لٹیرا کہنے لگا: "سردار! میرا نجومی کبھی جھوٹ
نہیں بولتا۔ اس نے حساب لگا کر یہی جگہ بتائی تھی۔"

ماریا سمجھ گئی کہ یہ لوگ بھی اس خزانے کی تلاش میں
آئے ہیں۔ وہ خاموش بیٹھی رہی۔ اتنے میں کسی شے کے لڑھکنے
کی آواز سنائی دی۔ دونوں لٹیرے چوکنے ہو گئے۔ انہوں نے
مشعل کی روشنی میں دیکھا کہ ایک سانپ اپنے منہ میں چمڑے
کا تھیلا دبائے اسے زمین پر لڑھکاتا ہوا چلا آ رہا تھا۔ وہ
ششدر سے ہو کر سانپ کو تکنے لگے اور پھر ایک لٹیرے
نے کہا:

"سردار! یہ خزانے کا سانپ لگتا ہے۔ اسے مار ڈالو۔
شاید اس کے تھیلے میں جواہرات ہیں۔"

اور اس سے پہلے کہ ماریا اٹھ کر سانپ کو بچانے کی
کوشش کرتی ایک لٹیرے نے سانپ پر تلوار پھینکی۔ تلوار
سانپ کو تو نہ لگی مگر وہ تھیلا چھوڑ کر کسی طرف چھپ گیا۔

دونوں لیٹرے جلدی سے تھیلے کے پاس گئے۔ اسے کھولا تو اندر سے سرخ عقیق، جواہرات اور ہیرے نکل آئے۔ لیٹروں کی تو آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ وہ خوشی سے اچھل پڑے۔

"خزانہ اسی جگہ ہے۔ اسی جگہ ہے۔ اس تھیلے کو میں سنبھالتا ہوں تم سانپ کو تلاش کرو۔"

دوسرا بولا: "سردار! سانپ ہے بھاگ گیا ہے۔ یہ تھیلا لے کر یہاں سے بھاگ چلو۔ خزانے کا سانپ پھر حملہ کرے گا۔"

"ابے بکواس بند کرو۔ جاؤ سانپ کو تلاش کرو۔ میں سارا خزانہ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

دوسرا لیٹرا ایک قدم ہی آگے بڑھا تھا کہ اس کے عقب سے چھ بڑے بڑے سانپ اپنے پھن اٹھائے پھنکارتے ہوئے جھاڑیوں سے نکلے اور انہوں نے اچھل کر دونوں لیٹروں کی گردنوں کو جکڑ لیا۔ دونوں لیٹرے زمین پر گر پڑے اور تلواروں سے سانپوں کو ہلاک کرنے ہی والے تھے کہ دو سانپوں نے ان کے ہاتھوں پر ڈس دیا۔

خدا جانے ان سانپوں کے زہر میں کس قدر اثر تھا کہ ڈسنے کے ساتھ ہی دونوں لیٹروں کے جسموں سے چنگاریاں

سی پھوٹنے لگ پڑیں اور وہ زمین پر تڑپنے لگ گئے۔ ان کے جسم ساکت پتھروں کی طرح ہو کر اکڑ گئے اور پھر انھیں نگل کر اپنے سوراخوں سے باہر آ گئیں۔ ماریا خاموش کھڑی یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی جب دونوں لیٹرے مر گئے تو سانپوں نے سارے ہیرے موتی اپنے منہ سے اٹھا اٹھا کر تھیلے میں ڈال کر اسے بند کر کے جھاڑیوں کے قریب رکھ دیا اور خود جدھر سے آئے تھے ادھر کو ہی چلے گئے۔

اب وہی سانپ نمودار ہوا۔ اس نے ماریا کے قریب آ کر کہا:

"عظیم بہن! یہ دنیا دار لالچی انسان خزانے کی تلاش میں آتے ہیں اور اسی طرح ہلاک کر دیئے جاتے ہیں یہ تھیلا تمہاری امانت ہے۔ اسے اٹھا لو۔ اگر کوئی اور بھی خدمت ہو تو ہمیں حکم کرو:"

ماریا نے کہا: "شکریہ میرے دوست! مجھے اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہیے:"

سانپ سلام کر کے جھاڑیوں میں واپس چلا گیا۔ ماریا نے ہیرے جواہرات والا تھیلا اٹھا لیا۔ تھیلا اس کے ہاتھ میں آتے ہی غائب ہو گیا۔ ماریا شہر کی طرف روانہ ہو گئی۔ شہر کے ایک بازار میں سے گذرتے ہوئے ماریا ایک

نانبائی کی دکان پر کھڑی ہو گئی۔ نانبائی گرم گرم قیمے کے نان نکال رہا تھا اور تلی ہوئی مچھلی اور بھنے ہوئے گوشت کے ٹکڑے اس کے تھال میں پڑے تھے۔ گاہک کھڑے خرید رہے تھے۔ ماریا نے دکاندار کے قریب سے ایک ٹوکری اٹھا لی اور اس میں چھ سات گرم گرم قیمے کے نان رکھ لیے۔ تھال میں سے مچھلی کے ٹکڑے اٹھا کر بھی ساتھ رکھے اور دوسرے تھال میں سے بھنا ہوا گوشت اٹھانے لگی کہ ایسا اتفاق ہو گیا کہ جس گوشت کے ٹکڑے کو وہ اٹھانے والی تھی وہی ٹکڑا ایک گاہک نے پسند کر کے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اب حالت یہ تھی کہ ایک طرف سے گاہک نے گوشت کے ٹکڑے کو پکڑ رکھا تھا اور دوسری طرف سے ماریا نے اسے پکڑ لیا تھا جونہی گاہک نے ٹکڑا اپنی طرف کھینچا وہ اس کے ہاتھ سے غائب ہو گیا۔ گاہک ہکا بکا سا ہو گیا۔

نانبائی نے بھی اس کے ہاتھ سے ٹکڑے کو غائب ہوتے دیکھ لیا تھا۔ وہ چلا اٹھا:

"تم کوئی جادوگر ہو۔ تم میری دکان کا سارا گوشت غائب کر دو گے، پکڑو لو۔ اسے پکڑ لو۔"

گاہک نے کہا: "بھائی یقین کرو۔ مجھے خود معلوم نہیں

کہ گوشت کیسے غائب ہو گیا۔ میں کوئی جادوگر نہیں ہوں۔"

مگر نانبائی نے شور مچا دیا: "خدایا — میرے قیمے کے چھ نان بھی غائب ہیں۔ اسے پکڑ لو۔ اسے سپاہیوں کے حوالے کر دو۔ یہ چور ہے۔ یہ چور ہے۔"

گاہک بے چارہ کوئی شریف آدمی تھا۔ وہ تو گھبرا گیا۔ ماریا جانتی تھی کہ اس میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔ لوگ دکان کے گرد جمع ہو گئے۔ ایک موٹی توند والا سپاہی بھی آ گیا۔

"کیا شور مچا رکھا ہے تم لوگوں نے؟"

نانبائی نے سارا قصہ سپاہی کو سنا ڈالا اور کہا کہ یہ گاہک کوئی جادوگر ہے۔ کوئی چور ہے۔ میرے چھ نان اور گوشت کا بڑا ٹکڑا اڑا کر لے گیا ہے۔ سپاہی نے اس گاہک کو گردن سے پکڑ لیا۔

"بدبخت! چوری کرتے ہو۔ دن کے وقت چوری کرتے ہو۔ چلو کوتوال کے پاس۔"

گاہک بے چارہ بار بار کہنے لگا کہ جناب میرا کوئی قصور نہیں۔ میں نے گوشت اور نان چوری نہیں کیے۔

سپاہی غصے میں بولا: "تو پھر کون لے گیا یہ سب چیزیں؟"

گاہک کہنے لگا: "جناب میں نے گوشت کے ایک ٹکڑے کو پکڑا ہی تھا کہ وہ میرے ہاتھ سے غائب ہو گیا۔ جناب میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ ایسا ہی ہوا ہے۔"

سپاہی نے اسے جھڑکتے ہوئے کہا:

"ارے گدھے کی دُم تو مجھے اُلّو نہیں بنا سکتا۔ بھلا اپنے آپ بھی کبھی کوئی شے گم ہوتی ہے۔"

اب ماریا نے سپاہی کے قریب آ کر اس کے سر پر پڑی ہوئی نیلی ٹوپی اٹھا لی۔ ٹوپی ماریا کے ہاتھ میں آتے ہی غائب ہو گئی۔ سپاہی کی تو حیرت کے مارے آنکھیں باہر کو نکل آئیں۔

"میری ٹوپی — میری ٹوپی کہاں چلی گئی؟"

ماریا نے بلند آواز میں کہا:

"میں نے اُچک لی ہے۔ اب میں تمہاری موٹی توند پر ایک مکا ماروں گی۔"

اور ماریا نے سپاہی کے پھولے ہوئے پیٹ پر ایک ہلکا سا مکا مار دیا۔ ڈھول کی سی آواز پیدا ہوئی اور لوگ ڈر کر ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ سپاہی کے جسم میں خوف کی ٹھنڈی لہر دوڑ گئی اور وہ مارے خوف کے کانپنے لگا۔

"معاف کر دو۔ معاف کر دو۔"

سپاہی اپنی جگہ پر کانپتے ہوئے ہاتھ جوڑے گڑگڑا رہا تھا۔ ماریا نے ٹوپی اس کے سر پر واپس رکھ دی۔ پھر تھیلے میں سے ایک ہیرا نکال کر نانبائی کی گدی پر اس کے پاس رکھ دیا۔ یہ گوشت مچھلی اور قیمے والے نان کی قیمت تھی۔ ماریا نے سپاہی سے کہا:

"اس گاہک کا کوئی قصور نہیں۔ گوشت کا ٹکڑا میں نے غائب کیا تھا جس طرح میں نے تمہاری ٹوپی غائب کی ہے۔"

پھر ماریا نے ٹوپی موٹی توند والے سپاہی کے سر پر واپس رکھ دی اور کہا:

"اب یہاں سے تو دو گیارہ ہو جاؤ اور خبردار کسی گاہک کو پریشان نہ کرنا۔ نہیں تو میں تمہاری جان نکال لوں گی۔"

موٹا سپاہی دہشت کے مارے پہلے ہی لرز رہا تھا۔ ماریا کی یہ بات سن کر کہ وہ اس کی جان نکال لے گی دھڑام سے بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ لوگ بھاگ گئے مگر نانبائی نے اپنی گدی پر رکھا ہوا قیمتی ہیرا جلدی سے اٹھا کر اپنی جیب میں رکھ لیا۔

ماریا کھانے پینے کی چیزیں اور ہیرے جواہرات کا تھیلا لے

کر سیدھی زرینہ کے گھر آ گئی۔ اس نے دروازہ بند کر لیا اور گوشت مچھلی اور قیمے کے نان اور جواہرات کا تھیلا اس کے سامنے رکھتے ہوئے اپنا آپ آواز کی شکل میں ظاہر کر دیا۔ اس نے کہا:

"زرینہ! میری آواز سن کر گھبرانا نہیں یہ سمجھ لو کہ مجھے تمہارے دادا جان نے جنت سے یہ خزانہ دے کر تمہارے پاس بھیجا ہے۔"

زرینہ کی آنکھیں کھلی تھیں اور وہ ماریا کی آواز سن کر خوف کے مارے زرد ہوتی جا رہی تھی۔ اس نے اپنے دونوں بچوں کو بھوکا ہی سلا دیا تھا۔

ماریا نے کہا: گھبرانے اور خوف کھانے کی ضرورت نہیں۔ یہ تمہاری امانت ہے جو میں تمہارے پاس لائی ہوں۔ میں نے تمہارے ہی پیسوں سے یہ کھانے پینے کی چیزیں خریدی ہیں۔ اپنے بچوں کو اٹھا کر کھانا کھلاؤ۔ خود بھی کھاؤ اور خدا کا شکر ادا کرو۔ اس کے بعد اس دولت سے کوئی اچھا سا مکان خرید اور اپنے بچوں کی اچھی طرح سے پرورش کرو۔"

زرینہ نے اتنا ہی پوچھا: "تم۔۔ تم جنت سے آئی ہو؟"

ماریا نے کہا: "ہاں۔۔ اب میں واپس جا رہی ہوں۔ اس

کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔ نہیں تو تمہاری یہ دولت غائب ہو جائے گی۔ خدا حافظ!"

اور ماریا مکان کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔

اسے خوشی تھی کہ اس نے ایک مظلوم عورت اور اس کے بھوکے بچوں کی مدد کی تھی۔ وہ گلیوں بازاروں سے ہوتی ہوئی واپس ناگ کے پاس سرائے میں آ گئی۔ ناگ سرائے کے دالان میں ایک طرف دوسرے لوگوں کے ساتھ بیٹھا داستان گو سے کہانی سن رہا تھا۔ اسے ماریا کی خوشبو آئی تو اس نے کہا:

"ماریا؟"

O

آسیبی گرجا، طوفانی رات

ناگ کے قریب بیٹھے ہوئے آدمی نے چونک کر کہا:
"میرا نام ماریا نہیں ہے اور میں عورت بھی نہیں ہے۔"
ماریا ہنسنے لگی۔ ناگ کو فوراً اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس نے
اس آدمی سے معافی مانگتے ہوئے کہا:
"معاف کرنا بھائی میں نیند میں اپنی بہن سے باتیں
کرنے لگا تھا"
کچھ لوگ ناگ کی اس بات پر قہقہہ لگا کر ہنسنے لگے۔
ناگ وہاں سے اٹھ کر باہر آیا تو ماریا بولی:
"ناگ بھیا! سوچ سمجھ کر میرا نام لیا کرو۔"
ناگ نے کہا: "ابھی ڈرامہ ہونے والا تھا۔ خیر۔ تم
بتاؤ حاتم طائی کی بیٹی! ــــ زربینہ کو خزانہ پہنچا دیا؟"
"ہاں ــــ خدا کا شکر ہے۔"
ناگ نے کہا: "میری انگوٹھی اب مجھے واپس کر دو۔"
ماریا نے انگوٹھی اتارتے ہوئے کہا:

"اتنی بھی کیا بے اعتباری ہے بھیا۔"
ناگ بولا: "کمرے میں آ جاؤ۔ یہاں پہلے ہی لوگ مجھے
پاگل سمجھنے لگے ہیں۔"
کمرے میں آ کر ماریا نے انگوٹھی ناگ کو واپس کر دی اور
پھر کہنے لگی:
"آسمان بالکل صاف ہے۔ ستارے نکلے ہوئے ہیں بادل
کا ایک معمولی ٹکڑا تک کہیں نظر نہیں آ رہا۔ طوفانی بارش
والی رات کب آئے گی؟ خدا جانے کل تک چاند
کیبٹی کو کس جگہ پھینک دے گا۔"
ناگ نے کہا: "یہ پریشانی تو ہمیں اٹھانی ہی پڑے گی
ماریا ــــ بارش والی طوفانی رات پر ہمارا اختیار
نہیں ہے۔"
قرطبہ کی اس سرائے میں ماریا اور ناگ کو رہتے تیسرا
دن تھا کہ شام کے وقت آسمان پر بادل چھانے لگے۔ ناگ
اور ماریا بہت خوش ہوئے پھر تیز ہوا چلنے لگی اور رات
کے دس بجے کے قریب بادل زور زور سے گرجنے لگے اور
بارش شروع ہو گئی۔ ماریا سرائے میں ناگ کے ساتھ ہی تھی وہ
خوش ہو کر بولی:
"ناگ بھیا! خدا کا شکر ہے کہ آج وہ طوفانی رات آ

گئی جس کا ہمیں انتظار تھا۔"

ناگ کہنے لگا: "ہاں ماریا۔ مجھے امید نہیں تھی کہ اتنی جلدی بارش والی طوفانی رات آ جائے گی۔ اب ایسا ہے کہ میں یہاں سے تالاب کے پاس والے گرجا گھر جاؤں گا اور اس جلاد کی بدروح سے ملاقات کرنے کی کوشش کروں گا جو طوفانی رات میں وہاں ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ مجھے دھاری دار سانپ نے کہا تھا تم اسی جگہ سرائے میں رہ کر میرا انتظار کرو گی۔ ٹھیک ہے نا؟"

ماریا نے کہا: "لیکن کیا میں بھی تمہارے ساتھ نہ چلوں ناگ؟"

ناگ نے جواب دیا: "نہیں ماریا میں سمجھتا ہوں کہ وہاں میرا اکیلا جانا ہی بہتر ہے۔ کیوں کہ کچھ معلوم نہیں کہ جلاد کی بدروح تمہیں دیکھ کر وہاں نہ آئے یا تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تم اسی جگہ ٹھہرو۔"

"جیسے تمہاری مرضی۔ مگر تم دیر نہ لگانا وہاں۔"

ناگ نے کہا: "میں جلدی واپس آنے کی کوشش کروں گا لیکن میں چاہوں گا کہ جلاد کی بدروح ظاہر ہو جائے اور پھر وہ مجھے سلیمانی مہرے پر قبضہ کرنے

کی ترکیب بتا دے۔"

ماریا کو تسلی دے کر ناگ سرائے سے نکل کھڑا ہوا۔ وہ ایک گھوڑے پر سوار تھا۔ بارش ہو رہی تھی اور بادل بڑے زور سے گرج رہے تھے۔ بجلی بھی رہ رہ کر چمک رہی تھی۔ آدھی رات کو قرطبہ کے بازار اور گلی کوچے ویران تھے اور تیز بارش میں بھیگ رہے تھے۔ بجلی چمکتی تو مکانوں کی ڈھلانی چھتوں پر سے نیچے گرتے ہوئے پانی کی جھالریں نظر آنے لگتیں۔ ناگ گھوڑے پر بیٹھا سر پہ چادر ڈالے تالاب والے جنگل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ یہ جنگل شہر سے باہر تھا۔

ناگ تالاب کے پاس پہنچ کر رک گیا اور اندھیرے میں گرجے کی پرانی عمارت کو تلاش کرنے لگا۔ بجلی زور سے چمکی تو اسے درختوں کے درمیان سے گرجا گھر کا مینار ابھرتا دکھائی دیا۔ ناگ تالاب کے کنارے کنارے گھوڑا دوڑاتا جنگل میں گھس گیا۔ یہاں ایک سنسان راستہ سیدھا گرجا گھر کو جاتا تھا۔ اس راستے پر درختوں نے اپنی لمبی لمبی گھنی شاخیں پھیلا رکھی تھیں۔ ان درختوں میں سے بارش کے پانی کی بوندیں ٹپا ٹپ گر رہی تھیں۔

گرجا گھر کا دروازہ آدھا ٹوٹ کر نیچے گرا ہوا تھا۔ دیوار پر سوکھی بیل چڑھی ہوئی تھی اور گھنٹی کی رسی بھی ٹوٹی ہوئی تھی اس گھنٹی کو عبادت کے وقت رسی کھینچ کر بجایا جاتا تھا۔

گرجا کے دروازے تک پتھر کی سیڑھیاں جاتی تھیں جو
بارش میں بھیگ رہی تھیں۔ ناگ نے گھوڑے کو ایک درخت
کے نیچے باندھا اور پتھر کی سیڑھیاں چڑھ کر گرجا گھر کی ڈیوڑھی
میں آگیا۔ یہ ویران گرجا گھر تھا اور یہاں اب کوئی عیسائی
عبادت کرنے نہیں آتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں
میں یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ ایک جلاد کی بدروح نے
گرجے پر قبضہ کر لیا ہے اور وہ لوگوں کو تنگ کرتی ہے۔
لوگوں نے بارش والی طوفانی راتوں میں اس گرجا گھر سے
ڈراؤنی آوازیں بھی سنی تھیں جیسے کوئی رو رو کر کسی کو پکار
رہا ہو۔ بعض لوگ کہتے تھے کہ اس گرجا گھر میں کسی بچے
کو زندہ دفن کر دیا گیا تھا اور اس بچے کی روح آدھی رات
کو آوازیں دیا کرتی ہے۔

اس قسم کی باتوں سے ڈر کر لوگوں نے اس گرجے میں
آنا چھوڑ دیا تھا۔ ناگ نے ڈیوڑھی میں سے جھانک کر گرجے
کے اندر دیکھا۔ یہ ایک چھوٹا سا ہال کمرہ تھا جس کے فرش
پر بنچ الٹے پڑے تھے اور ایک جگہ سے چھت ٹوٹی ہوئی
تھی جہاں سے بارش کا پانی اندر گر رہا تھا۔ سامنے چبوترے
پر یعنی قربان گاہ پر اب کوئی مقدس میز اور لوبان رکھنے
کے برتن نہیں تھے۔ دیوار پر بھی کوئی صلیب نہیں لگی ہوئی

تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ اس گرجے کا پادری جاتے ہوئے ساری
چیزیں یہاں سے اپنے ساتھ ہی لے گیا تھا۔

ناگ الٹے سیدھے پڑے ہوئے بنچوں کے درمیان سے
گزرتا چبوترے کے اوپر چڑھ کر دیواروں اور ستونوں کو
غور سے دیکھنے لگا۔ یہاں کوئی بھی پھولوں کی بیل یا کوئی
تصویر نہیں لگی تھی۔ چبوترے کا فرش بھی جگہ جگہ سے اکھڑا
ہوا تھا۔ ناگ ایک کونے میں بیٹھ گیا اور جلاد کی بدروح
کے ظاہر ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ اس کا خیال تھا کہ طوفانی
رات ہے۔ بارش زور سے ہو رہی ہے۔ بجلی بھی کڑک رہی
ہے۔ بادل بھی گرج رہے ہیں۔ جلاد کی بدروح کو اب ظاہر ہو
جانا چاہیے اور پھر دھاری دار سانپ نے بھی ایسا ہی کہا تھا۔

ناگ دیر تک وہاں بیٹھا رہا۔ رات کے دو بج رہے
ہوں گے۔ بادل اسی طرح گرج رہا تھا۔ بجلی بھی کڑک رہی
تھی اور بارش بھی موسلا دھار ہو رہی تھی کہ ناگ کو اس
طوفان میں ایک آواز سنائی دی یہ آواز ایسی تھی جیسے کوئی
کسی سے رحم کی بھیک مانگ رہا ہو۔ ناگ کے کان کھڑے
ہو گئے۔ اس نے کان لگا کر سنا تو آواز چبوترے کے کونے
کی طرف سے آ رہی تھی۔ وہ وہاں گیا تو دیکھا کہ اس جگہ
پر ایک حجرہ تھا جس کے دروازے پر بڑا موٹا تالا لگا ہوا تھا۔

ناگ نے دروازے کے ساتھ کان لگایا تو اندر سے کسی آدمی کی خوف سے لرزتی گڑگڑاتی آواز آ رہی تھی۔

"مجھ پر رحم کرو۔ مجھ پر رحم کرو۔ میرا گناہ معاف کر دو۔"

ناگ نے دروازے میں سے کوئی سوراخ ڈھونڈھنے لگا۔ تالے کے اوپر ایک جگہ سے لکڑی اکھڑ گئی تھی۔ اس نے وہاں آنکھ لگا کر اندر دیکھا تو وہاں ایک عجیب منظر تھا۔ دو آدمی جنہوں نے کالے کپڑے پہن رکھے تھے ایک آدمی کے بازو رسی کے ساتھ باندھ رہے تھے۔ سامنے لکڑی کا ایک کندہ پڑا تھا۔ وہاں ایک ویسے ہی کالے کپڑوں والا آدمی ہاتھ میں چمکتا ہوا کلہاڑا لیے کھڑا تھا۔ دونوں آدمیوں نے بدقسمت آدمی کے بازو باندھ کر اس کا سر لکڑی کے کندے پر جھکا دیا۔ وہ آدمی گڑگڑانے لگا:

"مجھے معاف کر دو۔ مجھ پر رحم کرو۔"

ایک کالے کپڑوں والے آدمی نے کہا:

"تم پر رحم نہیں کیا جائے گا۔ تمہیں یاد ہے۔ آج ہی کی رات اسی گرجا گھر کے اسی حجرے میں تم نے بادشاہ کے کہنے پر تین بے گناہ پادریوں کے سر کاٹ ڈالے تھے۔"

وہ آدمی بولا: "میں بادشاہ کے حکم کے آگے مجبور تھا۔"

سیاہ پوش آدمی بولا: "ہم بھی قدرت کے قانون کے آگے مجبور ہیں۔ اور قدرت کا یہی قانون ہے کہ ظلم کرنے والے کو ایک دن اپنے ظلم کی سزا بھگتنی پڑتی ہے۔ تم نے تین بے گناہ انسانوں کو قتل کیا تھا۔ تمہیں بھی تین بار قتل کیا جائے گا۔"

اور انہوں نے اس کی گردن پکڑ کر زبردستی جھکا کر لکڑی کے کندے پر رکھ دی پھر تیسرے سیاہ پوش نے کلہاڑے والے کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے کلہاڑا اوپر اٹھایا اور زور سے قاتل کی گردن پر دے مارا۔ قاتل کی گردن کٹ کر پرے جا گری۔

ناگ نے دیکھا کہ کٹا ہوا سر گھومنے لگا۔ دھڑ الگ تڑپنے لگا اور سر میں سے آواز آنے لگی:

"مجھے معاف کر دو۔ مجھ پر رحم کرو۔"

تینوں سیاہ پوش جو دوزخ کے فرشتے معلوم ہوتے تھے۔ اپنی جگہ بت بنے کھڑے رہے۔ دیکھتے دیکھتے قاتل کا کٹا ہوا سر ہوا میں اڑ کر اس کے دھڑ کی گردن کے ساتھ جا کر لگ گیا اور اس نے پھر رحم کی بھیک مانگنی شروع کر دی۔ سیاہ پوش فرشتوں نے اس کی بات پر کوئی دھیان نہ دیا اور اس کی گردن کو زبردستی لکڑی کے کندے پر جھکا کر دوسری بار

پھر اس کی گردن کاٹ ڈالی۔ ایک بار پھر کٹا ہوا سر اپنی جگہ
حرکت کرتا ہوا آیا اور اپنے دھڑ کے ساتھ آ کر لگ گیا۔
اب قاتل نے ہاتھ باندھ کر روتے ہوئے کہا:
"مجھے بڑی سخت اذیت مل چکی ہے۔ میرے حال پر
رحم کرو۔ مجھے اب قتل نہ کرو۔ مجھے آگ میں ڈال دو۔
مگر میری گردن نہ کاٹو۔"
سیاہ پوش بولا: "تم نے جو گناہ کیا تھا اس کی سزا
یہی ہے کہ تمہاری گردن تین بار کاٹی جائے۔ تم اس
سزا سے بچ نہیں سکتے۔ اپنی گردن لکڑی کے کندے پر
رکھ دو۔"
اور قاتل نے روتے ہوئے اپنی گردن تیسری بار لکڑی کے
کندے پر رکھ دی۔ اس کے ساتھ ہی سیاہ پوش نے کلہاڑے
کو اشارہ کیا۔ تیسری بار کلہاڑا اوپر اٹھا اور پوری طاقت سے
قاتل کی گردن پر گرا۔ کھٹ کی آواز کے ساتھ قاتل کی گردن
تیسری بار اس کے جسم سے الگ ہو کر دور جا گری۔ تیسری بار
گردن کے کٹتے ہی تینوں سیاہ پوش اچانک غائب ہو گئے۔
ناگ غور سے دیکھ رہا تھا۔ حجرے میں روشنی ہو رہی تھی۔ اس
نے دیکھا کہ قاتل کا سر وہیں پڑا رہا۔ اس کا دھڑ بھی اسی جگہ پڑا
تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر وہ پھولنے لگا اور سیاہ پڑ

گیا اور آہستہ آہستہ اس کا گوشت گل سڑ گیا اور جسم کی ہڈیاں
باہر نکل آئیں۔ سر کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ وہ کھوپڑی بن گیا۔
پھر روشنی بجھ گئی اور حجرے میں سے ایک چیخ کی بھیانک آواز
بلند ہوئی۔
ناگ پیچھے ہٹ کر دیوار کے ساتھ اندھیرے میں آ کر کھڑا
ہو گیا۔ اس کی نظریں حجرے کے بند دروازے پر لگی تھیں۔ حجرے
کے دروازے پر لگا ہوا موٹا تالا تھرتھرانے لگا۔ جیسے کوئی اندر
سے دروازے کو زور لگا کر ہلا رہا ہو۔ تالا اپنی جگہ پر اسی
طرح لگا رہا لیکن ناگ نے ایک سیاہ انسانی ہیولے کو باہر
نکلتے دیکھا جو باہر آتے ہی چھت کی طرح اوپر اٹھ گیا اور
اب ناگ کو ڈراؤنی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ وہ سمجھ گیا کہ یہی
جلاد کی بدروح ہے۔
ناگ نے آواز دی: "کیا تم جلاد کی روح ہو؟"
حجرے کے اندر ایک پل کے لیے خاموشی چھا گئی۔ پھر بادلوں
کی گرج پیدا ہوئی۔ اور ساتھ ہی جلاد کی بدروح نے کپکپاتی مگر ڈرا
دینے والی آواز میں کہا:
"تم کو یہاں تمہاری موت کھینچ لائی ہے۔ یہاں سے نکل
جاؤ۔ نکل جاؤ۔ نکل جاؤ۔"
ناگ نے کہا: "میں تم سے ایک بات پوچھنے آیا ہوں۔"

اور وہ بات پوچھے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گا۔
بدروح نے ایک مکروہ قہقہہ بلند کیا اور بولی:
"تم میرے ہاتھ سے بچ نہ سکو گے۔ میں تمہیں زندہ
نہیں چھوڑوں گا۔"
اور ناگ نے دیکھا کہ چھت کے اندھیرے میں سے وہی
سیاہ ہیولہ بڑی تیزی سے ایک بہت بڑے چمگادڑ کی طرح
اس کی طرف لپکا اور اسے اٹھا کر زور سے چھت کے ساتھ
دے مارا۔ ناگ کا سر ایک زور دار آواز کے ساتھ چھت سے
ٹکرایا اور پھر وہ دھڑام سے چبوترے کے پتھروں پر گر پڑا۔
ناگ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور بولا:
"میں جانتا ہوں تم جلاد کی روح ہو۔ تم نے تین بے گناہ
انسانوں کو قتل کیا تھا جب کہ تمہیں معلوم تھا کہ وہ
بے گناہ ہیں اور میں دیکھ چکا ہوں کہ حجرے میں ابھی
ابھی دوزخ کے فرشتوں نے تین بار تیری گردن کاٹی ہے۔"
جلاد کی بدروح نے ایک بلبلاتی ہوئی چیخ ماری اور ناگ کو
ایک بار پھر اٹھا کر پوری طاقت سے فرش پر دے مارا مگر ناگ
نے زمین پر گرنے سے پہلے ایک سانپ کی شکل بدل لی زمین
پر گرنے کے بعد اس نے ایک پھنکار ماری اور دوبارہ انسانی
شکل اختیار کر لی۔ جلاد کی بدروح ٹھٹھک کر ناگ کی طرف غور

سے دیکھنے لگی:
"تم کون ہو؟ کیا تم کوئی سانپ ہو؟"
ناگ نے کہا: "اس وقت میں انسان ہوں مگر قدرت
نے مجھے کچھ وقت کے لیے ایک خاص طاقت عنایت
فرما کر موت پر فتح دے رکھی ہے اور میں جو چاہوں
شکل اختیار کر سکتا ہوں۔ اسی لیے تم اپنی زبردست کوشش
کے باوجود مجھے ہلاک نہیں کر سکتے۔"
جلاد کی بدروح کا سیاہ ہیولا ناگ کے قریب آ کر دھوئیں
کے ستون کی طرح کھڑا ہو گیا اور بولا:
"کاش میں بھی تمہاری طرح ایک سانپ ہوتا، لیکن میں
ایک کمزور انسان تھا۔ لالچی تھا مجھے دولت کی ہوس
تھی، میں جانتا تھا کہ تینوں پادری بے گناہ ہیں، مگر
میں نے دولت لے کر بادشاہ کا حکم مانا اور ان
کو اس گرجے کے حجرے میں قتل کر دیا۔ وہ آج ہی
کی طوفانی رات تھی۔ اب ہر سال آج ہی کی رات
طوفان آتا ہے۔ بارش برستی ہے۔ بجلیاں کڑکتی ہیں
اور جہنم کے تین فرشتے مجھے پھر سے زندہ انسان
کی شکل دے کر مجھے میرا جرم بتاتے ہیں اور تین بار
میری گردن پر کلہاڑا مار کر کاٹ ڈالتے ہیں۔ میں یہ عذاب

سو سال سے برداشت کر رہا ہوں۔ پھر اس گرجا گھر
میں میری پریشان حال روح بھٹکتی رہتی ہے اور جن
لوگوں کے ساتھ میں نے ظلم کیے تھے، زیادتیاں کی
تھیں۔ ان کی روحیں آکر مجھے کچوکے لگاتی ہیں۔ کاش
میں تمہاری طرح ہوتا اور یہ ظلم کبھی نہ کرتا۔"
جلاد کی بدروح خاموش ہو گئی۔
ناگ نے کہا: "میں تمہاری بخشش کے لیے خدا سے
دعا کروں گا۔"
بدروح نے کہا: "تمہاری مہربانی ہے مگر میرے دوست
تم یہاں کس لیے آئے ہو اور مجھ سے کیا بات
پوچھنی چاہتے ہو؟"
ناگ نے ساری بات بدروح کے آگے بیان کر دی۔ بدروح
نے ایک گہرا سانس لیا اور کہا:
"سلیمانی مہرہ شاہ قرطبہ کے خاص خزانے میں ہے اور
اس کو سوائے بادشاہ کے دوسرا کوئی باہر نہیں نکال
سکتا۔"
ناگ نے کہا: "میں اس مہرے کو امانت کے طور پر
لے جانا چاہتا ہوں تاکہ کیٹی کی گردن میں ڈال کر
اسے پھر سے انسانی شکل میں واپس لا سکوں۔ جب

وہ انسانی شکل میں واپس آ جائے گی تو میں
سلیمانی مہرہ بادشاہ کے خزانے میں واپس چھوڑ آؤں گا۔"
جلاد کی بدروح نے کہا:
"چاہے تم جس مقصد کے لیے لے جانا چاہو مگر وہاں
سے سلیمانی مہرہ سوائے بادشاہ کے دوسرا کوئی نہیں
نکال سکتا۔"
ناگ کہنے لگا: "میں تم سے یہ نہیں سننے آیا ہوں۔ تو
تم سے وہ طریقہ معلوم کرنے آیا ہوں جس پر عمل
کر کے میں شاہ قرطبہ کے خزانے سے سلیمانی مہرہ
امانت کے طور پر کچھ وقت کے لیے نکال سکوں۔"
جلاد کی بدروح نے ایک غصیلی آواز نکال کر چیخ ماری اور کہا:
"تمہیں کس نے کہہ دیا ہے کہ میں تمہیں وہ ترکیب
بتا سکتا ہوں؟"
ناگ نے کہا: "مجھے ایک ایسے سانپ نے یہ راز
بتایا ہے جو زمین کے اندر کے سارے راز جانتا ہے۔"
جلاد کی روح خاموش ہو گئی۔ اس کا ہیولا آہستہ آہستہ گھومنے
لگا۔ پھر اپنی جگہ پر رک گیا۔ ناگ کو ایک آہ بھرنے کی
آواز آئی۔ بدروح نے کہا:
"میں جھوٹ بول کر اپنے عذاب کی مدت کو لمبا نہیں

کرنا چاہتا۔ میں نے پہلے ہی بڑا عذاب برداشت کیا ہے۔"

ناگ نے جھٹ کہا: "تو مجھے پھر وہ خفیہ ترکیب بتا دو۔"

جلاد کی روح بولی: "میرے ساتھ حجرے میں آؤ۔"

جلاد کی بدروح بند دروازے میں سے حجرے کے اندر داخل ہو گئی۔ ناگ دروازے کے آیا تو اس کا تالا اپنے آپ کھل گیا۔ دروازہ کھول کر ناگ بھی حجرے میں آ گیا۔ یہاں لکڑی کا کندہ ویسے ہی پڑا تھا۔ اور اس پر خون کے خشک دھبے لگے ہوئے تھے۔ جلاد کی بدروح نے ناگ کو بتایا:

"اس لکڑی کے ٹکڑے پر تین پادریوں کے سر رکھ کر میں نے انہیں قتل کیا تھا۔ اب ہر سال اسی طرح رات کو میرا سر تین بار اس کندے پر رکھ کر کاٹا جاتا ہے۔"

ناگ نے کہا: "میں دیکھ چکا ہوں۔ اسی لیے کہتا ہوں کہ میری مدد کرو۔ ہو سکتا ہے۔ تمہارا عذاب کم ہو جائے۔ کیوں کہ میں سلیمانی مہرے کو کسی بڑے دنیاوی مقصد یا دولت کے لالچ کے لیے حاصل نہیں کر رہا۔ میری بہن کیٹی پر ایک ناگہانی مصیبت

آن پڑی ہے۔ اس سلیمانی مہرے کی مدد سے اس کی مصیبت دور ہو سکتی ہے۔"

جلاد کی بدروح نے کہا: "تمہیں مجھ سے تحریری طور پر وعدہ کرنا ہو گا کہ تم میرا یہ راز کسی پہ ظاہر نہیں کرو گے۔"

"میں تیار ہوں۔" ناگ نے کہا۔

جلاد کی بدروح کے ہیولے نے کونے کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"اس کونے میں ایک لکڑی کا صندوق ہے۔ اس کو کھولو گے تو اندر سے ایک کتاب نکلے گی۔ وہ کتاب لے کر میرے پاس آ جاؤ۔"

ناگ نے کونے میں جا کر پرانے صندوق کو کھولا تو اس کے اندر سے ایک چوڑی کتاب نکلی جس پر گرد جمی ہوئی تھی۔ ناگ نے گرد جھاڑی اور اسے لے کر جلاد کی بدروح کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

بدروح نے کہا: "اس کا تیسرا صفحہ کھولو۔"

ناگ نے کتاب کا تیسرا صفحہ کھولا تو اس میں سے ایک چمگادڑ پھڑپھڑاتا چیختا چلاتا ہوا اڑ گیا۔ ناگ ایک دم پیچھے ہٹ گیا۔ جلاد کی بدروح نے کہا:

"گھبراؤ نہیں۔ یہ ابھی تمہیں کچھ نہیں کہے گا۔ مگر میں
نے اس کو آزاد کر دیا ہے۔ اگر تم نے کسی کے آگے
یہ کہا کہ سلیمانی مہرے پر عارضی طور پر ہی قبضہ کرنے
کا راز میں نے تمہیں بتایا تھا تو یہ چمگادڑ تم جہاں
کہیں بھی ہو گے آئے گا اور تمہاری گردن کے ساتھ
لگ کر چپک جائے گا۔ میں جانتا ہوں کہ یہ تمہارا خون
نہیں پی سکے گا مگر یہ تمہاری گردن سے ہٹے گا بھی نہیں
اور تمہارے لیے ساری زندگی ایک عذاب بنا رہے گا۔"
ناگ نے کہا: "میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارا راز کسی کو
نہیں بتاؤں گا کہ سلیمانی مہرہ نکالنے کی ترکیب تم نے
مجھے بتائی تھی۔"
جلاد کی بدروح نے کہا:
"اس کتاب کو بند کر کے واپس صندوق میں لے
جا کر رکھ دو اور یہاں آ کر میری بات غور سے سنو۔"
ناگ نے ایسا ہی کیا۔ کتاب صندوق میں بند کر دی اور
جلاد کی بدروح کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ
چمگادڑ بھیانک چیخیں مارتا حجرے میں سے نکل کر باہر گرجتے
بادلوں اور موسلا دھار بارش کی طوفانی فضاؤں میں کہیں غائب
ہو چکا تھا۔

بدروح نے کہا: "سنو! تمہیں شاہ قرطبہ بادشاہ باب
عادل کے شاہی محل میں کسی طرح داخل ہو کر بادشاہ
کا گہرا اعتماد حاصل کرنا ہے۔ اس کے ساتھ اتنی دوستی
پیدا کرنی ہے کہ وہ تم پر بھروسہ کرنے لگے۔ شاہ قرطبہ
کے گلے میں ایک سلیمانی تعویذ ہے۔ جو وہ نہاتے
ہوئے بھی اپنے جسم سے الگ نہیں کرتا۔ سلیمانی مہرے
کا سارا جادو اسی تعویذ میں چھپا ہوا ہے۔ اگر کسی طریقے
سے تم بادشاہ سے وہ تعویذ لے کر اپنے گلے میں
ڈالنے میں کامیاب ہو گئے تو تم اس کے خزانے میں
پہنچ کر سلیمانی مہرہ حاصل کر سکو گے اور مہرے کا جادو
تمہارے لیے بے اثر ہو جائے گا۔"
ناگ نے کہا: "لیکن میں بادشاہ کو کیسے دوست بناؤں گا؟"
جلاد کی بدروح نے کہا: "یہ تمہارا کام ہے۔ میرا کام نہیں
ہے۔ اب تم یہاں سے نکل جاؤ۔ میرا واپس جانے
کا وقت ہو گیا ہے۔ اگر تم تاریخ کے مسافر ناگ نہ
ہوتے تو یہاں سے زندہ بچ کر نہیں جا سکتے تھے۔
لیکن میں تمہیں ایک بار پھر تاکید کرتا ہوں کہ میرا
راز کسی دوسرے کو نہ بتانا۔"
ناگ نے کہا: "لیکن میں ماریا سے تو مشورہ کر سکتا

ہوں نا؟"

"ہاں — تم ماریا، عنبر اور کیٹی کو میرے بارے میں بتا سکتے ہو کیوں کہ تم سب لوگ صدیوں کے مسافر ہو۔ مگر تم میں سے کسی کو یہ اجازت نہ ہو گی کہ وہ یہ راز آگے کسی کو بتائے۔"

اس کے بعد بدروح کے منہ سے خرخراہٹ کی آوازیں نکلنے لگیں اور بدروح کا سیاہ ہیولا لہراتا ہوا حجرے کے صندوق والے اندھیرے کونے میں غائب ہو گیا۔

ناگ حجرے سے نکلا تو رات اسی طرح بادلوں میں چھپی ہوئی تھی اور گہرا اندھیرا چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔ بارش اب رک گئی تھی۔ ناگ گھوڑے پر بیٹھ کر واپس سرائے میں آیا تو ماریا نے اسے دیکھا اور دروازے سے نکل کر اس کے پاس آ کر پوچھا کہ کیا وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوا یا نہیں؟ ناگ نے بلاد کی بدروح سے ملنے کی ساری رونگٹے کھڑے کر دینے والی کہانی بیان کر دی اور یہ بھی بتایا کہ اب اسے قرطبہ کے بادشاہ کا دوست بن کر، اس کا اعتماد حاصل کر کے اس کے گلے میں پڑا ہوا تعویذ اتار کر اپنے گلے میں ڈالنا ہو گا۔ صرف اسی صورت میں وہ بادشاہ کے خزانے سے سلیمانی مہرہ نکال سکے گا اور اس پر سلیمانی طلسم کا کوئی

اثر نہ ہو گا۔"

ماریا نے کہا: "یہ کس طرح ہو گا؟"

ناگ کوٹھڑی میں آ کر قالین پر بیٹھ گیا۔ بولا:

"اس پر غور کرنا ہو گا۔ بادشاہ کا دوست بننا کوئی آسان کام نہیں۔ اسے اعتماد میں لینا بھی کوئی آسان نہیں ہے۔"

آخر ناگ کے ذہن میں ایک ترکیب آ گئی۔ اس نے کہا:

"ماریا؟ تم سن رہی ہو؟"

"ہاں — میں تمہارے پاس ہی ہوں ناگ۔ کیا تمہیں میری خوشبو نہیں آ رہی؟"

"آ رہی ہے۔ پھر بھی — تم چونکہ نظر نہیں آتی ہو اس لیے جب کوئی خاص بات بتانی ہوتی ہے تو تمہیں آواز دے کر پوچھ لیتا ہوں۔"

ماریا نے ہنس کر کہا:

"میں تمہارے پاس ہی ہوں۔ تم بات کرو۔ وہ کون سی خاص بات ہے؟"

ناگ، درویش جبار کے روپ میں

ناگ نے ماریا کو اپنی خاص ترکیب بتا دی۔

ماریا کو ناگ کی ترکیب بہت پسند آئی۔ اس سے بہتر ترکیب کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ اب انہوں نے اپنی ترکیب پر عمل شروع کر دیا۔ ماریا دوسرے روز جب دن چڑھا اور قرطبہ کے خوب صورت سرخ اور سفید مکانوں پر سفید دھوپ پھیل گئی تو ماریا اور ناگ سرائے سے نکل کھڑے ہوئے۔ ماریا الگ جا رہی تھی اور ناگ الگ جا رہا تھا۔

دونوں کا رخ بادشاہ قرطبہ کے شاہی محل کی جانب تھا۔

ناگ چونکہ انسان کی شکل میں تھا اس لیے شاہی محل کے زیادہ قریب نہیں جا سکتا تھا۔ وہاں جگہ جگہ پہرہ لگا تھا۔ تیر تلوار لیے سپاہی کھڑے تھے۔ ناگ محل سے کچھ دور ایک کھائی کے پاس آ کر رک گیا۔ یہاں سے محل کی چھت کے گنبد اور بارہ دریاں صاف نظر آ رہی تھیں۔ یہ محل کی پچھلی دیوار کا حصہ تھا۔ ناگ نے ایک گہرا سانس لے کر

چھوڑا اور سفید عقاب بن کر اڑتا ہوا محل کی چھت کی بارہ دری میں آ کر بیٹھ گیا۔ چھت پر بھی ایک سپاہی چل پھر کر پہرہ دے رہا تھا۔ اس نے جو سفید عقاب کو دیکھا تو اس پر تیر چلا دیا۔ خوش قسمتی سے ناگ کو تیر نہ لگا۔ اور اس کے قریب سے ہو کر نکل گیا۔ ناگ کو سخت غصہ آیا۔ اس نے اوپر اڑ کر پھر نیچے کا رخ کر کے غوطہ لگایا اور سپاہی کے چہرے پر اس طرح پنجوں سے حملہ کر دیا کہ وہ چیخیں مارتا آنکھوں کو پکڑ کر ادھر ادھر بھاگنے لگا۔ ناگ یہاں سے اڑ کر محل کے دوسرے تختے والی چھت پر آ گیا۔

اس چھت پر سرخ رنگ کی بارہ دری تھی جہاں نیچے باغ اور شاہی محل کی بارہ دریاں اور فوارے صاف نظر آ رہے تھے۔ ناگ یہاں ایک خاص مقصد کے لیے بیٹھا تھا۔ وہ ماریا کا انتظار کر رہا تھا۔ ناگ بارہ دری کی چھت پر دوپہر تک بیٹھا رہا۔

پھر اسے ماریا کی خوشبو آئی۔

وہ خوشبو کے آتے ہی بارہ دری کی چھت سے اتر کر نیچے ستونوں کے پاس آ گیا۔ یہاں اس نے ایک ستون کے پیچھے جا کر انسانی شکل اختیار کر لی۔ اور ماریا کو آہستہ سے پکارا۔

ماریا نے کہا:

"میں تمہارے پاس ہوں ناگ بھیا"

ناگ نے پوچھا: "کیا تم نے سارا پتہ کر لیا ہے؟"
ماریا نے جواب دیا: "ہاں ـــ میں سب کچھ دیکھ آئی
ہوں۔ اس وقت تم جس جگہ کھڑے ہو۔ بالکل اس
کے نیچے شہزادی شیبا کا سونے کا کمرہ ہے۔ وہ سامنے
کونے میں سنگِ مرمر کی سیڑھیاں نیچے دوسری چھت
پر جاتی ہیں۔ اس چھت میں ایک شیش محل ہے۔
اس شیش محل کے باہر پہرہ لگا ہوتا ہے۔ وہاں سے
سیڑھیاں نیچے شاہی محل میں شہزادی شیبا کی خواب گاہ
کے بالکل سامنے جا کر نکلتی ہیں۔"
ناگ نے کہا: "سب ٹھیک ہے۔ میں جو چاہتا تھا
تم نے مجھے بتا دیا۔ اب تم سرائے میں جا کر میرا
انتظار کرو۔ میں اندھیرا ہونے کے بعد یہاں سے
شہزادی کے کمرے میں جاؤں گا اور پھر اپنا کام کر کے
واپس تمہارے پاس آ جاؤں گا۔"
ماریا نے کہا: "اچھا ـــ میں واپس سرائے میں جاتی
ہوں۔ خدا حافظ!"
ماریا کی خوشبو کم ہوتے ہوئے غائب ہو گئی۔ ناگ سمجھ گیا کہ
وہ چلی گئی ہے۔ اس کے جانے کے بعد ناگ نے گہرا سانس
کھینچ کر چھوڑا اور ایک فٹ لمبے کالے سانپ کی شکل اختیار

کر لی اور بارہ دری کی چھت کے ساتھ بنے ہوئے ایک کھتے
میں جا کر بیٹھ گیا۔ وہ دن غروب ہونے کا انتظار کرنے لگا۔
سورج ڈوب گیا۔ شام کا اندھیرا چھا گیا۔ پھر رات ہو گئی۔ محل
میں روشنیاں ہو گئیں۔ جھاڑ فانوس روشن ہو گئے۔ جب رات کافی
زیادہ ہو گئی تو خاموشی چھا گئی۔ ناگ اسی لمحے کے انتظار میں تھا۔
وہ آہستہ سے رینگتا ہوا بارہ دری سے باہر نکلا۔ چھت کی
دیوار کے ساتھ ساتھ اندھیرے میں رینگتا سیڑھیاں اتر کر دوسری
چھت پر آ گیا۔ جیسا کہ ماریا نے بتایا تھا۔ یہاں ایک چھوٹے
چھوٹے سنگِ مرمر کے ستونوں والا شیش محل تھا۔ جس کے
باہر چار خواجہ سرا پہرہ دے رہے تھے۔ ناگ اندھیرے میں سے
گذرتا شیش محل سے نیچے جاتی سیڑھیوں میں آ گیا۔ یہ سبز اور سرخ
پتھر کی سیڑھیاں تھیں اور ان پر قالین بچھا تھا۔ آخری سیڑھی پر آ کر
ناگ نے اپنی سانپ کی گردن باہر نکال کر دیکھا۔ شہزادی شیبا
کے کمرے کے دروازے پر دو حبشی عورتیں تلواریں کندھوں پر
رکھے پہرہ دے رہی تھیں۔ ناگ نے دروازے کے اوپر نیچے دیکھا۔
دروازے سے ذرا ہٹ کر ایک چھوٹی سی کھڑکی بنی ہوئی تھی جس
پر صندل کی لکڑی کی چق پڑی تھی۔ ناگ اسی جگہ سے اندر جا
سکتا تھا۔
وہ حبشی عورتوں کی آنکھ بچا کر برآمدے میں سے تیزی

سے گذر کر دیوار پر چڑھ گیا اور کھڑکی کی چق کے پیچھے آ گیا
یہاں آ کر اسے معلوم ہوا کہ کھڑکی بند ہے اور اندر سے
کنڈی لگی ہوئی ہے۔ چق کی پتلی تیلیوں میں سے صندل کی خوشبو
آ رہی تھی۔ اسے خواب گاہ میں سے دو عورتوں کے باتیں کرنے
کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ان میں سے ایک شہزادی شیبا
کی اور دوسری آواز اس کی خاص کنیز کی آواز تھی۔ ناگ چق
کے پیچھے کھڑکی کے پٹ کے ساتھ چپکا رہا۔ شہزادی شیبا
کہہ رہی تھی:

"زرقالا! اب تم جا سکتی ہو۔ مجھے نیند آ رہی ہے
میں آرام کروں گی۔"

"بہت بہتر شہزادی صاحبہ۔"

ناگ نے خواب گاہ کے دروازہ کھلنے اور پھر بند ہونے کی
آواز سنی۔ اس کے بعد کمرے میں گہری خاموشی چھا گئی۔ ناگ
نے کھڑکی کے پٹ پر رینگ کر دیکھا۔ ایک جگہ جہاں کھڑکی کا
پٹ چوکھٹ کے ساتھ جڑا ہوا تھا۔ وہاں ایک درز تھی۔ یہ
درز بس اتنی ہی چوڑی تھی کہ ناگ تنگ ہو کر، سکڑ کر وہاں
سے گذر سکتا تھا۔ ناگ نے درز میں سے گردن نکال کر خواب گاہ
میں دیکھا۔ یہ ایک خوبصورت کمرہ تھا جو ریشم و اطلس کے پردوں
سے سجا ہوا تھا۔ فرش پر ایرانی ریشمی قالین تھا۔ مسہری لگی تھی

جس پر باریک ریشمی پردہ گرا ہوا تھا۔ چاندی کی تپائی پر سونے
کا ایک شمع دان رکھا تھا جس میں شمع جل رہی تھی مگر اس کی
روشنی مدھم تھی۔ شہزادی شیبا اپنا چاند ایسا چہرہ نرم سرہانوں پر رکھے
ریشمی چادر اوڑھے سو رہی تھی یا سونے کی کوشش کر رہی تھی۔
ناگ کے لیے اپنے منصوبے پر عمل کرنے کے لیے بڑا سنہری
موقع تھا۔ وہ بڑے آرام سے کھڑکی کی درز میں سے نکل کر رینگتا
ہوا فرش کے قالین پر اتر آیا اور پھر آہستہ آہستہ شہزادی شیبا
کے پلنگ کی پائنتی کی طرف آ گیا۔ پلنگ کا پایہ صندل کی لکڑی
کا تھا جس پر سونے کی اور چاندی کا پترا چڑھا ہوا تھا۔ ناگ
اس پائے پر رینگتا اوپر پلنگ پر شہزادی کے پاؤں کی طرف
آ گیا۔ پھر بڑے آرام سے ریشمی چادر کے اندر داخل ہو گیا۔
اب شہزادی کے گورے گورے پاؤں اس کی آنکھوں کے
سامنے تھے۔

ناگ نے ایک پاؤں کی ایڑی پر اپنا منہ رکھا اور اس
میں اپنے دانت چبھوتے ہی صرف اتنا زہر شہزادی کے جسم
میں داخل کر دیا کہ جس سے وہ نہ تو بے ہوش ہو اور نہ مرے
بلکہ اس زہر کی وجہ سے بے چین رہے اور اسے بار بار پیاس
لگے اور رنگت زرد پڑ جائے۔

شہزادی کے پاؤں میں کوئی تیز چیز چبھی تو وہ ہڑبڑا کر

اُٹھ بیٹھی اس نے جلدی سے چادر پرے پھینک دی کر دیکھے
اس کے پاؤں کی ایڑی پر کس نے کاٹا ہے۔ ناگ اپنی جگہ پر
بیٹھا رہا۔ یہ بھی اس کے منصوبے کا ایک حصہ تھا۔ وہ اپنا
آپ شہزادی کو دکھانا چاہتا تھا تاکہ اسے پتہ چل جائے کہ
اسے ایک سیاہ سانپ نے کاٹا ہے۔ شہزادی کی نظر کالے سانپ
پر پڑی تو سانپ یعنی ناگ نے زور سے پھنکار ماری۔ شہزادی
نے ایک چیخ ماری اور پلنگ سے اُتری ہی تھی کہ بے ہوش
ہو گئی۔

ناگ اپنا کام کر چکا تھا۔ اس سے پہلے کہ حبشی عورتیں
شہزادی کی چیخ کی آواز سن کر اندر آئیں وہ کھڑکی کی درز میں سے
دوسری طرف نکل چکا تھا۔ حبشی عورتوں نے شہزادی کو قالین
پر بے ہوش پڑے دیکھا تو شور مچا دیا۔ شہزادی کے پلنگ
کے سرہانے کی جانب لٹکتی ہوئی ریشم کی رسّی کو زور زور
سے کھینچا۔ یہ الارم تھا خطرے کا —— محل میں ایک کہرام مچ
گیا۔ بادشاہ اور ملکہ اور شہزادے اور حفاظتی گارڈ کے سپاہی وہاں
فوراً پہنچ گئے۔ شہزادی کو ہوش آیا تو اس نے چیخ مار کر کہا۔
"مجھے ایک کالے سانپ نے کاٹا ہے۔"

اور پھر بے ہوش ہو گئی۔ سانپ کا سن کر ہر کوئی پریشان
ہو گیا۔ شہزادی کی ایڑی پر سانپ کے کاٹے کا پورا نشان تھا۔ ایک

سیکنڈ میں شاہی طبیب آن موجود ہوا۔ اس نے زخم دیکھ کر اعلان
کر دیا کہ شہزادی شیبا کو واقعی کسی سانپ نے کاٹا ہے۔ بادشاہ
ذوطبہ باپ عادل اپنی بیٹی شہزادی شیبا سے بہت پیار کرتا تھا۔
سانپ کا سن کر اس کا رنگ اڑ گیا تھا۔ اس نے اعلان کر
دیا کہ شہزادی کو فوراً سے پہلے ہوش دلائی جائے اور سانپ
کے زہر کے اثر کو زائل کیا جائے چاہے اس پر میری ساری
دولت خرچ ہو جائے۔ شاہی طبیب نے دوسرے درباری حکیموں
کے ساتھ مل کر شہزادی کا علاج شروع کر دیا۔ شہزادی کی
حالت بے حد خراب تھی۔ وہ بے چینی سے بستر پر پہلو بدل
رہی تھی۔ اسے بار بار پیاس لگ رہی تھی۔ شاہی طبیب اسے
اسے ایک خاص قسم کا شربت پلاتا مگر شہزادی کی پیاس کم
نہیں ہو رہی تھی۔ زہر کا اثر بھی کم نہیں ہو رہا تھا۔

ناگ محل کی چھت پر آ کر رات ہی کو سیاہ عقاب
کی شکل میں اڑ کر سرائے میں ماریا کے پاس پہنچ گیا تھا۔
اس نے ماریا کو بتا دیا تھا کہ وہ شہزادی کو ڈس آیا ہے۔
دوسرے دن سارے شہر میں یہ خبر پھیل گئی کہ شہزادی شیبا کو
سانپ نے ڈس لیا ہے اور اس کی حالت بہت خراب ہے
ناگ نے ماریا سے کہا:

"تمہیں کچھ دن صبر کرنا ہو گا تاکہ شاہی طبیب شہزادی

کا علاج کرتے کرتے مایوس ہو جائیں۔"

ماریا کہنے لگی: "یہ بڑے لائق طبیب ہوتے ہیں کہیں شہزادی کو اچھا نہ کر دیں۔"

ناگ مسکرا کر بولا: "میں نے جو زہر شہزادی کے جسم میں داخل کیا ہے وہ پانچ ہزار سال پرانا ہے اور میں نے اس کی صرف اتنی ہی مقدار داخل کی ہے کہ شہزادی مرے بھی نہ اور اس کی بے چینی بھی درست نہ ہو اور وہ بیمار بھی رہے۔"

دن گزرتے جا رہے تھے اور شہزادی کی حالت میں کوئی فرق نہیں آ رہا تھا۔ وہ اسی طرح سخت بیمار تھی اور بلکہ اب تو اس کی حالت زیادہ خراب ہو رہی تھی اس کا جسم کمزور ہو گیا تھا۔ آنکھوں میں حلقے پڑ گئے تھے۔ بادشاہ اور ملکہ سخت پریشان تھے۔ بادشاہ باب عادل کا تو برا حال تھا۔ اسے اپنی بیٹی شہزادی شیبا سے بے حد محبت تھی۔ اس نے اعلان کر دیا کہ جو کوئی اس کی بیٹی کو اچھا کر دے گا اسے آدھی سلطنت انعام میں دی جائے گی۔

ناگ نے یہ اعلان سنا تو ماریا سے کہا:

"اب وقت آ گیا ہے کہ ہم اپنا اگلا قدم اٹھائیں۔"

ناگ نے ایک سبز رنگ کا لمبا کرتہ پہنا۔ سر پر زرد رنگ

کا عربی رومال باندھا۔ ہاتھ میں لمبی سبز منکوں والی تسبیح پکڑی بغل میں ایک جھولا لٹکایا۔ اس میں یونہی نقلی دوائیں ڈالیں اور ماریا کو سب کچھ سمجھا کر اسے ساتھ لیا اور شاہی محل کی طرف چل پڑا۔ شاہی محل کے نیچے جا کر آواز لگائی:

"میں درویش جبار ہوں۔ میں شہزادی صاحبہ کا علاج کر سکتا ہوں، مجھے شہزادی کے پاس لے چلو۔"

بادشاہ کو جب پتہ چلا کہ ایک درویش اس کی پیاری بیٹی کا علاج کرنے آیا ہے تو ناگ کو اسی وقت محل میں بلا کر اور بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ بادشاہ نے ناگ کو سر سے پاؤں تک دیکھا پھر کہا:

"اے نوجوان درویش! کیا تم میری بیٹی کا علاج کر سکو گے؟"

ناگ نے بازو اٹھا کر اوپر آسمان کی طرف اشارہ کیا اور کہا:

"بچانے والا خدا ہے۔ میں کوشش کروں گا۔"

ناگ کو اسی وقت شہزادی کے کمرے میں پہنچایا گیا۔ ماریا ناگ کے ساتھ ساتھ تھی۔ شہزادی پلنگ پر لیٹی بے چینی سے پہلو بدل رہی تھی۔ ناگ کے زہر سے اس کا رنگ پیلا پڑ چکا تھا۔ وہ کمزور ہو گئی تھی۔ شاہی طبیب اپنے

شاگردوں کے ساتھ وہاں بیٹھا دوائیاں تیار کروا رہا تھا اور شہزادی کے سرہانے ایک کنیز کی مدد سے کوئی تیل لگا رہا تھا۔ شاہی طبیب نے نفرت سے ناگ کی طرف دیکھا اور بادشاہ سے کہا:

"حضور عالی مقام! مجھے تو یہ کوئی نقلی درویش لگتا ہے۔ میں درخواست کروں گا کہ اسے شہزادی صاحبہ کے علاج کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔"

ناگ نے شاہی طبیب کی طرف دیکھا اور کہا:

"بغیر جانے بوجھے کسی کو بُرا کہنا اچھی بات نہیں ہوتی خدا نے چاہا تو میں شہزادی صاحبہ کے جسم سے سانپ کا زہر زائل کر دوں گا۔"

شاہی طبیب نے بڑے غرور سے گردن اٹھائی اور کہا:

"تم ابھی کل کے لونڈے ہو۔ اگر شہزادی کی حالت زیادہ بگڑ گئی تو کون ذمے دار ہو گا؟"

ناگ نے کہا: "اگر شہزادی صاحبہ میرے علاج سے اچھی نہ ہوئیں تو میں اپنی گردن کٹوا دوں گا اور اگر اچھی ہو گئیں تو پھر تمہاری گردن کاٹ دوں گا۔ کیا یہ شرط تمہیں منظور ہے؟"

شاہی طبیب گھبرا سا گیا۔ جلدی سے بولا:

"میں شرط لگانے کو حرام سمجھتا ہوں۔ اگر بادشاہ سلامت کی اجازت ہے تو تم علاج کر سکتے ہو۔"

بادشاہ نے کہا: "میری طرف سے اجازت ہے درویش جبار کو۔"

ناگ شہزادی کے پلنگ کے پاس چھوٹے سے تخت پر بیٹھ گیا۔ اس نے شاہی طبیب کی طرف دیکھ کر کہا:

"اس میز پر جو پانی کی صراحی رکھی ہے وہ مجھے پکڑاؤ۔"

شاہی طبیب کو سخت غصہ آیا۔ اس نے نفرت سے کہا:

"میں تمہارا نوکر نہیں ہوں۔"

ناگ بولا: "اگر تم پانی کی صراحی نہیں اٹھا سکتے تو پھر اپنی ٹوپی اتار کر مجھے تھوڑی کے لیے دو۔"

شاہی طبیب کو اور زیادہ غصہ آ گیا۔ اس نے ناگ سے دانت پیس کر کہا:

"گستاخ نوجوان! اگر یہاں بادشاہ سلامت تشریف فرما نہ ہوتے تو میں تمہیں اس گستاخی کی ایسی سزا دیتا کہ ساری عمر یاد رکھتے۔"

ناگ بولا: "بہت خوب۔ پھر میں اپنے جن کو حکم دیتا ہوں کہ وہ تمہاری ٹوپی اتار کر میری جھولی میں پھینک دے۔"

ہر کوئی دم بخود ہو گیا۔ بادشاہ، کنیزیں اور شہزادی حیرت سے ناگ کا منہ تکنے لگیں کہ یہ کیا کہہ رہا ہے۔

ناگ نے ماریا سے کہا:

"اے میرے دوست جن! شاہی طبیب کی ٹوپی اتار کر مجھے دے دو۔"

ماریا نے آگے بڑھ کر شاہی طبیب کی ٹوپی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ سب نے دیکھا کہ شاہی طبیب کی ٹوپی اس کے سر سے اپنے آپ اوپر اٹھی پھر غائب ہو گئی، کیوں کہ وہ ماریا کے ہاتھ میں آ چکی تھی۔ پھر یہ ٹوپی اپنے آپ ناگ کی جھولی میں گر پڑی۔

شاہی طبیب نے غصے میں کانپتے ہوئے کہا:

"بادشاہ سلامت! یہ نقلی درویش کوئی شعبدہ باز جادوگر ہے۔ اس سے ہوشیار رہیں۔"

بادشاہ نے کہا: "میں نے ایسا منظر کبھی نہیں دیکھا۔ میں درویش جبار پر بھروسہ کرتا ہوں۔ اے درویش! تم میری بیٹی کا علاج شروع کرو۔"

شاہی طبیب نے سر جھکا دیا اور ادب سے سلام کرنے کے بعد اجازت لے کر اپنے شاگردوں کے ساتھ واپس جانے لگا تو ناگ نے کہا:

"جناب اپنی ٹوپی کو لیتے جائیں۔"

پھر ناگ نے ماریا کو حکم دیا۔

"اس ٹوپی کو اس کے اصلی سر پر پہنچا دو۔"

سب نے دیکھا کہ ٹوپی ناگ کی جھولی سے خود بخود اوپر اٹھی۔ غائب ہوئی اور اس کے بعد شاہی طبیب کے سر پر آ کر ٹک گئی۔ ہر کوئی حیران تھا اور ناگ کی طلسمی طاقت کا قائل ہو گیا تھا۔ شاہی طبیب غصے سے پھنکارتا ہوا اپنے شاگردوں کے ساتھ واپس چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد ناگ نے بادشاہ باب عادل سے کہا:

"سونے کے پیالے میں سامنے والی صراحی سے پانی لے کر آپ خود پیش کریں۔"

بادشاہ کو اپنی بیٹی شہزادی سے بے پناہ پیار تھا اور وہ ناگ کی شخصیت سے بہت متاثر بھی ہوا تھا۔ اس نے اس کی کرامت دیکھ لی تھی۔ چنانچہ اس نے جلدی سے سونے کے پیالے میں صراحی میں سے پانی ڈال کر ناگ کو دیا۔ ناگ نے پانی لے کر آنکھیں بند کر کے یونہی جھوٹ موٹ اس پر دم پڑھ کر پھونک ماری اور شہزادی سے کہا:

"شہزادی صاحبہ! یہ پانی پی لیں۔"

شہزادی بے چاری بے چین ہو رہی تھی۔ اس کا سارا جسم

درد کر رہا تھا۔ اس نے کنیز کی مدد سے پانی پی لیا۔ ناگ
اُٹھ کر شہزادی کے پلنگ کی پائنتی کی طرف آ گیا اور اس
کی اجازت لے کر ریشمی چادر پرے ہٹائی اور پاؤں ننگا
کر کے ایڑی پر وہ جگہ دیکھی جہاں ناگ نے سانپ بن
کر کاٹا تھا۔ یہاں ابھی تک اس کے دانتوں کا نشان تھا۔
ناگ نے اس نشان پر اپنی دو انگلیاں رکھ دیں۔ شہزادی کی
بے چینی میں تھوڑا سا فرق آ گیا۔ جب اس نے انگلیاں
اٹھائیں تو وہ پھر درد سے تڑپنے لگی۔

ناگ نے کہا: "اے بادشاہ سلامت! شہزادی صاحبہ
کی حالت بہت خراب ہے۔ زہر سارے جسم پر اپنا
اثر کر چکا ہے۔"

بادشاہ نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا:

"اے درویش! میری بیٹی کو اچھا کر دو۔ میں تمہیں
اپنی ساری سلطنت بخش دوں گا۔"

ناگ بولا: "آپ سب لوگ یہاں سے باہر چلے
جائیں۔ مجھے اور شہزادی صاحبہ کو اکیلا چھوڑ دیا جائے
جلدی کریں پہلے ہی آپ لوگوں نے کافی دیر کر دی ہے۔"

بادشاہ نے سب کو نکل جانے کا حکم دیا اور خود بھی
باہر چلا گیا۔ شہزادی اور ناگ خواب گاہ میں اکیلے رہ گئے۔

تو ناگ نے شہزادی سے کہا:

"شہزادی صاحبہ! میں آپ کی آنکھوں پر پٹی باندھ
رہا ہوں تاکہ آپ بھول کر بھی اس سانپ کو نہ
دیکھ سکیں جس کو میں اب یہاں بلانے لگا ہوں
اور جو آپ کے جسم کا سارا زہر چوس لے گا۔
کیا آپ تیار ہیں؟"

شہزادی نے کہا: "میں تیار ہوں۔ خدا کے لیے مجھے
اس عذاب سے نجات دلائیں۔"

ناگ بولا: "فکر نہ کریں۔ آپ ابھی ٹھیک ہو جائیں
گی۔ میں اپنے جن کو حکم دیتا ہوں کہ وہ آپ کی
آنکھوں پر پٹی باندھ کر سانپ کو حاضر کرے۔"

ناگ نے ماریا سے کہا: "اے جن! شہزادی کی آنکھوں
پر پٹی باندھ دو۔"

ماریا نے وہیں سے ایک کپڑا اٹھایا اور شہزادی کی
آنکھوں پر باندھ دیا۔ شہزادی نے دیکھا کہ ناگ تو اپنی
جگہ پر بیٹھا ہوا تھا لیکن کسی کے ان دیکھے ہاتھ اس کی
آنکھوں پر پٹی باندھ رہے تھے جب ماریا پٹی باندھ چکی
تو ناگ نے آواز دی:

"اے میرے جن دوست! جس سانپ نے شہزادی

صاحبہ کو ڈسا ہے۔ اس کو حکم دو کہ وہ آ کر
شہزادی کے جسم میں داخل کیا گیا سارا زہر
واپس چوس لے۔"

جب ناگ کو تسلی ہو گئی کہ شہزادی کی آنکھیں بند ہیں
اور وہ اسے نہیں دیکھ سکتی تو اس نے ایک گہرا سانس
لیا اور کالا سانپ بن کر تخت پر سے رینگ کر نیچے
اُترا۔ شہزادی کی مسہری پر گیا۔ اور اس کی ایڑی کے زخم
پر منہ رکھ کر اس کے جسم میں سے زہر واپس چوسنا
شروع کر دیا۔ شہزادی نے محسوس کیا کہ سانپ کا منہ
اس کی ایڑی سے لگا ہے اور وہ زہر چوس رہا ہے۔
خوف کے مارے اس کا سارا جسم پسینے میں شرابور ہو
گیا تھا۔ مگر وہ خاموش اور ساکت لیٹی رہی۔

ناگ نے سارا زہر چوس لیا۔ پلنگ سے اُتر کر تخت
پر واپس آیا اور دوبارا انسانی شکل اختیار کر لی پھر بولا:

"اے میرے جن دوست! شہزادی کی آنکھوں پر
سے پٹی اُتار پھینکو۔"

ماریا نے پٹی کھول کر پھینک دی۔ شہزادی کا درد جاتا
رہا تھا۔ اس کی بے چینی بھی دور ہو گئی تھی۔ ناگ نے
آواز دے کر بادشاہ اور کنیزوں کو واپس کمرے میں بُلا

لیا اور کہا:

"بادشاہ سلامت! میں نے اپنے جن دوست
کی مدد سے اس سانپ کو بلایا تھا جس نے
آپ کی بیٹی کو کاٹا تھا۔ سانپ شہزادی صاحبہ
کے جسم سے سارا زہر چوس کر واپس چلا گیا ہے
اور شہزادی تندرست ہو گئی ہیں۔"

بادشاہ نے خوش ہو کر شہزادی کی طرف دیکھا اور کہا:

"بیٹی اب طبیعت کیسی ہے؟ تم خوش نظر آ
رہی ہو۔"

شہزادی شیبا نے مسکراتے ہوئے کہا:

"ابا حضور! اگرچہ میری آنکھوں پر پٹی بندھی تھی
مگر میں نے صاف محسوس کیا کہ کوئی سانپ میری
ایڑی کے ساتھ منہ لگائے میرے جسم سے زہر
چوس رہا ہے، دیکھ لیں۔ میرا درد غائب ہے۔
بے چینی بھی نہیں ہے اور پیاس بھی ختم ہو
گئی ہے۔ ابا حضور! یہ درویش بڑا پہنچا ہوا نیک
بزرگ ہے۔ اسے یہاں سے نہ جانے دیں۔ ہم اسے
ساری زندگی اپنے پاس رکھیں گے۔"

بادشاہ کا چہرہ اپنی بیٹی کو تندرست دیکھ کر خوشی سے کھل

اُٹھا تھا۔ اس نے کہا:

"میری بیٹی! ہم درویش جبار کو اپنے محل ہی میں رکھیں گے۔"

پھر بادشاہ نے ناگ سے کہا:

"درویش جبار اپنے اعلان کے مطابق میں اپنی آدھی سلطنت تمہیں دیتا ہوں۔ تم اگر چاہو تو ہیرے جواہرات کی شکل میں تم آدھی سلطنت کے برابر دولت ابھی لے سکتے ہو۔"

ناگ مسکرایا۔ بولا: "اے بادشاہ! ہم فقیر لوگ ہیں۔ ہمیں دولت اور سلطنت نہیں چاہیے لیکن جب شہزادی پوری صحت مند ہو جائے گی تو ہم ایک خواہش کریں گے کیا آپ ہماری خواہش پوری کرنے کا وعدہ کرتے ہو؟"

بادشاہ نے کہا: "تم نے ہماری بیٹی کی جان بچائی ہے۔ ہم تمہاری خواہش ضرور پوری کریں گے۔ تم اپنی خواہش کا اظہار کرو۔"

ناگ نے کہا: "ہم آپ کو اپنی خواہش اس وقت بتائیں گے جب شہزادی بالکل صحت مند ہو کر اپنے پاؤں پر چلنے لگے گی۔"

بادشاہ نے کہا: "جیسے آپ کی مرضی درویش جبار! مگر میری ایک درخواست ہے کہ آپ اب اس محل میں ہی رہیں۔ میں آپ کو اپنا شاہی طبیب بناتا ہوں آج سے آپ شاہی طبیب کہلائیں گے۔"

ناگ بولا: "ہمیں منظور ہے۔ محل کے سب سے اوپر والا کمرہ ہمیں دے دیا جائے۔ ہم وہیں رہیں گے۔"

بادشاہ کے حکم سے محل کے اوپر والا سُرخ پتھروں سے بنا ہوا کمرہ ناگ کے لیے سجا دیا گیا۔ اسی روز بادشاہ نے یہ اعلان بھی کر دیا کہ درویش جبار اب شاہی طبیب کی جگہ فرائض ادا کرے گا۔ ناگ کو شاہی طبیب کی خلعت اور لباس بھی عطا کر دیا گیا۔ اس اعلان سے پہلے والا شاہی طبیب تو جل کر کوئلہ ہو گیا۔ اس کو بادشاہ نے دوسرے درجے کا طبیب بنا دیا اور اب وہ صرف درباریوں کی بیماریوں کا علاج کر سکتا تھا۔ شاہی خاندان کا علاج اب ناگ کو سونپ دیا گیا تھا۔ شاہی طبیب تو جل بھن کر رہ گیا۔ اس نے اپنے شاگرد خاص عیارش سے کہا:

"میں اس درویش جبار سے انتقام لینا چاہتا ہوں میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اس نے میری شاہی حیثیت ختم کر دی ہے۔"

اس کے خاص شاگرد عیارش نے کہا:
"مگر آقا! درویش جبار کے پاس جن ہے۔ یہ جن
اس نے قابو کر رکھا ہے۔ اس سے ٹکر لینا ٹھیک
نہیں ہو گا۔"
سابق شاہی طبیب بولا:
"ہمیں بڑی چالاکی سے کام لے کر درویش جبار
کے جن کو بھگا دینا ہو گا۔"
شاگرد عیارش بولا: "میں آپ کے ساتھ ہوں میرے آقا!"
رات کو ناگ اور ماریا سرخ پتھروں والے کمرے میں
بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔
ماریا نے کہا: "ناگ بھیا! پرانے شاہی طبیب سے
سے ہوشیار رہنا۔ وہ ضرور تمہیں نقصان پہنچانے
کی کوشش کرے گا۔"
ناگ بولا: "فکر نہ کرو ماریا۔ میں شاہی محلوں کی
ان سازشوں کو خوب جانتا ہوں۔ یہ شاہی طبیب میرا
کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"
ماریا نے پوچھا: "اب تمہارے دل میں کیا ہے؟ آخر
تم کون سی خواہش بادشاہ سے پوری کرنے کے لیے
کہو گے؟"

ناگ کہنے لگا: "یہ تم کو اسی روز معلوم ہو گا جب میں
بادشاہ کے آگے اپنی خواہش کا اظہار کروں گا۔ کیوں کہ
ہمیں اب بادشاہ کے گلے میں بندھا ہوا سلیمانی تعویذ
لینا ہے اور یہ تم بھی جانتی ہو کہ تم نے اگر اس کی
گردن سے توڑ کر تعویذ نکالا تو اس کا اثر ختم ہو جائے
گا۔ جلاد کی بدروح نے مجھے صاف صاف کہہ دیا
تھا کہ سلیمانی تعویذ کا اثر صرف اسی صورت میں سلیمانی
مہرے پر پڑے گا کہ بادشاہ اپنی مرضی سے یہ تعویذ
اپنی گردن سے اتارے جو وہ کبھی نہیں اتارتا۔"
ماریا بولی: "پھر تم اس کی گردن سے یہ تعویذ کیسے اترواؤ
گے ناگ؟"
ناگ نے کہا: "یہ وقت آنے پر معلوم ہو گا۔"
دو چار روز کے بعد شہزادی بستر پر سے اٹھ بیٹھی اور
طرح صحت مند ہو گئی۔ اس کا رنگ بھی سرخ ہو گیا اور
سہیلیوں کے ساتھ ہنسی مذاق اور سیر و تفریح بھی کرنے لگی۔
ناگ نے ایک روز بادشاہ کے حضور پیش ہو کر کہا:
"بادشاہ سلامت! اب شہزادی اچھی ہو گئی ہے۔"
بادشاہ نے خوشی سے کہا: "ہاں درویش جبار! ہماری بیٹی
پہلے سے زیادہ اچھی ہو گئی ہے اور ہم تم پر بے حد

خوش ہیں۔ تم نے ہماری بچی کو موت کے منہ سے
واپس نکال لیا ہے۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ تمہاری
خواہش کو بھی پورا کریں۔ بتاؤ، تمہاری خواہش کیا ہے؟
ناگ نے کہا: "کیا آپ اسے پورا کرنے کا قول
دیتے ہیں؟"
بادشاہ نے کہا: "ہاں! ہم قول دیتے ہیں کہ تمہاری خواہش
ضرور پوری کی جائے گی۔"
ناگ نے کہا: "اے بادشاہ سلامت! ہم درویشوں کے جس
قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں اس قبیلے کا دستور ہے کہ
جب کوئی درویش کسی کے بچے کی زندگی بچاتا ہے تو
وہ اپنی گردن میں پڑی ہوئی مالا یا ہار کو اس بچے
کے باپ کی گردن میں پڑے ہوئے مالا یا ہار سے
بدل لیتا ہے چنانچہ میری خواہش یہی ہے کہ آپ
اپنے گلے میں پڑے ہوئے تعویذ کو میری گردن میں
پڑی ہوئی تسبیح سے بدل لیں۔"
یہ سن کر بادشاہ کا تو رنگ اڑ سا گیا۔ کیوں کہ وہ جانتا
تھا کہ اس کی گردن میں جو تعویذ پڑا ہے اس میں سلیمانی مہرے
کا طلسم ہے جو اس کے خزانے میں ہے اور جس کی وجہ سے
اس کا خزانہ ہمیشہ بھرا رہتا ہے۔ اگر یہ تعویذ اس نے درویش

کو دے دیا تو ہو سکتا ہے یہ شخص سلیمانی مہرے کو نکال کر
لے جانے کی کوشش کرے یا اگر اس کی نیت ایسی نہیں ہے
تو ہو سکتا ہے یہ تعویذ اس سے کہیں گم ہو جائے اور
پھر بادشاہ بھی سلیمانی مہرے کو ہاتھ نہیں لگا سکے گا۔ اگر
لگائے گا تو اس کا جسم جل کر راکھ ہو جائے گا۔ بادشاہ عجیب
الجھن میں پھنس گیا۔ ناگ نے کہا:
"کیا بادشاہ سلامت اپنے قول سے پھر جائیں گے؟"
بادشاہ نے کہا: "ہرگز نہیں۔ بادشاہ اپنے قول سے
کبھی نہیں پھرا کرتے۔"
اور بادشاہ نے اپنے گلے میں پڑا ہوا تعویذ اتار کر ناگ
کو دے دیا۔ ناگ نے اپنی گردن میں پڑی تسبیح اتار کر بادشاہ
کے گلے میں ڈال دی اور تعویذ خود اپنے گلے میں ڈال لیا۔
بادشاہ نے دل میں یہی سوچ لیا تھا کہ تعویذ درویش کو دینے
کے بعد وہ خزانے کی حفاظت سخت کر دے گا اور وہاں
وہ پہرہ لگا دے گا اور اگر درویش نے سلیمانی مہرہ چرانے
کی تو اسے وہیں ہلاک کروا دیا جائے گا۔ ناگ نے تعویذ گلے
میں ڈالنے کے بعد بادشاہ کا شکریہ ادا کیا اور کہا:
"اب میں بڑی خوشی سے آپ کے محل میں ہی
ساری زندگی گذار سکتا ہوں۔"

بادشاہ بولا: "ہمیں خوشی ہو گی۔ اب ہم نہیں چاہتے کہ تم ہم سے جدا ہو جاؤ۔"

ناگ نے کہا: "میں آپ کے محل ہی میں رہوں گا۔"

دل میں ناگ نے کہا کہ ابھی مجھے آپ کے خزانے سے سلیمانی مہرہ حاصل کرنا ہے۔ ابھی میں محل سے کیسے جا سکتا ہوں؟

○

○ کیا ناگ شاہی خزانے سے سلیمانی مہرہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوا؟

○ شاہی طبیب نے ناگ کے خلاف کیا خونی سازش کی؟

○ عنبر کی ان لوگوں سے کن حالات میں ملاقات ہوئی؟

○ اور کیٹی سانپ بن کر غائب ہوئی تو اس کے بعد چاند نے اسے کس جگہ پھینک دیا تھا اور پھر وہاں اس کے ساتھ کیا گذری اور کس قسم کے حیرت انگیز اور خطرناک واقعات پیش آئے؟

یہ آپ عنبر ناگ ماریا کی اگلی قسط نمبر ۸۶ "رشی بال کی روح اور بن مانس" میں پڑھیں گے۔

رشی پال کی روح اور بن مانس

اے حمید

مکتبہ اقرأ

کیپٹن ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی
کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

رشی بال کی روح اور بن مانس

اے۔حمید

قیمت: ۵۰/۷ روپے

بار اوّل ——

ناشر: نیا مکتبہ اقرا، ۱۳ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور
طابع: الفرید پرنٹرز، لاہور

پیارے دوستو!

عنبر ناگ ماریا اور کیٹی کا واپسی کا سفر آہستہ آہستہ اپنی آخری منزل کی طرف جاری ہے اور حالات زیادہ پیچیدہ، پُر اسرار اور بھیانک صورت اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ ان کے ساتھ ایسے انوکھے اور ناقابلِ یقین واقعات پیش آ رہے ہیں جو اس سے پہلے کبھی انہیں پیش نہیں آئے تھے۔ مثلاً اس بار کیٹی کو ایک ایسے سبز ستارے والے سانپ میں تبدیل کر دیا جاتا ہے جو چاندنی رات میں پورے چاند کے آگے رقص کرتے ہوئے غائب ہو جاتا ہے اور پھر اس کی ملاقات ایک گمشدہ قبیلے کے سردار کے بیٹے رشی پال کی لاش سے ہوتی ہے جو کیٹی کو یہ راز بتاتا ہے کہ اُن کے قبیلے کے مردہ لوگ اچانک کہاں چلے گئے تھے۔ کیٹی اس حسین ترین نوجوان کی شکل میں آ کر ایک بھیانک صورت انسانی بن مانس کے ساتھ گمشدہ لوگوں کی بستی میں اکتالیس روز تک چکر لگاتی ہے۔ پھر کیا ہوتا ہے، یہ آپ خود پڑھیں گے تو لُطف اٹھا سکیں گے۔

آپ کا انکل

اے حمید

"راہ چمن" ۴۵۴۔ این سمن آباد لاہور
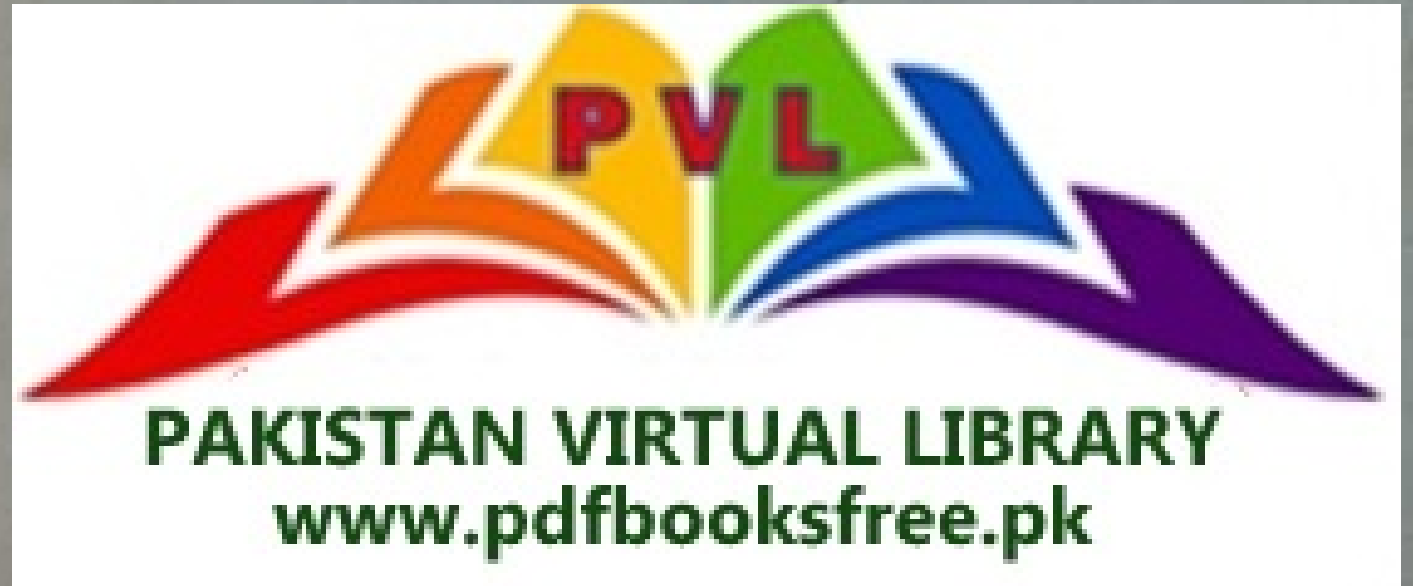
ترتیب

حبشی ناگ کو قتل کرنے آیا

ناگ سلیمانی تعویذ گلے میں باندھے اپنے کمرے میں آگیا۔
ماریا اس کے ساتھ تھی اور ناگ کے ساتھ وہ بھی خوش تھی کہ ان کا منصوبہ کامیاب رہا اور انہوں نے سلیمانی تعویذ حاصل کر لیا اب اس تعویذ کی مدد سے شاہی خزانے میں سے وہ سلیمانی مہرہ نکالنے کا کام باقی رہ گیا تھا جو کیٹی کے گلے میں لٹکا کر اسے سانپ سے واپس انسانی شکل میں لایا جا سکتا تھا۔ ناگ اور ماریا کو یہ سلیمانی مہرہ لے کر ابھی کیٹی کی تلاش میں روانہ ہونا تھا جس کے بارے میں انہیں کچھ معلوم نہیں تھا کہ چاند کی کرنوں نے اسے اپنے اندر جذب کرنے کے دو دن بعد کس جگہ پھینک دیا ہوگا۔

اُدھر شاہی طبیب ابھی پیچ و تاب کھا رہا تھا اور ناگ کو قتل کروانے کی فکر میں تھا۔ کیونکہ اس کی وجہ سے وہ شاہی طبیب کے عہدے سے ہٹا دیا گیا تھا اور اس کی عزت کم ہو گئی تھی۔ وہ ناگ کو قتل کروا کر اپنا عہدہ دوبارہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس کے شاگرد عیارش نے جب اسے بتایا کہ ناگ

یعنی درویش جبار نے بادشاہ کی گردن سے سلیمانی تعویذ اڑوا کر اپنے گلے میں ڈال لیا ہے تو پریشان ہو کر بولا۔

"یہ کوئی بہت زبردست اور خطرناک عیار ہے۔ یہ اصل میں بادشاہ کے خزانے کا سلیمانی مہرہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اب سلیمانی تعویذ کی وجہ سے اس پر کوئی جادو بھی اثر نہیں کر سکتا اور اس کا قتل کرنا مشکل ہوگا۔ لیکن میں بھی اسے نہیں چھوڑوں گا۔ میں اسے اپنے سب سے خطرناک زہر سے ہلاک کروں گا۔ تم ایسا کرو کہ درویش جبار سے دوستی بڑھاؤ اور پھر جب وہ تم پر اعتماد اور بھروسہ کرنے لگے تو اسے میرا زہر کسی شے میں ڈال کر کھلا دو۔ کیا تم تیار ہو؟"

عیارشش بولا۔ "میرے آقا! میں آپ کا ہر حکم ماننے کو تیار ہوں میں آج ہی سے اس کے ساتھ دوستی کی پینگیں بڑھانا شروع کر دیتا ہوں۔

شاہی طبیب نے کہا:۔ شاباش! مجھے تم سے یہی امید تھی۔ اور ہاں۔ اس کی ایک ایک حرکت پر نگاہ رکھنا۔ یہ بھی معلوم کرنا کہ اس نے بادشاہ کا سلیمانی تعویذ کس لئے حاصل کیا ہے اور وہ سلیمانی مہرہ کب اڑانا چاہتا ہے؟"

عیارشش نے کہا۔ فکر نہ کریں میرے آقا۔ ایسا ہی ہوگا۔

ایک طرف ناگ اور ماریا شاہی خزانے تک پہنچنے

کا منصوبہ بنا رہے تھے دوسری طرف شاہی طبیب کے شاگرد عیارشش نے ناگ سے دوستی بڑھانا شروع کر دی تھی۔ اس نے ناگ سے کہا۔

حضور! آپ ہی شاہی طبیب بننے کے لائق تھے۔ میرا پہلا آقا تو نیم حکیم تھا۔ اب میں آپ کا غلام ہوں اور آپ ہی سے حکمت اور طبابت کا کام سیکھوں گا۔

ناگ نے کہا:۔ کوئی بات نہیں۔ مجھے جو کچھ معلوم ہے تمہیں بتا دوں گا۔

مگر دل میں ناگ کو معلوم تھا کہ یہ بھی شاہی طبیب کی ایک سازش اور چال ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کے پاس عیارشش کی سازش پر غور کرنے کے لئے وقت نہیں تھا وہ تو جتنی جلدی ہو سکے شاہی خزانے سے سلیمانی مہرہ اڑانا چاہتا تھا تاکہ کیٹی کو سانپ کے روپ سے نجات دلا سکے۔ یہی ناگ کی غلطی تھی کہ اس نے اپنے دشمن کو کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔ دشمن خواہ کتنا ہی حقیر اور چھوٹا کیوں نہ ہو انسان کو چاہیئے کہ اس سے پوری طرح خبردار رہے۔ ناگ نے سوچا کہ یہ عیارشش اسے کیا نقصان پہنچا سکتا ہے بھلا۔ اسے یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ شاہی خزانے پر پہرہ زیادہ کر دیا گیا ہے۔ اس نے

کچھ دن گزرنے کے بعد جب سب حالات کا اچھی طرح سے جائزہ لے لیا تو ماریا سے کہا

ماریا! تم دیکھ چکی ہو کہ شاہی خزانہ کہاں ہے اب میں چاہتا ہوں کہ تم یہ سلیمانی تعویذ اپنے گلے میں ڈال کر شاہی خزانے تک جاؤ اور اس میں سے سلیمانی مہرہ نکال کر لے آؤ۔

ماریا اس مشن پر روانہ ہونے کے لئے پہلے ہی سے تیار بیٹھی تھی۔ یہ سارا منصوبہ ان دونوں نے مل کر بنایا تھا ناگ نے اپنے گلے میں سے تعویذ نکال کر ماریا کو دیا کہ وہ اسے اپنے گلے میں پہن لے۔ ماریا نے ناگ کے ہاتھ سے تعویذ لیا تو وہ غائب ہو گیا۔ تعویذ ماریا نے اپنے گلے میں پہن لیا مگر وہ غائب تھا۔ ماریا کو کچھ شک سا پڑ گیا اس نے ناگ سے کہا۔

ناگ بھیا! تعویذ میرے گلے میں آکر غائب ہے۔ مجھے شک ہے کہ یہ کام نہیں کرے گا۔ کیونکہ تعویذ کا ظاہر رہنا بہت ضروری ہے۔

ناگ کہنے لگا۔ میرے خیال میں ایسا نہیں ہوگا۔ کیونکہ تعویذ غائب ضرور ہے مگر تمہارے گلے میں تو موجود ہے اس لئے تم جاؤ تم کامیاب ہو جاؤ گی۔

ماریا کا دل نہیں مانتا تھا مگر وہ ناگ کے کہنے پر محل کے اس حصے کی طرف چل پڑی جہاں شاہی خزانہ تھا۔ ماریا نے اس عرصے میں محل میں رہ کر سب کچھ پتہ کر لیا تھا۔ وہ غائب تھی۔ کسی کو نظر نہیں آرہی تھی اس لئے اسے کسی نے بھی نہ ٹوکا۔ وہ ہر پہرے دار کے قریب سے گزرتی چلی گئی اور تہہ خانے کے دروازے تک پہنچ گئی۔ اس تہہ خانے کے اندر چار کشادہ اور کھلے کمروں میں شاہی خزانے کے بھرے ہوئے صندوق رکھے تھے۔ ماریا دروازوں اور بند دیواروں میں سے نکلتی ہوئی شاہی خزانے میں داخل ہو گئی۔ شاہی خزانے کے باہر سپاہیوں کا پورا ایک دستہ پہرہ دے رہا تھا۔ کسی کو نظر نہ آنے کی وجہ سے ماریا خزانے تک پہنچ گئی تھی ورنہ اس جگہ کوئی چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی تھی۔

ماریا نے دیکھا کہ ہر طرف فولاد اور مہاگنی کی لکڑی کے بڑے بڑے صندوق پڑے ہیں جو ہیرے جواہرات درودینار اور سونے کے سکوں سے منہ در منہ بھرے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ماریا اس صندوق کو تلاش کرنے لگی جس میں سلیمانی مہرہ رکھا ہوا تھا۔ اس کی نظر صندوقوں کے آر پار جا رہی تھی۔ اس نے دیکھا کہ ایک صندوق جو سب سے بڑا ہے اور جو تمام صندوقوں کے

درمیان پڑا ہے سلیمانی مہرہ اس کے اندر جواہرات کے اوپر رکھا ہوا ہے تاکہ خزانے میں اس کی برکت ہو اور خزانہ ہمیشہ بھرا رہے۔

جونہی ماریا اس صندوق کے پاس آکر اندر ہاتھ ڈالنے لگی کہ مہرہ نکالے کہ اچانک وہی صحرا والا دھاری دار سانپ ایک پھنکار مار کر جواہرات کے صندوقوں کے درمیان سے اچھل کر ماریا کے آگے آگیا۔ یہ وہی سانپ تھا جس نے ناگ اور ماریا کو صحرا میں بتایا تھا کہ وہ قرطبہ کے آسیبی گرجا گھر میں کسی طوفانی رات کو جاکر جلاد کی بدروح سے ملاقات کریں اور وہ سلیمانی مہرے کو شاہی خزانے سے اٹھا لانے کے بارے میں بتائے گی۔ ماریا نے سانپ کو پہچان لیا۔ وہ اس سے بات کرنے کے متعلق سوچ ہی رہی تھی کہ دھاریدار سانپ نے باریک سی انسانی آواز میں ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں ماریا سے کہا

خبردار۔ صندوق کو ہاتھ مت لگانا۔ جل جاؤ گی۔

ماریا نے فوراً اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ کہنے لگی

کیا تم مجھے دیکھ سکتے ہو۔

دھاریدار سانپ نے کہا:۔ "میرے لئے کسی غیبی شے کو دیکھنا کوئی مشکل بات نہیں۔ لیکن یہ تم کیا غلطی کرنے

لگی تھیں ماریا؟ اگر اتفاق سے میں اس خزانے میں اپنے ایک ساتھی سانپ سے ملنے نہ آیا ہوتا اور مجھے تمہاری خوشبو نہ آجاتی تو غضب ہو جاتا۔ سلیمانی مہرے کو ہاتھ لگاتے ہی تمہارا جسم جل کر سیاہ ہو جاتا اور تم انسانی شکل میں ظاہر ہو کر اس طرح جلے ہوئے جسم کے ساتھ باقی زندگی بسر کرتیں پھر تم کبھی غائب نہیں ہو سکتی تھیں

ماریا نے کہا:۔ مگر میرے گلے میں تو سلیمانی تعویذ ہے

دھاریدار سانپ نے کہا:۔ یہی تمہاری اور ناگ کی حماقت تھی کہ تم یہ سمجھے کہ تعویذ چونکہ تمہارے گلے میں ہے اس لئے تم پر سلیمانی مہرے کی طلسمی آگ اثر نہیں کرے گی۔ میری نادان بہن! سلیمانی تعویذ کا ظاہر ہو کر سامنے رہنا بہت ضروری ہے۔ جب تک یہ کسی ایسے آدمی کے گلے میں نہیں پڑا ہوگا جو سب کو نظر آرہا ہو سلیمانی مہرے کو کوئی بھی ہاتھ نہیں لگا سکے گا۔

ماریا تو پریشان ہوگئی۔ پوچھنے لگی۔

پھر اب میں کیا کروں؟

دھاریدار سانپ نے کہا " جہاں تک میرا خیال ہے یہ کام عظیم ناگ دیوتا کو خود کرنا چاہیئے۔

ماریا نے کہا۔ مگر ناگ دیوتا یا پرندہ بن سکتا ہے یا سانپ

یا زیادہ سے زیادہ جنگل کا کوئی درندہ یا شارک مچھلی بن سکتا ہے۔ وہ تعویذ گلے میں ڈال کر کوئی پرندہ یا سانپ بن کر اس شاہی خزانے تک کیسے آئے گا؟ اس پر تو حملہ کر کے سپاہی اسے ہلاک کر ڈالیں گے۔

دھاریدار سانپ نے کہا:۔ "یہ میں نہیں جانتا کہ ناگ دیوتا کیا کرے گا میں نے تو درست اور اصل طریقہ آپ کو بتا دیا ہے آگے عظیم ناگ عقل مند ہے۔ وہ وہ سوچ سمجھ کر ہی کوئی قدم اٹھائے گا۔ مجھے یقین ہے کہ جس طرح وہ تعویذ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے اسی طرح سلیمانی مہرہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اب تم واپس ناگ کے پاس چلی جاؤ۔ کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے جسم کی لہروں سے سلیمانی مہرے میں گرمی بڑھتی جا رہی ہے۔ شاید اسے پتہ چل گیا ہے کہ تم اسے اڑا کر لے جانا چاہتی ہو۔"

ماریا نے پوچھا۔ جب ناگ اسے اٹھانے آئے گا تو پھر بھی سلیمانی مہرے میں اتنی ہی گرمی بڑھ جائے گی؟

دھاریدار سانپ بولا۔ نہیں کیونکہ اس وقت ناگ کے گلے میں سلیمانی تعویذ پڑا ہو گا۔ اس وقت تو یہ سلیمانی مہرہ اس کا

غلام بن جائے گا اور خوشی خوشی اس کے ساتھ جانے کو تیار ہو جائے گا۔

ماریا نے کہا۔ ٹھیک ہے اب میں واپس ناگ کے پاس جاتی ہوں۔" دھاریدار سانپ صندوق کے پیچھے جا کر غائب ہو گیا۔ ماریا شاہی خزانے سے نکل کر تیزی کے ساتھ قریب قریب اڑتی ہوئی ناگ کے پاس اس کے سرخ کمرے میں آگئی اور سارا ماجرا بیان کیا۔ ناگ حیران ہوا۔ ماریا نے کہا" دھاریدار سانپ نے عین وقت پر آکر مجھے جل جانے سے بچا لیا ورنہ آج میری خیر نہیں تھی"۔

ناگ بولا:۔ اس کا مطلب ہے یہ کام مجھے ہی کرنا ہو گا۔

ماریا نے کہا" دھاریدار سانپ نے یہی کہا تھا۔ مگر تم تعویذ گلے میں ڈال کر جاؤ گے تو تمہیں تو ہر کوئی پہچان لے گا۔ سانپ بن کر جاؤ گے تو وہاں شاہی خزانے کے باہر اتنا زبردست پہرہ ہے کہ فوراً پکڑ لئے جاؤ گے۔

ناگ سوچنے لگا۔ پھر بولا۔ ابھی میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ماریا کہ میں کس طریقے سے جاؤں گا۔ مجھے سوچنے کی مہلت دو۔

ماریا بولی:۔ تم جب تک چاہے مہلت لے لو۔ مگر اتنا یاد رکھنا کہ وقت گزرتا جا رہا ہے اور ابھی ہمیں کیٹی کو بھی تلاش کرنا ہے کیونکہ ہمیں کچھ پتہ نہیں کہ چاند کی کرنوں نے

اسے کس جگہ پھینک دیا ہے۔

ناگ کہنے لگا :۔ فکر نہ کرو میں جلد کوئی نہ کوئی طریقہ نکال لوں گا:۔

ساری رات ناگ سوچتا رہا کہ اسے کیا کرنا چاہیئے دوسرے دن بادشاہ نے اسے دربار میں بلایا۔ کیونکہ بادشاہ کے سر میں اچانک درد شروع ہو گیا تھا۔ ناگ کو خاک بھی پتہ نہیں تھا کہ بادشاہ کی سر درد کیوں کر دور کی جا سکتی ہے اس کے پاس جو دوائیاں تھیں وہ تو یونہی راکھ اور چاک پیس کر بنا رکھی تھیں یہ کام تو عنبر بڑی خوبی سے کرتا تھا کیونکہ وہ جڑی بوٹیوں کا ماہر تھا۔ بادشاہ دربار سے اٹھ کر اپنے کمرہ خاص میں جا کر پلنگ پر لیٹ گیا۔ اور سر درد سے پریشان تھا اسکے گلے میں ناگ کی دی ہوئی تسبیح پڑی تھی اور ناگ کے گلے میں سلیمانی تعویذ تھا مکار شاہی طبیب نے ایک طرف اپنے شاگرد عیارش کو ناگ کو زہر کھلانے پر تیار تھا تو دوسری طرف وہ بادشاہ کے کان بھر چکا تھا کہ درویش جبار (یعنی ناگ) نے سلیمانی تعویذ اسلیئے حاصل کیا ہے کہ وہ شاہی خزانے سے سلیمانی مہرہ اڑانا چاہتا ہے اور سلیمانی مہرہ چلے جانے سے سلطنت پر زوال آجائیگا اور شاہی خزانے کی برکت جاتی رہیگی اور وہ خالی ہو جائے گا مگر بادشاہ قول دے چکا تھا اور اب وہ ناگ سے سلیمانی تعویذ واپس نہیں مانگ سکتا تھا مگر بادشاہ کا وزیر بھی شاہی طبیب کی اس

سازش میں شامل ہو گیا تھا کہ ناگ کو قتل کر دیا جائے۔ انہیں ناگ سے صرف ایک بات کا ڈر تھا کہ اس کے قبضے میں جن ہے۔ اس لئے وہ بڑی ہوشیاری سے کوئی قدم اٹھانے کا پروگرام بنا رہے تھے۔

ناگ نے بادشاہ کو ایک دوائی پلائی بادشاہ نے کہا۔

:درویش جبار! اپنے جن کو کہو کہ میری سر درد دور کر دے۔

ناگ نے کہا :۔ "بادشاہ سلامت! جن سر درد دور نہیں کیا کرتے۔ آپ فکر نہ کریں۔ میری دوا آپ کو تندرست کر دے گی۔

خدا جانے یہ کوئی نفسیاتی اثر تھا کہ دوائی پینے کے بعد بادشاہ کی سر درد جاتی رہی۔ بادشاہ ناگ سے بہت خوش ہوا اور اسے انعام واکرام دیا۔ وزیر بھی بادشاہ کے پاس ہی کھڑا تھا اس نے ناگ سے کہا

درویش جبار! اب آپ شاہی طبیب بن چکے ہیں اور آپ کے قبضے میں ایک طاقتور جن بھی ہے پھر آپ نے یہ سلیمانی تعویذ کس لئے گلے میں لٹکا رکھا ہے۔

ناگ نے مسکرا کر کہا " یہ میری خواہش تھی کہ میں اس

تعویذ کو اپنے گلے میں ڈالوں ۔ کیا آپ کو کوئی اعتراض ہے
وزیر نے جھٹ کہا ۔ بالکل نہیں ۔ مجھے بھلا کیا اعتراض
ہو سکتا ہے
ناگ نے بادشاہ کی تعظیم کی اور واپس اپنے سرخ
پتھروں والے کمرے میں آگیا ماریا وہاں موجود تھی اس نے ماریا کو
بتایا کہ مجھے ڈر ہے کہ وزیر بھی میرے خلاف سازش میں
شریک ہو گیا ہے ماریا نے کہا
اسی لئے تو میں کہہ رہی ہوں کہ تمہیں جتنی جلدی ہو سکے
سلیمانی مہرہ لانے کی ترکیب سوچنی چاہیئے ۔
یہی سوچ رہا ہوں ۔ ناگ نے جواب دیا ۔
وہ رات بڑی بھاری تھی ۔ کیونکہ اسی رات شاہی طبیب اور
وزیر نے مل کر ناگ کو قتل کرانے کا فیصلہ کیا تھا ۔ اس کام
کے لئے ایک حبشی جلاد کو چنا گیا تھا ۔ اسے یہ بالکل نہیں
بتایا گیا تھا کہ ناگ کے پاس کوئی جن بھی ہے ۔ ناگ اور ماریا
آدھی رات تک باتیں کرتے رہے پھر ماریا نے کہا
تم اب آرام کرو ۔ میں ذرا شہر کی سیر کو جاتی ہوں اس
وقت رات کی خاموشی میں مجھے شہر بڑا اچھا لگتا ہے ۔
ماریا چلی گئی ۔ ناگ بستر پر لیٹ گیا ۔ اس نے چادر
اوڑھ لی اور شاہی خزانے تک پہنچنے کی ترکیب پر غور کرنے لگا

اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ ایک حبشی جلاد رات کے اندھیرے
میں اسے قتل کرنے کی غرض سے اس کے کمرے کی چھت
پر اتر چکا ہے ۔ یہ حبشی جلاد چھت پر سے ہو کر نیچے آگیا
اور ناگ کے کمرے میں کھڑکی کے راستے اندر داخل ہوا ۔ ناگ نے
کھٹکے کی آواز سنی تو آنکھوں پر سے ذرا سی چادر کھسکا کر دیکھا
وہ اندھیرے میں بھی دیکھ سکتا تھا ۔ اس کو ایک حبشی دکھائی دیا جس
نے منہ پر کپڑا باندھ رکھا تھا اور ہاتھ میں چمکتا ہوا خنجر تھا ۔ ناگ
فوراً سمجھ گیا کہ اسے قتل کرنے کی تدبیر کی جا رہی ہے مگر ناگ
اتنی آسانی سے قتل ہونے والا نہیں تھا ۔ اسے حبشی پر ترس
آنے لگا ۔ کیونکہ اس کی موت اسے ناگ کے کمرے میں کھینچ
لائی تھی ۔ ناگ نے چادر کے اندر لیٹے لیٹے سانس اوپر کھینچ کر
چھوڑا اور وہ انسان کی جگہ ایک بہت بڑا اژدھا بن گیا جو بستر پر
چادر اوڑھے لیٹا تھا اور جس کا سر جو کسی بہت بڑے سانپ کی
طرح تھا چادر میں سے ذرا سا باہر تھا اور وہ قریب آتے حبشی کو اپنی
سرخ سرخ انگاروں کی طرح چمکتی آنکھوں سے تک رہا تھا ۔ حبشی
اپنے انجام سے بے خبر پلنگ کے قریب آیا اور جونہی اس نے
ناگ کو قتل کرنے کے لئے خنجر اوپر اٹھایا ۔ اژدہا نے ایک خوفناک
پھنکار ماری اور اچھل کر حبشی جلاد کو اپنے جسم کے بل دے کر جکڑ
لیا ۔ دہشت کے مارے حبشی کی چیخ نکل گئی اور وہ تھر تھر کانپنے لگا ۔

اژدھا نے حبشی کو ایک جھٹکا دیا تو خنجر اس کے ہاتھ سے دور جا گرا۔

اس کے ساتھ ہی ناگ نے انسانی شکل اختیار کر لی۔ اب تو حبشی کی جان ہی نکل گئی اس کے سامنے ایک اژدہا انسان بن گیا تھا ناگ نے خنجر اٹھا لیا اور حبشی کو گردن سے پکڑ کر نیچے گرا کر کہا

تمہیں شاہی طبیب اور وزیر نے بھیجا تھا؟

حبشی اس قدر خوف زدہ تھا کہ ناگ کے آگے جھوٹ بول ہی نہیں سکتا تھا۔ اس نے سب کچھ اُگل دیا۔ ناگ نے خنجر حبشی کی گردن پر رکھ کر کہا۔

میں تمہیں ہلاک کر سکتا ہوں مگر میں تمہاری جان بخشی کرتا ہوں جاؤ اور شاہی طبیب اور وزیر کو جا کر بتا دو کہ اگر آئندہ انہوں نے اس قسم کی گستاخی کی تو میرا جن انہیں ان کے سارے خاندان سمیت قتل کر ڈالے گا۔ جاؤ۔

حبشی ہاتھ باندھے لرزتا کانپتا ناگ کی کھڑکی میں سے دوسری طرف کود کر اندھیرے میں غائب ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد ماریا واپس آئی تو ناگ نے اسے سارا ماجرا سنایا ماریا بولی۔

میں نہ کہتی تھی کہ یہ لوگ تمہاری جان کے دشمن ہو گئے ہیں اس سے پہلے کہ یہ تمہیں کوئی نقصان پہنچا سکیں۔ ہمیں سلیمانی مہرہ لے کر یہاں سے نکل جانا چاہیئے۔

ناگ نے کہا۔ میں آج ہی کوشش کروں گا۔

ادھر حبشی جلاد نے کپکپاتی ہوئی آواز میں ناگ کے اژدھا میں بدل جانے کی روداد سنائی تو شاہی طبیب اور وزیر ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ حبشی نے ان تک ناگ کا یہ پیغام بھی پہنچا دیا کہ اگر اب انہوں نے اس قسم کی سازش کی تو ان کو ان کے خاندان سمیت تباہ و برباد کر دیا جائے گا

وزیر نے اپنی داڑھی میں انگلی پھیرتے ہوئے کہا

یہ کوئی جادوگر ہے۔ ہمیں اس سے بچنا ہو گا۔

شاہی طبیب بھی اندر سے ڈر گیا تھا۔ مگر اس کا دل ابھی تک ناگ کے خلاف بھڑکا ہوا تھا مگر وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ پھر بھی اس نے کسی دوسری ترکیب پر سوچنا شروع کر دیا۔

اسی رات کے دو بجے کا عمل ہو گا۔ سارا شہر خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا کہ ناگ نے ماریا سے کہا

ماریا! تمہیں میری مدد کرنی ہو گی۔ سوائے اس کے میرے دماغ میں کوئی ترکیب نہیں آ رہی کہ تمہیں میرے ساتھ چلنا ہو گا اور شاہی خزانے تک میرا راستہ صاف کرنا ہو گا۔

میں تمہارے ساتھ جانے کو تیار ہوں۔ کب چلو گے؟

ناگ نے کہا، ابھی اسی وقت۔ کیونکہ اس سے اچھا وقت

اور کوئی نہیں ہو گا۔

ماریا بولی۔ بالکل ٹھیک ہے مگر تم یہاں سے انسانی شکل میں
کیسے چلو گے۔ تم پہچان لئے جاؤ گے اور ہو سکتا ہے تم پر
قاتلانہ حملہ بھی ہو۔

ناگ بولا۔ سلیمانی تعویذ تم اپنے پاس رکھو۔ میں ایک سانپ
کے روپ میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ تم مجھے اپنے بازو کے
گرد لپیٹ لینا۔

ماریا مسکرائی:۔ بڑی اچھی ترکیب ہے۔ تم سلیمانی تعویذ
مجھے دے کر سانپ کی شکل اختیار کر لو۔

ناگ نے سانس کھینچ کر چھوڑا اور ایک سیاہ رنگ کا چھوٹا
سانپ بن گیا۔ ماریا نے پہلے تو سلیمانی تعویذ اپنے گلے میں ڈالا اور
پھر ناگ کو اٹھا کر اپنی کلائی کے گرد لپیٹ لیا۔ ماریا کے ساتھ
اب ناگ بھی غائب ہو چکا تھا۔ ماریا ناگ کے کمرے سے نکل
کر سیدھی شاہی خزانے کی طرف روانہ ہوئی۔ جب وہ محل کے
اس حصے میں آئی جہاں سے نیچے تہہ خانے میں شاہی خزانے
کو راستہ جاتا تھا تو اس نے دیکھا کہ وہاں بڑا زبردست پہرہ
لگا تھا۔ نیچے جانے کے لئے تھوڑی سی جگہ بھی خالی نہیں تھی
ماریا تو پتھر کی دیواروں میں سے بھی گزر سکتی تھی۔ لیکن اسے واپسی
کی فکر تھی۔ کیونکہ واپس آتے ہوئے ناگ کو کسی پرندے یا جانور

کی شکل میں آنا تھا اس لئے کہ سلیمانی مہرہ ماریا غائب حالت
میں اپنے گلے میں نہیں ڈال سکتی تھی۔ اس میں خطرہ تھا کہ
اس کا اثر زائل نہ ہو جائے۔ ماریا نے آہستہ سے قدم آگے
بڑھایا اور پہرے دار سپاہیوں کے بیچ میں سے ہو کر نکل
گئی اور سیڑھیاں اتر کر تہہ خانے میں شاہی خزانے کے دروازے
پر پہنچ گئی۔ یہ دروازہ بند تھا اور باہر چار ہٹے کٹے حبشی سپاہی
تلواریں اٹھائے پہرہ دے رہے تھے۔

ماریا یہاں بھی بند دروازے میں سے اندر داخل ہو گئی۔
خزانے کے صندوق ایک دوسرے کے ساتھ اور اوپر تلے
لگے ہوئے تھے۔ بیچ میں وہ بڑا صندوق رکھا تھا جس میں ہی
سلیمانی مہرہ تھا۔ ماریا نے ناگ کو زمین پر رکھ دیا۔ ناگ نے
پھنکار ماری اور انسانی شکل میں آگیا اور آہستہ سے بولا۔

ماریا۔ سلیمانی تعویذ مجھے دے دو۔

ماریا نے تعویذ ناگ کو دیا۔ ناگ نے اسے گردن میں پہن
لیا اور پوچھا

وہ کونسا صندوق ہے ماریا جس میں سلیمانی مہرہ ہے۔

ماریا نے قریب جا کر صندوق کو ہلا دیا۔ ناگ نے صندوق
کو ہلتے دیکھا اور بولا۔

ٹھیک ہے۔

پھر صندوق کے پاس جاکر ناگ نے اس کا ڈھکنا اٹھایا
صندوق ہیرے جواہرات سے بھرا ہوا تھا ۔ ان جواہرات کے
اوپر ایک گول سبز پتھر کی ڈبی رکھی تھی ۔ ناگ نے اس
ڈبی کو اٹھا کر کھولا تو اندر ایک آلوچے کے سائز کا سبز رنگ
کا مہرہ پڑا تھا ۔ یہی سلیمانی مہرہ تھا ۔ اس میں سونے کے تاروں
سے لپٹا ہوا ایک ریشمی دھاگہ پرویا ہوا تھا تاکہ خیرو برکت کے
لئے بادشاہ اسے گلے میں ڈال سکے ۔ ناگ نے کہا

ماریا ! یہی ہے سلیمانی مہرہ ۔

ہاں ناگ ۔ اسے جلدی سے جیب میں چھپا لو ۔

ناگ بولا ۔ اب مشکل یہ ہے کہ میں کونسا پرندہ بن کر یہاں
سے نکلوں کہ یہ سلیمانی مہرہ میری جیب یا میری گردن میں ہو
کیونکہ اسے تم اپنے پاس غائب کر کے نہیں رکھ سکتیں

ماریا نے کہا ۔ ایک ترکیب ہو سکتی ہے ۔

وہ کیا ہے ؟ ناگ نے پوچھا

ماریا نے شاہی خزانے کے کمرے کی دیوار کے اوپر اشارہ
کرتے ہوئے کہا

وہ دیکھو ۔ اس کے اوپر ایک روشندان ہے ۔ اس
روشندان کی دوسری جانب شاہی باغ ہے ۔ اگر تم اس روشندان
میں سے یہ سلیمانی مہرہ دوسری طرف باغ میں پھینک دو تو

ہم اسے جا کر اٹھا لیں گے ۔

پھر ماریا نے کچھ سوچ کر کہا

لیکن ناگ بھیا ! تم اگر سانپ بن جاؤ تو اسے اپنے منہ
میں نہیں چھپا سکتے ؟

نہیں ماریا ۔ یہ میں نے پہلے بھی سوچا تھا مگر ایسا نہیں
کر سکتا کیونکہ منہ میں بند ہو جانے سے اس کی گرمی سے میرا
منہ فوراً جل جائے گا ۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ میں اسے
روشندان میں سے باغ میں پھینک دیتا ہوں تم فوراً دوسری طرف
باغ میں جاؤ اور میرے آنے تک اس کی حفاظت کرو ۔

ماریا نے کہا " لیکن پھر تمہیں یہاں سے باہر کون نکالے
گا ؟ تم کسی بھی پرندے یا سانپ کی شکل میں نکلنے لگو گے
تو باہر جو پہرے دار ننگی تلواریں لے کر کھڑے ہیں وہ تمہیں
زندہ نہیں چھوڑیں گے ۔ تم سلیمانی مہرہ باہر پھینک دو رات
کا وقت ہے ۔ اسے باغ میں سے کوئی نہیں اٹھائے گا ۔

لیکن ماریا کو یہ معلوم نہیں تھا کہ وہاں باغ میں بھی آدھی رات کو
ایک سپاہی چل پھر کر پہرہ دے رہا تھا ۔ ناگ نے پرندے کی
شکل اختیار کی اور سلیمانی مہرہ کو چونچ میں لے کر اوپر اٹھا اور
روشندان کے پاس جا کر اس کی سلاخوں میں سے سلیمانی مہرہ
دوسری طرف پھینک دیا ۔

دوسری طرف باغ میں عین اس وقت پہرے دار سپاہی
خزانے کی دیوار کے نیچے سے گزر رہا تھا اس نے جو اوپر روشندان
سے کسی چیز کے گرنے کی آواز سنی تو جھک کر دیکھا۔ یہ ایک منکہ
سا تھا۔ اس نے اٹھا لیا۔ غور سے دیکھنے لگا۔ سمجھا کہ کوئی قیمتی
ہیرا موتی ہے۔ کیوں نہ اسے چھپا کر رکھ لے اور بازار میں لے
جاکر فروخت کر دے۔ ہو سکتا ہے۔ اس کی قسمت کھل
جائے اور اس نوکری سے نجات مل جائے۔ اس سپاہی نے
سلیمانی مہرے کو اپنی جیب میں رکھ لیا اور ذرا پرے ہٹ
کر پہرہ دینے لگا تاکہ اگر کوئی پہرے دار آکر اس سے ہیرے
کے بارے میں پوچھے تو وہ کہہ دے کہ وہ تو خزانے کی
دیوار کے پاس گیا ہی نہیں پھر اسے خیال آیا کہ اس کی تلاشی
لی جا سکتی ہے۔ اس خیال کے آتے ہی سپاہی نے سلیمانی مہرے
کو قریب ہی چنار کے ایک درخت کے نیچے پتھروں میں دبا دیا
اور دور جاکر چل پھر کر پہرہ دینے لگا۔

ناگ نے پرندے سے دوبارہ سانپ کی شکل اختیار کی۔
سلیمانی تعویذ ماریا کو دیا۔ ماریا نے ناگ کو اپنی کلائی کے گرد
لپیٹا اور شاہی خزانے کے بند دروازے میں سے باہر آگئی۔
پہرے دار اسی طرح پہرہ دے رہے تھے۔ کسی کو خبر نہ ہو سکی
تھی کہ خزانے میں سے سلیمانی مہرہ غائب ہو چکا ہے۔ ماریا تیزی

سے محل کے برآمدوں اور راہ داریوں سے گزرتی باغ میں
آگئی۔ اس نے روشندان کے عین نیچے آکر سلیمانی مہرے
کو جگہ جگہ تلاش کیا مگر اسے مہرہ کہیں دکھائی نہ دیا وہ پریشان
ہو گئی۔ اس نے ایک طرف اندھیرے میں جاکر ناگ کو گھاس
پر اتار دیا۔ ناگ نے انسانی شکل اختیار کر لی اور پوچھا۔
سلیمانی مہرہ ملا؟

نہیں ناگ۔ مجھے تو یہاں کسی جگہ نظر نہیں آ رہا" ماریا
نے گھبرا کر کہا۔ ناگ بھی فکرمند ہوا۔ انہوں نے مہرے کی ایک بار
پھر تلاش شروع کر دی۔ کچھ فاصلے پر وہ سپاہی پہرے دار بھی
موجود تھا جس نے سلیمانی مہرے کو چنار کے درخت کے
پاس پتھروں میں چھپا دیا تھا۔ وہ ایک آدمی کو وہاں کسی غیبی
انسان سے باتیں کرتے دیکھ کر حیران ہو رہا تھا پھر وہ قریب
آگیا اور اس نے تلوار نکال لی۔ ”کہا کون ہو تم؟ ناگ چونک کر پہرے دار
کو دیکھا اور پھر سنبھل کر بولا۔

میں شاہی طبیب درویش جبار ہوں اور .....''

سپاہی بولا" وہ تو ٹھیک ہے مگر آپ آدھی رات کو یہاں باغ
میں کیا کر رہے ہیں؟ اور آپ کس سے باتیں کر رہے تھے۔

ناگ نے فوراً کہا۔ بات دراصل یہ ہے کہ میں ایک جڑی بوٹی کی
تلاش میں ہوں جو صرف آدھی رات کے اندھیرے میں ہی چمکتی ہے

اور باتیں میں کسی سے نہیں بلکہ اپنے آپ سے کر رہا تھا۔

سپاہی دل میں سمجھ گیا تھا کہ شاہی طبیب بھی اس ہیرے کی تلاش میں ہے جو ابھی ابھی اوپر سے گرا تھا اور جس کو اس نے چنار کے درخت کے پاس دبا دیا ہے۔ اس نے ناگ سے کہا

معاف کیجئے گا آپ یوں رات کو شاہی باغ میں اجازت کے بغیر نہیں گھوم پھر سکتے کیونکہ یہ شاہی خزانے کا علاقہ ہے

ناگ نے کہا۔ اچھا بھائی۔ میں چلا جاتا ہوں۔ کوئی بات نہیں

اور ناگ باغ کے دروازے کی طرف چلا گیا۔ ماریا نے قریب آکر کہا۔

ناگ بھیا! اب کیا کریں؟

ناگ بولا۔ کیا ہو سکتا ہے۔ اب دن کی روشنی میں تم ادھر آکر تلاش کرنا۔

ماریا نے کہا، مجھے تو اس سپاہی پر شک ہے۔ سلیمانی ہیرہ ضرور اس نے اٹھا کر کہیں چھپا دیا ہے۔

تو پھر کیا ہم اس جگہ اس کی نگرانی کریں؟ ناگ نے پوچھا۔

ماریا نے کہا، میں یہی چاہتی ہوں

پھر ٹھیک ہے تم اس پہرے دار سپاہی کے پاس چلو۔ میں بھی سانپ کا روپ بدل کر تمہارے پاس آجاتا ہوں

ماریا پلٹ کر پیچھے مڑی اور ناگ نے بھی چھوٹے سبز سانپ

کی شکل بدل لی۔ وہ دونوں پہرے دار سپاہی کے قریب آ گئے۔ ناگ ایک جگہ جھاڑیوں میں چھپ گیا۔ یہاں اندھیرا تھا اور پہرے دار اسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ماریا ویسے ہی غائب تھی۔ وہ پہرے دار سپاہی کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی کیونکہ سپاہی چل پھر کر پہرہ دے رہا تھا۔
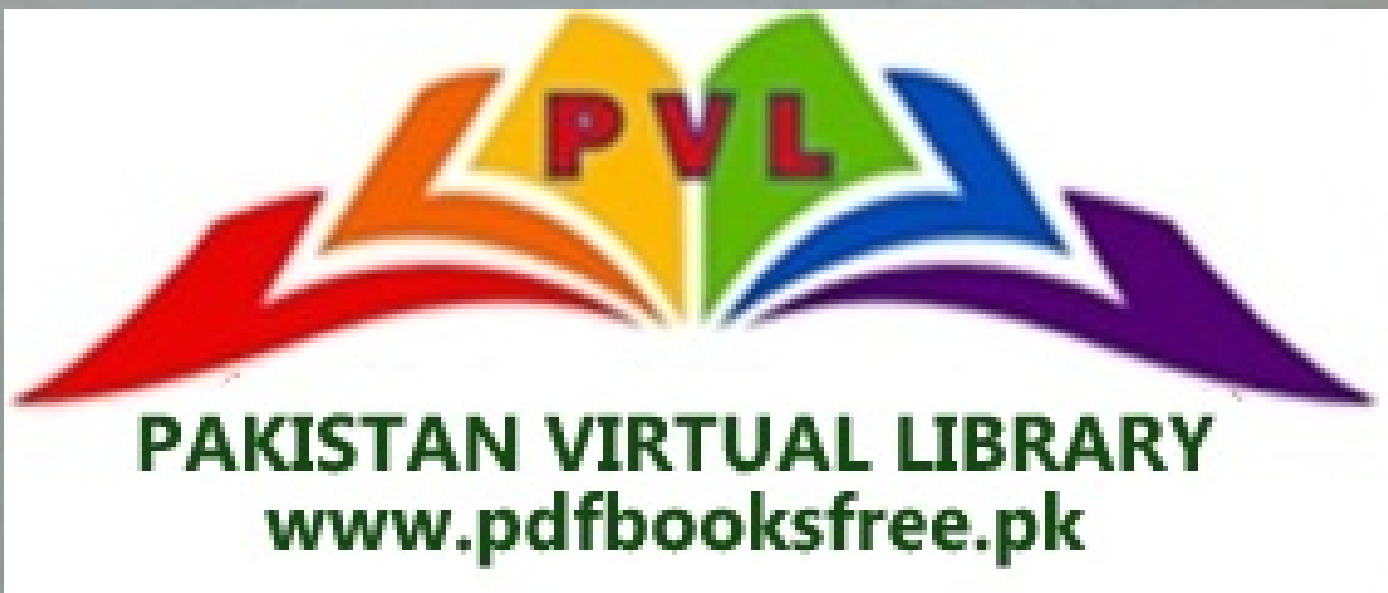
سانپ کی پراسرار سیٹی

سپاہی خاموشی سے پہرہ دیتا رہا۔

جب اسے اطمینان ہوگیا کہ شاہی طبیب باغ سے جا چکا ہے تو وہ تیزی سے اس مقام پر آیا۔ جہاں اس نے سلیمانی مہرہ دفن کر رکھا تھا۔ وہ اصل میں بے تاب ہو گیا تھا اور سلیمانی مہرہ جس کو وہ کوئی بے حد قیمتی ہیرا سمجھ رہا تھا۔ اسی وقت نکال کر اپنے گھر لے جانا چاہتا تھا۔ ماریا اور ناگ اس کی ایک ایک حرکت کو غور سے دیکھ رہے تھے۔ سپاہی درخت کے پاس آکر بیٹھ گیا اور پتھروں کو ادھر ادھر ہٹانے لگا۔ پھر اس نے پتھروں کے نیچے سے سلیمانی مہرہ نکالا اور اسے جھک کر تکنے لگا۔

ماریا اور ناگ نے سپاہی پہرے دار کے ہاتھ میں سلیمانی مہرہ دیکھا تو ان کی جان میں جان آئی۔ اب ان کے لئے یہ مہرہ حاصل کرنا کوئی مشکل نہیں تھا۔ ناگ نے کوئی حرکت نہ کی۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ ماریا اس سپاہی کو سنبھال لے گی۔

ماریا سپاہی کے بہت قریب آگئی۔ سپاہی نے سلیمانی مہرہ اپنی جیب میں رکھ لیا اور باغ سے چلنے ہی والا تھا کہ ماریا ایک دم اس کے آگے آگئی اور اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

کہاں جا رہے ہو؟ تمہاری جیب میں کیا ہے؟

سپاہی پہرے دار تو دہشت کے مارے اچھل پڑا۔ کیونکہ اسے ایک عورت کی آواز سنائی دی تھی مگر عورت نظر نہیں آرہی تھی۔ وہ منہ کھولے سہما ہوا ادھر ادھر تک رہا تھا۔ ماریا کچھ کہنے ہی والی تھی کہ ناگ بھی اس کے قریب آگیا۔ اس نے زمین سے پانچ فٹ اوپر کھڑے ہو کر اپنا پھن پھیلا لیا اور زور سے پھنکار ماری۔ اب تو سپاہی کے رہے سہے ہوش بھی غائب ہو گئے اور وہ بے ہوش ہو کر دھڑام سے گر پڑا۔

ماریا نے اس کی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ پھر خیال آیا کہ ہو سکتا ہے سلیمانی مہرہ کو ہاتھ لگانے سے وہ جل جائے۔ اس نے ناگ سے کہا۔

ناگ بھیا! مہرہ اس سپاہی کی جیب میں ہے۔

ناگ انسانی شکل میں آگیا اور سپاہی کی جیب میں سے سلیمانی مہرہ نکال کر بولا۔

ماریا! یہ سلیمانی تعویذ بھی مجھے دے دو۔ میں خود مہرہ باہر نکال کر لے جاؤں گا۔

ناگ نے سلیمانی تعویذ ماریا سے لے کر اپنے گلے میں ڈالا
اور مہرہ بھی جیب میں رکھ لیا اور کہنے لگا ۔

" اب ہم یہاں سے نکل چلیں گے ہمیں واپس اپنے شاہی
کمرے میں جانے کی ضرورت نہیں ہے ۔ ہمیں اسی وقت اس
شہر کو خدا حافظ کہنا ہوگا ۔ تم میرے آگے آگے رہنا اور اگر کوئی
پہرے دار مجھے گرفتار کرنے کی کوشش کرے تو اس سے
نمٹ لینا ۔

کوئی بات نہیں ۔ میں تمہارے ساتھ ہوں ۔

ناگ اب درویش جبار کے لباس میں تھا اور شاہی باغ کے
دروازے میں سے نکلنے لگا تو شاہی پہرے دار نے اسے روک
لیا ۔ ناگ نے کہا

تم نے مجھے پہچانا نہیں ۔ میں شاہی طبیب درویش جبار
ہوں اور باغ میں رات کو جڑی بوٹی کی تلاش میں تھا ۔

پہرے دار نے کہا :- آپ بجا فرماتے ہیں جناب مگر ہمیں
بادشاہ کی طرف سے حکم ہے کہ رات کو یہاں جو بھی غیر آدمی
آئے اسے گرفتار کر کے صبح بادشاہ کے روبرو پیش کیا جائے
اس لئے میں آپ کو گرفتار کرنے پر مجبور ہوں ۔

سپاہی پہرے دار نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ ناگ کو گرفتار کر
لیا جائے ۔ جونہی سپاہی آگے بڑھے ماریا حرکت میں آگئی ۔ جو

سپاہی سب سے آگے تھا اس کی گردن پر ایک بھاری پتھر سا آ کر
گرا اور وہ منہ کے بل بے ہوش ہو کر گر پڑا ۔ دوسرے سپاہی
حملے کے لئے بڑھے کہ ناگ کو گرفتار کریں کہ ایک ایک کر کے
وہ بھی ماریا کے پتھروں سے بھی بھاری گھونسے کھا کھا کر گرتے
گئے ۔ اب شاہی پہرے دار باقی رہ گیا تھا ۔ ناگ اس لئے
سانپ نہیں بن سکتا تھا کہ اس کے گلے میں سلیمانی مہرہ تھا
اور اسے منہ میں نہیں رکھنا چاہتا تھا ۔ اور پھر ماریا ہی اس
کے لئے کافی تھی ۔ جونہی شاہی پہرے دار نے ناگ پر تلوار سے
وار کرنا چاہا ماریا نے اسے زمین سے اٹھا کر ہوا میں اچھال
دیا ۔ جب وہ نیچے گرا تو اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی ۔ ماریا
نے ناگ سے کہا ۔

ناگ بھیا ! اب میدان صاف ہے ۔ گھوڑا پکڑو اور
یہاں سے نکل چلو ۔

ناگ نے شاہی باغ کے دروازے کے پاس بندھے ہوئے
گھوڑوں میں سے ایک گھوڑا کھولا ۔ اس پر اچھل کر سوار ہوا ۔
ماریا بھی اس کے پیچھے آ کر بیٹھ گئی اور ناگ نے گھوڑے کو
شاہی محل سے نکال کر پہاڑوں کی طرف جانے والی سڑک
پر ڈال دیا ۔ رات دم توڑ رہی تھی ۔ تارے آسمان پر جھلملانے
لگے تھے ۔ پو پھٹنے ہی والی تھی ۔ ناگ گھوڑے کو سرپٹ دوڑائے

لئے جا رہا تھا۔ سورج نکلنے تک ناگ نے گھوڑے پر اپنا سفر جاری رکھا۔

جب سورج کی روشنی پھیلی تو ناگ شہر قرطبہ کی پہاڑیوں سے نکل کر ایک کھلے میدان میں آ چکا تھا۔ یہاں سے آگے سنگلاخ صحرائی علاقہ شروع ہو رہا تھا جو افریقہ کے شمال کی طرف نکل جاتا تھا۔ ناگ نے ایک جگہ گھوڑا روک لیا اور ماریا سے کہا

تمہارا کیا خیال ہے ماریا؟ ہمیں کس ملک کا رخ اختیار کرنا چاہیئے اس کے آگے افریقہ کا شمالی علاقہ ہے

ماریا نے کہا:۔ اب ہم کیٹی کی تلاش میں ہیں۔ اب ہمیں یہ سوچنا ہو گا کہ چاند کی کرنوں نے کیٹی کو سانپ کے روپ میں کس علاقے میں پھینکا ہو گا۔

ناگ نے کہا۔ اس کا اندازہ ہم نہیں لگا سکتے ماریا۔ ہم تو بس ایک قیاس کر سکتے ہیں کہ ہو سکتا ہے چاند نے اسے شمالی افریقہ کے صحرا میں ہی کسی جگہ پھینک دیا ہو۔ کیونکہ چاند کی کرنوں نے اسے شمالی افریقہ میں مصر کے صحرا میں ہی جذب کیا تھا۔

ماریا نے کہا:۔ تو پھر ٹھیک ہے۔ ہم شمالی افریقہ کی طرف ہی چلتے ہیں اور ناگ نے گھوڑے کو شمالی افریقہ کے جنگلوں اور صحراؤں کی طرف ڈال دیا۔

O

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اب ہم کیٹی کی خبر لیں اور پتہ کریں کہ وہ کس حال میں ہے اور چاند کی کرنوں نے اسے جذب کر کے دو دن کے بعد کس جگہ پھینک دیا تھا۔ کیٹی جب چاند کے آگے رقص کر رہی تھی اور چاند کی کرنوں نے اسے آہستہ آہستہ اپنے اندر جذب کر لیا تو اسے کوئی ہوش نہیں تھی۔ دو دنوں تک چاند نے کیٹی کو اپنی کرنوں میں جذب کئے رکھا۔ تیسرے روز کیٹی کو ایک جگہ پھینک دیا۔ کیٹی سبز ستارے والے سانپ کی شکل میں ایک جھیل کے کنارے گر پڑی۔ اس نے اپنی گردن اٹھا کر دیکھا۔ اس کے سامنے سبز پانی والی ایک جھیل پھیلی ہوئی تھی جس کے آس پاس اونچی نیچی چھوٹی چھوٹی ٹھیکریاں تھیں۔ ان ٹھیکریوں میں کہیں اونچے درختوں کے جھنڈ کھڑے تھے۔ گہری کھائیاں بھی تھیں جن میں جنگلی خشک گھاس اُگی ہوئی تھی۔

کیٹی کو اپنی حالت پہ دکھ بھی ہو رہا تھا کہ وہ سانپ بن گئی ہے اور یہ بھی افسوس ہو رہا تھا کہ وہ ماریا اور ناگ عنبر سے دور جا پڑی ہے اور خدا جانے یہ کونسا علاقہ ہے اور چاند کی اگلی چودھویں تک اس کے ساتھ کیا گزرے۔

اس نے جھیل کے کنارے گھاس میں رینگنا شروع کر

دیا۔ وہ رینگتی ہوئی تھوڑی دور ہی گئی تھی کہ اسے دو آدمیوں کے بات کرنے کی آواز سنائی دی۔ کیٹی ان کے الفاظ نہیں سمجھ رہی تھی مگر آوازیں اس کے قریب آرہی تھیں یہ دو آدمی شکاری تھے اور جنگل میں شکار کھیلنے آئے تھے۔ وہ شکار کی تلاش میں جھیل کے قریب آئے تو ایک شکاری کو گھاس میں کالے رنگ کا ایک سانپ رینگتا ہوا دکھائی دیا۔ یہ کیٹی تھی۔ کیٹی بھی ان شکاریوں کو دیکھ کر رک گئی ہوشیار ہوگئی۔ اسے معلوم تھا کہ اگر اس نے اپنا بچاؤ نہ کیا تو یہ لوگ اسے ہلاک کر ڈالیں گے۔ چنانچہ اس نے اپنا پھن پھیلا لیا اور زمین سے چار فٹ بلند ہوکر پھنکارنے لگی۔

شکاری اپنی جگہ پر ٹھٹھک سے گئے ایک نے کہا۔

اس پر تلوار کا وار کردو"

دوسرا بولا۔ نہیں۔ ہم اسے قتل نہیں کریں گے۔

وہ کیوں؟ کیا تم چاہتے ہو کہ یہ تمہیں ہلاک کر دے۔

دوسرے شکاری نے کہا۔ تم دیکھ نہیں رہے کہ اس سانپ کے ماتھے پر سبز رنگ کا ستارہ بنا ہوا ہے۔ یہ کوئی خاص قسم کا سانپ معلوم ہوتا ہے۔

پھر تم کیا چاہتے ہو؟

میں چاہتا ہوں کہ ہم اسے کسی طرح زندہ پکڑ لیں۔

پھر کیا ہوگا۔ ہم اس سانپ کو پکڑ کر کیا کریں گے؟

"ہم اسے سپیرے کے پاس فروخت کر دیں گے۔ یقین کرو یہ کوئی خاص قسم کا سانپ ہے۔ ہمیں اس کے عوض کافی پیسے مل جائیں گے۔

انہوں نے کیٹی کے اوپر کپڑا ڈال دیا۔ کیٹی کپڑے میں الجھ گئی تو شکاری نے اس کی گردن کو پکڑا اور اسے ایک چمڑے کے تھیلے میں ڈال کر بند کر دیا۔ وہاں سے تھوڑی دور ایک گاؤں کے باہر سپیروں کی بستی تھی۔ یہاں شکاریوں نے ایک بوڑھے سپیرے کو بلایا۔ اسے الگ لے گئے اور ایک شکاری نے کہا

ہمارے پاس ایک ایسا سانپ ہے جس کے ماتھے پر سبز ستارے کا نشان بنا ہوا ہے۔

سبز ستارے کا سنتے ہی بوڑھے سپیرے کا دل بلیوں اچھل پڑا۔ مگر اپنی دل کی خوشی کو اس نے چہرے سے بالکل ظاہر نہیں ہونے دیا۔ بلکہ بے نیازی سے پوچھا۔

سبز ستارے کا نشان تو اس علاقے کے ہر دوسرے سانپ پر ہوتا ہے۔ یہ کونسی ایسی انوکھی بات ہے۔ دکھاؤ کونسا سانپ ہے ذرا میں بھی تو دیکھوں۔

شکاری نے تھیلا سپیرے کے آگے رکھ دیا۔

اس میں ہے تم خود ہی نکال لو۔"

سپیرے نے اپنی بین نکال کر بجانی شروع کر دی۔ بین کی آواز پر کیٹی پر مستی چھانے لگی اور وہ تھیلے کے باہر نکل کر جھومنے لگی۔ اس کا پھن کھلا تھا۔ سپیرے نے سانپ کے ماتھے پر سبز ستارے کا نشان دیکھ لیا تھا۔ یہ سانپ بڑی مشکل سے ملتا تھا اور کسی قسمت والے سپیرے کے ہاتھ ہی آتا تھا۔ بوڑھے سپیرے کو خوب معلوم تھا کہ یہ بڑا قیمتی سانپ ہے اور یہ زمین کے اندر دفن شدہ خزانوں تک لے جاتا ہے۔ بوڑھے سپیرے نے سانپ کو گردن سے پکڑ لیا اور اس کے سبز ستارے کو ایک بار پھر غور سے دیکھا اور بولا۔

"یہ کوئی خاص نشان نہیں ہے۔ بیٹا۔ ایسا نشان یہاں کے اکثر سانپوں پر ہوتا ہے مگر پھر بھی اب تم اسے میرے پاس لے آئے ہو تو میں تمہیں اس کے چار درہم دینے کو تیار ہوں اگر لینا ہے تو لے لو نہیں تو اپنا سانپ واپس لے جاؤ۔

حالانکہ بوڑھا سپیرا اس قیمتی سانپ کے لئے اپنا مکان بیچ کر بھی خریدتا تو بھی یہ سستا تھا۔ مگر اس نے بے تابی کا کوئی اظہار نہ کیا اور سانپ کو بڑا معمولی سانپ بتایا۔ شکاریوں نے سوچا کہ چلو دو دو درہم ہی سہی اب اس زہریلے سانپ کو

کہاں لے جائیں گے۔ آخر جنگل میں چھوڑ ہی دینا ہے بہتر ہے کہ چار درہم ہی لے لئے جائیں۔ انہوں نے چار درہم لے کر سانپ بوڑھے سپیرے کے حوالے کر دیا بوڑھا سپیرا سانپ کو لے کر خوشی خوشی اپنے مکان میں آگیا۔ اس نے گاؤں میں کسی کو نہ بتایا کہ اس کے پاس سبز ستارے والا نایاب سانپ ہے۔ کیٹی سانپ کے روپ میں خاموش تھی اور اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ اس کو فروخت کر دیا گیا ہے۔ بوڑھے سپیرے نے سانپ کو ایک ٹوکری میں تھیلے سمیت رکھ دیا۔

اب وہ رات ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ کیونکہ یہ سانپ رات کے اندھیرے میں ہی خزانے کا پتہ بتاتا تھا۔ بوڑھا اپنی جھونپڑی کے باہر بیٹھ کر بے چینی سے رات ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ اتنے میں ایک کالا کلوٹا جوان سپیرا اس کے مکان کے قریب سے گزرتے ہوئے اس کے پاس آیا اور بولا

بابا! کیا بات ہے آج تم جھونپڑی کے باہر بیٹھے ہو؟

بوڑھے سپیرے نے کہا وہ کیا کروں بیٹا! آج میرا ایک بھائی دوسرے شہر سے آرہا ہے۔ اس کا انتظار کر رہا ہوں۔

جوان سپیرے نے کہا۔ بابا! پہلے تو تم نے کبھی اپنے کسی بھائی کا ذکر نہیں کیا۔ یہ آج تمہارا بھائی کہاں سے ٹپک پڑا؟

بوڑھا سپیرا کچھ بڑبڑا سا گیا بولا ۔ یار تم کیا میرے پیچھے ہی پڑ گئے ہو۔ جاؤ اپنا کام کرو ۔

جوان سپیرا آگے چل دیا ۔ مگر اس کے دل میں شک پڑ گیا کہ بابا سپیرا جو اپنی جھونپڑی کے باہر بیٹھا ہے تو ضرور دال میں کچھ کالا کالا ہے ۔ ورنہ یہ تو ہمیشہ اپنی جھونپڑی کے اندر ہی بیٹھا رہا کرتا ہے اس نے سوچا کہ چھپ کر دیکھنا چاہیئے کہ یہ بوڑھا سپیرا آج کیا کرنے والا ہے ۔ چنانچہ یہ سوچ کر وہ کچھ دور آگے جاکر ایک درخت کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا ۔ جب رات گہری ہوگئی اور چاروں طرف اندھیرا چھا گیا تو بوڑھا سپیرا اٹھا ۔ اس نے جھونپڑی کے اردگرد پھر کر دیکھا ۔ جب اسے تسلی ہوگئی کہ اسے کوئی نہیں دیکھ رہا تو جھونپڑی میں گیا ۔ کیٹی سانپ کا تھیلا اٹھایا اور خاموشی سے باہر نکل گیا اور جنگل میں ایک ٹیلے کی طرف روانہ ہوگیا جس کے بارے میں لوگوں میں مشہور تھا کہ اس ٹیلے میں کسی جگہ کسی غار میں پرانے بادشاہوں کا کوئی خزانہ دفن ہے ۔

بوڑھے سپیرے کو اندھیری رات میں جنگل کی طرف تھیلا اٹھائے جاتے دیکھ کر جوان سپیرا بھی اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوگیا ۔ جب بوڑھا سپیرا خزانے والے ٹیلے کے پاس جاکر رک گیا تو اس کا تعاقب کرنے والے جوان سپیرے کا ماتھا ٹھنکا ۔ کہ یہ بوڑھا ضرور خزانے کی تلاش میں آیا ہے ۔

کیونکہ وہ بھی جانتا تھا کہ اس ٹیلے کے بارے میں مشہور ہے کہ یہاں کوئی پرانا خزانہ دفن ہے ۔ اب وہ چھپ کر بوڑھے سپیرے کو غور سے دیکھنے لگا ۔

بوڑھے سپیرے نے تھیلا کھولا ۔ ایک خاص منتر پڑھ کر کیٹی سانپ پر پھونکا ۔ کیٹی سانپ کی آنکھوں کے سامنے ایک بادل سا چھا گیا ۔ پھر یہ بادل چھٹنے لگا اور اس میں سے کیٹی سانپ کو ٹیلے کے اندر دور ایک غار میں ہیرے جواہرات کی چمک دکھائی دی ۔ اسے خزانہ نظر آنے لگا تھا ۔ اس نے خزانے کی طرف رینگنا شروع کر دیا ۔ بوڑھا سپیرا اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا ۔

جوان سپیرا اب سارے راز کو سمجھ گیا تھا کہ یہ بوڑھا سانپ کی مدد سے خزانے کی طرف جا رہا ہے اور اس سبز ستارے والے سانپ کو کہیں سے حاصل کر لیا ہے ۔ جوان سپیرے کی نیت خراب ہوگئی ۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ بوڑھے سپیرے کو اپنے راستے سے ہٹا کر خود خزانے پر قبضہ کر لے ۔

بوڑھا سپیرا جس ٹیلے کی طرف جا رہا تھا اس میں ایک تنگ و تاریک غار کا دروازہ سا بنا ہوا تھا ۔ جوان سپیرا دوسری طرف سے تیز تیز قدموں سے گیا اور ایک

بڑا پتھر لے کر غار کے دروازے کے اوپر آ کر بیٹھ گیا۔
سانپ رینگتا ہوا غار کے منہ میں داخل ہو گیا۔ اس کے بعد
جونہی بوڑھا سپیرا اندر داخل ہونے لگا اوپر سے جوان سپیرے
نے پوری طاقت سے پتھر اس کے سر پر دے مارا۔ بوڑھا
سپیرا لڑکھڑا کر گر پڑا۔ جوان سپیرے نے اوپر سے نیچے
چھلانگ لگا دی۔ اس نے بوڑھے سپیرے کے سر پر پتھر
اٹھا کر دو تین بار مارا بوڑھا سپیرا مر گیا تو جوان سپیرا لپک کر
غار میں گھس گیا اور دیکھا کہ سانپ آہستہ آہستہ رینگتا آگے
بڑھتا چلا جا رہا تھا۔

جوان سپیرے کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ اس کو یقین
تھا کہ سانپ اسے خزانے تک لے جا رہا ہے۔ غار میں اندھیرا
تھا مگر کیٹی سانپ کا سبز ستارے والا سر ہلکی ہلکی روشنی دے
رہا تھا۔ کیٹی کو کچھ ہوش نہیں تھا کہ وہ کہاں جا رہی ہے اور
کون اس کے تعاقب میں ہے۔ اس پر بوڑھے سپیرے کے
منتر کا اثر تھا اور سامنے اسے زمین کے اندر ہیرے جواہرات
کے خزانے کی چمک صاف نظر آ رہی تھی اور وہ اسی طرف
جا رہی تھی۔

جس جگہ زمین کے اندر خزانہ دفن تھا وہاں آ کر کیٹی سانپ رک
گئی۔ کنڈلی مار کر بیٹھ گئی اور لہرانے لگی۔ جوان سپیرے نے

اس جگہ ایک نشان بنا دیا اور واپس گاؤں کی طرف بھاگا۔ گاؤں
میں آ کر اس نے اپنی جھونپڑی میں سے ایک تھیلا اور ایک پھاوڑا
اٹھایا اور رات کے اندھیرے میں ہی واپس غار میں آ گیا۔
کیٹی سانپ اسی طرح خزانے والی جگہ پر کنڈلی مارے بیٹھا
لہرا رہا تھا۔ جوان سپیرے نے سانپ کو چمڑے کے تھیلے میں
ڈال کر اس کا منہ بند کیا اور پھاوڑے سے زمین کھودنے لگا۔
چار پانچ فٹ زمین کھودنے کے بعد اس کا پھاوڑا ایک
صندوق سے ٹکرایا۔ اس کا دل خوشی سے اچھل پڑا۔ وہ تیزی سے
پھاوڑا چلاتے ہوئے مٹی باہر نکالنے لگا۔ اب اسے اندھیرے
میں ایک صندوق دکھائی دیا۔ جوان سپیرے نے صندوق کو باہر
نکال لیا۔ اس نے دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اس کا ڈھکنا
کھولا تو ہیرے جواہرات کی چمک سے غار روشن ہو گئی۔ اتنا بڑا
خزانہ دیکھ کر جوان سپیرا خوشی سے ناچنے لگا۔

اس نے جواہرات اٹھا اٹھا کر اپنی جیبوں میں بھرنے شروع
کر دیئے۔ وہ خزانہ لوٹنے میں لگا ہوا تھا اور اسے خبر ہی
نہیں تھی کہ ایک سیاہ بالوں والا سانپ جس کی لمبی لمبی خطرناک
مونچھیں بھی تھیں۔ زمین کے اندر سے نکل کر رینگتا ہوا اس
کے پیچھے آ چکا تھا۔ پھر اس سانپ نے ایک پھنکار ماری
جوان سپیرے کا ہاتھ صندوق کے اندر ہی رہ گیا۔ اس نے

جلدی سے پلٹ کر پیچھے دیکھا مگر اب وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ مونچھوں والے خطرناک اور زہریلے سانپ نے بجلی ایسی تیزی سے اس کے ماتھے پر ڈس دیا۔

جوان سپیرے کے منہ سے ایک چیخ بلند ہوئی اور وہ جواہرات کو وہیں پھینک کر اپنے گاؤں جانے کے لئے بھاگا کیونکہ اس کے گھر میں سانپ کا مہرہ تھا۔ جس کی مدد سے وہ سانپ کے زہر سے بچ سکتا تھا۔ مگر یہ مونچھوں والا سانپ کوئی معمولی سانپ نہیں تھا اور اس کا زہر بھی کوئی معمولی زہر نہیں تھا۔ اس زہر نے اس کے خون کے سفید اور سرخ ذرات کو پھاڑنا شروع کر دیا تھا اور جوان سپیرے کے قدم بھاری ہونا شروع ہو گئے تھے۔ وہ غار سے باہر نکل کر اس جگہ آیا جہاں بوڑھے سپیرے کی کچلی ہوئی لاش پڑی تھی۔ جوان سپیرے نے اس لاش کے آگے جانے کی کوشش کی مگر اس کے جسم نے جواب دے دیا اور وہ بوڑھے سپیرے کی لاش پر خود بھی ایک لاش بن کر گر پڑا۔ وہ مر چکا تھا۔ خزانے کے ہیرے جواہرات اس کی جیبوں میں بھرے ہوئے تھے۔

مونچھوں والا سانپ چلتے ہوئے اس جوان سپیرے کی لاش تک آیا اور منہ سے ایک بھیانک پھنکار کے ساتھ آگ کا شعلہ نکالا جس نے دونوں لاشوں کو آگ لگا دی پھر وہ

غار سے باہر نکل آیا اور غار کے پاس ہی ایک جھکی ہوئی دیوار میں پھنسے پتھر کے گرد اپنے آپ کو لپیٹ کر زور لگانے لگا۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ پتھر کو باہر کھینچنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس مونچھوں والے سانپ میں غضب کی طاقت تھی۔ پتھر نے اپنی جگہ سے کھسکنا شروع کر دیا۔

مونچھوں والے سانپ نے زور سے ایک جھٹکا دیا اور پتھر باہر نکل آیا۔ شاید اس پتھر پر ہی غار کھڑی تھی۔ جونہی یہ پتھر باہر نکلا سارے کا سارا ٹیلہ بیٹھ گیا اور غار اور غار کا خزانہ اور کیٹی سانپ کا تھیلا اندر دب گیا۔

مونچھوں والا سانپ اندھیرے جنگل میں جھیل کی طرف گیا اور جھیل کے پانی میں اتر کر غوطہ لگا کر غائب ہو گیا۔

ہزاروں من مٹی کیٹی سانپ کے تھیلے کے اوپر گری تو کیٹی کو ایک دم جیسے ہوش آ گیا۔ اس نے تھیلے کو دانتوں سے توڑ ڈالا اور باہر نکل آئی۔ وہ مٹی کے اندر دبی ہوئی تھی مگر اپنے آگے سے مٹی کو گراتی باہر نکلنے کی کوشش کر رہی تھی سانپ مٹی میں دب کر بھی نہیں مرتا اور اپنا راستہ بنا لیتا ہے۔ کیٹی نے مٹی کے نیچے سے نکل کر دیکھا کہ وہ خزانے کے پاس ایک ذرا سی کھلی جگہ پر نکل آئی ہے جہاں بڑے بڑے پتھروں کی وجہ سے غار کی چھت پوری طرح سے نہیں بیٹھی تھی کیٹی سانپ

اب اس غار سے باہر نکلنے کے جتن کرنے لگی۔ اسے غار کا راستہ معلوم تھا۔ اس نے ایک جگہ سوراخ بنا کر اس کے اندر ہی اندر سے مٹی کو پیچھے ہٹاتے ہوئے آگے بڑھنا شروع کیا۔ کافی دیر تک کوشش کرتے رہنے کے بعد وہ مٹی کے ٹیلے میں سے باہر نکل آئی۔

کھلی ہوا میں آکر کیٹی نے ایک لمبا سانس لیا۔ عنبر ناگ اور ماربا کو یاد کیا۔ پھر اپنے جن دوست کو آواز دی مگر وہ اس کی مدد کو نہ آیا۔ اس نے اپنے دماغ میں اپنی اصلی شکل کا تصور جما کر خیال ہی خیال میں چٹکی بجائی مگر چٹکی نے بھی کوئی اثر نہ کیا۔ اور اسی طرح سانپ بنی رہی۔ کیٹی کو سب کچھ معلوم ہو گیا تھا کہ وہ سبز ستارے والا کوئی ایسا نایاب سانپ بن چکی ہے جس کو خزانے کا پتہ چل جاتا ہے اور رات کی چودھویں رات کو وہ بے خود ہو کر چاند کے آگے رقص شروع کر دیتی ہے اور پھر چاند اسے اپنی کرنوں میں جذب کر کے جس ملک میں چاہے پھینک دیتا ہے۔

چاند کی چودھویں تاریخ کو صرف ایک دن باقی رہ گیا تھا۔ کیٹی اس سے پہلے پہلے سانپ کے روپ سے نجات حاصل کرنا چاہتی تھی مگر اسے کوئی ایسا طریقہ معلوم نہیں ہو رہا تھا جس پر عمل کر کے وہ دوبارہ انسانی شکل اختیار کر سکتی۔ اس کی

چٹکی یا اس کا دوست جن ہی اس کی مدد کر سکتے تھے۔ اور یہ دونوں چیزیں اسے اکیلا چھوڑ چکی تھیں نہ اس کا جن دوست اس کی مدد کو آتا تھا اور نہ اس کی چٹکی میں کوئی اثر پیدا ہو رہا تھا

کیٹی سانپ کی شکل میں ٹیلے کو پیچھے چھوڑ کر جھیل کی طرف رینگتی ہوئی چل پڑی۔ آگے جھیل کے پاس جنگل آ گیا۔ یہاں پہنچتے پہنچتے دن کی روشنی پھیل گئی۔ کیٹی ایک بل میں گھس کر آرام کرنے لگی۔ کیونکہ باہر خطرہ تھا کہ اسے پھر کوئی سپیرا پکڑ کر نہ لے جائے۔ سارا دن وہ بل میں گھسی رہی۔ اگلی رات چاند کی چودھویں رات تھی۔ کیٹی نے ارادہ کر لیا تھا کہ وہ باہر نہیں نکلے گی اور اس دفعہ چاند کے آگے رقص نہیں کرے گی۔

لیکن جب آسمان پر پورا چاند نکل آیا اور اس کی چاندنی سے رات روشن ہو گئی تو کیٹی اپنے آپ بل میں سے باہر نکل آئی اور چاند کے آگے رقص شروع کر دیا۔ وہ دیر تک چاند کے آگے رقص کرتی رہی۔ پھر وہ کنڈلی مار کر ایک جگہ بیٹھ گئی اور منہ اٹھا کر تکنے لگی۔ اس وقت چاند کی کرنوں نے اپنا عمل شروع کر دیا۔ اور کیٹی کو اپنے اندر جذب کر کے غائب کر دیا۔ کیٹی اس بار بھی سانپ کی شکل میں دو روز تک چاند کی کرنوں میں جذب رہی۔ تیسرے دن چاند کی کرنوں نے اسے ایک ویران وادی میں پھینک دیا۔

کیٹی سانپ کو ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ ایک سنسان اور ویران مقام پر آ گئی ۔ اگرچہ ساری وادی میں اونچے اونچے گھنے درخت تھے اور ایک جگہ ندی بھی بہہ رہی تھی مگر حیرانی کی بات یہ تھی کہ وہاں کوئی آبادی نہیں تھی حالانکہ اس سے چند میل کے فاصلے پر ایک ایسی جگہ پر آبادی موجود تھی جو اس وادی کے مقابلے میں بالکل بنجر علاقہ تھا ۔ کیٹی سانپ کی شکل میں زمین پر رینگتی ہوئی اِدھر اُدھر وادی میں چلنے پھرنے لگی ۔ اس نے ساری وادی گھوم پھر کر چھان ماری ۔ کسی جگہ پر بھی کوئی انسان آباد نہ تھا ۔ نہ کوئی گھر تھا ۔ نہ کوئی جھونپڑا تھا ۔ کہیں کوئی گھوڑا یا بیل بھی چرتا نظر نہ آتا تھا ۔

اس وادی میں گھومتے پھرتے رات ہو گئی ۔ کیٹی نے سوچا کہ یہ رات اسی جگہ بسر کرنی چاہیئے اور کل کسی طرف چلی جائے گی ۔ یہ سوچ کر وہ ندی کے کنارے جنگلی بِلوں میں جا کر چھپ کر لیٹ گئی ۔ اسے ابھی تک یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ کونسا ملک ہے اور وہ ناگ عنبر اور ماریا سے کتنی دُور ہو گئی ہے

جب رات آدھی سے زیادہ گزری اور جنگل اور وادی خاموش ہو گئی تو اچانک کیٹی کو ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے بہت سی عورتیں اور بچے ایک ساتھ مل کر آہستہ آہستہ رو رہے ہوں ۔ یہ آوازیں کبھی دُور سے آتیں اور کبھی ایک دم قریب سے

سنائی دیتیں اور پھر آہستہ آہستہ دور ہوتی چلی جاتیں ۔ ان آوازوں میں بڑا درد اور ماتم تھا ۔ لگتا تھا یہ بچے اور عورتیں اپنے مرنے والوں کو یاد کر کے رو رہی ہیں اور یہ کوئی بھٹکتی ہوئی روحیں ہیں کیٹی نے گردن اٹھا کر وادی میں چاروں طرف دیکھا ۔ اسے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں مگر کوئی انسان دکھائی نہیں دیتا تھا ۔

تھوڑی دیر بعد یہ آوازیں خاموش ہو گئیں

کچھ وقت گزرا ہو گا کہ اب کیٹی کو ایک بچے کے بین کرنے کی آواز سنائی دی ۔ جیسے یہ بچہ اپنی ماں کو پکار رہا تھا ۔ کیٹی نے اندازہ لگایا تو یہ آواز ایک جگہ درختوں کے جھنڈ کے پیچھے سے آ رہی تھی ۔ کیٹی رینگتی ہوئی درختوں کے جھنڈ میں آ گئی ۔ بچے کے رونے اور بین کرنے کی آواز صاف سنائی دینے لگی تھی ۔ کیٹی نے دیکھا کہ اندھیرے میں درختوں کے پیچھے ایک اصطبل سا بنا ہوا ہے جس کی چھت ٹوٹی ہوئی ہے ۔ صاف لگ رہا تھا کہ یہ اصطبل اب ویران ہو چکا ہے ۔ کیٹی رینگتی ہوئی اس کے پاس آ گئی ۔ اصطبل کا دروازہ تھوڑا سا کھلا تھا ۔ کیٹی دروازے کی درز میں سے رینگ کر اندر چلی گئی ۔ اصطبل میں گھپ اندھیرا تھا ۔ اس کے اندر جاتے ہی بچے کے رونے کی آواز بند ہو گئی ۔ گہری خاموشی چھا گئی ۔ کیٹی دیوار کے ساتھ لگ کر کنڈلی مار کر بیٹھ گئی اور انتظار

کرنے لگی کہ شاید بچے کے رونے کی آواز پھر آئے۔ اس نے
دیکھا کہ اصطبل میں سوائے خشک گھاس پھوس کے اور کچھ
نہیں تھا۔ ایک جگہ گھوڑوں کے ٹوٹے ہوئے رسے اور چارہ
پڑا تھا۔ اگر یہ اصطبل خالی ہے تو پھر بچے کے رونے کی آواز کہاں
سے آرہی تھی۔

کیٹی کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ وہ اندھیرے میں دم سادھے
کنڈلی مارے بیٹھی تھی کہ اچانک اسے سیٹی کی باریک آواز آئی۔
کیٹی چونکی۔ یہ سانپ کی سیٹی کی آواز تھی۔ کیٹی سانپ کی بولی اور
اس کی آواز کو صاف پہچان سکتی تھی۔ کیونکہ وہ خود سانپ بنی ہوئی
تھی۔ وہ سیٹی کی آواز کی طرف بڑھی۔

سانپ کی سیٹی کی آواز برابر آرہی تھی۔ کیٹی کونے میں آگئی۔
یہاں ایک سوراخ تھا۔ سانپ کی سیٹی کی آواز اس سوراخ میں سے
آرہی تھی۔ کیٹی سوراخ میں داخل ہوگئی۔ جوں جوں وہ سوراخ میں آگے
بڑھ رہی تھی۔ سوراخ چوڑا ہوتا جارہا تھا۔ وہ زمین کے نیچے
کافی گہرائی میں آگئی تھی۔ یہاں سوراخ ایک سرنگ میں بدل
گئی اور ایک جگہ چھوٹا سا لان آگیا جس کے فرش پر ایک لکڑی
کا ٹوٹا پھوٹا تختہ رکھا تھا اور اس کے اوپر کوئی آدمی سیدھا پڑا تھا
سانپ کی سیٹی کی آواز رک گئی تھی۔ کیٹی اس تختے کی
طرف آئی جس پر ایک آدمی لیٹا ہوا تھا۔ کیٹی نے قریب آکر

دیکھا تو وہ ایک نوجوان کی لاش تھی۔ یہ نوجوان بے حد خوبصورت
تھا۔ جسم باڈی بلڈروں ایسا مضبوط تھا۔ کمر کے ساتھ ٹارزن
کی طرح گھاس پھونس کی بنی ہوئی دھوتی نما سنیکر سی بندھی تھی۔
ایک پیٹی بھی لگی تھی۔ جس میں ایک گائے کا کھوکھلا سینگ
لٹک رہا تھا۔ ایک بازو میں سونے کا کڑا تھا اور کلائی کے
ساتھ فولادی بازو بند بندھا تھا۔ اس خوبصورت نوجوان کے
گلے میں بھی سونے کا کنٹھا پڑا تھا اور سنہری بال گردن کے
پیچھے تک گئے ہوئے تھے۔ اسکی ناک یونانی دیوتاؤں کی طرح
سیدھی اور خوبصورت تھی۔ آنکھیں بند تھیں اور ہونٹوں پر ایک
دلکش مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

کیٹی حیران ہوئی کہ یا خدا یہ اتنے حسین نوجوان کی لاش
زمین کے اندر کہاں سے آگئی ہے؟ یہ کیا اسرار ہے؟ یہ
نوجوان کون تھا؟

کیٹی ابھی غور ہی کر رہی تھی کہ اس کے کانوں میں کسی مرد
کی صاف چمکیلی صحت مند مگر دکھ سے بوجھل بوجھل آواز آئی
سب سے حیرت کی بات یہ تھی کہ سانپ ہوتے ہوئے بھی کیٹی
اس آواز کے الفاظ کو سمجھ رہی تھی۔ آواز نے کہا۔

کیٹی! مجھے خوشی ہوئی ہے کہ تم میری لاش کے پاس آئی ہو
تم پہلی انسان عورت ہو۔ جو یہاں آئی ہے وگرنہ بچے کے رونے

کی آواز سن کر لوگ بے ہوش ہو جاتے یا مر جاتے تھے۔

کیٹی نے بولنا چاہا مگر اس کی آواز نہ نکل سکی۔ مرد کی آواز نے کہا۔

گھبراؤ نہیں۔ خدا نے تمہیں ایک خاص مقصد کے ساتھ یہاں بھیجا ہے اور اب تم اسی کی رضامندی سے دوبارہ انسانی شکل اختیار کر لوگی اور انسانی آواز میں بول سکو گی۔

کیٹی نے اپنا پھن لہرا کر کچھ کہنا چاہا مگر انسانی الفاظ پھر بھی ادا نہ کر سکی۔ آواز نے ایک بار پھر بلند ہو کر کہا۔

میری لاش کے گرد دو چکر لگاؤ کیٹی۔ تم بولنے لگو گی کیٹی نے لاش کے گرد دو چکر کاٹے تو اس کے منہ سے الفاظ نکلنے لگے وہ اگرچہ ابھی تک سانپ ہی تھی مگر اب وہ انسانوں کی طرح بول سکتی تھی اس نے پہلا سوال یہ کیا۔

تم کون ہو؟ کیا یہ تمہاری لاش ہے؟

آواز بلند ہوئی۔ ہاں یہ میری لاش ہے کیٹی

کیٹی نے پوچھا۔ تم میرا نام کس طرح جانتے ہو؟

آواز نے کہا۔ میں اپنی لاش کی روح ہوں۔ چونکہ میں نے ساری زندگی کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اور کبھی کوئی برا کام نہیں کیا اس لئے میں ایک نیک روح ہوں اور جو کوئی میرے قریب آتا ہے مجھے اس کے بارے میں سب کچھ معلوم ہو جاتا ہے

میں جان گیا ہوں کہ تم کیٹی ہو اور تم کسی دوسرے سیارے سے اس زمین پر آئی ہو۔

کیٹی نے پوچھا۔ کیا تم یہ بھی جانتے ہو کہ ناگ عنبر اور ماریا کہاں ہیں؟

آواز نے کہا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اس سے زیادہ نہیں جانتا۔

کیٹی نے کہا۔ تم کون ہو اور میرے یہاں آنے پر خوش کیوں ہو؟

آواز نے کہا۔ کیٹی! آج سے بیس برس پہلے اس وادی میں ایک بڑا خوشحال قبیلہ آباد تھا۔ اس قبیلے کے سردار کا نام مکو بال تھا۔ میں اس سردار کا بیٹا تھا۔ ہمارا قبیلہ شکار پر گزارا کرتا۔ ہم لوگ جنگل میں جا کر شکار کھیلتے اور شکار کا گوشت ہی بھون کر کھاتے تھے۔ ہمارے قبیلے میں کبھی کسی آدمی یا عورت نے جھوٹ نہیں بولا تھا۔ کبھی کسی نے کسی کا خون نہیں کیا تھا۔ ہم بڑوں کی عزت کرتے تھے اور ماں باپ کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے ہمارے ذہن بڑے پاک تھے اور ہمارے دلوں میں کبھی کوئی برا خیال نہیں آیا تھا لیکن ایک دن ایسا ہوا کہ....

کیٹی نے کہا۔ کیا تم مجھے انسانی شکل میں تبدیل نہیں کر سکتے؟

رشی بال کی روح اور بن مانس

آواز نے کہا ۔ ہاں ۔ مگر ابھی نہیں ۔ پہلے تم میری درد بھری کہانی سنو ۔ اس کے بعد تم انسانی شکل بھی حاصل کر سکو گی ۔ تو میں تمہیں کہہ رہا تھا کہ ہمارا قبیلہ بڑی خوش حالی اور نیکی کی زندگی بسر کر رہا تھا کہ ایک کمینہ اور بُرے کردار والا آدمی ہمارے قبیلے میں آگیا ۔ یہ شخص کالا علم جانتا تھا اور جادوگری کرتا تھا ۔ یہ ہمیشہ جھوٹ بولتا ۔ بری باتیں سوچتا اور لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت کے جذبات بھڑکاتا ۔ لوگ آپس میں دشمنیاں کرنے لگے ۔ ایک دوسرے کے قتل شروع ہو گئے ۔ قبیلے کا ہر آدمی گناہ کی دلدل میں دھنستا چلا گیا ۔ قبیلے کے سردار یعنی میرے باپ نے لوگوں کو نیکی کی تلقین کی اور انہیں برائیوں سے روکا اس بدکار اور بُرے کردار والے آدمی نے لوگوں کے دلوں کو برائی کے شکنجے میں جکڑ رکھا تھا ۔ ان پر میرے باپ کی نصیحت کا کوئی اثر نہ ہوا ۔ قبیلے میں چوری ڈاکہ قتل اور دوسری برائیاں

اسی طرح ہوتی رہیں ۔ مگر میں ان برائیوں سے بالکل پاک رہا ۔ مجھ پر اپنے باپ کی نیک اور پاکیزہ زندگی کا بڑا اثر تھا لیکن مجھ میں ایک برائی ضرور آگئی تھی اور وہ یہ تھی کہ میں اپنی ماں کو بہت تنگ کرنے لگا تھا ۔ اس کا کہا نہیں مانتا تھا ۔ اس کے آگے گستاخی کرتا تھا ۔ ایک بار تو میں نے اپنی ماں کو گالی بھی دے دی تھی ۔ چنانچہ جب ایک روز اس قبیلے پر خدا کا غضب نازل ہوا تو میں بھی اس کی لپیٹ میں آگیا

ایسا ہوا کہ ایک رات طوفان کی آندھی چلی ۔ یہ آندھی نہیں کوئی بھیانک طوفان تھا جس نے سارے مکانوں کو انسانوں کے ساتھ ہی تنکوں کی طرح اڑا دیا ۔ سوائے میرے نیک ماں باپ کے قبیلے کے سارے کے سارے لوگ اس آندھی میں سینکڑوں فٹ بلند ہو کر ہواؤں میں اڑتے چلے گئے اور پھر فضاؤں میں ہی ان پر بجلیاں گریں اور وہ فنا ہو گئے ۔ میں اڑتا ہوا اپنے قبیلے کی وادی میں ہی آسمان پر چکر کھانے لگا اور کافی بلندی پر چلا گیا ۔ پھر جیسے کسی نے مجھے اوپر سے نیچے پھینک دیا ۔ میں ٹھیک اس جگہ گرا جہاں اس وقت تم اور میری لاش موجود ہے ۔ مجھے ماں کو گالی دینے کی سزا مل چکی تھی اور میں ایک لاش میں تبدیل ہو کر اس تختے پر پڑا تھا ۔ مگر میری روح زندہ تھی اور میری دوسری نیکیوں کی وجہ سے میں اپنی لاش

کے قریب آکر اسے دیکھ سکتا تھا اور بچے کے رونے کی آواز نکال کر کسی باہر کے آدمی کو اپنی طرف بلا بھی سکتا تھا۔ مگر جب بھی کوئی میری بچے ایسی رونے کی آواز سنتا تو غش کھا کر گر پڑتا یا مر جاتا....

کیٹی نے پوچھا۔ تم بچے کی آواز کس لئے نکالا کرتے تھے؟

نوجوان کی آواز نے کہا۔ اس لئے کہ میرے ماں باپ ابھی تک زندہ ہیں اگرچہ وہ بوڑھے ہو چکے ہیں مگر وہ اس امید پر زندہ ہیں کہ شاید کبھی ان کا بچھڑا ہوا بیٹا رشی بال — یہ میرا نام ہے — انہیں واپس مل جائے۔ کیونکہ انہیں یقین ہے کہ آندھی میں ان کا نوجوان بیٹا اڑ کر کسی دوسرے ملک میں پہنچ چکا ہے اور ایک نہ ایک دن ان سے ملنے ضرور ان کے پاس آئے گا۔

کیٹی نے پوچھا۔ تو کیا تم واپس اپنے بوڑھے ماں باپ کے پاس جانا چاہتے ہو۔

خوبصورت نوجوان رشی بال کی آواز آئی۔ "کاش میں ایسا کر سکتا۔ مگر میں مر چکا ہوں۔ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ میں خود ان کے پاس نہیں جا سکتا۔ لیکن مجھے میری باقی نیکیوں کے صلے میں اتنی اجازت دے دی گئی ہے کہ اگر کوئی انسان میری لاش کے پاس زمین کے اندر آجائے تو میں اسے اپنی شکل

دے کر اپنے ماں باپ کے پاس بھیج سکتا ہوں۔ زمین کے اندر کسی انسان کا آنا ناممکن بات تھی۔ لیکن خدا نے میری فریاد سن لی اور ایک ناممکن کو ممکن کر دکھایا اور تم ایک انسان ہوتے ہوئے ایک سانپ کی شکل میں میری لاش کے پاس زمین کے اندر آگئیں۔

کیٹی نے پوچھا۔ ریشی بال! کیا تم مجھے اپنی شکل دے کر اپنے ماں باپ کے پاس بھیجو گے؟

ریشی بال کی آواز آئی۔ ہاں کیٹی۔

مگر کس لئے؟ اس کا مقصد کیا ہے۔ کیٹی نے سوال کیا؟

آواز نے جواب دیا۔ میرے بوڑھے ماں باپ اگر میری لاش دیکھ لیتے تو شاید انہیں صبر آجاتا مگر انہوں نے میری لاش دیکھی ہی نہیں۔ اس لئے انہیں ابھی تک یقین ہے کہ میں زندہ ہوں اور آندھی والی رات کو طوفانی ہوائیں اڑا کر مجھے کسی دوسرے ملک میں لے گئی ہیں اور میں ایک نہ ایک دن ان کے پاس ضرور آجاؤں گا۔ وہ اسی امید پر زندہ ہیں کہ مجھ سے ان کی یہ دردناک حالت دیکھی نہیں جاتی میں خود اپنی لاش میں داخل ہو کر ان کے پاس نہیں جا سکتا۔ اگر میں ایسا کر سکتا تو تمہیں تکلیف نہ دیتا۔ اب تمہیں میری خاطر میرا حلیہ بدل کر، میری شکل میں آکر میرے ماں باپ کے پاس

جانا ہوگا اور تم یہی ظاہر کرو گی کہ تم طوفانی ہواؤں میں اڑ کر ملک
مصر میں جا پہنچے تھے اور اب وہاں سے اپنے ماں باپ
سے ملنے آئے ہو اور تم زندہ ہو۔

کیٹی نے کہا۔ لیکن یہ ...... میرا مطلب ہے میں کب تک
اس حالت میں رہوں گی۔

رشی بال کی آواز نے کہا" میرے ماں باپ کافی بوڑھے
ہو چکے ہیں۔ وہ زیادہ سے زیادہ دو ایک برس اور زندہ
رہیں گے۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ مجھ سے ملنے کی حسرت
لے کر اس دنیا سے رخصت ہوں۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ
وہ اس دنیا میں ہی اپنے بیٹے سے مل لیں اور خوشی خوشی
اس دنیا سے رخصت ہوں۔ کیا تم ایک غم زدہ بیٹے اور دکھی
ماں باپ کے لئے یہ قربانی نہیں کرو گی؟

کیٹی نے کہا۔ ضرور کروں گی رشی بال۔ لیکن جب تمہارے
ماں باپ خوشی خوشی اس دنیا سے چلے جائیں گے تو میرا کیا ہوگا
تو کیا میں واپس اپنی شکل میں آ جاؤں گی یا پھر سانپ بن جاؤں
گی؟ میں سانپ نہیں بننا چاہتی۔

رشی بال نے کہا۔ نہیں کیٹی۔ تم اس کے بعد واپس سانپ
کی شکل میں نہیں آؤ گی۔ تم اپنی اصل یعنی کیٹی کی شکل اختیار کر
سکو گی مگر اس کے لئے تمہیں ایک اور کام کرنا ہوگا؟

وہ کیا ہے؟ کیٹی نے پوچھا

رشی بال نے کہا" جب میرے ماں باپ اس دنیا سے اگلی
دنیا میں چلے جائیں تو تم جنگل میں اسی جگہ آ جانا۔ میری روح تمہیں
ملے گی۔ وہ تمہیں ایک غار میں لے جائے گی۔ جہاں اس بدکردار
آدمی کی لاش پڑی ہے۔ جس نے ہمارے قبیلے کے نیک لوگوں
کو برائی اور گناہ کے کیچڑ میں پھینک دیا تھا اور جس کی وجہ
سے ہمارے قبیلے پر خدا کا غضب نازل ہوا۔

میں اس بدکردار کی لاش پر جا کر کیا کروں گی۔

رشی بال کی آواز نے کہا۔ تم کچھ نہیں کرو گی۔ سب کچھ میں کروں
گا۔ میں اس بدکردار آدمی کی لاش کو ایک ایسے بن مانس
میں تبدیل کر دوں گا جس کا منہ سر اور سارا جسم بن مانس کا
ہوگا مگر ٹانگیں انسان کی ہوں گی۔ اور وہ ریچھ کی طرح جھک
کر اپنے اگلے بازوؤں پر چلے گا۔ تم میری شکل میں اس
بدکردار انسان کی زندہ بن مانس کی شکل والی لاش کو لے کر
وادی میں اکتالیس دن گھومو گی اور دوسرے گاؤں اور بستیوں
میں جا کر لوگوں کو بتاؤ گی کہ یہ وہ بُرا انسان تھا جس نے دوسرے
لوگوں کو نیکی کے راستے سے بھٹکا کر برائی کے راستے پر ڈالا
اور لوگ اس پر لعن طعن کریں گے اس کے بعد بیالیسویں روز
تم واپس اسی جگہ آ جاؤ گی جہاں تم اس وقت ہو۔ اس کے بعد

میرے اندر وہ طاقت پیدا ہو جائے گی کہ میں اشارہ کروں گا اور تم اصلی کیٹی بن جاؤ گی۔

کیٹی نے کہا۔ مجھے منظور ہے میں تمہاری شکل اختیار کر کے تمہارے ماں باپ کے پاس جانے کو تیار ہوں مگر تمہیں اپنے اور اپنے ماں باپ کے بارے میں مجھے سب کچھ بتانا ہو گا کہ بچپن میں تمہیں کس نام سے پکارا جاتا تھا اور تمہاری والدہ کا کیا نام ہے اور تمہارے دوسرے رشتہ داروں کے کیا نام تھے۔

رشی بال کی آواز نے کہا۔ " وہ میں سب کچھ تمہارے ذہن میں ڈال دوں گا۔ تم کوئی شے نہ بھلا سکو گی۔ اب تم ایسا کرو کہ میری لاش کے سرہانے کی طرف آکر لاش کے برابر زمین پر سیدھی لیٹ جاؤ"

کیٹی جو سانپ کی شکل میں تھی اپنی جگہ سے رینگتی ہوئی لاش کے سرہانے کی طرف گئی اور رشی بال کی خوبصورت لاش کے برابر زمین پر لیٹ گئی۔ رشی بال کی آواز آئی۔

اپنی آنکھیں بند کر لو کیٹی۔ تم میرا قالب اختیار کرنے والی ہو

کیٹی نے اپنی سانپ کی آنکھیں بند کر لیں۔ وہ ایک سانپ تھی جو لاش کے برابر زمین پر بالکل سیدھا لیٹا ہوا تھا۔ کیٹی کا ذہن آہستہ آہستہ کام کر رہا تھا۔ اسے محسوس ہوا کہ اس کے

جسم میں کوئی تبدیلی پیدا ہو رہی ہے۔ رشی کی آواز نے اسے آنکھیں کھولنے سے منع کر دیا تھا۔

جب تک میں نہ کہوں تم اپنی آنکھیں مت کھولنا

کیٹی کا سانپ کا جسم کپکپانے لگا۔ پھر اسے اپنے بازوؤں اور ٹانگوں کا احساس ہوا۔ اس نے اپنے بند منہ کے اندر زبان پھیری تو اسے انسانی لامت محسوس ہوتے وہ انسان کی شکل اختیار کر چکی تھی۔ رشی بال کی آواز آئی

کیٹی۔ اب تم آنکھیں کھول کر کھڑی ہو سکتی ہو!

کیٹی نے اپنی آنکھیں کھول کر اپنے جسم کو دیکھا۔ وہ ہوبہو رشی بال کی شکل اختیار کر چکی تھی۔ وہ ایک ہی جیسے انسان تھے ایک کی لاش پڑی تھی اور دوسرا اس کے ساتھ ہی زندہ پڑا تھا۔ کیٹی اٹھ کر کھڑی ہو گئی اس کا جسم ایک خوبصورت مرد کا جسم بن چکا تھا۔ وہ رشی بال بن چکی تھی۔ کبھی وہ اپنے جسم کو دیکھتی اور کبھی رشی بال کی لاش کو دیکھتی۔ دونوں میں رتی برابر بھی فرق نہیں تھا۔ سوائے اس کے کہ ایک مردہ تھا اور دوسرا زندہ تھا۔ رشی بال کی آواز آئی۔

کیٹی! تم میرا روپ اختیار کر چکی ہو۔ اب تم رشی بال ہو۔ تم میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تمہیں میرے بارے میں سب کچھ یاد آگیا ہو گا۔ تمہیں یہ بھی پتہ چل گیا ہو گا کہ مجھے

بچپن میں کس نام سے پکارا جاتا تھا اور میرے دل میں کس کس طرح کی یادیں ہیں ۔

کیٹی نے کہا - ہاں رشی بال ! تمہارے بارے میں مجھے سب کچھ یاد آگیا ہے - میں تمہاری ہو بہو تصویر ہوں ۔ مجھ میں اور تجھ میں اب کوئی فرق نہیں رہا ۔ میں تمہاری ہی طرح خوبصورت اور حسین جوان بن گئی ہوں ۔

رشی بال نے کہا - اب تم اس غار کے جنوب کی طرف جاؤ گی تو تمہیں ایک دروازہ ملے گا جو تمہیں اس غار سے باہر نکال دے گا ۔ اس وقت باہر وادی میں صبح ہو رہی ہے ۔ تم اس وادی سے گزر کر پہاڑی کی دوسری طرف جاؤ گی تو تمہیں ایک بستی ملے گی ۔ اسی بستی میں میرے بوڑھے ماں باپ ایک مکان میں رہتے ہیں ۔ تم ان کے پاس رشی بال بن کر جاؤ گی اور جو میں نے تمہیں بتایا ہے اسی طرح کرو گی ۔

کیٹی نے جواب دیا ۔ میں ویسا ہی کروں گی جیسا تم نے مجھے بتایا ہے ۔

رشی بال کی آواز نے کہا - کیٹی ! میں تمہارا یہ احسان قیامت تک یاد رکھوں گا ۔ تم میرے لئے بڑی قربانی کر رہی ہو ۔ تم میرے ماں باپ کے پاس ان کا جوان بیٹا رشی بال بن کر رہو گی اور جب میرے ماں باپ اس دنیا سے رخصت ہو

جائیں تو تم اسی جگہ واپس آجانا ۔ یہاں میری روح تم سے ملاقات کرے گی اور پھر میں تمہیں قبیلے کے اس بدکردار آدمی کی لاش کے پاس لے چلوں گا ۔ جس نے میرے قبیلے کے آدمیوں کو گناہ کی دلدل میں پھنسایا اور ان کی تباہی کا باعث بنا ۔ اب تم جاؤ ۔ میرے بوڑھے ماں باپ تمہارا انتظار کر رہے ہیں ۔ خدا تمہاری حفاظت کرے ۔"

کیٹی ، خوبصورت نوجوان رشی بال کی شکل میں غار میں سے باہر نکل آئی ۔ باہر جنگل میں سنہری دھوپ پھیلی ہوئی تھی ۔ کیٹی نے ایک بار پھر اپنے جسم کو دیکھا ۔ اس کا جسم ایک حسین اور طاقتور نوجوان کا جسم تھا ۔ کمر کے گرد سوکھی گھاس کا گھٹنوں سے اوپر تک کپڑا بندھا تھا جس کے ساتھ چمڑے کی پیٹی تھی اور پیٹی کے ساتھ بیل کا سینگ لٹک رہا تھا ۔ کیٹی کے ہاتھ میں ایک نیزہ بھی آگیا تھا ۔ بازو پر سونے کا کڑا بندھا تھا اور کلائی پر فولادی کنگن تھا ۔ پاؤں میں یونانی چپل تھی جس کے چمڑے کے تسمے گھٹنوں تک چڑھے ہوئے تھے اس کے گلے میں بھی سونے کا کنٹھا پڑا تھا ۔

کیٹی جنگل میں خوبصورت رشی بال کی شکل میں گزرتی ہوئی پہاڑی کی طرف چل پڑی ۔ پہاڑی کی دوسری طرف اسے ایک بستی نظر آئی ۔ اس بستی میں رشی بال کے بوڑھے ماں باپ

رہتے تھے۔ کیٹی نیزہ ہاتھ میں تھامے بڑی شان سے
بستی میں داخل ہوئی تو بستی کے لوگوں اور عورتوں نے اسے
گھیر لیا اور خوشی سے نعرے لگانے لگے کہ رشی بال زندہ
ہے۔ سردار مکو بال کا خوبصورت بیٹا رشی بال واپس آگیا
ہے۔ رشی بال کے بوڑھے ماں باپ بھی اپنی جھونپڑی سے
باہر آ گئے۔ کیٹی نے دیکھا کہ دونوں کافی بوڑھے ہو چکے تھے۔
جوان بیٹے کی گمشدگی کے غم نے انہیں بہت کمزور کر دیا تھا
سردار مکو بال نے اپنی آنکھوں کے اوپر ہتھیلی کا چھجہ سا بنا
کر اپنے جوان اور خوبصورت بیٹے کو دیکھا اور فوراً پہچان
لیا۔ رشی بال کی بوڑھی ماں کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو چمک
رہے تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو گلے لگا لیا۔ ہر طرف
خوشیاں برسنے لگیں۔ بوڑھے میاں بیوی بار بار اپنے
بیٹے کو چوم رہے تھے۔ کیٹی نے انہیں بتایا۔

پیارے امی ابا۔ اس رات تیز آندھی کے طوفان نے
مجھے اڑا کر ایک اجنبی ملک میں پھینک دیا۔ میں اس ملک
میں ایک عرصے تک بھٹکتا رہا اور مجھے واپسی کی راہ نہیں
مل رہی تھی اب خدا مجھ پر مہربان ہوا اور مجھے صحرا اور جنگل
میں اپنے گھر کا راستہ مل گیا اور میں آپ کے قدموں میں
پہنچ گیا۔ اب آپ کو کوئی غم نہیں ہونا چاہیئے۔ آپ کا پیارا

بیٹا رشی بال آپ کے پاس آگیا ہے۔ میں آپ کی ساری
زندگی خدمت کروں گا۔

بوڑھے ماں باپ اپنے خوبصورت جوان بیٹے رشی بال
کو دیکھ دیکھ کر نہال ہو رہے تھے۔ ان کی زندگیوں کے اندھیرے
دور ہو گئے تھے اور خوشیوں کی کرنیں چمکنے لگی تھیں۔ دوسرے
دن بستی میں ایک زبردست جشن منایا گیا۔ اس جشن
میں رشی بال کے بوڑھے باپ نے اپنے بیٹے کو قبیلے کا سردار
بنانے کا اعلان کیا۔ بستی کے لوگ بڑے خوش ہوئے کہ انہیں
اپنے قبیلے کا جوان سردار مل گیا ہے۔ ہر کوئی خوشی سے رقص کر
رہا تھا۔ بکرے قربان کیے گئے۔ رشی بال کے سر پر پھولوں اور
جواہرات سے دمکتا ہوا قبیلے کا تاج رکھ دیا گیا۔

کیٹی نے رشی بال کی صورت میں اپنے بوڑھے ماں باپ کے
پاس رہنا شروع کر دیا۔ کیٹی کو اب ان بوڑھے ماں باپ کی موت
کا انتظار تھا۔ وقت گزرتا چلا گیا۔ لیکن ابھی دو ماہ ہی گزرے
تھے کہ ایک دن رشی بال کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ کیٹی کو بڑا
افسوس ہوا اور خوشی بھی ہوئی۔ بیوی کے مرنے کے دس روز بعد
رشی بال کا باپ بھی اللہ کو پیارا ہو گیا۔ اس نے اپنے
بیٹے کے زانو پر سر رکھے ہوئے موت کا سفر شروع کیا
تھا اور مرتے وقت وہ بہت خوش تھا کہ اس کا جوان

بیٹا اس کے پاس تھا

کیٹی اب فارغ ہو گئی تھی۔ کچھ روز اس بستی میں بسر کرنے کے بعد ایک رات جبکہ چاروں طرف خاموشی اور اندھیرے کا راج تھا۔ کیٹی بستی سے نکل کھڑی ہوئی

رشی بال کا مشن ختم ہو گیا تھا

اور وہ واپس رشی بال کی روح سے ملاقات کرنے جنگل کی طرف جا رہی تھی۔ کیٹی جنگل میں آدھی رات کو اس جگہ پہنچ کر رک گئی جہاں رشی بال کی روح نے اسے آنے کے لئے کہا تھا۔

کیٹی کو وہاں کھڑے ہوئے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ اسے رشی بال کی روح کی آواز سنائی دی۔

کیٹی! مجھے اپنے ماں باپ کی موت کا افسوس بھی ہے مگر خوشی بھی ہے کہ وہ اپنے گمشدہ بیٹے کا غم ساتھ لے کر نہیں مرے۔ بلکہ انہوں نے اپنے بیٹے کی ساری خوشیاں دیکھ لی تھیں اور اپنے بیٹے کی آغوش میں موت کا جام پیا۔ میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں'

کیٹی نے کہا۔ یہ میرا انسانی فرض تھا جو میں نے پورا کیا، مجھے خوشی ہے کہ میں دو بوڑھے انسانوں کی مسرتوں کا باعث

بنی۔ اب میں چاہتی ہوں کہ تم مجھے میرا دوسرا فرض پورا کرنے کا موقع دو''

رشی بال کی روح نے کہا۔ ہاں .... میرے ساتھ آؤ۔ تم مجھے دیکھ نہیں سکتیں مگر میں تمہارے بالکل قریب ہوں۔ اس غار کے پیچھے ایک ویران جگہ ہے جہاں کسی پرانے کھنڈر کے پتھر بکھرے ہوئے ہیں۔ تم اس جگہ آؤ یہاں میں تمہیں اس بدکردار آدمی کی قبر دکھاؤں گا جس میں اس کی لاش پڑی ہے اس قبر میں سے میں اس بدکردار برے آدمی کی لاش کو ایک بن مانس کے روپ میں باہر نکالوں گا۔ تم اسے ساتھ لے کر پورے اکتالیس روز بستی میں گھومو گی اور جو میں نے کہا ہے ویسا ہی کرو گی۔ بیالیسویں روز تم اس بن مانس کو لے کر اسی جگہ واپس آجاؤ گی۔

کیٹی نے کہا۔ میں تیار ہوں۔

رشی بال کی روح نے کیٹی کو ساتھ لیا اور غار والی پہاڑی کے عقب میں جو ویران علاقہ تھا وہاں آگئی۔ کیٹی نے دیکھا کہ یہاں پتھر اور اینٹیں بکھری ہوئی تھیں۔ رشی بال کی روح کی آواز سنائی دی۔

تمہیں ان بکھرے ہوئے پتھروں میں ایک جگہ اینٹوں کا ڈھیر نظر آ رہا ہے کیٹی؟

کیٹی نے کہا۔ ہاں! میں اس ڈھیر کو دیکھ رہی ہوں۔
رشی بال کی روح نے کہا "یہی اس خبیث شیطان کی قبر ہے۔ تم اس کی قبر کے پاس جاکر کھڑی ہو جاؤ۔ میں منتر پڑھوں گا یہ بدکردار آدمی بن مانس کی شکل میں قبر میں سے باہر نکل آئے گا۔

کیٹی قبر کے ڈھیر کے پاس جاکر کھڑی ہوگئی۔ رشی بال کی روح نے منتر پڑھنے شروع کر دیئے۔ پندرہ منٹ کے بعد قبر ہلنے لگی۔ اینٹیں ادھر ادھر گرنے لگیں۔ پھر کیٹی کو کسی جانور کی غراہٹ کی آواز آئی۔ کیٹی رشی بال کی شکل میں غور سے قبر کو دیکھ رہی تھی۔ قبر کی اینٹیں گر کر الگ ہوگئیں اور پھر اس کے اندر سے ایک بن مانس نکل آیا۔
اس کا سر بہت بڑا تھا اور سارے جسم پر گھنے بال تھے گردن اور سر کے گرد لمبے لمبے سرخ بال تھے۔ آنکھیں وحشی تھیں اور نتھنے بن مانس کے نتھنوں ایسے چوڑے تھے۔ اس کا سارا جسم بن مانس کا تھا مگر ٹانگیں انسان کی تھیں۔ وہ ڈراونے بندر کی طرح جھکا ہوا تھا اور دونوں بازو زمین پر لگے ہوئے تھے۔ بن مانس اپنا بھاری بھرکم سر ہلاتا خرخر کرتا۔ غراتا۔ کیٹی کے پاؤں کے پاس سر جھکا کر کھڑا ہوگیا۔ رشی بال کی آواز آئی
کیٹی۔ یہ وہی بدکردار خبیث آدمی ہے۔ جس نے

بستی کے لوگوں کو برائیاں سکھائی تھیں اور جس کی وجہ سے بستی کے لوگ تباہ و برباد ہوگئے۔ اب یہ تمہارا غلام ہے اور تمہارے اشاروں پر چلے گا۔ اس کو لے کر بستی میں جاؤ اور اکتالیس روز تک اسے لوگوں میں گھماؤ اور انہیں بتاؤ کہ یہ وہی شیطان ہے جس نے ان کے ساتھیوں کو گناہ کی تاریکیوں میں دھکیل دیا تھا۔ یہی اس کی سزا ہے جب اکتالیس دن پورے ہو جائیں تو اس شیطان بن مانس کو لے کر اسی جگہ آجانا۔ میں اسی جگہ ملوں گا۔
کیٹی نے کہا۔ ایسا ہی ہوگا۔ رشی بال!
وہ ویران علاقے سے جنگل کی طرف چلی تو انسانی بن مانس خرخر کرتا۔ حلق سے عجیب عجیب تکلیف دہ آوازیں نکالتا بندر کی طرح پھدکتا چاروں ہاتھ پیروں پر کیٹی کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ سورج کے نکلنے کے ساتھ ہی کیٹی اس انسانی بن مانس کو ساتھ لے کر بستی میں داخل ہوئی۔
رشی بال کے ساتھ ایک انسانی بن مانس کو دیکھ کر لوگ اپنے اپنے گھروں کے باہر نکل آئے اور حیرت سے اسے تکنے لگے۔ ایک بوڑھے آدمی نے پوچھا
سردار رشی بال! یہ بن مانس تم کہاں سے پکڑ لائے ہو۔ اس کا آدھا دھڑ انسان کا اور باقی بن مانس کا ہے۔

رشی بال (یعنی کیٹی) نے لوگوں کو ایک جگہ اکٹھا کیا اور
بن مانس کی طرف اشارہ کر کے کہا
"بستی کے لوگو! اس بن مانس کی مکروہ صورت کو غور
سے دیکھو۔ یہ وہی خبیث شیطان ہے جو کبھی انسانی شکل
میں ہماری تباہ ہو جانے والی بستی میں داخل ہوا تھا اور اس
نے برائی اور بدکاری کے سارے گُر ہمارے لوگوں کو
سکھائے تھے۔ جس کی وجہ سے قدرت نے ایک دن ہماری
بستی کو برباد کر دیا۔ اس شخص کو اس کے گناہوں کی یہ سزا
ملی ہے کہ یہ بن مانس کی شکل میں میرے ساتھ زندہ ہے
اور ہمیشہ اسی شکل میں زندہ رہے گا۔ یہاں تک کہ اس کے
گناہوں کے سارے داغ نہیں دھل جاتے۔ میں اسے اس
لئے لے کر تمہارے پاس آیا ہوں کہ اس سے عبرت حاصل
کرو اور یہ بات کبھی نہ بھلانا کہ جو کوئی برائی کے راستے پر
چلتا ہے اس کا انجام یہی ہوتا ہے۔ جو اس خبیث کا ہوا۔
بُرے کاموں سے ہمیشہ بچتے رہنا۔ اور ہمیشہ نیک کام کرنا
تاکہ تم پر خدا کی رحمتیں نازل ہوں۔ تمہارے گھر اور تمہاری
بستی پھلے پھولے اور تمہاری نسلیں سلامت رہیں۔
بستی کے لوگوں نے اس بن مانس پر پتھر پھینکے اور
لعن طعن کی۔ انسانی بن مانس چیخنے چلانے لگا۔ شاید وہ

اپنی زبان میں کہہ رہا تھا کہ اے خدا میرے گناہ معاف
کر دے۔ اب میں کبھی کوئی بُرا کام نہیں کروں گا۔ لیکن
قدرت کا فیصلہ ہو چکا تھا اور اسے اپنی برائیوں کی سزا
کو پورا کرنا تھا۔

کیٹی رشی بال کی شکل میں اس بن مانس نما انسان کو لے
کر دوسری بستیوں میں بھی گئی اس نے ہر بستی میں جا کر لوگوں
کو عبرت دلائی۔ برے کاموں سے روکنے کی تلقین کی اور
اس بدکردار آدمی کے انجام سے لوگوں کو ڈرایا۔ اس طرح
پھرتے پھراتے جب کیٹی کو اکتالیس روز پورے ہو گئے۔
تو وہ بیالیسویں دن بن مانس کو ساتھ لے کر واپس جنگل
میں اسی مقام پر آگئی جہاں رشی بال نے اسے آنے کے
لئے کہا تھا۔

رشی بال کی روح اس جگہ پہلے ہی سے موجود تھی اور
کیٹی کی راہ دیکھ رہی تھی جونہی کیٹی رشی بال کی شکل میں بن مانس
کو لے کر وہاں پہنچی، رشی بال کی روح نے اس سے ہمکلام
ہوتے ہوئے کہا۔

شاباش میری بہن! تم نے اپنا فرض بڑی خوش اسلوبی
سے نبھایا۔ تم نے انسانوں کو نیکی کی راہ دکھائی اور انہیں
برائی کے انجام سے ڈرایا۔ قدرت تم پر خوش ہے۔ میری

روح بھی بہت خوش ہے۔ اب اس بن مالنس کی قبر
پر چلو۔"
کیٹی ویران علاقے میں قبر کے پاس آکر رک گئی۔
رشی بال کی روح نے کہا،"
قبر سے پانچ فٹ پیچھے ہٹ کر کھڑی ہو جاؤ اور اس
بن مالنس کو اسی جگہ کھڑا رہنے دو۔"
کیٹی نے ایسا ہی کیا۔ بن مالنس اپنی قبر کے گڑھے کو غور
سے دیکھ رہا تھا۔ کسی وقت وہ آسمان کی طرف اپنا منہ
اٹھا کر خُر خُر اور غراہٹ کی آوازیں نکالتا۔ رشی بال
کی روح کی آواز گونجی۔
"اے شیطان روح! واپس اپنی قبر میں داخل ہو جا اور
اپنے عذاب کے دن پورے کر۔۔۔۔"
بن مالنس اپنے آپ قبر کے گڑھے کے کنارے آکر
رک گیا پھر جیسے کسی غیبی ہاتھ نے اسے دھکا دیا اور وہ قبر
میں گر پڑا۔ اس کے حلق سے ایک بھیانک چیخ بلند
ہوئی۔ قبر اسے اپنے اندر نگلنے کے بعد بند ہو گئی اور
اینٹوں کا ڈھیر اسی طرح سے بن گیا۔
"رشی بال کی روح کی آواز آئی۔" کیٹی! تمہارا کام ختم
ہو چکا ہے۔"

کیٹی نے کہا" کیا اب تم اپنا وعدہ پورا نہیں کرو گے؟
اور مجھے پھر سے میری عورت کی شکل میں واپس نہیں
لاؤ گے؟
رشی بال کی روح نے کہا۔" کیوں نہیں۔ نیک انسان
اور نیک روحیں اپنا وعدہ ہمیشہ پورا کرتی ہیں۔ اس قبر
کے سرہانے آنکھیں بند کر کے بیٹھ جاؤ۔
کیٹی آگے بڑھی۔ قبر کے سرہانے آنکھیں بند کر کے بیٹھ
گئی۔ رشی بال کی روح کی آواز آئی۔
" میں جا رہا ہوں کیٹی بہن۔ جب تمہیں میری آواز سنائی
دینا بند ہو جائے گی تو تم اپنی اصل شکل میں واپس آ جاؤ گی"
خدا حافظ بہن! تمہارا احسان مجھے ہمیشہ یاد رہے گا"
رشی بال کی آواز خاموش ہو گئی۔ کیٹی نے آنکھیں بند
کیے رشی بال کو آواز دی۔ مگر اسے کوئی جواب نہ ملا۔ وہ سمجھ
گئی کہ رشی بال کی روح واپس جنت میں جا چکی ہے۔ اس نے
آنکھیں کھول دیں اور یہ دیکھ کر خوشی سے اچھل پڑی کہ
وہ رشی بال کی بجائے پھر سے کیٹی بن چکی ہے۔ وہی نیلی
آنکھیں جو ابھی چوکور نہیں تھیں اور سنہری بال۔ وہ بہت خوش
ہوئی۔ اس نے رشی بال کو بلند آواز سے پکار کر اس کا شکریہ
ادا کیا مگر رشی بال کی روح کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔

کیٹی اپنے اصلی انسانی جسم کو بار بار خوش ہو کر دیکھ رہی تھی
اس کے دل میں چٹکی بجانے کا خیال آیا مگر وہ ڈر گئی کہ کہیں
وہ پھر کوئی سانپ یا پرندہ نہ بن جائے۔ اس نے بلند آواز
سے کہا۔

"میرے جن دوست! تم میرے کام نہ آئے لیکن ایک
نیک روح نے مجھے پھر سے انسانی شکل عطا کر دی۔

جن دوست کی طرف سے بھی کوئی جواب نہ ملا۔ کیٹی
کو اب ناگ عنبر اور ماریا کا خیال ستانے لگا اور وہ خدا
کا نام لے کر ان کی تلاش میں ایک طرف چل پڑی۔ ابھی تک
اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہ کس ملک میں ہے اور کس
طرف چلی جا رہی ہے۔

یہ عورت سانپ ہے

دوبارہ اپنی شکل میں آکر کیٹی بڑی خوش تھی۔
لیکن آگے کیا مصیبت اس کا انتظار کر رہی تھی؟ اس
کو کچھ معلوم نہ تھا۔ وہ ریشمی بال کے جنگلی علاقے سے نکل کر
ایک چٹیل میدان میں داخل ہو گئی جہاں زمین ریتلی تھی مگر
پتھر کی طرح سخت تھی۔ شام تک کیٹی اس پتھریلے میدان
میں سفر کرتی رہی۔ سورج غروب ہونے سے ذرا پہلے وہ ایک
صحرا میں داخل ہوئی جہاں ریت کے ٹیلے بھی تھے اور کہیں کہیں
درخت بھی اُگے ہوئے تھے۔ کیٹی نے اندازہ لگایا کہ وہ
افریقہ کے ملک میں ہی ہے اور یہ شمالی افریقہ کا صحرا شروع
ہوا ہے۔ وہ سوچتی کہ خدا جانے ناگ عنبر اور ماریا سے
کیسے اور کب تک ملاقات ہوگی۔ وہ تو بس چلی جا رہی تھی۔
اس کی جگہ کوئی دوسری عورت ہوتی تو تھکان اور بھوک پیاس
سے اب تک مر چکی ہوتی اور پتھریلی ریت پر چل چل کر
اس کے پاؤں زخمی ہو گئے ہوتے۔ مگر کیٹی خلائی لڑکی تھی

اور اسے نہ تھکان ستاتی تھی نہ بھوک اور نہ پیاس ہی تنگ کرتی
تھی۔ شام کی آمد آمد تھی صحرا میں گرمی کم ہو گئی تھی
ٹھنڈی ہونے لگی تھی۔ سورج صحرائی ٹیلوں کے پیچھے چھپتا
چلا جا رہا تھا۔ ریت کے چھوٹے چھوٹے ٹیلوں کے سائے
لمبے ہو کر شام کی سرمئی سیاہی میں گم ہونے لگے تھے۔ کیٹی نے
کچھ فاصلے پر ایک جگہ بہت سے درخت اور دو اونٹ
کھڑے دیکھے۔ اس نے سوچا کہ شاید مسافروں نے پڑاؤ
ڈال رکھا ہے۔ چل کر پوچھتے ہیں کہ یہ کونسا صحرا ہے
اور اس کے آگے کونسا ملک ہے۔

اس جگہ درختوں میں دو اونٹ درختوں کے نیچے اگی ہوئی
خشک گھاس چر رہے تھے ان کے قریب ہی دو آدمی جو ادھیڑ
عمر کے تھے اور جن میں سے ایک کا رنگ گہرا سیاہ اور
دوسرے کا سانولا تھا۔ بیٹھے رومال میں سے روٹی نکال کر
پانی کے ساتھ کھا رہے تھے۔ کالے رنگ والا آدمی ایک
تجربہ کار حکیم تھا اور جڑی بوٹیوں اور سانپ بچھوؤں کا
عرق نکال کر ان سے دوائیں بنانے میں بڑا ماہر تھا۔ اس کا
نام دارش تھا اور یہ سوڈان کا رہنے والا تھا۔ دوسرا سانولا
آدمی اس کا شاگرد تھا وہ ان صحراؤں میں دو روز سے زہریلے
بچھوؤں اور سانپوں کی تلاش میں گھوم پھر رہے تھے۔ کالے

دارش نے روٹی کا نوالہ توڑتے ہوئے اچانک رک کر کہا
میرے ہونہار شاگرد۔ مجھے اس صحرا کی ہواؤں میں ایک ایسے
سانپ کی بو آرہی ہے جس کا زہر نکال کر میں ایسی دوا تیار کر
سکتا ہوں کہ جو اگر مرتے ہوئے آدمی کو پلا دی جائے تو
دوبارہ زندہ ہو اٹھے گا۔

شاگرد نے کہا " استاد دارش! مگر مجھے تو یہاں نہ کوئی
سانپ دکھائی دیتا ہے اور نہ اس کی بو آرہی ہے"
حکیم دارش بولا۔ تم ابھی شاگرد ہو۔ تم اس بو کو محسوس
نہیں کر سکتے۔

اتنے میں کیٹی بھی وہاں پہنچ گئی۔ کیٹی کو یہ احساس
ہی نہیں تھا کہ اس کے ماتھے پر انسانی شکل میں آجانے
کے باوجود سانپ کے سبز ستارے کا پھیکا پھیکا نشان باقی
تھا اور یہ اس کی ہی بو تھی جو استاد حکیم دارش نے
پالی تھی۔ جونہی اس کی نظر کیٹی پر پڑی وہ اس کے ماتھے
پر سبز ستارے کا نشان دیکھ کر حیرت سے دنگ رہ گیا۔
اس نے آہستہ سے اپنے شاگرد کو کہا۔
یہ عورت اصل میں وہی سبز ستارے والا سانپ ہے
جس کی مجھے ایک عرصے سے تلاش تھی۔ تم خاموش رہنا۔
کیٹی نے ان کے قریب آکر پوچھا۔ بابا! یہ صحرا کونسا

spattered
fondness for peanuts,

کر دیا اور حکیم سے کہا

"اب بتاؤ وہ کونسا تریاق ہے جس کو پی کر میں ہمیشہ کے لئے زندہ ہو جاؤں گا۔

حکیم دارش نے ساری بات بادشاہ کو بیان کر دی اور کہا کہ وہ ایک سال سے اس آبِ حیات تریاق پر کام کر رہا ہے۔ بس اب صرف چاند کی چودھویں تاریخ کی رات کا انتظار ہے کہ اس تریاق کو ساری رات پورے چاند کی چاندنی میں رکھا جائے گا اور دوسرے روز تریاق حضور بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دیا جائے گا۔ حکیم دارش نے سبز تارے والے سانپ کے بارے میں بادشاہ کو کچھ نہ بتایا۔ بادشاہ نے کہا۔

"ہم تمہارے تریاق کا بے تابی سے انتظار کریں گے اور اگر یہ تریاق ناقص ثابت ہوا تو تمہاری کھال کھینچ کر اس میں بھُس بھر دیا جائے گا۔

حکیم دارش ایک بار تو کانپ گیا۔ فوراً خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔

حضورِ انور! میرا تریاق کبھی ناقص نہیں ہوگا۔ آپ اسے پی کر خود محسوس کریں گے کہ آپ کے جسم میں جوانی کا تازہ اور گرم خون دوڑنے لگا ہے۔

بادشاہ نے خوش ہو کر کہا "اگر ایسی بات ہوئی تو پھر ہم تمہیں اپنے دربار کا شاہی طبیب بنالیں گے اور تمہیں جاگیر عطا کریں گے۔

حکیم دارش تو خوشی سے پھول کر کُپا ہو گیا۔ یہی کچھ تو وہ چاہتا تھا۔ بادشاہ سے اجازت لے کر وہ تیزی سے واپس حویلی میں آیا اور اپنے شاگرد کو یہ خوشخبری سنائی اور کہا کہ اب بس چاندنی رات کا انتظار کرنا ہے۔ پورے چاند کی رات میں دو دن باقی رہ گئے ہیں۔ اسی رات سانپ کو ابال کر تریاق تیار کر کے صبح بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔

شاگرد بولا:۔ استاد! کہیں تریاق الٹا نہ پڑ جائے۔

کیا مطلب ہے تمہارا؟ حکیم نے غصے سے پوچھا۔

شاگرد بولا۔ استاد! کہیں ایسا نہ ہو کہ بادشاہ سانپ کا تریاق پی کر مر جائے۔

حکیم نے قہقہہ لگایا اور بولا۔

"ہم نے بارہ برس تک بھاڑ نہیں جھونکی۔ احمق۔ بڑے بڑے استاد حکیموں کی خدمت کی ہے اور ان سے یہ نسخہ لیا ہے۔ تم دیکھ لینا۔ بادشاہ پھر سے جوان ہو جائے گا۔

کیٹی بالوں بھرے سانپ کی شکل میں حکیم دارش کی حویلی

ہے اور اس کے آگے کونسا ملک ہے ؟

حکیم دارش نے بڑی عیاری سے کہا، بیٹی! لگتا ہے تم کسی قافلے سے بھٹک گئی ہے۔

کیٹی فوراً بولی۔ ہاں بابا! میں ایک قافلے کے ساتھ اُندلس جا رہی تھی کہ قافلے سے بچھڑ گئی۔

حکیم دارش بولا۔ کوئی بات نہیں بیٹی! ہم بھی اُندلس ہی جا رہے ہیں۔ آگے اُندلس کا ملک ہے۔ تم ہمارے ساتھ سفر کر سکتی ہو۔ ہمارے پاس دو اونٹ ہیں۔ ایک اونٹ تم لے لینا۔ ہم دونوں ایک ہی اونٹ پر سفر کر لیں گے۔ آؤ بیٹھو۔ لو روٹی کھاؤ"

کیٹی نے کہا۔ شکریہ بابا! مجھے بھوک نہیں ہے"

اور پیاس بھی نہیں ہے بیٹی؟ حکیم دارش نے پوچھا۔

کیٹی بولی۔ ابھی پیاس بھی محسوس نہیں ہو رہی ہے بابا۔ شکریہ!"

اور کیٹی پانی کے ایک کنوئیں کے پاس بیٹھ گئی حکیم دارش نے جلدی جلدی روٹی ختم کی اور بولا" بیٹی! تم ذرا ہمارے اونٹوں کا خیال رکھنا میں اور میرا شاگرد صحرا میں ایک بوٹی تلاش کر کے ابھی آتے ہیں۔

حکیم دارش نے اپنے شاگرد کو ساتھ لیا اور کنوئیں سے

دور جا کر بولا۔

" تمہیں میری بات کا ثبوت مل گیا ہو گا میرے شاگرد۔ یہ عورت نہ کھانا کھاتی ہے اور نہ اس نے پانی ہی پیا ہے حالانکہ یہ صحرا میں اکیلی سفر کر رہی ہے۔ لیکن چونکہ یہ سانپ ہے اس لئے بھوک پیاس سے بے نیاز ہے۔ سانپ بغیر کچھ کھائے پیئے کئی کئی مہینے زندہ رہتا ہے۔

شاگرد نے پوچھا۔ استاد! کیا یہ عورت سانپ ہے؟

حکیم دارش بولا۔ تم نے اس کے ماتھے پر سبز ستارے کا نشان نہیں دیکھا؟ یہ اصل میں سانپ ہے اور انسانی شکل میں سفر کر رہی ہے۔ یہ اس قدر نایاب سانپ ہے کہ کہتے ہیں یہ خزانوں کا پتہ دیتا ہے۔ مگر میں اس سے تریاق تیار کروں گا۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اس کے زہر سے جو تریاق بناؤں گا وہ مردے کو زندہ کر دیگا۔

شاگرد نے کہا۔ مگر استاد! یہ تو عورت کی شکل میں ہے اسے سانپ کس طرح بناؤ گے۔

حکیم دارش مسکرایا۔ بیٹا! استاد آخر استاد ہوتا ہے اور وہ اپنا ایک نہ ایک گُر ضرور اپنے پاس رکھتا ہے سنو۔ میں تمہیں وہ ترکیب بتاتا ہوں جس پر عمل کر کے میں اس عورت کو سانپ میں تبدیل کر دوں گا۔

کی ایک کوٹھڑی میں پٹاری میں بند پڑی تھی۔ اور اپنی قسمت پر آٹھ آٹھ آنسو بہا رہی تھی کہ ایک بار پھر وہ کس مصیبت میں پھنس گئی ہے۔ اصل میں رشی بال کی روح کو بھی یہ احساس نہیں تھا کہ کیٹی چاند کی مجبوبہ سانپ کی حیثیت اختیار کر چکی ہے اور انسانی شکل میں آنے کے باوجود اس کے ماتھے پر سبز ستارے کا پھیکا نشان باقی ہے۔ مگر حکیم دارش کے منتر کی وجہ سے کیٹی کو چاند کے طلسم سے تو نجات مل گئی تھی لیکن وہ ایک بار پھر ایسا سانپ بن گئی تھی جس کے سارے جسم پر بال ہی بال تھے۔ وہ پٹاری میں بند ناگ عنبر اور ماریا کو یاد کر رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ خدا جانے وہ کب اس کی مدد کو پہنچیں گے۔

جونہی کیٹی سبز ستارے والے بالوں بھرے سانپ کی شکل میں سارڈینا شہر میں پہنچی۔ شہر سے باہر ویران علاقے میں جنگلی جھاڑیوں میں رہنے والے سانپ کو فوراً اس کی بو آگئی۔ اس نے عظیم ناگ دیوتا سے وعدہ کیا تھا کہ وہ سبز ستارے والے نایاب سانپ کی بو پاتے ہی اسے خبر کر دے گا۔ اب سانپ نے عظیم ناگ دیوتا کی بو لینے کی کوشش کی تا کہ وہ جہاں کہیں بھی ہو اسے جا کر خبر کر دے کہ نایاب سانپ شہر میں داخل ہو چکا تھا۔

یہ سانپ زمین سے نکل کر جنگلی جھاڑیوں میں آ کر بیٹھ گیا۔ اور چاروں طرف پھن اٹھا کر ناگ دیوتا کی بو پانے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن اسے ناگ کی کسی جانب سے بھی بو نہیں آ رہی تھی اس لئے کہ ناگ تو اس شہر میں موجود ہی نہیں تھا۔ اس سانپ نے سوچا کہ ناگ دیوتا تو اس شہر میں نہیں ہے۔ شاید کہیں باہر گیا ہوا ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ پہلے یہ پتہ کر لیا جائے کہ سبز ستارے والا سانپ شہر میں کس مقام پر ہے تا کہ جونہی ناگ دیوتا شہر میں آئے تو اس کو فوراً بتا دیا جائے کہ جس سانپ کی اسے تلاش ہے وہ فلاں جگہ پر ہے

یہ سانپ بڑا تجربہ کار اور سیانا سانپ تھا۔ یہ بات اس نے بڑی اچھی سوچی تھی۔ جب رات کافی گہری ہو گئی تو یہ سانپ ویران علاقے سے نکل کر کیٹی سانپ کی بو پاتا شہر میں داخل ہو گیا۔ اسے کیٹی سانپ کی بو پوری پوری آ رہی تھی۔ وہ دل میں حیران ہو رہا تھا کہ اتنا نایاب سانپ جو بہت کم کسی کو نظر آتا ہے یہاں شہر کے اندر تنگ و تاریک گلیوں میں کس نے رکھا ہوا ہے۔

کیٹی سانپ کی بو اسے شہر کی ایک تاریک گلی میں لے گئی۔ رات کا وقت تھا شہر میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ نہ کہیں آدم تھا نہ آدم زاد۔ سانپ مکانوں کی چھتوں ہی چھتوں سے ہوتا ہوا

پھر اس نے شاگرد کو وہ خطرناک ترکیب بتائی اور واپس کیٹی کے پاس آ گئے۔ کیٹی کو اگرچہ رشی بال کے منتروں نے دوبارہ اس کی اصلی انسانی شکل واپس کر دی تھی۔ مگر سبز ستارے والے سانپ کی جُون کا ابھی تک کیٹی پر شدید اثر تھا اور اس نے پوری طرح سے سانپ کی شخصیت سے چھٹکارا حاصل نہیں کیا تھا۔ کیٹی کو کیا خبر تھی کہ یہ دونوں آدمی اس کو دوبارہ سانپ بنا دینے کی ترکیب پر عمل کرنے والے ہیں۔ وہ تو ان دونوں کو بالکل بے ضرر سمجھ رہی تھی اور اپنی طرف سے خوش تھی کہ ان کے ساتھ سفر کرتے ہوئے اُندلس کے ملک میں پہنچ جائے گی اور وہاں اسے ناگ عنبر ماریا کا سراغ مل جائے گا۔

یہ دن کو صحرا میں کسی جگہ سائے میں آرام کرتے اور رات کو سفر شروع کر دیتے۔ سفر کرتے کرتے دوسری رات کے بعد دن کے وقت کیٹی کو ایک جگہ درختوں کے نیچے اونٹوں کے پاس چھوڑ کر عیار حکیم وارش اور اس کا شاگرد جڑی بوٹیاں ڈھونڈھنے کے بہانے صحرا میں کچھ دور نکل گئے۔ شاگرد نے پوچھا۔

استاد! تم اپنی ترکیب پر کب عمل شروع کرو گے۔ میں اس خوبصورت عورت کو سانپ کی شکل میں دیکھنا چاہتا ہوں۔

حکیم وارش مسکرایا اور بولا۔

برخوردار! میں اسی ارادے سے تمہیں یہاں لے کر آیا ہوں مجھے اس صحرا میں کالے ناگوں کے ایک جوڑے کی بو آ رہی ہے۔ میں اس جوڑے کو پکڑ کر ناگ کی ناگن کو ہلاک کر کے اس عورت کے رومال کو ناگ کو سنگھا دوں گا۔ ناگ اپنی ناگن کا بدلہ لینے اس عورت کی بو پر اس کے پاس جائے گا اور اسے ڈس لے گا۔

شاگرد نے کہا۔ "تم اس عورت کا رومال ساتھ لائے ہو؟

کیوں نہیں۔ کیا تم مجھے اناڑی سمجھ رہے ہو؟ یہ دیکھو اور حکیم وارش نے جیب سے کیٹی کا ایک زرد رومال نکال کر دکھایا جو وہ اپنی جیب میں رکھا کرتی تھی۔

وہ ناگوں کے جوڑے کی بو لیتا ایک ٹیلے کے پاس آ گیا اور ایک جگہ چھڑی کے ساتھ ریت پرے ہٹانے لگا۔ حکیم وارش کو سانپ اور زہریلے بچھو پکڑنے میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ تھوڑی سی ریت ہٹانے پر نیچے سے دو کالے ناگ پھنکارتے ہوئے باہر نکل آئے۔ ان میں سے ایک ناگن تھی اور ایک ناگ تھا۔ حکیم وارش نے منتر پڑھ پڑھ کر ان پر پھونکنا شروع کر دیے۔ ناگ اور ناگن ریت پر ڈانس کرنے لگے۔ جب وہ ڈانس میں مدہوش ہو گئے تو حکیم نے چاقو

اس گلی میں آگیا۔ جہاں حکیم دارش کی پرانی حویلی تھی اور اس
کی ایک کوٹھڑی میں کیٹی سانپ کی شکل میں ایک پٹاری میں
بند تھی۔

ادھر پٹاری کے اندر بند کیٹی نے بھی ایک دوسرے سانپ
کی بو محسوس کی مگر اس نے کوئی توجہ نہ دی۔ کیونکہ گھروں میں
اور پرانی گنجان گلیوں میں سانپ ہوا ہی کرتے ہیں۔ اگر کیٹی
عقل مندی سے کام لیتے ہوئے اس وقت سانپ کو اپنی
زبان میں آوازدے دیتی تو وہ اس کے پاس آکر کیٹی کو
ناگ کے بارے میں بتا دیتا کہ وہ اس شہر میں ہے اور اس
کی تلاش میں ہے۔ مگر کیٹی سانپ کی قسمت میں ابھی کچھ
دلچسپ واقعات میں سے گزرنا لکھا ہوا تھا۔ سانپ نے وہ
حویلی دیکھ لی جس کے اندر سے کیٹی سانپ کی بُو آرہی تھی اور
وہ واپس چلا گیا۔ کیونکہ اسے کہاں معلوم تھا کہ یہ ایک عورت ہے
جو سانپ بن چکی ہے۔

ماریا اسی شہر کے سرائے میں رہ رہی تھی۔ ناگ غریب
میاں بیوی اور ان کے بچے کو لے کر افریقہ کے ساحل کی جانب
سمندر میں سفر کر رہا تھا اور وقت گزرتا چلا گیا۔ دو دن گزر گئے
اور چاند کی چودھویں تاریخ آگئی۔ اس روز شام ہی سے حکیم دارش
نے ایک کڑاہی اور لکڑیاں لاکر مکان کی چھت پر رکھ دیں کہ

جب پورا چاند آسمان پر چمکے گا تو وہ کڑاہی میں آگ جلا کر
سانپ کو ابال کر اس کا تریاق بنانا شروع کر دے گا۔

کیٹی اپنے اس بھیانک انجام سے بالکل بے خبر تھی

اس روز حکیم دارش نے کیٹی سانپ کو پٹاری میں سے
نکال کر ایک جالی دار پنجرے میں بند کر دیا تاکہ وہ بھاگ نہ
سکے اور وہ اسے آسانی سے پنجرے سمیت کھولتے ہوئے
پانی میں ڈال کر ابال ڈالے۔ یہ کیٹی کے لئے زندگی اور موت
کی گھڑی تھی۔ جب رات ہوگئی اور آسمان پر پورا چاند چمکنے
لگا تو حکیم دارش کیٹی سانپ کا جالی دار پنجرہ لے کر چھت پر
آگیا۔ چونکہ کیٹی کے سارے جسم پر بال اُگ آئے تھے اس
لئے اس پر چاند کی کرنوں کا اثر نہیں ہو رہا تھا۔ چھت پر چاندنی
کھلی ہوئی تھی مگر کیٹی سانپ پر ان کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا کیٹی
اس بات کی خوشی تھی کہ وہ چاند کے طلسم سے آزاد ہوگئی تھی مگر
اس بات کا اسے افسوس بھی تھا کہ وہ ایک بار پھر بالوں بھرے
سانپ کی شکل میں ظاہر ہوئی ہے۔ لیکن اب یہ حکیم دارش
اس کے ساتھ جو بھیانک سلوک کرنے والا تھا۔ اس کا کیٹی
سانپ کو ابھی احساس نہیں ہوا تھا۔

کیٹی نے سوچا کہ اس شخص نے اسے جالی دار پنجرے میں کیوں
ڈال دیا ہے۔ اب جو چھت پر اس نے حکیم دارش کو انگیٹھی میں

نکال کر ناگن کی گردن پر دے مارا۔ ناگن کی آدھی گردن
کٹ گئی اور وہ ریت پر تڑپنے لگی۔ ناگ پھنکارتا ہوا سخت
غضب ناک حالت میں اس کے اردگرد چکر لگانے لگا وہ
حکیم وارش کو ڈسنے کے لئے لپکا تو عیار حکیم نے کیٹی کا
رومال اس کے منہ پر ڈال دیا اور اسے گردن سے پکڑ کر
ایک چھوٹی سی پٹاری میں ڈال کر اوپر سے ڈھکنا دے دیا۔
حکیم نے مسکرا کر کہا۔ "اب کامیابی ہمارے قدم چومے گی
اب تم ایک ایسا منظر دیکھو گے جو تم نے ساری زندگی نہیں
دیکھا ہو گا۔ آؤ میرے ساتھ۔

حکیم وارش تھیلے میں غضبناک ناگ کی پٹاری کو چھپائے
واپس اسی جگہ آگیا جہاں کیٹی اونٹوں کے پاس بیٹھی تھی۔ وہ
جڑی بوٹیوں کے بارے میں پوچھنے لگی حکیم وارش نے کہا کہ
شاید آگے چل کر صحرا میں کسی جگہ مل جائیں یہاں تو کچھ بھی
نہیں ہے۔

میرا خیال ہے یہاں کچھ دیر آرام کرتے ہیں۔ شام کو سفر
پر روانہ ہوں گے۔

کیٹی نے کہا۔ ہاں بابا! میں بھی کچھ دیر آرام کرنا چاہتی ہوں
ضرور ضرور ۔ تم سو جاؤ۔ آرام کرو۔ ہم بھی تھوڑی دیر
کے لئے سو جاتے ہیں۔

کیٹی کو آرام کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اس نے محض
ان دونوں کو دکھانے کے لئے ایک اونٹ کے قریب لیٹ
کر آنکھیں بند کر لیں۔ حکیم وارش اسی سنہری موقع کا انتظار
کر رہا تھا۔ جونہی کیٹی نے آنکھیں بند کیں اس نے سانپ کی
پٹاری تھیلے میں سے نکال کر باہر رکھی اور اس کا منہ کھول دیا۔
سانپ پٹاری میں سے باہر نکل آیا۔ سانپ کو رومال کی خوشبو
کیٹی کے جسم سے آرہی تھی۔ وہ یہی سمجھے ہوئے تھا کہ اسی
رومال والے انسان نے اس کی ناگن کو ہلاک کیا ہے۔ وہ ریت
پر رینگتا ہوا بل کھاتا۔ انتقام کی آگ میں جلتا ہوا تیزی سے
کیٹی کے قریب آیا اور اس سے پہلے کہ کیٹی اسے دیکھتی یا
اپنا کوئی بچاؤ کر سکتی۔ غضبناک سانپ نے کیٹی کی گردن پر
ڈس دیا اور صحرا کے ٹیلوں کی طرف بھاگ گیا۔

کیٹی اپنی گردن پر ہاتھ رکھ کر خوف زدہ سی ہو کر اٹھی اور بولی
شاید مجھے کسی سانپ نے کاٹا ہے۔

حکیم وارش بھی اٹھ کر اس کے قریب آگیا۔ اس کی گردن
پر سانپ کے دانتوں کے نشان دیکھ کر بولا۔ ارے تمہیں تو
سانپ نے کاٹا ہے تم لیٹی رہو۔ اٹھنا مت میں زخم پر
سانپ کا مہرہ لگاتا ہوں۔ سارا زہر کھینچ لے گا۔
کیٹی کا خیال تھا کہ اس پر سانپ کے زہر کا کوئی اثر نہیں

آگ جلاتے، اوپر پانی سے بھری ہوئی کڑاہی رکھتے دیکھا تو اس
کا ماتھا ٹھنکا کہ یہ تو کوئی خطرناک بات معلوم ہوتی ہے۔ کیٹی نے
دیکھا کہ حکیم دارش ایک چوکی پر چاقو چھریاں اور کچھ دوائیاں بھی
رکھ رہا ہے اب تو اسے ذرا بھی شک نہ رہا کہ یہ شخص اسے
ہلاک کر کے کوئی دوائی بنانے کا ارادہ رکھتا ہے۔

کیٹی پر موت کا خوف طاری ہوگیا۔ کیونکہ ویسے تو وہ مر نہیں
سکتی تھی مگر سانپ کی شکل میں اگر کوئی اسے کھولتے اُبلتے پانی
میں ڈال دے تو بھلا کہاں بچ سکتی تھی۔ اس نے خیال ہی خیال
میں کئی بار چٹکی بجائی اور اپنی اصلی شکل میں آنے کی کوشش
کی مگر کامیاب نہ ہوئی۔ اس نے اپنے جن دوست کو آوازیں
دینا شروع کر دیں۔ وہ بھی اس کی مدد کو نہیں پہنچ رہا تھا دوسری
طرف حکیم دارش نے انگیٹھی میں آگ دہکالی تھی اور کڑاہی
میں پانی کھولنے ہی والا تھا۔ وہ اس پانی میں کبھی کبھی کوئی سفوف
تھوڑا سا ڈال دیتا جس سے دھواں اٹھتا۔

جب پانی خوب کھولنے لگا اور اس میں سے بھاپ نکلنا شروع
ہوگئی تو کیٹی کو اب جان کے لالے پڑ گئے کہ کیا کرے۔ کیونکہ
اسے اپنی موت صاف نظر آرہی تھی۔ اس شخص نے کوئی جڑی بوٹی
پکانے کے لئے چاندنی رات میں چھت پر آگ نہیں جلائی
تھی۔ صاف بات تھی کہ وہ کیٹی کو کھولتے پانی میں ڈال کر ابالنا

چاہتا تھا۔ پانی گرم ہو کر کڑاہی میں کھولنے لگا تھا اور اب وہ
کیٹی کو پنجرے سمیت اس میں ڈالنے ہی والا تھا

کیٹی خوف کے مارے لرز اٹھی۔ موت اس سے ایک قدم
کے فاصلے پر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑی تھی اس کی
کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اپنی جان بچانے کے لئے کیا کرے۔
اس نے دل میں کئی بار چٹکی بجائی۔ جن دوست کو آواز دی۔
کچھ نہ ہوا۔ حکیم دارش نے کیٹی کو کھولتے پانی میں ڈالنے
کے لئے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اچانک پورے چاند
میں سے نیلی روشنی کی ایک تیز شعاع بجلی کی طرح چمک کر نکلی
اور حکیم دارش اور اس کے شاگرد پر پڑی۔ چاند کی تیز شعاع
کے پڑتے ہی حکیم دارش اور اس کا شاگرد سرخ رنگ کے
دو سانپوں میں بدل گئے جنہوں نے چاندنی میں چاند کے
آگے دیوانہ وار ڈانس کرنا شروع کر دیا اور پھر چاندنی میں رقص
کرتے کرتے چاند کی کرنوں میں جذب ہو کر دونوں غائب ہوگئے۔

کیٹی سانپ کی شکل میں پنجرے میں بند یہ سارا منظر دیکھ
رہی تھی وہ حیران تھی کہ یہ سب کچھ کس نے کیا چاند نے یا
اس کے جن دوست نے اس کی جان بچائی تھی۔ ابھی وہ یہ
سوچ ہی رہی تھی کہ اس کا سر چکرانے لگا اور وہ بے ہوش
ہو کر جالی دار پنجرے کے اندر ہی گر پڑی۔

ہوگا کیونکہ اس کے خون کے ذرے بالکل الگ ہیں اور اگر
کیٹی پر سبز ستارے والے سانپ کی شخصیت کا گہرا اثر نہ
ہوتا تو سانپ کا زہر واقعی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ مگر اب
تو سانپ کے زہر کی وجہ سے اس کی آنکھیں اپنے آپ
بند ہوتی جا رہی تھیں اور دماغ میں سانپ کی سیٹی کی آواز
گونجنے لگی تھی۔ کیٹی ریت پر لیٹی رہی۔

حکیم وارش نے سانپ کا مہرہ رکھنے کی بجائے کیٹی کی گردن
کے اوپر سانپ کے دانتوں کے نشان کے عین اوپر ایک
ایسی دوا مل دی کہ جس نے کیٹی کے جسم میں زہر کی مقدار کو
دوگنا کر دیا۔ کیٹی کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی۔ وہ زمین سے
ایک فٹ اوپر اچھلی اور جب نیچے ریت پر گری تو وہی
سبز ستارے والا سانپ بن چکی تھی۔ لیکن فرق صرف اتنا تھا کہ
اب اس کے سارے جسم پر سیاہ کالے بال تھے جس کی وجہ
سے اس پر چاند کی کرنوں کا اثر نہیں ہو سکتا تھا۔ حکیم وارش
نے لپک کر کیٹی کو اٹھایا اور پٹاری میں بند کر دیا۔ اس کا
شاگرد تو پھٹی پھٹی آنکھوں سے سانپ کو تک رہا تھا۔ وہ ایک
عورت کو سانپ بنتے دیکھ کر جکڑا گیا تھا۔ اسے اپنے
استاد کی قابلیت پر پختہ یقین ہو گیا تھا

حکیم وارش نے قہقہہ لگا کر کہا "ہماری حکمت دیکھی؟

برخوردار! یہ سانپ خزانوں کا بھی پتہ بتاتا ہے مگر اس کو
کھولتے پانی میں ابال کر میں جو تریاق بناؤں گا وہ کسی مرتے ہوئے
بادشاہ کو پلا کر دوبارہ زندہ کر کے اس کی آدھی سلطنت حاصل
کروں گا یا اس کا وزیر بن جاؤں گا اور شاہی خزانوں کا مالک
بن کر حکومت کروں گا۔

شاگرد نے کہا۔ استاد! میں تو کہتا ہوں کہ زیادہ انتظار
ٹھیک نہیں کیا پتہ یہ کب دوبارہ عورت بن جائے۔ اس
لئے یہاں کسی بستی میں چل کر اسے پانی میں ڈال کر ابال لو
اور یہیں دوائی تیار کر لو۔ پھر اُندلس کے بادشاہ کے پاس
جا کر فروخت کر دیں گے۔

حکیم وارش ہنسنے لگا۔ تم احمق ہو۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس
سانپ کو میں سارڈینیا پہنچ کر پورے چاند کی رات کو اپنے مکان
کی چھت پر چاندنی میں آگ جلا کر ابالوں گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ
مجھے بادشاہ کے مرنے کا انتظار کرنا ہوگا کیونکہ جب ہی میرے تریاق
کی کامیابی ثابت ہوگی جب میں مردہ بادشاہ کو زندہ کروں گا۔ چلو
اب سارڈینیا کی طرف روانہ ہوتے ہیں کیونکہ پورے چاند کی رات
کو صرف چار دن باقی رہ گئے ہیں اور دو دن ابھی ہمیں سفر میں
لگ جائیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ دن رات سفر کر کے کل
رات کو ہی سارڈینیا پہنچ جاؤں۔

جب اسے ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ سانپ ہی کی شکل میں ہے لیکن لوہے کے جالی دار پنجرے سے باہر آچکی ہے۔ اس کے سانپ کے جسم پر بال ہی بال ہیں۔ سامنے انگیٹھی میں اسی طرح آگ جل رہی تھی۔ کڑاہی میں پانی ابل رہا تھا۔ چھت پر چاندنی کھلی ہوئی تھی۔ مگر اس کے دشمن حکیم دارشن اور اس کا شاگرد وہاں پر نہیں تھا۔ چاند کی کرنوں نے ان دونوں کو اپنے اندر جذب کرلیا تھا۔ کیٹی اگرچہ سانپ ہی کی شکل میں تھی مگر اس پر چاند کی کرنوں کا وہ دیوانوں ایسا اثر نہیں ہو رہا تھا۔ کیٹی نے سوچا کہ اس خطرناک جگہ سے جتنی جلدی ہو سکے نکل جانا چاہیئے

وہ چھت پر سے رینگتی ہوئی سیڑھیاں اتر کر نیچے چوبارے میں آگئی۔ یہاں سے وہ ڈیوڑھی میں سے گزرتی حویلی کے دروازے پر آکر رک گئی۔ اس نے اپنا سانپ ایسا سر باہر نکال کر گلی میں دیکھا۔ گلی میں کہیں کہیں چاندنی پھیلی تھی اور خاموشی تھی۔ کوئی انسان دکھائی نہ دیتا تھا۔ لوگ اپنے اپنے گھروں میں سو رہے تھے۔ کیٹی نے سوچا کہ وہ یہاں سے نکل کر کہاں جائے؟ یہ شہر اس کے لئے اجنبی تھا۔ مگر وہ اس خطرناک گھر میں نہیں ٹھہرنا چاہتی تھی۔ جہاں اسے ہلاک کرنے کی تیاریاں کی گئی تھیں۔

اس نے فیصلہ کیا کہ رات کا وقت ہے۔ شہر کے گلی کوچے

سنسان ہیں شہر سے باہر کسی ویرانے میں نکل چلنا چاہیئے وہ حویلی سے نکلی اور گلی میں آکر ایک طرف رینگنے لگی۔ سانپ بن کر گلی میں رینگنا اس کے لئے ایک عذاب سے کم نہیں تھا۔ اس نے ایک بار پھر دل میں چٹکی بجائی مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ اس نے جن دوست کو بھی آواز دی مگر خدا جانے اس بار وہ کس دور دراز علاقے میں نکل گیا تھا کہ اس کی آواز تک نہیں پہنچ رہی تھی۔

گلی میں رینگتے ہوئے کیٹی بازار میں آگئی۔ یہ پرانے زمانے کا پکی اینٹوں اور گول پتھروں کی سڑک والا بازار تھا۔ دکانیں بند تھیں۔ بازار میں کہیں کہیں تیل کے لیمپ جل رہے تھے۔ جن کی روشنی بہت کم تھی۔ کیٹی رینگتی ہوئی شہر کے دروازے کے پاس آگئی۔ دروازہ بند تھا اور ایک پہریدار وہاں بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ کیٹی نے دروازے پر چڑھ کر دیکھا۔ وہاں سے باہر نکلنے کے لئے کوئی سوراخ تک نہیں تھا۔ یہ لوہے اور لکڑی کا بہت بڑا دروازہ تھا۔

کیٹی دوسری طرف کو چل پڑی۔ درختوں کی ایک قطار کے نیچے سے گزرنے کے بعد وہ ایک کھلی جگہ پر آگئی۔ چاند اچانک بادلوں میں چھپ گیا تھا۔ جس کی وجہ سے اندھیرا ہوگیا تھا۔ کیٹی رینگتی ہوئی چلی جا رہی تھی کہ اس نے دیکھا ایک دیوار کے

چلو استاد!

اور وہ کیٹی سانپ کو پٹاری میں بند کر کے اونٹوں پر سوار ہو گئے اور اندلس کی طرف تیزی سے سفر کرنے لگے۔

○

دوسری طرف ماریا اور ناگ بھی سلیمانی مہرہ لئے کیٹی کی تلاش میں سفر کرتے ہوئے شمالی افریقہ کے صحراؤں میں سے گزرتے سارڈینا پہنچ چکے تھے۔ ان کا ارادہ راستے میں ہی سوڈان کی طرف نکل جانے کا تھا مگر اتفاق سے جس قافلے کے ساتھ وہ ایک جگہ سے شامل ہوئے وہ قافلہ قدیم یونان کے جزیرے سارڈینا جا رہا تھا۔ سارڈینا پر ایک یونانی بادشاہ حکومت کرتا تھا۔

ناگ گھوڑے پر سوار تھا اور ماریا بھی اسی گھوڑے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ یہ گھوڑا اسی قافلے میں شامل تھا جو سارڈینا کی طرف جا رہا تھا۔ سلیمانی مہرہ ناگ کے پاس تھا اور سلیمانی تعویذ اس نے اپنے گلے میں ڈالا ہوا تھا۔

سارڈینا پہنچ کر ماریا نے ناگ سے پوچھا کہ یہاں انہیں کیٹی کا کہاں اور کیسے پتہ چلے گا کیونکہ وہاں تو ان کا جاننے والا بھی کوئی نہیں تھا اور وہ شاید اپنے سفر کے دوران پہلی

بار وہاں آئے تھے۔ یہ یونانی چھوٹا سا جزیرہ نما تھا۔ جس کی تین طرف پانی اور ایک طرف خشکی تھی ناگ نے کہا

مجھے خود معلوم نہیں کہ ہم کیٹی کو کس جگہ ڈھونڈیں لیکن ایک غلطی کی وجہ سے یہاں پہنچ گئے ہیں تو کیٹی کو تلاش کر لینے میں کیا حرج ہے؟

ماریا نے کہا۔ مگر ہم اسے کہاں تلاش کریں؟ وہ تو سبز ستارے والے سانپ کی شکل میں ہو گی۔

ناگ بولا:۔ اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ میں یہاں کسی سانپ سے مدد لوں اور اس سے پوچھوں کہ کیٹی کہاں ہو سکتی ہے،

ماریا کہنے لگی " یہ تو اچھا خیال ہے۔ تمہیں اسی وقت کسی سانپ کو بلا کر یہ بات پوچھنی چاہیے۔

ناگ نے ماریا کو ساتھ لیا اور شہر سے باہر ایک ویران جگہ پر آ گیا کیونکہ سانپ ایسی ہی جگہوں پر ہوا کرتے ہیں۔ ایک جگہ بہت سی جھاڑیاں تھیں۔ ناگ یہاں بیٹھ گیا۔ اس نے آنکھیں بند کر کے سانپ کی بولی میں آواز دی تھوڑی ہی دیر میں ایک بھاری بھر کم موٹا تازہ سانپ رینگتا ہوا ناگ کے سامنے آ گیا اور تعظیم بجا لا کر بولا۔

عظیم ناگ دیوتا کا ہماری بستی میں آنا مبارک ہو"

ناگ نے کہا۔ میں نے اس وقت تمہیں ایک خاص کام

قریب روشنی ہو رہی ہے وہ جھاڑیوں اور پتھر کے ڈھیروں میں سے گزرتی دیوار کے قریب آئی تو عجیب منظر دیکھا۔ دیوار کے طاق میں روغن زیتون کا ایک دیا جل رہا تھا۔ سامنے ایک قبر کھلی ہوئی تھی۔ اس قبر میں ایک زرق برق پوشاک والی حسین عورت لمبے سیاہ بال کھولے آنکھیں بند کئے مُردے کے سینے پر جو ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا بیٹھی منتر پڑھ رہی تھی مردے کی کھوپڑی اس کے سامنے ایک چوکی پر پڑی تھی۔ یہ کھوپڑی مُردے کی گردن سے الگ کر دی گئی تھی۔

کیٹی قبر میں اتر آئی۔ یہاں اندھیرا تھا۔ چراغ کی روشنی صرف مُردے کی کھوپڑی پر ہی پڑ رہی تھی۔ کیٹی نے اتنا اندازہ لگا لیا کہ یہ کوئی امیر عورت ہے اور قبر میں اپنی کوئی منت یا خواہش پوری کرنے کے لئے جادو ٹونے کا وظیفہ کر رہی ہے۔ کیٹی سانپ کی شکل میں کھوپڑی کے پیچھے آکر بیٹھ گئی اور یہ دیکھنے لگی کہ یہ عورت کیا کرتی ہے۔ اتنے میں ایک طرف سے قدموں کی آہٹ کی آواز آئی اور پھر کسی عورت نے آہستہ سے پکارا۔

بیگم صاحبہ۔ جلدی کیجئے۔ رات ڈھلنے لگی ہے'

کیٹی سانپ کو ایسے لگا جیسے کوئی عورت کھلی قبر کے اوپر آگئی ہے۔ اس خیال سے کہ کہیں وہ اسے دیکھ کر پتھر مار کر ہلاک نہ کر ڈالے۔ کیٹی جلدی سے کھوپڑی کی آنکھ کے سوراخ میں سے

اس کے اندر گھس گئی۔ اتنے میں اس عورت یعنی بیگم صاحبہ نے آنکھیں کھول دیں اور کہا

"روخشی! میرا عمل پورا ہو گیا۔ میں نے دیوتاؤں کے حضور اپنا وظیفہ پورا کر دیا۔ اب اگر اس کھوپڑی میں حرکت پیدا ہوئی تو دیوتا میرے گھر لڑکے کی بجائے لڑکی پیدا کریں گے۔

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ سارڈینا ملک کے ظالم بادشاہ نے حکم دے رکھا تھا کہ جس کے گھر بھی لڑکا پیدا ہو اسے فوراً قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ یہ عورت جو شہر کے ایک امیر سوداگر کی بیوی تھی کسی عامل کے بتانے پر اس پرانی قبر میں چاندنی رات میں عمل کرنے آئی تھی کہ اس کے گھر لڑکا نہ ہو لڑکی پیدا ہو تاکہ بادشاہ کے سپاہی اسے قتل نہ کر سکیں۔

اس عورت نے جونہی یہ فقرہ مکمل کیا۔ کیٹی نے کھوپڑی کے اندر حرکت کی تو کھوپڑی چوکی پہ ہلنے لگی سوداگر کی بیوی خوش ہو کر بولی۔

روخشی! میری کنیز! دیکھو۔ کھوپڑی حرکت کر رہی ہے۔ دیوتاؤں نے میری دعا قبول کر لی۔ میرا عمل کامیاب ہو گیا۔ اسے اٹھا کر گھر لے چلو۔

اور بیگم کی خاص کنیز روخشی نے اسی وقت کھوپڑی کو اٹھا کر ٹوکری میں ڈال کر اوپر سے بند کر دیا۔ کیٹی بھی سانپ

کے لئے بلایا ہے۔

سانپ نے سر جھکا کر کہا۔ میں ہر خدمت کے لئے تیار ہوں ناگ دیوتا۔ آپ حکم کیجئے؟ کیا زمین کی تہوں سے کوئی خزانہ نکال کر لانا ہے؟ کیا کسی دشمن کو موت کے گھاٹ اتارنا ہے

ناگ کہنے لگا "نہیں ایسا کوئی کام نہیں ہے۔ اس وقت تمہیں صرف یہ معلوم کرنا ہے کہ کیا تم نے آس پاس کہیں سبز ستارے والا کوئی سانپ دیکھا ہے۔

بھاری بھرکم سانپ نے کہا۔ "عظیم ناگ! میں ایک عرصے سے اس جگہ رہ رہا ہوں کم از کم میں نے اپنی زندگی میں کوئی ایسا سانپ نہیں دیکھا۔

ناگ نے کہا " میں تمہاری پچھلی زندگی کے بارے میں نہیں پوچھ رہا مجھے صرف اتنا بتاؤ کہ کیا اس وقت تمہاری بستی میں کوئی ایسا سانپ موجود ہے؟

موٹا سانپ ادب سے بولا۔ "عظیم ناگ! میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس وقت اس سارے ملک میں کوئی ایسا سانپ نہیں ہے۔ اگر وہ زمین کی گہرائیوں میں بھی ہوتا تو مجھے اس کی بو آ جاتی۔

موٹا سانپ بالکل ٹھیک کہہ رہا تھا۔ کیونکہ ابھی کیٹی سبز ستارے والے سانپ کی شکل میں اس شہر میں نہیں پہنچی

تھی اور حکیم دارش اپنے شاگرد کے ساتھ اسے لے کر قافلے میں ہی سفر کر رہا تھا۔ ناگ نے کہا۔

ٹھیک ہے پھر تم ایسا کرنا کہ کسی وقت بھی تمہیں ایسے سانپ کا کوئی سراغ ملے تو مجھے خبر کر دینا۔ میں ابھی اسی ملک میں ہوں۔ میں جہاں بھی ہوں گا تم کو میری خوشبو آ جائے گی۔

بہت بہتر ہمارے آقا۔ میں آپ کو خبر کر دونگا ناگ اور ماریا واپس شہر میں آ گئے۔

سارڈینا جزیرے کا یونانی بادشاہ بڑا سنگ دل اور نیم پاگل تھا۔ اسے کسی نجومی نے بتایا تھا کہ بہت جلد اس کے ملک سارڈینا میں ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا۔ جو بڑا ہو کر اس کے خاندان کو تباہ و برباد کر ڈالے گا اور اس کی سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گا۔ بادشاہ خوف زدہ ہو گیا تھا اور اس نے حکم دے دیا تھا کہ سارڈینا جزیرے میں جو بھی لڑکا پیدا ہو اسے فوراً قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ جس گھر میں لڑکا پیدا ہونے کی خبر ملتی شاہی سپاہی اس گھر میں گھس جاتے اور نئے پیدا ہونے والے بچے کو ہلاک کر ڈالتے رعایا دہشت زدہ ہو گئی تھی۔ لوگ ایسی عورتوں کو جن کے ہاں بچہ پیدا ہونے والا ہوتا چھپا دیتے تھے مگر

شاہی جاسوس ان کا پتہ چلا لیتے اور اگر لڑکا پیدا ہوتا
تو اسے قتل کر ڈالتے۔ کئی لوگ اپنی بیویوں کو لے
کر شہر سے کوچ کر گئے تھے مگر کئی لوگ ایسے تھے
جو اس ملک سے باہر نہیں جا سکتے تھے۔ ناگ اور ماریا
کو جب اس بات کا علم ہوا تو انہیں بادشاہ کی حماقت پر
سخت غصہ آیا کہ عجیب جاہل اور ظالم قسم کا بادشاہ ہے
یہ۔ مگر اس زمانے میں اکثر بادشاہ ایسے ہی ہوا کرتے
تھے۔ تاریخ میں نیک دل، رحم کرنے والے اور انصاف
پسند بادشاہ بہت کم گزرے ہیں۔ مگر ناگ ماریا تو وہاں
کیٹی کی تلاش کے سلسلے میں ٹھہرے ہوئے تھے اور ان
کا ارادہ چند ایک روز کیٹی کو ڈھونڈھنے کے بعد وہاں
سے کسی دوسرے ملک کو چلے جانے کا تھا۔ انھوں نے
بادشاہ کی اس حماقت میں کوئی بھی دخل دینا پسند
نہ کیا۔

لیکن ایک روز ایسا ہوا کہ ناگ رات کے وقت بازار
میں سے گزرتا ہوتا واپس سرائے میں ماریا کے پاس
آ رہا تھا کہ اس نے چار شاہی سپاہیوں کو تلواریں لہراتے
ہوئے ایک گلی میں گھستے دیکھا۔ ناگ نے پتہ کیا تو اسے
معلوم ہوا کہ اس گلی میں ایک غریب عورت رہتی ہے۔

جس کو خدا نے چاند سا بیٹا عطا کیا ہے اور بادشاہ کے سپاہی
اسے قتل کرنے جا رہے ہیں۔

ناگ اپنی آنکھوں کے سامنے یہ ظلم ہوتے نہیں دیکھ سکتا
تھا۔ وہ بھی لپک کر گلی میں گھس گیا۔ اس نے دیکھا کہ سپاہی
گھوڑوں سے اتر کر غریب عورت کے مکان کے دروازے
کو جو اندر سے بند تھا۔ نیزے مار مار کر توڑنے کی کوشش
کر رہے تھے۔ اس وقت مکانوں میں چراغ روشن ہو
چکے تھے۔ اور شہر کے گلی کوچوں کو شام کے اندھیرے
نے اپنی چادر میں لپیٹ لیا تھا۔ ناگ گلی کے کونے میں
اندھیرے میں جا کھڑا ہوا۔ پھر اس نے سانس کھینچ کر چھوڑا
اور ایک سیاہ عقاب کی شکل بدل کر ہوا میں اڑتا ہوا اوپر اٹھا
اور غریب عورت کے مکان کے صحن میں آ گیا۔ یہاں اس نے
دیکھا کہ کوٹھڑی میں ایک غریب عورت اپنے نئے پیدا
ہونے والے بچے کو چادر میں لپیٹے سینے سے لگائے خوف
سے کانپ رہی ہے اور اس کا غریب خاوند پریشان ہو کر کبھی
ادھر جا رہا ہے کبھی دوسری طرف بھاگ رہا ہے۔ ان کے
لئے وہاں سے فرار ہونے کا کوئی رستہ نہیں تھا کیوں کہ
اب دو سپاہی مکان کی چھت پر چڑھ کر چھت کو پھاڑنے
لگے ہوئے تھے۔

ناگ نے فوراً انسانی شکل دوبارہ اختیار کی اور اس
غریب میاں بیوی کی کوٹھڑی میں آ گیا۔ دونوں ناگ کو دیکھ
کر ڈر گئے اور خاوند نے گڑگڑا کر کہا۔

"میرے بچے پر رحم کرو۔ اسے قتل نہ کرو۔ یہ میرا
ایک ہی بیٹا ہے۔

عورت بھی زار و قطار رونے لگی اور رو رو کر ناگ
سے رحم کی بھیک مانگنے لگی۔ وہ ناگ کو شاہی دربار کا
کوئی جلاد یا سپاہی سمجھ رہے تھے ناگ نے کہا

"خاموش رہو۔ میں تمہارے بیٹے کو قتل کرنے نہیں
آیا۔ میں اسے شاہی جلادوں سے بچانے آیا ہوں۔

میاں بیوی حیران ہو کر ناگ کو تکنے لگے۔ خاوند
نے کہا۔

مگر — تم ہمارے بچے کو کیسے بچا سکو گے۔
بادشاہ کے سپاہی تو دروازہ اور چھت توڑ کر ابھی اندر
آ گھسیں گے اور میرے جگر کے ٹکڑے کو قتل کر
ڈالیں گے۔

ناگ نے کہا:۔ اگر خدا نے چاہا تو تمہارے بچے کا
بال بھی بیکا نہیں ہو گا۔ کیا اس مکان میں کوئی دوسری
کوٹھڑی ہے۔

خاوند بولا۔ ہاں۔ اس کے ساتھ ہی ایک چھوٹی
سی کوٹھڑی ہے جہاں ہم لکڑیاں رکھتے ہیں۔
ناگ نے کہا۔ "تم فوراً اپنی بیوی اور بچے کو لے کر
اس کوٹھڑی میں چھپ جاؤ، جلدی کرو۔ دروازہ
ٹوٹنے ہی والا ہے۔

دروازہ اور چھت زور زور سے توڑی جا رہی تھی اور
وہ ٹوٹنے ہی والی تھی۔ غریب خاوند نے گھبرائی ہوئی بیوی
کو بچے سمیت، چار پائی سے اٹھایا اور اسے لے کر دوسری
کوٹھڑی میں چھپ گئے اور دروازہ اندر سے بند کر لیا۔
ناگ نے گہرا سانس کھینچا اور سب سے زہریلے کالے
سانپ کی شکل اختیار کر لی۔ یہ ایک لمبا اور پتلا دبلا
سانپ تھا جس کے جسم پر سرخ دھبوں کے نشان تھے۔
ناگ نے محسوس کیا کہ مکان کی چھت ٹوٹنے میں ابھی کچھ وقت
لگے گا مگر دروازے پر جو دو سپاہی نیزے چلا رہے تھے
ان کی وجہ سے دروازہ ٹوٹنے ہی والا تھا۔ ناگ صحن کی
سیڑھیوں کی طرف سے ہوتا ہوا۔ آتش دان کے سوراخ
میں سے باہر نکل گیا۔
دروازے کا آدھا پٹ ٹوٹ چکا تھا۔ ناگ اندھیرے
میں نیچے آ گیا وہ بہت تیزی میں تھا۔ اس نے پیچھے سے

آکر ایک سپاہی کی ٹانگ پر ڈس دیا۔ اس کا زہر سب سے زیادہ خطرناک تھا۔ سپاہی کے ہاتھ سے نیزہ گر پڑا۔ اور پھر اس کا سارا جسم سن ہوگیا اور وہ بھی بے جان کٹے ہوئے درخت کی طرح دھڑام سے گلی کے فرش پر اوندھا ہو کر گر پڑا۔ دوسرا سپاہی اس کی طرف لپکا۔

کیا ہوا تمہیں؟

اس عرصے میں ناگ نے دوسرے سپاہی کی گردن پر بھی ڈس دیا۔ گردن پر ڈسنے سے ناگ کا زہر انتہائی تیزی سے دوسرے سپاہی کے دماغ میں پہنچ گیا اور اس کے سارے جسم کو سُن کر کے بیکار کر دیا۔ یہ سپاہی بھی مردہ ہو کر پہلے سپاہی کے اوپر ہی گر پڑا۔ اب ناگ نے چھت کا رخ کیا۔ یہ دونوں سپاہی خنجروں سے چھت کی مٹی اکھاڑ رہے تھے اور انہوں نے چھت میں سوراخ کر لیا تھا۔ ناگ چھت پر رینگتا ہوا اندھیرے میں ان کے پیچھے نمودار ہوا۔ ایک سپاہی کی اس پر نظر پڑ گئی۔ اس نے خنجر سے سانپ پر حملہ کر دیا۔

سانپ! پیچھے ہٹ جاؤ۔

سپاہی نے خنجر کا وار کرتے ہوئے دوسرے سپاہی کو خبردار کیا۔ مگر یہ ناگ تھا کوئی معمولی سانپ نہیں تھا۔

[ن]اگ کے لئے اتنا وقت ہی بہت تھا اور وہ خنجر کے حملے [س]ے اچھل کر بچ نکلنے کے بعد دوسرے سپاہی کی گردن سے بانکر ایا اور اس کی گردن پر ڈس دیا اور چھلانگ لگا کر [چ]ھت کی ایک جانب اندھیرے میں گم ہوگیا۔ سپاہی گرا تو دوسرے سپاہی نے اسے پکارا۔

کیا ہوا؟ سانپ نے ڈس لیا کیا؟

اندھیرے میں ہی ناگ نے انسانی شکل اختیار کر اور سپاہی [س]ے کہا۔

لگتا ایسا ہی ہے کہ اسے سانپ نے کاٹ لیا ہے

سپاہی نے چونک کر ناگ کی طرف دیکھا اور نیزے [س]ے اس پر حملہ کر دیا۔ ناگ بھی غافل نہیں تھا۔ اس نے دوسرے مرے ہوئے سپاہی کا خنجر پہلے ہی نکال کر اپنے ہاتھ میں تھام رکھا تھا۔ ناگ ایک دم پیچھے ہٹ گیا۔ نیزہ چھت میں جا کر گڑ گیا۔

ناگ نے کہا "اب میرا وار بچاؤ"

مگر سپاہی نے بھی خنجر نکال لیا تھا۔ ناگ نے خنجر لہراتے ہوئے کہا

"میری طرف دیکھتے رہنا۔ میں تمہیں ایک تماشا دکھانے لگا ہوں"

کی شکل میں کھوپڑی کے ساتھ ہی ٹوکری میں چلی گئی۔ کنیز روشنی نے اپنی بیگم صاحبہ کو گھوڑے پر بٹھایا۔ خود بھی گھوڑے پر سوار ہوئی اور بادلوں بھری رات کے سناٹے میں پرانی دیوار والی قبر کے علاقے سے نکل کر شہر کے علاقے کی طرف روانہ ہوگئیں شہر کے شمالی کونے پر ایک دومنزلہ خوبصورت چھتری والے مکان میں پہنچ کر انہوں نے گھوڑوں کو ڈیوڑھی میں باندھا اور کھوپڑی والی ٹوکری کمرے میں لاکر صندوق میں بند کر کے تالا لگا دیا۔

پھر سوداگر کی بیگم نے اپنے خاوند کو جگا کر بتایا کہ دیوتاؤں نے اس کی دعا قبول کر لی ہے۔ خاوند نے پوچھا

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

بیگم نے کہا "میں جس کھوپڑی پر عمل کر رہی تھی اس میں جان پڑ گئی اور اس مُردے کی روح اپنی کھوپڑی میں واپس آگئی دیوتاؤں نے اشارہ دیا ہے کہ میرے گھر لڑکا نہیں۔ لڑکی پیدا ہوگی۔

سوداگر نے کہا "یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ ہمیں اس کھوپڑی کی حفاظت کرنی چاہیئے۔ یہ تو بڑی مقدس کھوپڑی ہے مگر کیا مجھے نہیں دکھاؤ گی؟

کیوں نہیں۔ آؤ میرے ساتھ"۔

بیگم اپنے خاوند کو ساتھ لے کر کوٹھڑی میں آگئی۔ اس نے شمع جلائی اور اس کی روشنی میں صندوق کھول دیا۔ خاوند نے دیکھا کہ کھوپڑی رینگ رہی تھی وہ بھی ششدر ہو کر رہ گیا۔ اسے بھی یقین ہوگیا کہ یہ دیوتاؤں کی کرامت ہے۔ کھوپڑی میں اس کے مردے کی روح واپس آگئی ہے جو اس بات کی نشانی ہے کہ جس نے اس کھوپڑی پر عمل پڑھا تھا وہ عمل کامیاب ہوگیا ہے اور پڑھنے والے کی آرزو پوری ہوگی۔

بیگم نے کہا "دیکھا۔ کھوپڑی حرکت کر رہی ہے

خاوند خوش ہو کر بولا۔ ہاں بیگم۔ دیوتا ہمیں لڑکی عطا کریں گے۔ اب بادشاہ کے سپاہی ہمارے بچے کو قتل نہیں کر سکیں گے"

خاوند نے کھوپڑی کو ایک ہاتھ سے اوپر اٹھایا تو اس کے اندر سے بالوں بھرا کالا سانپ نکل کر دھپ سے صندوق میں گر پڑا۔ خاوند نے جلدی سے کھوپڑی ہاتھ سے چھوڑ دی۔ اور خوف زدہ ہو کر بولا۔

سانپ.....!

اس کی بیگم نے شمع کی روشنی میں سانپ کو غور سے دیکھا اور بولی۔

یہ اس مردے کی روح ہے جو سانپ کی شکل اختیار کر کے

اورناگ نے ایک گہراسانس کھینچا اور سیاہ چمگادڑ کی
شکل اختیار کرکے اوپر اڑ گیا۔ سپاہی کے توطوطے اڑ گئے۔
ہکابکا ہوکر کبھی چھت کو اور کبھی ہوا میں دیکھنے لگاکہ یہ
کیا جادو یا طلسم تھاکہ دیکھتے دیکھتے ایک انسان پرندہ بن
کر اڑ گیا۔ مگر ناگ اسے زندہ واپس نہیں بھیجنا چاہتا تھا۔
اس نے چمگادڑ کی شکل میں ایک غوطہ لگایا اور سپاہی
کی گردن سے ٹکرا کر اپنے تیز دانتوں سے اس کی گردن کی
شہ رگ کاٹ ڈالی اور پھڑپھڑا کر اڑ گیا۔

سپاہی نے دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن پکڑ لی مگر شہ رگ
کا کٹ جانا کوئی معمولی بات نہیں ہوتی۔ اس کا خون کٹی ہوئی
شہ رگ سے آبشار کی طرح گرنے لگا تھا وہ گھبرا کر نیچے
بھاگا۔ گلی میں اس نے اپنے دوسرے ساتھیوں کو آواز
دی مگر وہ تو پہلے ہی مر چکے تھے اور اب اس سپاہی کی آواز
بھی نہیں نکل رہی تھی اور اسے غش آنے لگا تھا وہ چھت
پر کھڑے کھڑے چکرا کر نیچے گلی میں گرا اور موت کا انتظار
کرنے لگا۔ کمزوری کی وجہ سے وہ ہاتھ پاؤں بھی نہیں ہلا
سکتا تھا۔ ناگ نے دوبارہ انسان کی شکل بدلی اور نیچے اتر
کر ساتھ والی کوٹھڑی میں آگیا۔ یہاں غریب میاں بیوی
اپنے نئے بچے کو سینے سے لگائے سہمے بیٹھے تھے۔ ناگ

نے کہا۔

"دشمن کو میں نے ہلاک کر ڈالا ہے مگر صبح ہوتے
ہی بادشاہ کو خبر ہو جائے گی اور وہ تمہارے بچے کے ساتھ
تمہیں بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اس لئے صبح ہونے سے
پہلے پہلے یہاں سے نکل چلو۔"

عورت نے آنسو پونچھ کر کہا "بھائی ہم کہاں جائیں!
ہمارا تو کوئی بھی نہیں ہے۔"

ناگ بولا۔ تم لوگ بچے کو لے کر میرے ساتھ آؤ۔
جلدی کرو۔

میاں بیوی بے چارے اس وقت ڈرتے ڈرتے اٹھے
بیوی نے ایک گٹھڑی میں بچے کے چار کپڑے باندھے اور
ناگ کے ساتھ مکان سے باہر گلی میں آئے تو تین سپاہیوں
کی لاشیں دیکھ کر کانپ اٹھے۔

ناگ انہیں سپاہیوں کے گھوڑوں پر بٹھا کر شہر کے گلی کوچوں
سے نکال کر اس سرائے میں لے آیا جہاں ماریا بیٹھی تھی۔ ماریا
نے جب ناگ کے ساتھ ایک عورت مرد اور بچے کو دیکھا
تو قریب آکر ایسی آواز میں کہ جو صرف ناگ ہی سن سکتا تھا
پوچھا کہ کیا ماجرا ہے؟ یہ لوگ کون ہیں؟ ناگ نے آہستہ
سے کہا ابھی بتاتا ہوں"

کھوپڑی میں آگئی ہے۔ کیا تم نے زندگی میں کبھی ایسا سانپ دیکھا ہے جس کے جسم پر اتنے سیاہ بال ہوں"

خاوند نے سہمی ہوئی آواز میں کہا "نہیں۔ بالکل نہیں"

بیگم نے کہا "ہمیں اس کھوپڑی کے ساتھ اس سانپ کی بھی حفاظت کرنی ہوگی۔ اگر یہ ہمارے ہاتھ سے نکل گیا تو ہماری ہونے والی بچی پیدا ہونے سے پہلے ہی مرجائے گی۔

خاوند نے فوراً کہا "نہیں نہیں۔ ہم اس سانپ کی حفاظت کریں گے ہم اس کھوپڑی کی روح کو اس صندوق سے اس وقت تک باہر نہیں نکلنے دیں گے جب تک کہ تمہارے ہاں بچی کی پیدائش نہیں ہوجاتی"

اور اس نے جلدی سے صندوق کا ڈھکن بند کرکے کنڈی لگادی تاکہ سانپ جس کو وہ کھوپڑی والے مردے کی روح سمجھ بیٹھے تھے باہر نہ نکل سکے۔ کیٹی نے جب یہ سب کچھ دیکھا تو حیران پریشان ہوکر صندوق میں ایک طرف بیٹھ گئی اور اپنے آپ کو کوسنے لگی کہ خواہ مخواہ وہ کھوپڑی کے اندر کیوں گئی نہ کھوپڑی میں گھستی اور نہ یہاں قید ہوتی۔

سوداگر اور اس کی بیوی نے کوٹھڑی بند کرکے باہر تالا لگا دیا اور آرام سے جاکر سوگئے۔ وہ بڑے خوش تھے کہ ان کا وظیفہ کامیاب ہوا اور دیوتاؤں نے کھوپڑی والے مردے

کو نشانی کے طور پر ان کے گھر بھیج دیا ہے۔ ان کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ انہوں نے ایک خلائی لڑکی کیٹی کو صندوق میں قید کردیا ہے جو کسی طلسم کی وجہ سے سانپ کی شکل اختیار کرچکی ہے۔

دوسری طرف ماریا بھی اسی شہر کی ایک سرائے میں بیٹھی ناگ کا انتظار کررہی تھی جو غریب میاں بیوی اور ان کے بچے کو شہر سے باہر کسی محفوظ جگہ پہنچانے کے لئے گیا ہوا تھا۔ ایک ہفتہ گزر گیا۔ اس دوران کیٹی سوداگر کے مکان میں صندوق میں قید تھی۔ دوسرا سانپ جنگلی جھاڑیوں کے پاس زمین کے اندر رہ کر ناگ دیوتا کی واپسی کا انتظار کررہا تھا۔ ایک دن اس سانپ نے اپنے بل سے باہر نکل کر روز کی طرح سبز ستارے والے سانپ کی بو لینے کی کوشش کی تو اسے محسوس ہوا کہ بو کا رخ بدل گیا ہے اور اب وہ شہر کے شمال کی طرف سے آرہی ہے۔ سانپ بڑا حیران ہوا کہ یہ سبز ستارے والا سانپ جنوبی علاقے سے نکل کر شمالی علاقے میں کیسے پہنچ گیا؟ پھر اس نے سوچا کہ ہوسکتا ہے اسے جگہ تبدیل کرنے کی کوئی ضرورت پڑ گئی ہو۔ لیکن ہے تو وہ اسی شہر میں۔ مگر اس جاسوس سانپ کو ناگ کی بو ابھی تک نہیں آئی تھی جس کا مطلب یہ

اب ناگ ایسی آواز میں بات نہیں کر سکتا تھا کہ جو صرف ماریا ہی سن سکے۔ اور دوسرے لوگ نہ سن سکیں۔ اس لئے وہ ماریا کے ساتھ لمبی بات ابھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے دونوں میاں بیوی کو اپنے کمرے میں بٹھایا اور ماریا کو لے کر باہر آگیا اور اسے سارا قصہ سنا دیا۔

ماریا نے کہا " اس کا مطلب ہے کہ ہمیں یہاں سے چلے جانا ہوگا۔ کیونکہ ان دونوں غریب میاں بیوی کو بھی سپاہی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

ناگ نے کہا " ہاں ماریا۔ میں چاہتا ہوں کہ میں انہیں دوسرے ملک میں کسی محفوظ جگہ پر پہنچا کر تمہارے پاس آؤں۔ تم اسی سرائے میں ہی ٹھہرو۔

کیٹی کھوپڑی میں گھس گئی

ناگ نے ماریا کو سارڈینا جزیرے کی سرائے میں ہی چھوڑا اور دونوں غریب میاں بیوی اور اس کے نومولود یعنی نئے نئے پیدا ہوئے بچے کو ساتھ لے کر شہر سے باہر نکل آیا۔ دو گھوڑوں پر دونوں میاں بیوی اور بچہ سوار تھے اور ایک گھوڑے پر ناگ بیٹھا تھا۔ تینوں گھوڑے رات کے اندھیرے میں ویرانے میں سرپٹ دوڑے چلے جا رہے تھے۔ ان کا یہ سفر ساری رات جاری رہا۔ صبح ہوئی تو وہ سمندر کے ساحل پر پہنچ گئے۔

اب ناگ نے ان سے پوچھا کہ وہ کہاں جانا چاہتے ہیں

غریب خاوند نے کہا

" اے نیک دل نوجوان! ہمارا اس ملک میں کوئی نہیں ہے یہاں سے سمندر کے راستے جہاز پر دو دن کے سفر پر ملک افریقہ کی سرحد شروع ہوتی ہے۔ ہمارا ارادہ ہے کہ اس ملک میں جا کر اپنی نئی زندگی شروع کریں۔ لیکن

ہمارے پاس نہ کوئی کشتی ہے نہ یہاں کوئی جہاز نظر آتا ہے۔
ہم یہ سفر کیسے طے کریں گے؟

ناگ نے کہا۔ فکر نہ کرو۔ جس خدا نے تمہیں اتنی بڑی مشکل سے نکالا ہے اور تمہارے بچے اور تمہاری زندگی بچائی ہے وہ یہاں بھی تمہاری مدد کرے گا۔ میرے ساتھ آؤ۔ ہم ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ جنوب کی طرف سفر کریں گے۔ ہو سکتا ہے آگے کوئی جہاز یا کشتی مل جائے۔

وہ سمندر کے ساحل کے ساتھ ساتھ جنوب کی طرف چل پڑے۔ دوپہر کو وہ ایک بستی میں پہنچے۔ یہاں انہوں نے تھوڑا بہت کھایا پیا۔ بچے کو اس کی ماں نے دودھ پلایا۔ کچھ دیر آرام کیا۔ ناگ نے وہاں ایک کشتی کا انتظام کیا اور پوچھا کہ کیا وہ اکیلے سمندر کا سفر کریں گے؟ عورت بے چاری خوف سے لرزنے لگی۔

میرے بھائی! میں نے کبھی سمندری سفر نہیں کیا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اپنے بچے سمیت سمندر میں غرق ہو جاؤں۔ کیا تم ہمارے ساتھ نہیں چلو گے؟

اس کے خاوند نے بھی ناگ کی منت کرتے ہوئے کہا "تم نے ہماری اتنی مدد کی ہے اب ہمیں سمندر کا سفر بھی اپنی حفاظت میں کرا دو۔ مجھے یقین ہے کہ تم ہمارے

ساتھ ہو گے تو ہم حفاظت سے پار اتر جائیں گے۔

ناگ کو پیچھے ماریا کا بھی خیال تھا اور یہ بھی احساس تھا کہ موٹا سانپ کسی وقت بھی سبز ستارے والے سانپ یعنی کیٹی کی خبر دینے آ سکتا ہے۔ لیکن وہ ان غریب میاں بیوی اور اس کے بچے کو بھی بے سہارا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ آخر اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ان دونوں کو ساتھ لے کر سمندر پار کرائے گا۔ دونوں میاں بیوی بے حد خوش ہوئے۔ انہوں نے کشتی میں سات آٹھ روز کے لئے کھانے پینے کی چیزیں رکھیں اور اسے سمندر کی لہروں کے حوالے کر دیا۔

ناگ کو سمندر کے حوالے کر کے ہم واپس سارڈینا شہر میں ماریا کے پاس آتے ہیں۔ جب دو دن گزر گئے اور ناگ واپس نہ آیا تو ماریا سمجھ گئی کہ وہ اس غریب و بے کس میاں بیوی اور ان کے بچے کو کسی محفوظ جگہ پر پہنچانے کے سلسلے میں دور نکل گیا ہے۔ ماریا نے فیصلہ کیا کہ وہ شہر کی سرائے میں ہی رہ کر ناگ کی واپسی کا انتظار کرے گی۔

دوسری طرف حکیم دارش اپنے شاگرد کے ساتھ قافلے میں سفر کرتا ہوا سارڈینا شہر پہنچ گیا۔ کیٹی بالوں بھرے سانپ کی شکل میں اس کی پٹاری میں بند اس کے پاس ہی تھی۔ بکار دال

تھا کہ ناگ دیوتا ابھی شہر سے باہر ہی ہیں ۔ جاسوس سانپ واپس اپنے بل میں چلا گیا ۔ وہ بھی اس انتظار میں تھا کہ ناگ دیوتا واپس شہر میں آئے تو وہ اس کے پاس جا کر اسے بتائے کہ سبز ستارے والا سانپ شہر کے شمالی حصے میں رہ رہا ہے ۔

ماریا سرائے میں رہتے پریشان ہونے لگی تھی کہ ناگ نے اتنی دیر کیوں لگا دی ہے اور وہ ابھی تک واپس سارڈینا میں کیوں نہیں آیا ۔ سلیمانی تعویذ اور سلیمانی مہرہ دونوں چیزیں ناگ کے پاس ہی تھیں ۔ کیونکہ ماریا کو وہم تھا کہ اگر اس نے سلیمانی مہرے کو ہاتھ لگایا تو وہ کہیں جل کر سیاہ نہ ہو جائے ماریا سرائے کے جس کمرے میں رہتی تھی وہ بالکل خالی ہوتا تھا کیونکہ ماریا تو کسی کو نظر ہی نہیں آ سکتی تھی ۔ سرائے کا مالک بھی اس کمرے کو خالی سمجھتا تھا ۔

چنانچہ ایک رات وہاں دو مسافر آ کر ٹھہرے ۔ ماریا کو یہ دونوں مسافر شکل صورت سے بڑے پر اسرار لگے ۔ ان کی لمبی ڈاڑھیاں تھیں ۔ سروں پر رومال باندھے تھے وہ ایک دوسرے سے بھی بہت کم بات کرتے تھے ۔ ان کے حلیے ایسے تھے کہ وہ کسی پارسی مندر کے پروہت لگتے ہیں ۔ ہم آپ کو بتانا چاہتے ہیں کہ پرانے زمانے میں ایران مشرقی عراق

اور شمالی آذربائیجان کے علاقے میں پارسی لوگ آباد تھے اور یہ آگ کی پوجا کرتے تھے ۔ ان کے مندروں میں آگ کبھی نہیں بجھتی تھی اور سینکڑوں سالوں سے نسل در نسل جل رہی تھی ۔ یہ بڑی پُر اسرار قوم تھی انہوں نے اپنے مُردوں کو رکھنے کے لئے اونچے مینار بنائے ہوئے تھے ۔ جہاں یہ مُردے کی لاش کو جا کر رکھ آتے اور اسے گدھیں نوچ نوچ کر کھاتی رہتی تھیں ۔ اس کو یہ موت کا مینار کہتے تھے ۔ ان لوگوں کے پاس ایسے خفیہ عمل اور منتر تھے کہ جن کو پھونک کر ان کے مندروں کے پروہت جنوں بھوتوں کو حاضر کر لیتے اور ان سے چٹانیں کٹوا کر آگ کی پوجا کے لئے آتش کدے یعنی مندر بنواتے تھے ۔ ان پارسی پروہتوں کے بارے میں یہ بات بھی مشہور تھی کہ یہ ہوائی مخلوق یعنی چڑیلوں اور ڈائنوں کو کسی خفیہ منتر سے قابو کر لیتے ہیں اور پھر ان سے اپنی مرضی کے مطابق کام لیتے ہیں ۔

ماریا سرائے کے کمرے میں کونے میں لکڑی کی ایک چوکی پر بیٹھی تھی وہ غائب تھی اور کسی کو نظر نہیں آتی تھی مگر اس نے دیکھا کہ ان دو پر اسرار پارسی پروہتوں میں سے ایک پروہت بار بار اس کونے کی طرف دیکھ رہا ہے ۔ جہاں وہ بیٹھی تھی ۔ جیسے وہ ماریا کو

دیکھ رہا ہو۔ لیکن ماریا نے سوچا کہ یہ محض اتفاق ہے کہ
وہ اس کونے کی طرف دیکھتا ہے۔ ورنہ وہ تو غائب
ہے کون دیکھ سکتا ہے۔ مگر یہ ماریا کا خیال تھا۔ اس
پارسی پروہت نے ماریا کو دیکھ لیا تھا۔

دو خطرناک مسافر اور جاسوس سانپ

دونوں پراسرار آدمی جو پارسی آتش پرست پروہت لگتے
تھے آپس میں باتیں کرتے رہے اور ماریا کمرے سے اٹھ کر باہر
چلی گئی کہ ناگ کا کچھ پتہ کرے

جب ماریا باہر گئی تو دونوں پر اسرار پروہتوں میں سے
ایک پروہت نے دوسرے سے کہا "یہاں ابھی ابھی ایک
خوبصورت لڑکی بیٹھی ہوئی تھی"

دوسرا پروہت حیران ہو کر پہلے کا منہ تکنے لگا کیونکہ وہ
دیکھ رہا تھا کہ کمرے میں ان دونوں کے سوا اس وقت بھی کوئی نہیں
تھا۔ اور اس سے پہلے بھی وہاں کوئی تیسرا موجود نہیں تھا۔
اس نے کہا

شارکش! کیا تم دیوانے تو نہیں ہو گئے؟ کیونکہ میں
دیکھ چکا ہوں کہ یہاں کوئی خوبصورت لڑکی نہیں تھی۔

پارسی پروہت شارکش مسکرایا۔ داڑھی پر ہاتھ پھیرا اور
بولا" میرے دوست طہماش! اس لڑکی کو سوائے میرے

کوئی نہیں دیکھ سکتا اور میں نے اسے دیکھ لیا ہے ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ یہاں کونے میں اس چوکی پر بیٹھی تھی۔

پروہت طہماش کو معلوم تھا کہ اس کا ساتھی پروہت شارکش بڑے خفیہ علم جانتا ہے اور بھوتوں اور چڑیلوں سے باتیں کیا کرتا ہے لیکن اسے یہ یقین نہیں آرہا تھا کہ اس نے کسی غیبی عورت کو دیکھا ہے۔ طہماش نے پوچھا

"کیا وہ کوئی چڑیل یا ڈائن تھی"،

پروہت شارکش نے کہا "یہی تو کمال کی بات ہے کہ یہ لڑکی نہ چڑیل ہے اور نہ کوئی ڈائن ہے بلکہ ایک انسان ہے اور بڑی خوبصورت لڑکی ہے۔

پروہت طہماش نے سوال کیا،

"کیا تم اسے مجھے دکھا سکتے ہو؟"

پروہت شارکش نے جواب دیا۔ "اس کے لئے تمہیں بیس برس موت کے مینار میں مردوں کی ہڈیوں کے پاس بیٹھ کر ریاضت کرنی ہوگی۔ میں ایسا کر چکا ہوں اسی لئے اس غیبی خوبصورت لڑکی کو دیکھ سکتا ہوں تم نہیں دیکھ سکتے"۔

پروہت طہماش بولا۔ "معلوم ہوتا ہے دوست کہ تمہیں یہ غیبی لڑکی پسند آگئی ہے۔

پروہت شارکش نے اپنی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا

"تم میرے دوست بھی ہو اور راز دار بھی ہو۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں ایران کے آتش پرست شہنشاہ شاہ سائرس کے شاہی آتش کدے (مندر) کا سب سے بڑا پروہت ہوں اور میرے دشمن میرے خلاف سازش کررہے ہیں۔ وہ مجھے میرے شاہی عہدے سے ہٹا کر خود اس عہدے پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں وہ بادشاہ شاہ سائرس کے کان بھرتے رہتے ہیں کہ چونکہ میں شاہی آتش کدے (مندر) کے لئے کوئی ایسی آگ کی دیوی حاصل نہیں کر سکا جو آگ کے شعلوں میں بھی زندہ رہ سکے اس لئے مجھے میرے عہدے سے ہٹا دینا چاہیئے"۔

پروہت طہماش نے کہا۔ "ہاں ہاں۔ میں یہ سب جانتا ہوں۔

پروہت شارکش بولا

"اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ میں اگرچہ بڑے خفیہ منتر جانتا ہوں۔ مگر میرے پاس کوئی منتر ایسا نہیں ہے کہ جس کی مدد سے میں کسی بھی آگ کی دیوی کو آگ سے بچا سکوں۔ اگر میں کسی جن بھوت یا چڑیل کو بھی آگ کی دیوی کا روپ دے کر لے آتا ہوں تو

سرائے سے یہ حکیم دارش سیدھا شہر پہنچ گیا اور شہر کی تاریک
و تنگ گلی میں اپنی حویلی میں آگیا۔ یہاں آ کر اسے پتہ چلا کہ
بادشاہ کو کسی نجومی نے بتایا ہے کہ شہر میں ایک بچہ پیدا ہوگا
جو بڑا ہو کر اس کی سلطنت اور اس کے خاندان کو تباہ کر دے
گا اور بادشاہ اس تباہی اور اپنی موت کے خوف سے ہر نئے پیدا
ہونے والے بچے کو قتل کروا دیتا ہے

حکیم دارش نے اپنے شاگرد سے کہا

بہت خوب۔ سبز ستارے والے اس سانپ کے تریاق
کی آزمائش کا وقت آن پہنچا ہے۔ بادشاہ پر موت کا خوف
چھایا ہوا ہے اور میں اس سانپ کا تریاق تیار کر کے اسے
پلا کر موت سے آزاد کر دوں گا۔

شاگرد نے کہا۔ استاد! تمہیں بادشاہ سے ملاقات
کرنی چاہیئے۔

حکیم نے کہا: کیوں نہیں۔ میں بادشاہ سے مل کر اسے
یقین دلاؤں گا کہ میں اس چاند کی چودھویں رات کو سبز ستارے
والے سانپ کو کھولتے پانی میں ابال کر اس سے تریاق بنا
کر اسے پلاؤں گا اور پھر وہ کبھی نہیں مر سکے گا،،

شاگرد نے خوش ہو کر کہا: اس کے عوض بادشاہ تمہیں مالا مال
کر دے گا۔

حکیم دارش نے ناک چڑھا کر کہا۔ احمق میں صرف دولت
نہیں لوں گا بلکہ بادشاہ سے شاہی طبیب کا عہدہ حاصل کروں گا
اور پھر جتنی چاہے دولت پیدا کر لوں گا۔

یہ ٹھیک ہے استاد! تمہیں بادشاہ سے جلد ملاقات کی
کوئی صورت نکالنی چاہیئے۔

حکیم دارش نے کہا: میں آج ہی دربار کے ایک امیر
سے ملاقات کی جو اس کا دوست تھا اور اسے بتایا کہ اس
نے بادشاہ کے لئے ایک ایسا تریاق بنانے کا ارادہ کیا ہے
جو اسے موت سے آزاد کر دے گا۔

تم کسی طرح بادشاہ سے میری ملاقات کرا دو۔ میں بادشاہ
کو ساری باتیں خود بتانا چاہتا ہوں۔

دربار کے امیر نے اگلے دن موقع دیکھ کر بادشاہ سے
بات کر دی۔ بادشاہ پہلے ہی موت سے بے حد ڈرا ہوا تھا اس
نے فوراً حکم دیا کہ حکیم دارش کو پیش کیا جائے۔ سپاہی حکیم
دارش کو لے کر بادشاہ کے دربار میں پہنچ گئے۔ حکیم دارش
نے جھک کر بادشاہ کو سلام کیا اور بڑے ادب سے کہا

شہنشاہ عالی مقام! یہ بندہ تنہائی میں آپ سے بات کرنے
کا خواہشمند ہے۔

بادشاہ نے اسی وقت سب امیروں وزیروں کو رخصت

آگ کے شعلوں میں وہ بھی جل کر راکھ ہو جائے گی۔ یہ
میری خوش قسمتی ہے کہ اس شہر میں تمہارے ساتھ
مندر کے لئے صندل کے عطر اور خوشبوئیں
خریدنے آیا اور اس کی سرائے میں مجھے ایک
ایسی خوبصورت لڑکی مل گئی ہے جو خوبصورت بھی
ہے اور غائب بھی ہے۔

پروہت طہماش نے پوچھا۔ "اس سے کیا فرق
پڑے گا؟"

پروہت شارکش بولا۔ "شاید تمہیں معلوم نہیں کہ
اگر میں اس خوبصورت غیبی لڑکی کو اپنے منتروں
کے ذریعے قبضے میں کر کے لے چلوں اور اسے
آگ کی دیوی بنادوں تو اسے آگ نہیں لگ
سکے گی۔"

پروہت طہماش نے کہا "لیکن یہ تو کسی کو نظر نہیں
آئے گی اس کا فائدہ کیا ہوگا؟"

پروہت شارکس مسکرایا۔

"میں اس غیبی لڑکی کو اپنے منتروں کی مدد سے
ظاہر کردوں گا۔ یہ سب کو نظر آنے لگے گی اور جب
آگ کی دیوی بن کر یہ آگ کے شعلوں میں سے گزرتی

ہوئی مندر کے استھان پر بیٹھے گی تو اسے آگ
نہیں لگے گی۔ کیونکہ اصل میں یہ لڑکی غائب ہے اور
میرے خفیہ منتر اس کو جو جسم عطا کریں گے وہ بھی
ہوا کی لہروں سے بنا ہوا ہوگا اور ان پر آگ اثر
نہیں کرے گی۔"

پروہت طہماش یہ ماجرا سن کر بہت خوش ہوا
اور بولا۔

"شارکش! یہ تو تمہاری بڑی خوش قسمتی ہوئی ہے کہ
تمہیں یہاں ایک غیبی لڑکی مل گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ دیوتا
تم پر بڑے مہربان ہیں۔ اب یہ بتاؤ کہ تم اسے کس
طرح اپنے قبضے میں کرو گے؟ اور کیا یہ جسمانی شکل
میں آکر تمہارے قبضے میں آئے گی یا غائب ہی
رہے گی؟"

پروہت شارکش نے کہا "اس وقت میں اسے
غیبی حالت میں ہی اپنے قبضے میں کروں گا۔ لیکن
فارس جا کر مندر میں اسے انسان کی شکل دے کر
آگ کی دیوی بنا کر استھان پر بٹھا دوں گا اور بادشاہ
سائرس سے کہوں گا کہ میں آگ کی دیوی کو آسمانوں
سے اتار کر لے آیا ہوں اور آکر اپنی آنکھوں سے دیکھیں

کہ اس پر آگ کے مقدس شعلے اثر نہیں کریں گے "۔

پروہت طہماش نے اپنے پروہت دوست شارکش کے ہاتھ چوم لیئے اور کہا۔

شارکش! تم نے اپنے ساتھ مجھے بھی ایک بھیانک مصیبت سے نکال دیا ہے۔ اگر ہم آگ کی دیوی حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہوتے تو ہمارے دشمنوں کی سازش کامیاب ہو جاتی اور ہو سکتا ہے کہ بادشاہ سائیرس ہماری گردنیں قلم کر ڈالتا۔ اب جتنی جلدی ہو سکے اس غیبی لڑکی کو اپنے قبضے میں کر اور جلدی سے جلدی یہاں سے بوریا بستر باندھ کر اپنے ملک فارس کی طرف کوچ کرو "

پروہت شارکش نے دروازے کی طرف دیکھ کر کہا " غیبی لڑکی ابھی ابھی باہر گئی ہے۔ اسے یقین ہے کہ میں نے اسے نہیں دیکھا۔ وہ ابھی اندر آئے گی۔ پھر میں اسے اپنے منتروں کے ذریعے قبضے میں کر لوں گا ایک بار میرے قبضے میں آنے کے بعد وہ میری غلام بن جائے گی اور میری مرضی اور میرے حکم کے بغیر ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکے گی۔ میں جو کہوں گا وہ وہی کرے گی۔ وہ کسی سے بات

بھی نہیں کر سکے گی اور وہ اپنا ماضی بھی بھول جائے گی۔ اسے سوائے اس کے کچھ یاد نہیں رہے گا کہ وہ آگ کی دیوی ہے اور میں اس کا آقا ہوں "۔

پروہت طہماش بولا۔ " مگر شارکش! ایک بات بتاؤ کہ یہ اصل میں کون ہے اور یہاں کس لیئے آگئی ہے؟ "

شارکش نے کہا " میرا علم یہاں خاموش ہے میرے منتر بھی مجھے کچھ نہیں بتاتے کہ یہ لڑکی اصل میں کون ہے۔ کہاں سے آئی ہے اور کہاں جا رہی ہے مجھے صرف اتنا ہی معلوم ہے کہ یہ اصل میں ایک انسان ہے اور کسی بہت بڑی طاقت نے اسے غائب کر دیا ہوا ہے اور اس کا سارا جسم لہروں میں بدل چکا ہے؟

پروہت طہماش بولا۔ " تو پھر تمہیں اس لڑکی پر نگاہ رکھنی چاہیئے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ باہر کی باہر ہی کسی طرف نکل جائے اور ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں

پروہت شارکس جلدی سے اٹھا اور سرائے کے کمرے سے باہر نکل گیا۔ پھر فوراً ہی واپس آگیا اور بولا۔

"وہ سامنے باغ میں ٹہل رہی تھی۔ اب واپس کمرے میں آرہی ہے۔ تم جھوٹ موٹ سو جاؤ۔ میں بیٹھ کر منتر پڑھتا ہوں تاکہ جب یہ غیبی لڑکی اندر آئے تو اسے اپنے قابو میں کر لوں"۔

پروہت طہماش بہانہ بنا کر بستر پر لیٹ گیا اور یوں آنکھیں بند کر لیں جیسے سو رہا ہو۔ پروہت شارکش نے چمڑے کی ایک چھوٹی سی خالی کپی جیب سے نکال کر اپنے سامنے رکھ لی اور اپنے خاص خفیہ منتر پڑھنے شروع کر دیئے۔ اتنے میں اسے ماریا کے پاؤں کی ہٹ سنائی دی۔ ماریا کے پاؤں کی آہٹ بھی صرف یہ پروہت شارکش ہی سن سکتا تھا۔ اس نے ادھ کھلی آنکھوں سے کمرے کے دروازے کی طرف دیکھا۔

ماریا سرائے کی ڈیوڑھی میں سے گزر کر کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔ ماریا نے کمرے میں آکر دیکھا کہ ان دونوں پر اسرار آدمیوں میں سے ایک تو بستر پر لیٹا سو رہا تھا اور دوسرا چوکی پر بیٹھا پوجا پاٹ کر رہا تھا۔ ماریا کونے میں بیٹھ کر ناگ کے بارے میں سوچنے لگی کہ اس نے اتنی دیر کیوں لگا دی ہے

اسے اب تک آجانا چاہیئے تھا۔ پھر وہ اس پروہت کو تکنے لگی جو آتش پرستوں کے طریقے کے مطابق چوکی پر آلتی پالتی مارے سامنے انگیٹھی میں دہکتے ہوئے دو چار کوئلے رکھے عبادت کر رہا تھا وہ سمجھ گئی کہ یہ واقعی کوئی آتش پرست پروہت ہے کسی کام سے سارڈینا میں آیا ہے اور اس وقت اپنے طریقے کے مطابق آگ کی پوجا کر رہا ہے۔

ماریا نے دیکھا کہ اس کے آگے آگ کی ایک جانب ایک چمڑے کی چھوٹی کپی بھی رکھی تھی۔ اس نے سوچا کہ شاید اس میں مقدس تیل ہو جس کو پوجا کے بعد آگ میں ڈالا جاتا ہے وہ کونے میں خاموش بیٹھی بڑی دلچسپی سے پروہت شارکش کو پوجا کرتے دیکھ رہی تھی۔ پروہت شارکش بھی کبھی کبھی چوری آنکھ سے اسے دیکھ لیتا تھا۔ ماریا نے یونہی کہہ دیا۔

"کیا فضول تم آگ کی پوجا کر رہے ہو۔ یہ آگ سوائے تمہیں جلا کر راکھ کر دینے کے اور کیا کر سکتی ہے"

اس کا خیال تھا بلکہ اسے یقین تھا کہ یہ شخص اس کی آواز ہرگز نہیں سن سکے گا مگر پروہت شارکش نے

ماریا کی آواز سن لی تھی مگر وہ چپکا ہو کر بیٹھا منتر
پڑھتا رہا۔ اس نے اپنے چہرے سے ذرا بھی یہ
ظاہر نہ ہونے دیا کہ اس نے ماریا کی آواز
سن لی ہے۔ صرف اپنے دل میں پروہت شارکش
نے اتنا کہا کہ اسے غیبی خوبصورت لڑکی۔ تمہیں
بہت جلد پتہ چل جائے گا کہ آگ تمہیں نہیں
جلا سکے گی۔ لیکن اوپر سے وہ خاموش رہا اور منہ
ہی منہ میں خفیہ منتروں کا جاپ کرتا رہا۔ یہ منتر
بڑے تیز اثر والے منتر تھے اور پروہت شارکش
نے زندگی میں پہلے کبھی نہیں پڑھے تھے۔ اس کا
ساتھی پروہت طہماش آنکھیں بند کئے سونے کا بہانہ بنا کر
لیٹا تھا اور اس نے ماریا کی آواز بالکل نہیں سُنی تھی۔ مگر
پروہت شارکش نے نہ صرف ماریا کی آواز سن لی تھی بلکہ
وہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد چوری چوری دیکھ لیتا تھا کہ
ماریا اپنی جگہ پر موجود ہے کہ نہیں۔ اب وہ نہیں چاہتا
تھا کہ ماریا اپنی جگہ سے اٹھے۔ کیونکہ اس کے منتروں
کا رخ سیدھا ماریا کی جانب تھا اور ان تیز اثر والے
منتروں نے ماریا کے جسم پر اپنی شعاعیں ڈالنا شروع
کر دی تھیں۔

یکایک ماریا نے محسوس کیا کہ اس کا جسم جو ہوا کی طرح
ہلکا ہوا کرتا تھا بھاری ہونا شروع ہو گیا ہے۔ وہ کچھ
گھبرا گئی۔ اس نے چوکی سے اٹھنا چاہا مگر وہ اٹھ نہ
سکی۔ اب تو وہ بہت خوفزدہ ہو گئی۔ اس نے پورا زور
لگا کر چوکی سے اچھلنے کی کوشش کی مگر وہ ایک انچ
بھی اپنی جگہ سے نہ ہل سکی۔ اس نے آواز نکالنی چاہی
مگر اس کی آواز بھی جیسے بند ہو گئی تھی۔ پھر اسے پروہت
شارکش کی آواز سنائی دی۔

"اے غیبی لڑکی! تو میرے منتروں کے اثر میں آ چکی
ہے۔ تھوڑی دیر بعد تو میرے قبضے میں آ جائے گی"۔

ماریا کا دل دہشت کے مارے اچھل کر اس کے حلق
میں آ گیا۔ میرے خدا! یہ مکار آدمی تو اس کو قابو میں کرنے
کے لئے منتر پڑھ رہا تھا۔ اب کیا ہو گا؟ پروہت شارکش
کے ساتھی نے اپنے دوست کی آواز سن کر آنکھیں کھول
دیں اور کونے کی طرف دیکھا۔ اسے ماریا تو نظر نہیں آ
رہی تھی مگر اس نے دیکھا کہ کونے میں جو چوکی پڑی تھی
وہاں سے سفید دھوئیں کی ایک لکیر اٹھ کر منتر پڑھتے
ہوئے پروہت شارکش کی طرف بل کھاتی ہوئی بڑھنے
لگی تھی۔

پروہت شارکش اب اونچی آواز میں منتروں کا جاپ کر رہا تھا۔ اس کا ساتھی پروہت بستر پر اٹھ بیٹھا تھا اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے دھوئیں کی ایک پتلی سی لکیر کو چمڑے کی خالی کپی میں داخل ہوتے دیکھ رہا تھا۔ یہ ماریا کا جسم تھا جو دھوئیں کی لکیر بن کر چمڑے کی خالی کپی میں داخل ہوتا چلا جا رہا تھا۔ جب ماریا دھوئیں کی شکل میں کپی میں ساری کی ساری داخل ہو گئی تو پروہت شارکش نے جلدی سے کپی کا منہ ڈھکن سے بند کر دیا اور خوشی سے قہقہہ لگا کر بولا۔

میرے دوست طہماش! آج میری زندگی کا خوش قسمت ترین دن ہے۔ میں ایک غیبی لڑکی کو اس کپی میں بند کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔

پروہت طہماش کی بھی خوشی سے باچھیں کھل گئی تھیں۔ اس نے کہا۔

"شارکش! اب یہ یہاں سے نکل کر بھاگ تو نہیں جائیگی؟

پروہت شارکش مسکرایا۔ کپی کے ڈھکن کو ہاتھ سے مضبوطی سے بند کرتے ہوئے بولا۔

"طہماش! یہ عورت پوری طرح میرے قبضے میں آ چکی ہے اب یہ بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتی۔ ہمیں آج ہی بازار

سے صندل کے عطر اور خوشبوئیں خرید کر واپس اپنے دیس فارس کی طرف کوچ کر جانا ہوگا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ اب ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیئے ہم نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے۔ اب ہمارے دشمن ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔

پروہت شارکش نے اٹھتے ہوئے کہا "اس خوبصورت غیبی لڑکی کو میں آگ کی دیوی کی شکل دے کر آتش کدے (مندر) کے استھان پر بٹھاؤں گا اور جب یہ آگ میں سے گزرے گی تو بادشاہ سائرس اور سارے پجاری اور درباری خود اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے کہ اس لڑکی پر آگ کا اثر نہیں ہوگا"

پروہت طہماش تو خوشی سے نہال ہو رہا تھا بولا "شارکش! اب یہاں سے نکل چلو"

دونوں آتش پرست پروہتوں نے اپنے بوریئے بستر اٹھائے اور سرائے سے نکل کر بازار میں جا کر چند ضروری چیزیں خریدیں اور ایک قافلے کے ساتھ شامل ہو کر ملک فارس کی طرف روانہ ہو گئے۔

O

آگ دونوں غریب میاں بیوی اور ان کے بچے کو

ملک افریقہ کے ساحل پر چھوڑ کر جب واپس سارڈینا شہر
کی سرائے میں آیا تو اسے ماریا کی خوشبو نہ آئی۔ اس نے
جس کمرے میں ماریا کو ٹھہرنے کے لئے کہا تھا۔ وہاں
آکر دیکھا کمرہ خالی تھا مگر ماریا کی خوشبو غائب تھی۔
ناگ نے ماریا کو آواز دی۔ کوئی جواب نہ آیا۔ ماریا وہاں
ہوتی تو جواب دیتی۔ وہ تو اس وقت آتش پرست نشارکش
کی جیب میں دھوئیں کی شکل میں کپتی میں بند ہو کر پڑی تھی۔
ناگ فکر مند ہو کر سرائے سے باہر آگیا۔ اس نے
چاروں طرف ناک اٹھا کر ماریا کی خوشبو لینے کی کوشش
کی مگر ماریا کی خوشبو شہر کے کسی کونے سے بھی نہیں آرہی
تھی۔ حالانکہ ناگ کی یہ حس بڑی تیز تھی کیونکہ وہ سانپ
تھا اور کتنی دور سے اپنے دوستوں عنبر ماریا کیٹی کی بُو
سونگھ لیتا تھا۔ کیٹی کی بُو اسے اس لئے نہیں آرہی تھی کہ
وہ بالوں بھرے ایک ایسے سانپ میں تبدیل ہو کر شہر
کے سوداگر کی حویلی کی کوٹھڑی میں ایک صندوق میں
بند پڑی تھی کہ جس کی بُو اب کیٹی کی بُو نہیں رہی تھی بلکہ
ایک سانپ کی بُو تھی جس کو ناگ صرف سانپ بن کر ہی
محسوس کر سکتا تھا کیونکہ کیٹی ایک ایسے سانپ کی شکل میں
آچکی تھی جس پر حکیم دارشن کے طلسم کا اثر تھا۔

پھر بھی ناگ نے ہمت نہ ہاری اور ماریا کی تلاش میں شہر
میں نکل کھڑا ہوا۔ اس نے سارا شہر چھان مارا مگر ماریا
کی خوشبو اسے کہیں سے بھی نہ آئی۔ ظاہر تھا کہ ماریا
اس شہر میں نہیں تھی لیکن ناگ کو یہ سوال پریشان کر
رہا تھا کہ جب اس نے ماریا کو خاص طور پر سرائے
میں ٹھہرنے کے لئے کہا تھا تو وہ کہاں چلی گئی؟ ایک بات
صاف تھی کہ ماریا اپنی مرضی سے نہیں گئی۔ تو کیا اسے
کسی نے اغواء کر لیا ہے؟ مگر اسے کون اغوا کر سکتا
ہے۔ وہ تو کسی کو نظر ہی نہیں آتی۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ کسی
ایسے مکار شخص نے اسے اغوا کیا ہو کہ جو نہ صرف ماریا
کو دیکھ سکتا ہو بلکہ اسے قابو میں کرنے کا عمل بھی جانتا ہو! اس
قسم کے خیالات ناگ کے ذہن میں گھوم رہے تھے۔
وہ شہر کے گلی کوچوں میں دیر تک بھٹکنے کے بعد واپس
سرائے میں آگیا۔ دوسری طرف ویرانے کے جاسوس سانپ
نے فوراً ناگ کی بُو سونگھ لی تھی۔ وہ بڑا خوش ہوا کہ ناگ
دیوتا شہر میں واپس آگیا ہے۔ چنانچہ جب رات کا اندھیرا
چاروں طرف چھا گیا تو جاسوس سانپ ناگ کو سبز ستارے
والے سانپ (یعنی کیٹی) کے بارے میں خبر دینے
نکل پڑا۔

ناگ کی بُو لینا یہ جاسوس سانپ رات کے اندھیرے
میں سنسان بازاروں سے گزرتا سرائے میں پہنچ گیا۔
سرائے میں سب لوگ سو رہے تھے۔ ایک کتے نے
سانپ کو دیکھ لیا اور زور زور سے بھونکنے لگا۔ جاسوس
سانپ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی موجودگی کی کسی کو خبر ہو
کیونکہ لوگ اسے ہلاک کر سکتے تھے۔ پس جاسوس سانپ
نے کتے کو خاموش کرانے کے لئے اچھل کر گردن میں
ڈس دیا۔ کتا وہیں گرا اور تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ جاسوس
سانپ نے محسوس کیا کہ ناگ دیوتا کی خوشبو کونے والی
کوٹھڑی سے آ رہی تھی۔ وہ رینگتا ہوا اس کوٹھڑی میں آ گیا
اب ناگ نے بھی جاسوس سانپ کی بُو سونگھ لی تھی اور
چراغ کی بتی اونچی کر کے پوچھا

کیا یہ تم ہو؟

جاسوس سانپ ناگ کے بستر کے پاس جا کر کنڈلی
مار کر ادب سے بیٹھ گیا اور تین بار گردن جھکا کر تعظیم
بجا لانے کے بعد بولا۔

عظیم ناگ دیوتا! میں نے آپ کے بتائے ہوئے
سانپ کا پتہ کر لیا ہے۔

ناگ نے جلدی سے پوچھا

کہاں ہے وہ؟

جاسوس سانپ بولا۔ " اس شہر کے شمال کی جانب
سے اس کی تیز بُو مجھے اب بھی محسوس ہو رہی ہے میرے
ساتھ چلیں۔ میں آپ کو اس کے ٹھکانے تک پہنچائے
دیتا ہوں"

ناگ جاسوس سانپ کے ساتھ ہو لیا۔ خاموش
اور سنسان شہر کی اندھیرے میں ڈوبی گلیوں میں سے ہوتے
ہوئے جاسوس سانپ سوداگر کی حویلی کے باہر رک
گیا اور بولا۔

" عظیم ناگ دیوتا! اس مکان کی حویلی میں سے سبز ستارے
والے سانپ کی بُو آ رہی ہے مگر یہ بُو بڑی ہلکی ہے
اور لگتا ہے کہ اس پر کسی نے جادو کر رکھا ہے۔
جس سے سانپ کی اصلی بُو دب گئی ہے"

جاسوس سانپ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ کیونکہ اسی جادو کی
وجہ سے ناگ کو بھی کیٹی کی خوشبو نہیں آ رہی تھی۔ ناگ نے
جاسوس سانپ سے کہا

" میں ایک چھوٹی سیاہ چڑیا کا روپ بدل کر تمہارے
ساتھ ساتھ چلوں گا۔ تم حویلی میں داخل ہو کر مجھے اس
جگہ لے چلو جہاں اس سبز ستارے والے سانپ کی بُو

سب سے زیادہ تیز ہے

ناگ نے فوراً سانس کھینچ کر ایک سیاہ ننھی سی چڑیا کا روپ بدل لیا۔ جاسوس سانپ جانتا تھا کہ ناگ دیوتا جو شکل چاہے بدل سکتا ہے وہ حویلی کی دیوار پر چڑھ کر رینگتا ہوا ایک روشندان میں سے کمرے میں داخل ہو گیا۔ ناگ بھی اڑ کر روشندان میں سے اس کمرے میں آ گیا۔ یہاں سبز ستارے والے سانپ کی بو اس قدر تیز تھی کہ اس کی ہلکی ہلکی بو ناگ بھی محسوس کرنے لگا تھا جاسوس سانپ کمرے میں رکھے ہوئے ایک صندوق کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور ناگ کی طرف دیکھ کر بولا۔

"عظیم ناگ! سبز ستارے والا سانپ اس صندوق میں ہے"

جاسوس سانپ کی آواز صندوق میں بیٹھی کیٹی نے بھی سن لی۔ کیونکہ وہ خود سانپ کے روپ میں تھی اور دوسرے سانپ کی زبان سمجھ لیتی تھی۔ اس نے جلدی سے کہا

"ناگ! میں یہاں ہوں صندوق کے اندر"

جاسوس سانپ نے ادب سے کہا

"عظیم ناگ! صندوق والا سانپ تمہارا نام لے کر بلا رہا ہے"

کیٹی کی آواز ناگ نے بھی سن لی تھی۔ ناگ نے فوراً

سانپ کی آواز میں کیٹی سے کہا "کیٹی! فکر نہ کرو۔ میں آ گیا ہوں"

پھر ناگ نے جاسوس سانپ کو صندوق کا تالا توڑ ڈالنے کا حکم دیا کیونکہ ناگ اس مکان میں رہ کر انسانی شکل اختیار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ جاسوس سانپ نے صندوق کے تالے کے ساتھ لپٹ کر زور لگایا اور تالے کو کنڈے سمیت اکھاڑ ڈالا۔ پھر صندوق کا ڈھکنا اٹھا دیا کیٹی جلدی سے باہر آ گئی۔ جاسوس سانپ اور ناگ نے دیکھا کہ صندوق کے اندر سے ایک چھوٹا سا کالا سانپ باہر نکل آیا ہے جس کے سارے جسم پر کالے کالے بال اگے ہوئے ہیں اور ماتھے کا سبز ستارہ نظر نہیں آ رہا۔ کیٹی نے سانپ کی زبان میں کہا

"ناگ بھیا! خدا کا شکر ہے کہ تمہاری شکل دیکھی۔ عنبر ماریا کہاں ہیں خدا کے لئے مجھے اس سانپ کے جسم سے نجات دلاؤ۔"

ناگ نے کہا "کیٹی! تم میرے اس جاسوس سانپ کے ساتھ چل کر اس حویلی سے باہر نکلو باقی سب باتیں سرائے میں جا کر ہوں گی"

جاسوس سانپ آگے آگے اور کیٹی سانپ کی شکل میں اس کے پیچھے پیچھے رینگ کر کوٹھڑی کے روشندان سے باہر نکل آئی۔ ناگ بھی چڑیا کی شکل میں روشندان سے باہر گلی میں آ گیا۔ گلی میں آتے ہی ناگ نے انسانی شکل بدل لی اور جاسوس سانپ کو وہیں سے رخصت کر دیا اور کیٹی کو جو کہ سانپ کی شکل میں تھی اٹھا کر جیب میں ڈالا اور اپنے آتش کدے

اور سرائے کی طرف چل پڑا کیونکہ اس نے سلیمانی مہرہ سرائے کے
کمرے میں رکھا ہوا تھا سرائے میں پہنچتے ہی ناگ نے کیٹی کو جیب
سے نکال کر بستر پر رکھ دیا اور قالین کے نیچے چھپایا ہوا سلیمانی مہرہ نکالا
اور کیٹی سے سانپ کی آواز میں کہا

کیٹی! یہ سلیمانی مہرہ میں نے اور ماریا نے بڑی جان جوکھوں سے
تمہارے لئے حاصل کیا تھا۔ اس کو گلے میں ڈالنے سے تم انسانی شکل
میں واپس آجاؤ گی اور تم پر ہر قسم کا جادو ختم ہو جائے گا۔

اور اس کے ساتھ ہی ناگ نے سلیمانی مہرہ کیٹی سانپ کی گردن
میں ڈال دیا اس کے ڈالتے ہی روشنی کا جھماکہ سا ہوا اور کیٹی انسانی شکل
میں واپس آگئی۔ ناگ نے دیکھا کہ کیٹی کی گردن سے سلیمانی مہرہ اور
اس کے اپنے گلے سے سلیمانی تعویذ دونوں غائب ہو چکے تھے کیٹی
نے اپنے جسم کو دیکھ کر خدا کا شکر ادا کیا اور ماریا کے بارے میں پوچھا۔

ناگ نے اسے ساری داستان سنائی اور بتایا کہ وہ ماریا کو اسی کمرے
میں چھوڑ کر گیا تھا۔ مگر اب وہ یہاں نہیں ہے اور شہر میں بھی کسی
جگہ سے اس کی خوشبو نہیں آرہی جس کا مطلب اس کے سوا اور کیا
ہو سکتا ہے کہ وہ اس شہر میں نہیں ہے اور کوئی اسے اس کی مرضی کے
خلاف کسی طلسم کی مدد سے اغوا کر کے لے گیا ہے کیٹی نے کہا

لیکن ماریا کو کون اور کس لئے اغوا کر سکتا ہے؟

کیٹی نے کہا " کیٹی! ہم طلسم اور جادوگری کے ایک پراسرار

سفر پر ہیں اور قدیم زمانوں میں سے گزر رہے ہیں یہاں پر قدم قدم
پر اب ہمیں اس قسم کے واقعات ملیں گے۔ اس لئے اب ہمیں یہ معلوم
کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے کہ ماریا کو کون اغوا کر کے لے گیا ہے"

وہ دونوں کمرے میں چیزوں کو دیکھنے لگے کہ شاید ماریا جاتے ہوئے
اپنی کوئی نشانی چھوڑ گئی ہو۔ اچانک کیٹی کی نظر چارپائی کے پاس پڑی
انگیٹھی پر پڑی۔ انگیٹھی کے پیچھے قالین پر کوئی سکہ پڑا تھا۔ کیٹی
نے اٹھا کر ناگ کو دیا۔ ناگ نے "سکے" کو غور سے دیکھا۔ اس پر
شہنشاہ سائرس کی شکل بنی تھی ناگ نے کہا

یہ فارس کے بادشاہ کا سکہ ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس کمرے
میں ملک فارس کا کوئی مسافر ٹھہرا تھا۔ ہو سکتا ہے وہی اپنے خفیہ
طلسم سے ماریا کو اغوا کر کے لے گیا

کیٹی نے پوچھا۔ پھر ہمیں کیا کرنا چاہیئے تمہارے خیال میں؟"

ناگ بولا۔ ہمیں ملک فارس کی طرف چلنا چاہیئے۔ ہو سکتا ہے
وہاں ماریا کا سراغ مل جائے۔

دو دن بعد وہاں سے ایک کارواں ملک فارس کی طرف جا رہا
تھا۔ ناگ اور کیٹی اس قافلے کے ساتھ ملک فارس روانہ ہو گئے۔

عنبر کے بارے میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ وہ ناگ اور ماریا کی
تلاش میں افریقہ کی طرف سفر کر رہا ہے اسے ابھی سفر میں ہی رہنے
دیتے ہیں اور ذرا ماریا کی طرف جاتے ہیں کہ ملک فارس کے آتش کدے

(مندر) میں پہنچ کر اس کے ساتھ کیا گزری؟

آتش پرست شاہی پروہت شارکش اور اس کا ساتھی طہماش نارس پہنچ گئے۔ شارکش نے بادشاہ سائرس سے ملاقات کر کے اسے بتایا کہ وہ شاہی مندر کیلئے آگ کی خوبصورت دیوی کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے اور اماوس کی رات کو یعنی جس رات آسمان پر چاند نہیں ہو گا اور گہری تاریکی چھائی ہو گی وہ مندر کے استھان پر آگ کی دیوی کو لا کر ظاہر کر دے گا اور وہ سب کے سامنے آگ کے شعلوں میں سے گزرے گی اور آگ اس پر کوئی اثر نہیں کرے گی۔
بادشاہ بہت خوش ہوا اور بولا۔

"ہم اماوس کی تاریک رات کو اپنے وزیروں اور ملکہ کے ساتھ خود مندر میں آ کر آگ کی دیوی کے درشن کریں گے اور اسے آگ میں سے گزرتا دیکھیں گے"

سارے دربار میں یہ خبر پھیل گئی۔ پروہت شارکش کے دشمنوں کے منہ بند ہو گئے مگر انہیں یقین نہیں آ رہا تھا اور وہ کہہ رہے تھے کہ دیکھ لینا پروہت شارکش کو ناکامی ہو گی اور جس آگ کی دیوی کا وہ ذکر کر رہا ہے اسے آگ کے شعلے بھسم کر ڈالیں گے۔ کیونکہ وہ نقلی دیوی ہے۔

پروہت شارکس نے بھی تیاریاں شروع کر دیں۔ آخر وہ رات آ گئی بادشاہ سائرس اپنی ملکہ اور وزیروں کے ساتھ مندر میں آ کر بیٹھ گیا۔

سامنے بہت بڑے گڑھے میں آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ اس آگ کے الاؤ کے پیچھے استھان تھا ان شعلوں میں سے گزر کر آگ کی دیوی یعنی ماریا کو اس استھان پر جا کر بیٹھنا تھا۔

پروہت شارکس نے مندر میں اپنے حجرے میں بیٹھ کر وہ کپی سامنے رکھ لی جس کے اندر ماریا دھوئیں کی شکل میں قید تھی اور خفیہ منتروں کا جاپ شروع کر دیا۔ کپی کا منہ کھلا تھا۔ کچھ دیر تیز تیز منتروں کے جاپ کے بعد کپی میں سے ماریا دھوئیں کی صورت میں باہر نکلنے لگی۔ پروہت شارکش برابر منتر پڑھتا جا رہا تھا۔ ماریا کا دھواں ایک جگہ اکٹھا ہو گیا اور اس نے آہستہ آہستہ انسانی شکل اختیار کرنی شروع کر دی۔ ماریا ظاہر ہو گئی اور ایک خوبصورت لڑکی کی شکل میں سامنے آ گئی مگر اس کی یادداشت کھو چکی تھی۔ اسے سوائے اس کے کچھ یاد نہ تھا کہ وہ پروہت شارکش کی غلام ہے اور وہ اسے جو حکم دے گا اس پر عمل کرے گی۔ شارکش نے جب دیکھا کہ خوبصورت لڑکی انسانی شکل میں واپس آ گئی ہے تو اس نے اسے حکم دیا کہ اب تم آگ کی دیوی ہو۔ میرے ساتھ مندر میں چلو اور آگ کے بھڑکتے شعلوں میں سے گزر کر مندر کے استھان پر شان کے ساتھ بیٹھ جاؤ۔ ماریا نے آہستہ سے سر ہلا کر کہا

میں آگ کی دیوی ہوں میں تمہارے حکم پر چلوں گی۔

اور ماریا بڑے شاہانہ دیوی ایسے وقار کے ساتھ قدم اٹھاتی

مندر کے استھان کی طرف چل پڑی۔ پروہت شارکیش اس کے پیچھے پیچھے تھا اور خوشی سے پھولا نہیں سمار ہا تھا۔

○

کیا ماریا آگ کی دیوی کے روپ میں شعلوں میں سے گزر سکی؟
ناگ اور کیٹی جب ماریا کی تلاش میں ملک فارس پہنچے تو ان کے ساتھ کیا حالات پیش آئے؟
عنبر افریقہ کی طرف جا نکلا تو اس نے وہاں کیا دیکھا
اس کے بعد ان چاروں پر اسرار صدیوں کے مسافروں کا سفر کن حالات میں کس جانب شروع ہوا اور کیا وہ ایک دوسرے سے مل سکے؟ یہ آپ عنبر ناگ ماریا کی اگلی قسط ۸۷

"اژدہا اور عیّار پجاری" پڑھیں گے۔
آج ہی اپنے قریبی بک سٹال سے طلب فرمائیں۔

اژدھا اور عیّار پجاری
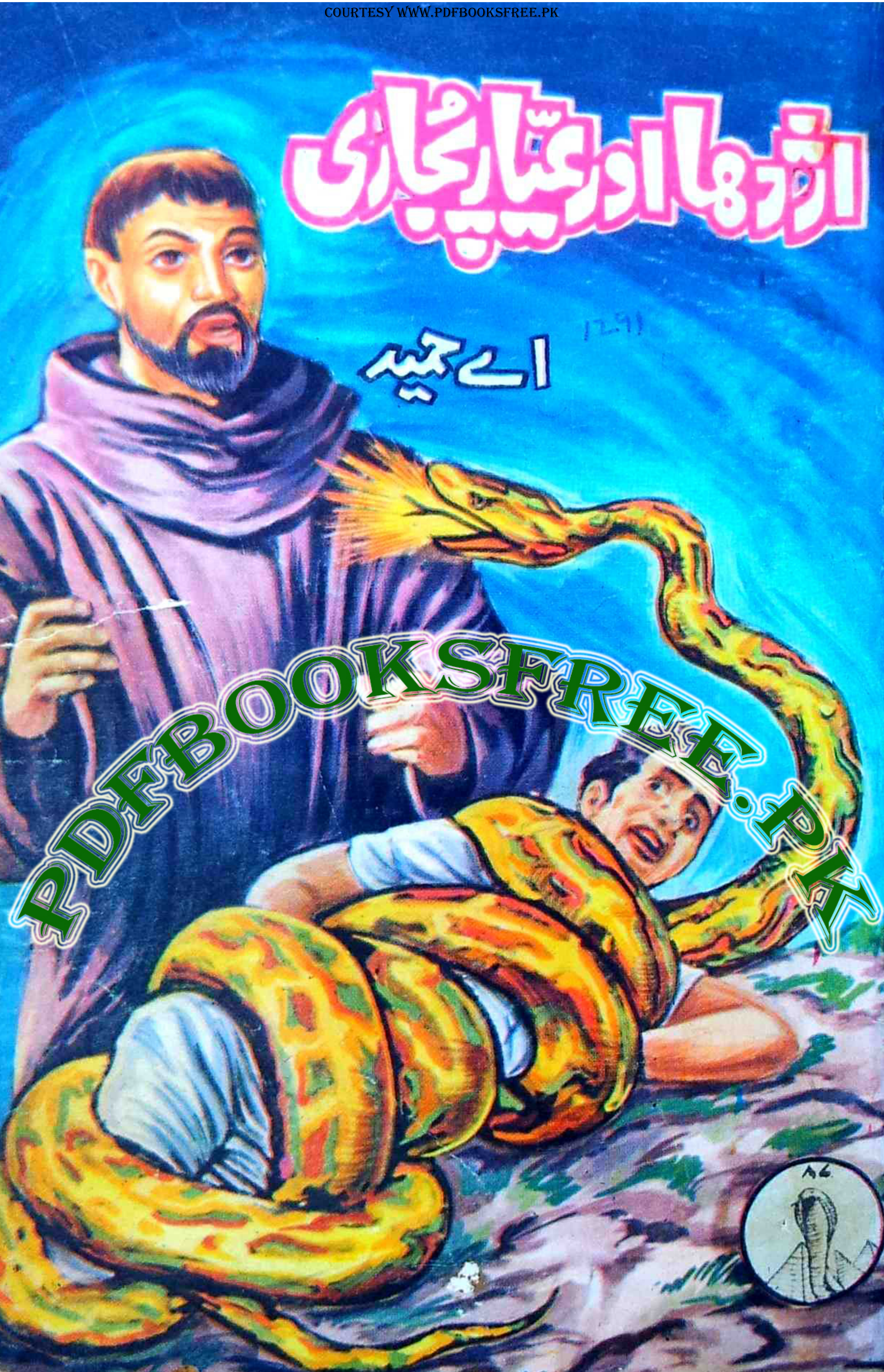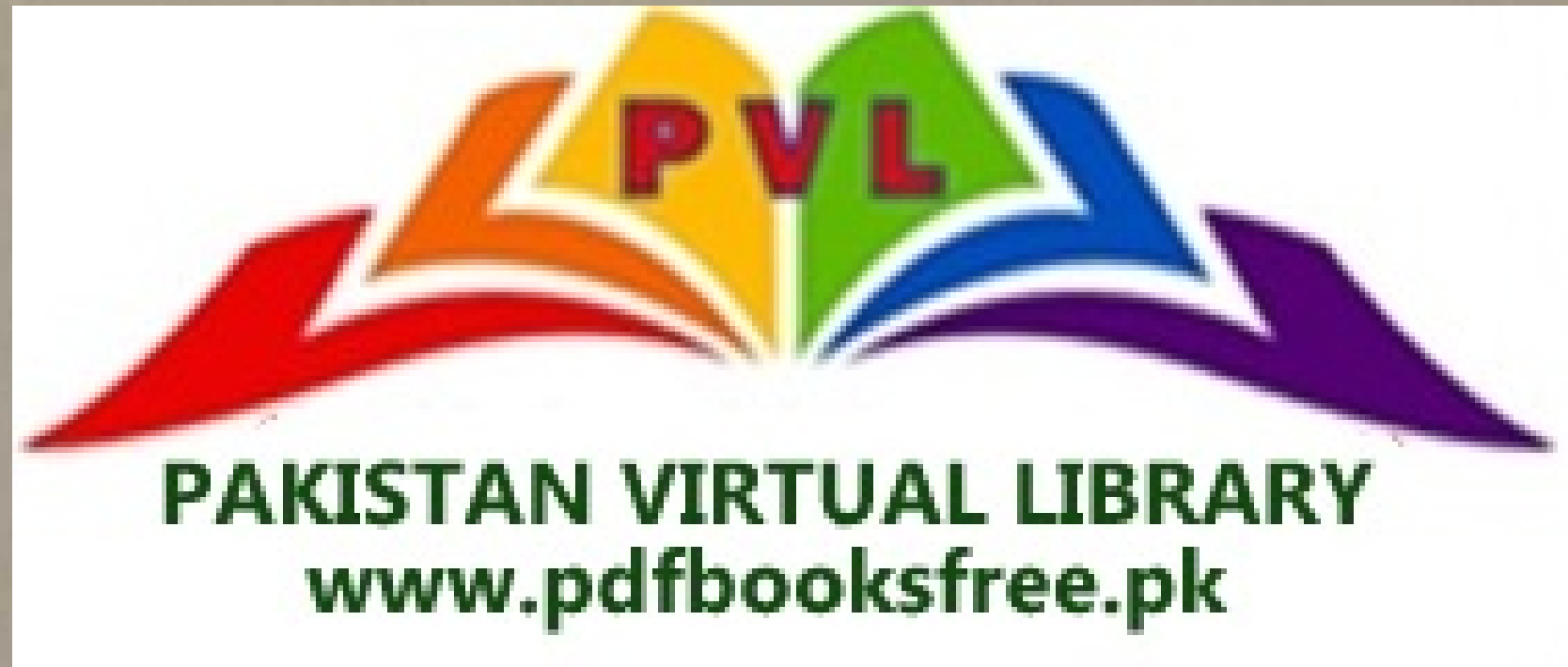
اے حمید

نیا مکتبہ اقرأ

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی

کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

اژدہا اور عیار پجاری

اے۔ حمید

قیمت : ۷/۵۰ روپے

بار اوّل

ناشر : مکتبہ اقرا۔ ۳۰ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور
طابع : الفرید پرنٹرز، لاہور

پیارے دوستو!
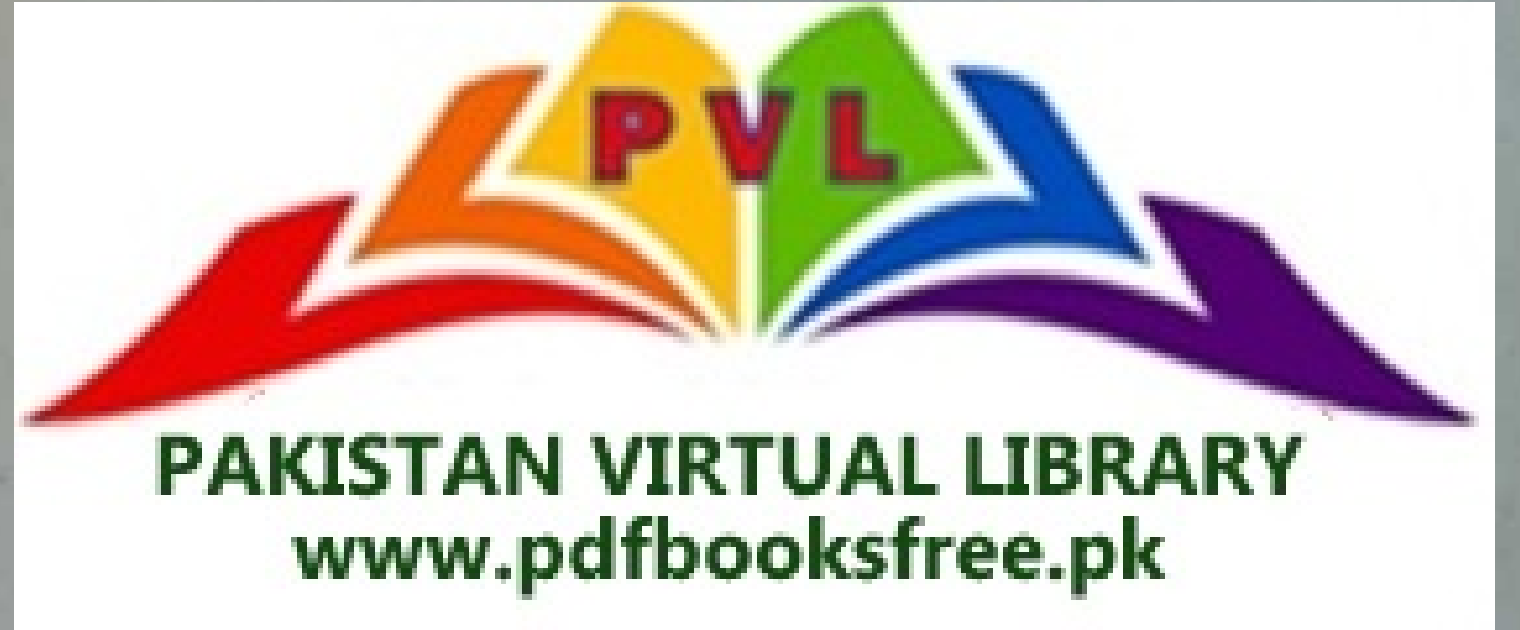
ناگ عنبر ماریا کی واپسی کا سفر اپنے عروج اور آخری منزل کی طرف پورے زور شور اور قدم قدم پر حیران کر دینے والے انوکھے سنسنی خیز واقعات کے ساتھ جاری ہے۔ ماریا کو آگ کی دیوی کے روپ میں لانے کے بعد مکارہ پروہت شار کش آتش کدے (مندر) کے شعلوں میں اترنے کا حکم دیتا ہے۔ ماریا شعلوں میں اتر جاتی ہے مندر میں سناٹا چھا جاتا ہے۔ ہر کوئی اپنا سانس روک لیتا ہے بادشاہ اور ملکہ بھی اپنی جگہ پر ساکت بیٹھے اپنا سانس روک لیتا

کیا ماریا آگ کے شعلوں میں سے زندہ بچ کر بھڑکتے الاؤ کی دوسری طرف نکل آئے گی؟

اس کے بعد کیا ہوا؟

یہ آپ جب ورق الٹ کر پڑھنا شروع کریں گے تو آپ کو خود بخود معلوم ہو جائے گا۔

آپ کا انکل
اے حمید

ترتیب :

ماریا بھڑکتے شعلوں میں اُتر گئی

ماریا مندر کے بڑے ہال کمرے میں داخل ہوئی
آتش پرستوں کے اس شاہی آتش کدے کے استھان کے
آگے بہت بڑے گڑھے میں آگ کا الاؤ روشن تھا۔ بڑے بڑے
شعلے اوپر اٹھ رہے تھے کچھ فاصلے پر الاؤ کے اردگرد مندر
کے پجاری دیو داسیاں اور ایک جانب شاہی تخت پر فارس کا
شہنشاہ سائرس اپنی ملکہ کے ساتھ بڑی شان سے بیٹھا تھا۔
اس کے ساتھ درباری اور وزیر بھی تھے۔ غلام کنیزیں پیچھے مورچھل
ہلا رہی تھیں۔ سب کی نظریں ماریا پر تھیں۔ وہ آگ کی دیوی
کے شاہانہ لباس میں بڑی خوبصورت لگ رہی تھی۔ اس کے بال
شانوں پر لٹک رہے تھے۔ شاہ کشتپ وہت اس کے پیچھے پیچھے
چل رہا تھا۔ اور جدھر ماریا کو اشارہ کرتا تھا اُدھر ہی
وہ مڑ جاتی تھی۔ بادشاہ اور ملکہ بھی ماریا یعنی آگ ک

کے حسن سے بے حد متاثر ہوئے تھے۔ بادشاہ نے جھک کر
ملکہ سے کہا۔

"ملکہ اس میں شک نہیں کہ یہ سچ مچ دیوی ہے" شاہی پروہت
پھولا نہیں سما رہا تھا۔ اس کا ساتھی پروہت ٹھاشش بھی اس
کے پیچھے پیچھے تھا۔ پروہت شارکش کے دشمنوں کے سینوں پر
سانپ لوٹ رہے تھے۔ وہ سب اس انتظار میں تھے کہ کب
آگ کی دیوی آگ کے شعلوں میں سے گذرے اور جل کر راکھ
ہو جائے۔ ان سبوں کو یقین تھا کہ یہ عورت کوئی کنیز ہے۔
اور پروہت شارکش اسے پکڑ لایا ہے اور اس کے جسم پر کوئی
ایسی دوائی مل دی ہے جس پر آگ اثر نہیں کرتی۔ مگر بھلا اتنی
خوفناک اور بھڑکتی ہوئی جہنمی آگ سے یہ عورت کیسے بچ سکتی
تھی؟ اس آگ میں تو لوہا بھی ڈالا جاتے تو وہ پگھل کر پانی
بن جائے۔ یہ سبھی دشمن لوگ ماریا کے جل کر بھسم ہونے کا انتظار
کر رہے تھے۔ تھوڑا تھوڑا شک پروہت شارکش کے دل میں
تھا۔ اور وہ اندر ہی اندر اس بات سے خوف زدہ تھا کہ کہیں
آگ کی دیوی یعنی اس کی غلام غیبی عورت ماریا کو آگ لگ گئی
تو کیا ہوگا؟ اس کی بے عزتی جو ہوگی سو ہوگی۔ لیکن بادشاہ
اس وقت اس کی گردن اتار دے گا۔ پھر بھی اس کو غیبی عورت
ماریا کے بارے میں یقین سا تھا کہ اس پر آگ اثر نہیں کرے گی

کیونکہ وہ جانتا تھا کہ جو عورت یا مرد غیب ہو اگر وہ جسمانی شکل
میں آ بھی جائے تو اس پر آگ اثر نہیں کرتی۔

اس خونی ڈرامے کا انجام کیا ہونے والا تھا؟

پروہت شارکش خفیہ منتر کے خاموش اشاروں سے ماریا
کو حکم دے رہا تھا۔ ماریا آگ کی دیوی کے روپ میں بڑی شان
سے چلتی ہوئی شہنشاہ کے تخت کے سامنے جا کر کھڑی ہوگئی
اس نے جلال بھری آنکھیں اٹھا کر بادشاہ کی طرف دیکھا بادشاہ
پر ماریا کی آنکھوں کا رعب سا چھانے لگا۔ اس نے جلدی سے
ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"آگ کی مقدس دیوی کی فتح ہو۔ رعایا تمہارے آگ
میں سے گذرنے کے انتظار میں ہے"

شاہی پروہت شارکش نے خفیہ اشارے سے ماریا کو ایک
جملہ کہا ماریا اب پوری طرح سے آگ کی دیوی کے روپ میں ظاہر
ہو چکی تھی وہ بالکل ایک کٹھ پتلی بن گئی تھی۔ جس کی ڈوریاں پروہت
شارکش کے ہاتھوں میں تھی۔ جو وہ خفیہ زبان میں کہتا وہ کہہ دیتی
ماریا نے بادشاہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں مقدس آگ کی عظیم دیوی ہوں آگ کے شعلے میرے
بچے مجھے بلا رہے ہیں"

اور ماریا یعنی آگ کی دیوی نے آگ کے بھڑکتے ہوئے

کی طرح چلنا شروع کر دیا۔ مندر میں سناٹا چھا گیا۔ پجاریوں
دیوداسیوں، بادشاہ، ملکہ اور وزیروں نے اپنے سانس روک
لئے۔ پروہت شارکش کا دل بھی شک کی وجہ سے دھڑک رہا تھا
ماریا آگ کے الاؤ کے قریب جا کر رک گئی۔ یہ الاؤ ایک جگہ زمین
کھود کر اس طرح بنایا گیا تھا کہ آگ کے شعلوں کے درمیان
پتھر کا ایک راستہ گذر کر الاؤ کے دوسرے کنارے تک جاتا تھا
جلتے شعلوں میں یہ راستے کے پتھر انگاروں کی طرح دہک کر
سرخ ہو رہے تھے۔

ماریا آگ کے الاؤ سے دس فٹ کے فاصلے پر تھی مگر آگ کی تپش
بالکل محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ پروہت شارکش اس سے بیس قدم
پیچھے تھا۔ وہ آگ کے اتنے قریب نہیں آ سکتا تھا۔ بادشاہ سے لے کر
پجاریوں تک مندر میں ہر کوئی آگ کی دیوی ماریا کو کھلی حیران آنکھوں
سے تک رہا تھا۔ پروہت شارکش بادشاہ کے اعلان کا انتظار
کر رہا تھا۔ پھر بادشاہ سائرس کی آواز بلند ہوئی۔

"آگ کی دیوی کی فتح ہو"

اس کے ساتھ ہی پروہت شارکش نے ماریا کو آگ میں داخل
ہونے کا خفیہ اشارہ کر دیا۔ اور سب کی آنکھوں کے سامنے ماریا آگ
کی دیوی کے روپ میں آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں الاؤ
اتر گئی۔ لوگوں کے منہ سے ایک حیرت کی آواز سی نکلی

اور مندر میں گہری خاموشی چھا گئی۔ ہر کسی کا دل دھڑک رہا تھا
شارکش پر بھی گھبراہٹ طاری تھی کہ اگر آگ کی دیوی شعلوں
میں سے گذر کر الاؤ کے دوسرے کنارے سے باہر نہ نکلی تو
بادشاہ اس کی گردن کاٹ دے گا۔ ماریا آگ کے شعلوں میں سے
بڑے سکون کے ساتھ گذرتی چلی جا رہی تھی۔ سرخ انگارہ بنے
پتھروں پر وہ یوں پاؤں رکھ رہی تھی جیسے وہ ٹھنڈے فٹ پاتھ
کے پتھر ہوں۔ بلند ہوتے لہراتے شور مچاتے شعلے اس کے جسم
کے ساتھ لپٹ لپٹ کر اوپر اٹھ رہے تھے۔ مگر ماریا کے
جسم کا ایک بال بھی نہیں جل رہا تھا۔ اسے ذرا سی بھی گرمی اور
تپش محسوس نہیں ہو رہی تھی۔

اور پھر جب سب لوگوں کی نظروں کے سامنے ماریا بھڑکتی
آگ کے شعلوں میں سے نکل کر الاؤ کے دوسرے کنارے پر پہنچی
تو مندر نعروں کی آواز سے گونج اٹھا۔ بادشاہ تخت پر سے
اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اپنے ہاتھ بلند کرتے ہوئے بولا۔

"آگ کی دیوی نے مقدس آگ پر فتح پا لی ہے۔"

پروہت شارکش کا چہرہ کامیابی اور خوشی سے چمک اٹھا۔ اس
کے دشمنوں کے دل بیٹھ گئے۔ پروہت طہاش بھی خوشی سے جھوم
اٹھا۔ شارکش نے ماریا کو استھان پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے آگ کی

دیوی ماریا پر آگ کا کوئی بھی اثر نہیں ہوا تھا۔ جیسی وہ آگ میں
اتری تھی ویسی کی ویسی تر و تازہ اور شگفتہ آگ سے باہر نکل آئی
تھی۔ اس نے تمام لوگوں پر ایک پر وقار نگاہ ڈالی اور استھان
پر بیٹھ گئی۔ دیو داسیوں اور پجاریوں نے بھجن گانے شروع
کر دیئے۔ پروہت شارکش کو بادشاہ نے اپنے پاس بلا کر کہا۔

"شاہی پروہت شارکش! تم نے آگ کی دیوی کو ہمارے
مقدس آتش کدے میں واپس لا کر رعایا کے مردہ
دلوں کو پھر سے زندہ کر دیا ہے۔ ہم تمہارے اس
کارنامے پر بے حد خوش ہیں۔ تم آج رات ہمارے
محل میں آؤ ہم تمہیں انعام دینا چاہتے ہیں۔"

شاہی پروہت نے جھک کر بادشاہ کا شکریہ ادا کیا۔ اس
کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب
ہو گیا تھا۔ اب اسے شاہی پروہت کے عہدے سے کوئی
نہیں اتار سکتا تھا۔ دشمن منہ دیکھتے رہ گئے تھے اور اب
بادشاہ اسے انعام بھی دینے والا تھا۔ بادشاہ اپنی ملکہ اور
وزیروں کے ساتھ آگ کی دیوی کی پوجا کرنے کے بعد رخصت
ہو گیا۔ دیو داسیاں اور پجاری بھی اپنے اپنے حجروں میں
میں چلے گئے۔ مندر میں آگ کی دیوی ماریا، شاہی پروہت شارکش
اور اس کا ساتھی پروہت طہماش ہی تھے۔ ماریا اپنے استھان

یعنی چاندی کے چبوترے پر آنکھیں بند کئے دیویوں کی طرح
خاموش بیٹھی تھی۔ کیونکہ شارکش پروہت نے اسے اٹھنے کی کوئی
ہدایت نہیں کی تھی۔ شارکش اپنے ساتھی اور دوست طہماش
کو ایک طرف لے گیا اور مندر کے ستون کے پیچھے آ گیا۔

"بادشاہ سارس نے مجھے آج رات شاہی محل میں
بلایا ہے۔ وہ مجھے کوئی انعام دینا چاہتا ہے۔"

پروہت طہماش بولا۔"

"اس سے بڑھ کر تمہاری خوش قسمتی اور کیا ہو سکتی ہے
کہ خود بادشاہ تمہیں شاہی محل میں بلا کر انعام دینا چاہتا ہے
اگرچہ تم نے آگ کی دیوی کو اپنے منتروں کی مدد سے آگ میں
سے زندہ سلامت گزار کر بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے لیکن
بادشاہ کا انعام بھی کچھ کم نہیں ہو گا۔"

پروہت شارکش نے آنکھیں سکیڑ کر اپنی ڈاڑھی پر ہاتھ
پھیر کر کہا۔

"کیا خیال ہے تمہارا طہماش! بادشاہ مجھے کیا انعام دے گا؟"

پروہت طہماش بولا۔

"آگ کی دیوی کے مندر میں نہ ہونے سے رعایا بددل ہو گئی
تھی اور بادشاہ کے خلاف ہو رہی تھی۔ تم نے آگ کی دیوی
کو واپس لا کر بادشاہ کی سلطنت کو پھر سے قائم کر دیا ہے۔

بادشاہ نے اگر تم سے کہا کہ مانگو کیا مانگتے ہو تو کوئی بہت
بڑی چیز مانگنا۔ یونہی کوئی جاگیر یا سونے کی اشرفیوں کے دو
چار صندوق نہ مانگ لینا۔"

شاہی پروہت کی آنکھیں مکاری سے چمکنے لگی تھیں۔ اس نے
اپنے دوست کی اس بات پر عیاری سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں کچی گولیاں نہیں کھیلا۔ میں جانتا ہوں کہ میں نے بادشاہ
کی تباہ ہوتی ہوئی سلطنت کو بچا لیا ہے۔ میں اسے کہوں گا کہ مجھے
وزیر خزانہ بنا دیا جائے۔ اس طرح سے ہم بادشاہ کا سارا خزانہ
آہستہ آہستہ محل سے نکال کر دریا پار کوہ بے ستون کے خفیہ
غار میں جمع کرتے رہیں گے اور پھر موقع پا کر وہاں سے اسے
نکال کر کسی دوسرے ملک میں چلے جائیں گے اور شاندار محل بنا کر بادشاہوں
کی سی زندگی بسر کریں گے۔"

پروہت طہماش نے کہا۔

"اگر خزانہ خالی ہو گیا تو بادشاہ کو پتہ نہیں چلے گا؟ اور اگر
بادشاہ کو پتہ چل گیا کہ تم سارا خزانہ نکال کر لے گئے ہو تو وہ
تمہیں کبھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

پروہت شارکش کے ہونٹوں پر مکارانہ ہنسی نمودار ہوئی
کہنے لگا۔

"[illegible] اتنا بیوقوف نہیں ہوں۔ میں خزانے کے اصل ہیرے

جواہرات، لعل و عقیق اور سونے کی اشرفیوں کی جگہ نقلی ہیرے
جواہرات اور تانبے کی اشرفیوں پر سونے کا پانی پھیر کر صندوق
بھر کر رکھ دوں گا۔"

پروہت طہماش خوش ہو کر بولا۔

"آگ کی مقدس دیوی ہمارے ساتھ ہے اگر ہم اس سازش میں
کامیاب ہو گئے تو وارے نیارے ہو جائیں گے۔ ہم کسی بھی دوسرے
ملک میں جا کر بادشاہوں کی طرح عیش و آرام کی زندگی بسر کر سکیں گے
"آگ کی مقدس دیوی! ہمارے بہت کام آئے گی۔ وہ غائب
ہو جاتی ہے۔ خزانہ شاہی محل سے کوہ بے ستون کے غار میں لے
جانے میں وہ ہماری مدد کرے گی۔"

پروہت طہماش تو خوشی سے جھوم اٹھا۔ بولا۔

"شارکش! تم نے کمال کی ترکیب سوچی ہے۔ بس اب جلدی
سے تیار ہو کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ اور اپنی خواہش
کا اظہار کر دو۔ مجھے یقین ہے کہ بادشاہ انکار نہیں کرے گا۔ وہ
تمہیں وزیر خزانہ ضرور بنا دے گا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ تم
مندر کے شاہی پروہت بھی ہو اور لوگوں کو تم پر بھروسہ
ہے۔۔۔ اور مندر میں لاکھوں اشرفیاں روز کی آمدنی ہوتی
ہے اور یہ ساری دولت بادشاہ کو مل جائے گی۔

پروہت شارکش ہنس کر بولا۔

"اور آخر میں یہ دولت شاہی خزانے سمیت ہمارے قبضے

میں آجائے گی۔

دونوں مکار دوست قہقہہ مار کر ہنسنے لگے۔ آگ کی دیوی ماریا اسی طرح آنکھیں بند کئے اپنے استھان پر بیٹھی تھی۔

جب رات ہوئی تو پروہت شارکش شاہی لبادہ پہن کر بادشاہ کے محل میں آگیا۔ بادشاہ نے اسے اپنے کمرہ خاص میں بلوا لیا۔ بادشاہ سائرس بہت خوش تھا۔ کیونکہ اس کی رعایا جو اس سے بدول ہو گئی تھی اب ایک بار پھر اس کی وفادار بن گئی تھی اور بغاوت کے خطرے کے بادل دور ہٹ گئے تھے بادشاہ سائرس نے پروہت شارکش کی بڑی آؤ بھگت کی اور پوچھا۔

"شارکش! ہم تمہیں انعام دینا چاہتا ہیں۔ لیکن ہم چاہتے ہیں کہ تم خود ہم سے کوئی انعام مانگو"

مکار پروہت اسی موقع کے انتظار میں تھا۔ بولا

"شہنشاہ اعظم! میں جو مانگوں گا۔ مجھے مل جائے گا؟

بادشاہ نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"ہم ملک فارس کے بادشاہ ہیں۔ ہمارا وعدہ کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ تم بتیس دانتوں سے جو مانگو گے ہم تمہیں عطا کریں گے۔ بولا۔ تمہیں کیا چاہیئے؟

شارکش نے کہا" مجھے وزیر خزانہ بنا دیجئے"؟

شہنشاہ سائرس ایک سیکنڈ کے لئے خاموش ہو گیا۔ پھر اچانک اسے خیال آیا کہ شاہی پروہت کو وزیر خزانہ بنا دینے کا ایک فائدہ یہ ہوگا کہ مندر کی لاکھوں کی آمدنی کا بھی بادشاہ مالک بن جائے گا۔ ابھی تک تو یہ آمدنی مندر پر ہی خرچ کی جاتی تھی۔ لیکن وزیر خزانہ بن جانے کے بعد بادشاہ پروہت شارکش سے کہہ سکے گا کہ شاہی خزانہ میں کمی آگئی ہے۔ اس لئے مندر کی آمدنی بھی اس میں شامل کر دی جائے۔ بادشاہ نے بھی اپنی طرف سے بھی بڑی عیاری سے بولا۔

ہمیں منظور ہے شارکش! ہم آج ہی سے تمہیں اپنا وزیر خزانہ بناتے ہیں۔ مگر ایک بات ہے"

"وہ کیا بادشاہ سلامت"؟ شارکش نے پوچھا۔

بادشاہ نے کہا" تم جانتے ہو کہ ہمارے ملک پر جب باہر سے حملہ ہوتا ہے تو جنگی اخراجات بڑھ جاتے ہیں اور خزانے میں کمی ہو جاتی ہے۔ لیکن ہم مندر کی دولت نہیں لے سکتے۔ کیونکہ لوگ پسند نہیں کرتے کہ مندر میں جمع کی ہوئی رقم شاہی خزانے میں جائے۔ اگر تمہیں وزیر خزانہ بنا دیا جائے تو کیا دشمن کی چڑھائی کی صورت میں تم مندر کے خزانے کو شاہی خزانے میں جمع کرا سکو گے؟

شارکش کو بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ آخر دونوں

ایک دن اسی کے پاس آئے تھے اس نے جھٹ کہا۔
"میں ضرور ایسا کر سکوں گا۔"
بادشاہ خوش ہو کر بولا۔
"تو پھر تم آج سے ہمارے خزانے کے وزیر ہو اور شاہی خزانہ تمہاری نگرانی میں دیا جاتا ہے۔"
"میں شہنشاہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"
شارکش آداب بجا کر واپس اپنے ساتھی طہماش کے پاس آیا اور اسے خوش خبری سنائی کہ بادشاہ نے اسے وزیر خزانہ بنا دیا گیا ہے۔ دونوں بڑے خوش ہوئے۔ اب انہوں نے اصلی خزانے کے جواہرات کی جگہ نقلی ہیرے جواہرات اور جعلی اشرفیاں حاصل کرنے کی ترکیبیں سوچنی شروع کر دیں۔ مکار شارکش نے اپنے دوست طہماش کو مصر میں بھیجا۔ وہ وہاں سے نقلی ہیرے جواہرات اور تانبے کی اشرفیوں پر سونے کا پانی پھروا کر بوریاں بھر کر رات کے اندھیرے میں لے آیا۔ شارکش پروہت اب وزیر خزانہ بن چکا تھا۔ اس نے بڑی ہوشیاری سے یہ ساری نقلی اشرفیاں اور بناوٹی ہیرے جواہرات تھوڑا تھوڑا کر کے شاہی خزانہ کے صندوقوں میں بھروا کر اصلی ہیرے جواہرات بوریوں میں بھر کر الگ رکھوا لئے اب

اس خزانے کو شاہی محل سے باہر لا کر کوہ بے ستون کے خفیہ غار کے ٹھکانے پر پہنچانا تھا۔
اس کام کے لئے آگ کی دیوی ماریا کی مدد کی ضرورت تھی۔

ماریا آگ کی دیوی کے روپ میں آتش کدے کے استھان پر آلتی پالتی مارے آنکھیں بند کئے بیٹھی رہتی تھی۔ پجاری اور دیوداسیاں اس کے آگے بھجن گا کر رقص کرتیں اور آگ کی پوجا کرتیں۔ اس کے سامنے آگ کا الاؤ بھڑکتا رہتا۔ جس میں پجاری پوجا کرتے وقت لوبان اور عطریات اور خوشبوئیں ڈالتے جاتے تھے۔ ماریا اپنے آپ وہاں سے نہیں اٹھ سکتی تھی۔ اس کے لئے پروہت شارکش کی طرف سے خفیہ اشاروں کا ملنا ضروری تھا۔ جب شاہی خزانے میں اصلی ہیرے جواہرات کی جگہ نقلی جواہرات رکھ دیئے گئے اور اصلی خزانے کو بوریوں میں بھر کر الگ کر دیا گیا تو ایک رات پروگرام کے مطابق پروہت طہماش

دو اونٹ لے کر شاہی محل کی دیوار کے نیچے اندھیرے میں کھڑا ہو گیا۔
پروہت اور وزیر خزانہ شارکش نے جب دیکھا کہ

مندر میں سوائے آگ کی دیوی ماریا کے دوسرا کوئی نہیں ہے تو اس نے خفیہ منتر پڑھ کر ماریا کو ہدایت کی کہ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اسی کے پاس آئے۔ ماریا کٹھ پتلی کی طرح اٹھی اور قدم قدم چلتی اپنے مالک شارکش کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی۔ شارکش نے ماریا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

آگ کی دیوی! تم میرے قبضے میں ہو۔ جو میں کہوں گا تمہیں وہی کرنا ہو گا۔ میں تمہیں تمہاری اصلی حالت میں لا کر غائب کر رہا ہوں۔ تم غائب ہونے کے بعد محل کے شاہی خزانے والے کمرے میں جاؤ گی۔ وہاں دیوار کے ساتھ ساتھ اصلی جواہرات کے دس بورے پڑے ہیں۔ تم ایک ایک کر کے وہ بورے اٹھا کر محل کی دیوار کے پیچھے لے جاؤ گی۔ وہاں میرا ساتھی اونٹ لئے کھڑا ہے تم یہ شاہی خزانہ ان اونٹوں پر لاد کر واپس اسی جگہ استھان پر آ کر بیٹھ جاؤ گی۔ کیا تم تیار ہو؟

ماریا نے سر ہلا کر کہا۔

"میں تیار ہوں میرے مالک"

بہوہت شارکش نے آنکھیں بند کر کے منتر پڑھے اور پھر ماریا پر زور سے پھونک ماری ماریہ اسی وقت غائب ہو گئی۔ مگر وہ غائب حالت میں بھی بہوہت شارکش کو نظر آ رہی تھی۔ اس نے ماریا سے کہا۔

آگ کی دیوی! اب جو میں نے کہا ہے اس پر عمل کر۔"

ماریا شاہی محل کے اس حصے کی طرف چل پڑی جدھر شاہی خزانہ تھا۔ بہوہت شارکش سیڑھیاں چڑھ کر محل کی تیسری منزل پر آ گیا اور رات کے اندھیرے میں ایک بارہ دری میں بیٹھ کر نیچے دیکھنے لگا۔ نیچے اسے اندھیرے میں بہوہت طہماش اور دونوں اونٹ دکھائی دے رہے تھے اس نے منہ سے الو کی آواز تین بار نکال کر اپنے ساتھی طہماش کو کہا کہ خزانہ آ رہا ہے۔ طہماش نے بھی تین بار الو کی آواز نکال کر جواب دیا کہ میں تیار ہوں۔

ماریا غیبی حالت میں آگ کی دیوی کے روپ میں شاہی خزانے کے بند دروازے میں سے گزر گئی۔ اس نے دیکھا کہ خزانے کے صندوق ایک دوسرے کے اوپر رکھے ہوئے تھے۔ ایک طرف دیوار کے ساتھ اصلی ہیرے جواہرات کے دس بورے پڑے تھے۔ ماریا نے دو بورے اٹھا لئے۔ بورے اس کے ہاتھوں میں آتے ہی غائب ہو گئے۔

مکار بہوہت شارکش بارہ دری میں بیٹھا بے تابی سے نیچے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے آگ کی دیوی کو دیکھا کہ اصلی جواہرات کے بورے اٹھائے چلی آ رہی ہے۔ اس نے دونوں بورے اونٹ کے اوپر رکھے اور

واپس چلی گئی جواہرات کے بورے اونٹ پر رکھنے کے بعد
پروہت طہماش کو نظر آنے لگے وہ بڑا خوش ہوا۔ اس
نے الو کی آواز نکال کر شارکس سے کہا کہ خزانہ کے دو
بورے آ گئے ہیں۔ شارکش نے بھی الو کی آواز نکال کر جواب
دیا کہ باقی بورے بھی آ رہے ہیں آگ کی دیوی ماریا
نے باری باری سارا خزانہ لا کر دونوں اونٹوں پر لاد دیا۔
اب شاہی خزانے کے صندوقوں میں سارے کے سارے
نقلی ہیرے جواہرات ہی رہ گئے تھے۔ اصلی خزانہ اونٹوں
پر لادا جا چکا تھا۔ شارکش نے الو کی آواز نکال کر اپنے ساتھی
طہماش سے کہا کہ وہ اونٹوں کو لے کر دریا پار کوہ بے ستون
کی خفیہ غار میں خزانہ چھپا دے۔ پروہت طہماش اونٹوں
کو لے کر رات کے اندھیرے میں دریا کی طرف چل دیا۔

پروہت شارکش اپنی اس کامیابی پر بہت خوش تھا
اس نے آگ کی دیوی ماریا کو خفیہ اشاروں سے ہدایت
کی کہ وہ واپس آگ کے الاؤ کے پاس اپنے استھان پر
واپس آ کر بیٹھ جائے۔ آگ کی دیوی ماریا نے ایسا ہی کیا۔
اس وقت تک وہ کسی کو نظر نہیں آ رہی تھی۔ پروہت شارکش
تیزی سے مندر میں آیا اور اس نے خفیہ منتر پڑھ کر ماریا
پر پھونک ماری تو وہ پھر سے نظر آنے لگی۔

پروہت شارکش اپنے محل کی خوابگاہ میں آ گیا۔ ادھر
اس کا لالچی اور عیار دوست پروہت طہماش اونٹوں پر لدے
ہوئے شاہی خزانے کو لے کر دریا پار کر کے سنسان
اور ویران وادی میں کوہ بے ستون کے خفیہ غار کے منہ
پر پہنچ گیا۔ غار کا دروازہ پہاڑ کی بڑی بڑی دیواروں
کی اوٹ میں کچھ اس طرح سے چھپا ہوا تھا کہ جس کو
پہلے سے پتہ نہ ہو وہ اس دروازے تک نہیں پہنچ
سکتا تھا۔ پروہت طہماش اونٹوں کو لے کر پہاڑ کی دیواروں
کے بیچ سے ہوتا ہوا غار میں داخل ہو گیا اس نے غار
کے اندر ایک پوشیدہ جگہ پر خزانے کے دس بورے
اتار کر بڑے بڑے گڑھوں میں پھینک کر ان کو اوپر
سے پتھروں سے چھپا دیا اور اونٹوں کو غار کے باہر لا کر
وادی میں چھوڑ دیا تا کہ وہ بھاگ جائیں اور وہاں زمین
پر اونٹوں کے پاؤں کے جتنے نشان پڑے تھے انہیں
مٹا دیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ چادر اوڑھ کر
خاموشی سے اندھیری رات میں واپس آتش کدے کی طرف
چل پڑا۔

صبح کو مندر میں آگ کی پوجا کرتے ہوئے پروہت
شارکش اور طہماش کی ملاقات ہوئی تو اس نے شارکش

کو خوشخبری سنائی کہ خزانہ محفوظ جگہ پہ چھپا دیا گیا۔ یہ
بہت بڑا کارنامہ تھا جو انہوں نے آگ کی دیوی کی مدد
سے بڑی کامیابی سے سرانجام دیا تھا۔ وہ بے حد خوش
تھے۔ اب مناسب موقع پا کر انہیں یہ خزانہ وہاں سے نکال
کر اس ملک سے فرار ہو کر کسی دوسرے ملک کی طرف چلے
جانا تھا۔ انہوں نے آپس میں مل کر طے کیا کہ تین دن کے
بعد جب آدھی رات کو بھی چاند نہیں نکلے گا اور رات
گہری تاریک ہوگی وہ خزانہ لے کر ملک فارس سے نکل جائیںگے

ایک دن گزر گیا۔ دوسرے دن ایسا اتفاق ہوا کہ بادشاہ
سائرس کو کسی ضرورت کی وجہ سے شاہی خزانے میں جانا
پڑ گیا۔ شاہی پروہت اور وزیر خزانہ اس کے ساتھ نہیں
تھا بلکہ اس وقت بادشاہ کے ساتھ اس کا وفادار وزیر خاص
تھا۔ بادشاہ سائرس نے شاہی خزانے کا ایک صندوق
کھلوا کر جب ہیرے جواہرات کو دیکھا تو اس کے ہوش
اڑ گئے۔ خزانے کے جواہرات نقلی تھے سارے صندوق
کھلوا دیئے گئے۔ سب صندوقوں میں نقلی ہیرے جواہرات
اور تانبے کی اشرفیاں بھری ہوئی تھیں۔ بادشاہ اور وزیر
خاص حیران ہو کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ خزانہ کسی
نے چرا کر وہاں نقلی خزانہ رکھ دیا تھا۔ بادشاہ کا رنگ

زرد پڑ گیا۔ کیونکہ کسی ملک کے خزانے کا ختم ہو جانا کوئی
معمولی بات نہیں تھی۔ اس نے وزیر خاص سے کہا۔
"یہ کسی گھر کے بھیدی کا کام لگتا ہے۔"

وزیر خاص نے کہا۔ "حضور عالی! اس شاہی خزانے کے کمرے
میں آپ داخل ہو سکتے ہیں یا وزیر خزانہ شارکش داخل ہوتا ہے۔"

بادشاہ سائرس سوچ میں پڑ گیا۔ پھر بولا۔
"تمہارے خیال میں یہ کس کا کام ہو سکتا ہے؟"

وزیر خاص نے کہا۔ "اس سلسلے میں مناسب لگتا ہے کہ
وزیر خزانہ سے پوچھ گچھ کی جائے۔"

بادشاہ سائرس نے کہا۔ "وزیر خزانہ کو فوراً میری خواب گاہ
میں حاضر کیا جائے۔"

بادشاہ خزانے کے دروازے کو بند کر کے بے چینی
سے قدم اٹھاتا اپنی خواب گاہ کی طرف چلا گیا۔ وزیر
خاص نے ایک اہل کار کو یہ پیغام دے کر پروہت اور وزیر
خزانہ شارکش کی طرف روانہ کیا کہ بادشاہ سلامت اپنی خوابگاہ
میں اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس اہل کار نے جب شارکش
کو یہ پیغام دیا تو اس کا ماتھا ٹھنکا کہ ضرور دال میں کچھ کالا
کالا ہے۔ اس نے اہل کار سے کرید کرید کر پوچھا تو معلوم
ہوا کہ وزیر خاص پریشان دکھائی دیتا تھا اور وہ بادشاہ

کے ساتھ شاہی خزانہ دیکھ کر واپس آ رہا تھا۔ شارکش فوراً سمجھ گیا کہ بھید کھل گیا ہے۔ اب اسے اپنی موت دکھائی دینے لگی تھی۔ وہ جلدی سے اپنے ساتھی طہماش کے پاس گیا۔ اسے سارا ماجرہ سنایا اور کہا۔

"جس حالت میں کھڑے ہو ابھی اسی وقت میرے ساتھ یہاں سے فرار ہو جاؤ نہیں تو ہماری گردنیں تھوڑی دیر بعد قلم کر دی جائیں گی۔"

دونوں پروہت مندر کے ایک خفیہ راستے سے بھاگ کر شہر کی دیوار کے باہر نکل آئے۔ دن کا وقت تھا۔ مگر اس طرف کوئی آدمی نہ تھا۔ دونوں پروہت ایک سوکھے ہوئے نالے میں چھلانگیں لگاتے کے بعد دریا کی طرف بھاگنے لگے جتنی تیزی سے ان سے بھاگا جا سکتا تھا۔ وہ بھاگ رہے تھے ایک میل تک بھاگنے کے بعد وہ دریا کے پرانے پل پر آ گئے۔ انہوں نے پل کے ذریعے دریا پار کیا اور وادی میں سے دوڑتے ہوئے کوہ بے ستون کے دامن میں آ کر پہاڑی دیواروں میں سے گذرتے غار کے اندر آ کر بے دم ہو کر گر پڑے کافی دیر تک وہ ہانپتے وہیں پڑے رہے۔ جب ذرا سانس ٹھیک ہوا تو شارکش نے کہا

"دیوتاؤں نے ہمیں بچا لیا طہماش ورنہ بادشاہ ہمیں

ہاتھی کے پاؤں تلے کچلوا دیتا۔ اب چلو۔ مجھے خزانہ دکھاؤ

دونوں غار کے آگے کافی اندر جا کر اس جگہ پر آ گئے جہاں گڑھے کے اندر خزانے کے بورے دفن تھے شارکش نے پتھروں کو ہٹا کر ہیرے جواہرات سے بھرے ہوئے بوروں کو دیکھا تو اس کی جان میں جان آئی۔ اس نے دوبارہ پتھر وہیں جما دیئے اور اپنے ساتھی طہماش سے کہا۔

"خزانے کی چوری کا راز فاش ہو چکا ہے ہمارے فرار ہونے کے بعد بادشاہ کو یقین ہو جائے گا کہ خزانہ ہم نے ہی چوری کیا ہے اور فوج ہماری تلاش میں نکل کھڑی ہو گی۔ اس لئے اب ہمیں اس غار میں کچھ روز تک چھپنے رہنا ہو گا۔

طہماش نے کچھ پریشان سا ہو کر کہا۔

"یہاں ہم کھائیں پئیں گے کیا؟ ہم افراتفری میں بھاگے ہیں۔ ورنہ پہلے سے معلوم ہوتا تو کچھ ساتھ لے آتے۔"

شارکش بولا۔

اس کا بندوبست بھی ہو جائے گا۔ لیکن سب سے پہلے ہمیں اس غار کے منہ پر درختوں کی شاخیں کاٹ کر اس طرح لگانی ہوں گی کہ اگر اتفاق سے پہاڑی دیوا

میں سے گذر کر فوج اس طرف نکل ہی آئے تو اسے غار
کا دروازہ نہ مل سکے۔ آؤ میرے ساتھ۔

وہ غار سے باہر آگئے۔ انہوں نے جنگلی جھاڑیوں
اور درختوں کی شاخوں کا ایک کا ایک ڈھیر جمع کر لیا
پھر انہیں اس طرح غار کے منہ کے آگے رکھ دیا
کہ غار کا منہ اس میں چھپ گیا شارکش نے زمین پر پڑے
ہوئے اپنے اور اپنے ساتھی کے قدموں کے
نشان پتوں کا جھاڑو بنا کر ان پر پھیر کر مٹا ڈالے
پھر دونوں غار کے خفیہ سوراخ میں سے گذر کر غار
میں آکر بیٹھ گئے اور غور کرنے لگے کہ اب انہیں
کب اور کیسے وہاں سے فرار ہونا چاہیئے۔

بادشاہ سائرس کو جب خبر ملی کہ شاہی پروہت شارکش اور
اس کا ساتھی پروہت طہماش مندر میں کہیں نہیں ہیں تو وہ خوابگاہ
سے نکل کر وزیر خاص کے پاس پہنچا اور ساری بات بیان کی
وزیر خاص نے کہا۔

"حضور عالی۔ لگتا ہے دونوں فرار ہو گئے ہیں۔ اب اس
بات میں کوئی شک و شبہ نہیں رہا کہ یہ چوری ان دونوں نے
ہی کی ہے۔

بادشاہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ ہاتھ ملتے

ہوئے بولا۔

"اتنا بڑا خزانہ وہ کیسے اڑا کر لے گئے؟ اور پھر اصلی
خزانے کی جگہ سارے صندوقوں میں نقلی خزانہ بھر دیا؟
یہ بہت بڑی غداری ہے۔ بہت بڑی سازش ہے۔
وزیر خاص! ہم حکم دیتے ہیں کہ ان دونوں بدکردار آدمیوں
کی تلاش کے لئے فوج روانہ کر دی جائے۔ شہر میں گھر گھر
کی تلاشی لی جائے۔ شہر کے باہر چپہ چپہ چھان مارا جائے
اور ان دونوں کو گرفتار کر کے میرے حضور پیش کیا جائے۔

وزیر خاص نے جھک کر کہا۔ جو حکم عالی جاہ"!

اسی وقت فوج کے سپاہی شہر میں اور شہر کے باہر
پھیل گئے۔ گھر گھر کی تلاشی شروع ہو گئی۔ دریا کی
دونوں جانب وادی میں فوج کے سپاہی پھیل گئے اور
نالوں، کھائیوں، گڑھوں اور درختوں کے جھنڈوں میں
شارکش اور طہماش کو ڈھونڈھنے لگے۔ سپاہی کوہ بے ستون
کے دامن میں بھی گھوڑے دوڑاتے پہنچ گئے۔ انہوں
نے پہاڑ کے دامن میں چپہ چپہ کھنگال ڈالا۔ وہ پہاڑ
کی بھول بھلیوں ایسی دیواروں کے پاس بھی آئے۔ انہوں
نے یہاں بھی ساری جگہیں دیکھیں۔ مگر انہیں درخت کی
سوکھی شاخوں اور پتوں کے پیچھے چھپا ہوا غار کا دروازہ

دکھائی نہ دے سکا۔ سپاہی گھوڑے دوڑاتے واپس چلے
گئے۔ اور اس شاہراہ پر گھوڑے ڈال دیئے جو دوسرے
ملک کو جاتی تھی کہ ہو سکتا ہے غدار پروہت اس
شاہ راہ پر بھاگتے ہوئے مل جائیں۔

○

اژدھا اور عیار پجاری

رات کا ایک بج رہا تھا۔

وادی اور جنگل میں گہرا اندھیرا اور سناٹا چھایا ہوا
تھا۔ دونوں چور پروہت شارکش اور طہماش خفیہ غار
کے اندر زمین میں دبے ہوئے خزانے کے ڈھیر کے
پاس سر جوڑے بیٹھے تھے۔ انہوں نے کئی بار دن میں
پہاڑی کے آس پاس گھوڑوں کے دوڑنے اور چلنے پھرنے
کی آوازیں سنی تھیں۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ شاہی فوج کے
سپاہی ان کی تلاش میں پھر رہے ہیں۔ دوپہر سے انہوں
نے پانی تک نہیں پیا تھا۔ انہیں بھوک بھی لگ رہی تھی۔ مگر
پیاس نے بہت پریشان کر رکھا تھا۔ غار میں ان کے پاس
ڈھیروں جواہرات اور سونے چاندی کا ڈھیر پڑا تھا مگر
کھانے کو ایک سوکھی روٹی اور پانی کا ایک پیالہ بھی نہیں
تھا۔ طہماش نے کہا۔

"اس طرح ہم کب تک بھوک پیاس سے زندہ رہ سکیں گے
دن کو تو ہم باہر نہیں نکل سکتے۔ اس وقت رات کا
اندھیرا ہے۔ میں دریا پر جا کر کم از کم پانی ہی لاتا ہوں۔"
شارکش نے کہا۔
"سپاہی آس پاس ہی منڈلا رہے ہوں گے۔ تم پکڑے
جاؤ گے۔"
طہماش بولا۔
مگر مجھے سخت پیاس لگی ہے۔"
"پیاس تو مجھے بھی لگی ہے۔"
"کل کا دن بھی اسی طرح بھوک پیاس سے گزر گیا تو کل رات
کو دریا تک جانے کی بھی ہمت نہ ہوگی۔ اس لئے میں
جا کر پانی لاتا ہوں۔"
شارکش نے کہا" ہوشیار رہنا۔ کہیں لینے کے دینے
نہ پڑ جائیں۔
فکر نہ کرو۔"
شارکش بولا" مگر تم میرے لئے پانی کس شے میں لاؤ گے"
طہماش نے کہا:
میں پتوں کا ڈول بنا لوں گا۔ تم فکر نہ کرو۔"
طہماش باہر جانے کے لئے اٹھا تو شارکش کی طرف دیکھ کر

بولا۔
"شارکش! کیا تم آگ کی دیوی سے کوئی کام نہیں لے
سکتے۔ آخر وہ تمہارے قبضے میں ہے۔"
پروہت شارکش نے آہ بھر کر کہا۔
"کاش میں ایسا کر سکتا۔ لیکن اس سے کام لینے کے لئے
ضروری ہے کہ وہ میرے سامنے ہو۔ جب تک وہ میرے
سامنے نہیں ہوگی میں اس کو کسی قسم کی کوئی خفیہ ہدایت
نہیں دے سکتا اور نہ اس کو اپنے پاس بلا سکتا ہوں۔
طہماش نے آہ بھری اور بولا۔
"لگتا ہے کہ ہم بری طرح سے پھنس گئے ہیں۔
شارکش نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور
حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔
"ہمیں ہمت نہیں ہارنی چاہیئے۔ گھبراؤ نہیں۔ ہم بہت
جلد یہاں سے شاہی خزانے سمیت نکلنے میں کامیاب ہو
جائیں گے۔ جاؤ۔ تم پانی لانے کی کوشش کرو۔
اور پروہت طہماش پتھروں اور شاخوں کے ڈھیر سے
رینگ کر غار سے باہر نکل آیا۔ پہاڑی دیواروں کی بھول
بھلیوں میں اسے کوئی سپاہی دکھائی نہ دیا۔ اس نے جوڑے
جوڑے پتوں کو جوڑ کر ان کا ایک بڑا سا ڈونگا بنا لیا۔

اور دریا کی طرف چلنے لگا۔ وہ جھاڑیوں میں چھپ چھپ کر آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ رات کے اندھیرے میں اس کی آنکھیں چاروں طرف دیکھ رہی تھیں۔ دریا وہاں سے زیادہ دور نہیں تھا۔ طہماش آخر دریا پہ پہنچ گیا۔ وہ کنارے پہ بیٹھ گیا اور جانوروں کی طرح اس نے دریا کی سطح پہ منہ رکھ کر پانی پینا شروع کر دیا۔ خوب پیٹ بھر کر پانی پینے کے بعد اس نے پتوں کے ڈونگے میں پانی بھرا اور جھک کر چلتا واپس روانہ ہوا۔

وہ خیریت سے غار میں پہنچ گیا۔ شارکش نے اس کے ہاتھ سے ڈونگا لے کر غٹا غٹ پانی پی لیا۔ اس کی جان میں جان آگئی۔ اب انہوں نے تازہ دم ہو کر فرار کے طریقوں پہ غور کرنا شروع کر دیا۔ انہوں نے یہی فیصلہ کیا کہ اگلی رات کسی طریقے سے وہاں سے نکل کر کہیں سے دو اونٹ چرا کر لائے جائیں اور صبح ہونے سے پہلے پہلے ان پر خزانہ لاد کر یہاں سے راہ فرار اختیار کی جائے وہ لیٹ گئے۔ مگر بھوک کی وجہ سے نیند نہیں آ رہی تھی۔ پو پھٹنے سے پہلے جب غار کے باہر گہری خاموشی اور اندھیرا تھا شارکش غار سے باہر آگیا۔ اور ایک جنگلی بیر کے درخت پہ سے بیر توڑ کر

ے گیا۔ دونوں نے مل کر بیر کھائے اور انہیں کچھ تسلی ہوئی جب صبح ہو گئی تو وہ غار کے اندر ہی چھپ کر بیٹھ گئے اور دوسری رات کے اندھیرا ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ اس رات شارکش نے باہر جا کر دور کسی بستی سے اونٹ چرا لانے کا فیصلہ کر لیا ہوا تھا۔

ڈونگے میں رات کا بچا ہوا کچھ پانی اور کچھ بیر پڑے تھے۔ دن میں انہوں نے وہی کھا پی کر گزارہ کیا۔ دن گزر گیا۔ رات آگئی۔ شارکش چلنے کی تیاری کرنے لگا۔ اس نے اپنی لمبی ڈاڑھی دو پتھروں میں رکھ کر کاٹ ڈالی تھی اس وقت خزانے کے ڈھیر کے اندر گڑھے میں ایک خوفناک تبدیلی آچکی تھی جس کی ان میں کسی کو خبر نہ تھی۔

جیسا کہ آپ سب دوست جانتے ہیں کہ خزانے پہ ایک سانپ ضرور ہوتا ہے جو قدرت کی طرف سے اس خزانے کی رکھوالی کرتا ہے۔ آپ کوئی خزانہ زمین کے اندر کسی جگہ دبا دیں کہتے ہیں کہ کہیں نہ کہیں سے کوئی سانپ اس کی رکھوالی کرنے کے لیے ضرور آجائے گا۔ اور پھر یہ تو شاہی خزانہ تھا۔ اس کی حفاظت اور رکھوالی کے لئے زمین کے اندر ہی اندر سے ایک بہت بڑا سانپ جو اژدھا لگتا تھا گڑھے کے اندر آچکا تھا یہ اژدھا کوئی پندرہ بیس فٹ لمبا اور موٹا تازہ تھا اور

اس کے سبز جسم پر زرد رنگ کی دھاریاں بنی ہوئی تھیں
بادشاہوں کے خزانے کی رکھوالی عام طور پر اسی قسم کے
اژدھا کیا کرتے ہیں۔
اژدھا نے جو خزانے کے گڑھے میں ہیرے جواہرات
اور سونے چاندی کے بوروں پر بیٹھے بیٹھے باہر دو آدمیوں
کے باتیں کرنے کی آوازیں سنیں تو اسے خیال آیا کہ ڈاکو شاہی
خزانہ لوٹنے آئے ہیں۔ چنانچہ اپنی فطرت کے مطابق اژدھا نے
گڑھے سے باہر نکلنے کے لئے مٹی میں سوراخ کرنا شروع کر دیا۔
اس وقت شارکش پروہت جانے کے لئے تیار تھا اس نے
اپنے ساتھی طہماش سے کہا۔
میں غار کے پتوں کے ڈھیر میں سے ایک نظر باہر
ڈال کر آتا ہوں کہ رات کتنی اندھیری ہے کہیں چاندنی
تو نہیں پھیلی ہوئی باہر"
شارکش اٹھ کر غار کے دروازے کی طرف گیا جو وہاں
سے چالیس قدموں کے فاصلے پر تھا اور وہاں اندھیرا تھا۔ شارکش
کو اٹھ کر گئے ایک منٹ ہی ہوا ہو گا کہ پروہت طہماش نے
محسوس کیا کہ اس کے قریب ہی جس جگہ شاہی خزانہ گڑھے
میں دفن تھا وہاں پتھر ہل رہے ہیں۔ اس نے موم بتی اٹھا کر
پتھروں پر روشنی ڈالی تو دو پتھر لڑھک کر گر پڑے۔ وہ ڈر گیا

کہ گڑھے کے اندر سے کیا شے باہر آنے کی کوشش کر رہی
ہے ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک پتھروں کے درمیان
سے ایک اژدھا کا سر باہر نکلا اور اس نے اپنا منہ کھول کر سرخ
دو شاخوں والی زبان لہرا کر زبردست پھنکار ماری اور طہماش
کی گردن کو دبوچ لیا۔ طہماش کے منہ سے چیخ نکل گئی موم بتی
اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اژدھا
کی گردن کو پکڑ لیا اور اس کا جسم دہشت سے ٹھنڈا ہو گیا
وہ گر پڑا۔
اس کی چیخ کی آواز سن کر پروہت شارکش غار کے
دروازے سے پلٹ کر پیچھے کو بھاگا" کیا ہوا طہماش۔
جب وہ طہماش کے قریب آیا تو اس نے جو منظر دیکھا
اس سے اس کی جان ہی نکل گئی۔ کلیجہ حلق کے قریب آ گیا
کیا دیکھتا ہے کہ طہماش زمین پر گرا پڑا ہے۔ اور ایک اژدھا
نے اپنے کنڈل اس کے جسم کے گرد لپیٹ رکھا ہے اور اسے اتنی
زور سے بھینچ رہا ہے کہ اس کا دم گھٹ رہا ہے اور اس کے
حلق سے دبی دبی چیخوں کی آواز نکل رہی ہے۔ اژدھا نے شارکش
کو دیکھا تو اپنا منہ کھول کر اس کی طرف لپکا اور زور سے پھنکار
ماری۔ شارکش کو اور تو کچھ نہ سوجھا اس نے زمین پر سے پتھر
اٹھا کر اژدھا کے سر پر دے مارا اژدھا ایک سیکنڈ میں طہماش

کو چھوڑا اور غضبناک ہو کر پھنکارتے ہوئے شارکش
کی گردن پر اتنی زور سے اپنی دم ماری کہ وہ دھڑام سے
نیچے گر پڑا۔ طہماسش کی ہڈیاں ٹوٹ چکی تھیں اور اتنی ہمت
نہیں تھی کہ وہ اٹھ سکے۔ اژدھا نے شارکش کی گردن کو اپنے
منہ میں ڈالا اور اپنے دانت گردن میں چبھو کر زہر اس
کے جسم میں ڈال دیا۔ شارکش کا سارا جسم ایکدم بے حس
ہو گیا۔ اب اژدھا نے اپنا کام شروع کر دیا۔ وہ سب سے
پہلے طہماسش کی طرف آیا جس کی ساری ہڈیاں اور پسلیاں
اژدھا کے بھینچنے سے چور چور ہو چکی تھیں۔ اژدھا نے
سب سے پہلے اپنے منہ سے اس کی گردن کاٹ کر الگ کر دی
پھر اس کو کھانا شروع کر دیا۔ اژدھا اتنا بڑا تھا کہ وہ
طہماسش کو سالم کا سالم کھا گیا اور اس کی بھوک ابھی باقی تھی
اس کے بعد وہ شارکش کی طرف آیا اور اس کی بھی گردن
الگ کر کے اس کے جسم کو نگلنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ
اسے بھی ہڑپ کر چکا تھا۔ دونوں لالچی اور بدکردار آدمیوں
کو کھانے کے بعد اژدھا زمین کے اندر اتر گیا اور خزانے
کے بوروں کے اوپر لیٹ کر سو گیا۔

اب ہم ناگ اور کیٹی کی طرف آتے ہیں۔

آپ پڑھ چکے ہیں کہ ناگ اور کیٹی دونوں سارڈینیا کی
سرائے سے شہنشاہ سائرس شاہ فارس کے سکہ ملنے کے
بعد ماریا کی تلاش میں ملک فارس کی طرف روانہ ہوئے تھے
کیٹی کو ناگ نے سارڈینیا سلیمان مہرہ ڈال کر بالوں بھرے
سانپ کی شکل سے نجات دلائی تھی اور اس کو لے کر
سرائے میں آیا تھا۔ جہاں وہ ماریا کو چھوڑ گیا تھا۔ مگر وہاں
آکر پتہ چلا کہ ماریا وہاں موجود نہیں ہے۔ سرائے کے کمرے
میں انہیں ایک سکہ پڑا ہوا ملا۔ جس پر شہنشاہ سائرس
کی تصویر بنی تھی جو ملک فارس کا بادشاہ تھا۔ ناگ اور کیٹی
نے سوچا کہ ہو سکتا ہے ماریا کو جن آدمیوں نے اغوا کیا ہو۔
وہ ملک فارس کے باشندے ہوں اس لئے فارس کی
طرف چل کر ماریا کا سراغ لگانے کی کوشش کی جائے۔

چنانچہ وہ ایک قافلے کے ساتھ سفر کرتے ہوئے شہنشاہ
فارس کے ملک میں پہنچ گئے۔ پرانے زمانے میں بڑے شہروں
میں ہوٹل تو ہوا نہیں کرتے تھے۔ بس کارواں سرائیں ہی
ہوا کرتی تھیں۔ جہاں آکر مسافر ٹھہرتے تھے۔ ان سرائوں
کے اونچے محرابی دروازے ہوتے تھے اور اندر بہت بڑے
میدان کے چاروں جانب مسافروں کے رہنے کے لئے کوٹھڑیاں
بنی ہوتی تھیں۔

ناگ اور کیتی بھی ایک کارواں سرائے کی کوٹھڑی میں آکر ٹھہر گئے۔ ان کے پاس اس ملک کا ایک ہی سکہ تھا جو انہیں سارڈینا ملک کی سرائے سے ملا تھا۔ یہ سکہ سرائے والے نے لے لیا۔ کیتی نے ناگ سے کہا۔

ہمارے پاس کوئی پیسہ نہیں رہا۔ یہاں سرائے میں ہمیں کرائے کے لئے بھی پیسوں کی ضرورت ہو گی۔

ناگ بولا۔ تم ٹھیک کہتی ہو۔ میرا خیال ہے پہلے کچھ پیسوں کا بندوبست کیا جائے تاکہ یہاں چار چھ روز رہ کر ماریا کا پتہ چلایا جا سکے۔ یہ ملک فارس کافی پرانا ملک ہے اور یہاں بڑے بڑے بادشاہ گزرے ہیں۔ جنگل میں چل کر کسی سانپ سے مل کر خزانے کا پتہ کرتے ہیں اور وہاں سے دو چار ہیرے موتی حاصل کر لیتے ہیں۔

اچھا خیال ہے۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔

ناگ کہنے لگا۔ تم کہاں میرے ساتھ جنگلوں میں گھومتی پھرو گی تم یہیں ٹھہرو۔ میں تھوڑی دیر میں ہی تو واپس آ جاؤں گا

جیسے تمہاری مرضی۔ مگر دیر نہ لگانا"

ناگ بولا۔ "میں تو دیر نہیں لگاؤں گا۔ مگر تم ادھر ادھر مت ہو جانا۔ پہلے ہی تمہاری وجہ سے کافی پریشانی اٹھانی پڑی ہے۔"

کیتی ہنسنے لگی۔ فکر نہ کرو۔ میں اس سرائے کی کوٹھڑی سے باہر قدم نہیں رکھوں گی۔"

ناگ نے کیتی کو سرائے کی کوٹھڑی میں چھوڑا اور خود سرائے سے نکل کر دریا پار کر کے ویران پہاڑیوں میں آ گیا۔ یہاں گہرے سوکھے نالے اور کھڈ اور کھائیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ ایک پہاڑی کے دامن میں ناگ کو بڑے سانپ کی بو آنے لگی۔ اس نے سانپ کی زبان میں آواز دی تو سوکھے پتوں اور خشک شاخوں کے ڈھیر میں سے ایک بہت بڑا اژدھا رینگتا ہوا باہر نکل کر ناگ کے سامنے آکر ادب سے کنڈلی مار کر سر جھکا کر بیٹھ گیا اور بولا۔

میری خوش قسمتی ہے کہ ناگ دیوتا کے درشن ہو گئے۔

ناگ نے کہا۔ "یہ بتاؤ کہ اس جگہ کوئی خزانہ وغیرہ کہیں دفن ہے؟"

اژدہا نے کہا۔ "ہاں ناگ دیوتا! جس غار سے میں نکل کر آ رہا ہوں۔ یہاں بہت بڑا خزانہ دفن ہے اس خزانے کو چرانے کے لئے دو ڈاکو آئے تھے۔ جن کو میں ہڑپ کر چکا ہوں۔"

ناگ بولا۔ "آدمیوں کو ہڑپ کرنے کی عادت تم اژدہوں میں ابھی تک باقی ہے۔"

اژدھے نے سر جھکا دیا اور کہا۔

عظیم ناگ دیوتا! آپ ہمارے دیوتا ہیں آپ سے زیادہ کون

جانتا ہے کہ شاہی خزانوں کی حفاظت ہمارا فرض ہے اور جو کوئی
اس کو چرانے آتا ہے۔
اس کو ہڑپ کر جانا بھی ہمارا فرض ہے۔"

ناگ بولا۔" زیادہ باتیں بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ واپس
خزانے پر جاؤ اور اس میں سے کوئی دو ایک ہیرے نکال کر
لے آؤ۔ مجھے ان کی ضرورت ہے۔"

"جو حکم میرے دیوتا!"

یہ کہکر اژدھا غار میں واپس چلا گیا۔ یہ وہی اژدھا تھا جس
نے شاہی پروہت شارکش اور طہماسش کو ہلاک کر کے ہڑپ کر
لیا تھا اور اس غار کے اندر شہنشاہ فارس شاہ سائرس کا
چرایا ہوا شاہی خزانہ دفن تھا۔ تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ اژدھا
دو بڑے ہیرے لے آیا۔ ایسے ہیرے ناگ نے صرف ایک بار
قارون کے خزانے میں ہی دیکھے تھے۔ ناگ نے ہیرے لے لئے
اژدھا کو رخصت کر دیا اور واپس سرائے میں آ کر کیٹی کو ہیرے
دکھائے۔ اس نے کہا۔

"یہ تو بڑے قیمتی ہیرے لگتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کسی
بادشاہ کے خزانے میں سے لا کر دیئے ہیں سانپ نے۔"

"ہاں ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ مگر ہمیں اس سے کیا
تمہیں تو معلوم ہے کہ ہمارا کسی بھی شاہی خزانے سے لے
کوئی واسطہ نہیں ہوتا ہم اپنی ضرورت کی کوئی شے اس میں سے

لیتے ہیں اور کبھی کسی کو نہیں بتاتے کو خزانہ کہاں پر ہے
یہ ہر سانپ کا فرض ہوتا ہے۔ اب تم ایسا کرو کہ ذرا شہر
جا کر کسی جوہری کے پاس اسے بیچ کر اس کے بدلے میں
یہاں کے سکے لے آؤ۔"

کیٹی کہنے لگی۔" اور تم کیوں نہیں جاتے ناگ بھیا"

ناگ بولا۔" بات اصل میں یہ ہے کہ میں نے آتے ہوئے
دیکھا ہے کہ سرائے کے باہر کوئی داستان گو کہانی سنانے
کی تیاریاں کر رہا ہے اور لوگ جمع ہو رہے ہیں۔ میں چاہتا
ہوں یہاں کے داستان گوؤں کی بھی کہانیاں سنوں۔ اور پھر
اس میں کوئی ایسی بات نہیں۔ یہاں تو ہیرے جواہرات فروخت
ہوتے رہتے ہیں۔"

کیٹی نے کہا۔

"تو یہ ہے ناگ بھیا! تمہیں بھی بالکل بچوں کی طرح جنوں
بھوتوں کی طلسمی کہانیاں سننے کا شوق ہے۔"

ناگ ہنس کر بولا۔" شوق کیوں نہ ہو کیٹی بہن۔ ہم تو خود اس
قسم کی سنسنی خیز کہانیوں میں سے گذر رہے ہیں۔"

کیٹی نے ہنستے ہوئے ہیرے جیب میں رکھے اور بازار
کی طرف روانہ ہوئی۔ وہ ایک خوبصورت اصلی کیٹی کی شکل
میں تھی کہ کافی دیر سے اس کی آنکھیں جو کوئی نہیں ہوتی تھیں

اور ابھی تک وہ عام عورتوں ایسی آنکھوں میں چل پھر رہی تھی ۔ ورنہ چوکور آنکھوں کے ساتھ اسے ہمیشہ آنکھوں پر نقاب پہننا پڑتا تھا ۔ ابھی شام نہیں ہوتی تھی دھوپ کا رنگ سنہری ہو رہا تھا اور فارس شہر کے قدیم بازار ابھی کھلے تھے ۔ لوگ کاروبار کر رہے تھے ۔ ان بازاروں میں کافی بھیڑ تھی ۔ دکانوں پر پھل خشک میوے ، عطریات ، خوشبوئیں گرم مصالحے ، کپڑا ، جوتے زیتون کا تیل اور سبزیاں بک رہی تھیں ۔ ایک بازار صرف ہیرے جواہرات اور زیورات کے کاروبار کے لئے تھا ۔

کیٹی اس بازار میں داخل ہو گئی ۔ وہ ایک جوہری کی دکان پر گئی اور اسے ہیرے دکھا کر کہا ۔

بھائی ! میں یہ ہیرے بیچنا چاہتی ہوں ۔"

جوہری نے ہیرے دیکھے تو اس کی آنکھیں حیرت سے کھل گئیں ۔ اس نے اتنے خوبصورت، قیمتی ، بے داغ اور سائز میں بڑے ہیرے آج تک نہیں دیکھے تھے ۔ مگر اس نے اپنی حیرت کیٹی پر ظاہر نہ ہونے دی ۔ اسے بڑے اخلاق کے ساتھ بٹھایا اور کہا ۔

بہن جی ! آپ یہاں بیٹھیں ۔ میں اپنے ایک ساتھی دکاندار سے ہیروں کو تولنے والا کانٹا لے آؤں ۔ میرا کانٹا خراب

ہو گیا ہے ۔

کیٹی وہاں چمڑے کے مونڈھے پر بیٹھ گئی ۔ دکاندار دکان سے اتر کر بازار میں گھوم کر کونے کی ایک دکان میں آگیا جب سے شاہ فارس کا خزانہ گم ہوا تھا ۔ اس نے شہر میں ہیرے جواہرات کے بازار میں اپنے جاسوس چھوڑ رکھے تھے تاکہ اگر کوئی چور خزانہ کے ہیرے جواہرات فروخت کرنے آئے تو اسے گرفتار کر کے خزانے کا پتہ چلایا جا سکے ۔ یہ جوہری جس دکان میں گھسا وہاں بھی ایک شاہی جاسوس بیٹھا ہوا تھا ۔

جوہری اسے دکان سے اٹھا کر ایک طرف لے گیا اور اس کے کان میں کہا ۔

میری دکان پر ایک خوبصورت لڑکی دو ہیرے لے کر آئی ہے ۔ مجھے یقین ہے کہ وہ کسی بادشاہ کے خزانے کے ہیرے ہیں ۔ ایسے ہیرے سوائے بادشاہ کے اور کسی کے پاس نہیں ہوتے ۔"

شاہی جاسوس نے کہا ۔ تم اس عورت کو باتوں میں لگائے رکھو ۔ میں سپاہیوں کو لے کر آتا ہوں ۔

دکاندار جوہری فوراً واپس مڑا اور کیٹی کے پاس آ کر اس سے ادھر ادھر کی باتیں کرتے لگا اور بہانہ بنایا کہ کانٹا میرے

ساتھی دکاندار کے پاس بھی نہیں ہے۔ بس ابھی میرا شاگرد
آتا ہے تو اس کو کہہ کر گھر سے کانٹا منگواتا ہوں۔ کیٹی نے کہا۔
"کوئی بات نہیں میں کسی دوسرے جوہری کو دکھاتی ہوں۔
جوہری نے جلدی سے کہا۔
"بی بی ایسا غضب نہ کرنا۔ تم بڑی خوش قسمت ہو کہ سیدھی
میری دکان پر آئی ہو۔ یہاں تو سب لوگ تم سے فریب کریں گے
میں تمہیں ان ہیروں کے عوض ایک ہزار سونے کے سکے دونگا۔
دوسرے دکاندار تو دس سکے بھی بڑی مشکل سے دیں گے۔
اور پھر مکار جوہری نے کیٹی کو باتوں میں لگا لیا۔ اتنے
میں شاہی فوج کے دس بارہ سپاہی گھوڑوں پر سوار
اسلحہ لگائے ننگی تلواریں ہاتھوں میں لئے دندناتے ہوئے
دکان کے باہر آگئے ان کے ساتھ شاہی جاسوس بھی
تھا۔ شاہی دستے کے کمانڈر نے جوہری سے کہا۔
"کہاں ہیں وہ ہیرے؟
کیٹی حیران ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی اور کبھی جوہری اور
کبھی سپاہیوں کی طرف تکنے لگی کہ یہ کیا ماجرا ہے کمانڈر
نے کیٹی کی طرف کھا جانے والی نظروں سے دیکھا اور پوچھا
"تم نے یہ ہیرے کہاں سے لئے ہیں؟"
کیٹی نے کہا "آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔ یہ میرے ہیں میں

سے فروخت کرنا چاہتی ہوں۔ آپ بیچ میں دخل دینے
والے کون ہوتے ہیں؟"
کمانڈر نے تلوار نکال کر کیٹی کی گردن پر رکھ دی اور
گرجدار آواز میں کہا۔
"یہ شاہی خزانے کے ہیرے ہیں اور شاہی خزانہ چوری
ہو چکا ہے اب بتاؤ تم نے یہ ہیرے کہاں سے لئے ہیں اور
شاہی خزانہ کہاں ہے؟"
کیٹی نے کہا "مجھے نہیں معلوم شاہی خزانہ کہاں ہے مجھے
یہ ہیرے زمین پر پڑے ہوئے ملے ہیں۔
کمانڈر نے دانت پیستے ہوئے سپاہیوں کو حکم دیا۔
"یہ اس طرح نہیں بچے گی۔ اسے گرفتار کر کے قلعے میں
لے چلو۔
کیٹی نے جلدی سے چٹکی بجائی۔ مگر چٹکی نے بھلا پہلے اثر
کیا تھا جو اب کرتی۔
ایک سپاہی بولا "حضور اس نے چٹکی بجا کر اپنے کسی
ساتھی کو بھاگ جانے کا اشارہ دیا ہے۔
کمانڈر نے شاہی جاسوس سے کہا۔
"یہاں سے جو آدمی بھاگے اسے بھی گرفتار کر کے قلعے
پہنچا دو۔" سپاہیوں نے کیٹی کے جسم کو رسیوں میں جکڑ

کر اسے گھوڑے پر ڈال دیا اور شاہی سپاہیوں کا دستہ بازار میں گھوڑے دوڑاتا، لوگوں پر ہنٹر برساتا قلعے کی طرف مڑ گیا۔

یہ سب کچھ اتنی جلدی ہو گیا تھا کہ کیٹی کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہے اور ناگ اس خزانے سے ہیرے کیوں لے آیا جو بادشاہ کا چوری ہو چکا خزانہ تھا۔ مگر ناگ کو کیسے معلوم ہو سکتا تھا کہ یہ اس قسم کا خزانہ ہے کیٹی یہی سوچ رہی تھی کہ گھوڑ سوار دستہ قلعے کے بہت بڑے دروازے میں داخل ہو گیا۔ کیٹی کو خیال آنے لگا کہ وہ ناگ کو کیسے خبر کرے کہ اسے گرفتار کر لیا گیا ہے؟ پھر سوچا کہ یہاں سے کسی نہ کسی طرح وہ اپنی جان چھڑا لے گی۔ آخر وہ بے قصور ہے۔ وہ کسی کو بتانا بھی نہیں چاہتی تھی کہ خزانہ کسی جگہ پر ہے۔ اول تو اسے خود بھی نہیں پتہ تھا وہ صرف اتنا جانتی تھی کہ ناگ دریا پار کسی پہاڑی غار سے یہ ہیرے لایا تھا۔ اور کیٹی یہ بھی نہیں بتا سکتی تھی۔ کیونکہ یہ ناگ کے مذہبی اور خاندانی روایات کے خلاف بات تھی اور ناگ ان روایات پر سختی سے عمل کرتا تھا۔

کیٹی کا خیال تھا کہ اسے قلعے کے کسی کمرے میں کسی افسر کے پاس لے جا کر آرام سے بٹھا دیا جائے گا اور پھر اس پر سوال

کئے جائیں گے مگر یہاں تو گھوڑ سوار قلعے کے اندر بھی سرپٹ گھوڑے دوڑاتے ایک ڈھلانی سڑک پر اتر کر بہت بڑے محرابی دروازے میں داخل ہو گئے جہاں آگے ایک باغ تھا۔ اس باغ کے بالکل درمیان میں لوہے کا جنگلہ تھا جس میں سے سیڑھیاں نیچے اندھیرے تہہ خانے میں جاتی تھیں۔ کیٹی کو اس تاریک تہہ خانے میں لے جا کر بند کر دیا گیا۔ اس کی رسیاں کھول دی گئی تھیں مگر تہہ خانے میں لوہے کا جو دروازہ لگا تھا۔ اس میں سے خنجروں کی طرح کی تیز دھار والی سلاخیں باہر کو نکلی ہوئی تھیں اور کیٹی اس دروازے کو زور لگا کر بھی نہیں اکھاڑ سکتی تھی۔ اس کے پاؤں میں زنجیر ڈال کر اسے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا تھا۔ کیٹی کو بڑی پریشانی ہوئی کہ یہ کیا بیٹھے بٹھائے مصیبت پڑ گئی۔ اسے رہ رہ کر ناگ کا خیال آ رہا تھا۔ اس نے سوچا کہ کاش کسی طرح سے اسے خبر ہو جائے کہ کیٹی کو شاہی فوج پکڑ کر قلعے میں لے گئی ہے۔ اسے ناگ پر سخت غصہ بھی آنے لگا کہ کہانیاں سننے کے شوق میں وہیں سرائے میں بیٹھا رہا اور اسے ہیرے بیچنے کے لئے بھیج دیا۔ اگر وہ خود آ جاتا تو پرندہ بن کر اڑ جاتا۔ وہ تو کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی کہ کم بخت نہ جن دوست اس کے کام آتا تھا اور نہ چٹکی ہی میں کوئی اثر

رہ گیا تھا۔

کچھ دیر گزری ہو گی کہ خود بادشاہ اپنے وزیر خاص اور سپہ سالار اعظم کے ہمراہ اس تہہ خانے میں آ گیا اس نے کیٹی سے پوچھا کہ اس نے ہیرے کہاں سے لئے تھے کیٹی کسی کو بھی یہ نہیں بتا سکتی تھی کہ ہیرے اس کو ناگ نے لا کر دیئے تھے جو ایک سانپ ہے اور یہ ہیرے اس سانپ نے کسی خزانے سے لا کر دیئے تھے۔ کیونکہ وہ ناگ کا راز فاش نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے بادشاہ سے کہا۔ بادشاہ سلامت! میں ایک غریب پردیسی عورت ہوں صحرا سے نکل کر جنگل کو جا رہی تھی کہ یہ ہیرے راستے میں پڑے مل گئے۔

تم جھوٹ بول رہی ہو۔ اگر تم نے اپنے ساتھیوں کے نام نہ بتائے جو شاہی خزانہ چرا کر لے گئے ہیں تو تمہیں زندہ دیوار میں چن دیا جائے گا۔

کیٹی نے کہا۔ میرا ایک ہی ساتھی ہے اور میں آپ کو یقین کے ساتھ کہتی ہوں کہ اس کا آپ کے شاہی خزانے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

سپہ سالار نے فوراً کہا۔ "کون ہے وہ ساتھی؟ اس کا نام بتاؤ۔ ہم تمہیں ابھی رہا کر دیں گے۔"

کیٹی نے کہا۔ میں اس کا نام نہیں بتا سکتی اور نہ یہ بتا سکتی ہوں کہ وہ کہاں ہے۔

بادشاہ کو سخت طیش آ گیا۔ اس نے حکم دیا کہ اس لڑکی کو اسی جگہ پر زندہ دفن کر دیا جائے۔

اور وہ وزیر خاص اور سپہ سالار کے ساتھ تہہ خانے سے باہر نکل گیا۔ کیٹی عجیب الجھن میں پھنس گئی تھی۔ بادشاہ وہاں سے گیا ہی تھا کہ راج مزدور آ گئے۔ اور انہوں نے کیٹی کے دیکھتے دیکھتے تہہ خانے کے دروازے کے آگے بڑے پتھروں کو گارے چونے کے ساتھ لگا کر اسے بند کر دیا اب اس تہہ خانے میں کسی طرف سے کوئی روشنی یا ہوا نہیں آتی تھی۔ وہ تہہ خانہ ایک قبر بن گیا تھا۔

کیٹی جانتی تھی کہ وہ مر نہیں سکتی اور اس کے خون میں اتنی آکسیجن ہے کہ وہ بغیر سانس لئے ایک سال تک قبر میں زندہ رہ سکتی ہے۔ لیکن وہ اس تہہ خانے کی قبر میں اس طرح بے بسی سے زندہ نہیں رہنا چاہتی تھی۔ اس میں طاقت بہت تھی مگر وہ قبروں والے دروازے اور اب دیوار کو نہیں اکھاڑ سکتی تھی۔ اب اس کو افسوس ہونے لگا کہ اس نے اس وقت طاقت سے کام کیوں نہ لیا جب اسے قید میں ڈالا جا رہا تھا۔ پھر بھی کیٹی میں اتنی طاقت نہیں تھی۔ خزانہ

عنبر میں تھی یہ ٹھیک ہے کہ اگر اسے پھانسی دی جاتی تو وہ
مر نہیں سکتی تھی ۔ مگر اگر اس کی گردن کاٹ دی جاتی تو
تین ماہ کے
اندر گردن کو جسم کے ساتھ لگا کر بند نہ رکھا جائے
تو وہ مر بھی سکتی تھی ۔ کیٹی کی مدد صرف اس کی چٹکی یا اسکا
جن دوست کر سکتا تھا ۔ لیکن وہ تو اس کی مدد کرتا ہی نہیں تھا
خدا جانے کہاں غائب ہو چکا تھا ۔

کیٹی کو ایک ہی امید تھی کہ شاید ناگ اس کا سراغ لگاتا
ہوا وہاں تک پہنچ جاتے اور اسے اس قبر سے باہر نکالے
پھر وہ سوچتی کہ ناگ کو کیسے پتہ چلے گا کہ وہ اس جگہ زمین کے
اندر زندہ دفن کر دی گئی ہے ؟ انہی خیالات میں الجھی الجھی
کیٹی تاریک تہ خانے کی قبر میں خاموشی سے بیٹھی رہی ۔

ناگ نے جب دیکھا کہ رات ہو گئی ہے اور کیٹی ابھی تک
ہیرے فروخت کر کے واپس نہیں آئی تو اسے فکر لگی کہ کہیں
کوئی گڑبڑ نہ ہو گئی ہو ۔ وہ سرائے سے نکل کر جواہریوں کے
بازار میں آگیا ۔ یہاں سے اکثر بازار بند ہے ۔ اس نے دو ایک
دکانداروں سے پوچھا بھی کہ یہاں کوئی عورت ہیرے فروخت
کرنے آئی تھی ۔ مگر کسی نے اسے کچھ نہ بتایا ۔ جس دکاندار کے
پاس کیٹی ہیرے لے کر گئی تھی وہ دکان بند کر کے چکا تھا

بازار کے کونے میں جوہری کی ایک دکان کھلی تھی ۔ ناگ اس
دکاندار کے پاس گیا اور پوچھا کہ آج شام کو کوئی عورت
اس کے پاس ہیرے لے کر تو نہیں آئی تھی ؟ اتفاق سے
شاہی جاسوس اسی دکان میں بیٹھا تھا اس نے چونک کر ناگ
کی طرف دیکھا اور سمجھ گیا کہ یہ اسی عورت کا ساتھی ہے ۔
جس کو اس نے شام کو گرفتار کروایا تھا ۔

شاہی جاسوس نے ناگ کی طرف دیکھ کر کہا ۔

"بھائی ادھر آجاؤ ۔"

ناگ اس کے پاس گیا ۔ اس نے آہستہ سے کہا ۔

بھائی وہ عورت دو ہیرے لے کر آئی تھی ۔ مگر اس کا
سودا نہیں ہو سکا ۔"

"پھر وہ کہاں چلی گئی !" ناگ نے پوچھا ۔

شاہی جاسوس کہنے لگا ۔ "وہ اس سامنے والی حویلی میں
چلی گئی تھی ۔ میرا خیال ہے وہ اب بھی وہیں ہو گی ۔ آؤ میرے
ساتھ میں تمہیں اس سے ملاتا ہوں ۔

شاہی جاسوس نے ناگ کو ساتھ لیا اور سامنے والی حویلی
میں داخل ہو گیا ۔ اصل میں اس حویلی میں شاہی فوج کا دستہ
موجود تھا ۔ حویلی میں جاتے ہی شاہی جاسوس نے سپاہیوں
کو آواز دے کر پکارا اور ناگ کو قابو کر لیا ۔ ناگ گھبرایا

کہ اس آدمی کو اچانک کیا سوجھ گیا ہے کہ اس پہ اچانک حملہ
کر دیا۔ اتنے میں سپاہی تلواریں لے کر نکل آئے اور انہوں
نے ناگ کو پکڑ لیا۔ ناگ ایک سیکنڈ میں پرندہ بن کر اڑ سکتا
تھا۔ مگر اس نے سنا شاہی جاسوس کہہ رہا تھا۔
"پہلے ایک عورت پکڑی تھی یہ ضرور اسی کا ساتھی ہے
اسے بھی بادشاہ کے دربار میں پیش کرو۔ شاہی خزانہ
چرانے والوں کے ساتھ یہ بھی شامل ہے۔"
ناگ نے اپنا ارادہ روک لیا۔ ان لوگوں نے ہی کیٹی کو
پکڑا ہو گا۔ ان کے ساتھ چل کر کیٹی کے بارے میں معلومات
حاصل کرنی چاہیئے کہ وہ کہاں ہے۔ یہ سوچ کر ناگ نے کہا۔
"میں نے شاہی خزانہ نہیں چرایا۔ مجھے چھوڑ دو۔" شاہی
جاسوس ہنس کر بولا۔
"میرے عزیز! تم اب شاہی قیدی ہو۔ تمہیں دنیا کی
کوئی طاقت آزاد نہیں کرا سکتی۔ تمہیں بتانا پڑے گا کہ شاہی
خزانہ چرا کر تم لوگوں نے کس جگہ چھپا رکھا ہے۔"
ناگ کہنے لگا۔ "تو پھر مجھے بادشاہ کے سامنے پیش کرو۔"
ناگ یہی چاہتا تھا کہ اسے بادشاہ کے سامنے پیش کیا جائے
[illegible]وہ کیٹی کے بارے میں سراغ لگائے۔ شاہی جاسوس
[illegible]ـعا۔

"کیا تم بادشاہ کو بتاؤ گے کہ شاہی خزانہ کس نے چرایا
تھا اور وہ کس جگہ دفن ہے؟"
ناگ بولا: "ہاں۔ میں بادشاہ کو بتا دوں گا۔"
شاہی جاسوس کی آنکھوں میں آنسو خوشی کے آ گئے۔ اس نے
سپاہیوں سے کہا۔
"اس شاہی خزانے کے چور کو چھوڑ دو۔ اس سے پہلے میں خود
پوچھ گچھ کروں گا۔ آؤ میرے ساتھ۔"
ناگ کو شاہی جاسوس نے اپنے ساتھ لیا اور شہر کے بازاروں
میں سے گزرتا ایک گلی میں آ کر حویلی نما مکان میں داخل ہو گیا۔
وہ ناگ کو ایک بوسیدہ سے کمرے میں لے گیا اور چوکی پر بیٹھنے کا
کا اشارہ کیا اور پھر کچھ دیر تک ناگ کو تکتے رہنے کے بعد بولا۔
"تم میرے ساتھ ایک سودا کرو گے؟"
ناگ نے چونک کر شاہی جاسوس کی طرف دیکھا کہ یہ کیا کہہ رہا
ہے اور اس سے کسی قسم کا سودا کرنا چاہتا ہے؟

ناگ کی طاقت چھن گئی

ناگ نے پوچھا
تم کون ہو اور مجھ سے کس قسم کا سودا کرنا چاہتے ہو؟
شاہی جاسوس بولا۔ میں کون ہوں؟ تمہیں اس سے کیا سروکار ہے۔ مگر اتنا بتا دینا چاہتا ہوں کہ تمہاری زندگی اس وقت میرے ہاتھ میں ہے۔ اگر تم مجھے یہ بتا دو کہ شاہی خزانہ چرا کر تم لوگوں نے کہاں چھپا رکھا ہے۔ تو میں نہ صرف یہ کہ تمہیں یہاں سے فرار کروا دوں گا بلکہ خزانے کا تیسرا حصہ بھی تم اپنے ساتھ لے جا سکو گے۔ کہو۔ یہ سودا تمہیں منظور ہے۔ اس میں تمہارا فائدہ ہی فائدہ ہے۔
ناگ کسی کو دفن کئے ہوئے کسی خزانے کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتا تھا۔ اس نے کہا۔
پہلی بات تو یہ ہے کہ میں نے کوئی خزانہ چوری نہیں کیا

دوسری بات یہ ہے کہ اگر مجھے کسی شاہی خزانے کا علم بھی ہے تو میں اس کے بارے میں کسی کو کچھ نہیں بتا سکتا۔
شاہی جاسوس نے غصیلی آواز میں کہا۔
"تو کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہیں بادشاہ کے سامنے پیش کر دوں گا اور شاہی جلاد بادشاہ کے حکم سے تمہاری کھال کھینچ کر اس میں بھس بھر دے؟ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہاری ساتھی عورت کی لاش بھی تمہیں نہ مل سکے۔
کیٹی کا سن کر ناگ سوچ میں پڑ گیا اس آدمی کو پتہ تھا۔ کہ کیٹی کہاں ہے۔ لیکن دوسری جانب سانپوں کی دنیا اور ناگ دیوتا کے اصول کا معاملہ تھا۔ اس پر شیش ناگ کی قسم تھی کہ وہ کسی خزانے میں سے اپنی ضرورت کی دولت تو حاصل کر سکے گا مگر اس خزانے کا راز کسی پر ظاہر نہیں کرے گا۔ ناگ الجھن میں پڑ گیا۔ مگر وہ اس شاہی جاسوس سے کیٹی کے بارے میں ہر حالت میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا۔
" اگر تم مجھے یہ بتا دو کہ جو عورت میرے فروخت کرنے آئی تھی وہ کہاں ہے تو میں تمہیں خزانے کا پتہ بتا سکتا ہوں۔
شاہی جاسوس کو علم تھا کہ وہ عورت یعنی کیٹی زندہ دفن کر دی گئی ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کے ساتھی (یعنی ناگ) کو جب اس کی موت کا علم ہو تو وہ اس ...... خزانے کا بھی [illegible]

نہ بتائے۔ اس لئے وہ کہنے لگا۔

"میں اتنا تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ وہ عورت زندہ ہے۔ لیکن کہاں ہے؟ کس جگہ پر ہے؟ یہ میں تمہیں صرف اس وقت بتاؤں گا جب تم مجھے خفیہ طور پر خزانے کے پاس لے جاؤ گے۔"

ناگ سمجھ گیا تھا کہ اس شاہی جاسوس کی نیت خراب ہو گئی ہے۔ اور وہ شاہی خزانے کو بادشاہ کے حوالے کرنے کی بجائے خود اس پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ ناگ کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کہ خزانہ کس کے پاس جاتا ہے۔ اسے تو صرف کیٹی سے دلچسپی تھی اور وہ صرف کیٹی کو برآمد کرنا چاہتا تھا مگر شاہی جاسوس نے خزانے کا راز پہلے بتانے کی شرط لگا دی تھی۔

ناگ کہنے لگا: "اگر میں تمہیں خزانے کے پاس لے جاؤں تو کیا تم کیٹی کے بارے میں بتاؤ گے کہ وہ کہاں ہے؟"

شاہی جاسوس نے پوچھا۔

"یہ کیٹی کون ہے؟"

ناگ نے کہا: "یہ اس عورت کا نام ہے۔ جس کی تلاش میں میں یہاں آیا تھا۔"

شاہی جاسوس بولا: "ہاں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تم خزانے کے پاس لے چلو گے تو میں تمہیں فوراً بتا دوں گا

کہ کیٹی کہاں پر ہے۔"

ناگ نے سوچا کہ اگر اسے کیٹی کی خاطر اپنا اصول بھی توڑنا پڑ جائے تو وہ توڑ دے گا۔ کیونکہ اس اصول کو توڑنے کا اثر صرف ناگ پر ہی پڑے گا۔ سزا ملے گی تو ناگ کو ملے گی۔ مگر کیٹی تو واپس آ جائے گی۔ اس نے شاہی جاسوس سے کہا۔

"میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں خزانے کے پاس لئے چلتا ہوں۔"

شاہی جاسوس تو بے حد خوش ہو گیا۔ اسے امید ہی نہیں تھی کہ اتنی جلدی اسے خزانے کا سراغ مل جائے گا۔ اس نے ناگ کو بے اختیار گلے لگا لیا اور کہا۔

"شاباش نوجوان! مجھے تم سے یہی امید تھی۔ مگر یاد رکھو اگر تم نے کسی دوسرے کو یہ راز بتایا تو تم جہاں کہیں بھی ہو گے میرے آدمی اس جگہ پہنچ کر تمہیں قتل کر دیں گے۔"

ناگ نے مسکراتے ہوئے کہا: "میں اتنا احمق نہیں ہوں۔"

شاہی جاسوس خوش ہو کر بولا۔

"تو چلو۔"

ناگ اور شاہی جاسوس گھوڑوں پر بیٹھ کر رات کے وقت شہر سے باہر نکل آئے۔ شاہی جاسوس کا گھوڑا ناگ کے گھوڑے کے پیچھے پیچھے تھا۔ شاہی جاسوس نے اپنا ہا

کے دستے پر رکھا ہوا تھا کہ اگر یہ شخص کوئی گڑبڑ کرے
تو اسے وہیں ہلاک کر ڈالے۔ مگر ناگ تو کیٹی کے بارے میں
اس سے معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وہ کوئی گڑبڑ نہیں
کرنا چاہتا تھا۔ دریا پار کر کے یہ دونوں کوہ بے ستون کے
دامن میں آ گئے۔

ناگ اس غار کے آگے کھڑی پہاڑی دیوار کے پاس آ کر
رک گیا اور دیوار کے پیچھے لگے خشک پتھروں کے ڈھیر کی طرف
اشارہ کر کے بولا۔

"شاہی خزانہ جس غار میں ہے اس کا دروازہ ان پتوں
کے ڈھیر میں سے جاتا ہے۔"

شاہی جاسوس گھوڑے سے اتر پڑا اور جھک کر پتوں
کے ڈھیر کو دیکھنے لگا۔

پھر بولا۔ "کیا خزانہ اس غار کے اندر ہے؟"

"ہاں" ناگ نے کہا۔

شاہی جاسوس نے پتوں کے ڈھیر کو ہٹایا تو اس کے
اندر غار کا دروازہ نکل آیا۔ شاہی جاسوس موم بتی جلا کر
اندر جانے لگا تو ناگ نے کہا

"اندر مت جانا۔ پہلے مجھے بتاؤ کیٹی کہاں ہے؟"

شاہی جاسوس بولا۔ "میں اتنا بیوقوف نہیں ہوں۔ جب تک

میں خزانے کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں گا۔ تمہیں کیٹی کے
بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔"

ناگ پریشان سا ہو گیا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ غار میں خزانے
پر اژدھا بیٹھا ہے اور جونہی شاہی جاسوس اندر جائے گا
وہ اسے ہڑپ کر لے گا اور پھر کیٹی کے بارے میں کون
بتائے گا کہ وہ کہاں ہے؟ اس نے شاہی جاسوس کو کہا۔

"اندر خزانے پر ایک بہت زہریلا اژدھا بیٹھا ہے۔ وہ
تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

شاہی جاسوس نے قہقہہ لگایا اور تلوار نکال کر بولا۔

"یہ تلوار زہریلے سے زہریلے اژدھا کو دو ٹکڑے کر سکتی ہے"

ناگ نے سوچا یہ دولت کے لالچ میں اندھا ہوا جا رہا ہے
اندر جاتے ہی اژدہا اسے ہڑپ کر لے گا اس لئے بہتر یہی
ہے کہ وہ اژدھا کو باہر بلا کر اسے کہہ دے کہ اس شخص کو کچھ
نہ کہنا۔ یہ سوچ کر ناگ نے شاہی جاسوس سے کہا۔

"اچھا تم ایک طرف ہو جاؤ۔ میں ایک منتر پڑھ کر اژدھا
کو باہر نکالتا ہوں۔ پھر تم غار میں چلے جانا۔"

شاہی جاسوس نے کہا۔ "کیا تم سپیرے ہو؟"

ناگ بولا۔ "ہاں۔ میں سپیرا بھی ہوں اور سانپوں کو قابو
کرنے کے منتر جانتا ہوں۔"

شاہی جاسوس نے کہا۔ "تو پھر اژدھا کو فوراً غار میں
سے باہر نکالو۔"
ناگ نے پوچھا۔ "اگر میں نے اژدھا کو نکال کر یہاں سے
دور بھیج دیا تو کیا تم پھر کیٹی کے بارے میں مجھے بتا دو گے
کہ وہ کہاں ہے؟"
شاہی جاسوس بولا: "ہاں۔ بتا دوں گا۔ مگر پہلے میں خزانہ
اندر جا کر ضرور دیکھوں گا۔"
"ٹھیک ہے۔ اب تم ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہو جاؤ
میں اژدھا کو باہر بلاتا ہوں۔"
شاہی جاسوس ایک طرف ہو کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ایک
ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں موم بتی تھی جو جل رہی تھی
ناگ نے آنکھیں بند کر کے سانپ کی آواز میں اژدھا کو آواز
دی اور باہر بلایا۔

شاہی جاسوس نے دیکھا کہ اچانک ایک بہت بڑا اژدھا
پھنکارتا ہوا غار سے باہر نکلا اور ناگ کے سامنے کنڈلی مار کر بیٹھ

گیا۔ ناگ نے اژدھا سے کہا۔
"اے اژدھا! میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اس آدمی کو کچھ نہ کہنا
کہ اس سے ایک راز معلوم کرنا ہے۔"
اژدھا نے سر جھکا کر کہا۔
"عظیم ناگ دیوتا! ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھے شیش ناگ
کا حکم ملا ہے کہ ناگ دیوتا نے خفیہ خزانے کا ایک عام آدمی
کو بتا کر ناگوں کی دنیا کے سب سے بڑے اصول کو توڑ ڈالا
ہے۔ اس لئے میں اس کا حکم نہ مانوں۔ چنانچہ مجھے افسوس ہے کہ
اب میں آپ کا حکم نہیں مان سکتا اور اس آدمی کو ہڑپ کر جاؤں گا
کیونکہ یہ خزانے کو چرانے کی نیت سے یہاں آیا ہے۔"
ناگ پر تو جیسے بجلی گر پڑی۔ اس کی اتنی زندگی میں یہ پہلا واقعہ
تھا کہ کسی سانپ یا اژدھا نے اس کا حکم ماننے سے انکار کر دیا تھا
شیش ناگ کی حیثیت سانپوں کی دنیا کے چیف جسٹس کی تھی جو
قانون کی حفاظت کرتا تھا اور جو کوئی ناگوں کی دنیا کے اصول
توڑتا تھا۔ اس کو سزا دیتا تھا۔ خواہ وہ ناگ دیوتا ہی کیوں
نہ ہو اور سانپ اس کے حکم کو مانتے تھے۔ ناگ سمجھ گیا کہ اس
نے شاہی جاسوس کو خزانے کا راز بتا کر بہت بڑے اصول کو
توڑا ہے اور شیش ناگ نے اس کو یہ سزا دی ہے کہ اب کوئی
اژدھا اس کے حکم کو نہیں مانے گا۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اژدھا

کر سمجھا بجھا کر اس سے اپنی بات نہیں منوائی جا سکتی۔ کیونکہ ناگوں کے اصول اور قانون ہوتے ہیں اور وہ اسے کبھی نہیں توڑتے ناگ کو اپنی اس طاقت کے چھن جانے کا بہت صدمہ ہوا۔ مگر اب تیر کمان سے نکل چکا تھا اور وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے اژدھا سے کہا۔ میں شیش ناگ کے حکم کا احترام کرتا ہوں۔ مگر میں تم سے صرف اتنی رعایت طلب کروں گا کہ مجھے اتنی مہلت دے دو کہ میں اس آدمی سے کیٹی کے بارے میں معلومات حاصل کر سکوں۔

اژدھا نے کہا۔ میں مہلت دیتا ہوں ناگ دیوتا۔"

شاہی جاسوس تلوار ہاتھ میں لیئے بے چین ہو رہا تھا کہ یہ ناگ ایک سانپ کو سامنے بٹھا کر کیا کر رہا ہے اور اسے وہاں سے بھگا کیوں نہیں رہا ہے؟ آخر اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اژدھا نے جس وقت ناگ کو مہلت کی اجازت دی تو عین اس وقت بدقسمت شاہی جاسوس نے دیکھا کہ سانپ کا رخ ناگ کی طرف ہے اور وہ کنڈلی مارے بیٹھا ہے تو اس پر تلوار کا وار کر دیا کہ کیوں نہ اس کا کام تمام کر دیا جائے۔

مگر اژدھا کوئی معمولی اژدہا نہیں تھا اس کے سر پر لگی دو تین آنکھوں کے کنارے شاہی جاسوس کو بھی برابر دیکھ رہے تھے۔ جونہی شاہی جاسوس نے تلوار اٹھا کر اژدھا پر حملہ کرنا چاہا اژدہا نے پلک جھپکتے ہی اپنا منہ اس کی طرف کر کے ایسی خوفناک

پھنکار ماری کہ اس کی گرم سانس شعلہ بن کر باہر نکلی اور اس شعلے نے شاہی جاسوس کو آگ کے شعلے میں تبدیل کر دیا۔ ناگ پریشان ہو کر پیچھے ہٹا۔ اس نے اژدھا سے کہا۔

اسے مت جلانا۔"

اژدھا نے کہا۔ "معافی چاہتا ہوں ناگ دیوتا اب میں آپ کا کوئی حکم نہیں مان سکتا۔ یہ خزانے کا چور ہے اور اس کی یہی سزا ہے۔

شاہی جاسوس کی چیخیں نکل رہی تھیں اور وہ آگ میں جل زمین پر لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔ تڑپ رہا تھا۔ اژدھا نے ایک بار پھر پھنکار مار کر اس پر آگ کا شعلہ پھینکا۔ اور شاہی جاسوس دیکھتے دیکھتے جل کر کوئلہ ہو گیا۔ ناگ سر پٹخ کر رہ گیا۔ شاہی جاسوس ہی...... کیٹی کے بارے میں کچھ بتا سکتا تھا اور وہ اس کی آنکھوں کے سامنے جل کر کوئلہ ہو گیا تھا۔ اژدھا نے جھک کر ناگ کو سلام کیا اور کہا۔

عظیم ناگ دیوتا! مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کا حکم نہیں مانا۔ مگر مجھے شیش ناگ نے آپ کا حکم نہ ماننے کا حکم دیا ہے میں مجبور ہوں۔"

اور اتنا کہہ کر اژدھا غار کے اندر چلا گیا۔

ناگ غار کے باہر اکیلا کھڑا رہ گیا۔ اس کی زندگی میں پہلی بار

بار ہم زدگی کا احساس ہوا۔ اسے معلوم تھا کہ اس نے ناگوں کی دنیا کا ایک بہت بڑا اصول توڑا ہے اور سیشن ناگ نے اپنا قانون کی حفاظت کا فرض ادا کرتے ہوئے سانپوں کو منع کر دیا ہے کہ وہ ناگ کا کوئی حکم نہ مانیں اور اب دنیا کا کوئی سانپ ناگ کا حکم نہیں مانے گا۔ وہ ناگ دیوتا کی حیثیت سے اس کا احترام ضرور کریں گے مگر اس کا حکم نہیں مانیں گے اور یہ بات ناگ کے لئے بڑی ذلت کی بات تھی ناگ کو اس کا بڑا صدمہ ہوا تھا۔ لیکن وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ کوئی اپیل بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے ایک آہ بھری اور واپس شہر کی طرف چل پڑا۔

ناگ بوجھل قدم اٹھاتا رات کے اندھیرے میں شہر کی طرف چلا جا رہا تھا۔ مگر ناگ کے دل کو ایک تسلی بھی تھی کہ اس نے ایک انسان یعنی کیٹی کی جان بچانے اور اسے مصیبت سے چھٹکارا دلانے کے لئے ناگوں کی دنیا کا اصول توڑا ہے کسی دنیاوی لالچ یا ہوس کے لئے ایسا نہیں کیا۔ اس نے سوچا کہ اب جب کہ اسے خزانے کا راز فاش کرنے کی سزا مل ہی چکی ہے تو بادشاہ کے پاس چل کر اسے بتا دینا چاہیئے کہ جو شاہی خزانہ چوری ہو گیا تھا وہ فلاں غار میں ہے تاکہ وہ کیٹی کو بادشاہ کی قید سے رہائی دلا سکے۔

یہ سوچ کر ناگ نے گہری سانس کھینچا۔ وہ یہ بھی آزمانا چاہتا

تا کہ کہیں اس سے اپنا حلیہ و شکل بدلنے کی طاقت بھی تو نہیں چھین لی گئی؟ مگر ایسا نہیں تھا۔ اس کی باقی ساری طاقتیں ویسی ویسی اس کے پاس تھیں۔ صرف اس سے سانپوں کو حکم دے کر اپنی مرضی کے مطابق کام لینے کا اختیار چھین لیا گیا تھا۔ ناگ نے اس موضوع پر سوچنا چھوڑ دیا۔ کیونکہ اس وقت اس کے سامنے سب سے اہم کام کیٹی کو رہا کرانے کا تھا۔

سانس کھینچتے ہی ناگ ایک سیاہ عقاب کی شکل اختیار کر گیا شکل اس نے اس لئے بدلی تھی کہ وہ جلدی سے جلدی بادشاہ کے محل میں پہنچنا چاہتا تھا۔ ناگ اندھیری رات کی تاریک فضاؤں میں اڑتا ہوا سیدھا بادشاہ سائرس کے محل کے بڑے دروازے کے سامنے والے باغ میں اتر گیا۔ اترتے ہی اس نے دوبارہ انسان کی شکل اختیار کی اور محل کے شاہی دروازے کی طرف بڑھا۔ دربان نے اسے دیکھا تو تلوار کھینچ کر للکارا۔

"کون ہو؟ وہیں کھڑے رہو۔"

ناگ وہیں رک گیا۔ دربان تلوار اٹھائے ناگ کے پاس آ کر بولا۔

"تم کون ہو اور یہاں کیسے آئے ہو؟"

ناگ نے کہا "میں بادشاہ سلامت کو اس کے چوری ہو چکے خزانے کا پتہ بتانے آیا ہوں۔ مجھے فوراً بادشاہ سلامت کے پاس پہنچ

"تمہیں کیسے پتہ چلا کہ شاہی خزانہ کہاں ہے؟"
"ناگ بولا" میں نے خزانے کو اپنا آنکھوں سے دیکھا ہے۔
میں صرف بادشاہ سلامت کو بتانا چاہتا ہوں کہ وہ کہاں دفن
ہے۔"

دربان کہنے لگا" تم اس جگہ ٹھہرو میں بادشاہ سلامت
کو خبر کرتا ہوں۔"
بادشاہ کو اطلاع ملی کہ ایک ایسا آدمی محل کے دروازے پر آیا ہے
جو شاہی خزانے کے بارے میں جانتا ہے کہ وہ کہاں دفن ہے
تو اس نے فوراً حکم دیا کہ اس آدمی کو پیش کیا جائے۔
ناگ بادشاہ کی خواب گاہ میں داخل ہوا تو بادشاہ سلامت
نے اسے غور سے پاؤں تک دیکھا۔ناگ سے سوال کیا۔ تمہیں
کیسے معلوم ہوا خزانے کے بارے میں؟ کیا تم ان لوگوں کے
ساتھی ہو جنہوں نے میرا خزانہ چوری کیا تھا؟"
ناگ نے کہا" نہیں بادشاہ سلامت! میں ان لوگوں کا ساتھی
نہیں ہوں۔"

"پھر خزانے کے بارے میں تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"
بادشاہ نے ناگ سے پوچھا۔ناگ نے کہا۔
"میں ملک عراق کا رہنے والا ہوں اور سیر و سیاحت کرتے آپ
کے ملک میں آیا ہوں۔آج رات سونے کے لئے کوئی جگہ تلاش

کر رہا تھا کہ ایک غار میں داخل ہوا۔کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں ایک
پتھروں کے ڈھیر کے نیچے شاہی خزانے کے بورے دفن ہیں۔
بادشاہ نے بے تابی سے پوچھا۔
"یہ غار کہاں ہے؟"
ناگ نے کہا" کوہ بے ستون کے اندر ہے۔"
بادشاہ نے تالی بجا کر سپاہیوں کو بلایا اور انہیں حکم دیا کہ ناگ
کو ساتھ لے کر کوہ بے ستون کے غار میں جائیں اور اگر وہاں خزانہ
ہو تو اسے شاہی محل میں پہنچائیں۔پھر بادشاہ نے ناگ کی طرف
دیکھ کر کہا۔
یاد رکھو۔اگر وہاں خزانہ نہ ہوا تو تمہاری گردن اتار دی
جائے گی۔
ناگ کہنے لگا۔مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔مگر میں آپ سے
صرف یہ پوچھنا چاہوں گا کہ جس عورت کو خزانے کے ہیرے فروخت
کرتے ہوئے پکڑا گیا تھا وہ کہاں ہے؟"
بادشاہ بولا" وہ تمہاری کون ہے؟ اس کے پاس تو ہمارے
خزانے کے اصلی ہیرے برآمد ہوئے تھے۔
ناگ نے کہا: یہ درست ہے بادشاہ سلامت۔مگر وہ بے گناہ
تھی۔وہ میری بہن تھی اور میں نے ہی اس دفن شدہ خزانے
میں سے دو ہیرے نکال کر فروخت کرنے کے لئے دیئے تھے کیونکہ

میرے پاس خرچہ ختم ہو گیا تھا۔"

بادشاہ کہنے لگا۔"

لیکن جب تک ہمیں اپنا شاہی خزانہ نہیں مل جاتا ہم تمہیں
تمہاری بہن کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتے۔ اس لئے ہمارے شاہی
فوجی دستے کے ساتھ چل کر بتاؤ۔ کہ غار کس جگہ پر ہے۔"

ناگ نے سوچا کہ چلو خزانہ تو مل ہی جائے گا۔ اس کے بعد کیٹی کا
پوچھ لیں گے۔ اس نے کہا۔

"جو حکم بادشاہ سلامت"

ناگ کو شاہی دستے نے اپنے ساتھ لیا اور کوہ بے ستون
کی طرف چلا۔ بادشاہ نے شاہی فوجی دستے کے کمانڈر کو خفیہ
طور پر حکم دے دیا تھا کہ اگر یہ شخص جھوٹا نکلے اور غار کے اندر
خزانہ نہ نکلے تو اسی جگہ اس کی گردن اڑا دی جائے۔

ادھر ایسا ہوا کہ سانپوں کی سلطنت میں جب پہلی بار ناگ
دیوتا کے منہ سے زمین میں دفن کسی شاہی خزانے کا راز فاش ہو گیا
تو شیش ناگ نے اژدہا کو حکم دیا کہ دوسرے سانپوں سے مل کر غار
میں دفن شاہی خزانے کو زمین کے اندر ہی اندر سے کسی دوسری
جگہ پر لے جا کر چھپا دیا جائے تاکہ اس خزانے پر ایک بار پھر
راز کا پردہ پڑ جائے۔ چنانچہ شیش ناگ کا حکم ملتے ہی اژدہا
نے آس پاس کے سارے سانپوں کو بلا لیا۔ انہوں نے زمین کے

ر ایک لمبی سرنگ کر ڈالی اور خزانے کے بوروں کو لے کر
اں سے دُور زمین کے اندر ہی اندر دریا کی تہہ کے نیچے لے گئے
انپوں نے غار کے اندر جو خزانے کی جگہ تھی اس کو مٹی اور پتھروں
ے بھر دیا اور اسے اس طرح کر دیا کہ کوئی لاکھ وہاں سر پٹختا
ے خزانے کا ذرا سا بھی سراغ نہیں مل سکتا تھا۔

شاہی فوج کا دستہ ناگ کو لے کر غار کے باہر آ کر رک گیا۔

ناگ نے دستے کے کمانڈر سے کہا۔

"شاہی خزانہ غار کے اندر ہے مگر اس خزانے پر ایک
زہریلا اژدھا پہرہ دے رہا ہے۔ میں اسے اپنی جگہ سے ہٹا
دیتا ہوں۔"

کمانڈر نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم اژدہا کو خود ہٹا لیں گے۔"

اس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ غار کے اندر جائیں اور اگر
کوئی اژدھا نظر آئے تو اس کے ٹکڑے اڑا دیں ناگ انہیں منع
ہی کرتا رہ گیا مگر سپاہی تلوار اٹھائے مشعلیں روشن کئے پتھروں
کے ڈھیر کو ہٹا کر غار میں داخل ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد انہوں
نے واپس آ کر کمانڈر کو بتایا کہ اندر نہ کوئی اژدھا ہے اور نہ ہی
کوئی خزانہ ہے۔ ناگ کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔ یہ کیسے ہو
سکتا ہے۔ اس نے کہا۔

"میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں وہ جگہ دکھاتا ہوں جہاں خزانہ زمین میں دفن ہے۔"

فوج کے کمانڈر کو شک پڑ گیا تھا کہ یہ شخص جھوٹ بول رہا ہے۔ اس نے تلوار کے دستے پہ اپنا ہاتھ مضبوط کر لیا تھا اور بس اس انتظار میں تھا کہ اگر غار کے اندر جا کر خزانہ نہیں ملتا تو وہ ایک ہی ہاتھ مار کر ناگ کی گردن اڑا دے گا۔ اس نے ناگ سے کہا۔

"تم آگے آگے چلو"

ناگ غار میں داخل ہو گیا۔ اس کے پیچھے پیچھے کمانڈر تلوار ہاتھ میں پکڑے چلا آ رہا تھا۔ آگے سپاہیوں نے مشعلیں روشن کر رکھی تھیں۔ ناگ کو سب سے پہلی تبدیلی یہ محسوس ہوئی کہ غار میں سے کسی بھی سانپ یا اژدہا کی بو نہیں آ رہی تھی اس نے سانپ کی زبان میں آواز دی۔

"اے اژدہا! تم کہاں ہو۔ میں جانتا ہوں تم میرا اب کوئی حکم نہیں مانو گے۔ مگر صرف اتنا بتا دو کہ خزانہ اپنی جگہ پہ ہے کہ نہیں؟"

اژدہا کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ ناگ کو یقین سا ہو گیا کہ چونکہ خزانے کا راز فاش ہو چکا تھا اس لئے ناگوں کی سلطنت کے قانون کے مطابق سانپ خزانے کو زمین کے اندر ہی اندر کھینچ کر کسی دوسری جگہ لے گئے ہیں۔ جس کے بارے میں اب وہ بھی

خزانہ [ب]راغ نہیں لگا سکتا تھا کیونکہ کوئی سانپ اس کا حکم ماننے کو تیار نہیں تھا۔ ناگ نے ایک جگہ زمین کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"خزانہ اسی جگہ دفن ہے۔"

کمانڈر نے حکم دیا کہ زمین کھود دی جائے۔ سپاہیوں نے کدالوں کی مدد سے زمین کھودنی شروع کر دی۔ دیکھتے دیکھتے وہاں دس فٹ گہرا گڑھا کھود ڈالا گیا مگر خزانہ کہیں نظر نہ آیا۔ ناگ کو خطرہ تھا کہ ہو سکتا ہے اس پہ حملہ کر دیا جائے۔ کیونکہ خزانہ نہیں مل رہا تھا۔ ادھر کمانڈر بھی ناگ کی گردن اڑانے کے لئے بالکل تیار تھا مگر ناگ بھی غافل نہیں تھا اور اس نے بھی اپنا بچاؤ سوچ لیا ہوا تھا

ایک سپاہی نے اپنے کمانڈر کی طرف دیکھ کر کہا کہ خزانہ کہیں نہیں ہے۔ کمانڈر اور ناگ دونوں ہی اسی آواز کا انتظار کر رہے تھے۔ جونہی سپاہی کے منہ سے یہ جملہ نکلا۔ کمانڈر کی تلوار اٹھی کہ ناگ کی گردن اڑا دے اور ناگ اس سے پہلے ہی سانس کھینچ کر انسانی صورت میں غائب ہو چکا تھا۔ سپاہی اور کمانڈر ایک دوسرے کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے تکنے لگے کہ یہاں ابھی ابھی ایک انسان کھڑا تھا وہ کم بخت کہاں غائب ہو گیا۔ کیا زمین کھا گئی اسے

ناگ ایک چھوٹی سی سیاہ چڑیا کی شکل میں اڑتا ہوا غار سے باہر نکل چکا تھا اس نے سپاہیوں اور کمانڈر کو وہیں حیران پریشان چھوڑا اور اڑتا ہوا اپنی سرائے کی پچھلی دیوار کے پاس آ کر زمین

پر اتر آیا۔ یہاں اس نے دوبارہ انسانی شکل اختیار کی اور اپنی
کوٹھڑی کھول کر بستر پر لیٹ گیا اور سوچنے لگا کہ اب اسے کیٹی
کے بارے میں کس طرح سراغ لگانا چاہیے۔ اس کی شکل بادشاہ
سپاہی اور دربان وغیرہ دیکھ چکے تھے اور شہر میں اسے پکڑا جا
سکتا تھا۔ یہ تو خیر ایسی پریشانی کی کوئی بات نہیں تھی کیونکہ ناگ
کسی پرندے کی شکل میں بھی اس شہر میں رہ سکتا تھا لیکن اصل
پریشانی اس بات کی تھی کہ اسے کیٹی کے حال کے بارے میں
ابھی تک کچھ علم نہیں ہوا تھا کہ وہ کہاں پر قید ہے؟

ناگ غور کرتے ہوئے اس نتیجے پر پہنچا کہ بادشاہ کو علم ہے
کہ کیٹی کو کس جگہ پر قید کیا گیا ہے تو اس کا مطلب یہ تھا
کہ ناگ کو بادشاہ کے پاس جا کر کیٹی کے متعلق معلوم کرنا ہوگا
اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ بادشاہ اس وقت ناگ کا جانی
دشمن تھا۔ کیونکہ وہ سمجھے ہوئے تھا کہ ناگ اور اس کے ساتھیوں
نے شاہی خزانہ چوری کیا تھا اور اب ان ہی کی وجہ سے وہ غائب
ہو گیا ہے۔ لیکن ناگ کو بادشاہ کی مخالفت کی پرواہ نہیں تھی

صبح ہوئی تو ناگ بادشاہ کے محل کی طرف چل پڑا۔
دن کافی نکل آیا تھا۔ اور شہر کے مکانوں اور آتش کدے
کے اونچے میناروں پر دھوپ چمک رہی تھی۔ ناگ اپنی اصلی

انسانی شکل میں چلا جا رہا تھا۔ مگر شاہی محل کے قریب جا کر
اس نے سوچا کہ کسی پرندے کی شکل میں محل میں داخل
ہونا چاہیے۔ اس نے دیکھا کہ شاہی محل میں بہت سے لوگ
آجا رہے ہیں اور شاہی خزانے کے ایک بار پھر گم ہو جانے
کی وجہ سے ایک افراتفری مچی ہوئی تھی۔ ناگ نے سوچا کہ بادشاہ
اس وقت بہت مصروف ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ اسے رات میں
کسی وقت ملا جائے۔

اس خیال کے ساتھ ناگ واپس سرائے میں آ گیا اور رات
ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ وہ سارا دن اپنی کوٹھڑی میں
لیٹا عنبر، کیٹی اور ماریا کے بارے میں غور کرتا رہا۔ عنبر کے
بارے میں بھی کچھ معلوم نہ تھا کہ وہ کہاں ہے اور کس حالت
میں ہے۔ لیکن اس وقت سب سے زیادہ فکر اور پریشانی
ناگ کو کیٹی کے بارے میں تھی۔ کیونکہ کیٹی کو نقصان پہنچ سکتا
تھا اور وہ خاص حالات میں مر بھی سکتی تھی۔ اس لئے اس
کی جان بچانا اور اس کی مدد کو پہنچنا بہت ضروری ہے۔

رات ہو گئی۔ اندھیرا چھا گیا۔ ناگ نے کچھ دیر اور لگا دی
تاکہ رات زیادہ گہری ہو جائے۔ جب آدھی رات ہو گئی
تو ناگ سرائے کے بڑے میدان میں دیوار کے پاس آیا۔
سانس کھینچ کر سیاہ عقاب کی شکل اختیار کی اور رات کی

ناگ یک فضاؤں میں شاہی محل کی طرف پرواز کر گیا۔

شاہی محل کی چھت پر اندھیرا گھپ تھا۔ دور کونے کی برجیوں میں ایک ایک پہرے دار تھا جو پہرہ دے رہا تھا۔ ناگ شاہی محل کی ایک دیوار میں باہر کو نکلی ہوئی گیلری میں آ گیا۔ اس گیلری کے ساتھ جنگلی سفید گلاب کی جھاڑیاں چمٹی ہوئی تھیں جن کی جڑ نیچے شاہی باغ کے فرش تک گئی ہوئی تھی۔ ناگ گیلری میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ بادشاہ کی خواب گاہ یعنی سونے کا کمرہ کس جگہ اور کس طرف ہو گا۔ اسے گلاب کی بیل میں پتوں کی آہٹ سنائی دی۔ اس نے اپنی چونچ ایک طرف اٹھا کر نیچے دیکھا تو گھپ اندھیرے میں اسے ایک سیاہ پوش آدمی جس نے اپنا منہ سر چھپا رکھا تھا۔ بیل کی شاخوں کو پکڑ کر دیوار کے ساتھ پاؤں ٹکاتا اوپر چڑھتا دکھائی دیا۔

ناگ حیران ہوا کہ یہ کون شخص ہے جو رات کی تاریکی میں یوں محل کی دیوار پر چوری کی غرض سے چوروں کی طرح چڑھ رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کوئی چور ہو۔ ہو سکتا ہے کوئی سازشی باغی ہو اور کسی کو قتل کرنے آیا ہو۔ ناگ نے ایک گہرا سانس کھینچا اور چھوٹے کالے سانپ کی شکل میں آ گیا کیونکہ بڑا عقاب اس پراسرار چور کے ساتھ محل میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔

پراسرار اجنبی گلاب کی بیل کی مدد سے گیلری میں آ گیا۔ اس

نے جھک کر نیچے اور دائیں بائیں دیکھا اور کچھ سیکنڈ کیلئے گیلری میں ہی سانس روک کر بیٹھا رہا۔ جب اسے تسلی ہو گئی کہ اسے کسی نے نہیں دیکھا اور وہاں کوئی نہیں ہے تو وہ اٹھا اور گیلری کے ستونوں کے درمیان لگی ہوئی صندل کی لکڑی کی جالیوں کو جیب سے خنجر نکال کر اس طرح کاٹنے لگا کہ آواز پیدا نہ ہو۔ ناگ سانپ کی شکل میں گیلری کی ایک طرف کونے میں لگا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ لکڑی کی جالی جب ایک طرف سے کٹ گئی تو وہ سیاہ پوش آدمی اندر داخل ہو گیا۔ ناگ بھی رینگتا ہوا اس کے پیچھے پیچھے چلا۔

دوسری طرف ساتھ ساتھ دیوار میں کمرے بنے ہوئے تھے۔ سیاہ پوش نے ایک کمرے کے دروازے کے پاس کھڑے ہو کر تین بار آہستہ سے اس پر دستک دی۔ دو سیکنڈ کے بعد ایک عورت نے دروازہ کھولا اور اسے اندر بلا لیا۔ ناگ بھی اندھیرے میں تیزی سے کمرے میں داخل ہو گیا۔ سیاہ پوش آدمی نے اندر جاتے ہی اس عورت سے کہا۔

"سب ٹھیک ہے"

عورت کے چہرے پر گھبراہٹ سی تھی۔ کہنے لگی۔

سب ٹھیک ہے۔ مگر ۔۔۔ مگر کہیں ہم پکڑے نہ جائیں۔
"بکواس بند کرو۔ اب اگر تم پیچھے ہٹیں یا زبان کھولی تو میں
تجھے بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔
یہ کہکر سیاہ پوش آدمی اس کمرے سے ایک خفیہ دروازے
سے دوسری طرف نکل گیا۔ ناگ اس کے پیچھے پیچھے تھا۔

○

پتھر کی زندہ ماریا

ناگ اس کمرے میں آکر حیران رہ گیا
کیونکہ یہ بادشاہ کا سونے کا کمرہ تھا۔ اور بادشاہ ایک
شاندار مسہری والے پلنگ پر خواب خرگوش کے مزے لے رہا
تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ گہری نیند سو رہا تھا۔ خواب گاہ یعنی
سونے کے کمرے میں ہیرے جواہرات والے شمع دان
کی دھیمی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ سیاہ پوش نے خنجر نکال لیا
تھا جونہی وہ سوئے ہوئے بادشاہ کے پلنگ کی طرف بڑھا کہ
خنجر سینے میں گھونپ کر بادشاہ کو قتل کر دے ناگ پھنکار مار
کر سیاہ پوش کے قدموں کی طرف بڑھا اور اس کی ٹانگوں
کو اس طرح جکڑا کہ وہ دھڑام سے نیچے گر پڑا۔
اس کے گرنے سے شور ہوا تو بادشاہ کی آنکھ کھل گئی۔ سیاہ
پوش جلدی سے اٹھا اور خنجر تان کر بادشاہ پر حملہ کر دیا۔ ناگ

نے سانس کھینچ کر انسانی شکل بدلی اور اچھل کر سیاہ پوش قاتل
کو گردن سے دبوچ کر نیچے گرا دیا اور خنجر اٹھا کر اس کے سینے
پہ رکھ دیا۔ بادشاہ سمجھ گیا کہ قاتل اسے قتل کرنے آیا تھا۔ اس
نے گرج کر کہا۔

کون ہو تم۔

ناگ نے کہا۔ بادشاہ سلامت یہ شخص آپ کو قتل کرنے کی
نیت سے آیا تھا۔ اگر میں یہاں نہ ہوتا تو اس وقت
بستر پہ آپ کی لاش پڑی ہوتی۔"

بادشاہ کو بھی احساس تھا کہ ناگ نے اس کی جان بچائی ہے۔
اس نے فوراً دربانوں کو بلا لیا اور سیاہ پوش کو ان کے حوالے
کر کے حکم دیا کہ اسے زندان میں ڈال دیا جائے کل ہم خود اس
سے پوچھ گچھ کریں گے۔ جب دربان سیاہ پوش قاتل کو پکڑ
کر لے گئے تو بادشاہ نے ناگ سے پوچھا

تم کون ہو۔ اور میری خواب گاہ میں کیسے داخل ہوئے؟
اس کا ناگ کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ کہنے لگا۔

اے بادشاہ! آپ مجھ سے یہ نہ پوچھیں کہ میں کون ہوں۔
اور آپ کی خواب گاہ میں کیسے داخل ہوا۔ کیونکہ میں نے آپ
کو بتا بھی دیا تو آپ اسے نہیں سمجھ سکیں گے لیکن یہ ایک حقیقت
ہے کہ میں نے آپ کی جان بچائی ہے۔"

بادشاہ کہنے لگا۔

یہ تو میں بھی جانتا ہوں۔ مگر سوال یہ ہے کہ تم آخر کس لئے
یہاں آئے تھے؟

لیکن اچانک بادشاہ نے شمع کی روشنی اونچی کی تو ناگ
کے چہرے پہ پوری روشنی پڑنے لگی۔ بادشاہ نے فوراً ناگ
کو پہچان لیا اور ایک دم غصے میں آ کر بولا۔

"اچھا تو تم میرے خزانہ کے چور ہو اور تم ہی میرے سپاہیوں
کو دھوکا دے کر غار سے فرار ہو گئے تھے اور تم نے ہی ہمارا
خزانہ غائب کیا ہے۔"

ناگ کو خیال تھا کہ شاید نیم اندھیرا ہونے کی وجہ سے بادشاہ
اسے نہیں پہچانے گا۔ مگر اس نے ناگ کو پہچان لیا تھا ناگ
اس صورت حال کے لئے بھی تیار تھا۔ اس نے کہا۔

"اے بادشاہ یقین کریں میں نے آپ کا خزانہ چوری نہیں
کیا۔"

بادشاہ نے پوچھا۔" پھر تم نے کیوں کہا تھا کہ خزانہ غار میں
دبا ہوا ہے اور تم میرے سپاہیوں کو لے کر وہاں تک
گئے بھی تھے۔"

ناگ نے کہا۔" اور آپ نے سپاہیوں کے سردار کو خفیہ حکم
دے رکھا تھا کہ خزانہ نہ ملنے کی صورت میں میری گردن اڑا

دی جائے۔

بادشاہ بولا "ہاں۔ ہم نے یہ حکم دیا تھا۔ کیونکہ تم ہمارے خزانے کے چور ہو۔ ڈاکو ہو۔"

ناگ کہنے لگا۔ "بادشاہ سلامت! میں اگر چاہتا تو اس سیاہ پوش قاتل نے اب تک آپ کا کام تمام کر دیا ہوتا اور آپ مجھے چور اور ڈاکو کہنے کے لئے زندہ نہ ہوتے۔ آپ مجھے میرے احسان کا بدلہ دے رہے ہیں۔"

بادشاہ بستر سے اٹھ کر بولا "تم شاہی مجرم ہو۔ ہم تمہیں سزا دیں گے۔"

اور وہ دربانوں کو بلانے کے لئے دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ ناگ نے آگے بڑھ کر بادشاہ کا راستہ روک لیا اور کہا۔

"اے بادشاہ! میں تم پر اپنا آپ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مگر تم نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ میں تم پر یہ راز کھول دوں کہ میں کون ہوں۔ لو ۔۔ میری طرف غور سے دیکھو۔"

ناگ نے ایک گہرا سانس کھینچا اور انسان سے سانپ بن گیا یہ ایک بہت زبردست سانپ تھا۔ جس نے فرش سے پانچ فٹ بلند ہو کر اپنا بہت بڑا پھن اٹھا رکھا تھا۔ بادشاہ دہشت کے مارے ایک دم پیچھے ہٹ گیا اسے اپنی آنکھوں

پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

ناگ واپس انسانی شکل میں آ گیا۔ اس کی آنکھیں ابھی تک سرخ تھیں۔ اس نے گہری نظروں سے بادشاہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اے بادشاہ! کیا اب تمہیں پتہ چل گیا کہ میں کون ہوں؟"

بادشاہ سائرس کے تو ہوش گم تھے۔ وہ ٹکٹکی ناگ کو تک رہا تھا۔ اس نے کہانیاں بہت سن رکھی تھیں۔ مگر آج تک کسی انسان کو سانپ اور سانپ کو انسان بنتے نہیں دیکھا تھا۔ اس پر ناگ کی طاقت اور عظمت کا گہرا اثر ہوا۔ اس نے ناگ کی طرف احسان بھری نظروں سے دیکھ کر کہا۔

"میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے میری جان بچائی۔ تم یقیناً کوئی دیوتا ہو۔ میری وجہ سے تمہیں جو ذہنی تکلیف پہنچی اس کیلئے میں معذرت چاہتا ہوں۔"

ناگ نے کہا "مجھے آپ کی معذرت کی ضرورت نہیں ہے مجھے اس وقت صرف یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ جس لڑکی کیٹی کو آپ نے قید کر رکھا ہے وہ قید خانہ کہاں ہے۔"

بادشاہ نے پیشانی سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"اے دیوتا! مجھے معاف کر دینا۔ مجھ سے ایک بھاری غلطی ہو چکی ہے۔ لیکن اس میں میرا کوئی قصور نہیں تھا کیونکہ مجھے یقین دلایا گیا تھا کہ کیٹی ہی خزانے کے چوروں کی

ساتھی ہے۔

ناگ نے گھبرا کر پوچھا۔

کیا آپ نے اسے قتل کروا دیا؟"

بادشاہ نے کہا۔" نہیں میں نے اسے دیوار میں زندہ چنوا دیا تھا۔"

ناگ نے اطمینان کا سانس لیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ کیٹی قبر کے اندر بھی آکسیجن کے بغیر سال بھر تک زندہ رہ سکتی ہے۔ اس نے پوچھا۔ "وہ دیوار کہاں پر ہے۔ جس کے اندر آپ نے کیٹی کو چنوا دیا تھا؟"

بادشاہ بولا۔ وہ کوئی دیوار نہیں بلکہ تہہ خانہ تھا۔ جس کے دروازے کو میرے حکم سے اینٹ پتھر اور گارے چونے سے بند کر دیا گیا تھا۔" ناگ نے کہا۔" کیا آپ مجھے اس تہہ خانے کا راستہ بتائیں گے؟

بادشاہ بولا۔" اے دیوتا! میں خود آپ کو لے کر اس تہہ خانے تک جاؤں گا۔ لیکن اپنی بہن کی لاش دیکھ کر مجھ پر اپنا عذاب نازل نہ کریں۔"

ناگ نے کہا۔ نہیں نازل کروں گا۔ عذاب اب آپ مجھے جلدی سے تہہ خانے میں لے چلیں۔"

بادشاہ نے ایک سیاہ لبادہ جسم کے گرد لپٹا اور ناگ کو ساتھ لے کر خفیہ راستے سے محل کے اندر ہی اندر سے ہوتا ہوا قلعے کے اس باغ میں آ گیا جہاں لوہے کے جنگلے کے اندر تہہ

خانے کا دروازہ تھا۔ جس کو گارا چونا لگا کر بند کر دیا گیا تھا یہاں دو پہرے دار سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ وہ دو آدمیوں کو دیکھ کر ایکدم چوکس ہو گئے اور نیزے تان دیئے۔ بادشاہ نے انہیں اپنا چہرہ دکھایا تو وہ فوراً آداب سے جھک گئے۔ بادشاہ نے کہا جتنی جلدی ہو سکے دیوار کو گرا دو۔

سپاہیوں نے دیوار کی اینٹوں اور پتھروں کو نیزوں کی مدد سے اکھاڑنا شروع کر دیا۔ اندر کیٹی دیوار کے ساتھ کونے میں لگی سر جھکائے بیٹھی تھی اور سوچ رہی تھی کہ ابھی خدا جانے اسے کتنی دیر اور اس قبر میں رہنا ہوگا۔ کہ اچانک اسے دیوار پر کھٹ کھٹ کی آوازیں آنے لگیں۔ تھوڑی دیر میں ہی دیوار میں ایک سوراخ ہو گیا۔

ناگ نے بادشاہ سے کہا۔

آپ یہیں ٹھہریں میں اندر جا کر اپنی بہن کو دیکھتا ہوں۔

اور ناگ سوراخ میں سے تہہ خانے میں داخل ہو گیا۔ اس نے آواز دی۔

کیٹی تم کہاں ہو"؟

کیٹی نے ناگ کو دیکھا تو خوش ہو کر اس کی طرف لپکی۔

ناگ بھیا! خدا کا شکر ہے کہ تم آ گئے۔

بادشاہ نے جب ناگ اور اس عورت کو زندہ سلامت باہر نکلتے دیکھا جس کے بارے میں بادشاہ کو یقین تھا کہ دم

گھٹ گھٹ کر کب کی مر چکی ہو گی تو دنگ رہ گیا۔ بادشاہ ان دونوں
کو دیوی دیوتا سمجھ رہا تھا جو مر نہیں سکتے۔

بادشاہ ان کو اپنے محل میں لے گیا اور ناگ سے کہنے لگا۔

اے دیوتا! تم دلوں کے راز جانتے ہو۔ جب تم میرے سپاہیوں
کو غار میں خزانہ دکھانے لے گئے تھے تو پھر یہ کیسے ہوا کہ خزانہ
وہاں سے بھی غائب ہو گیا؟ کیا تم اتنے بڑے دیوتا ہو کر مجھے
یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ میرا شاہی خزانہ کہاں ہے؟

ناگ نے کہا۔ "وقت آنے پر آپ کو یہ بھی بتا دیا جائے گا
ہمیں اجازت دیجئے میں پھر آپ سے مل لوں گا۔"

بادشاہ بولا۔ "نہیں۔ آپ میرے لئے رحمت کا فرشتہ بن کر
آئے ہیں۔ آپ میرے شاہی محل میں خاص مہمان بن کر رہیں گے۔

ناگ اور کیٹی کو اسی شہر میں ابھی ماریا کو تلاش کرنا تھا۔ وہ
راضی ہو گئے۔ بادشاہ نے اسی وقت شاہی مہمان خانہ کھلوا کر
ناگ اور کیٹی کو بڑے عزت سے وہاں پہنچا دیا۔ جب بادشاہ
کے اہل کار چلے گئے تو کیٹی نے ناگ کو اور ناگ نے کیٹی کو سارے
واقعات بیان کئے۔ کیٹی نے پوچھا۔

"شاہی خزانہ کیسے گم ہو گیا غار سے؟"

ناگ نے کہا: "کیٹی! میرے ساتھ ایک افسوس ناک بات ہو گئی ہے
جو میں نے تمہیں نہیں بتائی تم جانتی ہو کہ ناگوں کی سلطنت
میں کچھ اصول اور قانون ہوتے ہیں۔ جن کی ہر حال میں ہمیں

حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ ان میں ایک اصول یہ بھی ہے کہ ہم
زمین کے کسی خفیہ خزانے سے خود تو اپنی ضرورت کے مطابق کچھ
لے سکتے ہیں مگر کسی دوسرے کو اس خزانے کا راز نہیں بتا سکتے
لیکن میں نے تمہارا پتہ معلوم کرنے کے لئے بادشاہ کو خزانے کا
راز بتا دیا کہ وہ کس جگہ پر دفن ہے میں نے ناگوں کی دنیا
کا ایک اصول اور قانون توڑا اس کی سزا ناگوں کی دنیا
کے سب سے بڑے تنیش ناگ نے مجھے یہ دی ہے کہ اب کوئی
سانپ میرا حکم نہیں مانے گا۔ یہی وجہ ہے کہ میں کسی سانپ کو حکم
دے کر یہ نہیں پوچھ سکتا کہ بادشاہ کا خزانہ کس جگہ پر لے جایا گیا
ہے۔"

کیٹی حیران ہو کر ناگ کا منہ تکنے لگی۔

ناگ بھیا! یہ تو بہت برا ہوا۔ تم نے میری خاطر اتنی بڑی
پریشانی کیوں اٹھائی؟

ناگ بولا۔ میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

کیٹی نے کہا: اب کیا ہو گا۔ تمہاری طاقت تو آدھی
رہ گئی ہے۔ کیا تنیش ناگ تمہیں معاف نہیں کرے گا؟

ناگ بولا۔ میرا خیال ہے کہ ایسا مشکل نظر آتا ہے۔ لیکن یہ بعد
میں سوچ لیں گے۔ اس وقت تو ہمیں صرف ماریا کے بارے
میں معلوم کرنا ہے کہ وہ کس جگہ پر ہے۔"

کیٹی کہنے لگی: "ہمارا خیال تھا کہ وہ اس شہر میں ہو گی۔ مگر

ابھی تک ہمیں اس کی خوشبو کہیں سے بھی محسوس نہیں ہوئی
میں تو کہتی ہوں کہ ہمیں یہاں سے کسی دوسرے ملک کی طرف
چل دینا چاہیے۔

ناگ خاموش رہا۔ پھر کچھ سوچ کر بولا۔

"تم بھی ٹھیک کہہ رہی ہو۔ لیکن ہمیں سرائے کی کوٹھڑی
سے اس ملک کا سکہ ملا تھا۔ میرا دل کہتا ہے کہ ماریا کو اغوا
کر کے اسی ملک میں کسی جگہ لایا گیا ہے۔"

کیٹی نے کہا: اگر ماریا اس ملک میں ہوتی تو اس کی خوشبو
ضرور آجاتی۔

ناگ بولا "یہ ملک بہت بڑا ہے ہو سکتا ہے۔ ماریا اس
شہر میں نہیں تو کسی دوسرے شہر میں ہو۔ بہتر ہوگا۔ کہ ہم دو
ایک روز اس شہر میں ماریا کو تلاش کر لینے کے بعد یہاں سے
کسی دوسرے شہر میں جا کر اسے ڈھونڈنے کی کوشش کریں۔"

"ایسا ہی کرتے ہیں۔

کیٹی نے جواب دیا اور وہ آرام کرنے کے لئے شاندار بستروں
پر لیٹ گئے۔

○

دو روز تک شہر میں ناگ اور کیٹی نے ماریا کو جگہ جگہ تلاش
کیا۔ ہر گلی محلے اور بازار اور جنگل میں جا کر انہوں نے ماریا کی
خوشبو سونگھنے کی کوشش کی۔ مگر ماریا کی خوشبو کہیں سے

بھی نہ آئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ماریا اپنی شخصیت کھو کر اس
وقت آگ کی دیوی کی شکل میں آتش کدے کے استھان پر آگ
کے الاؤ کے سامنے آنکھیں بند کئے بیٹھی تھی۔ شاہی پروہت
تارکش اور طہماسش کی موت کے بعد اب آگ کی دیوی ماریا
کو اپنی جگہ سے حرکت دینے والا اور اس کو حکم دے کر اٹھانے
بٹھانے اور چلانے والا اب کوئی نہیں تھا جو نیا پروہت آیا
تھا اس کو وہ خفیہ منتر نہیں آتے تھے جن کی مدد سے آگ کی
دیوی ماریا کو اپنی مرضی کے مطابق چلایا پھرایا جا سکتا تھا۔
آگ کی دیوی بن جانے کے بعد ماریا کے جسم سے وہ خوشبو
نکلنا بند ہو گئی تھی جو ناگ اور کیٹی کو اس کے پاس لے جا سکتی
تھی۔ اور ناگ اور کیٹی کو آتش کدے میں جانے کا اتفاق نہیں
ہوا تھا۔ ان کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ ماریا اس جگہ
پر بھی ہو سکتی ہے۔ دو روز بعد ناگ اور کیٹی نے بادشاہ سے کہا کہ اب
وہ شاہی محل کو چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ بادشاہ نہیں چاہتا تھا
کہ وہ اس کے ملک سے جائیں کیونکہ اس کا خیال تھا کہ ناگ اور
کیٹی دیوی دیوتا ہیں اور ان کے جانے سے اس کے ملک سے
برکت جاتی رہے گی۔ کہنے لگا۔

میری خواہش ہے کہ اب میرے ملک سے نہ جائیں اور
میرے محل میں ہی رہیں۔

ناگ نے کہا، "نہیں اے بادشاہ ہمارا جانا بہت ضروری ہے۔

بادشاہ نے انہیں رد کنے کی بہت کوشش کی مگر ناگ اور کیٹی نہ مانے۔ بادشاہ نے نا امید ہو کر کہا۔

"اے دیوی دیوتا! اگر آپ نے جانے کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو پھر آج رات ہمارے ملک کے سب سے بڑے آتش کدے (مندر) میں آگ کی پوجا کی رسم ہو رہی ہے۔ میری خواہش ہے کہ آپ اس رسم کو دیکھ کر جائیں۔

ناگ نے کہا۔ "ہم آتش پرست نہیں ہیں۔ ہمیں اس رسم سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔

بادشاہ کہنے لگا: "میں مانتا ہوں لیکن اے عظیم ناگ دیوتا! ایک بار آپ اس رسم میں شریک ہو جائیں گے تو ہمارے مندر میں دیوتاؤں کی رحمتیں نازل ہوتی رہیں گی۔ میرا دل نہ توڑیں۔

ناگ نے کیٹی سے پوچھا: تمہارا کیا خیال ہے کیٹی"؟

کیٹی نے کہا: "چلو آج کی رات ٹھہر جاتے ہیں"

بادشاہ بڑا خوش ہوا اور دونوں کا شکریہ ادا کرنے کے بعد بولا۔

"رات کو میرے شاہی سوار آکر آپ کو مندر لے جائیں گے۔

جب بادشاہ چلا تو کیٹی نے کہا۔

ان آگ کی پوجا کرنے والوں کے مندر میں سوائے آگ کے اور کیا ہوگا۔

ناگ مسکرایا، تم ہی نے تو کہا ہے کہ ہم ٹھہر جاتے ہیں۔

کیٹی بولی: "میں نے بادشاہ کی دل جوئی کے لئے ایسا کہہ دیا تھا۔

"ٹھیک ہے آج کی رات آگ کی پوجا کی رسم بھی دیکھ لیتے ہیں۔"

کیٹی نے کہا۔ "میرا خیال ہے یہ لوگ آگ کی کسی دیوی کی پوجا کرتے ہیں۔

ناگ بولا: میرا خیال ہے کہ دیوی کہاں ہوگی۔ بس آگ جل رہی ہوگی اور یہ اس پر عود و لوبان ڈال کر بھجن پڑھیں گے:

اچھا رات کو چل کر دیکھ لیں گے" کیٹی نے کہا۔

آدھی رات کو بادشاہ کے شاہی سوار آئے اور ناگ اور کیٹی کو بڑے ادب اور احترام کے ساتھ بادشاہ کے پاس لے گئے۔ بادشاہ نے ناگ اور کیٹی کا استقبال کیا اور دونوں کے ہمراہ شاہی آتش کدے (مندر) کی طرف خاص سواری میں بیٹھ کر چل دیا۔ راستے میں بادشاہ نے ناگ کو بتایا

"یہ ایک خاص رسم ہوگی۔ جس میں صرف اور شاہی پروہت ہی شریک ہوں گے۔ یہ بادشاہ اور اس کی سلطنت کی خیر و برکت کے لئے ہر مہینے کی پندرھویں رات کو ہوا کرتی ہے اور اس میں سوائے بادشاہ اور شاہی پروہت کے اور کوئی حصہ نہیں لے سکتا۔ لیکن آپ چونکہ دیوی دیوتا ہیں اس لئے آپ کا وہاں موجود ہونا اور بھی خیر و برکت کا باعث ہوگا

ناگ اور کیٹی خاموشی سے بادشاہ کی باتیں سنتے رہے۔

انہیں اس کی آگ کی خاص رسم سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ محض
اس رات ٹھہر گئے تھے کہ بادشاہ نے ان کی بہت منت سماجت
کی تھی آگے جا کر کیا انکشاف ہونے والا تھا؟ اس کی ان دونوں
میں سے کسی کو کچھ خبر نہ تھی۔

مندر کے باہر سواری رک گئی۔ بادشاہ کے لئے مندر کا دروازہ
کھول دیا گیا۔ بادشاہ ناگ اور کیٹی کو ساتھ لے کر مندر میں
داخل ہوا۔ دروازہ بند کر دیا گیا۔ ناگ اور کیٹی نے دیکھا کہ بہت
بڑے کشادہ کمرے کے وسط میں آگ کا ایک الاؤ دہک رہا
ہے۔ شعلے اوپر کو اٹھ رہے ہیں۔ شاہی پروہت بھجن پڑھتے ہوئے
آگ میں عود و عنبر پھینک رہا ہے۔ فضا میں بھاری خوشبو میں
پھیلی ہوئی ہیں اس آگ کی روشنی میں ناگ کو الاؤ کے پیچھے
استھان پر ایک عورت زرق برق لباس میں آنکھیں بند کئے
بیٹھی دور سے نظر آئی مگر وہ اسے نہ پہچان سکا۔ بادشاہ کیلئے
استھان سے تھوڑے فاصلے پر دائیں جانب سونے کا ایک تخت
بچھا ہوا تھا۔ بادشاہ نے ناگ اور کیٹی سے کہا۔

آپ میرے ساتھ تخت پر تشریف رکھیں گے۔

ناگ اور کیٹی تخت کے قریب پہنچے تو اچانک کیٹی کی نظر
آگ کی دیوی پر پڑ گئی۔ وہ چیخ مار کر بولی۔

ناگ، — وہ دیکھو ماریا بیٹھی ہے۔

ناگ نے چونک کر استھان کی طرف دیکھا سچ مچ وہاں ماریا

...زرق برق لباس پہنے آلتی پالتی مارے، گردن اٹھائے آنکھیں
...کئے بڑے جلال کے ساتھ بیٹھی تھی۔

"ماریا!"

ناگ کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔ بادشاہ اور پروہت
...حیران پریشان ہو کر ناگ اور کیٹی کا منہ تکنے لگے۔ ناگ جلدی
...ماریا کے استھان کے پاس گیا اور اس کی حالت اور اس کی
...طرف دیکھ کر بولا۔

"ماریا! ماریا"!

مگر ماریا نے نہ اپنی آنکھیں کھولیں اور نہ ناگ کو کوئی جواب دیا
...پروہت اپنی چوکی سے اور بادشاہ اپنے تخت سے اٹھ
...اور ایک دوسرے کو تکنے لگے کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ پھر وہ
...اور کیٹی کے پاس آ گئے جو استھان کے قریب کھڑے ماریا
...پھٹی پھٹی آنکھوں سے تک رہے تھے اور اسے بلانے کی
...کوشش کر رہے تھے۔ ماریا تو جیسے پتھر کی مورتی بنی بیٹھی
...نہ وہ آنکھیں کھولتی تھی نہ اس کے جسم میں کوئی حرکت
...تی تھی اور نہ وہ کسی بات کا جواب ہی دے رہی تھی۔
...بادشاہ نے آہستہ سے ناگ سے پوچھا۔

"اے دیوتا! آپ آگ کی دیوی کو کس لئے پکار رہے ہیں؟"

ناگ نے بادشاہ کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"یہ آگ کی دیوی آپ کو کہاں سے ملی تھی؟"

بادشاہ نے کہا: یہ ہماری آگ کی دیوی ہے اس مندر
پہلے والا شاہی پروہت اسے آسمانوں سے اتار کر ہمارے
مندر کے لئے لایا تھا۔

ناگ نے پوچھا: وہ شاہی پروہت کہاں ہے؟"

بادشاہ نے جواب دیا۔

" وہ غدار نکلا وہ اپنے ساتھی کے ہمراہ ہمارا شاہی خزانہ
چرا کر فرار ہو گیا ہوا ہے۔"

اب ناگ کو یاد آیا کہ کوہ بے ستون کے غار میں شاہی خزانے
کے اژدھے نے جن پہلے دو آدمیوں کو مار کر ہڑپ کیا تھا
یہی دو شاہی پروہت تھے جنہوں نے شاہی خزانہ کسی طرح
سے نکال کر وہاں دبا دیا تھا۔ ناگ نے بادشاہ سے پوچھا۔

کیا وہ شاہی پروہت طلسم اور جادو بھی جانتا تھا؟"

بادشاہ نے کہا: "ہو سکتا ہے وہ طلسم اور جادو بھی جانتا
ہو۔ مگر اس کو کچھ ایسے خفیہ منتر یاد تھے۔ جن کی مدد سے وہ
اس آگ کی دیوی سے بات کر لیتا تھا اور اسے چلاتا تھا لیکن
جب سے وہ خزانہ لے کر فرار ہوا ہے آگ کی دیوی اپنی جگہ پر
اس طرح بے حس و حرکت بیٹھی ہے۔

ناگ نے اپنا سر پکڑ لیا اور کیٹی کو ایک طرف لے جا کر
کہا۔

"کیٹی! یہ وہی کمبخت شاہی پروہت تھا جس نے ماریا کو

دنیا کی سرائے سے اغوا کیا اور اسے اپنی منتروں کی مدد سے
حالت سے ماریا کو جسمانی حالت میں لایا اور آگ کی دیوی
یہاں بٹھا دیا تاکہ سب پر اس کا رعب چھا جائے اور وہ
مرضی سے آگ کی دیوی سے کام لے سکے۔"

کیٹی نے کہا "یقیناً اس ڈاکو نے خزانہ بھی ماریا ہی کی مدد
شاہی محل سے نکلوایا ہوگا۔

ناگ بولا۔ تم ٹھیک کہتی ہو۔ کیونکہ اگر وہ ماریا کو غیبی
سے ظاہری حالت میں لا سکتا تھا تو اسے پھر سے
بھی کر سکتا تھا اور اپنے قابو میں رکھ سکتا تھا۔

بادشاہ نے بڑے قریب آ کر آداب سے کہا۔

اے دیوتا! میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ پر ہماری آگ
دیوی نے بڑا عجیب سا اثر کیا ہے اور آپ لوگ اسے ماریا
نام سے بلاتے رہے ہیں۔

ناگ نے کہا: "اے بادشاہ! آپ اس راز کو نہیں سمجھ
سکتے۔ مجھے یہ بتائیں کہ کیا اس شاہی پروہت نے اس آگ
دیوی کو آگ کے شعلوں میں سے گذارا تھا؟

بادشاہ بولا: "ہاں۔ اس نے ایسا ہی کیا تھا اور آگ کی دیوی
الاؤ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

ناگ نے کیٹی سے کہا: "یہی اس مکار کا سب سے بڑا شعبدہ
تھا جس سے وہ بادشاہ اور رعایا پر اپنی برتری ثابت کرنا

چاہتا تھا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ ماریا اگر جسمانی حالت میں بھی آجائے تو غیر طلسمی آگ اس پہ اثر نہیں کر سکتی۔

بادشاہ نے کہا۔

اے عظیم دیوی دیوتا! اگر آگ کی وجہ سے آپ کو کوئی پریشانی ہوئی ہے تو ہمیں معاف کر دیں۔

ناگ نے بادشاہ سے کہا: "اے بادشاہ سلامت! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ اطمینان سے اپنی پوجا کی رسم شروع کریں۔"

اور ناگ کیٹی خاموشی سے بادشاہ کے پہلو میں تخت پر جا کر بیٹھ گئے۔ اور پوجا کی خاص رسم شروع ہو گئی۔ شاہی پروہت بلند آواز سے اشلوک پڑھنے لگا۔ پھر اس نے اٹھ کر آگ کے الاؤ کے گرد سات چکر لگائے۔ ماریا کو استھان کے آگے جا کر ماتھا ٹیکا۔ اس کے بعد ایک چاندی کے برتن میں سے سیندور اور زعفران لا کر بادشاہ کے ماتھے پہ لگایا اور اس گلے میں پھولوں کی مالا ڈالی اور بلند آواز میں بادشاہ اور اس کی سلطنت کے لئے دعا مانگنے لگا۔

اس دوران میں بھی ناگ برابر ماریا کی طرف دیکھتا رہا۔ ماریا بے بس بیٹھی تھی وہ ذرا سی بھی حرکت نہیں کر رہی تھی۔ پوجا کی رسم ختم ہوئی تو ناگ اور کیٹی بھی بادشاہ کے ساتھ واپس آ گئے۔ اب ناگ نے بادشاہ سے کہا۔

بادشاہ سلامت! ہم نے یہاں سے جانے کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔ ہم کچھ دن اور یہاں رہیں گے۔

بادشاہ نے خوش ہو کر کہا: "اس سے زیادہ میری خوش قسمتی اور کیا ہو سکتی ہے"

ناگ اور کیٹی کو ان کے شاہی مہمان خانے میں پہنچا دیا گیا۔ وہ ماریا کی اس کایا پلٹ کے بارے میں باتیں کرنے لگے۔ ناگ نے کہا: ماریا کو اس حیثیت پہ دہت شار کس کے منتروں نے جکڑ دیا ہوا ہے ہمیں وہ منتر معلوم نہیں ہیں۔ اور اب تو میں کسی سانپ سے کوئی مدد بھی نہیں لے سکتا۔ خدا جانے ماریا کو اس طلسم سے کیسے نجات ملے گی۔

کیٹی بھی پریشان تھی۔ ماریا پتھر کی زندہ مورتی بنی بیٹھی تھی اسے بھی کوئی راستہ نظر نہیں آرہا تھا کہ جس سے ماریا کو اس طلسم سے نکال کر انسانی حالت میں لایا جا سکتا۔ ناگ نے کہا۔

بہر حال ایک بات طے ہے کہ ہمیں اسی جگہ رہنا ہو گا اور جب تک ماریا اپنی اصلی حالت میں نہیں آجاتا۔ ہم یہاں سے ہرگز ہرگز کسی طرف نہیں جائیں گے۔

ناگ بستر پہ بیٹھ گیا۔ اس نے سر جھکا کر سوچنا شروع کر دیا۔ کہ کس ترکیب پہ عمل کرنے سے ماریا کا جادو توڑا جا سکتا تھا۔ کیٹی کھڑکی میں کھڑی ہو کر باغ میں دیکھنے لگی جہاں رات کے اندھیرے میں درختوں کے جھنڈ بھوتوں کی طرح نظر آرہے ہیں۔

کالا چہرہ سرخ آنکھیں

اب ہم عنبر کی طرف جاتے ہیں۔
دیکھتے ہیں کہ وہ کس حال میں ہے اور اس کے ساتھ کیا گزرنے والی ہے۔ آپ گذشتہ قسط میں پڑھ چکے ہیں کہ عنبر اندلس کی فضاؤں سے نکل کر افریقہ کے ساحل پہ پہنچا تھا اور پھر وہاں سے وہ ناگ ماریا اور کیٹی کی تلاش میں روانہ ہو گیا تھا۔ اس کے پاس پر اسرار زرد عورت کی دی ہوئی جو چاندی کی دو چوڑیاں تھیں وہ اچانک ایک روز اس کی کلائی سے غائب ہو گئی تھیں اور اب وہ اکیلا ایک چھوٹے سے قافلے کے ساتھ مصر کی طرف سفر کر رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ راستے میں وہ ملک عراق میں ٹھہرے گا اور یہاں اپنے دوستوں کا سراغ لگانے کی کوشش کرے گا۔
یہ قافلہ سنگلاخ ویران میدانوں اور صحراؤں میں تین دن

سفر کرنے کے بعد انطاکیہ کی جنوبی وادی میں ایک پرانی عمارتوں اور ویران کھنڈروں والے قصبے کی سرائے میں آ کر آرام کے لیے ٹھہر گیا تھا۔ سارا دن قافلے کے لوگوں نے وہاں آرام کیا۔ یہاں ایک صحرائی چشمہ بہہ رہا تھا۔ یہاں لوگ نہائے۔ تازہ دم ہوئے اور کچھ سو گئے اور کچھ قصبے کے ارد گرد پھیلے ہوئے کھنڈروں اور پرانی عمارتوں کی سیر کے لئے نکل کھڑے ہوتے۔ سورج غروب ہو رہا تھا۔ اس لئے گرمی زیادہ نہیں تھی اور ریت کے ٹیلے ٹھنڈے ہونے لگے تھے۔

عنبر ایک مسافر کے پاس کھجوروں کے درختوں والے صحن میں قالین کے پرانے ٹکڑے پر بیٹھا اس سے باتیں کر رہا تھا وہ مسافر اٹھ کر سونے کے لئے کوٹھڑی میں چلا گیا تو عنبر نے سوچا کہ چلو میں بھی کچھ دیر قصبے کی پرانی عمارتوں اور کھنڈروں کی سیر کرتا ہوں۔ کارواں سرائے سے نکل کر عنبر ٹبوں کھائیوں اور ریت کے ٹیلوں میں سے گذرتا باہر آیا تو اس نے دیکھا کہ سامنے ایک پتھریلی زمین والا کھلا میدان سا ہے جس میں ایک بہت بڑی قلعہ نما عمارت کھڑی ہے۔ یہ عمارت بالکل ویران تھی۔ وہاں کوئی انسان دور دور تک دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اس کی چھتیں تکونی اور ڈھلانی تھیں۔ کہیں کہیں دوسری منزل پر ایک چھتی ہوئی راہ داری ایک منزل کو

دوسری منزل سے ملاتی تھی۔ یہ راہ داری بھی سنسان تھی شکل صورت سے یہ عمارت رومن زمانے کی ایسی خانقاہ لگتی تھی جہاں مذہبی تعلیم حاصل کرنے والے لوگ اور مسافر آ کر ٹھہرا کرتے تھے۔ رومن زمانہ گزر چکا تھا اور ابھی عنبر اور ناگ ماریا کو اس زمانے میں داخل ہونا تھا کیونکہ وہ تاریخ میں واپسی کا سفر کر رہے تھے۔ اس عمارت کے ایک تکونے لکڑی کے مینار پہ ایک بڑا سا مکروہ صورت گدھ گردن منوڑائے چپ چاپ اداس بیٹھا تھا۔

عنبر کو یہ عمارت بڑی پراسرار لگی۔ وہ اس کے قریب آ گیا اس کا بہت اونچا محراب دار گیٹ تھا جو بڑے بڑے بھورے پتھر جوڑ کر بنایا گیا تھا۔ اور اس کا کوئی دروازہ نہیں تھا اندر جانے والے کچے راستے پر روڑے اور پتھروں کے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے۔ ڈوبتے سورج کی روشنی میں عمارت کے سائے میدان میں لمبے ہونے لگے تھے۔ عنبر اس بڑے گیٹ میں سے اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ اندر دائیں بائیں چھوٹے چھوٹے کمروں والے کتنے ہی مکان بنے ہوئے ہیں مگر سب کے سب خالی اور ویران ہیں۔ سب مکانوں کے دروازے کھڑکیاں کھلی تھیں اور کمرے بھائیں بھائیں کر رہے تھے۔ عنبر بائیں جانب آیا تو اسے کچھ فاصلے پہ ایک پل بنا ہوا نظر آیا

جو ایک منزل کو دوسری منزل کے کمروں سے ملا رہا تھا۔ اس چھوٹے سے پچھ سات منزلہ پل پہ شام کے ہلکے ہلکے پھیلتے اندھیرے میں عنبر کو ایک آدمی اور ایک عورت کھڑے دکھائی دیئے۔ عنبر نے سمجھا کہ یہ یہاں رہتے ہوں گے چل کر ان سے پوچھتے ہیں کہ یہ عمارت کتنی پرانی ہے اور یہاں کون رہتا ہے۔

عنبر پل کے نیچے آیا تو اس نے اوپر منہ کر کے آواز دی۔

"آپ لوگوں پہ خدا مہربان ہو۔ یہ عمارت کسی بادشاہ نے بنوائی تھی؟

پل پر کھڑے آدمی اور عورت نے کوئی حرکت نہ کی آدمی نے رومن زمانے کے پادریوں ایسا لمبا سیاہ چغہ اور سر پہ گول سیاہ ٹوپی پہن رکھی تھی۔ عورت نے لال رنگ کا لمبا چغہ پہنا ہوا تھا اور اس کے بھورے لمبے بال اس کے شانوں سے پھیل کر نیچے لہرا رہے تھے۔ کیونکہ وہ پل پہ جھکی دیکھ رہی تھی۔

عنبر نے ایک بار پھر ان کو آواز دی۔ اس بار عنبر نے عورت کو مخاطب کر کے کہا۔

"معزز خاتون! کیا یہ قلعہ کسی رومن بادشاہ نے بنوایا تھا؟"

عورت نے اس دفعہ بھی کوئی جواب نہ دیا۔ سب سے زیادہ

حیرانی کی بات یہ تھی کہ وہ دونوں سرد عورتیں ذرا سی بھی حرکت
نہیں کر رہے تھے۔ عنبر کو نیچے سے اندازہ نہ ہو سکا کہ وہ دونوں
اس کی طرف دیکھ بھی رہے ہیں کہ نہیں یا یہ کہ ان تک اس کی
آواز بھی پہنچی ہے کہ نہیں۔ وہ آگے بڑھا تو دیکھا کہ دائیں
طرف عمارت کی دوسری منزل کی کھڑکیاں بند تھیں۔ پہلی
منزل کا دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا ہے۔ یہاں بھی زمین
بچھی تھی اور جگہ جگہ پتھر اور روڑے بکھرے ہوئے تھے۔

یہاں عنبر کی نظر ایک اور عورت پر پڑی جو عمارت کے
چبوترے پر دیوار کے ساتھ لگی بیٹھی تھی۔ اس نے بالوں کا
جوڑا بنا کر سر کے اوپر باندھ رکھا تھا۔ ایک ہاتھ میں سیاہ دستے
والا پرانے زمانے کا گول آئینہ تھا اور دوسرے ہاتھ
سے وہ اپنے ہونٹوں پر یوں انگلی پھیر رہی تھی جیسے لپ
سٹک لگا رہی ہو۔ اس کا لباس بھی سرخ تھا۔

عنبر نے قریب جا کر پوچھا۔

محترمہ! یہ عمارت کس بادشاہ کی بنائی ہوئی ہے؟

اس عورت نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔ وہ اسی طرح ایک
ہاتھ میں آئینہ اور دوسرے ہاتھ کو ہونٹوں پر سرخی لگانے کے
انداز میں اٹھائے خاموش بیٹھی رہی۔ عنبر اس کے اور
نزدیک آ گیا۔ عورت بے حس پتھر کی مورتی کی طرح بیٹھی تھی

عنبر نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے ذرا سا ہلایا کہ یہ
دیکھے کہیں یہ عورت آنکھیں کھول کر تو نہیں سو رہی۔ عنبر کے ہاتھ
لگاتے ہی وہ عورت دھڑام سے زمین پر منہ کے بل گر پڑی
عنبر گھبرا کر پیچھے ہٹا۔ کیونکہ اس عورت کی پیٹھ میں ایک کالے
دستے والا خنجر آدھے سے زیادہ گھسا ہوا تھا اور وہاں زخم
پر خون جم چکا تھا۔

عنبر نے سوچا کہ اسے واپس ہی چلے جانا چاہیئے کہیں
خواہ مخواہ کسی مصیبت میں نہ پھنس جائے۔ وہ واپس جانے کیلئے
مڑا ہی تھا کہ اسے عمارت کے اندر سے ایک عورت
کی آواز سنائی دی جو مدد کے لئے پکار رہی تھی۔

بچاؤ۔ مجھے بچاؤ۔ میری مدد کرو۔

عنبر عمارت کے دروازے میں تیزی سے داخل ہو گیا۔
دوسری جانب ایک کمرہ ویران پڑا تھا۔ گرد بھرے قالین پر
پرانے زمانے کا فرنیچر تھا جس پر مٹی جمی ہوئی تھی۔ دیوار
پر آتشدان کے اوپر ایک بارہ سنگھے کا کٹا ہوا سر لگا تھا۔
جس کے سینگوں پر مکڑی نے جالا بن رکھا تھا۔ عنبر حیران تھا
کہ کمرہ بالکل خالی ہے۔ پھر عورت کی چیخ کی آواز کہاں سے
آئی تھی۔ اسے لکڑی کی پرانی گرد آلود دیوار میں ایک جگہ
روشندان میں غروب ہوتے سورج کی سرخی کی چمک میں دو

آنکھیں چمکتی دکھائی دیں۔ یہ آنکھیں سرخ تھیں اور ٹکٹکی باندھے عنبر کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

عنبر دیوار کی طرف بڑھا تو آنکھیں غائب ہو گئیں۔ عنبر کو یہ عمارت آسیبی لگی۔ وہ وہاں سے نکل جانا چاہتا تھا کہ اچانک عورت کی وہی آواز پھر سنائی دی۔ عنبر نے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا جدھر سے یہ آواز آئی تھی۔ یہ آواز لکڑیوں کی گرد بھری سیڑھیوں کی جانب سے آئی تھی جو اوپر دوسری منزل کو جاتی تھیں۔ عنبر سیڑھیوں میں آ گیا۔ یہاں مکڑیوں نے جالے لگا رکھے تھے۔ جالے عنبر کے منہ سے چمٹنے لگے۔ وہ جالے ہاتھوں سے ہٹاتا سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ سیڑھیوں کے پرانے تختے چرچرا رہے تھے اور ان پر یوں مٹی جمی تھی کہ لگتا تھا وہاں صدیوں سے کوئی اوپر نہیں چڑھا۔

عنبر سیڑھیاں چڑھ کر دوسری منزل میں آ گیا۔ اس منزل میں کوئی روشندان نہیں تھا۔ کھڑکیاں بند تھیں اور فضا میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اس اندھیرے میں عنبر نے قدم اٹھا کر آگے بڑھاتے ہی تھے کہ ایک عورت جس کے بال کھلے تھے اور جس کے گال پر زخم کے نشان میں سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے ہاتھ میں چمکتا ہوا خنجر لئے اندھیرے کونے میں سے نکل کر اس کی طرف آئی۔

عنبر رک گیا۔ "کون ہو تم؟"

اس نے پوچھا۔

عورت نے کوئی جواب نہ دیا اور آگے بڑھتی چلی آئی۔ عنبر اس لئے ڈر نہیں رہا تھا کہ وہ جانتا تھا عورت کا خنجر اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ عورت عنبر کے بالکل سامنے آئی۔ عنبر نے دیکھا کہ عورت کا چہرہ بالکل سیاہ تھا اور سرخ آنکھوں سے چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں۔ عنبر ایک قدم پیچھے ہٹا اور بولا۔ "تم کون ہو؟ یہاں کیا کر رہی ہو؟"

عورت کا خنجر والا ہاتھ بلند ہوا اور اس نے خنجر سے حملہ کر دیا۔ عنبر نے خنجر کو پکڑنا چاہا تو اس کی نوک لگنے سے عنبر کا سارا جسم سن ہو گیا اور آنکھیں اپنے آپ بند ہونے لگیں۔ اس کے پاؤں کانپنے لگے اور وہ بے اختیار ہو کر فرش پر گر پڑا۔ اس نے آخری بار جو آواز سنی وہ اسی ڈراؤنی عورت کے قہقہے اور پھر چیخ کی بلند آواز تھی۔ اس کے بعد عنبر کو کوئی ہوش نہ رہا۔

جب عنبر کو ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ کچھ پریشان حال لوگوں کے ساتھ ایک پرانے قلعے کی دیوار کے اوپر کھڑا ہے۔ شام کا وقت ہے۔ نیچے دریا بہہ رہا ہے۔ اس کے کپڑے پھٹے پرانے قیدیوں ایسے ہیں۔ اس کے ساتھ جو چھ سات آدمی

کھڑے ہیں ان کے حُلیے بھی غلاموں اور قیدیوں ایسے ہیں ان میں ایک عورت اٹھارہ انیس سال کی تھی جس کے ہونٹ کپکپا رہے ہیں اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ وہ روتی ہوئی آنکھوں سے کہتی ہے۔

"مجھے نہ مارو۔ مجھ پر رحم کرو"

سامنے قلعے کی چھت پر ایک آدمی جو شکل صورت سے وزیر یا کسی قدیم زمانے کا صوبے کا گورنر لگتا ہے زرق برق لباس پہنے ایک کرسی پر بیٹھا ہے۔ دو حبشی غلام اس کو مور چھل جھل رہے ہیں۔ قطار میں سپاہی تیر کمان تلواریں لئے کھڑے ہیں۔ دو جلاد آگے بڑھتے ہیں۔ ایک قیدی کو پکڑ کر چمڑے کے تھیلے میں بند کر کے تھیلے کا منہ تسموں سے بند کرتے ہیں اور وزیر کے حکم سے اُسے قلعے کی دیوار سے نیچے دریا میں پھینک دیتے ہیں۔ عنبر سب کچھ دیکھ رہا ہے اور کوئی حرکت نہیں کرتا۔ کچھ نہیں کہتا۔ اس کی زبان پر جیسے کسی طلسم نے تالا لگا دیا ہے۔ وہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکتا۔ باری باری سب قیدیوں کو چمڑے کے تھیلوں میں بند کر کے دریا میں پھینک دیا جاتا ہے۔ ان سب کو کسی جرم میں موت کی سزا دی جا رہی ہے۔ عنبر اور وہ لڑکی بھی ان میں شامل ہے۔

جلاد لڑکی کو کھینچ کر تھیلے میں ڈالتے ہیں۔ وہ رو رہی ہے

واویلا کر رہی ہے۔ رحم کی بھیک مانگتی ہے۔ مگر ظالم وزیر پر کوئی اثر نہیں ہو رہا۔ لڑکی کو تھیلے میں بند کر کے دریا میں پھینک دیا جاتا۔ اس کے بعد عنبر کو پکڑ کر تھیلے میں ڈالا جاتا ہے۔ عنبر اب بھی کوئی حرکت نہیں کرتا۔ وہ خاموش ہے۔ جیسے پتھر ہو گیا ہو۔ اسے کچھ معلوم نہیں کہ یہ کونسی جگہ ہے۔ کونسا ملک ہے۔ کون سا زمانہ ہے۔ کس بادشاہ کی حکومت ہے اور اسے کس جرم کی وجہ سے موت کی سزا دی جا رہی ہے۔

عنبر کو تھیلے میں بند کر کے دریا میں لڑھکا دیا جاتا ہے۔

وہ دھڑام سے دریا میں جا گرتا ہے۔ گرتے کے ساتھ ہی عنبر کے جسم میں ایک بجلی کی لہر سی بیدار ہو کر اسے بیدار کر دیتی ہے۔ وہ دونوں ہاتھوں کا زور لگا کر تھیلے کے تسمے توڑ کر تھیلے کا منہ کھول دیتا ہے اور پھر دریا کے اندر ہی اندر غوطہ لگا کر اندازے سے اس مقام پر جاتا ہے جہاں لڑکی کا تھیلا دریا کی تہہ میں پڑا تھا۔ عنبر تھیلے کے تسمے توڑ ڈالتا ہے اور اس کے اندر سے لڑکی کو نکال کر اسے پانی کے اندر ہی اندر کھینچتا ہوا دور لے جا کر دریا سے باہر نکال لیتا ہے۔

دریا سے باہر نکال لیتا ہے۔

لڑکی نیم بے ہوش تھی۔ یہاں دریا کا کنارہ سنسان تھا اور رات کے پھیلتے اندھیرے میں کہیں کہیں مینڈک ٹرا رہے تھے۔ عنبر نے لڑکی کو الٹا لٹا کر اس کے منہ سے دریا کا پانی نکالا اور پھر اسے ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد لڑکی نے آنکھیں کھول دیں اور سہمی ہوئی آواز میں بولی۔

"کیا میں مر چکی ہوں؟ تم کوئی فرشتے ہو؟"

عنبر نے کہا "نہ تم مر چکی ہو اور نہ میں کوئی فرشتہ ہوں۔ میں تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں اور تم زندہ ہو۔"

لڑکی اٹھ کر بیٹھ گئی پھر چاروں طرف دیکھ کر بولی۔

"ہاں۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ یہ موصل شہر ہے اور یہ دریائے فرات کا کنارہ ہے۔ اور تم ۔۔۔ تم کو میرے ساتھ دریا میں پھینکا گیا تھا۔"

عنبر بولا "ہاں ۔۔۔ اور میں کوشش کر کے تھیلے سے باہر نکل آیا اور تمہیں بھی تھیلے سے باہر نکال کر یہاں کنارے پہ لے آیا ہوں۔"

لڑکی نے آسمان کی طرف دیکھا اور دعا کی طرح ہاتھ

اٹھا کر کہا۔

"اے رب العالمین تیرا شکر ہے کہ تو نے میری جان بچا لی۔"

عنبر فوراً سمجھ گیا کہ یہ مسلمان لڑکی ہے اور وہ کسی مسلمان بادشاہ کے زمانے میں نکل آیا ہے۔ اس نے لڑکی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"تم کون ہو؟"

اب لڑکی نے حیرت سے عنبر کو دیکھا اور بولی۔

"کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں بغداد کے خلیفہ کی نواسی ہوں جس کی سلطنت کو تاتاریوں نے تباہ و برباد کر کے اسے اور اس کے سارے خاندان والوں کو قتل کر ڈالا ہے۔ میرا نام عاصمہ ہے۔ تم ہمارے ساتھ ہی ایک ہفتہ سے موصل کے قید خانے میں تھے اور تمہیں بھی اسی لئے ہمارے ساتھ دریا میں پھینک دیا گیا تھا کہ تم محل کے قریب گھومتے ہوئے پائے گئے تھے اور موصل کے تاتاری گورنر نے تمہیں بھی ہمارے ساتھ ہی موت کا حکم سنا دیا۔"

عنبر نے جلدی سے کہا۔

"ہاں ہاں۔ اب یاد آ گیا۔ دراصل دریا میں بورے میں بند ہو کر گرائے جانے سے میرے ہوش و حواس تھوڑی

دیر کے لئے غائب ہو گئے تھے۔ اب مجھے سب کچھ یاد آگیا ہے۔ شہزادی صاحبہ!"

عنبر کو خاک بھی یاد نہیں آ رہا تھا۔ لیکن عباسی خلیفہ کی نواسی شہزادی عباسیہ کی باتیں سن کر وہ سب کچھ جان گیا تھا وہ ایران کے شہنشاہ سائرس کے زمانے سے نکل کر مسلمانوں کے عباسی بادشاہوں کے زمانے میں نکل آیا تھا۔ یہ عباسی بادشاہوں کا آخری دور تھا۔ جب ہر طرف بددیانتی ایک دوسرے سے نفرت، منافقت بڑھ گئی تھی۔ اسلام کے نام پر دولت کے پجاری لوگ اسلام کو بھی بدنام کر رہے تھے نقلی اور جھوٹے پیر جگہ جگہ لوگوں کو دھوکا دیتے پھرتے تھے۔ شاہی محلوں میں بھی عیش و عشرت کا بازار گرم تھا اور پھر تاتاریوں کا خونخوار طوفان آندھی کی طرح بغداد پر چھا گیا اور ہلاکو خان نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ چودہ روز تک شہر میں تاتاری لوگوں کا قتل عام کرتے رہے۔ بغداد کے گلی کوچے خون میں نہا گئے۔ دریائے دجلہ اور فرات انسانی لاشوں سے بھر گئے۔ شاہی خاندان کے تمام افراد کو قتل کر دیا گیا۔ خلیفہ کی یہ نواسی عباسیہ شاہی خاندان کی ایک خاتون تھی جیسے عنبر اور دوسرے مسلمان امیروں کے ساتھ تاتاری گورنر کے حکم سے چمڑے کے تھیلے

میں بند کر کے دریا میں پھینک دیا گیا تھا کہ عنبر نے اسے باہر نکال لیا۔ عنبر یہ بھی سمجھ گیا کہ وہ کئی سو سال پیچھے کی طرف چلا گیا ہے اور ناگ ماریا اور کیٹی سے بہت دور ہو گیا ہے۔ یہ ان کا واپسی کا سفر تھا اور ناگ ماریا کیٹی بھی پیچھے کی طرف سفر کرتے چلے آ رہے تھے۔ لیکن اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ اب ان لوگوں سے اس کی کہاں اور کن حالات میں اور کب ملاقات ہو گی۔

اس نے شہزادی عباسیہ سے کہا۔

"میرا نام عنبر ہے۔ میں موصل میں ایک پردیسی ہوں اور شہر بصرہ سے سیر و سیاحت کرنے موصل آیا ہوا تھا ایک روز شاہی محل کے قریب سے گذر رہا تھا کہ تاتاریوں نے مجھے گرفتار کر کے زندان میں ڈال دیا۔"

شہزادی عباسیہ نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا۔

"ہم لوگ گناہ گار ہو گئے تھے۔ خدا نے ہمارے گناہوں کی سزا تاتاریوں کے قہر کی شکل میں دی ہے۔ شاہی خاندان کا ایک بھی شخص زندہ نہیں بچا۔"

اور شہزادی عباسیہ سسکیاں بھرنے لگی۔ عنبر نے اسے حوصلہ اور تسلی دی اور کہا

"رونے دھونے سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ شہزادی صاحبہ خدا

کو منظور تھا۔ اب آپ یہ بتائیں کہ آپ کہاں جانا چاہتی ہیں۔
شہزادی نے چونک کر عنبر کو کہا۔
"کیا تم مجھے میرے چچا کے پاس یمن پہنچا سکتے ہو؟
مگر تم تو خود میری طرح مجبور و بے بس ہو۔ میرے ساتھ
اگر تمہیں بھی تاتاریوں نے دیکھ لیا تو زندہ نہ چھوڑیں گے۔"
عنبر نے کہا۔
میں کوشش کروں گا کہ آپ کو حفاظت سے یمن آپ کے
چچا کے پاس پہنچا دوں لیکن اس وقت ہمیں یہاں سے کہیں
دور نکل جانا چاہیئے۔ کیونکہ ہم موصل شہر کے قلعے سے بہت
قریب ہیں اور ہو سکتا ہے کہ تاتاری سپاہی یہ دیکھنے کے لئے
ادھر آجائیں کہ کوئی مجرم دریا سے باہر تو نہیں نکل آیا۔"
شہزادی گھبرا گئی اور بولی۔ "تم ٹھیک کہتے ہو بھائی۔ میں
اس علاقے سے خوب واقف ہوں۔ یہاں دریا کے دوسرے
کنارے پر دور ایک ریت کے ٹیلے کے دامن میں پرانے
زمانے کے غار ہیں
ہم وہاں جا کر چھپ سکتے ہیں۔"
عنبر نے شہزادی سے کہا۔
"یہ ہی مناسب رہے گا۔ ہم رات کے اندھیرے میں دریا
پار کر کے دوسرے کنارے پر چلے جاتے ہیں۔"

وہ اٹھ کر دریا کی طرف چلے ہی تھے کہ اچانک گھوڑوں
کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ عنبر نے شہزادی کو دریا کنارے
اگی ہوئی لمبی لمبی گھاس میں بٹھا دیا اور خود بھی جلدی سے
نیچے ہو گیا۔ مگر تاتاری سپاہیوں نے عنبر کو دیکھ لیا تھا۔ یہ
دو سپاہی تھے اور تلوار تیر کمان لگائے وحشی جانوروں کی
طرح گھوڑے دوڑاتے ہوئے آئے اور عنبر کے سر پر آ کر رک
گئے۔ انہوں نے تیر پھینکے جو عنبر کے سر پر اور شہزادی عبابیہ
کے درمیان میں آ کر زمین میں کھب گئے۔ عنبر نے شہزادی کو
گھاس میں ہی دوسری طرف دھکیل دیا اور خود گھاس میں سے
باہر نکل کر دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا۔
"میں اپنے آپ کو گرفتاری کے پیش کرتا ہوں۔"
مگر وحشی تاتاری بھلا ان باتوں کو کیا سمجھتے تھے۔ دونوں
سپاہیوں نے تیر کمانوں میں تیر جوڑ کر عنبر کے سینے پر مارے
ان کے تیر آ کر عنبر کی چھاتی سے ٹکرائے اور دوہرے
ہو کر گھاس میں گر پڑے مگر اندھیرا ہونے کی وجہ سے
شہزادی اور تاتاری سپاہی عنبر کی اس کرامت کو نہ دیکھ
سکے۔ عنبر اب ایک سیکنڈ بھی ضائع نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ
شہزادی کی جان کو خطرہ تھا۔ اس نے اچھل کر ایک جست سی
لگائی اور تاتاری سپاہی کی ٹانگوں کو پکڑ کر اسے گھوڑے

سے نیچے گرا دیا۔ دوسرے سپاہی نے عنبر کے اوپر گھوڑا
چڑھانے کی کوشش کی مگر عنبر اس عرصے میں نیچے گرے
ہوئے سپاہی کا گلا دبا کر اسے ہلاک کر چکا تھا۔

پھر اس نے دوسرے سپاہی کو کھینچا تو اس نے تلوار
کو پورے زور سے عنبر کے سر پر دے مارا۔ ایک کھنکا کی
آواز آئی جیسے کوئی تلوار پتھر کے پیالے سے ٹکرا گئی ہو
عنبر کا کچھ نہ بگڑا اور سپاہی کی تلوار ٹوٹ گئی۔ سپاہی نے
یہ خیال کیا کہ اس آدمی نے سر پر لوہے کا خول چڑھا رکھا ہے
اس نے ایک وحشیانہ نعرہ لگایا اور نیزے سے عنبر کے سینے
پر حملہ کیا۔ عنبر نے نیزے کو دونوں ہاتھوں میں تھام کر زور
سے ایک جھٹکا دیا۔

تاتاری سپاہی گھوڑے سے لڑکھڑا کر نیچے گر پڑا۔ دوسرے
ہی لمحے اس کا نیزہ عنبر نے اسی کے سینے میں اتار دیا۔

دونوں وحشی تاتاری کو ہلاک کرنے کے بعد عنبر نے شہزادی
عباسیہ کو آواز دی۔ وہ خوف زدہ ہرنی کی طرح گھاس میں
سے باہر نکلی۔ وہ ڈر کے مارے کانپ رہی تھی۔ عنبر نے کہا۔

"شہزادی! گھوڑے پر بیٹھ کر گھوڑا میرے ساتھ دریا میں
ڈال دیں۔"

شہزادی جلدی سے گھوڑے پر سوار ہو گئی۔ عنبر دوسرے

گھوڑے پر بیٹھ گیا اور دونوں نے اندھیرے میں گھوڑے
دریا میں ڈال دیئے۔ دریائے فرات ان دنوں زیادہ چوڑا
دریا نہیں ہوتا تھا۔ گھوڑے دریا میں تیرتے چلے جا رہے
تھے بہت جلد وہ دوسرے کنارے پہنچ گئے۔ شہزادی نے
کہا۔

"عنبر! میرے پیچھے پیچھے آؤ۔ ہم ریت کے ٹیلے والے پرانے
غاروں کی طرف جائیں گے۔"

شہزادی عباسیہ نے صحرا میں گھوڑے کو دور ریت کے
بلند ٹیلے کی طرف ڈال دیا۔ عنبر اس کے پیچھے پیچھے گھوڑا دوڑائے
چلا آ رہا تھا۔ رات اب پوری طرح چھا چکی تھی اور آسمان
پر کتنے ہی ستارے نکل کر چمکنا شروع ہو گئے تھے۔ رات کے
اندھیرے میں دیر تک گھوڑے دوڑاتے رہنے کے بعد عنبر اور
شہزادی عباسیہ ریت کے بلند ٹیلے کے دامن میں پہنچ گئے
اس جگہ ٹیلے کے عقب میں کیکر اور ببول کی اونچی اونچی
جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ ان جھاڑیوں کے درمیان ایک کھائی
کی طرح کا راستہ ٹیلے کی طرف جاتا تھا۔ وہ گھوڑوں پر سوار
ابھی سوکھے نالے کی طرح ویران کھائی ہی سے گذرتے چلے گئے
شہزادی عباسیہ آگے آگے تھی وہ دونوں خاموشی سے
گذرتے گئے۔ شہزادی رات کی تاریکی میں راستہ تلاش کرتی جا

رہی تھی۔ یہ سوکھا نالہ آگے جا کر ایک طرف گھوم گیا یہاں زمین
ڈھلانی ہو گئی اور کیکر کے درختوں کے جھنڈ بڑے ڈراونے
لگ رہے تھے۔ شہزادی اس جگہ گھوڑے سے اتر پڑی
اور بولی۔

"عنبر! تم بھی گھوڑے سے اتر آؤ۔ کیونکہ غار شروع
ہونے والے ہیں اور ہم گھوڑوں پر بیٹھ کر اندر نہیں داخل
ہو سکیں گے۔"

عنبر بھی گھوڑے سے اتر گیا اور وہ گھوڑے کی باگ تھامے
شہزادی کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

کیکر کے ان درختوں کے درمیان ایک جگہ غار کا تاریک دروازہ
دکھائی دیا۔ جس کے اوپر جنگلی بیلیں کچھ اس طرح سے جھکی ہوئی
تھیں کہ وہ دیوار ہی لگ رہا تھا۔ شہزادی نے کہا۔

"یہاں سے اس ٹیلے کا غار شروع ہوتا ہے۔ یہ غار زمین کے
اندر ہی اندر ٹیلے کے نیچے پھیلا ہوا ہے۔"

دونوں غار میں داخل ہو گئے۔ غار میں بہت ہی گھپ
اندھیرا تھا۔ غار میں جب وہ کافی آگے نکل گئے تو وہ ایک
جگہ پر مڑنے کے بعد ایک کھلا مقام آ گیا جہاں غار کی چھت
اونچی تھی اور پتھر کے بڑے بڑے قدرتی ستون بنے ہوئے
تھے۔ انہوں نے گھوڑے ایک جگہ باندھ دیئے اور ایک

ستون کے پیچھے جگہ بنا کر بیٹھ گئے۔ شہزادی عباسیہ کو تو اندھیرے
میں زیادہ نظر نہیں آ رہا تھا مگر عنبر اندھیرے میں سب کچھ
دیکھ رہا تھا۔

شہزادی سے عنبر نے پوچھا۔
"یمن جانے کے لئے ہمیں کونسا راستہ اختیار کرنا ہوگا۔
شہزادی صاحبہ؟"

شہزادی نے کہا، "اسی ٹیلے سے جنوب مغرب کی طرف
ایک راستہ صحرا میں سے گزرتا ہوا آبنائے ہرمز کی طرف
جاتا ہے۔ اگر ہم گھوڑوں پر راتوں کو سفر کرتے جائیں
تو چار راتوں میں آبنائے ہرمز پہنچ جائیں گے۔ آبنائے ہرمز
ایک دو میل چوڑا سمندر ہے جو خشکی کے اندر آ گیا ہے اس
سمندر کے دوسرے کنارے پر یمن کا ملک شروع ہو جاتا ہے"

عنبر بولا۔ "ہمیں چار دن کے لئے کھانے پینے کے سامان
کا بھی انتظام کرنا ہوگا۔"

شہزادی نے کہا، "یہ انتظام کس طرح ہوگا؟ پانی تو صحرائی
راستے میں ہر دس کوس پر مل جائے گا۔ کیونکہ یہ قافلوں کا راستہ
ہے اور میرے نانا عباسی خلیفہ نے اس صحرائی راستے پر ہر
دس کوس کے فاصلے پر کنوئیں کھدوا رکھے ہیں۔ مگر کھانے
کو ہمیں کچھ نہیں ملے گا۔ اور ہمارے پاس کوئی سکہ بھی نہیں

ہے۔

عنبر نے کہا۔ اس کے لئے میرا خیال ہے مجھے بھیس بدل کر شہر جانا ہوگا اور کھانے کے لئے خشک گوشت اور میوے خرید کر لانے ہوں گے۔"

شہزادی نے کہا: "مگر تمہارے پاس تو کوئی اشرفی ہی نہیں ہے تم یہ چیزیں کہاں سے خریدو گے؟

عنبر بولا۔ "اس کا بھی کچھ نہ کچھ بندوبست کر لوں گا۔ بہر حال آپ بھوکی نہیں رہ سکتیں۔

"تو کیا تم بھوکے رہ سکتے ہو؟"

عنبر نے جلدی سے کہا۔ میرا مطلب تھا کہ ہم دونوں ہی چار دن بھوکے نہیں رہ سکیں گے۔ میں سمجھتا ہوں مجھے صبح شہر جانا پڑے گا۔

شہزادی نے گھبرا کر کہا۔ "مگر تاتاری تمہیں پکڑ لیں گے۔ وہ تمہاری شکل سے واقف ہیں۔"

عنبر بولا، "میں بھیس بدل کر جاؤں گا۔ وہ مجھے ہرگز نہیں پہچان سکیں گے۔

شہزادی نے کہا کہ تم کونسا بھیس بدلو گے۔ تمہارے پاس تو سوائے ان پھٹے پرانے کپڑوں کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ عنبر نے کہا شاید تمہیں یاد نہیں رہا کہ دریا کے کنارے دو تاتاری سپاہیوں کی

لاشیں پڑی ہیں۔ میں ان میں سے ایک سپاہی کی وردی پہن لوں گا۔"

شہزادی کہنے لگی۔

"اچھا خیال ہے مگر تمہیں بڑی ہوشیاری سے کام لینا ہوگا کیونکہ تم تاتاری زبان نہیں جانتے۔"

عنبر بولا۔ "میں تاتاری زبان بول لیتا ہوں۔ تم فکر نہ کرو

شہزادی نے کہا۔ "ایک بات میں تم سے پوچھنا چاہتی تھی کہ تم نے ان دو سپاہیوں کو نہتے رہ کر کیسے ہلاک کر ڈالا؟

انہوں نے تم پر تیر برسائے تھے۔

عنبر بولا، بس خدا کی قدرت تھی کہ بچ گیا اور انہیں باری باری پچھاڑ ڈالا۔ ورنہ میری موت یقینی تھی۔

اور عنبر اندھیرے میں اپنے آپ مسکرایا۔ کیونکہ ابھی شہزادی کو اسکی اصل طاقت کا علم نہیں تھا۔ اور نہ ہی عنبر خواہ مخواہ اسے اپنی طاقت کا راز بتانا چاہتا تھا۔ جب دن نکلا تو عنبر نے شہزادی عباسیہ کو غار کے اندر ہی رہنے کی ہدایت کی اور خود غار سے نکل، گھوڑے پر بیٹھ دریا پار کر کے اس جگہ آ گیا جہاں جھاڑیوں میں دونوں تاتاری سپاہیوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ اس نے ان میں سے ایک سپاہی کی

وردی اتار کر پہنی۔ تیر کمان لگایا اور شہر موصل کی طرف
روانہ ہو گیا۔ شہر قریب ہی تھا۔ لوگ اسے تاتاری سپاہی
سمجھ کر ڈر کر بھاگ جاتے تھے کوئی تاتاری سپاہی قریب
سے گزرتا تو وہ آپس میں سلام علیک بھی لے لیتے تھے۔
عنبر شہر میں آگیا۔ یہاں ہر طرف تباہی پھیلی ہوئی تھی۔ کتنے
ہی مکان جل کر راکھ کا ڈھیر بنے ہوئے تھے۔ دکانیں لٹ
چکی تھیں اور کئی جگہوں پر انسانوں کی لاشیں ابھی تک پڑی
تھیں۔

عنبر تاتاری سپاہی کے لباس میں کسی ایسی دکان کو ڈھونڈ
رہا تھا کہ جو کھانے پینے کی دکان ہو اور لٹ چکی ہوتا کہ وہاں
سے کچھ بچی کھچی چیزیں اکٹھی کر کے لے جاتے اچانک ایک چوک
میں پہنچا تو پیچھے سے چار تاتاری سپاہی اس کے قریب گھوڑے
دوڑاتے آئے اور ان میں ایک جوان کا سردار لگتا تھا بولا۔

"چلکاش اکالام کہاں ہے۔ وہ تمہارے ساتھ گیا تھا"

عنبر فوراً سمجھ گیا کہ یہ کالام نام کا سپاہی وہی تھا جس کی
لاش اپنے ساتھی چلکاش کے پاس پڑی تھی اور جسے عنبر نے
ہلاک کیا تھا۔ اب یہ سپاہی عنبر کے سامنے آگئے اور سردار عنبر
کی طرف دیکھ کر بولا

"یہ چلکاش نہیں ہے اسے پکڑ لو"

ایک دم سارے سپاہیوں نے عنبر کو جکڑ لیا اور تلواریں
نکال لیں۔ عنبر کی طرف سردار نے گھور کر ایک مرتبہ پھر دیکھا
اور بولا۔

"یہ تو وہی شاہی قیدی ہے جس کو رات قلعے پر سے نیچے
دریا میں پھینکا گیا تھا۔ اس کی گردن اتار دو"

دوسرا سردار بولا۔ مگر سردار اس نے کماندار چلکاش
کی وردی پہنی ہے۔

"اس سے پہلے پوچھتے ہیں کہ چلکاش کہاں ہے"

عنبر نے کہا "وہ میں تمہیں کبھی نہیں بتاؤں گا کہ میں نے اسے
کہاں رکھا ہوا ہے"

کماندار نے تلوار لہرائی اور عنبر کی گردن پر زور سے ماری
گردن کٹنے کی بجائے تلوار ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہو گئی۔ تاتاری کماندار
چلایا۔

"اس نے گردن میں لوہے کا پٹہ ڈال رکھا ہے مجھے دوسری
تلوار دو۔"

فوراً ایک سپاہی نے دوسری تلوار پھینکی۔ کماندار نے تلوار
ہاتھ میں تھام کر عنبر کے سینے میں گھونپ دی مگر تلوار عنبر کے
سینے سے ٹکرا کر پھسلی اور کماندار کے ہاتھ کو زخمی کرتی ہوئی نیچے
گر پڑی۔ کماندار عنبر کو حیرت سے تکنے لگا۔ سپاہی بھی حیران ہوئے

کماندار نے کہا۔

اس نے سارے جسم پر لوہے کی جالی لپیٹی ہوئی ہے چلو اسے میدان میں چل کر آگ لگا دو۔

سپاہی عنبر کو پکڑ کر ایک خالی میدان میں لے آئے جہاں تاتاری سپاہیوں کے خیمے لگے ہوئے تھے۔ عنبر اپنی طاقت کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے وہ خاموش تھا عنبر کو درخت سے باندھ کر آگ لگائی ہی جانے والی تھی کہ تاتاری سپاہی بھاگتا ہوا آیا اس نے اعلان کیا۔

"خان اعظم نے دیوتاؤں کی قربانی دینے کا اعلان کیا ہے اس لئے حکم دیا ہے کہ ایک ماہ تک کسی انسان یا جانور کو ہلاک نہ کیا جائے سب قتل عام بند کر دیا جائے۔

کماندار نے مجبور ہو کر عنبر کو درخت سے کھولنے کا حکم دیا اور کہا "یہ ہمارے ایک سپاہی چلکاش کا قاتل ہے۔ اسے قید میں ڈال دو۔ ایک ماہ بعد خود اسے آگ میں زندہ جلا دوں گا۔

عنبر کو قلعے میں لے جا کر قید میں زنجیروں میں جکڑ کر ڈال دیا گیا۔

○

تختِ سلیمان کی چڑیل

مگر عنبر بھلا کیسے قید رہ سکتا تھا۔

اسے تو شہزادی عباسیہ کے لئے کچھ کھانے پینے کو لے جانا تھا جو غار کے اندر بھوکی پیاسی بیٹھی تھی۔ مگر اب وہ کسی پر اپنی طاقت ظاہر کئے بغیر وہاں سے فرار ہونا چاہتا تھا۔ قلعے میں جس جگہ اسے قید کیا گیا تھا یہ قلعے کی چھت پر ایک چھوٹی سی کوٹھڑی تھی جس کے دروازے کے باہر تالا لگا تھا اور دو تاتاری سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ کوٹھڑی کے اوپر ایک روشندان تھا۔ جس میں سلاخیں لگی تھیں۔

عنبر نے اچھل کر روشندان کی سلاخوں کو پکڑ لیا اور اوپر چڑھ کر روشندان میں بیٹھ گیا۔ پھر اس

نے لوہے کی ساری سلاخیں ایک ایک کر کے اکھاڑ
کر باہر پھینک دیں اور سر باہر نکال کر دیکھا۔
دوسری طرف دریا بہہ رہا تھا۔ اس نے دریا میں
چھلانگ لگا دی۔ وہ پانی میں نیچے تک اترتا چلا
گیا۔ پھر وہ پانی کی سطح پر آیا اور تیر کر دریا
کے دوسرے کنارے پر چلا گیا۔ دھوپ خوب تیز
نکلی ہوئی تھی اس نے دیکھا کہ دریا کے کنارے
سے تھوڑی دور ایک جگہ پر خیمہ لگا تھا۔ عنبر
قریب جا کر ایک درخت کی آڑ میں ہو گیا اور
دیکھنے لگا کہ اس خیمے میں کون ہے۔ کچھ دیر وہاں
کھڑے رہنے کے بعد جب خیمے میں سے کوئی
باہر نہ نکلا اور آواز بھی کسی انسان کی سنائی نہ
دی تو عنبر دبے پاؤں پیچھے کی طرف سے خیمے کے
پاس آ گیا۔

اس نے خیمے کے نیچے جھک کر دیکھا۔ اندر کوئی
نہیں تھا۔ عنبر دوسری طرف سے خیمے میں آ گیا
یہاں مرتبان اور چمڑے کے تھیلے اور تیل کے
کپے پڑے تھے۔ یہ کوئی سٹور تھا۔ عنبر نے دیکھا
کہ وہاں خشک گوشت کے ٹکڑے۔ اخروٹ میوے

اور سوکھی خوبانیاں اور پانی سے بھرے ہوئے
چھوٹے مشکیزے بھی تھے۔ اس نے ایک تھیلے میں خشک میوے
بھرے اور پانی کا ایک مشکیزہ اٹھا کر کاندھے پر ڈالا
اور خیمے سے نکل کر دریا سے ہٹ کر ریت کے ٹیلے کی
طرف دوڑ لگا دی۔

وہ بڑی تیزی سے دوڑتا ہوا ٹیلے والے غار
کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اس کے سانس پھولنے کا سوال
ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ غار میں شہزادی عباسیہ
اس کا بے چینی سے انتظار کر رہی تھی۔ عنبر نے خشک
میووں اور پانی کا مشکیزہ اس کے سامنے رکھ دیا اور
کہا۔

" یہ لو شہزادی۔ پانی بھی ہے اور خشک گوشت
اور خشک میوے بھی لے آیا ہوں۔"

شہزادی نے کہا۔" تم نے اتنی دیر کیوں لگا دی؟ میں
تو فکر کرنے لگی تھی۔"

عنبر نے یونہی بہانہ بنا دیا۔ شہزادی نے پوچھا تمہارے
کپڑے کیوں گیلے ہیں اور یہ تاتاری سپاہی کی وردی
کب تک پہنے رہو گے؟"

عنبر نے کہا۔ دریا میں گھوڑا ڈوب گیا میں تیر

کر آ رہا ہوں۔"
شہزادی نے کہا:
تو پھر دوسرا گھوڑا اب کہاں سے آئے گا۔ ہمیں
تو دو گھوڑوں کی ضرورت ہوگی۔
عنبر نے کہا،
اس کا بھی بندوبست ہو جائے گا۔
شام کے وقت عنبر گھوڑے کی تلاش میں غار سے
باہر نکل آیا۔ وہ دریا کنارے، ایک طرف جا رہا
تھا کہ اسے ایک تاتاری سپاہی نظر پڑا جو گھوڑے
کو پانی پلا رہا تھا۔ عنبر نے اس کے پاس جا کر اسے
تاتاری انداز میں سلام کیا اور کہا۔
بھائی تم یہ گھوڑا مجھے دے دو۔ مجھے گھوڑے
کی سخت ضرورت ہے۔
تاتاری سپاہی نے غصے سے عنبر کی طرف دیکھا اور
کہا۔
"تم اس گھوڑے کے چاچے لگتے ہو۔
عنبر نے کہا: "ہاں بھائی میں اس گھوڑے کا چاچا
لگتا ہوں۔ اور یہ گھوڑا تمہارا ماموں جان بھی لگتا
ہے۔"

تاتاری سپاہی تلوار نکال کر عنبر کی طرف جھپٹا
عنبر نے کہا۔
کیوں موت کو آواز دے رہے ہو۔ گھوڑا مجھے دے
دو اور چلے جاؤ۔
تاتاری نے ایک نعرہ لگایا اور عنبر پر حملہ کر دیا
عنبر نے اپنے ہاتھ پر اس کی تلوار کا وار روک لیا اور
اس کے ہاتھ پر معمولی سا زخم بھی نہ آیا۔ تاتاری نے
آنکھیں جھپکا کر عنبر کی طرف دیکھا۔ عنبر نے کہا۔
گھوڑے کے ماموں جان! اب بھی وقت ہے۔
واپس چلے جاؤ۔ گھوڑا مجھے دے دو۔"
مگر تاتاری سپاہی وحشی آدمی تھا۔ کچھ نہ سمجھ
سکا اور عنبر پر تلوار پھینک کر نیزے کا وار کر دیا۔ اب
عنبر کو بھی غصہ آگیا۔ اس نے آگے بڑھ کر تاتاری
سپاہی کو جو اس سے دوگنا تھا دونوں ٹانگوں سے
اٹھا کر سر اوپر لا کر گھمایا اور زور سے دریا میں پھینک
دیا۔ تاتاری دریا میں ڈوبتا چلا گیا۔ پھر سر باہر نکال کر
عنبر کی طرف پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھا اور جلدی
جلدی دوسرے کنارے کی طرف تیرنا شروع کر دیا۔
عنبر نے گھوڑے کی باگ تھامی۔ اس پر سوار ہوا
اور اسے سرپٹ دوڑاتا غار کی طرف چل دیا۔ غار سے

اندر لے جاکر اس نے گھوڑے کو دوسرے گھوڑے
کے ساتھ باندھا اور کہا۔

شہزادی صاحبہ! گھوڑا ابھی آگیا۔

شہزادی خشک میوے کھا کر پانی پی رہی تھی۔ بولی۔
"بھائی! تم بھی کچھ کھا لو۔ میں تو کھا چکی ہوں۔ ہمیں
آج شام اندھیرا ہوتے ہی یہاں سے نکل جانا ہوگا۔
نکل جائیں گے۔ مگر مجھے ابھی بھوک نہیں ہے میں نے
شہر میں بہت کچھ کھا لیا تھا۔

شام ہونے کے بعد جب اندھیرا چھا گیا تو شہزادی
عباسیہ اور عنبر غار سے نکل کر گھوڑوں پر سوار ہو
گئے۔ کھانے پینے کی چیزیں عنبر نے شہزادی کے گھوڑے
پر رکھ دی تھیں۔ تاکہ اگر راستے میں کوئی حادثہ پیش
آگیا تو کم از کم شہزادی کے پاس کھانے پینے کا سامان
تو ہوگا۔

وہ آبنائے ہرمز کی طرف روانہ ہوگئے۔

رات کو وہ سفر کرتے اور دن کے وقت صحرا کی
سخت گرمی اور تپش سے بچنے کے لئے کسی جگہ سائے
میں آرام کرتے۔ اسی طرح سفر کرتے کرتے جب چار راتیں
گذر گئیں تو وہ آبنائے ہرمز کے سمندر کے کنارے پہنچ
گئے۔ یہاں سے انہوں نے ایک بادبانی کشتیاں لیں

ور ملک یمن کے ساحل پر اتر گئے۔ شہزادی عباسیہ
ہت خوش تھی کہ وہ زندہ واپس یمن آگئی ہے۔
نبر کو ساتھ لے کر وہ اپنے چچا شیخ قتال کی حویلی
یں آگئی جو شہر سے باہر دو پہاڑیوں کے درمیان واقع
تھی۔ شیخ قتال نے اپنی بھتیجی کو خوش آمدید کہا اور عنبر
سے ہاتھ ملایا۔ پھر ان کے نہانے دھونے کا انتظام کیا
اور دستر خوان پر کھانا سجا دیا۔

شیخ قتال کی ایک آنکھ کانی تھی اور قد چھ فٹ
تھا۔ کالی ڈاڑھی پر گھنی مونچھیں تھیں۔ ناک عقاب کی چونچ
کی طرح آگے مڑی ہوئی تھی۔ وہ گردن ٹیڑھی کر کے
بات کرتا تھا۔ اس کی آواز میں کبھی کبھی سانپ کی سسکار سی
سنائی دیتی تھی۔ یہ ایک پتھر دل انسان تھا اور کئی لوگوں
کو اپنے ہاتھ سے قتل کر چکا تھا۔ بغداد پر تاتاریوں کے
قبضے کے بعد اس کی سلطنت بھی جاتی رہی تھی اور اب
یمن کی ایک حویلی میں غریبی کے دن گذار رہا تھا۔ پھر بھی
اس کے پاس یمن کے امیر کی جانب سے دی ہوئی تھوڑی
سی زمین تھی جس پر گذارہ ہو رہا تھا۔ لیکن شیخ قتال
دولت حاصل کرنے کی فکر میں تھا تاکہ ایک بار پھر بادشاہوں
کی طرح زندگی بسر کر سکے۔ یمن کا ایک مشہور ساحر جو کالے
علم کا ماہر تھا اس کا دوست تھا۔ اس کالے علم کے ماہر

ساحرہ کا نام حاطون تھا۔ حاطون نے شیخ قتال کو ایک بار
بتایا تھا کہ یمن سے پچاس کوس دور ایک پہاڑ کے اندر
سرنگ ہے۔ جہاں حضرت سلیمان کا سونے کا تخت ہے
اس تخت پر بیٹھ کر جو خواہش کی جائے پوری ہو جاتی
ہے۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ اس تخت کی حفاظت دو چڑیل بہنیں
کر رہی ہیں جو انسان کے خون کی پیاسی ہیں اور ان پر کوئی
جادو اثر نہیں کرتا۔ اگر کسی انسان کو زہر پلا کر ان چڑیلوں
کے آگے ڈال دیا جائے تو اس طرح سے چڑیلیں اس انسان
کو کھا کر زہر کے اثر سے ہلاک ہو جائیں گی اور حضرت سلیمان
کے تخت پر قبضہ کر کے اپنی بادشاہ بننے کی خواہش کو
پورا کیا جا سکتا ہے۔

شیخ قتال اس فکر میں تھا کہ ایسا کون سا آدمی ہو
سکتا ہے کہ جس کو زہر دے کر چڑیل بہنوں کے آگے ڈالا
جائے کہ عنبر شہزادی عباسیہ کو لے کر اس کی حویلی میں آ
گیا۔ شیخ قتال نے عنبر کو دیکھتے ہی فیصلہ کر لیا کہ وہ اس
نوجوان کو تخت سلیمان حاصل کرنے کے لئے قربان کر دیگا
کیونکہ عنبر اس ملک میں اجنبی تھا اور اگر وہ گم بھی ہو گیا تو اس
کے بارے میں نہ کوئی فکر کرے گا اور نہ پوچھے گا اور نہ تفتیش
ہو گی۔

شیخ قتال نے اپنے کالے علم کے ماہر ساحر دوست حاطون

سے بات کی تو اس نے عنبر سے ملاقات کی۔ شیخ نے عنبر سے
سے کہا

بیٹے عنبر، یہ حاطون ہے میرا گہرا دوست اور ساتھی۔ عنبر
کو حاطون میں کوئی خاص بات نظر نہ آئی سوائے اس کے کہ اس
کا رنگ کالے علم کی وجہ سے سیاہ ہو گیا ہوا تھا اور چہرے
پر نحوست برستی تھی۔ مگر حاطون نے اپنے کالے علم کی
مدد سے اندازہ لگا لیا کہ یہ کوئی خاص آدمی ہے اور
اس کو زہر پلانا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اسی رات حاطون
نے شیخ قتال کو کہا۔

"یہ عنبر نوجوان بڑا چالاک آدمی لگتا ہے۔
ہمیں اسے بے ہوش کر کے زہر دینا ہو گا۔"

شیخ قتال نے کہا: "کیا تم اسے کالے علم کے ذریعے بے ہوش
نہیں کر سکتے؟"

"کیوں نہیں" حاطون نے کہا "ہم ایسا ہی کریں گے۔"

جب شیخ قتال کے پاس عنبر کو تین چار دن گذر گئے
تو اس نے کہا کہ اب وہ اجازت چاہتا ہے تاکہ واپس
موصل جائے۔ شیخ قتال نے اسے مجبور کر کے ایک رات
ٹھہرا لیا۔ اسی رات شیخ قتال نے حاطون سے کہا جو
کرنا ہے آج رات ہی کرنا ہو گا۔ کیونکہ صبح عنبر چلا
جائے گا۔

ساحر حاطون نے ایک طلسم بنایا جو اتنا زبردست
اور طاقتور تھا کہ اس کے حملے سے کوئی نہیں بچ سکتا
تھا۔ سوائے تختِ سلیمان کی چڑیلوں کے۔ کیونکہ وہ حضرت
سلیمان کے طلسم کے اثر میں تھیں اور دنیا کا کوئی جادوگر
انہیں جادو کے زور سے قابو نہیں کر سکتا تھا۔ یہی وجہ
ہے کہ اس سونے کے تخت کو حاصل کرنے کے لئے جو بھی
سرنگ میں گیا دونوں چڑیل بہنوں نے اسے ہڑپ کر لیا
یہ طلسم تانبے کی ایک چوکور پتری پر بنایا گیا تھا۔ جادوگر
حاطون نے شیخ قتال سے کہا کہ اس طلسم کو عنبر کے پلنگ کے
پائے کے نیچے دبا دیا جائے۔ جب آدھی رات گذر جائے
گی تو وہ بے ہوش ہو چکا ہو گا۔ پھر ہم اسے زہر پلا دیں
گے اور اٹھا کر تختِ سلیمان کے غار میں لے جا کر چڑیلوں
کے حوالے کر کے تخت پر قبضہ کر لیں گے۔

شیخ قتال نے طلسم لے کر عنبر کے پلنگ کے پائے کے
نیچے دبا دیا۔ عنبر کو کچھ خبر نہیں تھی۔ نیند تو اسے آتی نہیں
تھی اور نہ اسے نیند کی ضرورت تھی۔ مگر وہ پلنگ پر لیٹ
گیا۔ آدھی رات کے قریب اسے محسوس ہونے لگا کہ اس
کی آنکھیں اپنے آپ بند ہو رہی ہیں۔ اس نے آنکھیں کھولنے
کی کوشش کی مگر آنکھیں نہ کھلیں۔ اس نے پلنگ سے اٹھنے
کی کوشش کی۔ وہ اس کوشش میں بھی کامیاب نہ ہوا پھر

اس پر غنودگی چھانے لگی ——— اور وہ بے دم
ہو کر بے ہوش ہو گیا۔

آدھی رات گذرنے کے بعد شیخ قتال حاطون کو ساتھ لیکر
عنبر کے کمرے میں آیا۔ حاطون نے عنبر کو ہلایا جلایا۔ وہ بے ہوش
تھا۔ حاطون نے شیخ قتال سے کہا۔

"تیر ٹھیک نشانے پر بیٹھا ہے۔ عنبر بے ہوش ہو چکا ہے۔
اب میں اسے وہ زہر پلاتا ہوں جو سب سے پہلے اسے ہلاک
کرے گا اس کے بعد جب دو چڑیل بہنیں اسے کھائیں گی تو وہ
بھی ہلاک ہو جائیں گی۔

شیخ قتال نے کہا: "جو کچھ کرنا ہے جلدی کرو ہمارے پاس
وقت کم ہے ہمیں راتوں رات اس نوجوان کو لے کر شہر
سے نکل جانا ہے۔"

حاطون نے جیب سے زہر کی شیشی اور بانس کی چھوٹی
نلکی نکالی۔ بانس کی نلکی اس نے عنبر کا منہ کھول کر اس کے حلق
میں لگا دی اور اس کی مدد سے شیشی کا سارا زہر عنبر کے
حلق میں انڈیل دیا۔ یہ زہر اس قدر خطرناک اور مہلک تھا
کہ جب حاطون نے بانس کی نلکی عنبر کے حلق سے باہر کھینچی تو
عنبر کے منہ سے زہر کی وجہ سے دھواں سا نکل رہا تھا۔

حاطون نے مکاری سے مسکرا کر شیخ قتال کی طرف دیکھا
اور کہا۔" اب اسے اٹھا کر سلیمانی پہاڑی میں لے چلتے ہیں۔"

حویلی کے پچھلے حصے میں درختوں کے پاس تین گھوڑے
بالکل تیار تھے انہوں نے خاموشی سے عنبر کو اٹھا کر باہر
نکالا۔ اسے گھوڑے پر ڈالا۔ خود دونوں دوسرے گھوڑوں
پر سوار ہوئے اور سلیمانی پہاڑی کی طرف گھوڑے ڈال
دیئے۔ رات کے اندھیرے میں وہ کھائیوں گھاٹیوں میں گھوڑے
دوڑاتے تخت سلیمانی والی پہاڑی کے پاس پہنچ گئے۔
یہاں وہ اس سرنگ کے دہانے پر آئے جس کے اندر جاکر
کوئی زندہ انسان واپس نہیں آسکتا تھا۔ اس سرنگ کے اندر
حضرت سلیمانؑ کا وہ سونے کا تخت تھا جس پر بیٹھنے کے بعد آدمی
جو بھی خواہش کرے پوری ہو جاتی تھی اور جس کی حفاظت دو
چڑیلیں کر رہی تھیں۔

حاطون نے بے ہوش عنبر کو گھوڑے سے اتار کر نیچے رکھا اور
شیخ قتال سے کہا۔

"یا شیخ! یہ نوجوان مر چکا ہے مگر عجیب بات یہ دیکھ رہا ہوں
کہ اس کا سانس ابھی تک چل رہا ہے۔"

شیخ نے کہا۔ "کیا اس پر زہر نے اثر نہیں کیا؟"

حاطون بولا۔ "لگتا ایسا ہی ہے مگر زہر اس کے جسم
میں پہنچ گیا ہو گا۔ ہو سکتا ہے اس نوجوان کا اندرونی جسم
بہت طاقتور ہو اور اسے مرنے میں کچھ دیر لگے۔ مگر زہر اس
کے جسم میں موجود ہے جو چڑیلوں کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

شیخ قتال نے بے چینی سے کہا۔ "تو اسے اندر لے جا کر چڑیلوں
کے حوالے کر دو۔"

حاطون بولا۔

"اس نوجوان کے جسم کی بو چڑیلوں کو اپنے آپ ابھی پہنچ
جائے گی۔ اور وہ اُسے آواز دیں گی۔ پھر میں اسے لے جاکر
سرنگ میں ڈال دوں گا۔"

وہ ابھی باتیں ہی کر رہے تھے کہ ایک چڑیل کی آواز بلند
ہوئی۔ یہ آواز سرنگ کے اندر سے آرہی تھی اور ایسا لگتا تھا
جیسے کسی گہرے کنوئیں میں سے نکل رہی ہو۔

"میرے پیارے اندر آجاؤ۔ میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔"

یہ چڑیل کی آواز تھی۔ موت کی آواز تھی۔ مگر اس میں بڑی
ملائمت اور مٹھاس تھی۔ چڑیل نے انسانوں کی بُو پالی تھی اور
اسے اندر بلا رہی تھی تاکہ اس کو ہڑپ کر جائے۔

حاطون نے کہا۔

"شیخ! تم پرے ہٹ کر دور گھوڑوں کے پاس چھپ جاؤ
میں اسے اندر پھینک کر آتا ہوں۔"

شیخ قتال جلدی سے دور چلا گیا۔ حاطون نے عنبر کو اٹھا
کر کاندھے پر ڈالا۔ اور سرنگ کے اندر تھوڑی دور لے جاکر
زمین پر ڈالا اور بھاگ کر واپس آگیا۔ وہ بھی شیخ قتال کے پاس
آکر پتھروں کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا کہنے لگا۔

"ابھی تھوڑی دیر بعد جب دونوں چڑیل بہنیں اس نوجوان
کو کھا جائیں گی تو زہر کے اثر سے ان کی چیخیں سنائی دیں گی۔
اور پھر جب وہ بھی مر جائیں گی تو ہم سرنگ میں جا کر تخت
سلیمان پر قبضہ کر لیں گے۔"

شیخ قتال بولا:

"پھر میں تخت پر بیٹھ کر خواہش کروں گا کہ مجھے یمن کا
بادشاہ بنا دیا جائے۔"

حاطون نے کہا "ہاں۔ لیکن بادشاہ بننے کے بعد مجھے بھول
نہ جانا دوست!"

شیخ قتال کہنے لگا "یہ کیسے ہو سکتا ہے تم میرے وزیر
ہو گے۔"

رات پہلے سے زیادہ تاریک اور خاموش تھی۔ ایک بار
دونوں چڑیل بہنوں کی آواز اور پھر سنائی دی اس کے بعد خاموشی چھا
گئی۔ حاطون نے کہا۔

"چڑیلوں نے عنبر کو دیکھ لیا ہے۔ اور اب اسے کھا رہی ہیں۔"

سرنگ کے اندر عنبر زمین پر بے ہوش پڑا تھا۔ زہر اس
کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا مگر سلیمانی طلسم کی وجہ سے اسے ہوش
نہیں آ رہا تھا۔ سرنگ میں گھپ اندھیرا تھا۔ اس گھپ اندھیرے
میں تخت سلیمان کے پیچھے سے دو سبز رنگ کی آنکھیں چمک اٹھیں
دونوں چڑیل بہنیں تھیں جو اس تخت سلیمان کی حفاظت

پر رکھی گئی تھیں۔

انہوں نے ایک انسان کی بو پالی تھی جو ان کے بہت قریب
سے آ رہی تھی۔ وہ شکاری جانوروں کی طرح تخت کے پیچھے
سے نکل کر اس جگہ آ گئیں جہاں عنبر زمین پر بے ہوش پڑا تھا
دونوں چڑیلوں کے بال کھلے تھے۔ پاؤں پیچھے کو مڑے ہوئے تھے
سارے جسم پر بال تھے۔ آنکھیں سبز تھیں اور دانت لمبے لمبے تھے
انگلیوں کے ناخن خنجروں کی طرح نکلے ہوئے تھے۔

عنبر کے پاس آ کر انہوں نے جھک کر دیکھا۔ پھر سسکاروں
میں آپس میں کچھ کہا اور ایک ڈراؤنی پھنکار مار کر دونوں
چڑیلوں نے عنبر کے جسم کو کھانے کے لئے اس پر حملہ کر دیا۔ وہ
پہلے عنبر کا گلا کاٹ کر اس کا خون پی جانا چاہتی تھیں۔ لیکن اب
ایک انوکھی بات چڑیل بہنوں نے دیکھی۔ جونہی ان کے ناخن عنبر
کی گردن سے ٹکرائے ان کے ناخن ٹوٹ گئے۔ اور عنبر نے آنکھیں
کھول دیں۔ عنبر کی آنکھوں میں اس کی ساری طاقت روشنی
کی مقناطیسی لہریں بن کر نکل رہی تھی۔ یہ لہریں چڑیل بہنوں
پر پڑیں تو ایکدم زمین پر گر پڑیں اور عنبر کے آگے سجدہ کر دیا۔

عنبر دونوں چڑیلوں کو اندھیرے میں صاف دیکھ رہا تھا
وہ سمجھ گیا کہ وہ چڑیلیں ہیں اور اس سے فریب ہوا ہے
اسے اپنے حلق میں زہر کا تلخ ذائقہ بھی محسوس ہو رہا تھا
عنبر نے چڑیلوں سے پوچھا

"تم یہاں غار میں کیا کر رہی ہو؟"

ایک چڑیل نے کہا۔ ہم حضرت سلیمانؑ کے تخت کی حفاظت کرتی ہیں اور جو کوئی اسے چرانے کے لئے یہاں آتا ہے اسے زندہ ہڑپ کر جاتی ہیں۔ مگر آپ کی طاقت کا ہمیں علم ہو گیا ہے۔

دوسری چڑیل نے کہا۔ ہمیں یہ بھی علم ہو چکا ہے کہ آپ کو دو آدمی زہر پلا کر یہاں چھوڑ گئے تاکہ ہم آپ کو کھا کر مر جائیں اور وہ تخت سلیمان پر قبضہ کر لیں۔"

عنبر ساری بات سمجھ گیا۔ شیخ قتال نے اپنے ساتھی جادوگر سے مل کر اسے قربانی کا بکرا بنایا ہے۔ اس نے کہا

"میرے دونوں قاتل یقیناً باہر ہوں گے۔ تم ان کو جا کر دیکھو ان کے گناہ کی انہیں سزا دو۔

چڑیلوں نے کہا:

عنبر! وہ ہم سے بچ کر واپس نہیں جائیں گے تمہیں ابھی ان کی چیخوں کی آواز سنائی دے گی۔"

اور دونوں چڑیلیں سرنگ میں سے باہر نکل گئیں۔

شیخ قتال اور حاطون پتھروں کے پیچھے چھپے ہوئے تھے اور چڑیلوں کی چیخوں کا انتظار کر رہے تھے کہ اچانک ان کے دونوں گھوڑے ڈر کر بدکے اور درخت سے بندھا ہوا رسا تڑانے کی کوشش کرنے لگے انہیں اندھیروں میں چڑیلوں

کی آنے کا احساس ہو گیا تھا۔ حاطون بھی جان گیا کہ کوئی ہوائی روح قریب آ رہی ہے جب ہی یہ گھوڑے ڈر گئے ہیں اس شیخ سے کہا۔

شیخ! چڑیلیں شاید باہر نکل آئی ہیں۔

یہاں سے بھاگو۔"

وہ جلدی سے اٹھے اور گھوڑے کھولنے لگے۔ اتنے میں اندھیرے میں سے دو عورتیں نکل کر آئیں۔ ان میں سے ایک کی شکل شہزادی عباسیہ کی اور دوسری کی شکل حاطون کی بیوی کی تھی۔ دونوں آنکھیں پھاڑے ان کو تکنے لگے کہ یہ آدھی رات کو اس جنگل میں کہاں سے آگئیں۔ شہزادی عباسیہ اور حاطون کی بیوی بڑھیں۔ عباسیہ نے شیخ قتال سے کہا۔

"چچا جان آپ مجھے اکیلا چھوڑ کر کہاں آگئے تھے"

حاطون کی بیوی نے اپنے خاوند سے کہا۔

میرے سرتاج! آپ گھر چلیے آپ کے بغیر گھر مجھے کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے۔

حاطون نے چلا کر کہا۔ شیخ قتال! ان کے قریب میں نہ آنا۔ نہ تمہاری بہن ہے نہ میری بیوی ہے۔ یہ دونوں چڑیلیں ہیں۔ یہاں سے بھاگ نکلو۔

مگر ان سے گھوڑے پہلے ہی ڈر کر بھاگ گئے تھے۔ یہ ایک طرف کو پیدل ہی دوڑے تو شہزادی عباسیہ اور حاطون

کی بیوی نے کایا پلٹ لی اور پھر اسے سبز آنکھوں اور الٹے
پیروں والی چڑیلیں بن گئیں اور دل ہلا دینے والی چیخ مار
کر ان کی طرف بڑھیں۔ ان چڑیلوں کی دہشت کچھ ایسی
تھی کہ شیخ قتال اور حاطون کے قدم وہیں من من بھاری
ہو گئے اور وہ اپنی جگہ سے نہ ہل سکے۔ چڑیل بہنوں نے
منہ سے طرح طرح کی بھیانک آوازیں نکالتے ہوئے
آگے بڑھ کر دونوں کی گردنیں دبوچ لیں اور ان کی شہ
رگیں کاٹ کر ان کا خون پینے لگیں۔

شیخ قتال اور حاطون ان کی گرفت میں بے جان خرگوشوں
کی طرح لٹکے ہوئے تھے۔ چڑیلوں نے ان کا سارا خون پی
کر انہیں زمین پر پھینک دیا اور پھر واپس سرنگ میں عنبر
کے پاس آ گئیں۔ عنبر سلیمانی کے سونے کے تخت کے پاس
کھڑا اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ چڑیلوں نے اسے بتایا کہ
انہوں نے دونوں قاتلوں سے اس کے قتل کا بدلہ لے لیا
ہے۔ عنبر نے تخت کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

ظلم کرنے والا اپنے انجام کو ضرور پہنچتا ہے برائی کرنے
والے کو ایک نہ ایک دن اس کی برائی کی سزا مل کر رہتی ہے۔
مگر یہ بتاؤ کہ اس سونے کے تخت کی تم کب تک حفاظت کرتی رہو گی"

چڑیل لیلی: ایک ہزار برس کے بعد ہم اس تخت کو واپس
یروشلم کے ہیکل اعظم کے تہہ خانے میں پہنچا دیں گی اس وقت

تک ہمیں اس کی حفاظت کرنی ہوگی۔

عنبر نے کہا۔

سنا ہے جو اس پہ بیٹھ کر جو کوئی خواہش کی جائے پوری
ہوتی ہے"

چڑیل نے جواب دیا"

آپ نے ٹھیک سنا ہے عنبر ___ لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا
کہ یہ سلیمانی تخت اپنے اوپر بیٹھنے والے کی بجائے جو اس
کے جی میں آتا ہے کرتا ہے اس پہ بیٹھ کر خواہش کا اظہار کرنے
والے کو یہ خطرہ بھی مول لینا پڑتا ہے۔

عنبر نے کہا۔

"میں یہ خطرہ مول لینے کو تیار ہوں"

اور یہ کہہ کر عنبر سلیمانی تخت پہ بیٹھ گیا اور بولا۔

"اے سلیمانی تخت! میری خواہش ہے کہ تو مجھے ناگ
ماریا اور کیٹی میں سے کسی کے پاس پہنچا دے۔

عنبر کے منہ سے ان الفاظ کے نکلتے ہی ایک دھواں سا
بادل کی طرح غار میں بادل کی شکل میں ابھرا اور تخت کو
اس نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

جب دھوئیں کا بادل چھٹ گیا اور روشنی ہوئی تو عنبر
نے دیکھا کہ نہ وہ غار ہے نہ وہ تخت سلیمانی ہے اور نہ وہاں
چڑیل بہنیں ہیں۔ اس کی بجائے ان کی چمکیلی روشنی پھیلی

ہوتی ہے۔ اور وہ دو منزلہ ایک منزلہ مکانوں کے درمیان ایک
پرانے بازار میں سے اس حالت میں گذر رہا ہے کہ اس کے
ہاتھ پاؤں میں زنجیر بندھی ہے اور اسلحہ پوش سپاہی جو پرانے
زمانے کے لگتے ہیں اسے کھینچے لئے جا رہے ہیں۔ یا خدا! یہ
میں کہاں سے کہاں آگیا ہوں؟ عنبر نے سوچا۔

لیکن وہ جان گیا تھا کہ وقت نے پیچھے کو ایک اور
چھلانگ لگائی ہے اور وہ کسی دوسرے ملک میں نکل آیا ہے۔
سپاہیوں کی لوہے کی ڈھالوں اور سر پر رکھے پیتل تانبے کی ٹوپیوں
سے اس نے اندازہ لگا لیا کہ وہ رومن بادشاہوں کے دور میں
پہنچ چکا ہے اور کسی جرم کی سزا میں اسے قتل کرنے کے لئے لے
جایا جا رہا ہے۔ بازار میں ایک جگہ لوگوں کی بھیڑ لگی تھی لباس
سے وہ یہودی لگتے تھے اس بھیڑ کے درمیان ایک نورانی
شکل کا لمبے سنہری بالوں اور چمکیلی نیلی آنکھوں والا جوان
آدمی جس نے اپنے جسم کے گرد ہرن کی کھال لپیٹ رکھی تھی
اپنا لکڑی کی لاٹھی والا ہاتھ اٹھائے تقریر کر رہا تھا۔ الفاظ
اس کے ہونٹوں سے بڑے دبدبے اور جلال کے ساتھ نکل
رہے تھے۔ جو کوئی سنتا وہیں رک جاتا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا

"اے جوڈیا کے لوگو! وقت آگیا ہے اور خدا کا وعدہ پورا
ہو کر رہے گا۔ اب بھی تم برائی سے توبہ کر لو۔ ابھی تو یہ
کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ خدا کے آگے اپنے سر عاجزی

سے جھکا دو۔ جھوٹ مت بولو۔ بد دیانتی نہ کرو۔ انسانوں
کا ناحق خون نہ بہاؤ۔ ملاوٹ نہ کرو۔ ہمسایوں کو دکھ نہ دو
اپنی نگاہوں اور دلوں کو پاکیزہ کرو۔ کسی کے بارے میں برا
خیال دل میں نہ لاؤ۔ اگر تم نے ظلم سے توبہ نہ کی تو توبہ کا
دروازہ تم پر بند کر دیا جائے گا اور پھر خدا کا وعدہ پورا
ہوگا اور زمین پھٹ پڑے گی اور یہ گناہوں کی بستی اپنے
گناہگار انسانوں کو ساتھ لے کر اس میں غرق ہو جائے گا
میں بنی یوحنا تمہیں نیکی اور سچائی کی دعوت دیتا ہوں۔"

عنبر زنجیروں میں جکڑا سپاہیوں کے ساتھ جب وہاں
سے گذرا تو اس خدا کے نیک انسان یوحنا نے عنبر کی
طرف ایک نگاہ ڈالی اور پھر سپاہیوں سے کہا۔

"اے رومن سپاہیو! تم نہیں جانتے کہ تم کس آدمی کو
قتل کرنے کے لئے جا رہے ہو۔ تمہاری مثال اس احمق کی
سی ہے جو پانی میں آگ لگانے کی کوشش کر رہا ہو۔ یہ آدمی
ابھی نہیں مر سکتا۔ اسے خدا کے حکم سے ایک لمبی مدت کیلئے
موت سے آزاد کر دیا ہے۔"

سارے لوگ اور سپاہی ہنسنے اور قہقہے لگانے لگے۔ ایک
بولا۔

"لو۔ یہ بھی سن لو۔ بھلا اس دنیا میں کوئی ایسا آدمی بھی ہے
جسے موت نہ آئے؟"

سپاہیوں نے عنبر کو ایک کوڑا زور سے مارا اور اسے
دھکیلتے ہوئے آگے لے گئے۔ عنبر نے گردن گھما کر دیکھا نبی یوحنا
اپنی نیلی چمکیلی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ عنبر کو سپاہیوں
کی باتوں سے معلوم ہوا کہ وہ رومن علاقے میں پہنچ چکا ہے اور
یہ بستی جوڈیا نام کی فلسطینی بستی ہے جس پر رومن گورنر ہیرو ڈ
کی حکومت ہے اور اس کی بیٹی کا نام سلومی شہزادی ہے اور
یہ نیلی آنکھوں اور نورانی شکل والا جوان نبی یوحنا ہے جو
لوگوں کو نیکی کی ہدایت کرتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے۔
عنبر اس کے خدا کے سچے نبی ہونے پر ایمان لے آیا تھا کیونکہ
اس نے عنبر کے دل کا حال معلوم کر لیا تھا اور اس کے
بارے میں ٹھیک ٹھیک باتیں بیان کر دی تھیں۔ ورنہ عنبر
کے بارے میں کسی کو کیسے معلوم ہو سکتا تھا کہ وہ مر نہیں سکتا
(خدا کے حکم سے) عنبر اب یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ رومن سپاہی
اسے کہاں لئے جا رہے ہیں اور اس کو کس طرح قتل کرتے
ہیں۔

سپاہی عنبر کو ایک چھوٹے سے ٹیلے پر لے گئے اور اسے
زمین پر لٹا دیا۔ اس کے چاروں ہاتھ پاؤں کو زمین میں گڑی
ہوئی لوہے کی میخوں کے ساتھ زنجیر سے باندھ کر اس کے
سینے پر پتھر کی بھاری سل رکھ دی اور چلے گئے کسی بھی عام
آدمی کو اگر اس طرح زمین پر زنجیروں سے جکڑ کر اس

کے اوپر پتھر کی بھاری سل رکھ دی جاتی تو وہ بھوک
پیاس اور پتھر کے بوجھ سے شام ہونے سے پہلے پہلے
مر جاتا۔ مگر عنبر زندہ رہا۔ اس کے باوجود وہ شام تک
وہیں لیٹا رہا تاکہ اندھیرا ہو جائے تو پھر وہاں سے جائے
ایک رومن سپاہی تھوڑی دور بیٹھا پہرہ دے رہا تھا
وہ عنبر کی موت کا انتظار کر رہا تھا جو ابھی اس کے نصیب
میں نہیں لکھی گئی تھی۔

جب شام کا اندھیرا پھیل گیا تو سپاہی اٹھ کر یہ دیکھنے
عنبر کے قریب آیا کہ وہ ابھی مرا ہے کہ نہیں۔ عنبر نے
آنکھیں بند کر کے گردن ایک طرف یوں ڈال دی جیسے مر
گیا ہو۔ رومن سپاہی نے عنبر کو غور سے دیکھا۔ اسے یقین
ہو گیا کہ وہ مر چکا ہے کیونکہ پتھر کی سل کے سات من بوجھ
تلے کوئی انسان اتنی دیر تک زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔
رومن سپاہی ٹیلے سے اتر کر چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد عنبر نے اپنے ہاتھوں کی زنجیریں
توڑ ڈالیں۔ سینے پر سے پتھر کی سل کو پرے پھینکا۔ پاؤں
آزاد کئے اور ٹیلے سے اتر کر دوسری طرف وادی میں آ
گیا۔ دور جوڈیا کی بستی کے مکانوں میں چراغوں کی روشنیاں
ہو رہی تھیں۔ اچانک عنبر کو نبی یوحنا کی آواز آئی۔
اے جوڈیا کے لوگو! برائیوں سے توبہ کرو۔ توبہ کا

دروازہ بند ہونے والا ہے۔
آواز آئی دریا کی طرف سے تھی۔ عنبر دریا کی طرف چل پڑا۔

○

- شہزادی سلومی نے بنی یوحنا کا سر کاٹ کر لانے کا حکم دیا تو کیا ہوا؟
- عنبر کے ساتھ اس ظالموں کی رومن بستی میں کیا گذری؟
- ناگ اور کیٹی نے شہنشاہ سائرس کے آتش کدے (مندر) سے ماریا کو کس طرح آزاد کرایا اور پھر ان کی عنبر سے کہاں اور کن انوکھے اور حیرت انگیز حالات میں ملاقات ہوئی؟
- یہ آپ عنبر ناگ ماریا کی واپسی کی اگلی قسط انسانی سر والا چمگادڑ میں پڑھیں گے۔

○

مصنف: اے۔ حمید

عنبر ناگ ماریا

کے ۵ ہزار سالہ سفر کی
پراسرار اور سنسنی خیز داستان

۱۔ لاش سے ملاقات ۵/-
۲۔ جہاز ڈوب گیا ۵/-
۳۔ مندر کی چڑیل ۵/-
۴۔ پُراسرار غار کی مورتی ۵/-
۵۔ ناگ لندن میں ۵/-
۶۔ تابوت میں سانپ ۵/-
۷۔ موت کا دریا ۵/-
۸۔ سانپ کا انتقام ۵/-
۹۔ سانپ کی آواز ۵/-
۱۰۔ ناگ کا قتل ۵/-
۱۱۔ شاہ بلوط کا خزانہ ۵/-
۱۲۔ پتھر کا ہاتھ ۵/-
۱۳۔ طوفانی سمندر کا بھوت ۵/-
۱۴۔ ڈائنا سورس کا جزیرہ ۵/-
۱۵۔ سیاہ پوش سایہ ۵/-
۱۶۔ انسانی بلی ۵/-
۱۷۔ سانپوں کا جنگل ۵/-
۱۸۔ ماریا اور بن مانس ۵/-
۱۹۔ قبر نما انسان ۵/-
۲۰۔ لکشمی دیوی کا انتقام ۵/-
۲۱۔ ناگ اور جادو کی ترشول ۵/-
۲۲۔ ناگ عنبر مقابلہ ۵/-
۲۳۔ لاش کی چیخ ۵/-
۲۴۔ آسیب کی رات ۵/-
۲۵۔ ۹۹ سیڑھیوں کا راز (سلور جوبلی نمبر) ۱۵/-
۲۶۔ عنبر پھانسی کی کوٹھڑی میں ۵/-
۲۷۔ ماریا اور جادوگر سانپ ۵/-
۲۸۔ نقلی ناگ کی سازش ۵/-
۲۹۔ بابل کی بدروحیں ۵/-
۳۰۔ قبر کی دلہن (خاص نمبر) ۷/۵۰
۳۱۔ آدھا گھوڑا آدھا انسان ۵/-
۳۲۔ ناگ ناگن مقابلہ ۶/-
۳۳۔ ایک آنکھ والی عورت ۶/-
۳۴۔ مُردوں کی شہزادی ۶/-
۳۵۔ سانپوں کا دربار ۶/-
۳۶۔ قبر اور ڈھانچہ ۶/-
۳۷۔ عقرب دیوتا کا پجاری ۶/-
۳۸۔ کٹا ہوا زندہ ہاتھ ۶/-
۳۹۔ عنبر لاہور میں ۶/-
۴۰۔ چڑیلوں کی ملکہ (خاص نمبر) ۱۳/-
۴۱۔ مُردہ ہونٹ اور ماریا ۶/-
۴۲۔ رات کا کالا کفن ۶/-
۴۳۔ کھنڈرات کی بدروحیں ۶/-
۴۴۔ ممباطوش اور ناگ ۶/-
۴۵۔ ماریا سونے کی مورتی ۶/-
۴۶۔ ناگ غائب ہو گیا ۷/۵۰
۴۷۔ خون کی آبشار ۷/۵۰
۴۸۔ شیشے کی آنکھ پتھر کا دل ۷/۵۰
۴۹۔ خونی لومڑی ۷/۵۰
۵۰۔ کھوپڑیوں کا محل (گولڈن جوبلی نمبر) ۱۵/-
۵۱۔ ماریا بوتل میں بند ہو گئی ۷/۵۰
۵۲۔ خون کی پیاس ۷/۵۰
۵۳۔ ناگ اور سپرمین ۷/۵۰
۵۴۔ پتھریلی آنکھ والا جاسوس ۷/۵۰
۵۵۔ ناگ اور ناگن زنگامتی ۷/-
۵۶۔ چار پُراسرار سپیرے ۷/-
۵۷۔ امبا دیوی کی مورتی ۶/-
۵۸۔ خفیہ منتر کی تلاش ۷/-
۵۹۔ موت کا وعدہ ۷/۵۰
۶۰۔ اور قبر کھل گئی ۷/۵۰
۶۱۔ لاش کا دوسرا جنم ۶/-
۶۲۔ ماریا قتل ہو گئی ۷/-
۶۳۔ خالی تابوت یاقوتی سانپ ۶/-
۶۴۔ ماریا اور ممی کی لاش ۷/۵۰
۶۵۔ نیلی قبر کا خفیہ راستہ ۷/۵۰
۶۶۔ عنبر سانپ بن گیا ۶/-
۶۷۔ عنبر اور ڈسکو مُردے ۷/۵۰
۶۸۔ کیٹی پھانسی کے تختے پر ۷/۵۰
۶۹۔ عنبر انگوٹھی میں اُتر گیا ۶/-
۷۰۔ دیوی رودشنک کے اژدہا ۷/۵۰
۷۱۔ عنبر کا سر کٹ گیا ۷/۵۰
۷۲۔ چنگیز خان لاہور میں ۱۰/-
۷۳۔ دیوتا قلام پر قربان کر دو ۷/۵۰
۷۴۔ ماریا سانپ بن گئی ۷/۵۰
۷۵۔ روح اور سانپوں والے بہن بھائی (خاص نمبر) ۱۵/-
۷۶۔ ماریا انارکلی میں ۷/۵۰
۷۷۔ قبر، مرتبان اور ہڈیاں ۷/۵۰
۷۸۔ سیاہ کفن پوش بلا ۷/۵۰
۷۹۔ پُراسرار فرعون کا ڈھانچہ
۸۰۔ طلسمی تختی اور سانپوں کا غار
۸۱۔ قفل والا پراسرار چہرہ
۸۲۔ ڈاکو سپاٹا اور عابدہ کا پتلا
۸۳۔ روتی آنکھوں والا چراغ
۸۴۔ کھوپڑی پر جلتی موم بتی
۸۵۔ زرد آنکھوں والی پُراسرار عورت
۸۶۔ ریشی بال کی روح اور بن مانس
۸۷۔ اژدہا اور عیار پجاری
۸۸۔ انسانی سر والا چمگادڑ
۸۹۔ شرطوم سپیرا اور مہاناگ
۹۰۔ خوفناک سمندری آنکھ
۹۱۔ ناگن مجھے کاٹو
۹۲۔ نقلی ماریا
۹۳۔ جاسوس سانپ
۹۴۔ سامری کے اژدہا
۹۵۔ سمندری جوگن
۹۶۔ عنبر ناگ ماریا کراچی میں
۹۷۔ عنبر ناگ کو قتل کر دو

نیا مکتبہ اقراء : ۱۴/بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور ۸

انسانی سر والا چمگادڑ

اے حمید

نیا مکتبہ اقرأ
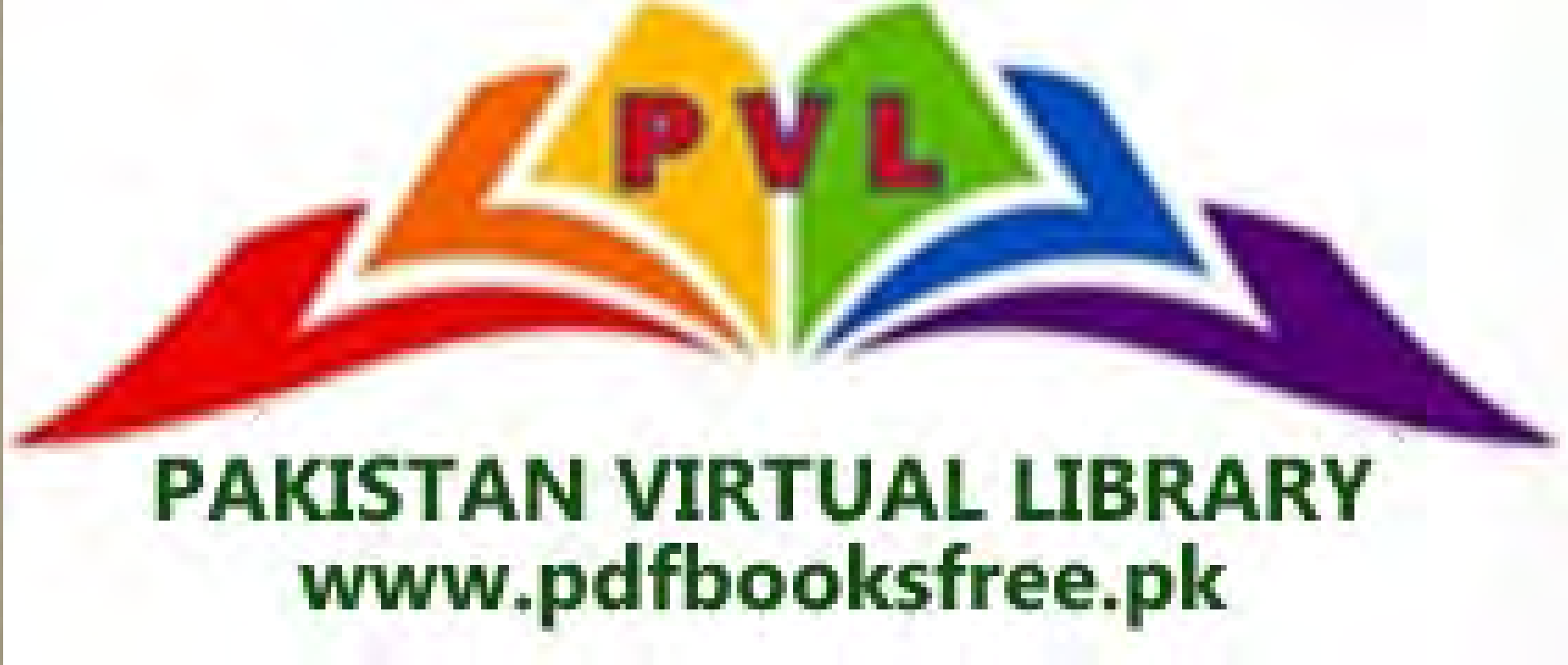
ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی
کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

انسانی سر والا چمگادڑ

اے۔ حمید

قیمت: ۷/۵۰ روپے

باراول

ناشر: نیا مکتبہ اقرا، ۱۲ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور
طابع: الفرید پرنٹرز، لاہور

پیارے دوستو!

عنبر رومن بادشاہوں کے دور میں پہنچ کر دریائے اردن کے کنارے جوڈیا کے ظالم رومن گورنر کی سنگ دل بدمزاج بیٹی سلومی کے پاس جاتا ہے جس نے حکم دیا کہ نیک دل یوحنا بزرگ کا سر کاٹ کر لایا جائے۔ عنبر اسے اس فیصلے سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے مگر وہ دانت پیس کر کہتی ہے کہ مجھے یوحنا کا سر چاہیئے۔ اور وہ عنبر کو ہی اس بزرگ انسان کا سر کاٹ کر لانے کا حکم دیتی ہے۔ عنبر اتنے عظیم انسان کا سر نہیں کاٹ سکتا۔ مگر ایک رومن یوحنا کا کٹا ہوا سر طشت میں رکھ کر شہزادی سلومی کے پاس لے آتا ہے۔ سلومی بڑی خوش ہوتی ہے اور خوشی سے سرٹ کر اپنے باپ کے پاس جاتی ہے اور کہتی ہے دیکھو میں کس کا سر لائی ہوں اور سلومی طشت پر سے کپڑا اٹھا دیتی ہے۔ بادشاہ اور سلومی دونوں کی چیخیں نکل جاتی ہیں۔ طشت میں کس کا سر تھا؟ یہ آپ خود پڑھ لیں گے۔ اب جلدی سے ورق الٹ کر پڑھنا شروع کر دیں۔

آپ کا انکل
اے حمید
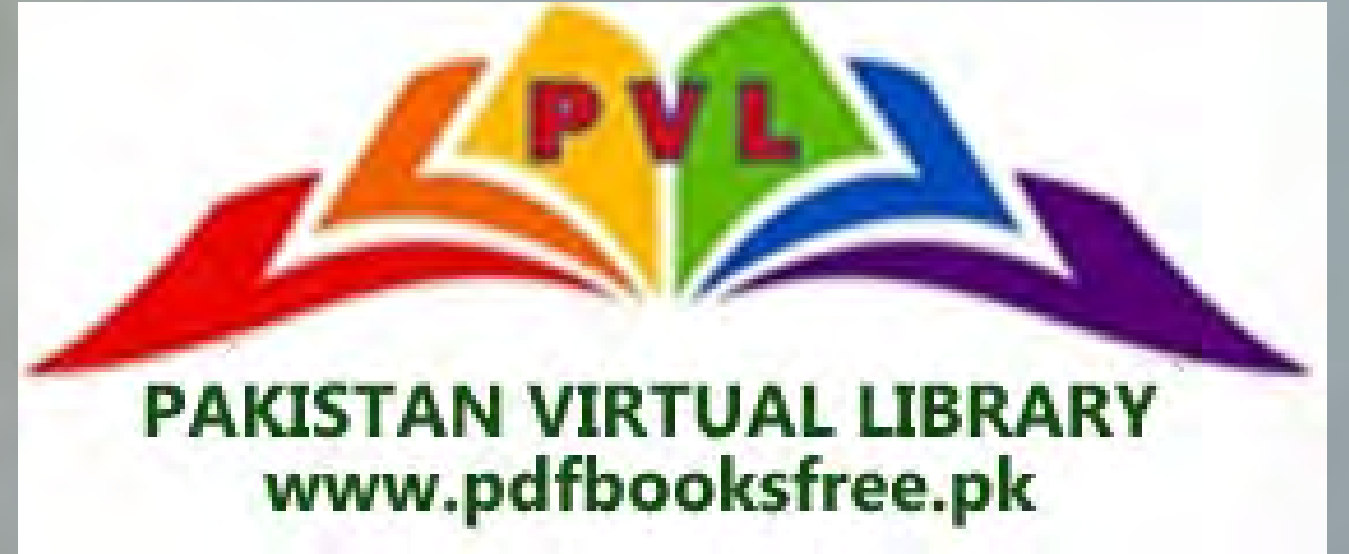
ترتیب :

شہزادی سلومی کی ناپاک سازش
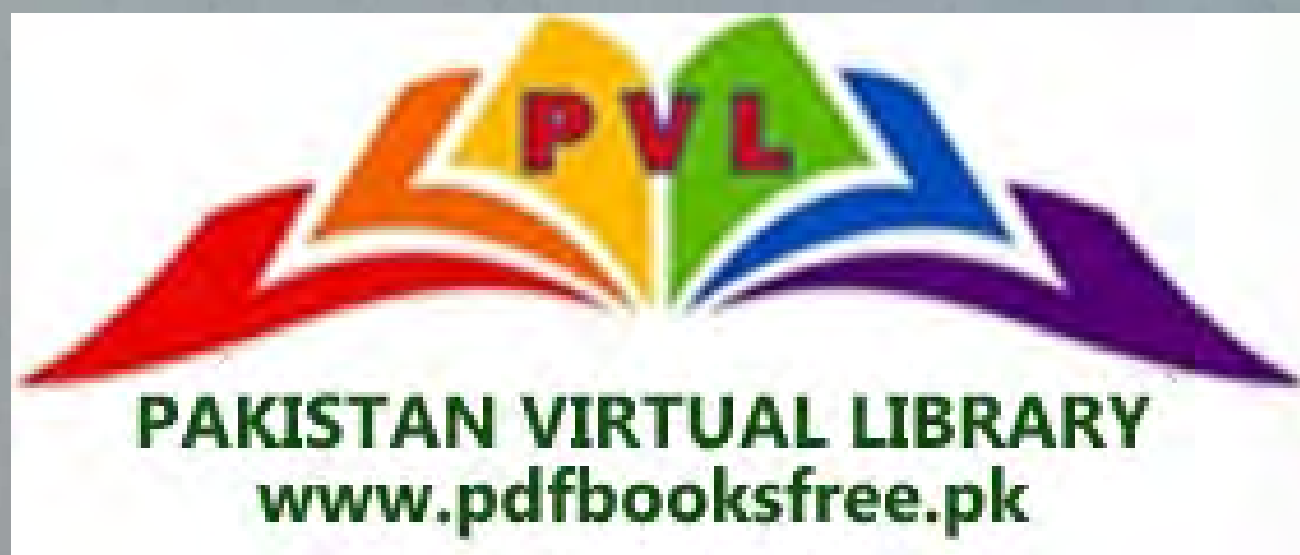
دریا پہ آ کر عنبر نے چاروں طرف دیکھا۔

اسے یوحنا کہیں دکھائی نہ دیا۔ آواز دریا کی طرف سے ہی آئی تھی۔ پھر اسے رات کے بڑھتے ہوئے اندھیرے میں دو آدمی اپنی طرف بڑھتے دکھائی دیئے۔ انھوں نے فلسطینی یہودیوں کے لباس پہن رکھے تھے۔ کالی لمبی عبائیں تھیں اور سر پہ رومال بندھے تھے۔ وہ بھی یوحنا کی آواز سن کر ان کا دیدار کرنے آئے تھے۔ عنبر نے بتایا کہ میں بھی اس کی تلاش میں ہوں۔ ایک آدمی نے گہرا سانس بھر کر کہا۔

"وہ بہت کم کسی کو نظر آتا ہے اس کی آواز کبھی دریا کی طرف سے سنائی دیتی ہے اور پھر اچانک

ڈور سے آتی سنائی دیتی ہے۔ کسی وقت وہ اچانک بستی میں نکل آتا ہے۔ لوگوں کو نیکی کی ہدایت کرتا ہے اور پھر غائب ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ کبھی کسی شخص کو نہیں دیکھا گیا۔ وہ ہمیشہ اکیلا ہوتا ہے۔"

عنبر نے پوچھا۔ "جوڈیا کا بادشاہ ہیرڈ اس کے خلاف ہے کیا؟"

دوسرا یہودی کہنے لگا: "ہاں — یوحنا بادشاہ ہیرڈ کے ظلم کے خلاف بولتا ہے اس لئے بادشاہ اسے پسند نہیں کرتا مگر اس کی بیٹی شہزادی سلومی نبی یوحنا کو پسند کرتی ہے۔"

عنبر نے کہا۔ "شاید اسی وجہ سے بادشاہ ہیرڈ نبی یوحنا پر ہاتھ نہیں اٹھاتا۔"

پہلا یہودی کہنے لگا۔ "ہاں — مگر آخر وہ کب تک دیکھے گا۔ نبی یوحنا اپنی تقریروں میں بادشاہ کے ظلم و ستم کے خلاف آگ اُگلتا ہے۔"

دوسرا یہودی بولا۔ "تم دیکھ لینا۔ ایک نہ ایک دن وہ یوحنا کو ضرور قتل کروا دے گا۔"

پہلے یہودی نے کہا: "یہ رومن بادشاہ بڑے ظالم ہیں۔"

اس کے بعد دونوں یہودی بستی کی طرف چلے گئے اور اندھیرے میں گم ہو گئے۔ عنبر دریا کے کنارے ٹہلنے اور سوچنے لگا۔ کہ اب اسے کیا کرنا چاہیئے اور وہ کہاں جائے؟ وہ ناگ ماریا اور کیٹی سے بہت آگے کے زمانے میں نکل آیا تھا۔ خدا جانے اب ان سے کب ملاقات ہوتی ہے۔

رات کا اندھیرا گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ دریا کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں کھجوروں کے جھنڈ دور تک چلے گئے تھے۔ عنبر ایک جھنڈ میں آکر بیٹھ گیا۔ دریا کا پاٹ زیادہ چوڑا نہیں تھا۔ ایک بڑی نہر کی طرح لگتا تھا مٹیالا پانی رات کی تاریکی میں خاموشی سے بہہ رہا تھا۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔

اچانک عنبر کو دریا کے کنارے پر کچھ فاصلے پر ایک جگہ روشنی نظر آئی۔ اس نے غور سے دیکھا ٹیلے کے دامن میں کسی نے آگ روشن کی تھی۔

عنبر نے سوچا کہ ہو سکتا ہے یہ آگ یوحنا نبی نے روشن کی ہو۔ وہ اس سے ضرور ملنا چاہتا تھا۔ وہ اٹھا اور آگ کی روشنی کی طرف چلنے لگا۔ اسے معلوم تھا کہ نبی یوحنا تنہائی میں رہنا زیادہ پسند کرتا ہے اس لئے وہ سامنے کی طرف

سے جانے کی بجائے ٹیلے کے پیچھے کی طرف نکل آیا ٹیلے پر
چڑھ کر اس نے نیچے دیکھا کہ وہی نیلی آنکھوں اور سنہرے
لمبے بالوں والا یوحنا بنی ہرن کی کھال پہنے اپنی لاٹھی ریت
میں گاڑھے آگ کے چھوٹے سے الاؤ کے آگے آلتی پالتی
مارے خاموش بیٹھا تھا۔

عین اس وقت دو گھوڑ سوار سیاہ لبادوں میں ملبوس
گھوڑے دوڑاتے صحرا کی طرف سے آئے اور ٹیلے سے کچھ
دور رک گئے۔ ایک گھوڑ سوار اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ اور
دوسرا بنی یوحنا کی طرف بڑھا۔ یوحنا اپنی جگہ پر اسی
طرح خاموش بیٹھا رہا۔ عنبر نے دیکھا کہ قریب آ کر اس اجنبی
گھوڑ سوار نے اپنے سر پر سے کالا کپڑا اتار دیا۔

عنبر نے دیکھا کہ آگ کے الاؤ کی روشنی میں یوحنا بنی
کے سامنے ایک انتہائی حسین و جمیل عورت کھڑی مسکرا رہی
تھی۔ اس کے بالوں کا رنگ سونے کی طرح تھا اور بلوریں
آنکھوں سے روشنی کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ اس کے
کانوں میں سرخ یاقوت تھے اور گلے میں بے حد قیمتی ہیروں
کی مالا تھی۔ یہ کوئی شہزادی معلوم ہو رہی تھی۔ کہیں یہ
شہزادی سلومی تو نہیں ہے؟ عنبر کو خیال آیا۔
اتنے میں یوحنا بنی کی باوقار آواز بلند ہوئی۔

"شہزادی سلومی! تم اپنے باپ بادشاہ ہیروڈ کو جا
کر سمجھاؤ کہ وہ لوگوں پر ظلم کرنے سے باز آ جائے
اور خدا کے آگے اپنے گناہوں کی معافی مانگے۔"

عنبر کا اندازہ صحیح نکلا۔ یہ شہزادی سلومی ہی تھی اور
رات کے اندھیرے میں ایک محافظ کے ساتھ محل سے
نکل کر بنی یوحنا سے ملنے آئی تھی۔ شہزادی سلومی کے
ہونٹوں پر عجیب سی پراسرار مسکراہٹ نمودار ہوئی
اس نے کہا۔

"یوحنا! میں تمہیں پسند کرتی ہوں۔ میرے شاہی محل
میں چلو۔ غسل کر کے نئے شاہی کپڑے پہنو۔ میں تم سے
شادی کرنا چاہتی ہوں۔"

بنی یوحنا یہ سن کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے لاٹھی اپنے
ہاتھ میں لے لی اور اسے بلند کرتے ہوئے بولا۔

"اے گناہگار عورت تو مجھے سیدھے راستے سے
نہیں بھٹکا سکتی۔ مجھے تمہارے سنہری بالوں میں سانپوں
کے گچھے الجھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ تیرا چہرہ ایک
زرد مردہ عورت کا چہرہ ہے جو کسی مقبرے کے
گنبد میں سے جھانک رہا ہو۔ تو جہاں سے آئی
ہے وہیں واپس چلی جا۔"

شہزادی سلومی نے کہا۔ "یوحنا! میری پیشکش کو تو نے ٹھکرا دیا تو اس کا انجام اچھا نہ ہوگا۔"

نبی یوحنا نے کہا۔ "میرا انجام کیا ہوگا؟ میں اس سے اچھی طرح واقف ہوں۔ لیکن میں تجھے تیرے انجام سے ڈراتا ہوں۔ واپس چلی جا اور اپنے باپ کو رعایا پر ظلم کرنے سے روک۔ اسے بتا کہ ظالم بادشاہوں کے سر ایک روز کاٹ کر شہر کے دروازوں میں لٹکا دیئے جاتے ہیں۔"

سلومی بولی: "لیکن میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ میں تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔"

یوحنا نے گرج دار آواز میں کہا۔

"خبردار! اس سے آگے ایک لفظ نہ تمہاری زبان سے نکلے۔ واپس چلی جا۔ نہیں تو میں تمہیں اسی جگہ آگ میں جلا کر بھسم کر دوں گا۔"

شہزادی سلومی کو بھی غصہ آگیا۔ اس نے پاؤں پٹخ کر کہا۔

"تم نے شہزادی سلومی کی پیشکش ٹھکرا کر اس کی توہین کی ہے۔ تمہیں اس توہین کی سزا ملے گی کہ تاریخ اسے یاد رکھے گی۔"

یہ کہہ کر سلومی غصے میں پھنکارتی ہوئی واپس اپنے

محافظ گھوڑا سوار کے پاس چلی گئی اور پھر وہ دونوں گھوڑوں پر سوار ہو کر صحرا کے اندھیرے میں گم ہو گئے۔

عنبر ٹیلے پر بیٹھا یہ سارا ڈرامہ دیکھ رہا تھا۔ شہزادی سلومی کے جانے کے بعد نبی یوحنا آگ کے الاؤ کے پاس کھڑا خاموش نگاہوں سے شعلوں کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے آسمان کی طرف چہرہ اٹھا کر کہا۔

"اے میرے رب! تو گواہ رہنا۔ میں تیرے سیدھے راستے سے نہیں بھٹکا۔ میں لوگوں تک تیرا پیغام پہنچانے آیا ہوں اور یہی میری زندگی کا مقصد ہے۔ دنیا کی دولت شاہی محل کے عیش و عشرت مجھے سیدھے راستے سے نہیں ہٹا سکتے۔"

عنبر کچھ بولنے ہی والا تھا کہ نبی یوحنا ایک طرف کو چل پڑا۔ عنبر جلدی سے ٹیلے سے اتر کر نیچے آیا۔ اس وقت تک یوحنا اندھیرے میں غائب ہو چکا تھا۔ عنبر نے صحرائی ٹیلوں میں اسے ہر جگہ تلاش کیا۔ مگر وہ اسے کہیں نہ ملا۔

عنبر واپس آکر ٹیلے کے دامن میں آگ کے بجھتے ہوئے الاؤ کے پاس بیٹھ کر سوچنے لگا کہ ان یہودیوں نے ٹھیک کہا تھا کہ شہزادی سلومی نبی یوحنا سے محبت کرتی

ہے اور اس سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ مگر یوحنا بنی نے سلومی کی پیش کش کو ٹھکرا دیا تھا اور وہ اسے انتقام کی دھمکی دے کر گئی تھی۔

وہ بنی یوحنا سے ضرور انتقام لے گی۔ عنبر نے فیصلہ کر لیا کہ وہ بنی یوحنا کو سلومی کے انتقام سے بچائے گا۔ عنبر صبح ہونے تک وہیں صحرا میں دریا کے کنارے گھومتا پھرتا رہا۔ جب سورج کی روشنی میں دریا کے پار جوڈیا کے شہر کے گنبد و مینار چمکنے لگے تو وہ دریا پار کر کے شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ عنبر کو معلوم نہ تھا کہ اسے کسی جرم میں موت کی سزا دی گئی تھی۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اسے کس جرم میں موت کی سزا دی گئی تھی۔

شہر کا دروازہ کھلا تھا۔ لوگ آجا رہے تھے۔ جونہی عنبر دروازے میں داخل ہوا اسے سپاہیوں نے پکڑ لیا۔

یہ تو وہی قبطی ہے جس کو بادشاہ کی طرف سے جاسوسی کے الزام میں موت کی سزا دی گئی تھی۔

"ارے! یہ بچ کیسے گیا؟"

"اسے پکڑ کر قتل کر دو۔ ابھی قتل کر دو"

قبطی قدیم زمانے میں مصر کے رہنے والوں کو کہا جاتا تھا۔ عنبر کو پکڑ کر شہر کے دروازے کی چھت پر لے جایا گیا

اور ایک سپاہی نے تلوار نکال کر اس کی گردن پر زور سے ہاتھ مارا۔ لیکن وہی ہوا جس کی عنبر کو توقع تھی۔ تلوار ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہو گئی۔ دوسرے سپاہی نے آگے بڑھ کر عنبر کی گردن کو دیکھا کہ اس نے کہیں گردن کے گرد لوہے کا پٹہ تو نہیں چڑھا رکھا۔ مگر اس کی گردن بالکل ننگی تھی۔ اب اس سپاہی نے دوبارہ وار کیا۔ اس بار بھی تلوار ٹوٹ گئی۔

اب تو سپاہی گھبرائے کہ یہ کیا ہے۔ عنبر نے کہا۔

"تم مجھے قتل نہیں کر سکو گے۔ ابھی دنیا میں وہ تلوار نہیں بنائی گئی جو میری گردن کاٹے۔"

سپاہی نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے عنبر کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کیا تم کوئی جادوگر ہو؟"

عنبر نے کہا" ہاں ۔۔ تم یہی سمجھ لو کہ میں جادوگر ہوں۔ قبطی ضرور ہوں مگر جاسوس نہیں ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد سارے شہر میں شور مچ گیا کہ ایک جس قبطی جاسوس کو بادشاہ کے حکم سے پھانسی کی سزا دی گئی تھی وہ بچ گیا ہے۔ اور اس کی گردن پر تلوار اثر نہیں کرتی وہ کوئی زبردست جادوگر ہے۔ جب یہ خبر شاہی محل میں پہنچی تو رومن بادشاہ ہیروڈ نے عنبر کو اپنے کمرے میں

طلب کیا عنبر کو زنجیروں میں جکڑ کر بادشاہ کے سامنے
پیش کیا گیا۔

بادشاہ نے سپاہیوں کو باہر بھیج دیا۔ اس وقت بادشاہ
کے پاس اس کی بیٹی شہزادی سلومی بھی موجود تھی۔ بادشاہ
نے کہا۔

"تم کون ہو؟"

عنبر نے کہا۔ "میرا نام عنبر ہے بادشاہ سلامت میں مصر
کا رہنے والا ہوں۔ مگر جاسوس نہیں ہوں۔ جڑی بوٹیوں
کی تلاش میں آپ کے شہر میں آیا تھا کہ سپاہیوں نے جاسوس
سمجھ کر پکڑ لیا۔"

بادشاہ نے کہا۔ "مگر تمہیں تو موت کی سزا دی گئی تھی
تم کیسے بچ گئے۔ کیا تم کوئی جادوگر ہو؟"

عنبر بولا۔ "آپ یہی سمجھ لیں حضور کہ میں جادوگر
ہوں اور مجھ پر کوئی تیر تلوار نیزہ اثر نہیں کرتا۔"

بادشاہ اور سلومی حیرت سے عنبر کو تکنے لگے۔ سلومی
نے پوچھا۔

"کیا تم اپنے جادو کا کوئی نمونہ دکھا سکتے ہو؟"

عنبر نے کہا: جی ہاں شہزادی صاحبہ۔ آپ میری طرف
دیکھتی رہیں۔"

اور عنبر نے بادشاہ ہیروڈ اور شہزادی سلومی کے
دیکھتے دیکھتے جسم کو ایک ہلکا سا جھٹکا دیا اور اس
کے جسم سے بندھی ہوئی ساری زنجیریں ٹوٹ کر
فرش پر گر پڑیں۔ بادشاہ اور سلومی دنگ رہ گئے۔
بادشاہ نے اپنے پلنگ کے پیچھے لٹکا ہوا تیر کمان اٹھایا
کمان پر تیر چڑھایا اور عنبر کے سینے کا نشانہ لے کر
چلا دیا۔ تیر سُن کی آواز کے ساتھ عنبر کے سینے پر آ
کر لگا اور ٹیڑھا ہو کر نیچے گر پڑا۔ بادشاہ نے دوسرا
اور پھر تیسرا تیر چلایا۔ وہ بھی عنبر کے پتھر ایسے جسم
سے ٹکرا ٹکرا کر دوہرے ہو کر نیچے گرتے چلے گئے۔

اب تو بادشاہ اور شہزادی سلومی کو کوئی شک نہ
رہا کہ یہ شخص کوئی بہت بڑا جادوگر ہے۔ بادشاہ
نے کہا۔

"ٹھیک ہے تم جادوگر ہو اور جادوگر اس ملک
میں بہت پھرتے ہیں۔ تم میرے ملک سے نکل
جاؤ اور پھر کبھی ادھر کا رخ نہ کرنا۔"

شہزادی سلومی نے کہا۔

"نہیں ابا جان ہم اس جادوگر نوجوان کو دیس
نکالا نہیں دیں گے۔ بس اسے اپنا غلام بنا کر اپنے

پاس رکھوں گی۔"

بادشاہ نے کہا۔ "مگر بیٹی ....."

سلومی نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔"

نہیں ابا جان! میں کچھ نہیں جانتی۔ یہ میری خواہش ہے کہ اس جادوگر کو اپنے محل کے غلاموں میں شامل کر لوں۔"

بادشاہ ہیرڈ نے سر ہلا کر کہا۔

"ٹھیک ہے بیٹی۔ جیسے تمہاری مرضی۔ مگر اس کو اتنی اجازت نہیں دی جائے گی کہ یہ اپنے جادو کے کرشمے دکھاتا پھرے۔ اور اس کی جادوگری کا راز بھی شاہی محل کے اندر ہی رہے گا۔ لے جاؤ اسے"

شہزادی سلومی نے عنبر کو اشارہ کیا۔ عنبر دروازے کی طرف بڑھا۔ شہزادی سلومی اس کے پیچھے پیچھے بڑی شان سے چلتی عنبر کو اپنے کمرہ خاص میں لے گئی۔ اس نے عنبر کو پینے کے لئے شربت دیا اور کہا۔

تم میرے محل کی چھت والے کمرے میں رہو گے۔ دن وہیں بسر کرو۔ جب رات ہو گی تو میں تمہارے پاس آؤں گی۔ تمہیں میرا ایک خاص کام کرنا ہو گا۔

عنبر نے ادب سے کہا۔ "جو حکم شہزادی صاحبہ!"

اور محل کی چھت پر اپنی کوٹھڑی میں آ گیا۔ یہ کوٹھڑی محل کی دیوار کے اوپر بارہ دری کی شکل میں بنی ہوئی تھی۔ عنبر جانتا تھا کہ شہزادی سلومی اس سے کیا کام لینا چاہتی ہے۔ جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو شہزادی سلومی اس کی کوٹھڑی میں آ گئی۔ عنبر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ سلومی نے اسے کہا۔

"میں جانتی ہوں تم ایک جادوگر ہو اور ایسے جادوگر کہ جس پر موت اپنا سایہ نہیں ڈال سکتی۔ اگر تم میرا ایک کام کر دو تو میں تمہارے ساتھ شادی کر لوں گی اور پھر ہم بادشاہ ہیروڈ کی جگہ اس ملک کے شاہی تخت پر بادشاہ اور ملکہ بن کر حکومت کریں گے۔"

یہ ایک بہت بڑا لالچ تھا جو شہزادی سلومی کسی کو دے سکتی تھی۔

عنبر نے کہا۔ "شہزادی صاحبہ! آپ مجھے کام بتائیں کہ کیا ہے۔ میں آپ کا ہر حکم پورا کروں گا۔"

شہزادی سلومی نے مکاری سے مسکراتے ہوئے کہا۔

اگر تم میرا یہ کام کرنے میں کامیاب ہو گئے تو میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ تم سے شادی کر لوں گی۔ اور تم اس ملک کے بادشاہ بن جاؤ گے۔"

عنبر نے دوبارہ کہا۔ "شہزادی سلومی! مجھے کیا کام کرنا ہوگا؟"

اب شہزادی سلومی نے عنبر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ دیوار گیر میں جلتی شمع کی روشنی میں سلومی کی خوبصورت آنکھیں مکار بلّی کی طرح چمک رہی تھیں۔

اس نے کہا۔ "سنو غور سے سنو! ہمارے شہر میں جوڈیا میں ایک شخص پھرتا ہے جو اپنے آپ کو نبی کہتا ہے اس کا نام یوحنا ہے۔"

عنبر سمجھ گیا کہ شہزادی آگے کیا کہنا چاہتی ہے۔ مگر اس نے کوئی بے تابی نہ دکھائی اور خاموش کھڑا رہا۔ شہزادی سلومی نے کہا۔

"مجھے اس نبی یوحنا کا سر چاہیئے۔"

عنبر چونک پڑا۔ اسے یہ امید نہیں تھی کہ شہزادی سلومی اس نیک انسان کا سر طلب کرے گی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ یہ کہے گی کہ کسی طرح اس کے پاس جاؤں اور اسے اپنے جادو کے ذریعے شاہی محل میں آنے پر راضی کرو تاکہ ——— وہ اس کی مدد سے شاہی تخت پر قبضہ حاصل کر سکے۔ کیونکہ عنبر کو سلومی نے جو شادی کی پیشکش کی تھی وہ جانتا تھا کہ یہ اس کی چال ہے اور وہ نبی یوحنا سے

محبت کرتی ہے اور اسے حاصل کرنے کے بعد عنبر کو محل سے نکال دے گی۔ مگر وہ تو نبی یوحنا کا سر مانگ رہی تھی۔ شہزادی سلومی نے عنبر کو خاموش دیکھ کر کہا۔

"کیا تم نبی یوحنّا کا سر کاٹ کر لانے پر تیار نہیں ہو؟ کیا تم نہیں چاہتے کہ مجھ سے شادی کر کے اس ملک کے تخت پر بادشاہ بن کر میرے ساتھ بیٹھو؟"

عنبر نے کہا۔ "کیوں نہیں شہزادی صاحبہ! میں ضرور چاہتا ہوں۔ ضرور چاہتا ہوں۔"

سلومی بولی۔ "تو پھر ابھی جاؤ۔ وہ صحراؤں میں کسی جگہ بھٹکتا پھر رہا ہوگا۔ مجھے اس کی گردن کاٹ کر لا دو۔ میں اس کا سر دیکھنا چاہتی ہوں۔ تمہیں یہ کام اس لئے دیا گیا ہے کہ تم ایک زبردست جادوگر ہو۔ موت کا ہاتھ تمہارے تک نہیں پہنچ سکتا۔ اگر نبی یوحنّا نے کوئی کرامت دکھائی اور تم پر اپنا جادو کیا تو تم پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔"

شہزادی سلومی نے اپنی سیاہ عبا کے اندر سے ایک چمکتا ہوا خنجر نکال کر عنبر کو دیا اور کہا۔

"یہ لو خنجر اور ابھی صحرا میں جا کر یوحنّا کی گردن کاٹ کر میرے سامنے پیش کرو۔"

عنبر نے خنجر پکڑ لیا اور کہا۔ "جو حکم شہزادی صاحبہ"
شہزادی نے مسکرا کر عنبر کی طرف دیکھا اور اس کی کوٹھڑی
سے باہر نکل گئی۔ عنبر جان گیا تھا کہ نبی یوحنا نے شہزادی
سلومی کے ساتھ شادی کرنے سے جو انکار کیا تھا۔ وہ اس
کا بدلہ لینا چاہتی ہے۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اگر وہ یوحنا
کا سر کاٹ کر نہ لایا (جیسا کہ وہ نہیں لا سکتا تھا) تو سلومی
کسی دوسرے غلام کے ذریعے کوئی سازش کر کے اس کا سر
حاصل کرے گی۔ یوحنا بھولا بھالا انسان ہے۔ ہو سکتا ہے وہ
سلومی کی سازش کا شکار ہو جائے۔ عنبر نے فیصلہ کیا کہ وہ
جس طرح بھی ہو گا یوحنا کو جا کر شہزادی سلومی کے ناپاک
ارادے سے آگاہ کرے گا۔ اور اسے شہر سے دور چلے
جانے کو کہے گا۔

یہ سوچ کر عنبر سلومی کے محل سے گھوڑے پر بیٹھ کر نکلا
اور رات کے اندھیرے میں صحرا کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ
ساری رات نبی یوحنا کو تلاش کرتا رہا۔ مگر وہ اسے کہیں
نہ ملا۔ جب سورج نکلا تو عنبر دریا کے کنارے گھوڑے پر
سوار مشرق کی خشک پہاڑیوں کی طرف جا رہا تھا۔ اس کی
نگاہ یوحنا پر پڑی۔ وہ دریا کنارے کھڑا ابھرتے ہوئے
سورج کی طرف دیکھ رہا تھا۔

عنبر گھوڑا دوڑاتا اس کے پاس پہنچا۔ گھوڑے سے اتر
کر قریب آیا۔ اسے ادب سے سلام کیا۔ یوحنا نبی نے عنبر کی طرف
دیکھے بغیر کہا:
"میں جانتا ہوں شہزادی سلومی نے تمہیں میرا سر کاٹ کر
لانے کے لئے بھیجا ہے۔"
عنبر اپنی جگہ پر لرز گیا۔ اس نے کہا۔
"مگر اے خدا کے نیک بندے میں آپ کا سر کاٹنے نہیں
آیا ہوں کہ شہزادی سلومی آپ کی جان کی دشمن بن
گئی ہے وہ آپ کا کٹا ہوا سر دیکھنا چاہتی ہے اس
لئے آپ اس ملک کو چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں۔"
یوحنا نے بارعب آواز میں کہا۔
"ہمیں خدا کی طرف سے حکم ملا ہے کہ اسی بستی میں رہ کر
لوگوں کو برے کاموں سے بچنے کی ہدایت کریں۔ ہم یہ بستی نہیں
چھوڑیں گے۔"
عنبر نے کہا۔ "مگر شہزادی سلومی آپ کی دشمن بن چکی ہے
وہ آپ سے کوئی انتقام لینا چاہتی ہے۔"
یوحنا نے کہا۔ "ہم جانتے ہیں وہ ہم سے کس بات کا
انتقام لے رہی ہے اور تم بھی جانتے ہو۔ کیونکہ جس رات
شہزادی سلومی نے ہمیں شادی کے لئے کہا تھا۔ اس رات

تم بھی ٹیلے کے اوپر چھپے ہوئے تھے۔"

عنبر یوحنّا کا منہ دیکھتا رہ گیا۔ یہ شخص واقعی خدا کا نیک بندہ تھا اور اسے سب حال معلوم تھا۔ عنبر نے کہا۔

"حضور میں آپ کو شہزادی سلومی کے انتقام سے بچانا چاہتا ہوں۔ آپ کی زندگی لوگوں کے لئے بہت ضروری ہے۔"

یوحنّا نے کہا۔ "ہماری زندگی خدا کے ہاتھ میں ہے شہزادی سلومی کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ لیکن ہم شہزادی سلومی کی خواہش بھی پوری کریں گے۔"

عنبر کانپ اٹھا۔ "حضور! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

یوحنا بولا۔ "میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ میرے پیچھے پیچھے آؤ۔"

یوحنا ایک طرف چلنے لگا۔ چند قدموں کے فاصلے پر ایک جھونپڑا پڑا تھا۔ جھونپڑے کا دروازہ کھلا تھا یوحنّا نے عنبر کی طرف پلٹ کر دیکھا اور کہا۔

"عنبر! میں اس جھونپڑی میں داخل ہو رہا ہوں تم تھوڑی دیر بعد جھونپڑی میں آجانا اور میرا کٹا ہوا سر اٹھا کر شہزادی سلومی کے پاس لے جانا۔"

عنبر چیخ پڑا۔ "نہیں نہیں یوحنا! تم خدا کے برگزیدہ بندے ہو۔ میں ایسا نہیں کروں گا۔"

یوحنا گہری نظروں سے عنبر کو دیکھا اور جلال بھری آواز میں کہا۔

"تم خدا کے منشاء کو نہیں ٹال سکتے۔ خبردار جو تم نے خداوند تعالے کے کام میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی جیسا میں نے تمہیں کہا ہے ویسا ہی کرنا۔"

اور یوحنّا جھونپڑی میں چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد جھونپڑی سے آواز آئی۔

"اندر آجاؤ عنبر اور جیسا میں نے کہا ہے ویسا کرو۔"

عنبر جھونپڑی میں آیا تو دیکھا کہ وہاں دیا جل رہا۔ اور اس کی روشنی میں یوحنّا کا ایک طرف دھڑ اور ایک طرف کٹا ہوا سر پڑا تھا۔ سر کی آنکھیں بند تھیں۔ عنبر کے کانوں میں ایک بار پھر یوحنا کی آواز آئی۔

"میرا سر اٹھا کر تھیلے میں ڈالو اور اسے شہزادی سلومی کے پاس لے جاؤ۔"

پھر کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ عنبر کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ مگر یوحنا کی ہدایت کو بجا لانا بھی ضروری تھا۔ اس کا حکم تھا کہ جیسا میں کہوں

ویسے ہی کرو۔ عنبر نے یوحنا کا کٹا ہوا سر اٹھایا۔ جھونپڑی سے باہر نکل کر اسے تھیلے میں ڈالا اور گھوڑے پہ سوار ہو کر واپس محل کی طرف چل پڑا۔

جب وہ شہزادی سلومی کے شاہی محل میں آیا تو اسے پتہ چلا کہ شہزادی اپنے کمرے میں ہے۔ عنبر اس کے کمرے کی طرف آیا۔ اس کے ہاتھ میں تھیلا تھا جس میں یوحنا کا کٹا ہوا سر پڑا تھا۔ شہزادی نے عنبر کو آتے دیکھا تو سمجھ گئی کہ وہ تھیلے میں یوحنا کا کٹا ہوا سر ڈال کر لے آیا ہے۔ اس کا چہرہ خوشی سے مسکرانے لگا۔ اس کے پاس بادشاہ ہیروڈ بھی موجود تھا۔ شہزادی سلومی نے عنبر سے پوچھا۔

"کیا تم نے وہ کام کیا جو میں نے تمہارے ذمے ڈالا تھا؟"

عنبر نے تھیلا اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ہاں شہزادی سلومی۔ آپ کی امانت اس تھیلے میں پڑی ہے۔"

بادشاہ ہیروڈ نے سلومی سے پوچھا۔

"اس میں کیا ہے سلومی؟"

شہزادی سلومی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بادشاہ سلامت! اس میں آپ کے دشمن کا کٹا ہوا سر ہے جو آپ کی رعایا کو آپ کے خلاف بھڑکاتا پھرتا تھا۔"

"کیا مطلب؟" بادشاہ نے پوچھا۔

شہزادی سلومی نے کہا۔ "اس تھیلے میں یوحنا کا کٹا ہوا سر ہے جو آپ کے خلاف ملک میں تقریریں کرتا پھرتا تھا کیا آپ اپنے دشمن کے سر کو دیکھ کر خوش نہیں ہوں گے؟"

بادشاہ ہیروڈ نے کہا۔ "اوہ سلومی! تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ اس کے خلاف تو میں نے کبھی کوئی حکم نہیں دیا تھا۔ وہ تو بے ضرر آدمی تھا۔"

شہزادی سلومی بولی۔ "وہ بڑا خطرناک انسان تھا۔ ابا حضور! میں نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کا کام تمام کر دیا ہے۔"

پھر وہ عنبر کی طرف دیکھ کر بولی۔

"عنبر! نبی یوحنا کا کٹا ہوا سر تھیلے سے نکال کر طشت میں رکھ دو۔"

عنبر نے تھیلے میں ہاتھ ڈالا اور کٹا ہوا سر نکال کر چاندی کے طشت پہ رکھ دیا۔ طشت پر رکھے سر کو دیکھ کر شہزادی

سلومی اور بادشاہ ہیروڈ کی چیخیں نکل گئیں۔ عنبر ڈر کر پیچھے ہٹا کہ انہیں کیا ہو گیا۔ اب جو اس نے طشت میں دیکھا تو وہاں بنی یوحنّا کی بجائے شہزادی سلومی کی ماں ملکہ جوڈیا کا کٹا ہوا سر پڑا تھا۔ بادشاہ نے شور مچا دیا۔

"اس کو گرفتار کر لیا جائے۔ یہ ہماری ملکہ کا سر کاٹ کر لے آیا ہے۔"

شہزادی سلومی اپنی والدہ کا کٹا ہوا سر دیکھ کر بیہوش ہو گئی۔ اسی وقت چھ سات حبشی غلام تلواریں لہراتے اندر داخل ہوئے اور انہوں نے عنبر کو جکڑ لیا۔ بادشاہ کا غم کے مارے برا حال ہو رہا تھا۔ اس وقت دو کنیزیں جن کے رنگ اڑے ہوتے تھے گھبرائی ہوئی اندر داخل ہوئیں اور کہا کہ ملکہ کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔ اور اس کا سر غائب ہے۔ بادشاہ نے سر پہ ہاتھ مار کر کہا۔

"میری قسمت پھوٹ گئی۔ یہ جادوگر ہماری بدقسمتی بن کر یہاں آیا اور اس نے ہماری ملکہ کو قتل کر دیا۔"

عنبر نے کہا۔ "بادشاہ سلامت! میں نے ملکہ کو قتل نہیں کیا۔"

"لے جاؤ اسے اور کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دو۔"

بادشاہ نے چیخ کر کہا۔ حبشی عنبر کو لے کر باہر چلے گئے

عنبر پریشان تھا کہ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا۔ وہ تو یوحنّا کا سر لے کر آیا تھا۔ اس کی جگہ ملکہ جوڈیا کا سر کہاں سے آگیا؟ یہ بنی یوحنّا کی کرامت تھی یا قدرت نے شہزادی سلومی سے اس کے برے ارادوں کا انتقام لیا تھا۔

عنبر کو حبشی کھینچتے ہوتے شاہی محل کے اس حصے میں لے گئے۔ جہاں ایک بہت بڑے آگ کے الاؤ پہ کڑاہا رکھا تھا۔ جس میں تیل کھول رہا تھا۔ انہوں نے عنبر کو اٹھا کر کڑاؤ میں پھینکنا چاہا مگر وہ عنبر کو زمین سے نہ اٹھا سکے عنبر کا وزن ایک بہت بڑے پہاڑ سے بھی زیادہ ہو گیا تھا۔ جو کوئی اسے اٹھانے کی کوشش کرتا خود نیچے گر پڑتا حبشی تلواریں لے کر عنبر پر ٹوٹ پڑے۔ عنبر کے جسم سے تلواریں ٹکرا رہی تھیں اور ٹوٹ ٹوٹ کر نیچے گر رہی تھیں عنبر نے کہا۔ "اب میں وار کرنے لگا ہوں۔"

عنبر نے دو حبشیوں کو اٹھایا اور کھولتے ہوئے کڑاؤ میں پھینک دیا۔ چیخ کی آواز کے ساتھ دونوں حبشی کھولتے ہوئے تیل میں تل کر پکوڑے بن گئے۔ دوسرے حبشی ڈر کر بھاگ کھڑے ہوتے۔ عنبر شاہی محل کی ڈیوڑھی کے باہر آیا۔ وہاں ایک گھوڑا کھڑا تھا۔ وہ اس پہ چھلانگ لگا کر بیٹھا اور اسے دوڑاتے ہوئے محل سے باہر نکل کر

صحرا کی طرف روانہ ہوگیا۔

دریا پار کر کے وہ اس جگہ پہنچا جہاں یوحنّا کا جھونپڑا تھا۔ اس نے دیکھا کہ جھونپڑا کھلا تھا اور یوحنّا نبی اس کے اندر بیٹھا آنکھیں بند کیے خدا کی عبادت کر رہا تھا اس کا سر اس کی گردن پر ٹکا ہوا تھا۔ وہ بالکل زندہ حالت میں تھا۔ عنبر جھونپڑے کے باہر خاموشی سے بیٹھ گیا۔ یوحنّا نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی نیلی آنکھیں ستاروں کی طرح چمک رہی تھیں یوحنّا نے کہا۔

عنبر! تم نے اپنا فرض پورا کر دیا اور شہزادی سلومی کو اس کے بڑے ارادے کی سزا مل گئی۔ اب تم اس ملک کو چھوڑ کر آگے روم کی طرف نکل جاؤ۔ تمہارے واپسی کے سفر کی اگلی منزل روم ہے جہاں عجیب واقعات تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔

عنبر نے کہا۔ "اے عظیم انسان! کیا وہاں میری ملاقات ناگ ماریا سے ہو سکے گی؟"

یوحنّا نے آہستہ سے کہا۔ "یہ قدرت کا راز ہے جس کو میں ظاہر نہیں کر سکتا۔ تم روم چلے جاؤ۔
وہاں جا کر کیا ہوگا؟ یہ تمہیں خود بخود معلوم ہو جائیگا"

عنبر نے کہا۔ "آپ کو اکیلا چھوڑ کر جانے کو دل نہیں چاہتا۔"

یوحنّا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تم نے دیکھ لیا ہے کہ خداوند تعالٰی میری حفاظت کرتا ہے تم میری فکر نہ کرو اور تمہارے ذمے جو فرض ہے۔ اسے ادا کرو اور اپنا واپسی کا سفر جاری رکھو۔"

عنبر نے یوحنّا نبی کو آخری سلام کیا۔ گھوڑے پر سوار ہوا اور دریائے اردن کے کنارے اسے سرپٹ دوڑانے لگا۔ وہ دریا کے ساتھ ساتھ سمندر کی طرف جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ جہاں سے کسی بادبانی جہاز میں سوار ہو کر وہ ملک روم کی کسی بندرگاہ تک جانا چاہتا تھا۔ ملک روم پر ان دنوں جولیس سیزر کی حکومت تھی اور ساری دنیا میں اس کی بادشاہت کا ڈنکا بجتا تھا۔

○

انسانی سر والا چمگادڑ

ناگ اور کیٹی ابھی تک شہنشاہ سائرس کے ملک فارس میں ہیں۔

وہ سائرس کے آتش کدے (مندر) میں کسی ایسی ترکیب پر غور کر رہے ہیں کہ جس سے ماریا جو کہ آگ کی دیوی کے روپ میں مندر کے استھان پر بے حس و حرکت بیٹھی ہے پھر سے انسانی روپ میں زندہ ہو کر واپس آ جائے۔ لیکن ابھی تک انہیں کوئی ایسی ترکیب نہیں سوجھ رہی۔

جب تک ہم عنبر کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔

عنبر گھوڑے پر سوار منزلوں پر منزلیں طے کرتا میدانوں صحراؤں اور جنگلوں میں سے گذرتا آخر سمندر کے کنارے ایک شہر میں پہنچ گیا۔ یہاں سے بادبانی سمندری جہاز انتاخ کی رومن بندرگاہ تک جاتے تھے۔ انتاخ سے دو دن کا سفر

شہر روم تک تھا۔ جہاں شہنشاہ جولیس سیزر ایک عالیشان محل میں رہتا تھا۔

سمندر کنارے کا یہ شہر ایک چھوٹا سا شہر تھا۔ ہفتے میں ایک دن یہاں سے ایک بادبانی سمندری جہاز ملک روم کی بندرگاہ انتاخ کی طرف روانہ ہوتا تھا۔ عنبر نے چل پھر کر دیکھا کہ بندرگاہ کے پاس ایک سرائے تھی۔ مگر وہاں اسقدر مسافر تھے کہ کوئی کوٹھڑی خالی نہ تھی۔ عنبر نے شہر سے باہر ایک جگہ درختوں میں جھونپڑا بنا لیا اور رہنے لگا اس کے پاس شہزادی سلومی کے دیئے ہوئے دو سرخ یاقوت تھے جو اس نے وہاں جوہریوں کے پاس فروخت کر کے رومن ملک کے سکے لے لئے۔ چھ روز گذر گئے تو جہاز تیاری کرنے لگا۔

سب مسافر اس میں سوار ہو گئے۔ عنبر بھی سوار ہو گیا۔ یہ چھوٹا سا بادبانی جہاز تھا جیسا کہ اس زمانے میں چلا کرتے تھے۔ ساٹھ ستر کے قریب اس میں مسافر سوار تھے اور باقی جہاز کی نچلی منزل میں زیتون کا تیل، گرم مصالحے اور لہسن پیاز وغیرہ بھرا ہوا تھا۔ اس روز ہوا بھی خوب تیز چل رہی تھی۔ جہاز نے بادبان کھول دیئے اور وہ سمندر میں روانہ ہو گیا۔

عنبر جہاز کے سامنے کے رخ جہاں ایک تکون سی بنی ہوئی

تھی آ کر بیٹھ گیا۔ یہاں قریب ہی دوسرے مسافر بھی بستر
لگائے بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ جہاز کے سامنے
کے رخ پر لکڑی کا ایک بہت بھاری ستون لگا تھا جس
پر ایک کٹے ہوئے سنہری بالوں والی رومن دیوی ڈیلفی کا
بت بنا ہوا تھا۔ ایک جہازی نے عنبر کو بتایا کہ یہ روم کی مشہور
دیوی ڈیلفی کا بت ہے اور خیر و برکت کے لئے جہاز پر لگا دیا
جاتا ہے تاکہ سفر میں کوئی تکلیف نہ ہو۔ جہاز چلا جا رہا
اور سمندر کی لہریں اس بت کے پاؤں کو چھو کر گزر رہی
تھیں۔

روم کی بندرگاہ انتاخ تک کا یہ سمندری سفر ایک ماہ
کا تھا۔ بیس روز سمندر میں ہی گزر گئے۔ کوئی حادثہ پیش
نہ آیا۔ جہاز بڑے آرام سے سفر کرتا رہا۔ اکیسویں روز آدھی
رات کو جب آسمان پر ستارے نکلے ہوئے تھے اور سمندر
کی نیلی لہریں اوپر اٹھ رہی تھیں۔ عنبر نے دیکھا کہ جہاز کے
سبھی مسافر سو رہے ہیں۔ جہاز کا ایک ملاح جو پہرے دار تھا
وہ بھی جہاز کی سیڑھیوں والے جنگلے کے ساتھ ٹیک لگائے
اونگھ رہا تھا۔ کیونکہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔
عنبر جاگ رہا تھا۔ جہاز کے بادبان ہواؤں سے پھولے
ہوئے تھے اور جہاز ایک نئی تلی رفتار کے ساتھ سمندر

کی لہروں کو چیرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ رات بڑی خاموش
تھی۔ صرف سمندر کی لہروں کے جہاز کے ساتھ ٹکرانے کی
ہلکی ہلکی آواز آ رہی تھی۔ جہاز کے بڑے مستول کے اوپر ایک
آدمی ایک ڈھول میں بیٹھا دور سمندر میں دیکھ رہا تھا۔ اس کے پاس
ایک بگل تھا جو خطرے کے وقت بجایا جاتا تھا۔

اچانک اس آدمی کی سمندر میں ایک ابھری ہوئی چٹان
پر نظر پڑی۔ اس نے بگل بجا کر شور مچا دیا۔
"خطرہ۔ خطرہ۔ چٹان۔ سمندری چٹان"

جہازی اور کپتان فوراً باہر آئے کپتان نے کالی سیاہ
نوکیلی چٹان کو سمندر میں سے ابھرے ہوئے دیکھا تو دہشت
کے مارے اس کے ہاتھ پیر پھول گئے۔ جہاز کا رخ چٹان
کی طرف تھا۔ اس نے جہاز کا رخ موڑنے کا حکم دیا۔ مگر
اب دیر ہو چکی تھی۔ اتنا بڑا جہاز آسانی سے نہیں موڑا جا
سکتا تھا۔ لوگوں میں افراتفری مچ گئی۔ جہاز دیکھتے دیکھتے ایک
زبردست آواز کے ساتھ چٹان سے جا ٹکرایا۔ چٹان نے جہاز
کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ جہاز کے مستول اور لکڑی کے کھمبے
گر کر ٹوٹ پھوٹ گئے۔ لوگوں میں چیخ و پکار مچ گئی لوگوں
نے سمندر میں چھلانگیں لگا دیں اور جہاز کے دونوں ٹوٹے
ہوئے حصے سمندر کی دیو ہیکل لہروں میں غرق ہو گئے۔ اب

لوگ غرق ہونے لگے۔

جہاز کے ڈوبنے سے آس پاس اونچی اونچی لہریں بلند ہونے لگیں۔ اور لوگ چیخ و پکار مچاتے ایک دوسرے کو آوازیں دیتے سمندر میں ڈوبتے چلے گئے عنبر نے کئی مسافروں کو بچانے کی کوشش کی مگر وہاں کوئی کشتی یا تختہ تک نہیں بچا تھا کہ جس پہ وہ ان مسافروں کو سوار کرا دیتا۔ سارے کے سارے مسافر کپتان اور جہاز کے ملازموں سمیت غرق ہو گئے۔

عنبر اکیلا سمندری لہروں پہ تیرتا ہُوا رہ گیا۔ بڑی لہریں عنبر کوٹ کر ایک طرف بہنے لگیں۔ عنبر نے محسوس کیا کہ کوئی شے اس کی ٹانگوں سے ٹکرا کر اوپر آ رہی ہے۔ وہ تیرتا ہُوا پرے ہٹ گیا اس نے اندھیرے میں ایک گردن تک کٹے ہوئے سر کو سمندر کی لہروں پہ ابھرتے دیکھا۔ اس نے غور کیا تو دیکھا کہ وہ ڈیلفی دیوی کے اس بت کا کٹا ہوا لکڑی کا سر تھا جو جہاز کے ایک ستون پہ لگا ہُوا تھا۔

ڈیلفی کا کٹا ہُوا سر عنبر کے ساتھ ساتھ سمندر پہ تیرنے لگا۔ عنبر نے اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اپنے قریب کر لیا۔ دیوی ڈیلفی کے اس کٹے ہوئے ریشمی بالوں والے

سر کے گالوں پہ سرخ رنگ کیا ہُوا تھا اور آنکھیں سیاہ بنائی ہوئی تھیں۔ ہونٹوں پہ بھی لال روغن پھیرا ہُوا تھا ساری رات عنبر ڈیلفی کے سر کو ساتھ لئے سمندر میں تیرتا چلا گیا۔ دن کی روشنی سمندر پہ پھیلی تو عنبر نے دور ایک جانب سمندر میں دو چٹانیں آمنے سامنے ابھری ہوئی دیکھیں ان چٹانوں کے پیچھے ایک جزیرے کی زمین نظر آ رہی تھی جہاں کہیں کہیں چھتری دار درخت اور نوکیلی چٹانیں ابھری ہوئی تھیں۔

عنبر نے خدا کا شکر ادا کیا کہ خشکی نظر آئی تھی۔

اس نے تیزی سے کنارے کی طرف تیرنا شروع کر دیا۔ سمندر سے ابھری ہوئی چٹانوں کے قریب سے گذرتے ہوئے عنبر نے باریک سیٹی کی آواز سنی وہ کنارے کی طرف بڑھتا چلا گیا اس قسم کی سیٹی کی آواز کبھی کبھی کوئی بڑی سمندری مچھلی اپنا منہ پانی سے باہر نکال کر نکالا کرتی ہے۔ عنبر تیرتا ہُوا جزیرے کے کنارے خشکی پہ چڑھ آیا۔ دیوی ڈیلفی کے بت کا کٹا ہُوا سر اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے جزیرے پہ ایک نظر ڈالی ـــــــ یہ ایک ویران ویران سا جزیرہ تھا۔ کہیں درختوں کے جھنڈ تھے اور کہیں خشک بنجر چٹانیں کھڑی تھیں۔ ریت بالکل صاف شفاف اور ہوا رُکی

اس پر کسی جانور یا انسان کے پاؤں کے نشان نہیں تھے جس کا
صاف مطلب یہی تھا کہ اس جزیرے پر نہ تو کوئی انسان آباد
ہے اور نہ کوئی جانور ہی اس جگہ پر رہتا ہے۔عنبر درختوں
کے ایک جھنڈ کی طرف ریت پر چل پڑا۔

یہ جھنڈ کوئی ایک فرلانگ کے فاصلے پر ایک بھوری بہت
بڑی چٹان کے پیچھے نظر آ رہا تھا۔عنبر آہستہ آہستہ چل کر
درختوں کے اس جھنڈ میں آ گیا۔یہاں چٹان کے پاس درختوں
کی چھاؤں میں ایک جگہ چھوٹی سی سرنگ کی شکل کا ایک کھوہ
بنا ہوا تھا۔جس کا منہ جنگلی جھاڑیوں سے ڈھکا ہوا تھا۔عنبر
نے ڈیلفی کا لکڑی کا سر ایک جگہ پتھروں میں رکھ دیا اور خود
درختوں کی چھاؤں میں لیٹ گیا۔درختوں کی شاخوں سے چھن کی
ہلکی ہلکی دھوپ عنبر پر پڑ رہی تھی۔سمندر کی طرف سے ٹھنڈی
ہوا آ رہی تھی۔

عنبر کو نیند کی ضرورت نہیں تھی مگر اس کا دل چاہ رہا
تھا کہ تھوڑی دیر کے لئے سو جائے چنانچہ اس نے آنکھیں
بند کر لیں اور سو گیا۔وہ سارا دن سوتا رہا۔جب آنکھ کھلی
تو سورج غروب ہو چکا تھا۔سمندر پر اندھیرے کی سیاہ
چادر گہری ہوتی جا رہی تھی۔سمندر کی لہروں کا شور مدہم
پڑ گیا تھا۔سارے جزیرے پر ایک خاموشی کا طلسم طاری

ہوتا لگ رہا تھا۔عنبر نے دیکھا کہ آسمان پر گہرے کالے
بادل چھائے ہوئے تھے اور بجلی تھوڑی تھوڑی دیر
بعد چمک جاتی تھی۔دور بادلوں میں گرج بھی سنائی دے
رہی تھی۔

پھر بارش شروع ہو گئی۔بارش بھی ایسی کہ ایک دم
سے جیسے چھت پھاڑ کر شروع ہو گئی تھی۔بڑی موسلا دھار
بارش تھی اور درختوں کی شاخوں پر سے پانی پرنالوں کی
طرح بہنے لگا تھا۔عنبر نے سوچا کہ فضول کپڑے بھگونے
سے کیا فائدہ کیوں نہ چٹان کے پاس جو کھوہ ہے اس میں
بیٹھ کر بارش سے پناہ لی جائے۔وہ جنگلی جھاڑیوں کو
پرے ہٹا کر کھوہ میں گھس گیا۔اس نے دیکھا کہ کھوہ ایک
چھوٹی سرنگ کی طرح تھی اور چٹان کے نیچے چلی جا رہی
تھی۔سرنگ کی چھت بہت نیچی تھی عنبر جھک کر آگے
چلنے لگا کہ ذرا دیکھیں تو سہی کہ آگے کیا ہے۔چلتے چلتے
آگے جا کر سرنگ کی چھت اونچی ہو گئی اور عنبر اب سر اٹھا
کر چل رہا تھا۔یہاں گھپ اندھیرا تھا۔فرش پر گول پتھری
پتھر بکھرے ہوئے تھے۔عنبر کو اس گھپ اندھیرے میں
بھی صاف نظر آ رہا تھا آگے جا کر عنبر نے دیکھا کہ ایک
جگہ سرنگ کی دیوار کے ساتھ ایک سیاہ پتھر کا تابوت

پڑا ہوا ہے۔ جس کے سرہانے کی جانب ایک شمع دان
میں بجھی ہوئی موٹی موم بتی رکھی ہے۔
عنبر نے حیرانی کے ساتھ ان چیزوں کو دیکھا کہ یہ
یہاں کون رکھ گیا ہے۔ عنبر نے دیکھا کہ موم بتی کی پگھلی
ہوئی موم جم کر ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ مگر ذرا ذرا نرم
تھی جیسے ایک رات پہلے کسی نے اسے روشن کیا ہو۔
مگر یہاں کون آ کر موم بتی جلا سکتی تھا؟
اس جزیرے پر تو کوئی انسان نہیں ہے سوائے اس
کے؟ عنبر یہی سوچتا ہوا آگے بڑھا۔ اس نے سیاہ پتھر
کے تابوت کو جھک کر دیکھا اس پر رومن الفاظ میں کسی
کاونٹ کا نام لکھا ہوا تھا۔ عنبر نے سوچا کہ یہ کسی رومن
کاونٹ کا تابوت ہے جو اس جزیرے پر آ کر کسی بیماری
کی وجہ سے مر گیا ہو گا اور رومن فوج نے اسے اس
سرنگ کے اندر تابوت میں ڈال کر رکھ دیا کہ بارش اور
اور تیز دھوپ سے بچا رہے گا۔
اس نے تابوت کے ڈھکن کو ذرا ہلایا۔ وہ بہت سختی
سے بند تھا۔ تھوڑی دیر اس سیاہ تابوت کے پاس کھڑے
رہنے کے بعد عنبر واپس آ کر سرنگ کے دہانے کے پاس
بیٹھ گیا۔

اب بارش رک گئی تھی۔ مگر آسمان پہ بادل اسی طرح
چھائے ہوئے تھے۔ بارش کے بعد سمندری لہریں اوپر
کو اٹھنے لگی تھیں۔
عنبر کو سمندر کی طرف سے پھر وہی سیٹی کی آواز سنائی
دی جو اس نے سمندر میں دو چٹانوں کے قریب سے گذرتے
ہوئے سنی تھی۔ اس بار یہ آواز دو دفعہ بلند ہوئی تھی۔ عنبر
نے سوچا کہ یہ وہی بڑی مچھلی ہے جو بارش کے بعد
سمندر کی لہروں سے منہ نکال کر سیٹی بجا رہی ہے۔ اس
نے کوئی خیال نہ کیا۔ اور درختوں کے جھنڈ میں سیر کرتا
ہوا دوسری طرف نکل گیا۔
ابھی وہ ان درختوں میں ہی تھا کہ اسے اپنے
پیچھے ایک تیز سیٹی اور پھر کسی پرندے کے زور زور سے
پھڑپھڑانے کی آواز آئی۔ عنبر نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک
کالے لمبے بادبانوں ایسے بازوؤں والا بڑا پرندہ
اپنے بازو پھیلائے بڑی تیزی سے پھڑپھڑاتا ہوا
سرنگ کی طرف سے نکل کر تاریک رات میں اڑتا ہوا
سمندر کی طرف غائب ہو گیا۔
عنبر حیران تھا کہ سرنگ میں سے یہ کیا شے نکل
کر سمندر کی طرف اڑ گئی ہے وہ واپس مڑا کہ سرنگ

کے پاس آگیا۔ اس نے جھک کر سرنگ میں دیکھا۔ اسے
سرنگ کے اندر ہلکی ہلکی روشنی دکھائی دے رہی تھی۔
یہ روشنی پہلے نہیں تھی۔ عنبر کو شبہ ہوا کہ یہاں سمگلروں
یا ڈاکوؤں نے تو پناہ نہیں لے رکھی؟ یا وہ کسی کو
اغوا کر کے تو نہیں لائے ہیں۔ پرانے زمانے کے روم
میں بحری ڈاکے عام پڑا کرتے تھے اور بحری ڈاکو شاہی
خاندان کے لوگوں کو اغوا کر کے جزیروں میں لے جاتے
تھے اور پھر بھاری رقم لے کر چھوڑ دیا کرتے تھے۔
عنبر سرنگ کے اندر چلنے لگا۔ اب وہ پھونک پھونک
کر قدم رکھتے ہوئے چل رہا تھا۔ کیونکہ اسے شبہ تھا کہ آگے
ضرور بحری ڈاکو بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے ہی روشنی
کر رکھی ہے۔ وہ سرنگ کی دیوار سے لگ کر آگے بڑھ
رہا تھا۔

اب وہ روشنی کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اس نے دیکھا
کہ یہ روشنی اس موم بتی کی ہے جو سیاہ تابوت کے سرہانے
شمع دان میں پڑی تھی اور تھوڑی دیر پہلے بجھی ہوتی
تھی۔ جس بات نے عنبر کے بھی ایک بار رونگٹے کھڑے
کر دیئے وہ یہ تھی کہ سیاہ تابوت کا ڈھکنا جو پہلے بند
تھا اب اوپر کو اٹھا ہوا تھا۔

وہاں کوئی انسان نہیں تھا۔ عنبر لپک کر تابوت
کے پاس گیا۔ اس کے اندر جھانک کر دیکھا۔ تابوت
بالکل خالی تھا۔ تابوت کے اندر کالے رنگ کا مخمل لگا
ہوا تھا۔ ایک سرہانہ بھی رکھا تھا۔ صاف معلوم ہو رہا
تھا کہ وہاں لیٹا ہوا مردہ اٹھ کر کہیں گیا ہے۔ عنبر
نے سوچا کہ یہ کیسا مردہ ہے کہ آدھی رات کو اٹھ کر باہر
چلا جاتا ہے اور شمع بھی روشن کر جاتا ہے۔ مگر اس نے
تو کسی مردہ لاش کو سرنگ میں سے باہر جاتے نہیں
دیکھا۔ تو کیا وہ جو پرندہ پھڑ پھڑاتا ہوا سیٹی بجاتا
اڑ کر گیا تھا وہ اس تابوت کا مردہ تھا؟
عنبر کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ سرنگ سے اسی
طرح خاموشی سے واپس آ گیا۔ رات پہلے سے زیادہ
خاموش اور اندھیری ہو گئی تھی۔ ستاروں بھرے آسمان
کو سیاہ کالے بادلوں کی چادر نے چھپا رکھا تھا۔ موسلا
دھار بارش اب رم جھم میں بدل گئی تھی۔ عنبر درختوں
کے جھنڈ میں ایک جگہ بیٹھنے لگا کہ خالی تابوت پر غور
کرے کہ اسے سمندر میں تاریکی میں ابھری ہوئی چٹانوں کی
طرف سے وہی سیٹی کی ہلکی سی آواز سنائی دی۔ عنبر نے
چٹانوں کی طرف نگاہ اٹھائی۔ یہ دونوں چٹانیں دو بہت

بڑے بھوتوں کی طرح سمندر کی تاریکی میں سے باہر نکلی ہوئی تھیں۔

عنبر کو ان چٹانوں کے درمیان ہلکی سی روشنی ابھر کر گم ہوتی نظر آئی۔ یہ روشنی یہاں کس نے کی ہے؟ عنبر نے سوچا۔ پھر اسے بہت سے پروں کی پھڑ پھڑاہٹ کی آوازیں سنائی دیں۔ عنبر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اسے وہ دو چٹانیں پر اسرار لگ رہی تھیں وہ ان سیٹی کی آوازوں کا معمہ حل کرنے کے خیال سے چٹانوں کی طرف چلنے لگا۔ یہ چٹانیں ساحل سے ایک فرلانگ دور سمندر میں آدھی ڈوبی ہوئی تھیں

عنبر سمندر میں اتر گیا۔ اور رات کے اندھیرے اور ہلکی ہلکی بارش میں سمندری لہروں پر تیرتا ہوا چٹانوں کے قریب آ گیا۔ ان چٹانوں کے درمیان ایک گلی سی بنی ہوئی تھی جس میں سمندر کی لہریں ٹکرا رہی تھیں۔ عنبر اس سمندری گلی میں غوطہ لگا کر نکل آیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک طرف چٹان کے باہر پتھر کی سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں اور ایک تنگ سا راستہ چٹان کے اندر جاتا تھا۔

وہ سیڑھیاں چڑھ کر اس راستے میں داخل ہو گیا۔ یہاں گہرا اندھیرا تھا اور صرف عنبر ہی اس اندھیرے میں دیکھ سکتا تھا۔ یہ راستہ ٹیڑھا میڑھا اور تنگ تھا

اس میں پگھلی ہوئی موم اور مشک کافور کی بو رچی ہوئی تھی۔ عنبر سوچتا ہوا آگے بڑھنے لگا کہ یہاں یہ مشک کافور کس نے چھڑک رکھا ہے۔ مشک کافور عام طور پر مردہ لاشوں پر دفن کرنے سے پہلے چھڑکا جاتا ہے۔

اس چٹانی غار میں ایک جگہ دیوار میں سے روشنی کی کرنیں باہر نکل رہی تھیں۔ عنبر نے دیوار کے پتھروں کے درمیان ایک جھری تھی اس نے آنکھ لگا کر دوسری جانب جھانکا۔

دوسری جانب اس نے ایک خوبصورت نوجوان عورت کو دیکھا کہ ایک تختے پر رسی سے بندھی ہوئی بے ہوش پڑی ہے اس کے سرہانے ایک موم بتی جل رہی ہے۔ یہ عورت کوئی رومن شہزادی یا کسی وزیر کی بیٹی لگ رہی تھی۔ اس کا رنگ گورا اور بال سیاہ تھے جس طرح کہ رومن عورتوں کے عام طور پر ہوا کرتے ہیں۔ یہ عورت بالکل بے حس و حرکت پڑی تھی۔ عنبر اندر جانے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ اسے پھر وہی پروں کی پھڑ پھڑاہٹ اور سیٹی کی آواز سنائی دی۔

عنبر نے جھری میں سے دیکھا کہ ایک بہت بڑا سیاہ پھولے ہوئے پروں والا چمگادڑ چھت میں سے اڑتا ہوا نیچے اتر آیا۔ عنبر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس چمگادڑ کا

سر انسان کا تھا۔ اس کی آنکھیں ترچھی تھیں۔ ہونٹوں سے
خون ٹپک رہا تھا۔ آنکھوں کے ڈھیلے لہو کی طرح سرخ
تھے اور دو لمبے دانت باہر کو نکلے ہوئے تھے۔

اس انسانی چمگادڑ نے بے ہوش خوب صورت عورت
کے گرد ایک چکر لگایا۔ پھر لالچی نظروں سے اس کی
گردن کی طرف دیکھا۔ شاید وہ اس کے جسم کا خون پینا
چاہتا تھا۔ عنبر یہ سب کچھ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ
رہا تھا۔ انسانی چمگادڑ کے سر پر بال کانٹوں کی طرح کھڑے
تھے۔ اس نے اپنے دونوں پروں کو پھیلا کر بے ہوش عورت
کے اوپر ڈال دیا اور اپنے تیز دانت اس کی گردن میں
چبھونے ہی لگا تھا کہ عنبر نے ایک زور سے مکا مار کر دیوار
کا پتھر اکھاڑ کر پھینک دیا۔ اس سے شور پیدا ہوا۔
انسانی چمگادڑ وہیں رک گیا اور خون بھری لال لال آنکھوں
سے دیوار کو تکنے لگا۔

عنبر اب دیوار کے دوسرے پتھروں کو توڑتا ہوا اندر
کود گیا تھا۔

انسانی چمگادڑ کے منہ سے ایک ایسی تیز اور جگر کو چیر
دینے والی چیخ کی آواز نکلی کہ اس کی وجہ سے دیواروں کے
کئی پتھر ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑے۔ اگر عنبر کی جگہ وہاں کوئی

دوسرا زندہ انسان ہوتا تو اس کے کانوں کے پردے
پھٹ جاتے۔ عنبر اپنی جگہ پر کھڑا رہا اور غور سے
انسانی چمگادڑ کی طرف گھورتا رہا۔

انسانی چمگادڑ غصے سے پھنکار رہا تھا۔ اس نے پروں
کو اوپر اٹھایا اور عنبر پر حملہ کر دیا عنبر نے اس کا ایک پر
پکڑ کر جھٹکا دیا۔ انسانی چمگادڑ کے پر کا آگے کا حصہ
ٹوٹ کر نیچے گر پڑا۔ اس کے ساتھ ہی انسانی چمگادڑ
ایک بھیانک چیخ مار کر دیوار کے سوراخ میں سے نکل کر
اندھیرے میں غائب ہو گیا۔

عنبر جلدی سے بے ہوش عورت کی طرف بڑھا۔ اس نے
اس کی رسیاں کھول دیں اور اسے ہوش میں لانے کی
کوشش کرنے لگا۔ عورت کو ہوش آیا تو اس نے عنبر کی
طرف حیرانی سے دیکھا۔ پھر چیخ مار کر بولی۔

"وہ ــــ وہ انسانی چمگادڑ۔"

عنبر نے اسے حوصلہ دیا۔ تسلی دی۔

"گھبراؤ نہیں۔ انسانی چمگادڑ کو میں نے بھگا دیا ہے۔"

عورت نے آنکھیں کھول کر چاروں طرف دیکھا۔ موم بتی
کی روشنی میں وہاں انسانی چمگادڑ اسے کہیں دکھائی نہ
دیا۔ عنبر نے کہا۔

"میرے ساتھ اس منحوس جگہ سے نکل چلو۔"

عورت رومن زبان بول رہی تھی اس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

"وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ وہ۔۔۔ وہ باہر ہو گا۔"

عنبر نے کہا۔" گھبراؤ مت۔ میں نے اسے بھگا دیا ہے۔ آؤ میرے ساتھ۔"

عنبر نے رومن عورت کو ساتھ لیا اور سرنگ میں سے نکل کر چٹان کی سیڑھی پر آ گیا۔

"دیکھ لو۔ یہاں بھی وہ انسانی چمگادڑ نہیں ہے۔ وہ بھاگ گیا ہے۔"

رومن عورت آنکھیں پھاڑے رات کے اندھیرے میں سمندری چٹانوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔ عنبر نے کہا۔

"کیا تم تیرنا جانتی ہو؟"

"ہاں۔" رومن عورت نے کہا۔

"تو پھر میرے ساتھ سمندر میں اتر چلو اور تیرتی ہوئی کنارے پر آؤ۔"

عنبر نے رومن عورت کو ساتھ لیا دونوں سمندر میں اتر گئے اور تیرتے ہوئے ساحل کی طرف چلے۔ بارش ہلکی ہلکی اب بھی ہو رہی تھی۔ رات گہری تاریک تھی۔ عنبر اس رومن

عورت کو راستہ دکھا رہا تھا۔ وہ آگے آگے تیر رہا تھا اور رومن عورت اس کے پیچھے پیچھے تیرتی چلی آ رہی تھی۔

جزیرے کے کنارے پر پہنچ کر عنبر نے اسے درختوں کے جھنڈ میں ایک جگہ بٹھایا اور کہا۔" تم اس جگہ کیسے آ گئیں تم کہاں رہتی ہو؟"

رومن عورت نے کہا۔

"میرا نام زارینہ ہے۔ میں روم کے ایک امیر کی بیٹی ہوں میں کل رات اپنے محل کی چھت پر سو رہی تھی کہ یہ انسانی چمگادڑ مجھے بے ہوش کر کے لے آیا؟"

پھر وہ رومن عورت زارینہ رونے لگی اور اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کو یاد کرنے لگی۔ عنبر نے اسے حوصلہ دیا اور کہا۔

"فکر نہ کرو زارینہ! میں تمہیں تمہارے ماں باپ کے گھر پہنچا دوں گا۔"

زارینہ بولی۔" مگر یہ تو خدا جانے کیسا منحوس جزیرہ ہے یہاں سے ہم کیسے نکلیں گے۔"

عنبر نے کہا۔" یہ دن کی روشنی میں سوچیں گے۔"

"پھر کچھ سوچ کر بولا۔ میرے ساتھ آؤ۔"

عنبر نے زارینہ کو ساتھ لیا اور اس سرنگ میں داخل

ہو گیا جہاں اس نے خالی تابوت دیکھا تھا۔ زارینہ نے پوچھا۔

"تم مجھے یہاں کہاں لئے جا رہے ہو؟"

عنبر نے کہا۔ "میں تمہیں ایک عجیب شے دکھانے جا رہا ہوں۔ فکر نہ کرو میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

زارینہ عنبر کے پیچھے پیچھے چٹان کی سرنگ میں داخل ہو گئی۔ سرنگ میں اندھیرا تھا۔ زارینہ نے عنبر کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ کافی آگے جا کر وہی موم بتی کی روشنی دکھائی دی زارینہ گھبرا کر بولی۔

"کہیں یہاں وہی منحوس انسانی چمگادڑ نہ ہو۔ یہاں سے واپس چلے چلو۔"

عنبر بولا۔ "فکر نہ کرو زارینہ۔ میں تمہاری حفاظت کر سکتا ہوں۔"

پھر عنبر اسے ساتھ لے کر اس جگہ آ گیا جہاں موم بتی جل رہی تھی اور سامنے سیاہ پتھر کا تابوت پڑا تھا۔ مگر اب یہ تابوت بند تھا۔ زارینہ سہمی ہوئی عنبر کے پیچھے کھڑی اس کے ساتھ لگی تھی۔ اس نے خشک آواز میں کہا۔

دیوتاؤں کے لئے یہاں بھاگ چلو۔"

عنبر نے کہا۔ "زارینہ! میں ہمیشہ کے لئے تمہارا خوف دور

کرنے کے لئے تمہیں یہاں لایا ہوں۔ اب میں تمہیں ایک عجیب چیز دکھاتا ہوں۔"

اور عنبر نے آگے بڑھ کر سیاہ تابوت کا ڈھکنا اٹھا دیا۔ زارینہ کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی۔ تابوت میں انسانی سر والے چمگادڑ کی لاش پڑی تھی۔ اس کے ہونٹوں سے خون بہہ رہا تھا اور اس کا ایک ہاتھ ٹوٹا ہوا اور غائب تھا۔ یہ وہ ہاتھ تھا جو عنبر نے نوچ پھینکا تھا۔ عنبر نے کہا۔

یہ خون پینے والا انسانی چمگادڑ ہے۔ یہ آدھی رات کو انسانی چمگادڑ کی شکل میں اڑ کر یہاں سے نکلتا ہے اور عورتوں کا خون پیتا ہے۔

زارینہ نے اپنا چہرہ عنبر کے پیچھے چھپا لیا اور لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

اسے زمین میں دفن کر دو۔ یہ عفریت ہے۔ خونی عفریت ہے۔"

عنبر نے کہا۔ "میں اسے ہمیشہ کے لئے ختم کر رہا ہوں۔ تم دیکھتی ہو؟ اور گھبراؤ بالکل نہیں۔ اب یہ تمہیں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

اور عنبر نے ایک پتھر اٹھا کر انسانی چمگادڑ کی لاش کے سینے پر اس کی نوک رکھ دی اور اوپر سے دوسرے پتھر

کی زوردار ضرب لگائی۔ انسانی چمگادڑ کے حلق سے
ایک بھیانک چیخ نکلی۔ زارینہ عنبر کے پیچھے چھپ گئی۔ اور
عنبر نے دیکھا کہ انسانی چمگادڑ کا سارا جسم انسان کا بن
گیا۔ پھر اس نے گلنا سڑنا شروع کر دیا اور دیکھتے دیکھتے
تابوت میں مردے کی ہڈیاں ہی ہڈیاں رہ گئیں۔ اس کے
بعد ہڈیوں نے بھی گلنا شروع کیا اور تابوت میں مردے
کی مٹی کے سوا کچھ باقی نہیں تھا۔ اس کے ساتھ ہی موم بتی
کی روشنی بھی بجھ گئی۔

عنبر نے سیاہ تابوت کو بند کر دیا اور زارینہ سے کہا۔
"عفریت کا ہمیشہ کے لئے کام تمام ہو گیا ہے۔ اب یہ
کبھی اس تابوت سے نکل کر کسی عورت کا خون نہیں پی
سکے گا۔"

وہ سرنگ سے باہر نکل آئے۔

عنبر درختوں کے جھنڈ میں آگیا۔ آسمان پر بادل چھٹ
گئے تھے اور چاندنی جزیرے میں چاروں طرف پھیلی ہوئی
تھی۔ زارینہ کا خوف کافی حد تک دور ہو چکا تھا۔ اس نے
عنبر سے پوچھا۔

"تم کون ہو اور یہاں کیسے آگئے؟ تم شکل اور رنگ سے
رومن نہیں لگتے مگر تم رومن زبان بڑی روانی سے بول

لیتے ہو۔"

عنبر نے کہا: "میں مصر کا رہنے والا ہوں۔ جڑی بوٹیوں
سے علاج کرتا ہوں، روم میں آتا جاتا رہتا ہوں اس لئے
رومن زبان جانتا ہوں۔ میں ایک جہاز میں روم جا رہا
تھا کہ طوفان کی وجہ سے جہاز سمندر میں غرق ہو گیا اور
میں اکیلا جان بچا کر اس جزیرے پر آگیا۔"

زارینہ نے کہا، "مگر تم کو خوف کیوں نہیں آ رہا
تھا۔ انسانی چمگادڑ سے؟"

عنبر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اصل میں انسان کے اندر سے خوف اٹھتا ہے۔
باہر خوف اور ڈر کہیں نہیں ہوتا۔ اور میرے
اندر کوئی خوف نہیں ہے اس لئے میں نہیں ڈرتا۔"

صبح کی روشنی جب جزیرے میں چاروں طرف پھیل
گئی تو زارینہ نے کہا۔

"مجھے بھوک اور پیاس لگی ہے۔"

عنبر بولا: "بھوک مجھے بھی لگی ہے۔ چلو۔ پانی اور کچھ کھانے
کو تلاش کرتے ہیں۔"

عنبر کو بھوک پیاس لگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا
مگر وہ زارینہ پر اپنا آپ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس

لئے اس نے یونہی زارینہ کو کہہ دیا۔ جزیرہ بالکل
ویران تھا۔ وہ دونوں دیر تک جزیرے کے درختوں میں
گھومتے رہے۔ آخر ایک جگہ انہیں پانی کا ایک چھوٹا
سا چشمہ مل گیا۔ یہاں پانی پتھروں سے نکل رہا تھا
زارینہ نے پانی پی کر اپنی پیاس بجھائی۔ مگر کھانے کے لئے
انہیں کچھ نہ مل سکا۔ زارینہ نے کہا۔
"میں کل سے بھوکی ہوں۔"
عنبر بولا۔ "کچھ بندوبست ہو جائے گا۔ فکر نہ کرو۔"
وہ ایک جگہ درختوں میں سے گزرے تو انہیں بھُنی
جانے والی مچھلی کی خوشبو محسوس ہوئی۔ زارینہ نے کہا۔
"یہاں مچھلی کون بھون رہا ہے؟"
عنبر بھی حیران ہوا۔ کیونکہ بھُنی ہوئی مچھلی کی خوشبو برابر
آ رہی تھی۔ یہ خوشبو ایک ٹیلے کی طرف سے آ رہی تھی۔ عنبر
نے زارینہ سے کہا۔
"تم اپنے پرانے درختوں کے جھنڈ میں جا کر بیٹھو۔ میں معلوم
کرتا ہوں کہ اس ٹیلے میں کون مچھلی بھون رہا ہے۔"
وہ زارینہ کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ کیونکہ
ٹیلے میں خطرہ بھی ہو سکتا تھا۔ زارینہ درختوں کے جھنڈ
کی طرف چل دی اور عنبر ٹیلے کی طرف آ گیا۔ اس نے دیکھا

کہ ٹیلے میں ایک گول سوراخ ہے اور مچھلی کی خوشبو اس
سوراخ میں سے آ رہی تھی۔ عنبر نے ادگرد غور سے دیکھا
وہاں کوئی نہیں تھا۔ عنبر خاموشی سے ٹیلے کے سوراخ میں
اندر داخل ہو گیا۔ یہ سوراخ اتنا بڑا تھا کہ عنبر آسانی سے
اندر داخل ہو گیا۔ اندر ایک کھلی جگہ تھی۔ درمیان میں پتھروں
کے درمیان آگ جل رہی تھی۔ اوپر دو بڑی مچھلیاں رکھی تھیں
جو بھُنی جا رہی تھیں۔
عنبر حیران ہوا کہ یہ مچھلیاں جس شخص نے یہاں رکھی ہیں
وہ کہاں ہے؟ مگر یہ سوچنے کا وقت نہیں تھا کیونکہ زارینہ
بہت بھوکی تھی۔ عنبر نے دونوں مچھلیاں اٹھائیں اور سوراخ
میں سے نکل کر واپس چل پڑا۔ درختوں کے جھنڈ میں آیا تو
زارینہ بے چینی سے اس کی راہ دیکھ رہی تھی۔ عنبر نے اسے
مچھلی دے کر کہا۔
"کوئی شخص مچھلی آگ پر رکھ کر جا چکا تھا۔ میں لے
آیا ہوں۔ اس سے تم اپنی بھوک مٹاؤ۔"
"اور تم نہیں کھاؤ گے؟" زارینہ نے کہا۔
عنبر بولا۔ "ارے ہاں۔ میں تو بھول ہی گیا۔ میں بھی
کھاؤں گا۔ تمہارے ساتھ۔"
دونوں نے خوب پیٹ بھر کر مچھلی کھائی۔ زارینہ بولی۔

"کمال ہے۔ یہ کون تھا جو مچھلی آگ پر رکھ کر خود چلا گیا۔ وہ ضرور اس جگہ پہ کہیں ہوگا۔"

عنبر نے کہا۔ "کوئی بات نہیں۔ جب آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ لگتا ہے کہ وہ بھی ہماری طرح یہاں جزیرے میں آکر پھنس گیا ہے۔"

زارینہ گھاس پر لیٹنے لگی تو ایک دم چونک کر اچھل پڑی۔

"یہ کیا ہے؟ یہ تو دیوی ڈیلفی کا سر ہے۔"

دیوی ڈیلفی کا لکڑی کا کٹا ہوا سر عنبر نے وہیں درختوں میں گھاس میں رکھا ہوا تھا جو جہاز کے چٹان کے ساتھ ٹکرانے کے بعد ٹوٹ کر سمندر میں گر پڑا تھا اور عنبر اسے ساتھ لے آیا تھا۔ عنبر نے مسکرا کر زارینہ کو یہ سب کچھ بتایا تو وہ خوف زدہ نگاہوں سے ڈیلفی کے کٹے ہوئے سر کو دیکھ کر بولی۔

"ہم پر ضرور کوئی مصیبت آئے گی۔"

○

ایک آنکھ والا عفریت

"کیسی مصیبت؟" عنبر نے پوچھا۔

زارینہ بولی۔ "تم نہیں جانتے۔ دیوی ڈیلفی کے سر کو واپس سمندر میں پھینک آؤ۔ نہیں تو یہ اپنے سر کے کٹنے کا ہم سے انتقام لے گی۔"

عنبر بولا: "مگر اس کا سر ہم نے تو نہیں کاٹا زارینہ"

زارینہ نے کہا۔ "تم رومن نہیں ہو۔ تم اس بات کو نہیں سمجھ سکو گے کہ تم نے اس سر کو اپنے ساتھ یہاں لا کر کس قدر غلطی کی ہے۔"

عنبر نے کہا: "تو میں اسے واپس سمندر میں پھینک آتا ہوں۔" عنبر نے دیوی ڈیلفی کا لکڑی کا کٹا ہوا سر اٹھایا اور سمندر کی طرف چل دیا۔ سمندر کے کنارے سے پہنچ کر اس نے دور لہروں میں سر پھینک دیا۔ ڈیلفی کا کٹا ہوا سر پانی

کی لہروں میں ایک بار ڈوب کر اچھلا۔ عنبر کو ایسا لگا
جیسے ڈلفن کے سرنے لہروں کے اوپر سیدھے کھڑے ہو کر
عنبر کی طرف اپنی لکڑی کی سیاہ آنکھیں کھول کر دیکھا اور
پھر سمندر کی لہروں میں ڈوب گیا۔ عنبر کو یہ بات عجیب
سی لگی۔ وہ واپس زارینہ کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اب وہ
غور کرنے لگے کہ اس جزیرے سے کس طرح چھٹکارا حاصل
کر کے وہ روم کی طرف سفر کریں؟

عنبر نے کہا کہ ہم درختوں کی لکڑیاں توڑ کر شاخوں کی کشتی
بنا لیں گے اور پھر اس پر سوار ہو کر سمندر میں سفر کر کے واپس
روم پہنچ جائیں گے۔ زارینہ نے کہا۔

"یہ آسان کام نہیں ہے عنبر! ہمارے پاس کوئی کلہاڑا
بھی نہیں کہ ہم درختوں کی شاخیں کاٹ سکیں۔"

عنبر بولا۔ "میرا خیال ہے کہ میں اس جزیرے کا ایک چکر لگا
کر دیکھتا ہوں ہو سکتا ہے یہاں کوئی جنگلی لوگ رہتے ہوں
ہم ان سے ایک کشتی لے لیں گے۔"

زارینہ نے کہا۔ "میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔ میں یہاں
اکیلی نہیں رہ سکتی۔"

عنبر نے کہا۔ "ٹھیک ہے تم بھی میرے ساتھ چلو۔"

شام تک وہ جزیرے میں گھومتے رہے۔ انہوں نے

سارا جزیرہ دیکھ لیا۔ مگر وہاں کوئی دوسرا انسان نہیں
تھا۔ کہیں کوئی آبادی نہیں تھی۔ سارا جزیرہ سنسان
اور ویران پڑا تھا۔ ایک جگہ انہوں نے پانی بھی پیا۔
اب زارینہ کو پھر بھوک لگ رہی تھی جو ایک قدرتی بات
تھی۔ عنبر اسے واپس ایسی جگہ درختوں کے جھنڈ میں لے
آیا اور بولا۔

"تم یہاں بیٹھو۔ میں اسی ٹیلے کے غار میں جا کر دیکھتا
ہوں ہو سکتا ہے وہاں کچھ اور بھنی ہوئی مچھلی مل جائے۔"

عنبر زارینہ کو درختوں میں چھوڑ کر اس ٹیلے کی طرف
چلا۔ ٹیلے کے پاس کوئی نہیں تھا۔ ٹیلے کے اندر بنا ہوا سوراخ
بھی خالی تھا۔ عنبر کو بھنی ہوئی مچھلی کی خوشبو نہیں آ
رہی تھی۔ وہ اندر چلا گیا۔ اس نے دیکھا کہ پتھروں کے درمیان
آگ بجھی ہوئی تھی۔ مگر قریب ہی پتھروں پر ایک مچھلی
پڑی تھی۔ جس کو ابھی بھونا نہیں گیا تھا۔

عنبر نے مچھلی کو اٹھایا اور زارینہ کے پاس لے آیا۔
انہوں نے درختوں کے درمیان پتھروں کو رگڑ کر آگ
جلائی اور مچھلی بھون کر کھائی۔

زارینہ کہنے لگی۔

"عنبر! مجھے یقین ہے کہ یہاں ضرور کوئی انسان

ہمارے علاوہ بھی موجود ہے جو مچھلی سمندر سے لاکر غار کے اندر بیٹھ کر بھونتا ہے۔"

عنبر نے کہا، "ہو سکتا ہے۔ مگر وہ آدمی کون ہے؟ اور ہمارے سامنے کیوں نہیں آتا؟"

یہی ایک راز ہے۔ جس کو حل کرنا ہے۔ زارینہ نے کہا۔

اس طرح باتیں کرتے ہوئے سورج سمندر میں غروب ہو گیا اور تھوڑی دیر بعد سارے جزیرے پر اندھیرا چھا گیا۔ پھر سمندری چٹانوں کے پیچھے سے چاند نکل آیا اور جزیرے پر ہلکی ہلکی چاندنی پھیل گئی۔ زارینہ کو نیند آ گئی تھی وہ درختوں کے درمیان ہی گھاس پر لیٹ کر سو گئی۔ عنبر جاگ رہا تھا۔ اور اس جزیرے سے نکلنے کی ترکیب کے بارے میں سوچ رہا تھا جزیرے پر چاندنی بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ عنبر درخت کے ساتھ ٹیک لگائے خاموش بیٹھا دور ساحل سمندر کو دیکھ رہا تھا کہ اسے ایسی آواز سنائی دی جیسے کوئی بھاری پتھر دور سمندر میں گرا ہو۔

عنبر چوکنا ہو کر بیٹھ گیا۔ اس نے غور سے چاروں طرف دیکھا۔ سارا جزیرہ سنسان تھا۔ کہیں کوئی انسانی سایہ تک نظر نہیں آرہا تھا۔ مگر یہ پانی گرا تھا؟ عنبر سوچنے لگا۔ وہ اٹھا اور یہ معلوم کرنے کے لئے کہ یہ آواز کیسی تھی سمندر

کی طرف چلا۔

سمندر کا کنارہ پرسکون تھا۔ لہریں دور دور سے بڑے سکون سے آکر ساحل کی ریت پر پھیل جاتیں اور پھر واپس چلی جاتیں۔ چاندنی میں یہ لہریں چمک رہی تھیں۔ عنبر ساحل کے ساتھ ساتھ جنوب کی طرف چلنے لگا۔ وہ کئی چٹانوں کے پاس سے گزرتا ہوا جزیرے کی دوسری جانب آگیا یہاں ایک سیاہ رنگ کی بہت بڑی چٹان کھڑی تھی اچانک عنبر کو ریت پر چاندنی میں کسی کے پاؤں کے نشان نظر آئے

وہ جلدی سے جھک کر دیکھنے لگا۔ یہ کسی انسان کے پاؤں کے نشان تھے مگر بہت بڑے بڑے تھے۔ جیسے کوئی انسانی ہاتھی وہاں سے گزرا ہو۔ یہ نشان درختوں کے جھنڈ کی طرف جا رہے تھے۔ مگر سمندر کی طرف سے آرہے تھے؟ کیا کوئی انسانی عفریت سمندر میں سے نکل کر جزیرے پر آیا ہے؟

عنبر نے چٹان کے پیچھے آکر دیکھا کہ وہاں ایک بہت بڑی کشتی ریت پر کھڑی تھی۔ عنبر گہری سوچ میں ڈوب گیا یہ کون انسانی بن مانس ہے۔ جو اس کشتی پر بیٹھ کر جزیرے پر آیا ہے؟ سمندر میں ابھی ابھی کسی بھاری پتھر کے گرنے کی آواز آئی تھی وہ بھی اسی بن مانس انسان کی ہوگی۔ عنبر نے سوچا۔ کیونکہ پاؤں کے نشان بالکل انسانوں ایسے تھے۔ مگر

بہت بڑے تھے۔ اتنے بڑے پاؤں کسی انسان کے نہیں
بلکہ کسی انسانی بھوت کے ہی ہو سکتے ہیں۔ ایکدم سے عنبر
کو زارینہ کا خیال آگیا۔

وہ اسے درختوں کے جھنڈ میں اکیلی سوتا چھوڑ کر آیا تھا۔
اور انسانی بھوت کے پاؤں کے نشان اسی جھنڈ کی طرف
جا رہے تھے۔ عنبر تیزی سے بھاگتا ہوا جھنڈ میں آگیا اس کا
دل اچھل کر حلق میں آگیا۔ کیونکہ وہاں زارینہ نہیں تھی عنبر
نے درختوں میں ادھر ادھر جا کر زارینہ کو دیکھا اسے آوازیں
بھی دیں۔ مگر وہاں نہیں تھی۔

عنبر نے جھنڈ میں سے باہر نکل کر دیکھا۔ انسانی بن مانس
کے پاؤں کے نشان جھنڈ سے نکل کر سمندر کی طرف جا رہے
تھے۔ عنبر سمجھ گیا کہ یہ بھوت وہاں آیا تھا اور زارینہ کو اٹھا
کر لے گیا ہوگا۔ وہ پریشان ہو گیا کیونکہ یہ انسانی بن مانس
زارینہ کو نقصان پہنچا سکتا تھا۔ عنبر تیز تیز قدم اٹھاتا۔
پیروں کے نشان پر ساحل کی طرف چلنے لگا۔ اس نے
دیکھا کہ انسانی بن مانس کے پاؤں کے نشان اس ٹیلے کی طرف
جا رہے تھے۔ جس کے سوراخ کے اندر سے بھنی ہوئی
مچھلی لایا تھا۔

عنبر اب پھونک پھونک کر قدم اٹھاتا ٹیلے کے سوراخ

کے پاس آگیا۔ اس نے کان لگا کر سنا۔ اندر سے کسی
بہت بڑے جانور کے خراٹے لینے کی آوازیں آرہی
تھیں۔ یہ ایسی آوازیں تھیں جیسے کوئی ہاتھی زور زور سے
سانس لے رہا ہو۔ عنبر رینگتا ہوا سوراخ کے اندر چلا گیا
اس نے سر اٹھا کر دیکھا کہ ایک بہت بڑا انسانی بن
مانس جس کا قد بیس فٹ سے بھی اونچا ہوگا۔ اپنے آپ کو
اکٹھا کیے غار کے اندر کھلی جگہ پر لیٹا ہوا تھا۔ اور زارینہ
اس کے درمیان باہوں میں بے ہوش پڑی تھی۔ اس انسانی
عفریت کے سارے جسم پر کالے بال تھے چہرے پر دو کی بجائے
صرف ایک آنکھ تھی جو اس کے ماتھے کے درمیان میں لگی ہوئی
تھی پتھر کے بیچ میں آگ ہلکی ہلکی جل رہی تھی۔

عنبر نے پہلے تو یہ فیصلہ کیا کہ وہ انسانی بن مانس پر حملہ کر
دے اور اسے ہلاک کر کے زارینہ کو آزاد کرائے۔ پھر سوچا
کہ اس طرح سے زارینہ کی زندگی خطرے میں پڑ سکتی ہے
اور انسانی عفریت اسے ہلاک کر سکتا ہے۔ عنبر کو اتنا راستہ
بھی نہیں مل رہا تھا کہ وہ انسانی عفریت کو جگائے بغیر رینگ
کر زارینہ کے پاس پہنچے اور اسے باہر نکال کر لے آئے۔

عنبر نے پتھر کے ایک چبوترے سے دیکھا کہ انسانی عفریت
کی آنکھ پوری کھلی تھی مگر وہ گہری نیند سو رہا تھا اور خوفناک

خراٹے لے رہا تھا۔ عنبر نے سوچا کہ کیوں نہ وہ باہر سے کوئی بانس توڑ کر لائے اور انسانی عفریت کی آنکھ پھوڑ ڈالے لیکن اس میں بھی خطرہ تھا کہ انسانی عفریت غصے میں آ کر زارینہ کو ہلاک کر ڈالے گا۔ عنبر نے فیصلہ کیا کہ کسی طرح سے اس انسانی عفریت کو غار سے باہر نکالنا چاہیئے۔

عنبر چپکے سے دبے دبے قدم اٹھاتا ٹیلے کے سوراخ سے باہر نکل آیا اور کچھ فاصلے پر پتھروں کے پیچھے چھپ گیا۔ اور زور سے آواز نکالی۔ پانچ چار بار بلند آواز میں آوازیں نکالنے کے بعد عنبر کو ٹیلے کے اندر سے انسانی عفریت کے ڈکرانے اور وحشیانہ جانوروں ایسی چیخوں کی آوازیں سنائی دیں۔ عنبر نے دیکھا کہ انسانی عفریت سخت طیش کی حالت میں ٹیلے کے غار میں سے جھک کر باہر نکل آیا۔ زارینہ اس نے اپنے ایک ہاتھ میں دبوچ رکھی تھی۔ وہ اسی طرح خوف کے مارے بے ہوش تھی۔

عنبر نے دیکھا کہ انسانی عفریت اونچا لمبا اور بالکل ایک جن لگتا تھا۔ اس کا سر ٹیلے کے اوپر تک پہنچ رہا تھا اور چاندنی رات میں اس کے ماتھے کی سرخ آنکھ میں سے چنگاریاں سی پھوٹ رہی تھیں۔ انسانی عفریت اس شخص کو تلاش کر رہا تھا۔ جس نے شور مچا کر اس کو جگا دیا تھا۔ وہ اس شخص

کے ٹکڑے اڑا دینا چاہتا تھا۔ غصے سے اس کے چوڑے چوڑے لٹکے ہوئے ہونٹوں سے جھاگ نکل رہی تھی۔

عنبر نے ایک داؤ سوچا اور ریت پر رینگتا ہوا ٹیلے کی دوسری طرف آگیا۔ وہ ٹیلے پر چڑھ گیا۔ اس کی سکیم یہ تھی کہ وہ ٹیلے کے اوپر سے انسانی عفریت کے کاندھے پر چھلانگ لگا کر اس کی آنکھ کو پھوڑنے کی کوشش کرے گا وہ جونہی ٹیلے کی چوٹی پر آیا اسے انسانی عفریت کا سر اپنی طرف اکلوتی آنکھ سے گھورتا بالکل سامنے دکھائی دیا۔ عنبر ذرا سا پیچھے ہٹا۔ انسانی عفریت نے عنبر کو دیکھتے ہی ایک بھیانک چیخ ماری اور اپنا خالی ہاتھ عنبر کے جسم پر اٹھا کر زور سے مارا۔ عنبر میں اگر طاقت نہ ہوتی تو اس کے جسم کے پرخچے اڑ گئے ہوتے۔ مگر انسانی عفریت کے ہاتھ کی زبردست ضرب نے عنبر کو اپنی جگہ سے ہلا دیا۔

عنبر نے دیکھا کہ زارینہ انسانی عفریت کے دوسرے ہاتھ میں تھی۔ عنبر نے ٹیلے کی چوٹی پر سے انسانی عفریت کے کاندھے پر چھلانگ لگا دی اور اس کی بالوں بھری گردن کو دبانے لگا۔ مگر اتنے بڑے انسانی عفریت کی ہاتھی ایسی گردن کو دبانا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ انسانی عفریت نے زارینہ کو اپنے پاؤں کے پاس رکھ دیا اور دونوں لمبے لمبے

سب تو اس ایسے ہاتھ اوپر اٹھائے اور عنبر کو اپنے ہاتھ کی لمبی لمبی انگلیوں میں جکڑ کر زور سے دبایا۔ لیکن عنبر پر اس کے زبردست دباؤ کا کوئی اثر نہ پڑا۔ اور اس نے انسانی عفریت کے ہاتھوں سے اچھل کر چھلانگ لگائی اور اس کے سر پر آ کر بالوں کو پکڑ لیا۔

انسانی عفریت نے جھنجلا کر سر کو زور سے جھٹکا۔ عنبر اس کے سر کے بالوں میں سے جھٹکا کھا کر نیچے گر پڑا انسانی عفریت نے اوپر اپنا پاؤں رکھ دیا۔ عنبر اس کے پاؤں کے نیچے ایسے دب گیا جیسے کوئی مینڈک ہو۔ مگر عنبر کا کچھ نہیں بگڑا اور وہ ریت کے نیچے ہی نیچے سے رینگ کر باہر نکل آیا۔ اچھی بات یہ تھی کہ زرینہ ابھی تک بے ہوش پڑی تھی۔ ورنہ اگر وہ ہوش میں آجاتی تو ہو سکتا ہے کہ ڈر کر بھاگنے کی کوشش کرتی اور انسانی عفریت اسے پکڑ کر دو ٹکڑے کر ڈالتا۔

عنبر ریت میں سے نکل کر بھاگ کر ایک بار پھر ٹیلے کی چوٹی پر چڑھ گیا۔ اس نے ایک نوکیلا پتھر اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ چوٹی پر آتے ہی اس نے انسانی عفریت پر چھلانگ لگا دی اور اس کے سر پر آتے ہی نوکیلے پتھر کو زور سے انسانی عفریت کی اکلوتی آنکھ پر دے مارا۔

عنبر نے اپنی پوری طاقت سے حملہ کیا تھا۔ انسانی عفریت کی آنکھ میں پتھر کی نوک دھنستی چلی گئی۔ انسانی عفریت گھبرا گیا اس نے درد کے مارے ایک چیخ بلند کی۔ اور عنبر کو پکڑنا چاہا۔ مگر عنبر دھڑا دھڑ نوکیلا پتھر انسانی عفریت کی آنکھ میں مار رہا تھا۔ آنکھ پھوٹ گئی تھی اور اس میں سے سیاہ خون نکلنے لگا تھا۔

عنبر نے آخری بار اتنی زور سے پتھر مارا کہ سارا پتھر انسانی عفریت کی آنکھ میں دھنس گیا اور عفریت درد کی شدت سے آنکھ پر دونوں ہاتھ رکھے پتھر کو باہر نکالنے کی کوشش میں اچھلنے لگا۔ زمین اس کے اچھلنے سے ہلنے لگی زرینہ کو بھی ہوش آگیا۔ اور اس نے عنبر کو عفریت کے کاندھے پر سے نیچے چھلانگ لگاتے دیکھ کر چلا کر کہا۔

"عنبر! مجھے بچاؤ۔"

زرینہ کا خیال تھا کہ انسانی عفریت اسے ہلاک کرنے والا ہے۔ عنبر چھلانگ لگانے کے بعد لپک کر زرینہ کے پاس آیا اور اسے اٹھا کر گھسیٹتا ہوا انسانی عفریت سے دور لے گیا اور کہا۔

"انسانی عفریت مر رہا ہے۔ تم درختوں کے جھنڈ کی طرف بھاگ جاؤ۔"

زارینہ نے خوف سے بھری ہوئی آواز میں کہا۔
"وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ تم بھی میرے ساتھ چلو"
عنبر بولا "نہیں۔ میں اس کی موت کا انتظار کروں گا۔ تم
چلو۔ جلدی چلو۔ دیر نہ کرو"

اور عنبر نے زارینہ کو وہاں سے درختوں کے جھنڈ کی
طرف بھگا دیا۔ انسانی عفریت کی جان اس کی آنکھ میں تھی
آنکھ پھوٹ جانے کی وجہ سے اس پر موت کی حالت طاری
ہو گئی تھی اور وہ لڑکھڑانے لگا تھا۔ پھر وہ دھڑام سے
زمین پر گر پڑا۔ عنبر جلدی سے اس کے قریب آیا۔ انسانی
عفریت کے حلق سے غرغراہٹ کی آوازیں نکل رہی تھیں
اس کی آنکھ میں نوکیلا پتھر اس طرح پھنسا ہوا تھا اور
چاندنی میں آنکھ کے اندر سے سیاہ خون نکلتا صاف نظر
آ رہا تھا۔

انسانی عفریت کا سارا جسم تڑپ رہا تھا۔ لرز رہا تھا
پھر یہ تڑپتا، لرزتا ہوا جسم آہستہ آہستہ ساکت ہو کر
ٹھنڈا اور مردہ ہو گیا۔ انسانی عفریت کی جان نکل چکی تھی
عنبر نے دیکھا کہ انسانی عفریت کے مرتے ہی سمندر میں
ایک طوفان سا آ گیا اور ایک بڑی لہر سمندر میں سے

اٹھ کر ریت پر اس جگہ آئی جہاں انسانی عفریت کی لاش
پڑی تھی۔ پانی کی یہ اونچی لہر انسانی عفریت کے اوپر آ کر
گری اور پھر اسے گھسیٹتی ہوئی اپنے ساتھ ہی واپس سمندر
میں لے گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہاں نہ انسانی عفریت کی لاش
باقی تھی اور سمندر میں کوئی طوفان ہی تھا۔ ایک بار پھر
چاروں طرف گہری خاموشی اور سکون چھا گیا تھا۔

عنبر حیران ہوا کہ اس انسانی عفریت کا سمندر کی لہروں
سے کیا خفیہ رشتہ تھا کہ وہ اس کی لاش کو لینے خشکی پر
آ گئی تھیں اور اس کی لاش لے کر واپس چلی گئی ہیں؟

عنبر کو اب زارینہ کا خیال آیا۔ وہ بھاگ کر درختوں کے
جھنڈ میں گیا۔ زارینہ دہشت کے مارے درخت کے پاس
سمٹی بیٹھی تھی اور آہستہ آہستہ سسکیاں بھر رہی تھی۔ عنبر
نے کہا۔

"اب ڈرنے اور رونے کی کوئی وجہ نہیں ہے میں نے
عفریت کو ہلاک کر دیا ہے اور سمندر کی لہریں اس کی لاش
کو لے کر سمندر میں گم ہو گئی ہیں"

زارینہ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا لئے اور
بولی۔ "اے دیوتاؤ! تم نے میری جان بچائی اب مجھے یہاں
سے نکال کر میرے گھر پہنچا دو"

اور وہ رونے لگی۔ عنبر نے کہا۔
"اس کا بھی انتظام ہو چکا ہے۔"
"کیا کہہ رہے ہو تم؟" زارینہ نے چونک کر کہا۔
عنبر بولا۔
"انسانی عفریت جس کشتی پر سوار ہو کر اس جزیرے میں آیا تھا وہ کشتی سمندر کے کنارے کھڑی ہے۔"
"نہیں نہیں۔ میں اس منحوس کشتی میں نہیں بیٹھوں گی۔"
عنبر نے کہا۔ "کیا بچوں ایسی باتیں کر رہی ہو زارینہ ہمیں ہر حالت میں اس منحوس جزیرے سے نکلنا ہو گا۔ یہ موقع ایک سنہری موقع ہے۔"
دن نکلا تو عنبر نے زارینہ کو ساتھ لے کر انسانی عفریت کی بڑی کشتی دکھائی۔ زارینہ اس کشتی میں بیٹھ کر سمندر میں سفر کرنے پر تیار ہو گئی۔ انہوں نے دیکھا کہ کشتی میں پانی کا ایک بڑا مٹکا بھرا ہوا پڑا تھا۔ اور کچھ کچے اور سوکھے پھل بھی رکھے ہوتے تھے۔ یہ ایک نیک فال تھی۔
عنبر نے کہا۔
"ہمیں آج ہی اس کشتی میں بیٹھ کر یہاں سے نکل جانا چاہئے یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ کشتی میں پانی بھی ہے اور کھانے کے لئے کچھ سوکھے پھل بھی ہیں۔"

عنبر اور زارینہ کشتی میں سوار ہو گئے۔ انہوں نے کشتی کا بادبان کھول دیا اس میں ہوا بھر گئی اور کشتی نے سمندر کی لہروں پر بہنا شروع کر دیا۔ موسم خوشگوار تھا۔ ہوا خوب چل رہی تھی۔ جس کی وجہ سے کشتی لہروں پر تیزی سے بہتی ہوئی جزیرے سے دور ہٹتی ہوئی کھلے سمندر میں نکل گئی۔ دن بھر کشتی کھلے سمندر میں سفر کرتی رہی۔ عنبر اپنے اندازے کے مطابق مغرب کی طرف کشتی کا رخ کئے ہوتے تھا۔ کیونکہ روم کی بندرگاہ انتباخ مغرب ہی کی جانب تھی۔ اس سمندری راستے پر وہ جہاز بھی جا رہا تھا جو چٹان سے ٹکرا کر تباہ ہو گیا تھا۔
جب رات کا اندھیرا پھیلنے لگا تو جزیرہ نگاہوں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ اور اب عنبر اور زارینہ کی کشتی بیکراں سمندر کی وسعتوں میں بہتی چلی جا رہی تھی۔ رات کو زارینہ اور عنبر نے کچھ سوکھے پھل کھا کر پانی پی لیا۔ زارینہ نے عنبر سے پوچھا کہ اس نے اتنے بڑے عفریت کو کیسے ہلاک کیا؟ عنبر نے کہا۔
"میں نے عقل مندی سے کام لیا تھا۔ ورنہ اس کی طاقت مجھ سے کہیں زیادہ تھی۔"
عنبر نے ابھی تک زارینہ کو اپنی طاقت کے بارے میں

کچھ نہیں بتایا تھا۔ اس کا اصول رہا تھا کہ وہ خواہ مخواہ
کسی کو اپنی طاقت نہیں جتاتا تھا۔ اس نے کہا۔
"میں ٹیلے پر چڑھ گیا۔ میرے پاس نوکیلا پتھر تھا اور
میں نے عفریت کے سر پہ چھلانگ لگا کر اس کی آنکھ پھوڑ
ڈالی تھی۔"

زارینہ بولی: "عنبر! میں نے تم سے زیادہ بہادر آدمی
آج تک نہیں دیکھا۔ تم نے میری جان بچائی ہے۔ میرے
ماں باپ تم سے مل کر بہت خوش ہوں گے۔"

عنبر نے جواب نہ دیا۔ وہ بادبان کا رخ مغرب کی طرف
کر رہا تھا جو ذرا سا مشرق کی طرف کھسک گیا تھا۔ رات
گزر گئی۔ پھر دن نکل آیا اور دن بھی گزر گیا۔ کشتی بڑے
سکون سے سمندر میں سفر کرتی رہی۔ عنبر نے زارینہ سے
کہا۔ "اگر ہم اسی طرح سفر کرتے رہے تو کل شام کو
ہمیں روم کا ساحل نظر آجائے گا۔"

عنبر نے سمندر کی لہروں کی طرف دیکھ کر کہا۔
"لہریں پرسکون ہیں۔ ہمارا سفر آرام سے کٹ جائیگا۔"
لیکن اسی رات ایک عجیب و غریب واقعہ ہوا۔

چاندنی رات میں ان کی کشتی سمندری لہروں پر بہی
چلی جا رہی تھی۔ ہر طرف خاموشی اور سکوت تھا۔ چاندنی رات

میں سمندر کی لہریں چمک رہی تھیں۔ آسمان پہ ستارے
روشن تھے۔ عنبر کشتی کے کونے میں بیٹھا سوکھے پھلوں
کے تھیلے میں سے نکال کر کھلی ہوا میں رکھ رہا تھا۔ زارینہ
کو نیند آ رہی تھی اور وہ کشتی کے تختے پہ لیٹی سونے کی کوشش
کر رہی تھی۔ اس کا منہ سمندر کی طرف تھا۔ اچانک اسے
یوں نظر آیا جیسے کسی عورت کا سر کشتی کے کنارے سے لگا
اس کی طرف دیکھ کر مسکرا رہا ہے۔ پہلے تو وہ سمجھی کہ شاید
وہ خواب دیکھ رہی ہے۔ لیکن جب اس نے اپنے سر کو
جھٹک کر دیکھا تو یہ ڈیلفی دیوی کے لکڑی کے بت کا کٹا ہوا
سر تھا جو سمندری لہروں سے نکل کر کشتی کے کنارے کے
ساتھ لگا اس کی طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ پھر کٹے ہوئے
سر نے اپنی آنکھیں جھپکیں تو زارینہ چیخ مار کر اٹھ بیٹھی اور
عنبر کی طرف لپکی۔ عنبر اس کی چیخ کی آواز سن کر گھبرا
گیا۔ "کیا ہوا زارینہ؟"

"وہ ——— وہ دیکھو"

زارینہ سے خوف کے مارے بات نہیں ہو رہی تھی۔ وہ
کشتی کے کنارے کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ عنبر نے جب
ڈیلفی کے کٹے ہوئے سر کو کشتی کے کنارے پہ ٹکا ہوا دیکھا
تو ایک بار تو وہ بھی ڈر گیا۔ اس نے زارینہ کو حوصلہ دیا اور

آگے بڑھا۔ ڈیلفی کا سر اسکی طرف قہر آلود نظروں سے تکنے
لگا۔ عنبر نے آگے بڑھ کر دیکھا کہ سر نیچے سے کٹا ہوا تھا اور
کشتی کے ساتھ یوں لگا تھا جیسے نیچے سے کسی نے پکڑ رکھا ہو۔
عنبر نے سر کو پیچھے سمندر میں دھکیل دیا۔ ڈیلفی کا سر ایک
طرف کو گھوما اور پھر ایک رگوں کو جما دینے والی چیخ کے ساتھ
سمندر میں گر گیا۔ سمندر میں گرتے ہی ایک زبردست طوفان
اٹھ کھڑا ہوا۔ آسمان پر نہ کوئی بادل تھا۔ نہ کوئی آندھی
چل رہی تھی اور نہ کوئی بجلی چمک رہی تھی مگر لہریں بلند ہو ہو
کر اوپر اٹھنے اور کشتی سے ٹکرانے لگیں۔ زاربینہ خوف زدہ
ہو کر کشتی کے تختے سے چمٹ گئی۔ کشتی طوفانی لہروں پر
اوپر نیچے ہونے لگی۔ لہروں کا بھیانک شور بلند ہو رہا تھا
جیسے وہ بے تحاشا چٹانوں کے ساتھ ٹکرا رہی ہوں۔ کشتی
کھلونے کی طرح طوفانی لہروں پہ اچھل رہی تھی۔

عنبر نے چلا کر زاربینہ سے کہا کہ وہ بادبان والے لکڑی
کے ستون کے ساتھ لگ کر بیٹھ جائے۔ زاربینہ لکڑی کے ستون
سے چمٹ گئی۔ عنبر نے اس کو اسی کے ساتھ ستون سے
باندھ دیا۔ اور خود چپو لے کر کشتی کو طوفانی لہروں سے نکالنے
کی کوشش شروع کر دی۔ مگر یہ کوئی آسیبی یا غیبی طوفان
تھا۔ لہروں کی آوازیں اور شور سیٹیاں بجا رہا تھا۔ کبھی اوپر

جاتی اور کبھی نیچے لہروں کے ساتھ سمندر کی تہہ میں اتر
جاتی۔ لہروں کے شور میں کان پڑی آواز سنائی نہیں
دیتی تھی۔ عنبر سمجھ گیا تھا کہ یہ دیوی ڈیلفی کا پیدا کیا ہوا
طوفان ہے اور اس کے پاس اس طوفان سے بچنے کیلئے
کوئی تدبیر نہیں تھی۔

طوفانی لہروں میں سے اچانک دیوی ڈیلفی کا لکڑی
کا سر اچھل کر کشتی کے ستون کے اوپر آکر ٹک گیا اور یوں
چیخوں کی آوازیں آنے لگیں۔ جیسے بہت سی چڑیلیں رو
رہی ہوں۔ چلا رہی ہوں۔ زاربینہ تو دہشت کے مارے
ایک بار پھر بے ہوش ہو گئی تھی۔ اگر وہ ستون کے ساتھ
نہ بندھی ہوئی ہوتی تو اب تک سمندری لہریں اسے اپنے
اندر نگل چکی ہوتیں۔ ستون کے اوپر لگا ہوا ڈیلفی کا لکڑی
کا سر جیسے قہقہے لگا لگا کر ہنس رہا تھا۔ اس کی آواز
لہروں کی چیخوں میں گھل مل جا رہی تھی۔ عنبر کو عجیب
مصیبت کا سامنا کرنا پڑ گیا تھا۔

وہ کشتی کے چپو چلاتے ہوئے طوفان سے نکال لے
جانے کی سر توڑ کوشش کر رہا تھا۔ مگر کشتی اب بھنور
میں پھنس چکی تھی اور ایک ہی جگہ تیزی سے گول دائرے
میں چکر لگانے لگی تھی۔ یہ بڑی خطرناک بات تھی۔ وہ کسی

بھی وقت الٹ کر لہروں کے کنوئیں میں غرق ہو سکتی تھی۔

عنبر نے نداریبہ کی طرف دیکھا وہ ستون کے ساتھ رسی سے بندھی، گردن ایک طرف ڈھلکائے بے ہوش تھی۔ عنبر نے دیوی ڈیلفی کے سر کی طرف منہ اٹھا کر چیخ کر کہا۔ "اگر تم دیوی ڈیلفی ہو تو اس غریب رومن لڑکی کو کس جرم کی سزا دے رہی ہو؟ مجھ سے چاہے جو سلوک کرو مجھ پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ لیکن اس غریب لڑکی پر تو رحم کرو۔"

دیوی ڈیلفی کا ایک بھیانک قہقہہ بلند ہوا اور اس نے کہا

"تم نے میرے سر کو سمندر میں دھکا دے کر میری توہین کی ہے۔ میں تم دونوں سے اس کا بدلہ لوں گی۔ میں جانتی ہوں تم موت کے پنجے سے آزاد ہو گئے ہوئے ہو۔ لیکن میں تمہیں بھی ایک ایسی سزا دوں گی کہ تم جب تک زندہ ہو اسے یاد کرتے رہو گے۔"

عنبر نے کہا: "یہ تمہاری بھول ہے ڈیلفی — لیکن میں تم سے گذارش کروں گا کہ تم مجھے چاہے جو سزا دے لو۔ مجھے قبول ہے۔ مگر اس لڑکی پر رحم کرو۔ یہ بے گناہ ہے۔"

ڈیلفی کی آواز آئی۔ "میں اس پر بھی رحم نہیں کروں گی۔ میں تم پر بھی رحم نہیں کروں گی۔ میں اپنے آپ پر بھی رحم نہیں کرونگی۔ ہا ہا ہا ہا۔"

ڈیلفی نے ایک پاگلوں ایسا قہقہہ بلند کیا اور آسمان کی طرف آنکھیں اٹھا کر قہر بھری نظروں سے دیکھا۔ آسمان میں سے بجلی کا ایک کوندا کڑاکے دار آواز کے ساتھ عنبر کے سر کے اوپر لپکتا ہوا آگے نکل گیا۔ ڈیلفی کی آواز آئی۔

"تم اس کڑکتی بجلی سے نہ بچ سکو گے عنبر!"

اب عنبر کو بھی فکر ہونے لگا کہ کہیں سچ مچ اس کڑکتی بجلی کی زد میں آ کر وہ کہیں بھسم ہو کر نہ رہ جائے۔

عین اس وقت عنبر نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا سمندری سانپ لہروں کے اوپر سے ہوتا ہوا ایک طرف کو بھاگا جا رہا تھا۔ عنبر کو ناگ نے سانپوں کی بولی سکھا رکھی تھی۔ اور سانپ کو عنبر میں سے دیوتا کی بو بھی آنے لگی تھی وہ وہیں لہروں پر رک گیا۔ اور عنبر کے پاس لہروں کے اوپر آ کر کنڈلی مار کر بیٹھ گیا اور بولا۔

"اے عظیم ناگ کے بھائی! میں تمہیں طوفان سے باہر نکالنے آیا ہوں۔"

عنبر نے کہا "میں طوفان سے اپنے آپ نکل آؤں گا۔ پہلے اس کشتی کے اوپر جو لکڑی کا سر لٹک رہا ہے اس کو یہاں سے ہٹا دو۔" یہ طوفان اس کٹے ہوئے سر کا لایا ہوا ہے۔"

سانپ نے جو ایک بڑے اژدہا سے ملتا جلتا تھا۔ اپنی لال

لال آنکھیں چمکا کر اوپر ڈیلفی کے سر کو دیکھا۔ ڈیلفی کے
سر نے ایک چیخ بلند کی کہ شاید سانپ ڈر کر بھاگ جائے۔
مگر سانپ ڈرنے والی جنس نہیں تھی۔ اس نے لہروں کے
اوپر بیٹھے ہی بیٹھے ایک بار جو ہوا میں اچھل کر چھلانگ
لگائی جو پوری طاقت سے ڈیلفی کے سر سے جا ٹکرایا۔
ڈیلفی کا کٹا ہوا سر سانپ کے ساتھ ہی سمندر میں گر گیا
عنبر نے دیکھا کہ سانپ سمندر کی طوفانی لہروں میں سے نکل
کر باہر آ رہا ہے اور اب طوفان ایکدم سے تھم گیا تھا اور
کشتی یوں پرسکون ہو گئی تھی جیسے سمندر میں کبھی طوفان
ہی نہ آیا ہو۔ یہ سمندری سانپ ایک اژدہا کی قسم کا تھا۔ اس
کو عنبر کے جسم سے ناگ دیوتا کی بو آ رہی تھی اس نے عنبر کو
جھک کر کہا۔

" ناگ دیوتا کے عظیم بھائی۔ میں نے آپ کو ڈیلفی دیوی کے
جادو سے بچا لیا ہے یہ میرا فرض تھا۔"
عنبر نے کہا۔" تمہارا شکریہ! لیکن کیا تم ہماری کشتی کو سمندر
سے نکال کر تیزی کے ساتھ ساحل تک پہنچا دو گے؟"
" ناگ دیوتا کے عظیم بھائی! میں مجبور ہوں۔"
" وہ کیوں؟"
ناگ نے حیرانی سے پوچھا۔ وہ زندگی میں پہلی بار کسی سانپ

کی زبان سے انکار سن رہا تھا۔
سانپ نے کہا۔
" ناگ دیوتا نے، ناگوں کی دنیا کا کوئی زبردست اصول توڑ
دیا ہے جس کی سزا کے طور پر شیش ناگ نے دنیا کے تمام
سانپوں کے نام حکم جاری کر دیا ہے کہ ناگ کے کسی حکم پر
عمل نہ کیا جائے۔ اس لئے میں آپ کا بھی حکم نہیں مان
سکتا۔ کیونکہ آپ ناگ کے بھائی ہیں۔"
عنبر تو یہ سن کر بھونچکا سا ہو کر رہ گیا کہ یہ کیسا انقلاب آ گیا
ہزاروں سال کے سفر میں ایسا پہلی بار ہو رہا تھا کہ سانپ ناگ
دیوتا کا حکم ماننے سے انکار کر رہے تھے۔ عنبر نے سوچا کہ
خدا جانے ناگ نے کیا اصول توڑا ہے اور اس کو کیا مجبوری
آن پڑی تھی کہ اسے اصول توڑنا پڑ گیا۔ اس نے سانپ
سے پوچھا کہ کیا ناگ کی ساری طاقت اس سے چھین لی گئی ہے؟
سانپ نے کہا۔
" نہیں۔ ناگ دیوتا کی باقی ساری طاقت اس کے پاس ہی ہے۔"
یہ کہہ کر سانپ سلام کر کے سمندر میں غائب ہو گیا۔ عنبر نے جلدی
سے ناریتہ کو کشتی کے مستول سے کھولا اور اسے ہوش میں لانے
کے بعد بتایا کہ طوفان تھم گیا ہے اور اب ہم خطرے سے باہر نکل
گئے ہیں۔

شاہی قیدی کا فرار

صبح کے وقت کشتی کنارے کے ساتھ جا لگی۔

یہ انتیاخ شہر کی رومن بندرگاہ تھی۔ زارینہ جس رومن امیر کی بیٹی تھی اس کو یہاں بہت لوگ جانتے تھے۔ زارینہ نے ایک رات اپنے باپ کے رومن دوست کے گھر قیام کیا دوسرے دن زارینہ اور عنبر کو گھوڑ سواروں کے حفاظتی دستے کے ساتھ روم شہر کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ ایک دن اور ایک رات کے سفر کے بعد زارینہ اور عنبر روم پہنچ گئے زارینہ کے باپ کی شاندار حویلی کسی محل سے کم نہیں تھی۔ وہ بادشاہ کے دربار کا امیر تھا۔ اپنی بیٹی کو دیکھ کر زارینہ کا باپ اور اس کی ماں بہت خوش ہوئے۔ سب بھائی بہن زارینہ سے گلے ملے۔ زارینہ نے بتایا کہ اسے ایک خونخوار

بلا محل کی چھت سے اٹھا کر ایک ویران جزیرے میں لے گئی تھی۔ پھر اس نے عنبر کی طرف اشارہ کیا اور کہا

"اگر عنبر مجھے نہ بچاتا تو آج میں آپ کے پاس نہیں پہنچ سکتی تھی۔"

زارینہ کے ماں باپ اور بہن بھائیوں نے عنبر کا شکریہ ادا کیا۔ اس رات حویلی میں خوشی کا جشن منایا گیا اور شاہی محل کی شہزادیوں نے بھی شرکت کی۔ عنبر اگرچہ اس جشن میں شریک تھا مگر اس کا دل ناگ ماریا اور کیٹی کے لئے اداس تھا۔ اسے ابھی تک ان تینوں کا کوئی سراغ نہیں ملا تھا۔ دوسرے روز وہ روم شہر میں نکل گیا اور جگہ جگہ ناگ اور ماریا کی خوشبو لینے کی کوشش کرتا رہا۔ مگر ان کی خوشبو یہاں کہیں بھی نہیں تھی۔ روم بہت بڑا شہر تھا اور شہنشاہ روم کا پائے تخت تھا

یونہی پھرتے پھراتے وہ شہر کی تنگ و تاریک گلیوں میں نکل گیا۔ یہاں بڑے غریب غلام لوگ رہتے تھے جو بادشاہ کے محل میں گھوڑوں کی دیکھ بھال کرتے اور وہیں رہا کرتے تھے انہیں قسمت ہی سے اپنے گھر اپنے بال بچوں میں آنا نصیب ہوتا تھا۔ عنبر ایک مکان کے قریب سے گزرا تو اس کے اندر سے کسی عورت کے رونے کی آواز آئی۔ وہ رک گیا سوچا شاید اس عورت کا کوئی مر گیا ہے جو وہ رو رہی ہے

عنبر کا دل پسیج گیا۔ اس نے سوچا کہ اس عورت سے
پوچھنا چاہیے کہ وہ اس قدر دکھی کیوں ہے اور اس کا کون
مر گیا ہے۔ عنبر نے دروازے پہ آہستہ سے ہاتھ مارا تو
وہ کھل گیا۔ اندر عورت کے رونے کی آواز بند ہو گئی اور
اُس نے گڑگڑا کر وہیں سے آواز دی۔

"نہیں نہیں میں نہیں روتی تھی۔ میرے بچوں پہ رحم کرو۔
اسے نہ لے جانا۔ میرے بچوں پہ رحم کرو۔"

عنبر حیران ہوا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ مکان کی تاریک ڈیوڑھی
میں اندھیرا تھا۔ اس اندھیرے میں عنبر نے ایک جوان عورت
کو دیکھا کہ پھٹے پرانے کپڑے پہنے اپنے سینے سے دو بچوں
کو لگائے سہمی ہوئی نظروں سے عنبر کو تک رہی ہے اور اسکی
آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں اور وہ کہہ رہی ہے۔

"میرے بچوں کو نہ لے جانا۔ مجھ سے میرے بچے نہ چھینو
میں نہیں رو رہی۔ میں اپنے خاوند کو یاد نہیں کر رہی۔"

عنبر نے قریب جا کر کہا۔

"بہن، تم مجھ سے کیوں گھبرا رہی ہو؟ میں تمہارے بچے
تم سے چھین کر لے جانے کے لئے نہیں آیا۔ میں تو گلی سے
گذرتے ہوئے تمہارے رونے کی آواز سنی تو اندر یہ پوچھنے
چلا آیا کہ تم کیوں رو رہی ہو؟ تمہیں کیا دکھ ہے؟"

عورت کھلی ہوئی حیران آنکھوں سے عنبر کو تک رہی تھی۔
اس کے بچے بھی جو چھوٹے تھے سہم کر اس کے ساتھ لگے تھے
اس عورت نے عنبر کو سر سے پاؤں تک دیکھا اور پوچھا۔

"کیا تم بادشاہ سیزرند کے سپاہی نہیں ہو؟"

عنبر نے کہا۔ "بالکل نہیں۔ میں تو ملک مصر کا رہنے والا
ہوں۔ میرا نام عنبر ہے اور اس ملک کی سیر کرنے آیا ہوں۔"

عورت نے سر جھکا لیا اپنے بچوں کو ٹوٹی ہوئی چارپائی
پہ لٹا دیا اور خود آنسو بہانے لگی۔ عنبر نے کہا۔ "بہن! تم کیوں
رو رہی ہو؟ مجھے بتاؤ۔ کیا ہو گیا ہے تمہارے ساتھ؟"

عورت نے بھیگی پلکیں اٹھا کر کہا۔

"میرے ساتھ بڑا ظلم ہونے والا ہے۔"

عنبر نے پوچھا۔ "آخر وہ کون سا ظلم ہے بہن کچھ مجھے بھی
تو بتاؤ۔"

عورت بولی۔ "تمہاری ہمدردی کا شکریہ بھائی۔ مگر میری
کوئی بھی انسان مدد نہیں کر سکتا۔"

"آخر ایسی کون سی بات ہو گئی ہے بہن؟"

عورت نے کہا۔ "میرا خاوند، میرے ان دو بچوں کا باپ
شہنشاہ سیزرند کے اصطبل میں گھوڑوں کا سائیس تھا۔ چند روز
پہلے وہ ایک شاہی گھوڑے کو جنگل میں گھما پھرا رہا تھا کہ

اتفاق سے گھوڑا ایک پتھر سے ٹھوکر کھا کر گر پڑا اسے
چوٹ آگئی۔ بادشاہ کے سپاہیوں نے اسے پکڑ کر جیل میں
ڈال دیا اور آج رات بادشاہ کے حکم سے اسے صلیب پر
چڑھایا جا رہا ہے۔"

اور وہ جوان دکھی عورت پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی
اس کو روتا دیکھ کر اب اس کے بچوں نے بھی رونا شروع کر
دیا۔ عنبر کا دل ہل گیا۔ اس نے اسی وقت دل میں فیصلہ
کر لیا کہ وہ اس عورت کے خاوند اور ان معصوم بچوں کے
بے گناہ باپ کی ہر حالت میں جان بچائے گا۔ اس نے عورت
کو تسلی دی اور کہا۔

"میری بہن اپنے آنسو پونچھ لو اور مجھے بتاؤ کہ تمہارے
خاوند کس جگہ رکھا گیا ہے؟"

جوان عورت نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"تم پوچھ کر کیا کرو گے بھائی۔ میرا سہاگ آج رات اجڑ
جائے گا۔ میرے بچے یتیم ہو جائیں گے۔ میرا اس دنیا میں
کوئی نہیں جو ان بچوں کی پرورش کرے۔"

اور وہ پھر رونے لگی۔ عنبر نے کہا۔

"بہن مجھے بتاؤ کہ تمہارے خاوند کا نام کیا ہے اور اسے
کس قید خانے میں ڈالا گیا ہے۔ میں اسے بچانے کی کوشش

کروں گا۔"

عورت چپ سی ہو کر رہ گئی اور عنبر کو تکنے لگی۔ پھر
ناامیدی کے ساتھ بولی۔

"تم کیسے بچا سکو گے میرے خاوند کو بھائی۔ وہ شاہی
قیدی ہے۔ روم کے پہاڑی والے قید خانے میں تو کوئی پرندہ
بھی پر نہیں مار سکتا۔ تم اسے کیسے بچا سکو گے۔"

عورت سسکیاں بھرنے لگی۔ عنبر نے اس سے اس کے
خاوند کا نام پوچھا اس نے آنسو پونچھ کر کہا

"گلوٹیس اس کا نام ہے وہ جوان اور خوبصورت ہے
ہم ملک شام کے رہنے والے ہیں۔ میرا خاوند غلام بنا کر
فروخت کر دیا گیا تھا۔ ہائے میں اس کے بغیر کیسے زندہ رہوں گی۔"

عنبر کو معلوم تھا کہ جب وہ اس کے خاوند گلوٹیس کو آزاد
کرا کر فرار کروائے گا تو رومن سپاہی سب سے پہلے اس کے گھر
اسے تلاش کرنے آئیں گے اور اس کی بیوی بچوں کو قتل کر ڈالیں گے
اس لئے سب سے پہلے اس عورت کو اس کے دونوں بچوں کو کسی
محفوظ جگہ پر پہنچانا ضروری تھا۔ عنبر نے اس عورت سے کہا۔

"بہن! میں تمہارے خاوند کو بچا کر لے آؤں گا۔ مگر تمہیں
یہاں سے نکل کر کسی محفوظ اور خفیہ جگہ پناہ لینی ہو گی تاکہ جب
میں تمہارے خاوند کو لے کر تمہارے پاس آؤں تو تم دونوں

اپنے بچوں کو لے کر اس ملک سے فرار ہو سکو؟"
عورت حیرانی سے عنبر کا منہ تک رہی تھی کہ یہ کس قسم
کی باتیں کر رہا ہے۔ بھلا آج تک کوئی ایسا آدمی پیدا ہوا
تھا جو شہنشاہ روم ایسی زبردست طاقت سے ٹکر لے
سکے؟ اور عنبر خود شکل اور لباس سے ایک غریب مزدور
یا غلام لگتا تھا۔ عنبر سمجھ گیا کہ عورت کو اس کی باتوں پر
اعتبار نہیں آ رہا۔ اس نے کہا۔
"بہن! وقت بہت کم ہے۔ مجھے فوراً بتاؤ کہ کیا تم اس
شہر سے باہر کسی خفیہ جگہ چھپ سکتی ہو؟"
عورت کو عنبر کے پر اعتماد لہجے نے اب متاثر کر دیا تھا
اس نے کہا "نہیں۔ میں۔ میں ایسی کوئی جگہ نہیں جانتی۔"
عنبر نے ایک پل کے لئے کچھ غور کیا اور بولا۔
"ٹھیک ہے تم بچوں کو لے کر میرے ساتھ آؤ۔"
عورت نے جلدی جلدی دونوں بچوں کو اٹھایا اور
عنبر اسے لے کر مکان سے باہر نکل کر گلی میں آ گیا
روم میں وہ صرف ایک ہی مکان سے واقف تھا اور
وہ زرابینہ کی شاہی محل ایسی حویلی تھی اسے معلوم تھا کہ
جب اس نے غلام گلوٹیس کو فرار کروا دیا تو شاہی سپاہی
شہر میں اسے ہر جگہ تلاش کرتے پھریں گے۔ مگر زرابینہ

کی شاہی حویلی میں کوئی نہیں آئے گا۔ کسی کو شک ہی نہیں
پڑ سکتا کہ مفرور غلام بھاگ کر شہنشاہ کے ایک امیر کی
حویلی میں بھی آ کر چھپ سکتا ہے۔ عنبر اس عورت کو لیکر
زارابینہ کی حویلی میں آ گیا۔ اس نے زارابینہ کو بتایا کہ یہ میری ایک
دور کی رشتے دار خاتون ہے۔ جو شادی کے بعد مصر سے نکل
کر روم آ گئی تھی۔
"اس کا خاوند بے چاری کا فوت ہو چکا ہے اور
اب یہ اکیلی رہ گئی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ روم سے
واپس جاتے ہوئے اسے اپنے ساتھ مصر لے چلوں گا"
زارابینہ کی جانے بلا کہ یہ جوان عورت ایک ایسے غلام
کی بیوی ہے۔ جس کو شہنشاہ کی جانب سے آج رات سزائے
موت دی جا رہی ہے اور صلیب پر لٹکایا جا رہا ہے۔ اس
نے عنبر کی بات پر یقین کرتے ہوئے اس عورت سے بڑی
شفقت کا اظہار کیا۔ اسے کنیزوں سے کہلوا کر نئے کپڑے
پہنائے۔ اس کے بچوں کو بھی نئے کپڑے دیئے اور کھانا کھلایا
عنبر نے اس عورت کو ایک طرف لے جا کر کہا۔
"تمہارا نام کیا ہے؟"
وہ بے چاری بولی "فزلیطہ — میرا نام فزلیطہ ہے۔"
عنبر نے کہا "فزلیطہ! تم یہاں اس حویلی کے میرے کمرے

ہیں بچوں کو لے کر بالکل تیار رہو۔ میں تمہارے
خاوند کو موت کے منہ سے نکالنے جا رہا ہوں۔ خبردار
یہاں کسی سے کوئی فالتو بات نہ کرنا۔"

فرلیطہ نے کہا۔

"میں کسی سے کیا بات کر سکتی ہوں۔ میرا تو دل اپنے
خاوند کے غم میں پھٹا جا رہا ہے۔ دیوتا تمہاری حفاظت کریں۔"

عنبر نے فرلیطہ کو پھر تسلی دی اور چپکے سے گھوڑے پر
بیٹھ کر زارینہ کے شاہی محل سے نکل گیا۔ اس نے سب پتہ کر
لیا تھا کہ پہاڑ والا شاہی قید خانہ جس پہاڑی پر ہے
وہ پہاڑی کہاں پر ہے اور وہاں کتنا پہرہ ہے اور صلیب
پر بدنصیب غلام کو کس وقت چڑھایا جاتا ہے۔

پرانے زمانے کے روم میں اس قسم کے موت کی سزا
پانے والوں کو آدھی رات کے وقت صلیب پر کیل ٹھونک
کر چڑھایا جاتا تھا اور صبح ہونے تک وہ صلیب پر ٹنگے
لٹکے تڑپ تڑپ کر مر جاتے تھے اور پھر ان کی لاشیں اتار
کر بھوکے کتوں کے آگے ڈال دی جاتی تھیں۔ عنبر نے
دور سے روم شہر کے وسط میں اس پہاڑی کو دیکھا جس کے
اوپر قلعے کی دیوار کے اندر وہ خونخوار قسم کا قید خانہ تھا
جہاں موت کی سزا پانے والوں کو رکھا جاتا تھا۔

عنبر نے گھوڑے پر سوار ہو کر پہاڑی کے گرد اگرد
ایک چکر لگا کر اس کا غور سے معائنہ کیا۔ ہر شے کی
دیکھ بھال کی اور دماغ میں ایک سکیم بنا کر واپس شہر
کے ایک باغ میں آ کر گھوڑے کو درخت سے باندھ
کر بیٹھ گیا اب وہ رات ہونے کا انتظار کر رہا تھا تاکہ
جب اندھیرا ہو تو وہ اپنا کام شروع کرے۔ آخر سورج
غروب ہو گیا۔ پہلے شام ہوئی پھر رات کی تاریکی پھیل گئی اور
شہر کے مکانوں میں شمعیں روشن ہو گئیں۔ مگر پہاڑی والے
قید خانے کے باہر کافی اندھیرا تھا۔ یہی عنبر چاہتا تھا۔

اس نے گھوڑے کو ایسی جگہ باغ میں ہی بندھا رہنے
دیا اور پچھلی طرف سے ہو کر پہاڑی کی طرف چل پڑا۔ اس
نے دل میں ایک سکیم بنا رکھی تھی۔ پہاڑی کے پیچھے کی طرف
کافی اندھیرا تھا۔ مگر ایک رومن پہرے دار سپاہی ادھر
بھی چکر لگا رہا تھا۔ عنبر ایک جگہ جھاڑیوں کے پیچھے چھپ
کر بیٹھ گیا۔ اندھیرے میں وہ دور سے رومن پہرے دار کو
آتا دیکھ رہا تھا۔

جب یہ رومن سپاہی عنبر کے قریب سے گزرا تو عنبر نے
جھاڑیوں میں سے نکل کر پیچھے سے اس پر چھلانگ لگا دی۔

اور اس کا گلا دبوچ لیا۔ عنبر نے اپنی پوری طاقت استعمال
کی تھی اور یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ رومن سپاہی کی آنکھیں
باہر نکل آئیں اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ عنبر اسے مارنا نہیں
چاہتا تھا۔ بلکہ بے ہوش کرنا چاہتا تھا۔ بے ہوش سپاہی کے
منہ میں عنبر نے اچھی طرح سے کپڑا ٹھونس کر اس کے ہاتھ
پیر باندھ دیئے اور اس کی وردی اتار کر خود پہن لی۔ رومن
سپاہی کو جھاڑیوں میں چھپا دیا اور خود ڈھال اور تلوار لیکر
قید خانے کے دروازے کی طرف بڑھا۔

دروازہ بند تھا۔ چھوٹا طاق بھی بند تھا۔ عنبر نے تھوڑا
سا زور لگا کر چھوٹا طاق کھول لیا۔ اور قید خانے کے اندر
داخل ہو گیا۔ یہاں دیوار کے ساتھ آمنے سامنے دو مشعلیں روشن
تھیں۔ عنبر نے ڈھال وہیں ایک طرف پھینک دی۔ تلوار بھی
وہیں رکھ دی اور خود دیوار کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا قید خانے
کی اس کوٹھڑی کی طرف گیا۔ جہاں روشنی ہو رہی تھی اور
ایک رات کا پہرے دار اندر بیٹھا اونگھ رہا تھا۔

اس پہرے دار کے پاس تہہ کئے ہوئے کاغذوں میں سارا
کچھ لکھا تھا کہ فلاں قیدی اور فلاں موت کی سزا پانے والا
کہاں اور کس کوٹھڑی میں ہے۔ عنبر نے اسے جا کر رومن طریقے
سے سلام کیا اور کہا۔

"حضور! آپ کو دروازے پہ بلایا جا رہا ہے۔"

محافظ نے غور سے عنبر کی طرف دیکھا اور بولا۔

تم کون ہو؟ میں نے تمہیں پہلے یہاں کبھی نہیں دیکھا۔

رومن محافظ تلوار کھینچ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ عنبر نے کہا۔

"حضور! میں کل ہی بھرتی ہوا ہوں۔ اور قید خانے میں
رات کو پہرہ دیتا ہوں۔"

"تم بکواس کرتے ہو۔ سچ سچ بتاؤ تم کون ہو؟"

رومن محافظ نے اٹھ کر خطرے کی گھنٹی کی طرف ہاتھ بڑھایا
ہی تھا کہ عنبر نے اچھل کر اس کا گلا پکڑ لیا۔ محافظ رومن نے
تلوار پھینک کر خنجر نکال کر عنبر کے سینے پہ زور سے مارا
مگر خنجر مڑ گیا اور رومن محافظ کا ہاتھ زخمی ہو گیا۔ اس
عرصے میں عنبر نے محافظ رومن کو گلا دبا کر ختم کر دیا اور
اس کی لاش کو لوہے کے دروازے والے ڈیک کے پیچھے پھینکا
اور درازوں میں سے موت کی سزا پانے والے قیدیوں کی
فہرست نکال کر ان کے نام پڑھے ایک جگہ گلوٹیس کا نام اسکا
نمبر اور اس کوٹھڑی کا نمبر لکھا تھا۔ جہاں قید رکھا گیا تھا۔
عنبر نے اپنے سر پہ محافظ کا تانبے کا ہلمٹ پہنا اور اس
کوٹھڑی کی طرف چل پڑا۔ وہ جس راہ داری اور شہ نشین
سے گذرا وہاں اسے قید خانے کا محافظ سمجھ کر ہر سپاہی نے

سلام کیا اور آگے جانے دیا۔

اسی طرح چلتے چلتے عنبر قید خانے کے محافظ کے لباس میں اس کوٹھڑی تک پہنچ گیا۔ جس میں فریلیطہ کا خاوند گلوٹیس قید میں پڑا تھا۔ اس کے سرہانے کی جانب دیوار میں ایک موم بتی جل رہی تھی اور وہ بے چارہ پریشان اور اداس بیٹھا موت کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ آنکھوں میں حلقے پڑ گئے تھے۔ باہر ایک رومن سپاہی تلوار نکالے پہرہ دے رہا تھا۔

عنبر نے اسے جاتے ہی کہا۔

"اسے باہر نکالو۔ اس کی موت کا وقت آگیا ہے۔"

پہرے دار نے کوٹھڑی کا دروازہ کھول دیا۔ بے چارے گلوٹیس کا رنگ اور زیادہ اڑ گیا۔ موت کو سامنے دیکھ کر اس کا جسم ٹھنڈا پڑ گیا۔ اس نے عنبر کے آگے ہاتھ جوڑ کر گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

"دیوتاؤں کے لئے مجھ پر رحم کرو۔ میرے دو چھوٹے چھوٹے بچوں پر رحم کرو۔ مجھے معاف کر دو۔ مجھے قتل نہ کرو۔"

عنبر نے گرج دار آواز میں کہا۔

"بکواس بند کرو۔ تم نے شہنشاہ کے شاہی گھوڑے کو زخمی کیا ہے۔ تمہیں شہنشاہ کے حکم سے صلیب پر لٹکا دیا جائے گا

چلو میرے ساتھ۔"

بے چارہ گلوٹیس مجبور تھا۔ اس کے ہاتھ پاؤں میں زنجیر پڑی تھی۔ وہ کوٹھڑی سے باہر نکل آیا اور زنجیروں کی جھنکار کے ساتھ قدم قدم چلنے لگا۔ عنبر اسے ایک نیم روشن راہ داری میں سے گزار کر ایک سیڑھیوں پر لے آیا اور بولا۔

"چلو اوپر چڑھو۔"

گلوٹیس نے آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا۔

"مجھ پر رحم کرو۔ میرے بچے ابھی چھوٹے ہیں میں نہیں مرنا چاہتا۔"

عنبر نے کہا۔ "خاموش رہو۔ چپکے سے اوپر چلو۔ نہیں تو میں تمہیں اسی جگہ، ابھی قتل کر ڈالوں گا۔"

گلوٹیس بے چارہ سیڑھیاں چڑھ کر قید خانے کی چھت پر آگیا۔ قید خانے کی چھت پر اندھیرا تھا۔ آسمان پر ستارے چمک رہے تھے۔ یہاں آتے ہی عنبر نے گلوٹیس سے کہا۔

"گلوٹیس! میں تمہیں یہاں سے نکال لے جانے کے لئے آیا ہوں میں رومن سپاہی نہیں ہوں۔"

گلوٹیس کو خوشی اور حیرت سے عنبر کو تکنے لگا۔ اسے عنبر کی بات پر یقین نہیں آرہا تھا۔ آج تک کوئی موت کا قیدی رومن قید خانے سے بچ کر نہیں نکل سکا تھا۔ عنبر نے اس کی

حیرانی کو کم کرنے کے لئے کہا۔

"گلوٹیس یہ حیرانی یا خوشی کا وقت نہیں ہے بلکہ یہاں سے بھاگ نکلنے کا وقت ہے۔"

گلوٹیس نے کہا۔ "مگر مجھے لوہے کی زنجیریں پڑی ہیں۔

عنبر بولا۔ یہ ابھی ٹوٹ جائیں گی۔

اور عنبر نے زنجیروں کو ہاتھوں میں لے کر باری باری توڑ ڈالا۔ گلوٹیس عنبر کی طاقت سے بہت حیران ہوا۔ مگر وہاں حیران ہونے کا بھی وقت نہیں تھا۔

عنبر نے گلوٹیس سے کہا۔

میرے پیچھے پیچھے آؤ۔

عنبر اسے ساتھ لے کر قید خانے کی چھت کی اس جانب آ گیا جس کی دوسری طرف نیچے کھائی بنی ہوئی تھی۔ عنبر نے دیکھا۔ چھت کافی اونچی تھی۔ اس نے گلوٹیس سے کہا۔

"میں نیچے چھلانگ لگا رہا ہوں۔ اس کے بعد جب میں نیچے سے تمہیں آہستہ سے آواز دوں گا تو تم بھی بے خوف ہو کر چھلانگ لگا دینا۔ خبردار گھبرانا نہیں۔ میں تمہیں نیچے سے دبوچ لوں گا۔"

گلوٹیس نے نیچے گہری کھائی کو دیکھ کر کہا۔

"مگر یہ تو کافی گہرائی ہے۔

عنبر نے کہا۔ "ان باتوں کو بھول جاؤ۔ جو میں تمہیں کہہ رہا ہوں وہی کرو۔ نہیں تو میں تمہاری جان نہ بچا سکوں گا۔ میں جا رہا ہوں۔"

اور عنبر نے قید خانے کی اونچی چھت پر سے نیچے چھلانگ لگا دی۔ وہ ایک قلابازی کھا کر کھائی میں گرا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اب وہ اندھیرے میں اوپر قید خانے کی بلند چھت پر گلوٹیس کو کھڑے دیکھ رہا تھا۔ عنبر اس کے عین نیچے آ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ "کود جاؤ۔"

گلوٹیس کو اپنی جان کے لالے پڑے تھے۔ قید خانے میں چاروں طرف اسے موت دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر کے چھلانگ لگا دی۔ نیچے عنبر بالکل تیار تھا اس نے گرنے کے ساتھ ہی گلوٹیس کو اپنے طاقتور بازوؤں میں تھام لیا۔ گلوٹیس عنبر کے بازوؤں میں پڑا حیرت سے اسے تک رہا تھا کہ یہ کوئی انسان ہے یا جن ہے وہ اس سے پہلے اس کو لوہے کی زنجیریں ہاتھوں سے توڑتے ہوئے بھی دیکھ چکا تھا۔

عنبر نے گلوٹیس کو زمین پر اتار دیا اور کہا۔

"اب میرے ساتھ یہاں سے نکل چلو۔"

دونوں کھائی میں سے نکلے اور رات کے اندھیرے میں اس باغ کی طرف دوڑنے لگے جہاں عنبر نے اپنا گھوڑا باندھ رکھا تھا۔ عنبر نے گلوٹیس کو بھی گھوڑے پر اپنے ساتھ بٹھایا اور اندھیرے شہر کے بازاروں میں سے گھوڑا دوڑاتے زارینہ کے شاہی محل کے عقب کی طرف آ کر گھوڑے سے اترا۔ گلوٹیس کو ساتھ لیا اور خفیہ دروازے میں سے گزر کر اس کوٹھڑی کے باہر آیا۔ جس کے اندر گلوٹیس کی بیوی فریطہ اور اس کے دو بچے سو رہے تھے۔ فریطہ بیچاری جاگ رہی تھی۔ اسے اپنے خاوند کے بچ کر نکل آنے کا یقین نہیں آیا تھا۔ بھلا رومن قید خانوں سے کبھی کوئی فرار ہوا ہے اتنے میں دروازہ پر عنبر نے دستک دی فریطہ نے جلدی سے دروازہ کھول دیا اس کے سامنے اسکا خاوند گلوٹیس کھڑا تھا۔

دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر خوشی سے پتھر سے ہو گئے۔ عنبر نے کہا۔

"گلوٹیس یہ تمہاری بیوی ہے۔ وہ تمہارے بچے سو رہے ہیں۔ تم رومن قید خانے سے آزاد ہو چکے ہو۔"

دونوں میاں بیوی ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ ان کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو جاری ہو گئے۔ گلوٹیس نے

اپنے پیارے بچوں کو سینے سے لگا لگا کر پیار کیا۔ بچے بھی جاگ پڑے اور اپنے باپ سے مل کر بہت خوش ہو رہے تھے۔ عنبر نے فریطہ سے کہا۔

"فریطہ بہن! میں تمہارے خاوند اور تمہارے بچوں کے باپ کو موت کی کوٹھڑی سے نکال لایا ہوں۔ اب تمہیں اس شہر سے نکالنا باقی ہے۔"

گلوٹیس نے کہا "مگر میرے محسن! یہ تو مجھے کوئی شاہی حویلی لگتی ہے۔ یہ کسی امیر کا محل تو نہیں؟"

عنبر بولا۔ "یہ میری ایک دوست کا محل ہے۔ میں نے تمہارے بارے میں انہیں کچھ نہیں بتایا۔ مگر تم اس کوٹھڑی میں ہی چھپے رہنا اور کسی کے سامنے مت جانا۔ اچھا اب میں جاتا ہوں۔ کل رات تمہیں یہاں سے نکال لے جانے کی کوشش کروں گا۔"

عنبر ان دونوں میاں بیوی کو ان کے بچوں میں خوش و خرم چھوڑ کر اوپر کی منزل میں اپنے کمرے میں آ گیا۔ ساری رات وہ انہیں روم سے فرار کروانے کی ترکیبوں پر غور کرتا رہا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ صبح ہونے تک گلوٹیس کے فرار کی خبر سارے شہر میں پھیل چکی ہو گی اور شہر سے دروازوں پر پہرہ سخت کر دیا جائے گا اور گھر گھر تلاشی شروع ہو جائے گی۔

صبح ہوئی تو شہر میں ہر طرف یہ خبر پھیل گئی کہ گلوٹیس غلام قید خانے سے فرار ہو گیا ہے۔ یہ غلام بادشاہ سیزر کا خاص مجرم تھا اور اسے اس کے حکم سے پھانسی کی سزا دی جانے والی تھی۔ بادشاہ تو غصّے سے کانپ رہا تھا۔ اس نے حکم دیا کہ گلوٹیس کو گرفتار کر کے اس کے سامنے لایا جاتے نہیں تو قید خانے کے سارے محافظوں کو پھانسی دے دی جائے۔ عنبر کو اس بات سے بڑا دکھ اور تشویش ہوئی۔ کیونکہ محافظوں کا اس میں کوئی قصور نہیں تھا۔ ان کے بھی بال بچے تھے۔ وہ بے گناہ مارے جانے والے تھے شاہی قید خانے کے چار بے گناہ محافظوں کو اسی وقت گرفتار کر کے موت کی کوٹھڑیوں میں ڈال دیا گیا۔

عنبر بڑا پریشان ہوا۔ وہ ان لوگوں کو مرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ کیونکہ گلوٹیس کو فرار کروانے میں ان کا کوئی قصور نہیں تھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ان محافظوں کے بچوں کو بھی یتیم نہیں ہونے دے گا۔ مگر اب سوال یہ تھا کہ انہیں کس طرح بچایا جائے۔ اس کا ایک ہی طریقہ تھا کہ گلوٹیس کو بادشاہ کے حوالے کر دیا جائے جو عنبر ہرگز نہیں کر سکتا تھا۔ وہ سارا دن اس موضوع پر سوچ بچار کرتا رہا۔ گلوٹیس اپنی بیوی بچوں کے ساتھ زارینہ کے محل کی کوٹھڑی میں دبکا بیٹھا تھا۔

زارینہ نے عنبر کو کچھ پریشان دیکھا تو پوچھا کہ کیا بات ہے۔ عنبر نے کہا۔

"کوئی خاص بات نہیں۔ اصل میں مجھے اپنے بہن بھائی بہت یاد آ رہے ہیں۔ سوچتا ہوں۔ جلدی واپس مصر چلا جاؤں۔"

زارینہ بولی۔ عنبر بھائی۔ تم ان کو بھی یہاں کیوں نہیں بلوا لیتے؟ روم ایک بہت عظیم الشان شہر ہے یہاں ہمارے پاس اتنا بڑا محل ہے۔ وہ بڑے آرام سے رہیں گے۔"

عنبر نے کہا: "شاید تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ میں دو ایک روز میں کسی قافلے کے ساتھ شامل ہو کر مصر کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔"

مگر عنبر صرف یہ سوچ رہا تھا کہ جو محافظ قید خانے کی کوٹھڑیوں میں پڑے موت کا انتظار کر رہے ہیں ان کے بچوں کو یتیم ہونے اور ان کی بیویوں کو بیوہ ہونے سے کیسے بچایا جائے۔ کیونکہ وہ بے گناہ مارے جا رہے تھے ادھر شہر میں رومن سپاہی بادشاہ کے حکم سے گلوٹیس کو تلاش کرنے کے لئے جگہ جگہ چھاپے مار رہے تھے زارینہ کے محل پر اس لئے چھاپا نہیں پڑا تھا کہ یہ ایک شاہی امیر کا محل تھا۔ اور اس پر کسی کو خواب میں بھی شک نہیں ہو سکتا

تھا کہ گلوٹیس اس محل میں چھپا ہوا ہے۔ آخر عنبر کے ذہن میں
ایک ترکیب آگئی۔ رومن لوگ اور بادشاہ دیوتاؤں کی پوجا
کرتے تھے اور ان کا سب سے بڑا دیوتا اپالو تھا جو طاقت
کا دیوتا تھا۔ اور جس کا ایک بہت بڑا بت پہاڑی کے اوپر
مندر میں بنا ہوا تھا۔

عنبر دوپہر کے وقت ایک لمبی عبا پہن کر زارینہ کے
محل سے نکل آیا۔ اس نے گلوٹیس اور اس کی بیوی فرلیطہ
کو یہ خبر کر دی تھی کہ شہر میں گلوٹیس کی تلاش میں رومن
سپاہی جگہ جگہ چھاپے مار رہے ہیں مگر وہ کوئی فکر نہ کریں
مگر کوٹھڑی سے ہرگز باہر نہ نکلیں۔

عنبر سیدھا اپالو کے مندر میں آگیا۔ یہاں لوگ اپالو کے
بہت بڑے سنگ مرمر کے بت کے آگے جھک کر اس کی پوجا
کر رہے تھے۔ عنبر سیدھا چبوترے پر چڑھ کر اپالو کے بت
کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"اے روم کے لوگو! میری بات غور سے سنو۔ میں عنبر ہوں
اپالو کا بیٹا۔ مجھے اپالو دیوتا نے تمہارے پاس اس لئے بھیجا کہ
تمہیں گناہوں سے بچنے کی ہدایت کروں۔"

لوگ حیران ہو کر عنبر کو تکنے لگے۔ پھر انہوں نے اس کا
مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ وہ سمجھے کہ یہ کوئی پاگل آدمی

ہے۔ جو اس قسم کی باتیں کر رہا ہے۔ ایک رومن نے قہقہہ
لگا کر کہا۔

"تمہاری جگہ پاگل خانہ ہے۔ دوست! تم یہاں کس
لئے آگئے ہو؟"

عنبر نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میں پاگل نہیں ہوں۔ میں اپالو کا بیٹا ہوں۔"

دوسرا رومن بولا۔ "اپالو کے اندر ساری دنیا کی طاقت
ہے۔ کیا تم بھی اپنے باپ جتنی طاقت رکھتے ہو؟"

عنبر یہی سوال اپنے اوپر کروانا چاہتا تھا تاکہ اس کے
جواب میں اپنی طاقت کا مظاہرہ کر سکے۔ اس نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں۔ مجھے اپالو دیوتا نے بڑی طاقت دے کر تم لوگوں
پاس بھیجا ہے۔ یہ دیکھو میں تمہیں اپنی طاقت کی نشانیاں
بتاتا ہوں۔"

عنبر چبوترے سے نیچے اتر آیا۔ نیچے ایک بہت بھاری
پتھر پڑا تھا۔ عنبر نے ایک ہاتھ سے اسے اٹھا لیا اور کہا۔

"یہ میری ایک ادنیٰ سی طاقت ہے۔"

کچھ لوگ عنبر کی اس طاقت سے متاثر ہوئے کچھ ہنسنے لگے
ایک نے کہا۔ "یہ تو پہلوان بھی کر لیا کرتے ہیں۔" اپنی کوئی
اور طاقت بتاؤ۔"

ایک رومن بولا" اپالو دیوتا مر نہیں سکتا۔ کیا تم بھی ایسا کر سکتے ہو؟ کیا تم نے بھی موت پر فتح پائی ہے؟

عنبر یہی چاہتا تھا کہ اس پر ایسا سوال ہو۔ کہنے لگا۔

"مجھے ایک خنجر دو۔ میں تمہیں ابھی بتائے دیتا ہوں کہ میں بھی اپالو کی طرح مر نہیں سکتا۔"

ایک رومن نے اپنا خنجر عنبر کی طرف اچھال دیا۔ سب لوگ دم بخود ہو کر عنبر کو تکنے لگے۔ عنبر نے خنجر ہاتھ میں لے کر پوری طاقت سے اپنی گردن پر مارا۔ خنجر ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ لوگ خاموش ہو گئے۔ عنبر نے کہا۔

"اب میں تم سے کسی کو اجازت دیتا ہوں کہ وہ میری گردن پر یا کاندھے یا پیٹ پر تلوار کا بھر پور وار کرے۔

سب رومن ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

○

کالی بلّی کی چیخ

عنبر نے بلند آواز میں کہا۔

"میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ مجھ پر تلوار کا وار کرو۔"

ایک رومن سپاہی جو یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا آگے بڑھا وہ اپالو دیوتا کا عاشق تھا اور نہیں چاہتا تھا کہ کوئی رومن شہری یا دوسرا انسان یہ اعلان کرے کہ وہ اپالو دیوتا کا بیٹا ہے۔ اسے عنبر پر سخت غصہ آرہا تھا اس نے تلوار کھینچ لی اور کہا۔

"اے جھوٹے انسان! تم نے اپنے آپ کو اپالو کا بیٹا کہہ کر اپالو دیوتا کی توہین کی ہے۔ میں تمہیں اس کا مزا چکھاؤں گا۔"

عنبر نے مسکرا کر کہا۔ "ہاں مجھے ضرور مزا چکھاؤ۔ میں تمہاری تلوار کے وار کا انتظار کر رہا ہوں۔"

رومن سپاہی نے آگے بڑھ کر تلوار لہرائی اور پوری طاقت سے عنبر کی گردن پر وار کیا، مگر عنبر کی گردن کٹنے کی بجائے اسکی تلوار دو ٹکڑے ہو گئی۔

رومن سپاہی نے خنجر نکال کر عنبر کے پیٹ پر وار کیا۔ خنجر بھی ٹوٹ گیا۔ اب عنبر نے رومن سپاہی کو گردن سے پکڑا اور چوہے کی طرح اوپر اٹھالیا اور دو تین جھٹکے دیکر پرے پھینک دیا۔ اب تو ہر کسی کو یقین ہو چکا تھا کہ عنبر واقعی اپالو دیوتا کا بیٹا ہے۔

وہ اس کے حق میں نعرے لگاتے ہوئے آگے بڑھے اور انہوں نے عنبر کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے اور کہا۔

"اپالو دیوتا کا بیٹا عنبر زندہ باد"

لوگ عنبر کو جلوس کی شکل میں لے کر شہر میں داخل ہو گئے۔ عنبر نے انہیں کہا کہ مجھے بادشاہ کے محل کی طرف لے چلو۔ میں بادشاہ کو ایک خوش خبری دینا چاہتا ہوں۔ لوگوں کا جلوس محل کے سامنے آ کر نعرے لگانے لگا۔ بادشاہ سیزر اس وقت اپنے وزیروں کے درمیان بیٹھا کسی بات پر بحث کر رہا تھا۔ اس نے شور کی آواز سنی تو سپاہیوں سے کہا۔ "معلوم کرو یہ شور کیسا ہے؟"

سپاہیوں نے واپس آ کر بتایا کہ بادشاہ سلامت ایک

نوجوان اپنے آپ کو اپالو دیوتا کا بیٹا کہتا ہے اور لوگ اسے لے کر آتے ہیں۔ بادشاہ مسکرایا اور بولا۔

"کیا لوگوں نے ابھی تک اس کی گردن نہیں اتاری؟"

سپاہی نے کہا۔ "حضور انور! لوگوں کو یقین ہو گیا ہے کہ یہی شخص اپالو کا بیٹا ہے۔"

بادشاہ سیزر نے جھنجلا کر کہا۔

"ٹھیک ہے مگر یہ پاگل محل کے سامنے کیا لینے آیا ہے؟"

سپاہی نے کہا۔ "حضور! وہ کہتا ہے کہ وہ بادشاہ سلامت سے مل کر انہیں ایک خوشخبری سنانا چاہتا ہے۔"

بادشاہ سیزر کے ماتھے پر بل آ گیا۔ اس نے وزیروں کی طرف دیکھا۔ سب وزیر بادشاہ کا اشارہ سمجھ گئے۔ اٹھے اور بادشاہ کے کمرے سے نکل گئے۔ بادشاہ اکیلا رہ گیا۔ اس نے سپاہی سے کہا۔

"اس احمق کو بلا لاؤ۔"

سپاہی نیچے گئے اور عنبر کو ساتھ لے کر بادشاہ سیزر کے حضور پیش کر دیا۔ بادشاہ سیزر نے سپاہیوں کو چلے جانے کا حکم دیا۔ جب شاہی کمرے میں صرف عنبر اور بادشاہ سیزر ہی رہ گئے تو بادشاہ نے عنبر کو سر سے پاؤں تک غور سے دیکھا اور پوچھا۔

کون ہو تم پاگل آدمی؟"
عنبر نے کہا "میں اپالو کا بیٹا ہوں میرا نام عنبر ہے"
بادشاہ سیزر کو غصہ آ گیا۔ مگر وہ غصے کو پی گیا اور
بولا "تم کیوں شہر میں لوگوں کو ورغلا رہے ہو۔ سنو!
اگر تم ایک دن کے اندر اندر روم سے باہر نہ نکل گئے
تو میں تمہیں اپالو دیوتا کے مجسمے کے سامنے پھانسی
پہ لٹکا دوں گا۔"

اب تو عنبر کو بھی غصہ آ گیا۔ اس نے اس قسم کے کئی
بادشاہ دیکھے تھے کہ جو تخت پر بیٹھے اور قتل ہو گئے اسے
معلوم تھا کہ بادشاہ جولیس سیزر کو اس کے ایک درباری
بروٹس نے خنجر مار مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ یہ حادثہ اس بادشاہ
کے ساتھ گزرنے والا تھا اور اس قتل سے بادشاہ کو دنیا
کی کوئی طاقت نہیں بچا سکتی تھی۔ عنبر بھی نہیں بچا سکتا
تھا اور نہ وہ اسے بچانا چاہتا تھا کیونکہ جولیس سیزر ایک
عیاش اور موقع پرست بادشاہ تھا اور اس نے بھی رعایا
کے ساتھ بہت زیادتیاں کی تھیں۔ عنبر چونکہ تاریخ کے سارے
بڑے بڑے واقعات سے باخبر تھا۔ اس لئے اسے معلوم
تھا کہ سیزر کے قتل کا حادثہ کچھ مہینوں بعد ہونے ہی
والا ہے اس نے بادشاہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"اے بادشاہ! میں اپالو دیوتا کا بیٹا ہوں میں تمہیں
آنے والے حالات سے باخبر ہوں۔ سنو۔ مارچ کے مہینے
میں تم پر قاتلانہ حملہ ہو گا۔"
بادشاہ سیزر عنبر کے قریب آ گیا۔
"میں تمہاری بات پر کیسے اعتبار کروں؟"
عنبر بولا۔ "اس لئے کہ میں اپالو کا بیٹا ہوں اور مجھے
آنے والے حالات کا علم ہے۔"
بادشاہ نے کہا: "تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے
کہ تم اپالو دیوتا کے بیٹے ہو؟"
عنبر نے کہا۔ "میرے پاس اپالو دیوتا کی طاقت ہے۔
میں اپالو دیوتا کی طرح مر نہیں سکتا۔"
بادشاہ بولا "کیا تم اپنے اس دعوے کو ثابت کر
سکتے ہو؟"
"کیوں نہیں۔"
بادشاہ نے تالی بجائی۔ دو سپاہی فوراً حاضر ہو گئے بادشاہ
نے کہا: "اس نوجوان کو تہہ خانے میں لے چلو۔"
یہ تہہ خانہ وہ تھا جہاں باغیوں اور غداروں اور جاسوسوں
کو طرح طرح کی اذیتیں دی جاتی تھیں۔ یہاں اذیت دینے
کا ہر قسم کا خوفناک سامان پڑا تھا۔ بادشاہ نے عنبر کو ساتھ
لیا اور اس تہہ خانے میں آ گیا۔ اس نے تہہ خانے کے انچارج

سے کہا۔

"اس نوجوان کو ہر قسم کی اذیت دے کر ہلاک کرنے کی کوشش کی جائے۔"

انچارج نے سر جھکا دیا اور خونخوار آنکھوں سے عنبر کو دیکھا پھر اپنے آدمیوں سے کہا۔ "اسے لوہے کے آرے کے آگے ڈال دو۔"

عنبر کو ایک لوہے کے بہت بڑے آرے کے سامنے تختے پر ڈال دیا۔ انچارج کے اشارے پر آرا مشین کو چلا دیا گیا آرے کے دندانے تیزی سے گردش کرتے ہوئے عنبر کی طرف بڑھے اور پھر اس کے جسم پر چلنے لگے۔ عنبر کی جگہ اگر لوہے کا کوئی کھمبا بھی ہوتا تو اتنے تیز اور مضبوط آرے کے سامنے کٹ کر دو ٹکڑے ہو جاتا۔ مگر وہاں یہ ہوا کہ عنبر کے جسم کے ساتھ ٹکراتے ہی آرا مشین کے سارے دندانے ایک ایک کر کے گرتے چلے گئے اور آخر میں آرا بھی ٹوٹ کر دو ہو گیا۔

انچارج نے حکم دیا۔

"اسے کھولتے ہوئے پانی میں پھینک دو۔"

سپاہیوں نے عنبر کو اٹھایا اور ایک کڑاہ میں ڈال دیا۔ جس میں پہلے ہی سے گرم پانی کھول رہا تھا اور بھاپ اٹھ رہی تھی عنبر بڑے اطمینان کے ساتھ کھولتے ہوئے پانی کے کڑاہ میں بیٹھ گیا۔ گرم پانی نے اس کے جسم پر ذرا سا بھی اثر نہ کیا۔ پھر خود ہی

بڑے آرام سے اٹھ کر کڑاہ میں سے باہر نکل آیا۔ انچارج سپاہی اور بادشاہ حیران ہو رہے تھے۔ انچارج نے اس بار اپنے آدمیوں سے کہا کہ اس نوجوان کو سب سے زہریلے سانپ سے ڈسوا دیا جائے۔

اس وقت ایک خاص ٹوکری جس میں ایسا خوفناک سانپ بند تھا کہ جس کا زہر ہاتھی کو کھڑے کھڑے نیچے گرا کر ہلاک کر دیتا تھا۔ سانپ کو باہر نکال کر عنبر پر پھینک دیا۔ سانپ کو عنبر میں ناگ دیوتا کی بو آ گئی۔ وہ پھن اٹھا کر عنبر کو کاٹنے کے لئے بڑھا تھا کہ ناگ کی بو کے آتے ہی ایک دم سے اس کے عنبر کے آگے اپنا سر زمین پر ڈال دیا۔

بادشاہ سیزر نے یہ منظر دیکھا تو اس پر عنبر کی ہیبت طاری ہو گئی۔ اسے یقین ہو گیا کہ عنبر واقعی اپالو دیوتا کا بیٹا ہے اور کوئی معمولی انسان نہیں ہے۔ اس نے اٹھ کر ہاتھ باندھ کر اشارہ کیا۔ سپاہیوں نے اس وقت سانپ کو واپس ٹوکری میں بند کر دیا۔ بادشاہ سیزر آگے بڑھا۔ اس نے عنبر کا ہاتھ پکڑ کر چوم لیا اور جھک کر کہا۔

"اے مقدس اپالو کے بیٹے! میں تمہیں سلام کرتا ہوں۔"

عنبر کے چہرے پر اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔ وہ آخر کامیاب ہو گیا تھا۔ بادشاہ نے عنبر کو ساتھ لیا اور اپنی خفیہ خوابگاہ میں آ گیا عنبر کے آگے اس نے پھل پھول رکھے اور خود ادب سے ایک طرف

کا فنج پر بیٹھ گیا اور بڑی رازداری سے بولا۔

"اپالو کے مقدس بیٹے! میں تمہارے باپ کی وجہ سے روم کا بادشاہ بنا ہوا ہوں۔ اگر مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا تو سارے ملک میں افراتفری پھیل جائے گی۔ کیا تم مجھے یہ نہیں بتاؤ گے کہ مجھ پر قاتلانہ حملہ کون کرے گا۔ اور کیا میں اس حملے سے بچ جاؤں گا؟"

عنبر نے کہا۔ "سیزر! تم مجھے تاریخ میں دخل دینے کا مشورہ دے رہے ہو۔ اور میں تاریخ کے واقعات اور قدرت کے ہونے والے کاموں میں کوئی دخل نہیں دے سکتا۔ میں جانتا ہوں کہ تم پر مارچ کے مہینے حملہ ہو گا۔ جو کوئی حملہ کرے گا۔ میں اسے بھی جانتا ہوں۔ مگر میں تمہیں اس حملے سے بچا نہیں سکتا۔"

بادشاہ بے حد پریشان ہو گیا۔ وہ عنبر کی طاقت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا اور اسے یقین ہو گیا تھا کہ یہ اپالو کا بیٹا ہے اور جو کہہ رہا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ اس نے ایک بار پھر گڑگڑا کر پوچھا۔

"اپالو کے مقدس بیٹے! میں تمہیں تمہارے باپ کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے اتنا ہی بتا دو کہ حملہ کرنے والے کا تعلق کس پارٹی سے ہو گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس پارٹی کے لوگوں کو قتل نہیں کروں گا۔"

اب بادشاہ سیزر عنبر کے جال میں پوری طرح آ چکا تھا۔ عنبر

نے کہا۔ "میں تمہیں ایک شرط پر اس آدمی کا نام بتانے کو تیار ہوں کہ تم تمام قیدیوں کو رہا کر دو۔ اور اس غلام کو بھی معافی کا اعلان کر دو جس کو تم نے صلیب پر لٹکانے کا حکم دیا تھا اور جو قید خانے سے فرار ہو چکا ہے۔"

بادشاہ نے کہا۔ "میں ابھی سارے قیدیوں کی رہائی کا حکم دیتا ہوں اور اس قیدی غلام، گلوٹیس کی بھی عام معافی اور جان بخشی کا اعلان کرتا ہوں جو جیل توڑ کر فرار ہو چکا ہے۔"

عنبر نے کہا۔ "یہ حکم ابھی لکھ کر اعلان کرو۔"

بادشاہ نے فوراً میز کے دراز میں سے شاہی کاغذ نکال کر اس پر سارے قیدیوں کی رہائی اور گلوٹیس مفرور قیدی کی جان بخشی کا حکم لکھا اور اپنے وزیر خاص کو بلا کر کہا۔

"میرے حکم کا ابھی اعلان کر دیا جائے۔ قید خانے کے سارے قیدیوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قید سے رہائی دے دی جائے"

وزیر نے کہا۔ "مگر بادشاہ سلامت ــــ"

سیزر نے سخت لہجے میں کہا۔

"میں نے جو حکم لکھا ہے جا کر ابھی اس کا اعلان کر دو۔ بس اب تم جا سکتے ہو۔"

وزیر سر کو ہلکا سا جھکا کر خاموشی سے شاہی فرمان لے کر باہر نکل گیا۔ اب سیزر نے عنبر کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

"اپالو کے مقدس بیٹے! اب تم اپنا وعدہ پورا کرو۔ اور مجھے

بتاؤ کہ مجھ پر کس پارٹی کا آدمی حملہ کرے گا؟"

عنبر ایک پل کے لئے آنکھیں بند کر کے خاموش ہو گیا۔ پھر آنکھیں کھول کر بادشاہ کی طرف دیکھا اور کہا۔

"تم پر تمہاری مخالف پارٹی کی طرف سے قاتلانہ حملہ ہوگا اور تمہاری ایک ہی مخالف پارٹی ہے۔ جس کو تم خوب اچھی طرح سے جانتے ہو"

بادشاہ کے چہرے پر فکر و پریشانی کے آثار تھے۔ کہنے لگا "اے مقدس اپالو کے بیٹے! میری مخالف پارٹی کے لوگ میرے دشمن ہیں۔ میں ان سے کیسے اپنے آپ کو بچا سکتا ہوں"

عنبر نے کہا "جو تمہارے دشمن ہیں ان میں سے اپنے دوست تلاش کرو اور جو دوست ہیں ان کو اپنے دشمن نہ بناؤ اس سے زیادہ میں تمہیں کچھ نہیں کہہ سکتا"

عنبر کرسی پر سے اٹھ کھڑا ہوا اور بولا۔

"اب میں اپالو دیوتا کے مندر کی طرف جا رہا ہوں۔ میرا پیچھا نہ کیا جائے۔"

بادشاہ سیزر نے ایک الماری میں سے سونے کی اشرفیوں سے بھری ہوئی تھیلی نکال کر عنبر کو پیش کرتے ہوئے کہا۔

"میری طرف سے یہ حقیر نذرانہ قبول کرو"

عنبر کو خیال آیا کہ گلوٹیس اور اس کی بیوی بچوں کو

دوسرے ملک میں اپنی نئی زندگی شروع کرنے کے لئے ان اشرفیوں کی ضرورت ہوگی۔ اس نے تھیلی پکڑ لی اور کہا

"میں تمہارا نذرانہ اپالو دیوتا کی خدمت میں پیش کروں گا۔"

یہ کہہ کر عنبر محل سے نکل آیا۔

وہ سیدھا اپالو کے مندر کی طرف آ گیا۔ یہاں اس کی بہت آؤ بھگت ہونا شروع ہو گئی تھی۔ کچھ دیر یہاں ٹھہرنے کے بعد جب شام کا اندھیرا ہو گیا تو عنبر مندر سے کھسک کر سیدھا زارینہ کے محل میں آ گیا۔ زارینہ نے اسے بتایا کہ کہتے ہیں اپالو کا بیٹا نمودار ہو گیا ہے اور اس نے سارے قیدیوں کی سزائیں معاف کروا دی ہیں۔ عنبر نے کہا

"میں نے بھی سنا ہے۔"

عنبر موقع نکال کر سیدھا فریطہ کی کوٹھڑی میں گیا اور اسے اور گلوٹیس کو خوشخبری سنائی کہ بادشاہ نے اس کی جان بخشی کا حکم جاری کر دیا ہے۔ گلوٹیس کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ عنبر نے کہا۔

"ہم آج ہی رات یہاں سے نکل چلیں گے۔ تم ایسا کرنا کہ اپنی بیوی بچوں کو لے کر شہر کے دروازے پر میرا انتظار کرنا۔ میں تمہیں وہیں ملوں گا۔"

گلوٹیس گھبرایا ہوا تھا۔ کہنے لگا"

"کہیں دشمن سپاہی مجھے گرفتار نہ کر لیں۔"

عنبر نے کہا "نہیں یہاں سے باہر نکلنے کے بعد اپنے آپ معلوم ہو جائے گا کہ تمہاری جان بخشی کر دی گئی ہے مگر میں نہیں چاہتا کہ اب تم لوگ اس شہر میں رہو۔ کیونکہ میرے جانے کے بعد ہو سکتا ہے کہ بادشاہ کی نیت بدل جائے اور وہ تمہیں پھر گرفتار کر کے مروا ڈالے۔ اس لئے یہی بہتر ہے کہ تم لوگ ملک شام کی طرف جا کر نئی زندگی شروع کر دو۔ میں تمہارے لئے اشرفیوں کی ایک تھیلی لے آیا ہوں۔ یہ تمہاری ساری زندگی کے لئے کافی ہو گی۔"

گلوٹیس اور اس کی بیوی اشرفیوں کی تھیلی دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے سونے کی اتنی اشرفیاں زندگی بھر کبھی نہیں دیکھی تھیں۔

رات جب ذرا گہری ہو گئی تو عنبر چپکے سے زارینہ کے شاہی محل میں سے نکل گیا۔ وہ زارینہ کو اپنے جانے کے بارے میں اس لئے نہیں بتانا چاہتا تھا کہ ہو سکتا تھا وہ اسے روک لیتی۔ گلوٹیس اپنی بیوی بچوں کو لے کر پہلے ہی شہر کے دروازے کے قریب اندھیرے میں جا کھڑا ہوا تھا اسے روشنی میں آتے ہوئے ڈر لگ رہا تھا۔ مگر ایک دشمن سپاہی کو اس نے دوسرے کو کہتے سنا کہ بادشاہ نے سارے قیدیوں

کی جان بخشی کر کے اور انہیں رہا کر کے بڑا اچھا کام کیا ہے۔ اب گلوٹیس کو کچھ کچھ یقین آنے لگا۔ وہ بیوی بچوں کو لے کر شہر کے دروازے پر آ گیا۔

دروازے کے پہرے دار نے گلوٹیس کو پہچان لیا اور مبارکباد دیتے ہوئے کہا۔

"گلوٹیس! تم خوش قسمت ہو کہ اپالو کے بیٹے نے ظاہر ہو کر بادشاہ سے تمہاری جان بخشی کرا دی۔ مگر تم بچوں کو لیکر کہاں جا رہے ہو؟"

گلوٹیس نے کہا "یونہی ذرا دوسرے گاؤں جا رہا ہوں"

ایک اور سپاہی نے آگے بڑھ کر گلوٹیس کے ہاتھ سے تھیلی لے کر کہا۔

"مگر اس تھیلی میں کیا ہے؟"

جب اس نے سونے کی بے شمار اشرفیوں کو دیکھا تو بولا۔

"گلوٹیس تم نے چوری کی ہے۔ اتنی اشرفیاں تمہارے پاس کہاں سے آ سکتی تھیں۔ میں تمہیں چوری کے الزام میں گرفتار کرتا ہوں"۔

عین اس وقت عنبر نمودار ہو گیا۔ اس نے آگے بڑھ کر کہا۔

"اسے چھوڑ دو۔ یہ اشرفیاں اسے میں نے دی ہیں"۔ دونوں

سپاہی عنبر کے آگے جھک گئے۔

"اپالو کے مقدس بیٹے کا حکم سر آنکھوں پر۔"

گلوٹیس اور اس کی بیوی نے چونک کر عنبر کو دیکھا۔ تو کیا عنبر اپالو کا مقدس بیٹا ہے؟ یقیناً یہ اپالو دیوتا کا بیٹا ہے۔ اس نے زنجیریں ہاتھوں سے توڑ ڈالی تھیں اور قلعے کی چھت سے کود گیا تھا اور اس نے مجھے نیچے سے ہاتھوں میں دبوچ لیا تھا۔ گلوٹیس غلام نے سوچا اور اس نے بھی عنبر کے آگے سر جھکا دیا اور کہا۔

"اپالو کے مقدس بیٹے کو میں سلام کرتا ہوں۔"

گلوٹیس کی بیوی فریطہ بھی جھک گئی۔ عنبر نے ان کے قریب آکر آہستہ سے کہا۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو۔ یہاں سے نکل چلو۔ بادشاہوں کی نیت بدلتے دیر نہیں لگا کرتی۔"

وہ سب گھوڑوں پر سوار ہوئے اور شہر کے دروازے سے نکل گئے۔ صبح کے وقت انہیں ایک قافلہ مل گیا۔ جو ملک شام کی طرف جا رہا تھا۔ عنبر گلوٹیس اور اس کی بیوی بھی اس قافلے میں شامل ہو گئے۔ ایک ہفتے کے سفر کے بعد یہ لوگ شام پہنچ گئے۔ یہاں پہنچتے ہی گلوٹیس نے ایک شاندار حویلی خریدی اور اپنا گھوڑوں کا کاروبار شروع کر دیا۔ وہ عنبر کو بھی

اپنے ساتھ رکھنا چاہتے تھے۔ مگر عنبر کو ناگ ماریا اور کیٹی کی تلاش تھی۔ اس نے کہا۔

"تم لوگ اپنی اپنی منزلوں پر پہنچ گئے ہو۔ مجھے ابھی اپنی منزل کی تلاش ہے۔ اس لئے میں اب زیادہ دیر تمہارے پاس نہیں ٹھہر سکتا۔"

اور ایک روز عنبر ان سے اجازت لے کر اپنے تاریخ کے طویل ترین سفر پر ایک بار پھر نکل کھڑا ہوا۔ اس کا رُخ ملک عراق کی طرف تھا۔ جس پر رومن قوم کا قبضہ تھا۔ عنبر کو اچھی طرح معلوم تھا کہ جس دور میں سے وہ گزر رہا ہے اس دور میں اس کی ناگ ماریا اور کیٹی سے ملاقات نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ ان سے پانچ سو برس آگے نکل گیا تھا اور ناگ ماریا اس سے پانچ سو برس پیچھے شہنشاہ ایران سائرس کے دور میں زندگی گزار رہے تھے۔ جب عراق اور شام پر بھی ایران کے بادشاہ کی حکومت تھی۔ مگر اب ان ملکوں پر رومنوں کی حکومت تھی۔ پانچ سو برس بعد یہاں ایرانیوں نے قبضہ کرنا تھا۔ عنبر پیچھے نہیں جا سکتا تھا۔ کیونکہ دیوی طلارہ نے انہیں اطلاع دے دی تھی کہ اب ان کا واپسی کا سفر آگے جا رہا ہے۔ اور وہ پیچھے نہیں جا سکیں گے۔ ناگ ماریا سے ملاقات کی ایک ہی صورت تھی کہ کسی طرح سے وہ پانچ سو

برس اچانک آگے نکل کر دشمن دور میں آ جائیں۔ بس اسی
ایک امید پہ عنبر اکیلا گھوڑے پر سوار عراق کی سرحد کی
طرف چلا جا رہا تھا۔

○

اب ہم واپس ناگ ماریا اور کیٹی کی طرف آتے ہیں۔
آپ پڑھ چکے ہیں کہ ماریا آگ کی دیوی ڈایانہ کے روپ
میں پانچ سو برس آگے شہنشاہ ایران یا فارس کے عہد میں
اس کے آتش کدے کے استھان پر بے حس و حرکت بیٹھی ہوئی
ہے۔ کیونکہ پر دہشت شارگش نے اس کو اپنے طلسم میں جکڑ رکھا
ہے۔ ناگ اور کیٹی بھی اسی آتش کدے میں ہیں۔ وہ شہنشاہ
سائرس کے مہمان خاص ہیں۔ مگر انہوں نے بادشاہ کو یہ نہیں
بتایا کہ ماریا۔ جو آگ کی دیوی ڈایانہ کے روپ میں بیٹھی ہے
اصل میں ان کی دوست اور ساتھی ہے۔

وہ ماریا کو آگ کی دیوی کے روپ سے نجات دلا کر
اسے اس کے اصلی غیبی روپ میں واپس لا کر اپنے ساتھ
لے جانے کی تدبیروں پر غور کر رہے ہیں۔ مگر ان کے ذہن
میں کوئی ایسی تدبیر نہیں آ رہی کہ جس کی مدد سے وہ
ماریا کو واپس اس کی اصلی شکل صورت میں واپس لا
سکیں۔ دوسری طرف ناگ کو یہ نئی پریشانی بھی لگ گئی

تھی کہ اب کوئی سانپ اس کا حکم ماننے پر تیار نہیں تھا
وہ اس کا احترام اور عزت تو کرتے تھے۔ مگر شیش ناگ
کے فرمان کے بعد انہوں نے ناگ کا کوئی حکم ماننے سے
انکار کر دیا تھا۔

کیٹی اور ناگ شاہی محل کے ایک کمرے میں رہتے تھے
دن میں وہ آتش کدے میں آ کر ماریا کو دیکھ جاتے۔ ماریا
چپ چاپ کی دیوی کی شکل میں بیٹھی رہتی نہ ہلتی جلتی
نہ کسی سے کوئی بات کرتی۔ نہ کسی کی طرف دیکھتی تھی۔
ناگ اور کیٹی سر جوڑ کر بیٹھ جاتے تو ماریا کا کیا علاج کیا جائے
مگر انہیں کچھ سمجھ نہیں آتا تھا۔

ایک دن ایسا ہوا کہ رات کو بڑی زبردست آندھی چلنے
لگی۔ اس کے بعد موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ ناگ
اور کیٹی اپنے شاہی کمرے میں بیٹھے ماریا کے بارے میں گفتگو
کر رہے تھے۔ باہر زبردست بارش ہو رہی تھی۔ سردی
بھی بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ مگر ناگ اور کیٹی سردی گرمی سے
بے نیاز تھے۔ تیز ہوا کے تھپیڑے سے کھڑکی کھل گئی اور
اور اس کا پٹ زور سے بجنے لگا۔ کیٹی اٹھ کر کھڑکی بند کرنے
لگی تو اسے نیچے شاہی باغ میں موسلا دھار بارش میں زرد
زرد آنکھیں چمکتی ہوئی نظر آئیں۔ اس نے ناگ کو آواز دی۔
"ناگ! ادھر آ کر دیکھو تو ذرا"

ناگ بھی کھڑکی میں آ گیا۔ کیٹی نے اسے درختوں کے
پیچھے چمکتی ہوئی زرد آنکھیں دکھائیں تو اس نے کہا ”یہ تو
کسی بلی کی آنکھیں ہیں اور کچھ نہیں ہے۔“
کیٹی نے کھڑکی کا پٹ بند کر کے کنڈی چڑھا دی۔
تھوڑی دیر ہی ہوئی ہو گی کہ باغ میں ایک ہلکی سی چیخ
سنائی دی۔ یہ کسی بلی کی چیخ تھی۔
کیٹی نے کہا ”میرا خیال ہے اسی بلی کو کسی نے مار دیا ہے۔“
”اس وقت یہاں کون آ کر بلی کو مار سکتا ہے۔“ ناگ نے کہا۔
کیٹی بولی! ”مجھے یہ سب کچھ بڑا پراسرار لگ رہا ہے۔“
ناگ ہنسنے لگا ”نہیں تو اب ہر بات پر اسرار لگنے لگی ہے۔
میرا خیال ہے کہ تم اب تھوڑی دیر کے لئے سو جاؤ۔ میں بھی
کچھ دیر آرام کروں گا۔“
ناگ پلنگ پر لیٹ گیا۔ کیٹی اپنے پلنگ پر لیٹنے کی بجائے اٹھ
کر کھڑکی کے پاس آ کھڑی ہوئی اور بولی۔
”ناگ بھیا! میں ذرا باغ میں ہو کر آتی ہوں۔ پتہ تو کروں
کہ یہ بلی تھی یا کچھ اور تھا۔“
ناگ نے کہا ”ارے بھئی بلی کی چیخ کی آواز تھی اور کیا تھا
تم کو تو خواہ مخواہ وہم ہو گیا ہے۔“
کیٹی بولی ”آخر نیچے جا کر پتہ کرنے میں کیا ہرج ہے۔
میں ابھی آ جاتی ہوں واپس۔“

ناگ نے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔
”اچھا بھئی تمہاری مرضی ہے۔ جاؤ۔“
کیٹی دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔ شاہی باغ میں گھپ
اندھیرا تھا۔ بارش بھی ایک دم سے رک گئی تھی۔ کیٹی اندازے
سے اس درخت کے پاس آئی جہاں اس نے بلی کی زرد آنکھیں
اپنی طرف گھورتی دیکھی تھیں وہ جھک کر سبزے اور اندھیرے
میں تک رہی تھی۔ اچانک اس نے ایک جگہ بلی کی لاش پڑی دیکھی
اس کے سینے میں ایک خنجر دھنسا ہوا تھا اور اس کی زرد آنکھیں
باہر کو نکلی ہوئی تھیں۔ کیٹی سوچنے لگی کہ یہ خنجر کس نے بلی کو
کو مارا ہے؟
وہاں تو کوئی انسان نظر نہیں آ رہا تھا۔ کیٹی نے بلی کے
سینے سے خنجر باہر نکال لیا۔ خنجر کا نکالنا تھا کہ جیسے کسی نے
کیٹی کی آنکھوں اور منہ پر پیچھے سے آ کر ہاتھ رکھ دیا اور کیٹی
کو نہ کچھ نظر آتا تھا اور نہ وہ منہ سے آواز نکال سکتی تھی
اس کا سارا جسم برف کی طرح ٹھنڈا پڑ گیا اور آنکھوں کے آگے
اندھیرا چھا گیا۔ وہ بے ہوش ہونے لگی اور گرتی چلی گئی۔ پھر اسے
کچھ ہوش نہ رہا کہ وہ کہاں ہے اور اس کے ساتھ کیا گزر رہی ہے؟
جب کیٹی کو گئے کافی دیر ہو گئی تو ناگ پریشان ہو کر
اٹھا۔ اس نے کھڑکی کھول کر باغ میں جھانکا۔ بارش بند ہو
چکی تھی۔ سردی شدید تھی اور رات اسی طرح اندھیری تھی

اس نے کیٹی کو دو ایک آوازیں دیں مگر کوئی جواب نہ آیا
وہ کھڑکی بند کر کے نیچے باغ میں آگیا۔ درختوں میں سے گزرتے
ہوئے اس کے پاؤں کسی شے سے ٹکرائے۔ اس نے جھک
کر دیکھا۔ یہ ایک بلی تھی جس کے سینے میں خنجر دھنسا ہوا تھا۔
اور اس کی زرد آنکھیں باہر کو نکل آئی تھیں۔ ناگ سمجھ گیا کہ
یہ وہی زرد آنکھوں والی بلی ہے اور اس کو کسی نے خنجر پھینک
کر مار ڈالا ہے۔

مگر سوال یہ تھا کہ کیٹی کہاں تھی؟ وہ باغ میں کسی جگہ پر بھی
نہیں تھی۔ ناگ نے کیٹی کو ایک بار پھر آواز دی۔ کوئی جواب نہ
آیا۔ جہاں کیٹی بے ہوش ہو کر گری تھی۔ وہاں بھی کچھ
نہیں تھا۔

ناگ نے واپس آ کر ایک بار پھر زرد آنکھوں والی مردہ
بلی کو غور سے دیکھا۔ بلی مر چکی تھی۔ مگر اس کے سینے میں
ابھی تک خنجر دھنسا ہوا تھا۔ اس نے بھی وہی کام کیا جو
کیٹی نے کیا تھا۔ ناگ نے بلی کے سینے سے خنجر کھینچ کر باہر نکال
لیا۔ جونہی اس نے خنجر باہر نکالا اسے ایک زبردست دھکا
سا لگا اور جیسے کسی نے اسے پیچھے سے دھکیل کر آگے گہرے
کنوئیں میں گرا دیا۔ ناگ کی آنکھیں بند تھیں اور وہ دھڑام
سے کسی گیلی جگہ پہ گر پڑا۔
اس کے بعد ناگ کو بالکل ہوش نہ رہا۔

حبشی قاتل کی کھوپڑی

ناگ کو ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ پانی میں ڈوبا ہوا ہے۔
اسے پانی کے اندر دھندلی جھاڑیاں نظر آنے لگیں
جو اس کے سارے جسم کے ساتھ لپٹی ہوئی تھیں اور ان کے
نوکیلے کانٹے اس کے جسم میں چبھے ہوئے تھے۔ ناگ نے ہلنا
چاہا تو ہل نہ سکا۔ جھاڑیوں نے اسے بُری طرح جکڑ رکھا
تھا۔ ناگ نے دیکھا کہ اس کے جسم میں جہاں جہاں کانٹے
چبھے تھے وہاں سے خون نکل رہا تھا۔ وہ کانپ اٹھا۔ یہ
آدم خور جھاڑی تھی اور آہستہ آہستہ اس کا خون پی رہی
تھی۔ اس نے ایک گہری سانس لیا اور سانپ کی شکل میں
آ کر جھاڑیوں میں سے نکلنے لگا تو جھاڑیاں سکڑ گئیں اور سانپ
کو دبوچنے اور اپنے شکنجے میں جکڑنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے لگیں

مگر ناگ بھی ایسی تیزی کے ساتھ ان کی گرفت سے آزاد
ہو کر پانی کے اندر ہی اندر اچھل کر اوپر کو اٹھنے لگا۔ اسے
محسوس ہوا کہ وہ پانی میں کافی گہرائی میں اتر گیا تھا۔ جب اس
نے اپنا سانپ والا سر پانی کی سطح سے باہر نکالا تو دیکھا کہ اسکے
اردگرد ویران سنسان پہاڑیاں کھڑی ہیں۔ اور وہ ایک کالے
سیاہ رنگ کے پانی والی بہت بڑی جھیل کی سطح پہ نکل آیا ہے جو ان
پہاڑیوں کے درمیان گھری ہوئی ہے۔

ناگ بڑا حیران ہوا کہ یا خدا یہ کیا ماجرا ہے؟ وہ شہنشاہ سارین
کے محل کے باغ میں بے ہوش ہونے کے بعد یہ کہاں اور کس جگہ
پہ نکل آیا ہے۔ یہ جھیل کونسی ہے؟ یہ کونسی پہاڑیاں ہیں اور
کونسا ملک ہے؟ وہ پانی پہ تیرتا ہوا جھیل کے کنارے پر آ
گیا۔ یہاں اس نے دوبارہ انسانی شکل اختیار کی اور غور سے
دیکھا کہ اردگرد کی سنسان سوکھی کالی کالی پہاڑیوں کو تکنے لگا ان
کے اوپر کوئی سبزہ کوئی درخت نہیں تھا۔

کہیں کوئی آبادی اور انسان نظر نہیں آتا تھا۔ کسی جگہ کوئی جانور
یا پرندہ بھی نہیں تھا۔ جھیل کا کالا سیاہ پانی ساکت اور خاموش
تھا۔ وہ جھیل کنارے بیٹھا یہی سوچ رہا تھا کہ اچانک اپنے
پاؤں پہ کوئی شے چڑھتی محسوس ہوئی اس نے دیکھا کہ وہی آدم خور
جنگلی بیل کی ایک شاخ جھیل کے پانی سے نکل کر سانپ کی طرح

بل کھاتی اس کے پاؤں پہ چڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔
ناگ نے جلدی سے پاؤں کو جھٹک دیا اور اٹھ کر پیچھے
چلا گیا۔ آدم خور بیل کی شاخ سانپ کی طرح رینگتی ہوئی
واپس جھیل میں چلی گئی۔ ناگ اب ان پہاڑیوں میں سے باہر
نکل کر یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کہاں پہ آ گیا ہے۔ اور
یہ جگہ کونسی ہے۔ اس نے جھیل سے ہٹ کر پہاڑیوں کے
درمیان سے دوسری طرف جاتے ہوئے ایک راستے پہ چلنا شروع
کر دیا۔ یہ راستہ آگے جا کر چڑھائی کی شکل اختیار کر گیا تھا
چڑھائی چڑھتے چڑھتے ناگ پہاڑی کے اوپر آ گیا۔ یہاں دن
کی روشنی بڑی پھیکی پھیکی تھی اور غروب ہوتے ہوتے سورج
کو بادلوں نے اپنے اندر چھپا لیا ہوا تھا۔

ناگ نے پہاڑی کی طرف ایک میدان دیکھا جہاں کوئی درخت
نہیں تھا دور ایک جگہ اونچی اونچی سوکھی جھاڑیوں کے درمیان
ایک اونچا تکونا مینار سا دکھائی دے رہا تھا۔ یہ کیا ہو سکتا ہے
ناگ نے سوچا۔ چل کر معلوم کرنا چاہیئے۔ شاید یہاں کوئی رہتا
ہو اور اس سے پتہ چل سکے کہ یہ کونسا ملک ہے اور کونسا زمانہ
ہے؟ کیونکہ ناگ کو ایک شک یہ بھی ہو گیا تھا کہ وہ تاریخ
میں اور پیچھے کی طرف نکل گیا ہے۔

وہ پہاڑی سے اتر کر میدان میں چلنے لگا۔ میدان کی مٹی

خشک اور سخت تھی لگتا تھا کہ یہاں بارش ہوئے بہت
عرصہ گزر چکا ہے۔ وہ اونچی اونچی سوکھی جھاڑیوں کے پاس
آگیا۔ یہ جھاڑیاں بالکل سیدھی ستونوں کی طرح اوپر کو چلی گئی
تھیں۔ ان کے درمیان کافی کھلی جگہ تھی جہاں ایک ڈھلانی چھت
والی ویران کوٹھی تھی۔ جس کی کھڑکیوں کے اوپر جنگلی بیلیں
چڑھی ہوئی تھیں۔ کوٹھی کے دروازے کی دہلیز کو بھی جنگلی گھاس
نے ڈھانپ لیا ہوا تھا۔

یہ کوٹھی پرانے رومن زمانے کی کوئی خانقاہ لگتی تھی جہاں
رومن سپاہیوں کے خوف سے بچ کر عیسائی لوگ شروع شروع
میں چھپ کر خدا کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اسی خانقاہ
کے دروازے اور کھڑکیاں محرابی تھیں جیسے گرجا گھروں
کی بعد میں ہوا کرتی تھیں۔ ناگ نے سوچا کہ اسے انسان کی
شکل کی بجائے سانپ کی شکل میں اس خانقاہ کے اندر چل کر
معلوم کرنا چاہیئے کہ یہاں کون رہتا ہے۔ کوئی رہتا بھی ہے
کہ نہیں۔ کیونکہ اگر وہ انسان کی شکل میں اندر گیا تو ہو سکتا ہے
اگر وہاں لوگ رہتے ہیں تو وہ اسے دیکھ کر چھپ جائیں۔

ناگ گہرا سانس بھر کر سانپ کی شکل میں آگیا۔

اس بار ناگ ایک چھوٹے سے مٹیالے رنگ کے سانپ کی
شکل میں ظاہر ہوا تھا جو زمین پر چلتے ہوئے بالکل زمین کے

نگ کے ساتھ مل جاتا تھا۔ اور دور سے اسے کوئی نہیں
یکھ سکتا تھا۔

ناگ سانپ کی شکل میں رینگتا ہوا خانقاہ کے دروازے
اوپر چڑھ کر ایک کھڑکی کے ٹوٹے ہوئے پٹ کے پیچھے
ے اندر چلا گیا۔ اس نے ساری خانقاہ میں رینگ کر دیکھا
س خانقاہ کے چار کمرے تھے۔ جن میں سوائے ٹوٹے
ھوٹے پرانے تختوں اور مونڈھوں اور کچھ مٹی اور لکڑی
ے برتنوں کے اور کچھ نہیں تھا۔

اس سامان کو دیکھ کر صاف معلوم ہوتا تھا کہ یہاں
ی سال سے کوئی انسان نہیں آیا۔ فرشوں پر گرد جمی ہوئی
ی اور اس گرد پر مدتوں سے کسی جانور یا انسان کے پاؤں
ے نشان نہیں پڑے تھے۔ ناگ رینگتا ہوا خانقاہ سے باہر
کل آیا۔ یہاں وہ واپس انسان کی شکل میں آگیا وہ ایک جگہ
کان کی دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ وہ
ں ملک میں، کس شہر میں کس مقام پر آنکلا ہے اور کیٹی کہاں ہوگی
ر ماریا کا کیا بنا ہوگا؟ عنبر کہاں ہوگا؟ ناگ کے دماغ میں
ی باتیں ایک ساتھ آ رہی تھیں۔ کبھی وہ ماریا کے بارے
ں، کبھی کیٹی کے، کبھی عنبر کے بارے میں سوچتا۔ اور کبھی
ی حالت پر غور کرنے لگتا کہ اس کے ساتھ یہ کیسا عجیب

طلسمی حادثہ گذر گیا ہے۔
اس بلی کے سینے میں دھنسے ہوئے خنجر میں کیا جادو تھا کہ
اس کو باہر نکالتے ہی اسے دھکا لگا اور گہرائیوں میں
گر کر بے ہوش ہو گیا اور جب ہوش آیا تو اس ویران جگہ
پر نکل آیا۔ ضرور اس بلی پر کسی نے جادو کر رکھا تھا یا ہو سکتا
ہے کہ وہ بلی کوئی جن بھوت یا چڑیل ہو۔ ناگ بیٹھا یہی
سوچتا رہا اور سورج ڈوب گیا۔

سورج کے ڈوبنے کے بعد وہاں شام کا سرمئی سا اندھیرا
پھیلنا شروع ہو گیا۔ پھر رات نے اپنی سیاہ چادر ہر شے
پر ڈالنی شروع کر دی۔ ناگ بیٹھے بیٹھے تنگ آ گیا۔ اسے اپنی
حالت پر غصہ بھی آنے لگا کہ اس نے خواہ مخواہ بلی کے سینے
سے خنجر نکالا۔

ناگ نے محسوس کیا کہ وہ رات بڑی خاموش ہے۔ کسی قسم
کی کوئی آواز کسی طرف سے بھی نہیں آ رہی تھی۔ نہ کوئی پرندہ
بولتا تھا۔ نہ کوئی ٹڈا کہیں بول رہا تھا نہ کسی جھینگر کی آواز
آ رہی تھی۔ ایسی قبر ایسی خاموشی چھائی تھی کہ ناگ بھی کچھ کچھ
خوف سا محسوس کرنے لگا۔ اسے اپنے سانس کی آواز صاف
صاف سنائی دے رہی تھی۔ اس آواز کے سوا وہاں
کوئی دوسری آواز نہیں تھی۔

اچانک آسمان پر بادلوں کے کالے ٹکڑے پہاڑوں کے
پر سے ہو کر آنے لگے ان میں بجلی چمکنا شروع ہوئی۔
ر ساتھ ہی اس کی کڑک بھی گونجی۔ پھر ایکدم سے بارش
رع ہو گئی۔ ناگ جلدی سے اٹھا اور خانقاہ کے دروازے
ں سے اس کے اندر والے ویران کمرے میں آ کر کھڑکی
پاس کھڑا ہو کر باہر تکنے لگا۔ اس کھڑکی کا ایک پٹ
ٹ چکا تھا اور بارش کی بوچھاڑ اندر آ رہی تھی ناگ
کی کے پیچھے ہٹ کر ایک گرد سے بھرے ہوئے مونڈھے
بیٹھ گیا۔

پھر ناگ کو بارش کی آواز میں ایک اور آواز سنائی
۔ اس نے کان کھڑے کر کے غور سے اس آواز کو سننے
وشش کی۔ دوسری بار پھر وہی آواز آئی تو ناگ نے محسوس
ہ یہ کسی بلی کے بچے کے رونے کی آواز ہے جو بالکل انسان
بچے کی طرح لگ رہی تھی۔ آواز خانقاہ کے اندر کسی
ے سے آ رہی تھی۔

اگ اٹھا اور آواز کے تعاقب میں چلا۔ وہ بڑے کمرے
کل کر ساتھ والے کمرے میں آ گیا۔ یہاں بھی آواز
ی تھی۔ وہ باہر ایک برآمدے میں آ گیا۔ سامنے کچی صحن
جہاں بارش گر رہی تھی۔ بجلی چمکی تو ناگ نے دیکھا کہ

صحن کی دوسری جانب بھی ایک برآمدہ بنا ہوا ہے۔ بلی کے
بچے کے رونے کی آواز اس برآمدے کی طرف سے آ رہی
تھی۔ ناگ بارش میں سے گزر کر دوسرے سامنے والے برآمدے
میں آ گیا۔ یہاں ایک کوٹھڑی کا دروازہ بند تھا۔ آواز اس
کوٹھڑی کے اندر سے آ رہی تھی۔

ناگ نے بند دروازے کے ساتھ کان لگا کر سنا اندر سے
کسی بلی کے بچے کے رونے کی صاف آواز آ رہی تھی۔ ناگ
نے ذرا سا زور لگا کر دروازہ کھولنا چاہا۔ پھر خیال آیا کہ
کیوں نہ وہ سانپ کی شکل میں اندر داخل ہو کر معلوم کرے
کہ بات کیا ہے۔

ناگ نے گہرا سانس کھینچ کر چھوڑا اور وہ ایک بار پھر
ایک کالے چھوٹے سانپ کی شکل میں آ گیا اور بند دروازے
کے ایک چھوٹے سے سوراخ میں سے اندر داخل ہو گیا۔
اندر داخل ہوتے ہی اس آنکھوں میں اتنی تیز روشنی پڑی
کہ اس کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ ناگ چونکہ سانپ تھا۔
اور اس کی آنکھ بند تو نہیں ہو سکتی تھیں مگر اس نے اپنی
گردن پیچھے کر لی۔ جب دوبارہ گردن موڑ کر دیکھا تو اس
کے سامنے ایک خوبصورت محل تھا جس کے باغ میں فوارے
چل رہے تھے۔ درختوں پر پھول کھلے ہوئے تھے۔ سنگ مرمر کے

تخت جگہ جگہ سبزے پر بچھے تھے۔ محل کے دروازے پر ریشم
کا بھاری پردہ گرا ہوا تھا۔ مگر وہاں کوئی آدم زاد نہیں
تھا۔ درختوں پر کوئی پرندہ بھی گیت نہیں گا رہا تھا۔ آسمان
پر بادل تھے مگر بارش نہیں ہو رہی تھی۔ ہوا بھی ساکن تھی
فضا میں کسی پھول کی خوشبو بھی نہیں تھی۔ اگرچہ درختوں پر
کتنے ہی پھول کھلے ہوئے تھے۔

ناگ یہ منظر دیکھ کر بڑا حیران ہوا اچانک وہ کہاں سے
کہاں آ گیا ہے؟ اب نہ وہاں کوئی کالی کوٹھڑی تھی اور نہ
کسی جانب سے کسی بلی کے بچے کی رونے کی آواز آ رہی تھی۔
ناگ سانپ ہی شکل میں تھا۔

اس نے سوچا کہ راز کا سراغ لگانا چاہیئے کہ یہ محل کس کا
ہے اور یہاں کون رہتا ہے؟ وہ محل کے دروازے کی طرف
رینگتا چلا گیا۔ سبزے اور سنگ مرمر کی روشوں پر سے گزر کر
وہ محل کے دروازے میں سے گزرتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ محل
کے فرش پر خوبصورت رنگین قالین بچھے ہوئے تھے دیواروں
پر یونانی عورتوں اور مردوں کے بڑے بڑے مجسمے لگے ہوئے
تھے۔ محل کے اس بہت بڑے ہال کمرے کے درمیان میں
ایک حوض تھا جو پانی سے لبالب بھرا ہوا تھا۔ مگر اس کے
اندر مچھلیاں نہیں تیر رہی تھیں

ناگ یہاں سے رینگتا ہوا سامنے والے دروازے کی طرف
بڑھا۔ جہاں سرخ رنگ کے کمخواب کا بھاری پردہ لٹک رہا تھا
پردے کے نیچے سے رینگتا ہوا ناگ دوسری طرف آیا تو اس
نے دیکھا کہ یہ کسی ملکہ کی خواب گاہ کی طرح کا شاندار کمرہ ہے
فرش پر قالین بچھے ہیں۔ مسہری لگی ہے۔ جس پر ریشمی چادریں
پڑی ہیں اور سنبل کے ریشمی تکیے لگے ہوئے ہیں۔ ایسا لگتا تھا
کہ ایک عرصہ سے اس بستر پر کوئی نہیں سویا تھا۔

ناگ ایک معمے کو حل کرنے آیا تھا اور یہاں ایک معمہ
سامنے آگیا تھا۔

پلنگ کسی ملکہ یا شہزادی کا لگتا تھا۔ جس کے سرہانے کی طرف
ایک بڑی ہی خوبصورت عورت کا مجسمہ کھڑا تھا جو شکل سے ہی کوئی
یونانی دیوی لگ رہی تھی۔ ناگ نے قریب جاکر اسے غور سے
دیکھا اور پھر انسانی شکل میں آگیا۔ کیونکہ مجسمے کے نیچے قدیم یونانی
زبان میں کچھ لکھا ہوا تھا جسے ناگ سانپ کی شکل میں نہیں
پڑھ سکتا تھا۔

اس نے پڑھا تو وہاں لکھا تھا۔

"سیفو — یونان کی حسین شہزادی جس پہ ایک خونخوار جادوگر
عاشق ہو گیا"

ناگ نے سیفو کا نام سن رکھا تھا۔ اپنے شروع کے سفر

میں جب وہ عنبر اور ماریا کے ساتھ یونان کے زمانے میں
سے گذر رہا تھا تو اس نے سیفو نام کی ایک شہزادی کا بہت
ذکر سنا تھا۔ جو شاعرہ بھی تھی اور جس کا حسن بے مثال
تھا اور جس کے بارے میں مشہور ہو گیا تھا کہ ایک منحوس
سنگدل جادوگر اس پہ عاشق ہو گیا ہے اور اس نے اسے جھیل
میں چھلانگ لگا کر خودکشی کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

ناگ نے سوچا کہ کیا یہ سیفو کا اصل محل ہے یا کوئی طلسمی کارنامہ
ہے؟ اس نے بستر پہ پڑے ہوئے باسی پھولوں کو اٹھا کر سونگھا
پھول مرجھا کر سوکھ چکے تھے اور ان ذرا سی بھی خوشبو باقی
نہیں رہی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ یونانی شہزادی
شاعرہ سیفو کا پلنگ تھا اور وہ اس پر ایک مدت سے نہیں
سوئی تھی۔ اگر سوتی تو پھول اتنے زیادہ باسی نہ ہوتے۔ ناگ
محل کے دوسرے کمروں میں آگیا۔ دوسرے کمرے بھی ویران اور
خالی پڑے تھے۔ غسل خانے میں پانی کا حوض بھرا ہوا تھا۔ مگر
وہاں کوئی انسان نہیں تھا۔ پانی کی سطح پر کائی جمی ہوئی تھی جو
اس بات کا کھلا ثبوت تھا کہ ایک عرصے سے کسی نے اس غسل خانے
میں غسل نہیں کیا ہے تو پھر یہ محل جادوئی محل ہو گا۔ ناگ سوچنے لگا
اس نے محل کے باغ میں آکر فواروں کو غور سے دیکھا۔ ان
کا پانی ابل رہا تھا۔ مگر اس فوارے پر بھی زنگ لگا ہوا تھا۔

ناگ نے درختوں پر نگاہ ڈالی۔ یہ درخت بھی پلاسٹک کے لگ رہے
تھے۔ مگر اصل درختوں سے زیادہ خوبصورت، نہ زیادہ ترو تازہ اور
زیادہ خوشگوار محسوس ہو رہے تھے۔ محل کے چاروں طرف
ایک اونچی دیوار کھینچی ہوئی تھی۔ ناگ کو خیال آیا کہ اس دیوار
کے دوسری طرف کیا ہے! یہ معلوم کرنا چاہیئے۔

اس نے دوبارہ ایک سانپ کی شکل بنائی اور دیوار پر چڑھ
کر دوسری طرف جھانکا۔ دوسری جانب پانی ہی پانی تھا۔ ایک
وسیع کشادہ سمندر تھا جو محل کے چاروں طرف پھیلا ہوا تھا۔
یہ کیا؟ ناگ نے سوچا۔ کیا یہ محل چاروں طرف سے سمندر میں
گھرا ہوا ہے؟

ایسا ہی تھا۔ اس پُراسرار بے آباد محل کے چاروں طرف
سمندر تھا اور محل میں کوئی انسان تو کیا کسی پرندے کی بھی آواز
نہیں آ رہی تھی۔ ناگ واپس محل کے باغ میں آکر انسانی شکل میں
آ گیا۔ اس نے سارے کا سارا محل چل پھر کر دیکھ لیا۔ وہاں نہ
کوئی آدم تھا نہ آدم زاد۔ ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ آسمان کو
سیاہ کالے بادلوں نے چھپا رکھا تھا مگر بارش نہیں ہو رہی تھی
پھر دن کی روشنی پھیکی پڑنا شروع ہو گئی۔ سورج بادلوں کے پیچھے
ڈوب گیا اور شام کا سرمئی اندھیرا پھیل گیا۔ محل میں بھی اندھیرا
چھا گیا۔ یہاں بھلا چراغ جلانے اور شمع روشن کرنے والا کون تھا۔

ناگ محل کے باغ میں آکر اچھلتے ہوئے فوارے کے قریب
ایک درخت کے نیچے بنچ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اس کا ذہن
وہاں سے کسی طرح نکلنے کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ اگر
وہ پرندہ بن کر وہاں سے اڑ بھی جاتے تو آگے سمندر رہے۔
خدا جانے یہ سمندر اسے کہاں پہنچا دے۔ یہ اسے سیفو کا
نام پڑھ کر کچھ احساس ہو گیا تھا کہ شاید وہ یونانی دور میں
نکل آیا ہے۔ سوچ سوچ کر جب ناگ کو کوئی ترکیب نہ سوجھی
تو آخر اس نے یہی فیصلہ کیا کہ اسے عقاب کی شکل میں وہاں سے
پرواز کر جانا چاہیئے۔ سمندر کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی ملک میں
تو اسے پہنچا ہی دے گا۔ وہ عقاب کی شکل میں آنے کی تیاری
ہی کر رہا تھا کہ اچانک محل کے ایک اندھیرے کمرے میں روشنی
جل اٹھی۔ ناگ نے چونک کر اس طرف دیکھا۔ یہ روشنی سیفو کی
خواب گاہ سے آ رہی تھی۔

ناگ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ روشنی کس نے کی ہے محل کی طرف
بڑھا۔ پھر اسے خیال آیا کہ اسے انسانی شکل میں نہیں بلکہ سانپ
کی شکل میں جانا چاہیئے ناگ نے فوراً ایک بار پھر سانپ کی شکل
اختیار کی اور رینگتا ہوا سیفو کے کمرے کی طرف آ گیا۔ روشنی کمرے
کی کھڑکی پر جو ریشمی پردہ لگا تھا اس میں سے چھن چھن کر باہر
آ رہی تھی۔ سوائے اس ہلکی ہلکی روشنی کے محل کے باغ اور سارے

محل میں گہرا اندھیرا چھایا تھا۔ آسمان بھی کالے بادلوں میں چھپا ہوا تھا۔ ناگ نے دیوار پر رینگ کر کھڑکی میں سے اندر سر نکالا تو دیکھا کہ سیفو کے عالی شان پلنگ کے پیچھے شمع دان میں موم بتی جل رہی تھی۔ ناگ نیچے اترنے ہی لگا تھا کہ پلنگ کے پیچھے پڑا ہوا ریشمی پردہ سرسرایا۔ ناگ گردن اٹھا کر تکنے لگا۔

پردے کے پیچھے سے ایک زرد رنگ کا انسانی ہیولا نمودار ہوا اور شمع دان کے قریب پلنگ کے سرہانے آکر کھڑا ہو گیا۔ ناگ نے غور سے دیکھا تو اس انسانی ہیولے کی شکل سیفو کے مجسمے سے ملتی جلتی تھی۔ تو کیا یہ ہیولا سیفو کی روح تھی؟ ہیولا خاموش تھا اور ٹکٹکی باندھے اپنے مجسمے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کمرے میں سناٹا تھا۔ پھر ناگ کو سانس لینے کی گہری آواز سنائی دی۔ جیسے انسانی ہیولے نے ٹھنڈی آہ بھری ہو ناگ کھڑکی کے پردے کے پیچھے سے گردن باہر نکالے سیفو کے ہیولے کو تک رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ یہ سب کیا طلسم ہے؟ کہ اتنے میں اسے سیفو کے ہیولے کی آواز سنائی دی۔ یہ آواز عورت کی تھی اور یوں لگ رہا تھا جیسے دور سے آ رہی ہے۔ اس نے کہا۔

"اندر آجاؤ۔ کھڑکی میں سے اتر کر اندر آجاؤ۔"

ناگ لرز سا گیا۔ اس انسانی ہیولے یا سیفو کی روح نے

ناگ کو دیکھ لیا تھا۔ شاید پہچان بھی لیا تھا۔ کیونکہ سیفو کی روح کی آواز سانپ کی آواز کے روپ میں ناگ کے جسم سے ٹکرا رہی تھی۔ ناگ نے سانپ ہی کی زبان میں پوچھا۔

"تم کون ہو؟ اور کیا چاہتی ہو؟"

سیفو کی روح نے کہا۔ "میں سیفو کی روح ہوں۔ تم پلنگ کے قریب آجاؤ۔"

ناگ خاموش ہو گیا۔ سیفو کی روح نے ناگ کو پہچان لیا تھا ناگ پلنگ کی پائینتی کی طرف ہو کر کھڑا ہو گیا۔ سیفو کی روح کا چہرہ دھندلا دھندلا تھا۔ مگر چہرے کے نقش نظر آرہے تھے وہ اداس تھی۔ اور اس نے اپنے جسم کو ایک سفید چادر سے ڈھانپ رکھا تھا۔ ناگ نے پوچھا۔

سیفو کی روح! تم اداس کیوں ہو۔ اور اس محل میں تم کس لئے آتی ہو؟"

سیفو بولی۔ "ناگ! میں ہر روز آدھی رات کے بعد اس محل میں آتی ہوں۔"

ناگ نے کہا۔ "لگتا ہے کہ تم ایک بے چین روح ہو۔ اس کی کیا وجہ ہے؟"

سیفو نے کہا۔ "میں ایک بے چین روح ہوں۔ اس لئے کہ میں خود جھیل میں چھلانگ کر نہیں مری تھی۔ بلکہ مجھے قتل کر کے

سمندر میں پھینکا گیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی سیفو کی روح نے اپنے جسم کے گرد لپٹی ہوئی چادر ہٹا دی۔ ناگ یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ سیفو کے سینے میں خنجر گھسا ہوا تھا اور اس میں سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے۔

"سیفو! تمہارے ساتھ ظلم ہوا۔ کیا تم اسی لئے بھٹک رہی ہو؟"

سیفو کی روح نے آہ بھری اور کہا۔

"ہاں ناگ! جس حبشی نے مجھے قتل کیا تھا اس کی لاش اسی محل کے قبرستان میں دفن ہے۔ جب تک مجھے اس کی کھوپڑی نہیں ملے گی میں قیامت تک اسی طرح بھٹکتی رہوں گی اور یہ خنجر میرے سینے میں چبھا رہے گا۔"

ناگ نے کہا: "مجھے بتاؤ اس قاتل حبشی کی قبر کہاں ہے میں تمہیں اس کی کھوپڑی لا کر دوں گا۔"

سیفو کی روح محل سے نکل کر اندھیرے باغ کے کونے میں آ گئی یہاں ایک طرف گہرے سیاہ رنگ کے پتھروں کی ایک پرانی قبر بنی ہوئی تھی۔ سیفو کی روح نے اس قبر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "یہ ہے اس حبشی قاتل کی قبر۔"

ناگ کہنے لگا۔ "میں تمہیں ابھی اس قبر میں سے حبشی قاتل کی کھوپڑی نکال کر دیتا ہوں۔"

سیفو نے کہا: "اگر تم نے میرا یہ کام کر دیا تو میں تمہیں ایک

ایسا انعام دوں گی جو تمہارے بہت کام آئے گا۔"

ناگ بولا۔ "میں انعام کے لالچ سے نہیں بلکہ تمہاری تکلیف دور کرنے کے خیال سے یہ کام کروں گا۔"

اور ناگ نے قبر کے پتھروں کو ہٹا کر زمین کھودنی شروع کر دی۔ قبر بہت پرانی تھی اور مٹی بھربھری ہو چکی تھی جس کی وجہ سے بہت جگہ قبر میں ایک گڑھا پڑ گیا اور حبشی قاتل کی لاش کی ہڈیاں نظر آنے لگیں۔ ناگ نے دیکھا کہ قاتل مردے کی کھوپڑی مٹی میں آدھی سے زیادہ دھنسی ہوئی تھی اور صرف کھوپڑی کی ناک باہر تھی۔ ناک میں مٹی بھری ہوئی تھی۔ ناگ نے مٹی ادھر ادھر ہٹا کر کھوپڑی کو زمین کے اندر سے نکال لیا۔ کھوپڑی کے اندر سے مٹی نیچے گر رہی تھی ناگ نے کھوپڑی کو جھاڑ کر سیفو کی طرف بڑھایا اور کہا۔

"سیفو! کیا اسی کھوپڑی کی تمہیں ضرورت تھی؟"

سیفو نے کھوپڑی ہاتھ میں تھام لی اور کہا۔

"ناگ! تم نے وہ کام کیا ہے جس کے لئے ایک مدت سے بھٹکتی پھر رہی تھی۔ میں تمہیں اس کا انعام دوں گی۔"

سیفو کی روح نے اپنے قاتل کی کھوپڑی کو زمین پر رکھ کر اسے اپنے پاؤں سے کچل ڈالا۔ کھوپڑی کے اندر سے حبشی قاتل کی چیخ کی آواز نکلی جو تاریک رات کے سناٹے میں تھرتھراہٹ

کے ساتھ گونج کر ڈوب گئی۔ اس کے ساتھ ہی سیفو کی روح کے چہرے پہ اطمینان چھا گیا۔ اس نے مسکرا کر ایک گہرا سانس لیا اور اپنے سینے سے خنجر نکال لیا۔ اور پھر بولی۔

"آج سے پہلے میں اس خنجر کو کبھی اپنے سینے سے نہیں نکال سکتی تھی۔ اب میں آزاد ہوں اور مجھے کوئی تکلیف اور عذاب نہیں ہے۔ اگر کبھی تم اپنے آپ کو مصیبت میں گھرا ہوا پاؤ تو اس خنجر کو ہوا میں اچھال دینا۔ پھر اس خنجر کی کرامت دیکھنا"

ناگ نے خنجر لے کر جیب میں رکھ لیا اور کہا۔

"مگر سیفو! یہ بتاؤ کہ میں کس ملک میں ہوں۔ یہ جگہ کون سی ہے اور میں یہاں سے کس طرح باہر نکل سکتا ہوں؟ اور میرے ساتھ کیٹی بھی تھی۔ وہ بھی بے ہوش ہو کر گری تھی۔ وہ اس وقت کہاں ہے؟"

سیفو کی روح نے کہا۔ "تم اس وقت رومن زمانے میں آچکے ہو۔ عنبر تمہارا بھی اسی زمانے میں موجود ہے اور اس وقت ملک عراق کی طرف جا رہا ہے۔"

ناگ نے پوچھا۔ "اور کیٹی کہاں ہے؟"

سیفو کی روح بولی۔ "کیٹی بھی تمہارے ساتھ ہی رومن عہد میں داخل ہو چکی ہے۔ مگر وہ ——"

اور سیفو کی روح خاموش ہو گئی۔ ناگ نے جلدی سے پوچھا۔

"تم خاموش کیوں ہو گئی ہو سیفو! مجھے بتاؤ کہ کیٹی کہاں ہے؟"

سیفو کی روح نے کہا۔ "کیٹی اس وقت شہر یروشلم کے ایک امیر سوداگر بن عمر کی حویلی میں ایک کنیز کی زندگی بسر کر رہی ہے اور وہ اپنی یادداشت بھول چکی ہے وہ تمہیں یا عنبر یا ماریا کو بالکل نہیں پہچانے گی۔ کیونکہ اسے کچھ یاد نہیں رہا کہ تم اس کے ساتھی ہو۔"

ناگ نے پوچھا۔ "کیا اس کی یادداشت واپس نہیں آسکتی؟"

سیفو کی روح نے کہا۔ "صرف ایک شرط پہ کیٹی کی یادداشت واپس آسکتی ہے کہ اس علاقے کا مہاناگ جس کا رنگ نسواری ہے اور جس کے ہونٹوں پہ سفید بالوں کی مونچھیں ہیں کیٹی کو چالیس دن رات کو آکر ڈسے اور اس کے جسم میں صرف اتنا زہر داخل کرے کہ جس سے وہ مرے نہیں بلکہ بے ہوش ہو جائے اکتالیسویں روز جب کیٹی سو کر اٹھے گی تو اس کی یادداشت واپس آچکی ہو گی اور وہ تم سب کو پہچاننا شروع کر دے گی اور اسے اگلی پچھلی تمام باتیں یاد آجائیں گی۔"

ناگ نے کچھ پریشان ہو کر کہا۔ "لیکن سیفو! شاید تم نہیں جانتیں کہ مجھ سے ایک غلطی ہو گئی ہے جس کی وجہ سے شیش ناگ کے فرمان کے بعد اب دنیا کا کوئی سانپ میرا حکم نہیں مانتا۔ مہاناگ کو کس طرح راضی کروں گا کہ وہ کیٹی کو چالیس دن تک رات کو آکر ڈسے اور

اس کے جسم میں تھوڑا سا زہر داخل کرے۔"

سیفو بولی: "یہ تمہارا کام ہے۔ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی"

ناگ نے پوچھا: "اچھا یہ بتاؤ کہ ماریا کہاں ہے؟ کیا وہ ابھی تک ۵ سو برس پیچھے سائرس کے آتشکدے میں آگ کی دیوی کے روپ میں بیٹھی ہے؟"

سیفو نے کہا۔ مجھے یہ بتانے کی اجازت نہیں کہ وہ کس جگہ پر ہے۔ ہو سکتا ہے جب تم کیٹی کی تلاش میں یروشلم جاؤ تو ماریا سے بھی تمہاری ملاقات ہو جائے۔ اب میں اس سے زیادہ یہاں نہیں ٹھہر سکتی۔ زمین کی دنیا میں میرا دم گھٹنے لگا ہے۔"

اور سیفو غائب ہو گئی۔

ناگ کھلی ہوئی قبر کے پاس رات کے گھپ اندھیرے میں کچھ دیر خاموشی سے کھڑا رہا۔ پھر محل کی دیوار کی طرف آیا کہ اس پراسرار محل کے قید خانے سے باہر نکلے اور کیٹی کو ڈھونڈھنے یروشلم بن حُر کی حویلی میں جائے۔ جہاں وہ اپنی یادداشت کھو کر کنیز بن کر زندگی بسر کر رہی تھی۔ اس کے بعد ماریا کو کہیں تلاش کرے عنبر کے متعلق تو اسے سیفو کی روح نے بتا دیا تھا کہ وہ ملک عراق کی طرف جا رہا ہے۔

ناگ قبرستان کے کونے سے چلتا ہوا محل کی پرانی دیوار کے پاس آیا۔ اس دیوار کے پار سمندر وہ پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔

لیکن اب جب اس نے ایک عقاب کی شکل بدل کر دیوار کے اوپر اڑ کر دیکھا تو دوسری طرف سمندر کا کہیں نام و نشان تک نہ تھا اور سامنے دور تک ایک صحرا پھیلا ہوا تھا۔ آسمان پر بادل بھی غائب ہو گئے تھے اور ستارے چمک رہے تھے۔

ناگ نے ایک طرف اڑنا شروع کر دیا۔ صحرا کے اونچے نیچے ٹیلے چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے اور موت ایسی خاموشی چھائی تھی۔ اڑتے اڑتے ناگ کو دن چڑھ گیا۔ سورج نکل آیا۔ اس کی روشنی میں ناگ نے دور ایک دریا کی چمکتی ہوئی سفید لکیر دیکھی۔ جس کے کنارے ایک اونچے ٹیلے پر ایک شہر آباد تھا۔ جس کی فصیل کے اندر مکانوں کی چھتیں اور کھجور اور زیتون کے درختوں کے جھنڈ نظر آ رہے تھے ناگ نے اس شہر کو پہچان لیا۔

یہ پرانے زمانے کا یروشلم تھا۔ رومن عہد کا یروشلم جب یہاں پر ایک رومن گورنر حکومت کرتا تھا اور عیسائیوں پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے جاتے تھے۔ اسی شہر میں گھوڑوں کا امیر سوداگر بن حُر اپنی شاندار حویلی میں رہتا تھا جس کے گھر میں کیٹی کنیز بن کر گھر والوں کی خدمت کرتی تھی۔

ناگ اڑتے اڑتے شہر کی فصیل کے اندر چلا گیا اور ایک باغ کے درخت پر بیٹھ گیا اور نیچے دیکھنے لگا۔ اتفاق سے

اس وقت باغ میں درخت کے نیچے کوئی نہیں تھا۔ ناگ ٹہنی
سے اتر کر نیچے گھاس پہ آکر بیٹھ گیا اور ایک پل میں انسان
کی شکل بدل لی۔ سیفو کی روح کا خنجر اس کی جیب میں پڑا تھا۔
یروشلم کے بازار اور گلی کوچے اونچے نیچے تھے کئی جگہوں
پر زمین میدان کی شکل کی تھی اور کئی جگہوں پر چڑھائی چڑھنی
پڑتی تھی۔ دو منزلہ سہ منزلہ مکان پرانی طرز کے تھے اور ہر
چوک میں کھجور کے درخت اگے تھے جہاں پانی کا ایک گول
حوض بھی بنا ہوا تھا۔ گلیاں تنگ و تاریک اور ٹیڑھی میڑھی
تھیں۔ کشادہ یعنی ذرا کھلے کھلے بازار بھی تھے جہاں دکانوں
پہ ہر قسم کی چیزیں بک رہی تھیں۔ چوک میں منڈی تھی جہاں
اونٹ بیٹھے جگالی کر رہے تھے اور گھوڑوں کے سوداگر گھوڑے
فروخت کرنے کے لئے لائے ہوئے تھے اور عرب اور یہودی
ان گھوڑوں کو دیکھ رہے تھے۔

ناگ نے ایک سوداگر سے پوچھا یہاں گھوڑوں کے سوداگر
بن حر کی حویلی کہاں ہے؟ اس نے ناگ کی طرف دیکھ کر قہقہہ
لگایا اور کہا۔

"تم مصری لگتے ہو۔ جب ہی تمہیں بن حر کی شاندار حویلی کا پتہ نہیں"
ناگ نے کہا "تم نے ٹھیک پہچانا دوست! میں ملک مصر کا
رہنے والا ہوں اور یہاں پردیسی ہوں۔"

اس آدمی نے گھور کر ناگ کو دیکھا۔

"میرا نام جبرجان الکندی ہے۔ اگر تم بیکار ہو تو بن حر کی
حویلی سے ہو کر میرے ہاں چلے آنا۔ بس تمہیں کام پہ لگا دونگا
میری حویلی شہر کے جنوب کی طرف دو کوس پہ ایک نخلستان
میں ہے۔"

اور وہ قہقہہ لگاتا ہوا گھوڑوں کی طرف چلا گیا۔ ناگ
نے دل میں کہا کہ کمال آدمی ہے۔ بن حر کا پتہ پھر بھی نہیں بتا
گیا۔ بہرحال یہ پتہ ناگ کو بہت جلد معلوم ہو گیا اور وہ
دو ایک بار بازاروں میں سے گزرنے کے بعد ایک شاندار
حویلی کے بلند اور مضبوط لکڑی کے منقش دروازے کے باہر
کھڑا تھا۔ دروازے کی دونوں جانب اونچے چبوترے تھے
جن پہ پتھر کے بڑے بڑے گملے رکھے ہوئے تھے۔ ان گملوں میں
زیتون کے بڑے بڑے پودے اگے ہوئے تھے۔ حویلی کے
باہر کوئی پہرے دار غلام نہیں تھا۔ دروازے کے ساتھ چاندی
کی زنجیر لٹک رہی تھی۔ اسکو اگر کھینچا جائے تو اندر گھنٹی بجنے لگتی
تھی۔ ناگ نے خدا کا نام لیکر چاندی کی زنجیر کھینچ دی۔ تھوڑی ہی
دیر میں ایک بوڑھے ملازم نے دروازہ کھولا اور پوچھا۔

"کون ہو تم؟ کہاں سے آئے ہو؟"

- ناگ نے کیٹی کو کس حالت میں دیکھا؟ کیا کیٹی کی یادداشت واپس آسکی۔
- ماریا کس عالم میں تھی اور ناگ کی اس سے کیسے ملاقات ہوئی؟
- عنبر کو عراق میں جانے کے بعد کیسے عجیب عجیب واقعات پیش آئے؟
- بن حُر کے ہاں کیٹی پر کیا گذری اور کیا چالیس راتوں تک کیٹی کو ڈسنے کے لئے مہاناگ راضی ہو سکا؟
- کیا سانپوں نے ناگ کا حکم مانا؟

ان سوالوں کے حیرت انگیز اور سپنس سے بھرپور جواب آپ کو عنبر ناگ ماریا کی اگلی قسط شرطوم سپیرا اور مہاناگ میں ملیں گے۔

آج ہی اپنے قریبی بک سٹال سے طلب کریں۔

طلسم سپیرا اور
بھیانک

اے حمید

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی
کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

شرطوم سپیرا اور مہا ناگ

اے حمید

پیارے ساتھیو!

عنبر ناگ ماریا تاریخ میں پیچھے کی طرف برابر بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔

کیپٹی اور ناگ بن حر کی حویلی میں عجیب حالات میں پھنس جاتے ہیں۔ دنیا کے سانپ اب ناگ کا حکم نہیں مانتے، کیوں کہ شیش ناگ نے انہیں منع کر دیا ہے۔ کیپٹی اپنی یادداشت کھو گئی ہے اور وہ ناگ کو بالکل نہیں پہچانتی۔ ناگ کو ایک مٹیالا سانپ بتاتا ہے کہ اگر اس علاقے کا کھا ناگ کیپٹی کو چالیس دن تک آ کر ڈسے تو اس کی یادداشت واپس آ سکتی ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ کوئی سانپ ناگ کا حکم نہیں مانتا۔ ادھر ماریا سنسنی خیز حالات میں سے گذرتے ہوئے ایک ایسے زخمی اُلّو کی شکل اختیار کر لیتی ہے جس کے سینے میں خنجر کھُبا ہوا ہے۔ اس کے بعد کیا ہوتا ہے؟ یہ آپ کو پڑھنے کے ساتھ ساتھ معلوم ہوتا جائے گا۔

تمہارا انکل
اے حمید

"راہِ چمن"
۴۵۴-ایف، سمن آباد لاہور

قیمت: ۷/۵۰ روپے

ترتیب و پیشکش
محمد ارشد
پاکستان ورچوئل لائبریری

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں
بار اوّل ——
ناشر: نیا مکتبہ اقرا، ۱۴ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور
طابع: الفرید پرنٹرز، لاہور

ترتیب

کیٹی کی یادداشت کھو گئی

ناگ نے کہا:

"میرا نام شرطوم ہے۔ میں تمہارے مالک بن حُر سے ملنا چاہتا ہوں۔"

بوڑھے یہودی ملازم نے ایک بار پھر ناگ کو سر سے پاؤں تک دیکھا اور پوچھا کہ وہ کس لیے اس کے مالک سے ملنا چاہتا ہے اور اس کو کام کیا ہے؟

ناگ نے کہا: "یہ میں تمہارے مالک بن حُر کو ہی بتاؤں گا۔"

بوڑھے ملازم نے اپنی ڈاڑھی میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا:

"میرا مالک اس وقت حویلی میں نہیں ہے۔ تمہیں شام تک انتظار کرنا ہو گا۔"

یہ کہہ کر بوڑھے نے دروازہ بند کر دیا۔ ناگ چبوترے کی سیڑھیاں اتر کر نیچے آ گیا۔ اس نے حویلی کی دیوار کے ساتھ ساتھ چل کر اس کا جائزہ لیا۔ یہ ایک کافی بڑی حویلی

تھی جس کی دیوار مضبوط اور اونچی تھی۔ چوبارے کی کھڑکیاں بند تھیں اور ان پر نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ ناگ کا خیال تھا کہ شاید اسے کیٹی کہیں نظر آ جائے مگر ایسا نہ ہوا۔ ناگ نے سوچا کہ کیوں نہ وہ کسی جانور کا روپ بدل کر حویلی کے اندر جا کر کیٹی کو تلاش کرے۔ یہ خیال اسے پسند آیا اور وہ ایک درخت کے پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا۔ وہ تسلی کرنا چاہتا تھا کہ اسے کوئی نہیں دیکھ رہا۔ اس نے گہرا سانس بھر کر باہر کو چھوڑا اور وہ ایک خوب صورت سفید چڑیا بن کر اڑا اور اڑاری مار کر حویلی کے اندر پہنچ گیا۔

حویلی پرانے زمانے کے یہودی امیروں کی طرح تھی۔ صحن میں فوارہ لگا تھا جس میں سے چاندی ایسا سفید پانی اوپر کو پھوار بناتا ہوا نکل رہا تھا۔ ایک طرف سیڑھیاں تھیں جو اوپر دوسری منزل کی طرف جاتی تھیں۔ دوسری طرف اصطبل تھا جہاں گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ دو غلام گھوڑوں کو چارہ دے رہا تھا۔ ایک غلام حویلی کے بند دروازے کی اندر کی طرف کھڑا پہرہ دے رہا تھا۔ فوارے کے حوض کے قریب زیتون کا درخت اُگا ہوا تھا۔ ناگ اس درخت کی شاخ پر جا کر بیٹھ گیا اور گردن جھکا کر نیچے دیکھنے لگا۔ اس کی نظریں کیٹی کو تلاش کر رہی تھیں۔ ناگ نے دیکھا کہ

چوبارے کی لکڑی کی خوب صورت سیڑھیوں پر سے ایک خوب صورت سیاہ بالوں والی عورت اتر کر صحن میں آئی۔ اس نے شاندار قیمتی ریشمی لباس پہن رکھا تھا اور سر پر گول یہودی عورتوں ایسی ٹوپی تھی جس میں موتی لگے تھے۔ دو کنیزیں اس کے پیچھے پیچھے آ رہی تھیں۔ انہوں نے دو تھال اٹھا رکھے تھے جن پر کپڑا پڑا تھا۔ یہ بن حرّ کی بیوی تھی۔ اس نے غلام کو اشارے سے بلایا اور کہا:

"یہ تحفے خانقاہ کے پادریوں کو جا کر دے آؤ۔"

غلام نے سر جھکایا۔ دونوں تھال اپنے سر پر رکھے اور حویلی کا دروازہ کھلوا کر باہر نکل گیا۔ ناگ نے دونوں کنیزوں کو غور سے دیکھا۔ ان میں سے کیٹی کوئی نہیں تھی مگر سیفو کی روح جھوٹ نہیں بول سکتی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ کیٹی اسی حویلی میں کنیز ہے اور یقیناً وہ وہیں ہو گی۔ ناگ زیتون کے درخت پر سے اڑ کر حویلی کی چھت پر چلا گیا۔ یہاں سے اس نے نیچے دوسری منزل کے دالان میں دیکھا۔ کچھ عورتیں یہاں بیٹھی کپڑوں پر موتی ٹانک رہی تھیں۔ ناگ نے ان کے اوپر ایک چکر لگایا۔ عورتیں بڑی خوش ہو کر سفید چڑیا کو تکنے لگیں۔

کیٹی یہاں بھی نہیں تھی۔

ناگ چھت پر سے ہوتا ہوا حویلی کے اوپر سے اڑ کر باہر
چلا گیا۔ حویلی کے پیچھے ایک ڈھلان تھی جس کے آگے چھوٹا
سا درختوں والا باغ تھا۔ ناگ یہاں اتر گیا اور اُس نے
ایک بار پھر انسانی شکل اختیار کر لی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر
سیتھو کے کہنے کے مطابق کیٹی بن حرُ کی حویلی میں ہی ہے
تو پھر وہ سے کہیں نظر کیوں نہیں آئی۔ جب دھوپ ڈھلنے
لگی تو ناگ ایک بار پھر انسانی شکل میں بن حرُ کی حویلی کے
دروازے پر آ گیا اور بوڑھے ملازم سے بن حرُ سے ملاقات
کے لیے کہا۔ بن حرُ حویلی میں موجود تھا۔ بوڑھا ملازم ناگ
کو اس کے پاس لے گیا۔ بن حرُ اونچا لمبا چوڑے شانوں اور
نیلی آنکھوں والا ایک خوبصورت یہودی امیر تھا۔ جس کی جوانی
ڈھلنا شروع ہو گئی تھی مگر جسم ابھی تک طاقتور اور مضبوط
تھا۔ وہ اس وقت اصطبل میں گھوڑوں کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے
ناگ کی طرف پلٹ کر دیکھا اور پوچھا:

"تمہیں مجھ سے کیا کام ہے؟"

ناگ نے کہا: "میرا نام شرطوم ہے۔ میں مصر کے
قدیم سپیروں کے خاندان سے ہوں اور تمہارے پاس
نوکری کرنا چاہتا ہوں کیوں کہ مصر میں اب میرا
کوئی نہیں رہا اور میں نے سنا ہے کہ تم بہت

نیک دل یہودی ہو۔"

بن حر مسکرایا: "شرطوم! تم نے ٹھیک سنا ہے مگر
میں نے بھی سنا ہے کہ مصر کے پرانے سپیروں پر
سانپ کا زہر اثر نہیں کرتا۔ کیا تم پر بھی زہر کا
اثر نہیں ہوتا؟"

ناگ نے کہا: "ہاں بن حرُ! مجھ پر بھی سانپ کے زہر
کا اثر نہیں ہوتا تم آزما کر دیکھ سکتے ہو۔"

ناگ اسی طرح بن حرُ پر اپنا اثر ڈال سکتا تھا۔ بن حرُ بولا:
"اس کے لیے تمہیں کسی سانپ سے اپنا آپ ڈسوانا
ہو گا لیکن اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو اس کی ساری ذمے داری
تم پر ہو گی۔ میں تمہیں سانپ ڈسوانے کے لیے
نہیں کہوں گا۔"

ناگ نے کہا: "مالک! تم پر کوئی ذمے داری نہیں
ہو گی لیکن میں یہ ثابت کرنے کے لیے کہ میرا
تعلق خاندانی سپیروں سے ہے مہلک سے مہلک
سانپ سے ڈسوانے کو تیار ہوں۔"

بن حرُ نے اپنے غلاموں کی طرف دیکھا اور کہا:
"اپنی مالکن اور کنیزوں سے کہو کہ چبوترے کی چھت
پر آ جائیں۔ انہیں ایک تماشہ دکھائیں گے۔"

بن حر ناگ کو لے کر دوسری منزل کی چھت پر آ
گیا۔ یہاں کرسیاں مونڈھے ڈال دیئے گئے۔ بیچ میں قالین
بچھا دیا گیا۔ بن حر کی خوبصورت بیوی، غلام اور حویلی کی
ساری کنیزیں وہاں آ کر بیٹھ گئیں۔ ناگ نے ایک ایک کو
کو دیکھا۔ ان میں کیٹی کوئی نہیں تھی۔ ناگ پریشان سا ہو گیا
کہ آخر کیٹی یہاں کیوں نہیں ہے؟

بن حر نے غلام سے کہا:

"سانپ لے آؤ۔"

اس زمانے میں قدیم حویلیوں میں امیر لوگ پٹاریوں میں
خطرناک زہر والے سانپ ضرور رکھا کرتے تھے۔ اسے وہ گھر
میں برکت کی نشانی سمجھتے تھے۔ غلام سانپ لینے چلا گیا۔

بن حر کی خوبصورت بیوی نے کنیز سے کہا:

"بتولا کہاں ہے۔ اسے بھی لاؤ۔"

ایک کنیز اٹھ کر بتولا کو لانے چلی گئی۔ ناگ نے سوچا
کہ شاید بتولا ہی کیٹی ہو گی۔ بن حر اور اس کی بیوی ناگ
سے باتیں کرنے لگی۔ وہ بھی ناگ کو یہی کہہ رہی تھی کہ
ان کی حویلی کا سانپ بے حد خطرناک اور زہریلا ہے۔

"سرطوم! اب بھی سوچ سمجھ لو۔ اگر تمہیں سانپ نے
ہلاک کر دیا تو ہمارا کوئی قصور نہیں ہو گا۔"

ناگ نے کہا: "مالکن! میں جو کچھ کر رہا ہوں سوچ
سمجھ کر کر رہا ہوں۔"

اتنے میں غلام ایک سبز رنگ کی پٹاری لے آیا۔ اس
نے بن حر کے حکم سے پٹاری ناگ کے سامنے قالین پر
رکھ دی۔ پٹاری کے اندر سانپ نے ناگ دیوتا کی بو سونگھ
لی تھی اور اب وہ پٹاری کے اندر زور زور سے چکر لگا
رہا تھا۔ ناگ نے آنکھیں اٹھا کر دیکھا کہ چوبارے کے ایک
دروازے میں سے نکل کر کیٹی چھت پر آ رہی تھی۔ اس نے
عربی کنیزوں ایسا لباس پہن رکھا تھا۔ اس نے بھی ناگ کی
طرف دیکھا مگر ناگ کو نہ پہچانا اور اپنی مالکن کے قریب
جا کر ادب سے کھڑی ہو گئی۔

مالکن نے کہا:

"بتولا! تم کہاں تھیں؟"

کیٹی نے کہا: "مالکن! میں کھجوریں مرتبان میں ڈال
رہی تھی۔"

ناگ نے محسوس کیا کہ کیٹی کی آواز بھی ویسی ہی تھی۔ اس
کے جسم سے کیٹی کی خوشبو بھی آ رہی تھی۔ مگر اس کی یادداشت
غائب تھی اور وہ ناگ کو نہیں پہچان سکتی تھی۔ ناگ کو
اچھی طرح معلوم تھا کہ پٹاری میں جو زہریلا سانپ بند ہے

وہ اس کا حکم نہیں مانے گا۔ اور جب وہ اسے کاٹنے
کا حکم دے گا تو وہ انکار کر دے گا اور ناگ کو ہرگز
نہیں ڈسے گا۔ پھر بھی ناگ ایک بار سانپ کو حکم دے
کر آزمانا چاہتا تھا۔

بن حر، اس کی بیوی، اس کی کنیزیں اور دو غلام اور
کمبھی (بتولا کنیز کی شکل میں) بڑی دلچسپی سے ناگ کو دیکھ
رہے تھے۔ ان کے لیے وہاں ایک دلچسپ اور خطرناک
ڈرامہ ہونے والا تھا۔ ناگ نے سب کے سامنے سانپ
کی پٹاری کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اس کا منہ کھول دیا۔
اندر سے کالا سیاہ سانپ شوں کی پھنکار مار کر
باہر نکلا اور اس نے اپنا پھن اٹھا لیا۔ جونہی اپنے
سامنے ناگ دیوتا کو دیکھا تو فوراً پھن جھکا دیا اور سانپ
کی زبان میں کہا:

"عظیم ناگ دیوتا کا آنا مبارک ہو۔"

ناگ نے بھی سانپ کی زبان میں اسے کہا:

"سنو بھائی! میں ایک آزمائش میں پڑ گیا ہوں۔ اب
میں اس آزمائش سے اسی طرح نکل سکتا ہوں
کہ تم مجھے کاٹو تاکہ ان لوگوں کو علم ہو جائے
کہ میں ناگ دیوتا ہوں اور مجھ پر سانپ

کے زہر کا اثر نہیں ہوتا۔"

زہریلے سانپ نے بڑے ادب سے جواب دیا:
"عظیم ناگ! میں مجبور ہوں۔ شیش ناگ نے ہمیں
حکم دے رکھا ہے کہ ہم آپ کے کسی حکم کی
تعمیل نہ کریں۔ اس لیے مجھے معاف کر دیں۔ میں
آپ کو نہیں کاٹ سکتا۔"

ناگ سمجھ گیا کہ یہ سانپ اب اس کا حکم نہیں
مانے گا اور اس سے بحث فضول ہے۔

ناگ نے کہا: "ٹھیک ہے۔ تو پھر تم میری
تعظیم بجا لاؤ۔"

زہریلا سانپ بولا: "وہ میں ضرور بجا لاؤں گا۔
کیوں کہ آپ ناگ دیوتا ہیں۔ آپ کی تعظیم
اور ادب ہمارا فرض ہے۔"

اور بن حر اور اس کی بیوی اور کنیزوں نے دیکھا
کہ زہریلا سانپ گردن جھکا کر رینگتا ہوا ناگ کے
پاؤں کے پاس آیا۔ اس کے پاؤں پر سر رکھا۔ پھر
اس کے ارد گرد چکر لگانے لگا۔ ناگ نے سانپ کو
ہاتھ میں اٹھا لیا اور بن حر کی طرف دیکھ کر بولا:
"میرے آقا بن حر! آپ نے دیکھ لیا کہ سانپ

مجھ سے ڈرتا ہے۔ اس کے اندر اتنی طاقت
اور جرأت نہیں ہے کہ مجھے ڈس دے۔"
بن حر اور اس کی بیوی ناگ سے بڑی متاثر ہوئی۔
حر نے کہا:
"شرطوم! تم واقعی مصر کے قدیم سپیروں کے خاندان
سے ہو۔ ہمیں تم ایسے غلام کی ضرورت تھی تاکہ
ہماری حویلی میں کبھی کوئی زہریلا سانپ کسی کو
نہ کاٹ سکے۔ ہم تمہیں آج سے اپنے پاس ملازم
رکھتے ہیں۔"
کیٹی بھی ناگ کو حیرانی سے تک رہی تھی کہ یہ
کیسا انسان ہے کہ سانپ اس کے غلام ہیں۔ اسے
ایک پل کے لیے بھی خیال نہیں آیا تھا کہ یہ اصل
میں ناگ ہے۔ وہ تو خود بھی یہ بھول چکی تھی کہ وہ
کیٹی ہے۔ ناگ نے بن حر کا شکریہ ادا کیا اور سانپ
سے کہا کہ وہ پٹاری میں واپس چلا جائے۔ سب کی
آنکھوں کے سامنے زہریلا سانپ خاموشی سے رینگتا ہوا
پٹاری میں چلا گیا۔ ناگ نے اس کا منہ بند کر دیا۔ بن حر
کے حکم سے غلام پٹاری اٹھا کر اندر لے گیا۔
ناگ اب بن حر کی حویلی میں غلام بن کر رہنے

لگا۔ اس روز اسے کیٹی سے بات کرنے کا موقع نہ
مل سکا۔ دوسرے روز شام کے وقت ناگ نے دیکھا کہ
کیٹی حویلی کے پچھلے باغ میں انگور کی بیل کے نیچے
بیٹھی ٹوکری میں پھل رکھ رہی ہے۔ ناگ اس کے
قریب آ گیا اور بولا:
"کیٹی!"
کیٹی نے ناگ کی طرف دیکھا اور کہا:
"شرطوم! یہ کیٹی کون ہے؟ میرا نام تو
بتولا ہے۔"
ناگ نے کہا: "کیٹی ہوش کرو۔ اپنے ذہن
پر زور دے کر سوچو تم بتولا نہیں ہو۔ تم
کیٹی ہو۔ میری بہن کیٹی۔ تم میں اور عنبر اور
ماریا ہزاروں سالوں کے سفر پر ہیں۔ میں ناگ
ہوں، ناگ۔"
کیٹی تعجب سے ناگ کا منہ تک رہی تھی۔ جیسے
اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ شرطوم اسے
کیا کہہ رہا ہے، کہنے لگی:
"یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو شرطوم؟ کیا تم
پاگل تو نہیں ہو گئے۔ یہ عنبر ماریا کون ہیں؟

"کیمیٹ کس کا نام ہے؟ تم ناگ ہو؟ یہ ناگ کیا چیز ہے۔ تم نے ضرور کہیں سے بھنگ پی لی ہے۔ جب ہی تم بہکی بہکی بے معنی باتیں کر رہے ہو۔ میں بن حر سے بات کرتی ہوں وہ کسی حکیم کو بلا کر تمہارا علاج کرائیں گے۔"

ناگ نے اپنا سر پیٹ لیا۔ کیمیٹ تو واقعی اپنی یادداشت کھو بیٹھی تھی۔ اس پر ناگ کی کسی بات کا اثر نہیں ہو رہا تھا۔

ناگ نے جلدی سے کہا:

"اُف! میں بھی کتنا پاگل ہوں۔ اصل میں کبھی کبھی مجھ پر دورہ پڑ جاتا ہے۔ تم فکر نہ کرو بتولا۔ اب میں ٹھیک ہو گیا ہوں۔ بالکل ٹھیک ہو گیا ہوں۔"

اور ناگ وہاں سے چلا گیا:

ناگ کو ایک تسلی ضرور تھی کہ کیمیٹ اس کی آنکھوں کے سامنے ہے اور اس کی یادداشت کسی وقت بھی واپس آ سکتی ہے۔ اس نے خود ہی فیصلہ کر لیا کہ وہ اس کی یادداشت واپس لانے کی کوشش کرے گا اور جب

تک اس کی یادداشت واپس نہیں آ جاتی وہیں بن حر کے پاس اس کی حویلی میں رہے گا۔ کیوں کہ کیمیٹ بھی اسی حویلی میں تھی اور سیفو کی روح نے بھی اسے کہا تھا کہ ہو سکتا ہے عنبر اور ماریا کی ملاقات بھی وہیں ہو جائے۔

○

عنبر تو اپنے ساتھیوں ناگ ماریا اور کیمیٹ کی تلاش میں ملک عراق کی طرف سفر کر رہا تھا اور ماریا پانچ سو برس آگے ایران کے بادشاہ سائرس کے زمانے میں تھی اور آتش کدے میں آگ کی دیوی کے روپ میں بے حس و حرکت بیٹھی تھی۔ کیوں کہ اس پر کاہن شارکش کے جادو کا اثر تھا۔ جو خود تو مر چکا تھا مگر اسے اپنے طلسم میں جکڑ گیا تھا۔ ناگ اور کیمیٹ کے جانے کے بعد ماریا کی پرستش آگ کی دیوی سمجھ کر ہوتی رہی۔ پجاری اس کے آگے بھجن گاتے، آگ کے الاؤ میں گھی دودھ اور خوشبوئیں ڈالتے اور آگ کی پوجا کرتے بادشاہ خود ماریا کی پوجا کرتا تھا اور اسے آگ کی مقدس دیوی سمجھتا تھا۔ ماریا اسی طرح آلتی پالتی مارے

الاؤ کے آگے استھان پر بیٹھی رہتی۔ اپنی جگہ سے نہ
حرکت کرتی اور نہ اٹھتی تھی۔ شارکش کے طلسم نے اس
سے بھی اس کی ساری یادداشت چھین لی تھی۔

کرنا خدا کا کیا ہوا کہ شہر فارس کے ساتھ جو دریا
بہتا تھا اس میں زبردست سیلاب آ گیا۔ پہلے تین روز
تک موسلا دھار بارش ہوتی رہی اس کے بعد دریا میں
پانی چڑھ آیا اور کناروں سے اچھل کر شہر میں داخل
ہو گیا۔ پانی لوگوں کے گھروں شاہی محلات اور آتش کدے
(مندر) میں بھی آ گیا۔ پجاریوں نے سیلاب کے پانی
کو روکنے کی بہت کوشش کی مگر سیلاب کے پانی کا
اس قدر زور تھا کہ وہ ان سے نہ رک سکا اور سیلاب
کی لہریں دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کر مندر میں گھس آئیں اور
مقدس آگ کا جو بہت بڑا الاؤ صدیوں سے جل رہا
تھا اس میں گرنے لگیں اور آگ نے بجھنا شروع کر دیا۔
پہلے تو پانی اتنی بڑی آگ میں گر کر بھاپ بن کر
اڑتا چلا گیا۔ مگر پیچھے سے سیلاب بڑے زور کا چلا آ
رہا تھا۔ پانی دریا بن کر آگ کے الاؤ میں گرنے لگا۔
دیکھتے دیکھتے آگ بجھ گئی اور آدھا مندر پانی میں
ڈوب گیا۔ کئی پجاری ڈوب کر مر گئے۔ مقدس آگ کے

بجھتے ہی ماریا کا طلسم بھی ٹوٹ گیا۔ وہ گردن تک سیلاب
کے پانی میں ڈوب چکی تھی۔ جونہی طلسم ٹوٹا ماریا ایک
دم سے غائب ہو کر اپنی اصلی حالت میں آ گئی۔
اس نے چونک کر اپنے آپ کو دیکھا۔ وہ غائب
تھی اور پھر سے ماریا بن چکی تھی۔ سب سے پہلے تو
اس نے اپنی اصلی حالت میں واپس آنے پر خداوند کا
شکریہ ادا کیا۔ پھر پانی میں سے باہر نکل کر اوپر آ گئی
اور دیکھا کہ مندر پانی میں ڈوبتا چلا جا رہا ہے۔ وہ
پانی کی لہروں کے اوپر سے ہوتی ہوئی مندر کے باہر
آ گئی۔ اب اسے یاد آنے لگا کہ ایک کاہن نے اس
پر طلسم کر دیا تھا اسے ناگ عنبر اور کیپٹن کا خیال آیا
کہ وہ کہاں ہوں گے۔ مگر پہلے وہ خود یہ پتہ کرنا
چاہتی تھی کہ وہ کہاں ہے کس زمانے میں ہے؟

ماریا تیزی سے مندر میں سے باہر نکل آئی۔

باہر آ کر دیکھتی ہے کہ چاروں طرف سیلاب کے
پانی نے تباہی مچا رکھی ہے۔ لوگ جان بچا کر لکڑی
کے تختوں سے چمٹے شہر سے باہر کو بہے جا رہے
ہیں۔ ہزاروں لوگ گھروں کو پانی میں ڈوبا ہوا چھوڑ کر
شہر کی پہاڑیوں اور شاہی محل کی دیوار پر چڑھ گئے

ہیں۔ پانی محل کے بھی اندر چلا گیا ہے۔ ہر طرف ایک
شور مچا ہوا تھا۔ بارش اسی طرح موسلا دھار ہو رہی تھی۔
ماریا کے دیکھتے دیکھتے سارا شہر پانی میں ڈوب گیا۔
اب صرف شاہی محل اور پہاڑی ہی باقی رہ گئی تھی۔
لوگ ان دونوں جگہوں پر پناہ لیے ہوئے تھے۔ ماریا
ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے یہ دیکھنے
کے لیے کہ ان میں کہیں عنبر ناگ کیٹھ تو کہیں نہیں
ہے۔ ان کے اوپر ایک چکر لگایا۔ اسے عنبر ناگ کیٹھ
کہیں دکھائی نہ دیئے۔

وہ پانی سے ایک فٹ بلندی پر ہوا میں آہستہ آہستہ
اڑتی ہوئی شہر کی فصیل کے اوپر سے گزر کر شہر کے
باہر آ گئی۔ یہاں بھی چاروں طرف جل تھل ——— ہو
رہا تھا۔ چاروں طرف پانی ہی پانی تھا۔ اور ان میں ڈوبے
ہوئے درخت پودوں کی طرح لگ رہے تھے۔ ماریا نے شہر
سے نکلنے کے بعد ایک طرف ہوا میں تیرنا شروع کر دیا۔ شام
کی تاریکی پھیل گئی۔ طوفانی بارش میں اب بجلی بھی چمکنے لگی۔
بادل بھی گرجنے لگے۔ بجلی چمکتی تو ماریا کو چاروں طرف پانی ہی
پانی نظر آتا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ سمندر کے
اوپر چل رہی ہے۔

خدا جانے اسی طرح پانی کے اوپر اڑتے اڑتے کتنی
رات گزر گئی تھی کہ ایک بار بجلی کی زبردست چمک کے
ساتھ اتنی زور کا کڑاکا ہوا کہ ماریا کی آنکھیں چکا چوند ہو
گئیں۔ اسے بجلی کی اس چکا چوند میں کچھ فاصلے پر ایک
پہاڑی نظر آئی جس کی چوٹی سیلاب کے پانی میں سے باہر
نکلی ہوئی تھی۔ ماریا تیزی سے پہاڑی کی طرف بڑھی۔ اس
خیال سے کہ شاید پہاڑی میں کسی جگہ وہ پناہ لے سکے۔

اس پہاڑی کو سیلاب کے پانی نے چاروں طرف سے
گھیر رکھا تھا۔ ایک جگہ ماریا نے دیکھا کہ پانی نہر کی شکل
میں پہاڑی کے غار میں گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ داخل
ہو رہا ہے۔ ماریا نے سوچا کہ چلو اس غار کے اندر چل
کر رات بسر کرتی ہوں۔ صبح کو بارش تھم گئی اور روشنی ہوئی
تو پھر دن کی روشنی میں آگے سفر کروں گی۔ ماریا غار کے
اندر داخل ہو گئی۔ وہ آبشار کی طرح گرتے پانی کے اوپر
ہی اوپر سے ہوتی ہوئی غار کے اندر آ گئی۔ غار ایک
تنگ سرنگ کی طرح تھی اور آگے ہی آگے چلی گئی تھی۔
ماریا بھی اس کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتی گئی۔ سیلاب
کا پانی اب کم ہونے لگا تھا۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے
پانی سرنگ کے اندر کی زمین میں جذب ہوتا جا رہا ہے۔

ماریا اب زمین پر چلنے لگی۔ کیوں کہ پانی کم ہوتے
ہوتے بالکل غائب ہو گیا تھا۔ آگے جا کر سرنگ کی
زمین بالکل خشک ہو گئی۔ ماریا نے پیچھے گھوم کر دیکھا
تو سرنگ میں اندھیرا ہی اندھیرا تھا اور پانی کی آواز بالکل
نہیں آ رہی تھی۔ ماریا چلتی گئی۔ سرنگ بھی ختم ہونے کا
نام نہیں لے رہی تھی۔ حالانکہ جس پہاڑی کے اندر یہ
سرنگ تھی وہ زیادہ بڑی پہاڑی نہیں تھی۔ مگر خدا جانے
یہ سرنگ شیطان کی آنت کی طرح کیسے بڑھتی چلی
جا رہی تھی۔

ماریا کو دور سرنگ میں روشنی دکھائی دی۔ اس نے
سمجھا کہ آگے ضرور کسی نے آگ جلا رکھی ہے۔ جب
وہ قریب آئی تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ وہ
دن کی روشنی تھی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اتنی جلدی
دن کیسے نکل آیا تھا۔ ابھی تو رات پڑی تھی۔ ماریا
کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ سرنگ ختم ہو گئی تھی۔ آگے
سرنگ کا گول منہ تھا جس میں سے دن کی روشنی اندر
آ رہی تھی۔ ماریا سرنگ سے نکل کر باہر آئی تو دیکھا
کہ وہ ایک ہرے بھرے باغ میں کھڑی ہے۔ پیچھے
مڑ کر نگاہ ڈالی تو وہاں نہ سرنگ تھی اور نہ کوئی

پہاڑ تھا۔ آسمان پر سورج چمک رہا تھا۔ بادلوں کا
نام و نشان تک نہیں تھا۔ رات بھی غائب ہو چکی
تھی۔ ماریا کو یقین ہو گیا کہ وقت نے چار پانچ سو
سال کی چھلانگ لگا دی ہے اور وہ تاریخ میں پیچھے
کی طرف نکل آئی ہے۔ یقیناً وہ شہنشاہ سائرس کے
ایران سے نکل کر دوسرے کسی بہت پیچھے کے دور
میں چلی گئی ہے۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ وہ تاریخ کے
کس دور میں آ گئی تھی۔

باغ خالی پڑا تھا۔ درختوں کے سائے بہت گھنے
تھے۔ ایک چھوٹی سی نہر باغ میں بہہ رہی تھی۔ وہ
نہر کے ساتھ ساتھ چلتی درختوں کے جھنڈ سے نکل کر
کھلی جگہ پر آئی تو سامنے ایک شہر کے مکان دکھائی
دیئے جو شہر کی دیوار کے پیچھے سے صاف نظر آ
رہے تھے۔ اب اسے کچھ لوگ چلتے پھرتے نظر آئے۔
انہوں نے رومن زمانے کے لوگوں کی طرح کا باس
پہن رکھا تھا۔ اتنے میں کچی سڑک پر سے ایک رتھ
گزر گیا۔ اس کے آگے دو گھوڑے جتے ہوئے تھے
اور پیتل کے ہلمٹ والا ایک رومن سپاہی اسے چلا
رہا تھا۔ ماریا کو یہ سمجھنے میں کوئی دیر نہ لگی کہ وہ رومن

عہد میں آ پہنچی ہے۔

اسے رومن عہد میں پہنچنے پر کوئی حیرت نہیں ہوئی تھی، کیوں کہ وہ جانتی تھی کہ یہ اس کا واپسی کا سفر ہے اور اب اسے تاریخ میں پیچھے ہی پیچھے جانا ہے۔ وہ آگے نہیں جا سکے گی، لیکن اس کے دل میں بس ایک ہی خواہش تھی کہ جس طرح سے بھی ہو سکے اس کی عنبر ناگ کیٹی سے ملاقات ہو جائے۔ کیوں کہ اسے یقین تھا کہ وہ بھی اب پیچھے کی طرف ہی سفر کر رہے ہوں گے اور اب ان میں سے کوئی بھی آگے کے ماڈرن زمانے کی طرف بالکل نہیں جا سکے گا۔

ماریا چلتے چلتے شہر میں داخل ہو گئی۔ یہ ایک ایسا شہر تھا کہ جو اونچے ٹیلے پر آباد تھا اور وہاں کے لوگوں کے لباس یہودیوں کے تھے مگر جگہ جگہ رومن سپاہی پھر رہے تھے۔ صاف ظاہر تھا کہ یہ یہودی لوگوں کا شہر ہے اور اس پر رومن قوم کا قبضہ ہے۔ ماریا نے یہودیوں کی ایک عبادت گاہ بھی دیکھی۔

اچانک ماریا چونک پڑی۔ ہوا کا ایک جھونکا آیا تو اس کے ساتھ ماریا کو ناگ اور کیٹی دونوں کی خوشبو آئی۔

ماریا بے حد خوش ہوئی۔ اس کا مطلب تھا کہ ناگ اور کیٹی اسی شہر میں موجود تھے۔ جدھر سے خوشبو آ رہی تھی ماریا اس طرف چل پڑی۔ دوستو! آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ وہی شہر تھا جس میں ناگ اور کیٹی بن حُر کی حویلی میں رہ رہے تھے۔ کیٹی کی یادداشت گم ہو چکی تھی اور وہ بن حُر کی بیوی کی کنیز بتولا بن کر زندگی گزار رہی تھی۔

ماریا شہر کے بازاروں اور گلی کوچوں میں سے گزرتی ہوئی آخر بن حُر کی حویلی کے سامنے آ کر رک گئی۔ ناگ اور کیٹی کی خوشبو اسی حویلی سے آ رہی تھی۔ ماریا حویلی کے اندر داخل ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی ناگ کو بھی ماریا کی خوشبو آنے لگی۔ کیٹی کی چونکہ یادداشت کھو چکی تھی اس لیے وہ ماریا کی خوشبو کو محسوس نہیں کر رہی تھی۔ اتفاق کی بات ہے کہ ماریا جب بن حُر کی حویلی کے صحن میں داخل ہوئی تو اس کی نظر سب سے پہلے کیٹی پر پڑی جو سر پر خشک میووں کا ایک تھال رکھے صحن میں سے گزر کر سیڑھیوں کی طرف جا رہی تھی۔

اب ماریا کو کیا معلوم کہ کیٹی کی یادداشت گم ہو چکی

"ناگ بھیا!"

ناگ نے آہستہ سے کہا:

"ماریا تم؟ خدا کا شکر ہے کہ تم آگئیں۔"

کیٹی کی آواز سن کر وہاں دوسرے نوکر اور کنیزیں آ گئیں۔ کیا ہوا؟ کیا ہوا؟ کا شور مچ گیا۔ کسی نے کہا کہ بتولا کو یہاں جن بھوت نے آواز دی تھی۔ اب تو حویلی میں خوف سا پھیل گیا۔ ہر کوئی ادھر اُدھر چھپنے لگا۔ بن حرُ اپنے کمرے میں دستر خوان پر بیوی کے ساتھ بیٹھا کھانا کھا رہا تھا کہ کیٹی نے آ کر شور مچا دیا کہ مجھے ایک بھوت نے آواز دی ہے۔

بن حرُ ہنس پڑا اور بولا:

"بتولا تمہیں وہم ہو گیا ہے۔ اس حویلی میں کبھی کوئی بھوت نہیں آیا۔"

کیٹی نے کہا: "مالک! میں نے اپنے کانوں سے اس کی آواز سُنی ہے وہ مجھے کیٹی کہہ کر پکار رہا تھا اور اس نے عورتوں کی آواز بنا رکھی تھی!"

بن حرُ کی بیوی کہنے لگی:

"بن حرُ! ہو سکتا ہے بتولا ٹھیک کہہ رہی ہو

ہے اور وہ کسی کو بھی نہیں پہچانتی۔ ماریا خوشی خوشی کیٹی کے سامنے آ گئی اور اس کے کاندھے کو ہلا کر بولی:

"کیٹی! کیا حال ہے تمہارا؟"

کیٹی نے جو ایک غیبی عورت کی آواز سُنی تو خوف کے مارے کانپتے ہوئے وہیں رُک گئی اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے اِرد گرد تکنے لگی۔ ماریا حیران ہوئی کہ یہ کیٹی کو کیا ہو گیا ہے۔ اس کی آواز پر اتنا پریشان کیوں ہو گئی ہے۔ اس نے پھر آواز دی:

"کیٹی! تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم مجھے نہیں پہچانتی ہو؟ میں ماریا ہوں ماریا۔"

اب تو کیٹی کے پسینے چھوٹ گئے۔ دہشت کے مارے اس نے تھال وہیں پھینکا اور بھوت آ گیا۔ جن آ گیا۔ بچاؤ بچاؤ کا شور مچاتی اوپر کو بھاگی۔ ماریا تو ہکی بکی سی ہو کر وہیں کھڑی کی کھڑی رہ گئی کہ اس کیٹی کو کیا ہو گیا ہے۔ اتنے میں ناگ بھی ماریا کی بُو لیتا وہاں پہنچ گیا۔ ماریا نے ناگ کو آتے دیکھا تو بھاگ کر اس کے پاس آ گئی۔ ناگ کو ماریا کی تیز خوشبو محسوس ہوئی۔ ماریا نے کہا:

ہمیں اس کی تحقیق کرنی چاہیے۔"
ین حژ نے قہقہہ لگا کر کہا: "تم بھی اس کنیز کے
ساتھ پاگل ہو گئی ہو۔"
دوسری طرف ناگ نے ماریا کو آہستہ سے کہا،
"میرے ساتھ آؤ۔"
ناگ ماریا کو حویلی کے کونے والے اپنے حجرے میں
لے گیا اور وہاں جا کر اسے سارا قصہ بیان کر دیا۔
ماریا کہنے لگی: "یہ تو بہت بُرا ہوا۔ اب
کیٹی کی یادداشت کیسے واپس آئے گی۔"
ناگ نے کہا: "یعقوب نے کہا تھا کہ صرف ایک
صورت میں کیٹی کی یادداشت واپس آ سکتی ہے
کہ اس علاقے یروشلم میں ایک مہاناگ رہتا
ہے جس کا رنگ نسواری ہے اور جس کی سفید
مونچھیں ہیں۔ اگر وہ چالیس دن آ کر کیٹی کے
جسم میں ڈس کر تھوڑا تھوڑا زہر داخل کرتا رہے
تو اکتالیسویں روز کیٹی کی یادداشت واپس آ جائے
گی۔ مگر سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ شیش
ناگ کے حکم کی وجہ سے اب کوئی سانپ
میرا کہا نہیں مانتا۔ میں مہاناگ کو مجبور نہیں کر

سکتا کہ وہ چالیس دن تک آ کر کیٹی کو ڈسے اور
صرف اتنا ڈسے کہ وہ زندہ رہے۔"
ماریا بولی: "یہ تو بہت بڑی بات ہوئی ناگ۔
اب کیا کیا جائے؟ مہا ناگ کو کس طرح مجبور
کیا جائے کہ وہ کیٹی کو آ کر ڈسے؟"
ناگ نے کہا: "یہی سوچ سوچ کر میں پریشان ہو
رہا ہوں۔ میرے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے
کہ میں مہا ناگ کو اس بات پر راضی کر سکوں کہ
وہ چالیس دن آ کر کیٹی کو ڈسے۔"
ماریا نے کہا: "میرا خیال ہے تمہیں اس سلسلے میں
یہاں کے کسی سانپ سے مشورہ کرنا چاہیے۔ ہو سکتا
ہے وہ کوئی طریقہ ہمیں بتائے۔"
ناگ بولا: "لیکن سانپ تو میرا حکم نہیں مانتے۔"
ماریا بولی: "ٹھیک ہے لیکن وہ تمہیں مشورہ تو دے
سکتے ہیں۔"
ناگ کہنے لگا: "بہت اچھا۔ میں ابھی یہاں سے باہر چل
کر کسی سانپ کو بلاتا ہوں اور اس سے مشورہ کر لیتا
ہوں تم میرے ساتھ چلو۔"
ناگ اور ماریا حویلی سے نکلے اور باہر ایک ویران جگہ

پر آ گئے۔ ناگ نے سانپ کی آواز میں کسی سانپ کو پکارا
ایک مٹیالے رنگ کا سانپ اپنے بل میں سے نکل کر ناگ
کے سامنے آ گیا اور ادب سے سلام کر کے بولا کہ ناگ
دیوتا نے مجھے کس لیے یاد فرمایا ہے؟ ناگ نے اسے ساری
بات بتائی اور پھر کہا کہ بولو تم عظیم ناگ کو کیا مشورہ دیتے
ہو؟ وہ کون سا ایسا طریقہ ہو سکتا ہے کہ میں مہاناگ سے یہ کام
لے سکوں؟

مٹیالے سانپ نے کہا:

"ایک طریقہ ہے:"

○

لوہے کی آنکھ

"وہ کون سا طریقہ ہے جلدی بیان کرو:"

مٹیالے سانپ نے کہا،

"عظیم ناگ دیوتا! ہمارے علاقے کا مہاناگ سب سانپوں کا سردار ہے۔ اس کی ایک مہا ناگن ہے جو اس کی بیوی ہے۔ چند روز ہوئے اُن کے دو سنپولیے بچے گم ہو گئے ہیں۔ جس کی وجہ سے مہاناگ اور مہا ناگن بے حد پریشان ہیں۔ انہوں نے سارا علاقہ ڈھونڈ مارا ہے مگر انہیں اپنے بچے کہیں نہیں ملے۔ اگر آپ کسی طرح سے وہ بچے لا کر مہا ناگن کو اس شرط پر دے دیں کہ وہ اپنے خاوند مہا ناگ کو مجبور کرے کہ وہ کیپٹن کو چالیس روز تک ڈسے تو ہو سکتا ہے کہ وہ راضی ہو جائے۔ کیوں کہ یہ ان کے بچوں کی زندگی کا سوال ہو گا۔"

ناگ کو مٹیالے سانپ کی یہ سکیم بڑی پسند آئی۔ اس طرح سے وہ مہاناگ کو حکم دینے سے بھی بچ جائے گا اور مہاناگ اپنی بیوی مہاناگن کے کہنے اور اپنے بچوں کی محبت کی وجہ سے کیٹی کو چالیس روز تک ڈسنے پر مجبور ہو جائے گا۔

ناگ نے پوچھا: "اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر مہاناگ کے سنپولیے بچے ایسی کون سی جگہ پر چھپا دیئے گئے ہیں کہ جہاں مہاناگ اور مہاناگن بھی نہیں پہنچ سکے، کیوں کہ انہیں تو دُور سے اپنے سنپولیے بچوں کی خوشبو آ جانی چاہیے۔"

مٹیالے سانپ نے کہا: "عظیم ناگ! آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ ہر علاقے میں ایک مہاناگ ہوتا ہے اور مہاناگ کا پکڑنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ لیکن اگر ہوشیاری سے کام لیا جائے تو اس کے بچوں کو پکڑا جا سکتا ہے۔ رومن بادشاہوں میں یہ بات مشہور ہے کہ اگر شاہی محل میں مہاناگ یا اس کے سنپولیے بچے موجود ہوں تو وہاں کوئی بیماری نہیں آتی۔ خزانہ بھرا ہوا رہتا ہے اور دشمن حملہ نہیں کرتا۔ اس لیے یروشلم کے رومن

گورنر نے اپنے ایک خاص اور بڑے ہی مکار شاہی سپیرے سے سازش کر کے مہاناگ کے دو سنپولیے بچوں کو اس وقت پہاڑی غار سے پکڑ لیا جب مہاناگ اور مہاناگن سیر کرنے چاندنی رات میں دریا پر گئے ہوئے تھے۔"

ناگ نے پوچھا: "تو کیا مہاناگ کے دونوں بچے اس وقت یروشلم کے رومن گورنر کے محل میں ہیں؟"

مٹیالے سانپ نے کہا: "ہاں عظیم ناگ! اور انہیں مکار شاہی سپیرے کی ہدایت کے مطابق شیشے کی ایک ڈبی میں بند کر کے شاہی محل کے ایک تہہ خانے میں رکھ دیا گیا ہے۔ شیشے کی ڈبی میں بند ہونے کی وجہ سے سنپولیے بچوں کے جسم کی خوشبو باہر نہیں نکل سکتی۔ ہر دو دن کے بعد ڈبی کھول کر سانپ بچوں کو دودھ پلا دیا جاتا ہے۔ اگر آپ وہ بچے کسی طریقے سے حاصل کر لیں اور مہاناگن سے اپنی شرط منوا کر اسے واپس کر دیں تو آپ کا کام ہو سکتا ہے۔"

ماریا نے کہا: "ناگ بھیا! یہ ہو سکتا ہے۔"

ناگ بولا: "تمہارا شکریہ۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

مٹیالا سانپ آداب بجا لا کر چلا گیا۔

ناگ نے ماریا سے کہا:
"ماریا! مینیاسے سانپ نے بڑی اچھی ترکیب بتائی ہے۔ اب تمہارا کام یہ ہے کہ کسی طریقے سے شاہی محل میں جا کر ہتر خانے کا پتہ چلاؤ اور وہاں سے نھا ناگ کے بچوں کی شیشے کی ڈبی اٹھا کر لے آؤ۔ اس کے بعد میں نھا ناگن کو بلا کر اس سے سودا کرنے کی کوشش کروں گا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بچوں کی خاطر میری شرط مان جائے گی۔"

ماریا کہنے لگی: "ضرور مان جائے گی۔ میں شاہی محل میں جا کر نھا ناگ کے بچوں کا سراغ لگاتی ہوں۔"

ناگ بولا: "تم اگر اپنی مہم میں کامیاب ہو جاؤ تو سیدھی اسی حویلی میں میری کوٹھڑی میں آ جانا۔ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں گا۔"

ماریا نے کہا: "تم فکر نہ کرو۔ میں ابھی جاتی ہوں۔"

یہ کہہ کر ماریا بن حر کی حویلی سے نکل کر روشن گ... کے شاہی محل کی طرف روانہ ہو گئی جو شہر کے عین بیچ میں ایک اونچے ٹیلے پر تھا اور جس کے ارد گرد اونچی دیوار بنی ہوئی تھی۔

بن حر کی حویلی میں ہر کوئی بھوت کی وجہ سے ڈرا ہوا تھا۔ کیٹی جو کہ بتولا کنیز کے روپ میں تھی بہت سہمی ہوئی تھی کیوں کہ اس نے باقاعدہ ایک غیبی عورت کی آواز سنی تھی اور اس نے بھی ناگ کی طرح اسے کیٹی ہی کے نام سے پکارا تھا۔ بتولا ناگ کے پاس آئی اور اس سے کہا:

"منتر طوم! تم نے سنا کہ مجھے یہاں ایک بھوت نے عورت کی آواز میں پکارا تھا اور مجھے کیٹی کہہ کر بلایا تھا۔ تم نے بھی ایک بار مجھے کیٹی کہہ کر آواز دی تھی۔ یہ کیا بات ہے؟ کیٹی کون ہے؟ یہ کیا آواز ہے؟"

ناگ نے سوچا کہ اچھا موقع ہے، ہو سکتا ہے کہ کیٹی کی یادداشت واپس آ جائے۔

اس نے کیٹی سے کہا: "بتولا! میری بات غور سے سنو۔ اصل بات یہ ہے کہ تم بتولا کنیز نہیں ہو بلکہ کیٹی ہو۔ تمہارا نام کیٹی ہے اور تم ایک خلائی لڑکی ہو جو ہمارے ساتھ پانچ ہزار سال کے تاریخی سفر پر واپسی کا سفر طے کر رہی ہو۔ ہمارے ساتھ عنبر اور ماریا بھی ہے۔ میرا نام ناگ ہے۔

جس نے تجھے آواز دی تھی۔ وہ کوئی بھوت نہیں
تھا بلکہ ماریا تھی۔ تمہاری ساتھی اور سہیلی ماریا۔ جو
کسی کو نظر نہیں آتی۔"
ناگ کی یہ باتیں سن کر بتولا کنیز (یعنی کیٹی) اور زیادہ
گھبرا گئی۔ کہنے لگی:
"شرطوم! تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ لگتا ہے تم پر
بھی بھوت پریت کا اثر ہو گیا ہے۔ میں کسی عنبر
ناگ ماریا کو نہیں جانتی۔ میں خلائی عورت نہیں
ہوں۔ خلائی عورت کیا ہوتی ہے؟ میں بتولا کنیز ہوں
اور میرے مالک نے مجھے بابل کے شہر میں ایک
سو اشرفیوں میں خریدا تھا۔"
ناگ نے سر پکڑ لیا۔ اسے سیفو کی بات یاد آ گئی کہ
جب تک مہاناگ کیٹی کو چالیس دن تک نہیں ڈس لے
گا اس کی یادداشت کبھی واپس نہیں آئے گی۔ اس نے مسکراتے
ہوئے کہا:
"کیٹی — میرا مطلب بتولا! تم ٹھیک کہتی ہو۔ اصل
میں میرا دماغ خراب ہو گیا تھا جو تم سے ایسی باتیں
کرنے لگا۔ تم سچ مچ بتولا کنیز ہو۔ کیٹی نہیں ہو۔"
کیٹی نے مسکراتے ہوئے کہا: "اب تم عقل کی باتیں

کرنے لگے ہو۔ اچھا یہ بتاؤ کہ یہ غیبی آواز مجھے
کہاں سے آئی تھی؟ کیا اس حویلی میں چڑیل یا
بھوت آ گیا ہے؟"
ناگ نے کہا: "مجھے بھی ایسا لگتا ہے۔ مگر تم فکر نہ
کرو۔ وہ بھوت تمہیں کچھ نہیں کہے گا۔"
"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟" کیٹی نے پوچھا۔
ناگ بولا: "اس لیے کہ وہ بھوت میرا دوست
ہے اور اس نے مجھے کہہ دیا ہے کہ میں بتولا
کو کچھ نہیں کہوں گا۔"
کیٹی خوش ہو گئی اور ناگ کا ہاتھ پکڑ کر بولی:
"شرطوم بھائی! تمہارا خدا بھلا کرے۔ تم سچ کہتے ہو
ناں؟ مجھے بھوت کچھ نہیں کہے گا نا؟"
"کچھ نہیں کہے گا بتولا۔ تم بے فکر ہو کر چلو پھرو۔
مگر کسی سے یہ بات نہ کرنا کہ بھوت میرا دوست ہے۔"
کیٹی نے آہستہ سے کہا: "میں پاگل ہوں کیا جو
کسی سے ایسی بات کروں گی بھلا۔"
اور وہ مسکراتی چلی گئی۔
دوسری طرف ماریا شاہی محل کے ٹیلے پر پہنچ گئی تھی۔
وہ محل کی موٹی دیواروں سے گزر کر دوسری طرف آ گئی۔

رومن گورنر کا شاہی محل بہت عظیم الشان تھا۔ اونچے
اونچے سنگِ مرمر کے ستون اور کمرے بنے ہوئے تھے۔
دربان نیزے لیے جگہ جگہ پہرے دے رہے تھے۔ مگر ماریا
کو کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس لیے وہ آزادی سے شاہی محل
میں چل پھر رہی تھی۔ اسے شاہی محل کے اس تہہ خانے کی
تلاش تھی جہاں مہاناگ کے سنپولیے بچے شیشے کی ڈبی میں
بند کر کے رکھے ہوئے تھے۔ ماریا نے سارے محل میں گھوم پھر
کر دیکھ لیا۔ اسے تہہ خانے کا راستہ کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔
ماریا نے سینکڑوں تہہ خانے دیکھے تھے جو بادشاہوں کے محلوں
میں خفیہ طور پر بنے ہوئے تھے مگر اس رومن گورنر کے
شاہی محل میں اسے خفیہ تہہ خانے کا راستہ کہیں نہیں
مل رہا تھا۔

وہ سوچنے لگی کہ یہ کیسا بادشاہ یا گورنر ہے کہ اس
کے اپنے محل کے نیچے کوئی تہہ خانہ ہی نہیں بنوایا۔
اس کی نظر ایک سپاہی پر پڑی جس نے زرہ بکتر پہنا ہوا
تھا۔ وہ سارے کا سارا لوہے کے زرہ بکتر میں چھپا ہوا
تھا اور محل کے ایک کونے میں دیوار کے ساتھ کھڑا
پہرہ دے رہا تھا۔ اس کا تلوار والا ہاتھ اوپر کو اٹھا ہوا
تھا۔ ماریا نے کبھی کسی سپاہی کو اس طرح تلوار اٹھا کر پہرہ

دیتے بھی کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ اس کے قریب گئی
تو اسے معلوم ہوا کہ یہ سپاہی زندہ انسان نہیں ہے
بلکہ ایک لوہے کا بت بنا کر وہاں کھڑا کیا ہوا ہے۔ وہ
اسے غور سے دیکھنے لگی۔ اس سپاہی کے بت میں کوئی
خاص بات نہیں تھی۔ بس ایک بت تھا جس کو زرہ بکتر
پہنا دیا گیا تھا۔

جس جگہ یہ بت کھڑا تھا وہاں ہلکا ہلکا اندھیرا تھا۔
ماریا واپس مڑنے ہی والی تھی کہ اچانک اس کی نظر محل
کے گورنر پر پڑی جو ایک لمبے بالوں اور سرخ آنکھوں
والے سیاہ فام آدمی کے ساتھ آتا دکھائی دیا۔ اس سیاہ
فام آدمی نے بھی نیلے اور سرخ رنگ کا رومن شاہی لباس
پہن رکھا تھا اور بادشاہ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ وہ
دونوں اندھیرے کونے میں کھڑے سپاہی کے بت کی طرف
آ رہے تھے۔ ماریا سوچنے لگی کہ یہ ادھر کونے میں کیا
کرنے آ رہے ہیں۔ وہ وہیں رک گئی۔

رومن بادشاہ (گورنر) اور وہ سیاہ فام آدمی باتیں کر رہے
تھے۔ بادشاہ کہہ رہا تھا:

"اب یہ تمہاری ذمے داری ہے کہ جس سانپ
کے یہ بچے ہیں وہ اپنے بچوں کی بو لیتا ہوا

شاہی محل میں داخل نہ ہو۔ کیوں کہ تم شاہی
سپیرے ہو۔ اگر وہ سانپ جس کو تم مہاناگ
کہتے ہو شاہی محل میں آ گیا تو وہ اپنے
بچوں کو چھڑانے کے لیے ہم سب کو ڈس کر ہلاک
کر ڈالے گا۔"

ماریا چونک پڑی۔ تو یہ ہے وہ شاہی سپیرا جس نے
مہاناگ کے سنپولیے بچوں کو پکڑا تھا۔

شاہی سپیرے نے کہا:

"بادشاہ سلامت! آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں
ہے میں نے اسی لیے سانپ کے بچوں کو شیشے
کے بکس میں بند رکھا ہے۔ اس بند بکس میں سے
ان کی بُو باہر نکل ہی نہیں سکتی۔ آپ خود چل
کر دیکھ سکتے ہیں۔"

بادشاہ سپاہی کے بُت کے پاس آ کر رُک گیا۔ اس
نے بت کے چہرے پر گرا ہوا لوہے کا نقاب اوپر اٹھایا
اور بُت کی ایک آنکھ کے اندر انگلی ڈال کر کسی بٹن
کو دبایا۔ سپاہی کے بُت میں حرکت پیدا ہوئی۔ اس نے
اپنا تلوار والا ہاتھ زور سے دیوار پر مارا۔ دیوار ایک جگہ
سے شق ہو گئی اور وہاں سیڑھیاں نمودار ہو گئیں جو نیچے

جاتی تھیں۔

بادشاہ اور شاہی سپیرا سیڑھیاں اُترنے لگے۔ ماریا بھی
ان کے ساتھ ساتھ تھی۔ نیچے ایک چھوٹا سا چوکور کمرہ تھا
جہاں ایک چوکی پر شیشے کا ایک بکس پڑا تھا۔ ماریا
نے دیکھا کہ اس بکس میں دو نسواری رنگ کے چھوٹے
چھوٹے سانپ رینگ رہے تھے۔ ان کے منہ پر چھوٹی
چھوٹی سفید مونچھیں تھیں۔ یہ مہاناگ سانپ کے بچے تھے
جن کو یروشلم کے اس گورنر یا بادشاہ نے اپنے خزانے
میں برکت اور شاہی خاندان کی سلامتی کی خاطر قید کر رکھا
تھا۔ شیشے کا بکس بھی چھوٹا تھا۔

شاہی سپیرے نے جیب سے ایک پوٹلی نکال کر کھول
اور اس کے اندر سے کسی جڑی بوٹی کی ننھی سی شاخ
نکال کر بولا:

"اے بادشاہ! اس ناگ پھنی بوٹی کی یہ خاصیت
ہے کہ جب اسے سانپ کی بُو محسوس ہوتی ہے
تو اس کے پتے ـــــــ مرجھا جاتے ہیں اور ٹہنی
ہلنے لگتی ہے۔ مگر آپ دیکھ رہے ہیں کہ نہ
تو اس کے پتے مرجھائے ہیں اور نہ یہ ٹہنی
ذرا سی ہل رہی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے

کر سانپوں کی بُو اپنے شیشے کے بکس کے اندر
سے باہر نہیں نکل رہی ہے۔"

رومن بادشاہ نے کہا: "میں دیکھ رہا ہوں کہ جیسا تم
کہتے ہو ویسے ہی ہو رہا ہے۔ لیکن اگر کبھی محل میں
مہاناگ نے آ کر تباہی مچا دی تو میں تمہیں زندہ
نہیں چھوڑوں گا۔"

اور بادشاہ واپس مڑا۔ شاہی سپیرا بھی اس کے پیچھے پیچھے
چلا۔ وہ کہنے لگا:

"بادشاہ سلامت! ایسا کبھی نہیں ہو گا۔"

ماریا وہیں ٹھہر گئی۔ جب وہ دونوں تہ خانے کی سیڑھیاں
چڑھ کر باہر نکل گئے اور تہ خانے کا دروازہ پھر سے بند
ہو گیا تو ماریا نے جھک کر شیشے کے بکس کو غور سے
دیکھا۔ دونوں نسواری سانپ بالشت بالشت بھر کے تھے اور
حیرانی کی بات یہ تھی کہ ان کی ننھی ننھی سفید مونچھیں تھیں۔
اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ دونوں مہاناگ کے بچے
تھے جن کی جدائی میں مہاناگ اور اس کی مہاناگن غصے
میں بھری ہوئی تھی۔

ماریا کی بُو بھی سپیروں تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ ورنہ
ماریا کے جسم سے بھی عنبر اور کیوڑے کی طرح سے ناگ کی

ہلکی ہلکی بُو آ جایا کرتی تھی۔ ماریا نے شیشے کے چھوٹے
سے بکس کو اٹھا لیا۔ بکس اس کے ہاتھ میں آتے ہی
غائب ہو گیا۔

ماریا اسے لے کر سیڑھیاں چڑھ کر تہ خانے کی بند
دیوار میں سے گذر کر باہر آ گئی۔ لوہے کا بُت اسی طرح
کھڑا تھا۔ اسے خبر ہی نہ ہوئی تھی کہ جس قیمتی شے کی
وہ حفاظت کرنے کے لیے وہاں کھڑا کیا گیا ہے وہ ماریا
اٹھا لائی تھی۔

ماریا شیشے کے بکس کو لے کر محل کے برآمدوں،
راہ داریوں اور بارہ دریوں میں سے گذرتی پائیں باغ میں
آ گئی اور پھر شاہی محل کی بڑی دیوار میں سے نکل
کر باہر شہر کی سڑک پر سے گذرنے لگی۔ وہ سیدھی بن حر
کی حویلی میں ناگ کے پاس آ گئی۔ ناگ اپنے کمرے میں
بیٹھا ہوا تھا۔ اسے ماریا کی تیز خوشبو آئی۔ اس نے کہا:

"ماریا؟"

ماریا بولی: "ہاں ناگ! میں آ گئی ہوں اور یہ دیکھو"
اس کے ساتھ ہی ماریا نے شیشے کا بکس ناگ کے
آگے رکھ دیا۔ جونہی ماریا نے شیشے کے بکس پر سے ہاتھ
ہٹایا، بکس ظاہر ہو گیا۔ ناگ نے دیکھا کہ شیشے کا ایک چوکور

ڈبہ ہے جس کے اندر بالشت بھر کے دو سنپولیے چکر
لگا رہے ہیں اور باہر نکلنے کا راستہ تلاش کر رہے ہیں۔
وہ ان سانپ کے بچوں کو دیکھتے ہی پہچان گیا کہ یہ
مہاناگ کے بچے ہیں۔

"ماریا! تم نے کمال کر دیا۔ اب ہم مہاناگن سے
سودا کر سکتے ہیں۔ تم اس کمرے میں ٹھہرو اور
ان سانپ کے بچوں کی نگرانی کرو۔ میں جنگل
میں جا کر مہاناگن سے ملاقات کرنے کی کوشش
کرتا ہوں۔"

ماریا کو حویلی میں چھوڑ کر ناگ سیدھا شہر سے باہر
نکل کر جنگل میں آ گیا۔ اس نے سانپوں کی بُو لینی شروع
کر دی۔ اسے ایک ویران اندھے کنوئیں کے اندر سے
سانپ کی بہت تیز بُو آتی محسوس ہوئی۔ یہ مہاناگن
کی تیز بُو ہی ہو سکتی تھی۔ ناگ نے کنوئیں میں جھک
کر دیکھا۔ کنواں ویران اور سوکھا ہوا تھا اور اندر اینٹ
پتھر اور ریت پڑی تھی۔

ناگ نے آنکھیں بند کر کے سانپ کی آواز میں کہا
"کیا تم مہاناگن ہو؟"

اندر سے آواز آئی: "عظیم ناگ کا آنا مبارک ہو۔

مگر میرا دل اپنے بچوں کی جدائی میں پاش پاش
ہو رہا ہے۔"

ناگ نے کہا: "میں تمہیں تمہارے بچوں کی خوشخبری
سنانے آیا ہوں۔"

مہاناگن فوراً کنوئیں سے باہر آ گئی۔ اس سانپ کا
رنگ بھی سنواری تھا مگر اس کے چہرے پر سفید مونچھیں
نہیں تھیں۔ اس نے آتے ہی ناگ کو سلام کیا اور ادب
سے سر جھکا دیا اور پھر بے تابی سے پوچھا:

"عظیم ناگ دیوتا! میرے بچے کہاں ہیں؟ ہم
تو ان کی تلاش میں کئی روز سے مارے مارے
پھر رہے ہیں۔ ان کی تو ہمیں ذرا سی بُو تک کہیں
سے نہیں آتی۔"

ناگ نے کہا: "انہیں شیشے کے بکس میں بند کر دیا
گیا تھا جس کی وجہ سے تمہیں ان کی بُو محسوس
نہیں ہو رہی۔ وہ زندہ سلامت ہیں اور ایک
ایسی جگہ قید ہیں جس کا مجھے علم ہے۔ مگر میں
ایک شرط پر یہ بچے تمہارے حوالے کر سکتا ہوں۔"

"وہ کون سی شرط ہے عظیم ناگ دیوتا؟" مہاناگ کی
بیوی نے پوچھا:

ناگ بولا "جیسا کہ تم جانتی ہو گی کہ شیش ناگ نے سانپوں کو میرا حکم ماننے سے منع کر رکھا ہے اور مجھے اس وقت تمہارے مہاناگ سے ایک بہت ضروری کام لینا ہے۔ اگر تم کسی طرح سے اپنے مہاناگ سے میرا وہ کام کرا دو تو میں تمہارے بچے دونوں ننھے سانپ تمہارے حوالے کر دوں گا۔"

مہاناگ کی بیوی بولی: "عظیم ناگ! مجھے وہ کام بتائیں کہ میرے مہاناگ کو کیا کرنا ہو گا؟"

ناگ نے کہا: "میں اس شہر کی ایک حویلی میں رہتا ہوں۔ اس حویلی میں ایک کنیز بھی رہتی ہے۔ مہاناگ کو یہ کام کرنا ہو گا کہ وہ چالیس دن تک ہر رات آ کر اسے ڈسے گا۔ مگر اس کے جسم میں صرف اتنا زہر ہی داخل کرے گا کہ وہ صبح تک بے ہوش رہے اور اس کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ چالیس دن گذر جانے کے بعد میں تمہارے دونوں سانپ بچے تمہارے حوالے کر دوں گا اور تم خوب جانتی ہو کہ ناگ دیوتا کبھی جھوٹ نہیں بولا کرتا۔"

مہاناگ کی بیوی نے کہا: "عظیم ناگ! میں اپنے مہاناگ کو اس کام پر راضی کر لوں گی اور تمہیں حکم نہیں دینا پڑے گا۔ مہاناگ اپنے بچوں کے لیے یہ کام ضرور کرے گا۔ یہ کوئی مشکل کام بھی نہیں ہے۔"

ناگ نے کہا: "بس! اب ایسا کرنا کہ مہاناگ کو آدھی رات کے وقت میری حویلی میں بھیج دینا۔ میری خوشبو اسے حویلی میں میرے پاس پہنچا دے گی۔"

یہ کہہ کر ناگ واپس آ گیا۔

حویلی میں آ کر اس نے ماریا کو ساری بات بتائی۔ اب دونوں آدھی رات کا انتظار کرنے لگے۔ رات ٹھیک آدھی گذری تو ناگ نے مہاناگ کی خاص تیز بُو محسوس کی۔ اس نے ماریا سے کہا:

"ماریا! مہاناگ آ رہا ہے۔"

کوٹھڑی میں ایک موم بتی جل رہی تھی۔ اور اس کا دروازہ ناگ نے کھلا رکھا تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ حویلی کی درختوں والی دیوار کی جانب سے نسواری رنگ کا ایک سانپ رینگتا ہوا آیا اور کوٹھڑی میں داخل ہو کر ناگ کے آگے ادب سے سر جھکا کر کنڈلی مار کر بیٹھ گیا۔ اس کے منہ پر سفید مونچھیں تھیں۔ یہ مہاناگ تھا۔

ناگ نے مہاناگ سے کہا:
"مہاناگ! تمہاری بیوی نے تمہیں وہ شرط بتا
دی ہو گی کہ جس کو پورا کرنے کے بعد تمہیں
تمہارے بچے مل سکیں گے۔"
مہاناگ نے کہا: "مجھے سب کچھ بتا دیا گیا ہے۔
کاش آپ مجھے حکم کر سکتے۔"
ناگ بولا: "چونکہ تم میرا حکم نہیں مان سکتے اسی
لیے میں نے یہ بات تمہاری بیوی کی طرف سے
تمہیں کہلوائی ہے۔ لیکن یقین کرو کہ تمہارے بچے
ہمارے پاس موجود ہیں۔ مگر وہ تمہیں وقت تک
نہیں مل سکتے جب تک کہ تم کنیز بتولا کو
چالیس راتوں تک ڈس نہیں لیتے۔"
مہاناگ بولا: "عظیم ناگ! مجھے اس کنیز کے پاس
لے چلو یا مجھے اس کا کوئی پہنا ہوا کپڑا سنگھا
دو۔ میں اسے خود تلاش کر لوں گا۔"
ناگ نے سرہانے کے نیچے سے ایک دوپٹہ نکال کر
مہاناگ کی طرف پھینکا اور کہا:
"یہ اس کنیز کا دوپٹہ ہے۔ اس کو تم سونگھ سکتے ہو۔"
مہاناگ نے اپنا سر دوپٹے کے اوپر رکھ دیا اور زور

زور سے سانس لے کر اس کی بُو سونگھنے لگا۔ پھر بولا:
"عظیم ناگ آپ فکر نہ کریں جس عورت کا یہ دوپٹہ
ہے اور جس عورت کی بُو اس دوپٹے میں بسی ہوئی
ہے میں اس کے پاس پہنچ جاؤں گا۔"
ناگ نے کہا: "لیکن خبردار اس کے جسم میں زیادہ
زہر داخل نہ کرنا!"
مہاناگ بولا: "عظیم ناگ! جیسا آپ نے کہا ہے
اسی طرح ہو گا۔"
اور مہاناگ کوٹھڑی میں سے نکل گیا۔
ماریا اور ناگ نے شیشے کا بکس جس میں مہاناگ کے
بچے بند تھے پلنگ کے نیچے چھپا کر اس کے اوپر کپڑا
ڈال رکھا تھا۔
ماریا نے کہا: "ناگ بھیا! کہیں یہ کسی دوسری عورت
کو نہ کاٹ کھائے۔"
ناگ ہنسنے لگا: "ماریا! یہ تم کہہ رہی ہو؟ کیا
تم ابھی تک نہیں جان سکیں کہ ہم سانپ بُو کے
معاملے میں کبھی دھوکہ نہیں کھاتے۔"
ماریا بولی: "ویسے ہی میرے دل میں ایک خیال
سا پیدا ہوا تھا۔"

ناگ بولا، "تم جا کر خود پتہ کر سکتی ہو۔ کیوں کہ
تم تو کسی کو دکھائی ہی نہیں دو گی اور تم کیٹی
کے کمرے سے بھی واقف ہو۔"

"اچھا۔ میں جاتی ہوں اور جا کر خود دیکھتی ہوں۔"
یہ کہہ کر ماریا، ناگ کی کوٹھڑی سے نکل کر کیٹی کے
کمرے میں آ گئی۔ کیٹی یعنی وہاں کی کنیز بتولا اپنے پلنگ
پر گہری نیند سو رہی تھی۔ چادر اس کے جسم سے کھسک
کر نیچے گر پڑی تھی۔ اس کے سرہانے ایک تپائی پر زیتون
کے تیل کا چراغ جل رہا تھا جس کی روشنی ہلکی تھی۔

ماریا نے سنواری رنگ کے سفید مونچھوں والے مہاناگ
کو دیکھا کہ دروازے کے ایک سوراخ میں سے کیٹی کی کوٹھڑی
میں داخل ہو گیا ہے اور اس کی بو پاتا اس کے پلنگ کی
طرف بڑھ رہا ہے۔ اسے وہ عورت پلنگ پر لیٹی نظر آ
گئی تھی جس کی بو اس نے دوپٹے میں سونگھی تھی اور اب
سارے کمرے میں پھیلی ہوئی تھی، لیکن اس بو میں کسی عورت
کے جسم کی ہلکی ہلکی بو بھی تھی۔ یہ کس کی بو تھی؟ مہاناگ
نے سوچا اور گردن اٹھا کر کمرے میں چاروں طرف دیکھنے لگا۔
مگر اسے وہاں کوئی دوسری عورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ پھر
یہ دوسری بو کہاں سے آ رہی ہے؟ مہاناگ نے اس پر

زیادہ غور نہ کیا اور وہ پلنگ پر آ گیا۔ پلنگ پر کیٹی گہری
نیند سو رہی تھی اور اس کی شلوار ایک ٹانگ پر ٹخنے سے
اوپر تک اٹھی ہوئی تھی۔

مہاناگ نے قریب آ کر بڑے آرام سے اپنا منہ
کیٹی کی ٹانگ پر ٹخنے سے ذرا اوپر رکھا اور ذرا سے
دانت چھو کر ہلکا سا زہر کیٹی کے جسم میں داخل کر کے
جلدی سے منہ پیچھے ہٹا لیا۔ کیٹی کو سوتے سوتے ایسے لگا
جیسے کسی نے اس کی ٹانگ میں معمولی سی سوئی چبھوئی ہو۔
اس نے نیند میں ہی اپنا ہاتھ پنڈلی پر ذرا سا پھیرا اور
پھر گہری نیند سو گئی۔

ماریا بڑی خوش ہوئی۔ اگر یہ سانپ اسی طرح چالیس
دن تک کیٹی کو ڈستا رہا تو کیٹی کی یادداشت واپس آ جائے گی
مہاناگ تیزی سے باہر نکل گیا تھا۔ وہ سیدھا ناگ کی
کوٹھڑی میں پہنچا اور اسے بتایا کہ اس نے کنیز کو ڈس
دیا ہے۔ اتنے میں ماریا بھی آ گئی۔ اس نے بھی ناگ کو
ایسی آواز میں جس کو صرف ناگ ہی سن سکتا تھا بتایا کہ
مہاناگ نے اپنا کام پوری دیانت داری سے پورا کر دیا ہے۔

ناگ نے مہاناگ سے کہا:

"اب تم جا سکتے ہو۔ مہاناگ! کل اسی وقت آ کر

تم اس کنیز کو ایک بار پھر ڈسو گے ؟
"بہت بہتر عظیم ناگ! میں جا رہا ہوں۔ کل آؤں گا"
اور مہاناگ سلام کر کے چلا گیا۔ اس کے جانے کے
بعد ماریا نے کہا:
"اب ہمیں اس مہاناگ کی سخت حفاظت کرنی
ہو گی ناگ بھیا! اگر کسی نے اسے حویلی میں
داخل ہوتے دیکھ کر تلوار سے دو ٹکڑے کر دیا
تو کیٹی ہمیشہ کے لیے ہمارے ہاتھوں سے
نکل جائے گی"۔
ناگ نے کہا: "میں اس کی حفاظت کا پورا پورا
بندوبست کرنا چاہتا ہوں اور اسی لیے تم سے
درخواست کروں گا کہ تم مہاناگ کی حفاظت کی
ذمے داری اپنے سر لے لو۔ کیوں کہ تم سے
بہتر حفاظت اور کوئی نہیں کر سکتا"!
ماریا بولی: "میں یہ ذمے داری قبول کرتی ہوں۔
لیکن کیا مجھے حویلی کے باہر بھی مہاناگ کا خیال
رکھنا ہو گا؟"
ناگ نے کہا: "کیوں نہیں؟ اگر مہاناگ کو کسی
نے حویلی سے باہر جنگل میں ہی مار ڈالا تو ہم

کیٹی سے محروم ہو جائیں گے۔ اسے کم از کم
چالیس روز تک ہر حالت میں زندہ رکھنا ہے۔
تم میرا مطلب سمجھ گئی ہو ناں؟"
"بالکل سمجھ گئی ہوں ناگ بھیا! میں ابھی جاتی
ہوں اس مہاناگ کے پیچھے کہ کہیں راستے
ہی اس پر کوئی شہر کا چوکیدار حملہ نہ کر دے"۔
ناگ نے کہا: "اتنا بھی احمق نہیں ہے مہاناگ!
وہ اپنی حفاظت کرنا خوب جانتا ہے۔ آخر وہ
مہاناگ ہے۔ کوئی معمولی سانپ نہیں ہے ماریا
لیکن پھر بھی میں چاہتا ہوں کہ جب وہ آدھی
رات کو یہاں آئے اور یہاں سے واپس جائے
تو تم اس کی حفاظت کرو اور اسے اپنی حفاظت
میں اس کے جنگل والے ویران کنوئیں میں
پہنچا کر آؤ۔ مگر اسے ذرا سی بھی خبر نہیں
ہونی چاہیے"۔
ماریا بولی: "اسے کوئی خبر نہیں ہو گی ناگ! تم
بے فکر رہو۔ میں جا رہی ہوں اس کے پیچھے"!
ماریا مہاناگ کے پیچھے پیچھے چلی۔ مہاناگ اس وقت
بن حُر کی حویلی سے کافی دور جا چکا تھا اور شہر کے

چوک میں سے گزر رہا تھا۔ رات کے وقت چوک
سنسان تھا۔ صرف ایک چوکیدار چل پھر رہا تھا۔ مگر اس
کی نظر مہاناگ پر نہ پڑی۔ کیونکہ مہاناگ سڑک کے
کنارے رینگتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ ماریا اس کے
ساتھ ساتھ تھی اور اس کی حفاظت کر رہی تھی۔

○

شرطوم سپیرا اور مہاناگ

سانپ کے بچے گم ہوئے تو شاہی محل میں شور مچ گیا۔
یروشلم کا گورنر غصے میں پاگل ہو رہا تھا کہ بند تہہ خانے
میں کس کو جرأت ہوئی کہ سانپوں کا قیمتی بکس چرا کر لے
جائے۔ سارے محل کی تلاشی لی گئی۔ مگر سانپ کہیں نہ
ملے۔ شاہی سپیرے کو معلوم تھا کہ اس کی جان کی خیر نہیں
ہے اور موت کا فرشتہ اس کے سر پر پہنچ گیا ہے چنانچہ
اس نے بڑی عقل مندی سے کام لیا۔ اور راتوں رات
شاہی محل کی دیوار رستے سے پھاند کر فرار ہو گیا۔ اس نے
سوچا کہ جہنم میں جائیں مہاناگ کے سانپ کے بچے،
میں اپنی جان کیوں گنواؤں۔ وہ شاہی محل سے فرار ہو کر
رات کے اندھیرے میں ہی دریا پار کر کے ایسا بھاگا کہ
پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔

بادشاہ کو کبھی پتہ ہی نہیں لگ سکتا تھا کہ سانپ کے بچے
بن حر کی حویلی میں ناگ کی کوٹھڑی میں ہیں۔ ماریا ان کی

بھی پوری پوری حفاظت کر رہی تھی۔ مہاناگ ہر روز
آدھی رات کو اپنے وقت پر آتا اور سوئی ہوئی کیٹی
کی پنڈلی پر ہلکے سے ڈس کر واپس چلا جاتا۔ کیٹی کو
معلوم ہی نہیں ہوتا تھا۔ بن حر کی حویلی میں جہاں اس
کا سونے کا کمرہ تھا اس کے اندر دیوار پر ایک تصویر
بنی ہوئی تھی۔ یہ ایک نیلے گنبد کی تصویر تھی جس میں
ایک چھوٹا سا دروازہ بنا ہوا تھا۔ ایک روز بن حر سے
ناگ نے پوچھا:

"آقا! یہ گنبد کی تصویر کیا ہے؟"

اس وقت کیٹی بھی کنیز بتولا کے روپ میں وہاں
موجود تھی اور بن حر کے بستر پر نئی ریشمی چادر بچھا
رہی تھی۔ بن حر نے ناگ سے کہا کہ یہ اس کے پردادا
کے مزار کے گنبد کی تصویر ہے۔ اس گنبد کے اندر اس
کے پردادا کا مزار ہے۔

"میرے پردادا کے بارے میں ہمارے خاندان میں
مشہور ہے کہ وہ صحرا میں ایک قافلہ لے کر
جا رہا تھا کہ بھٹک کر اکیلا کسی طرف نکل گیا
اور آج تک معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کہاں
چلا گیا۔ یہ ہمارے خاندان والوں نے اس گے

مزار کی ایک فرضی تصویر یہاں حویلی میں بنا
دی تا کہ ہمیں تسلی رہے کہ ہمارا پردادا اس
گنبد میں دفن ہے۔"

کیٹی نے سنا تو اسے یہ عجیب سی بات لگی۔
اس نے کہا:

"مگر آقا! آپ کا پردادا اس گنبد میں تو دفن
نہیں ہے۔"

بن حر نے کہا: "تم ٹھیک کہتی ہو مگر ہمارے
خاندان والوں کو یہ تصویر دیکھ کر تسلی ہو جاتی ہے
کہ ان کے پردادا کی لاش گنبد میں آرام کر
رہی ہے۔"

ناگ مسکرایا۔ کیٹی اس گنبد والی تصویر کو غور سے
دیکھتی رہی۔ بن حر نے کہا:

"لیکن اس گنبد کے بارے میں ایک عجیب بات
ہمارے خاندان میں مشہور ہے کہ جب کبھی اس
شہر کے آسمان پر بجلی چمکتی ہے تو اس تصویر کے
گنبد کا رنگ بدل جاتا ہے۔"

ناگ نے پوچھا: "آقا کیا آپ نے کبھی ایسا
ہوتا دیکھا ہے؟"

بن حُر کہنے لگا: "یروشلم کے آسمان پر بادل بہت
کم آتے ہیں۔ اور بجلی بھی سال دو سال میں
کبھی کبھی ہی چمکتی ہے۔ میں نے کبھی اس
طرف دھیان نہیں دیا، میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے
خاندان والوں نے یہ ایک افسانوی کہانی مشہور
کر رکھی ہے۔ اس میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔"
کیٹی نے کہا: "آہا! اب کبھی بجلی چمکی تو میں
اس گنبد کے پاس آ کر اس کا رنگ بدلتے
دیکھوں گی۔"

بن حُر بولا: "بقول بجلی کبھی چمکی تو تم بے شک
یہاں آ جانا مگر ہمارے ملک میں بارشیں نہ ہونے
کے برابر ہوتی رہیں۔"

کیٹی مسکراتی ہوئی باہر نکل گئی۔ ناگ بھی اپنی کوٹھڑی
میں آ گیا۔ ماریا کہیں باہر گئی ہوئی تھی۔ مہاناگ ہر رات
کو آ کر کیٹی کو ڈس رہا تھا۔ بیس دن گذر گئے تھے۔
کمال کی بات یہ تھی کہ مہاناگ کے کاٹنے کا ابھی
تک کیٹی کو پتہ نہیں چل سکا تھا۔ ماریا اور ناگ کیٹی
کی باقاعدہ نگرانی کر رہے تھے۔ سانپ کے بچے بھی ان
کے پاس تھے۔ آخر وہ چالیسویں رات آ گئی جو کیٹی کو ڈسنے

کی آخری رات تھی۔ اس رات اتفاق ایسا ہوا کہ یروشلم
کے آسمان پر بادل چھا گئے اور ہلکی ہلکی بارش بھی ہونے
لگی۔ مگر بجلی نہیں چمک رہی تھی۔ کیٹی اپنی کوٹھڑی میں
بستر پر بیٹھی تھی اور اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ
آج بجلی چمکنے پر بن حر کے کمرے میں جا کر گنبد کا
رنگ بدلتے ضرور دیکھے گی۔ مگر دن بھر کی تھکی ہوئی
تھی، اسے نیند آ گئی۔

ٹھیک آدھی رات کو مہاناگ اس کے کمرے میں داخل
ہوا۔ مہاناگ جانتا تھا کہ آج اس کا آخری دن ہے اور
کل اس کو اس کے بچے واپس مل جائیں گے۔ کیٹی اپنے
بستر پر سو رہی تھی۔ مہاناگ اس کے پلنگ کی پائینتی
کی طرف آ گیا۔ اسے ڈسا اور واپس چلا گیا۔

مہاناگ کے جانے کے بعد کیٹی کی آنکھ کھل گئی۔ کیونکہ
آسمان پر بجلی چمکنے کے بعد بادل گرجا تھا۔ کیٹی نے کھڑکی
کھول کر باہر دیکھا۔ یروشلم کے تاریک بادلوں بھرے آسمان
پر بجلی رہ رہ کر چمک رہی تھی۔ کیٹی بڑی خوشی ہوئی۔
اب وہ بن حُر کے پردادا کے گنبد کی تصویر کو رنگ بدلتے
دیکھ سکے گی۔ وہ اپنی کوٹھڑی سے باہر نکلی اور دبے پاؤں
گیلری میں چلتی بن حُر کے کمرے میں آ گئی۔ بن حر گہری نیند

سو رہا تھا اور ہلکے ہلکے خراٹے لے رہا تھا۔ کمرے میں شمع
جل رہی تھی جس کی روشنی دیوار پر بنی ہوئی گنبد کی تصویر پر
پڑ رہی تھی۔

کیٹی دیوار کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کی نظریں
تصویر پر بنے ہوئے نیلے گنبد پر تھیں۔ کمرے کی کھڑکی میں
سے بجلی کے چمکنے کی روشنی آ رہی تھی۔ کیٹی نے دیکھا کہ
واقعی نیلے گنبد کا رنگ آہستہ آہستہ بدل رہا تھا۔ پہلے
اس کا رنگ نیلا تھا اور اب وہ سفید ہو رہا تھا۔ سفید
ہونے کے بعد رنگ سرخ ہونے لگا۔ گنبد کا رنگ گہرا سرخ
ہو گیا۔ کیٹی حیرانی اور دلچسپی سے دیوار کے آگے کھڑی اس
گنبد کو تک رہی تھی۔ آج آخری بار مہاناگ نے اسے
ڈسا تھا اور صبح سورج نکلنے کے بعد اس کی یادداشت کو
واپس آ جانا تھا۔ اس وقت آدھی رات گزر چکی تھی اور
سارا شہر سو رہا تھا۔

کیٹی نے گنبد کو رنگ بدلتے دیکھ لیا تھا اور وہ واپس
جانے ہی لگی تھی کہ اس نے گنبد کی تصویر میں ایک عجیب
سی بات دیکھی۔ گنبد کا جو چھوٹا سا دروازہ بنا ہوا تھا اس
دروازے کا ایک پٹ اپنے آپ کھل گیا۔ بھلا کبھی تصویروں میں
ایسا ہوا ہے کہ تصویر میں جو دروازہ بنا ہوا ہو اس کا ایک

پٹ اپنے آپ کھل جائے؟ کیٹی حیرانی سے گنبد کے
کھلے دروازے کو تکنے لگی۔ اس کے بعد کیا دیکھتی ہے کہ
گنبد کے اندر سے ایک بے حد حسین و جمیل عورت شاہانہ
زرق برق لباس پہنے مسکراتی ہوئی باہر نکلی اور تصویر کے
فریم کے قریب آ کر رک گئی اور اپنا ہاتھ کیٹی کی طرف
بڑھایا۔

کیٹی ایک دم پیچھے ہٹ گئی۔ کیوں کہ اس عورت کا
ہاتھ تصویر کے فریم سے باہر نکل آیا تھا۔ اس حسین عورت
نے منہ سے کچھ نہ کہا۔ بس مسکراتی رہی اور سر ہلا کر جیسے
کیٹی کو اپنی طرف بلایا اور اپنا ہاتھ پکڑنے کا اشارہ کیا۔
کیٹی پر اس حسین عورت کی آنکھوں نے جادو سا کر دیا۔
وہ اپنی جگہ پر بت بنی کھڑی کی کھڑی رہ گئی اور پھر جب
اس حسین پُراسرار عورت نے کیٹی کو اپنا ہاتھ پکڑ لینے
کا اشارہ کیا تو کیٹی نے بے اختیار ہو کر اس کا ہاتھ
پکڑ لیا۔

پُراسرار حسین عورت نے کیٹی کا ہاتھ پکڑ کر اسے
تصویر کے فریم کے اندر کھینچ لیا اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی
اس کو لے کر گنبد کے اندر داخل ہو گئی۔ اس کے اندر
داخل ہوتے ہی گنبد کا دروازہ بند ہو گیا اور وہ پھر

اپنی اصلی رنگت اختیار کر گیا۔

صبح ہوئی۔ دن نکلا تو حویلی میں کیٹی بیبی بتولا کہیں نظر نہ آئی۔ اس کی ہر طرف تلاش شروع ہوئی۔ ناگ بھی پریشان تھا۔ ماریا بھی فکر مند تھی کہ کیٹی کہاں غائب ہو گئی۔ آج تو اس کی یادداشت واپس آنے والی تھی۔ ناگ نے سوچا کہ مہاناگ سے پوچھنا چاہیے، کیوں کہ رات کو اس نے کیٹی کو آخری بار ڈسا تھا۔ ناگ نے ماریا کو ساتھ لیا۔ ماریا نے مہاناگ کے سانپ کے بچوں کا ڈبہ اٹھایا اور وہ جنگل میں اندھے کنوئیں پر آ گئے۔

ناگ کے بلانے پر مہاناگ اور اس کی بیوی دونوں کنوئیں سے باہر آ گئے۔ ماریا نے ان کے بچوں والا ڈبہ ان کے سامنے رکھ دیا۔ شیشے کے ڈبے میں اپنے دونوں بچوں کو دیکھ کر مہاناگ اور اس کی بیوی خوشی سے جھوم اٹھے۔ ناگ نے شیشے کا ڈبہ توڑ ڈالا، سپنولیے آزاد ہو گئے اور اپنے ماں باپ کے ساتھ جا کر لپٹ گئے۔ مہاناگ نے ناگ کا شکریہ ادا کیا،

"عظیم ناگ دیوتا! آپ نے میرے بچے واپس دلا کر مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔"

ناگ نے کہا: "مہاناگ! یہ بتاؤ کہ جب تم نے

آج آخری رات کیٹی کو ڈسا تو وہ اس وقت کیا کر رہی تھی؟"

مہاناگ نے کہا: "وہ سو رہی تھی۔ گہری نیند سو رہی تھی۔ میں اسے آخری بار کاٹ کر واپس آ گیا تھا۔ کیوں کیا بات ہوئی ہے۔ کیا وہ مر گئی؟"

ناگ بولا: "نہیں۔ مگر وہ حویلی میں کہیں نظر نہیں آ رہی۔ خدا جانے کس طرف نکل گئی ہے۔"

مہاناگ نے کہا: "اگر آپ نے مجھے حکم دیا تو میں شیش ناگ کی ہدایت کے مطابق آپ کے حکم پر عمل نہیں کر سکوں گا اس لیے میں خود ہی آپ کو کیٹی کے بارے میں جو پتہ کر سکتا ہوں ابھی بتاتا ہوں۔"

مہاناگ نے پھن اٹھا کر چاروں طرف کی بو سونگھی۔ کیٹی کے جسم میں چالیس روز تک اس کا زہر داخل ہوتا رہا تھا اور وہ بڑی آسانی سے اس کی بو کو محسوس کر سکتا تھا مگر ہوا میں کہیں بھی کیٹی کی بو نہیں تھی۔ اس نے ناگ سے کہا،

"عظیم ناگ دیوتا! میں حیران ہوں کہ کیٹی اس شہر میں نہیں ہے۔ وہ اس شہر سے غائب ہو

چکی ہے۔ کیوں کہ فضاؤں میں سینکڑوں میل تک
اس کے جسم کی خوشبو موجود نہیں ہے۔"
ناگ دنگ سا ہو کر رہ گیا۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ
راتوں رات یروشلم سے سینکڑوں میل دُور کیسے نکل گئی؟
اس نے تھاناگ سے کیٹی کے بارے میں دو چار سوال
کیے جس کے جواب میں تھاناگ نے بتایا کہ کیٹی کے جسم
میں اس کا زہر اب تک اثر کر چکا ہو گا اور اس کی
یادداشت واپس آ گئی ہو گی۔ مگر وہ اس شہر میں کہیں
نہیں ہے عظیم ناگ دیوتا۔ ناگ اور ماریا واپس حویلی
میں آ گئے۔

ماریا نے کہا: "وہ کہاں جا سکتی ہے ناگ بھائی۔
مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ اسے اس کی خلائی مخلوق
جو تھی وہی اٹھا کر لے گئی ہے۔"
ناگ کہنے لگا: "آج تک تو خلائی مخلوق کبھی نہیں
آئی تھی کل رات وہ کہاں سے نکل آئی ہو گی۔"
ماریا بولی: "کیٹی آخر ایک خلائی لڑکی ہے۔ وہ کسی
ستارے سے آئی تھی۔ اس کی مخلوق کے لوگ کسی
وقت بھی اس کے پاس آ سکتے ہیں۔"
ناگ نے کہا: "نہیں ماریا — خلائی مخلوق نے کیٹی
کو اغوا نہیں کیا۔"
"تو پھر اسے زمین کھا گئی کہ دیواروں نے اسے اپنے
اندر نگل لیا؟"
ماریا کے اس سوال پر ناگ چونکا، کہنے لگا:
"مجھے ایک شک ہے۔"
"کیا مجھ پر شک ہے تمہیں؟" ماریا نے پوچھا۔
ناگ نے کہا: "نہیں۔ تم پر شک نہیں ہے۔"
پھر ناگ نے ماریا کو دیوار پر بنی ہوئی گنبد کی تصویر کے
بارے میں بتایا اور کہا:
"کل رات بجلی بھی چمک رہی تھی۔ مجھے یقین
ہے کہ کیٹی آدھی رات کے بعد جب بجلی چمک
رہی تھی۔ وہ تصویر والے گنبد کا رنگ بدلتے دیکھنے
کے لیے دیوار کے پاس گئی ہو گی اور وہیں کوئی
پُر اسرار واقعہ ہو گیا ہے جس نے کیٹی کو ہم
سے سینکڑوں کوس بلکہ ہو سکتا ہے ہزاروں کوس
دور کر دیا ہے۔"
ماریا کہنے لگی: "گنبد والی تصویر نے کیٹی کو کھا
لیا ہے کیا؟ ناگ بھیا تم بھی کسی وقت بالکل
بچوں کی طرح باتیں کرنے لگتے ہو۔"

ناگ نے کہا: "ماریا! میرے ساتھ آؤ۔"

اور وہ ماریا کو بن حر کے کمرے میں دیوار پر بنی ہوئی گنبد کی تصویر کے پاس لے گیا جس کے بارے میں فرضی طور پر مشہور کر رکھا تھا کہ اس کے اندر بن حر کے پردادا کی قبر ہے۔ ماریا نے تصویر کو غور سے دیکھا اور بولی:

"مگر اس تصویر سے ہمیں کیٹی کا کیا سراغ مل سکے گا؟"

ناگ ٹکٹکی باندھے تصویر کو دیکھ رہا تھا۔ ایک دم وہ جھکا اور ماریا سے کہا:

"ماریا! یہ دیکھو۔ کیا تم وہ کچھ دیکھ رہی ہو جو اس تصویر میں میں دیکھ رہا ہوں؟"

ماریا تصویر کو جھک کر دیکھتے ہوئے بولی:

"تم کیا دیکھ رہے ہو؟"

ناگ بولا: "میں تصویر کے فریم کے اندر دو انسانوں کے قدموں کے نشان دیکھ رہا ہوں جو گنبد کے دروازے تک جاتے ہیں۔"

ماریا نے کہا: "تو اس میں حیرانی کی کیا بات ہے؟"

ناگ نے جواب دیا: "حیرانی کی بات یہ ہے کہ یہ نشان کل تک اس تصویر میں نہیں تھے۔"

ماریا نے حیرانی سے کہا: "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

ناگ بولا: "ٹھیک کہہ رہا ہوں ماریا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ کل اس تصویر میں یہ قدموں کے نشان نہیں تھے۔ یہ بالکل تازہ نشان ہیں۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ ۔۔۔؟" ماریا کہتے کہتے رک گئی۔

ناگ بولا: "ہاں میرا مطلب یہی ہے کہ ان قدموں میں سے دو نشان کیٹی کے قدموں کے ہیں اور دوسرے دو پاؤں کے نشان اس پُر اسرار انسان کے ہیں جو کیٹی کو اپنے ساتھ اس تصویر کے اندر لے گیا ہے۔"

ماریا خاموش ہو گئی۔ ناگ بھی خاموش تھا۔ دونوں تصویر میں بنے ہوئے قدموں کے تازہ نشان دیکھ رہے تھے۔ ماریا بولی:

"وہ پر اسرار انسان کون ہو سکتا ہے؟"

ناگ نے کہا: "یہ تو اب اسی وقت پتہ چل سکتا ہے۔ جب رات کو ایک بار پھر بادل آئیں۔ بجلی چمکے اور گنبد کا رنگ بدلنا شروع ہو۔"

ماریا نے کہا: "تمہارا مطلب یہ ہے کہ کل رات جب بجلی چمک رہی تھی تو گنبد کا رنگ بدلا۔ کیٹی یہاں

موجود تھی اور تصویر کے گنبد میں سے کوئی پُراسرار
انسان نکلا اور وہ کیٹی کو اپنے ساتھ تصویر کے
اندر لے گیا۔"

"ہاں" ناگ نے جواب دیا۔ "مجھے یقین ہے کہ ایسا
ہی ہوا ہے کیوں کہ بن حرؒ نے جب بتایا تھا کہ
بجلی چمکنے والی رات کو گنبد کا رنگ بدل جاتا
ہے تو کیٹی نے بڑے شوق کا اظہار کیا تھا۔
وہ ضرور کل رات یہاں پر موجود ہو گی اور اس
کے ساتھ یہ پُراسرار حادثہ ہو گیا ہے۔ اب ہمیں
بھی بجلی چمکنے والی رات کا انتظار کرنا ہو گا۔ ہو
سکتا ہے اس وقت بھی وہ پُراسرار انسان گنبد
سے باہر نکلے۔"

ماریا کہنے لگی۔ "تمہارا خیال ٹھیک لگتا ہے۔ ایسا ہی
ہوا ہو گا۔ اب ہم سوائے اس کے کیا کر سکتے
ہیں کہ بادلوں والی رات کا انتظار کریں۔"

"بادل ابھی تک آسمان پر چھائے ہوئے ہیں۔ دعا
کرو کہ آج رات بجلی بھی چمکے۔"

ماریا اور ناگ واپس اپنی کوٹھڑی میں آ گئے اور کیٹی
کی پُراسرار گمشدگی کے بارے میں باتیں کرنے لگے۔ اگرچہ آسمان

پر بادل چھائے ہوئے تھے مگر نہ تو بجلی چمک رہی تھی
اور نہ بارش ہو رہی تھی۔ ٹھنڈی ہوا ضرور چل رہی تھی۔
دن گذر گیا۔ شام کا اندھیرا چھا گیا۔ پھر رات کی تاریکی چھا
گئی اور کسی کسی وقت بجلی چمکنے لگی۔ یہ ایک اچھی بات
تھی۔ ماریا نے ناگ سے کہا:

"تمہاری دعا خدا نے قبول کر لی ہے۔ بجلی چمکنے
لگی ہے۔"

ناگ بولا۔ "آدھی رات کے بعد بھی اگر اسی طرح
بجلی چمکتی رہی تو ہمیں بن حرؒ کے کمرے میں جانا
ہو گا۔ اور یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ بن حرؒ آج
اس شہر میں نہیں ہے۔"

آدھی رات ہوئی تو بادلوں میں بجلی اسی طرح چمک
رہی تھی۔ ناگ نے ماریا سے کہا کہ میرے ساتھ چلو۔ وہ
دونوں بن حرؒ کے کمرے کی طرف آ گئے۔ کمرے کا دروازہ
بند تھا۔ ناگ نے دروازے کو کھول دیا اور وہ دونوں
کمرے میں داخل ہو گئے۔ کمرے میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔
ناگ نے موم بتی روشن کر دی اور تصویر کے پاس لے
پتائی پر رکھ دیا۔ موم بتی کی روشنی میں تصویر بالکل خاموش

"یہ گنبد رنگ نہیں بدل رہا ناگ؟"
"میرا خیال ہے کہ یہ ابھی رنگ بدلے گا" ناگ نے کہا
اور ایسا ہی ہوا۔ تھوڑی دیر تک بجلی بار بار چمکتی رہی
اور اس کے ساتھ ہی تصویر کے نیلے گنبد نے رنگ
بدلنا شروع کر دیا۔ اس کا رنگ نیلے کی جگہ سرخ ہو گیا
اور آہستہ آہستہ ایک بار پھر نیلا ہو گیا۔ ماریا اور ناگ تصویر
کے بالکل سامنے کھڑے ہے۔ اچانک گنبد کے دروازے
پر وہی پُراسرار حسین عورت زرق برق لباس میں نمودار ہوئی
وہ مسکرا رہی تھی۔ ناگ نے کہا:

"ماریا! تم اس حسین عورت کو دیکھ رہی ہو؟"
"ہاں ناگ — یہ — کون ہے؟" ماریا بے اختیار بولی۔
اس بار وہ عورت گنبد کے دروازے میں ہی کھڑی تھی۔
اور اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر تصویر سے باہر نہیں نکالا
تھا۔ ناگ تعجب سے اس عورت کو تک رہا تھا۔
اچانک ماریا چلائی: "ناگ! مجھے کوئی طاقت تصویر
کی طرف کھینچ رہی ہے۔"
"تم کیا کہہ رہی ہو ماریا؟"
"ہاں ناگ — میں تصویر کی طرف جا رہی ہوں۔ میں
رک نہیں سکتی۔ کوئی طلسم مجھے تصویر میں لیے جا

رہا ہے۔"
ماریا کی آواز میں گھبراہٹ تھی۔ ناگ نے تصویر پر
دونوں ہاتھ پھیرے۔
"ماریا۔ ماریا۔ تم کہاں ہو؟"
ماریا کی آواز آئی: "ناگ! میں تصویر کے اندر جا
چکی ہوں۔ میں گنبد کی طرف عورت کے قریب
پہنچ گئی ہوں۔ وہ مجھے اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔
مجھے روکو۔ مجھے روکو۔"
ناگ دیوانہ وار تصویر پر ہاتھ مار رہا تھا مگر اس کا
ہاتھ پُراسرار حسین عورت کے قریب نہیں جا رہا تھا۔ عورت
کے قریب ناگ کے ہاتھ کو ایک جھٹکا سا لگتا تھا۔ ناگ
نے ماریا کو آواز دی:
"ماریا۔ ماریا۔ تم کہاں ہو؟"
ماریا کی دور سے آواز آئی:
"ناگ! میں گنبد کے دروازے پر ہوں۔ میری طاقت
ختم ہو رہی ہے۔"
اس کے بعد ماریا کی آواز غائب ہو گئی۔ ناگ نے دیکھا
کہ گنبد کے دروازے میں کھڑی حسین عورت بھی دروازے میں
سے ہٹ کر گنبد کے اندر چلی گئی اور دروازہ بند ہو گیا۔

ناگ نے ماریا کو بار بار آوازیں دیں۔ اسے پکارا، مگر ماریا نے کوئی جواب نہ دیا۔ تصویر ایک بار پھر اپنی جگہ پر ساکت ہو چکی تھی اور گنبد کا رنگ پہلے جیسا نیلا ہو گیا تھا۔ ناگ نے پریشان ہو کر تصویر کو موم بتی قریب لا کر کئی بار دیکھا، مگر وہ تو بالکل بے جان تصویر تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ صدیوں سے ایسی ہی بے جان اور ساکت ہے اور اب تصویر کے اندر کیٹی کے اور دوسری حسین پر اسرار عورت کے قدموں کے نشان بھی غائب ہو چکے تھے۔

ناگ ناامید ہو کر تصویر کے سامنے کچھ دیر کھڑا رہا۔ اسے بار بار تکتا اور افسوس کرتا کہ وہ ماریا کو خواہ مخواہ اپنے ساتھ لے آیا۔ پھر اس نے موم بتی بجھا دی اور واپس اپنی کوٹھڑی میں آ گیا۔ آسمان پر اب بجلی نہیں چمک رہی تھی۔

دوسرے روز بن حر واپس شہر میں آ گیا تو ناگ نے اس کے پردادا کی تصویر کے بارے میں اس کو کئی ایک سوال کیے مگر بن حر نے وہی کچھ بتایا جو وہ پہلے ناگ کو بتا چکا تھا۔ ناگ نے بن حر سے پوچھا کہ اس کا دادا کس صحرا میں بھٹک کر گم ہوا تھا۔ بن حر نے کہا:

"ہم نے اپنے بڑے بوڑھوں سے سنا ہے کہ یہ صحرا ملک عراق کے جنوب میں کہیں واقع ہے اور کہتے ہیں کہ وہاں دلدلی میدان بھی ہیں۔"

"صحرا میں دلدل کہاں سے آ گئی؟" ناگ نے سوال کیا۔

بن حر نے کہا: "تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب حضرت نوحؑ کا طوفان آیا تھا تو یہ علاقہ پانی سے بھر گیا تھا۔ پھر جب پانی اترا تو صحرا میں یہاں دلدل بن گئی۔ یہ دلدل ہزاروں سال پرانی ہے۔"

بن حر نے ناگ سے پوچھا: "مسٹر طوم! تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

ناگ نے مسکراتے ہوئے کہا: "ویسے ہی پوچھ رہا تھا میرے آقا۔ ویسے ہی۔"

ناگ سے کیٹی اور ماریا دیکھتے دیکھتے بچھڑ گئی تھیں۔ اب بن حر کی حویلی میں اس کا رہنا بالکل بے کار تھا۔ تصویر نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اب اس میں کوئی شک نہیں رہا تھا کہ کیٹی کو بھی تصویر کے گنبد والی پراسرار حسین عورت ہی اپنے ساتھ لے گئی تھی۔ اور اب ماریا کو بھی وہی اغوا کر کے لے گئی ہے۔ یہ تصویر بن حر کے پردادا کے فرضی مقبرے کی تھی۔ اور ناگ نے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اس صحرا میں جائے گا جہاں بن حر کا دادا گم ہو کر مر گیا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اس قسم کا کوئی مقبرہ صحرا میں واقع ہو اور وہاں سے ماریا اور کیٹی کا کوئی سراغ مل جائے۔

جس صبح ناگ نے بن حرُ کی حویلی سے ہمیشہ کے لیے
چلے جانے کا فیصلہ کیا تھا اس رات کا ذکر ہے کہ ایک
رومن کپتان جو بن حرُ کا دشمن تھا اس کو قتل کرنے کے
ارادے سے حویلی کی دیوار پھاند کر اندر آ گیا۔ بن حرُ کی خوش
قسمتی تھی کہ یہ رومن قاتل ناگ کی کوٹھڑی کے آگے سے
گذرا تو ناگ جاگ رہا تھا۔ اس نے باہر قدموں کی آواز سُنی
تو اُٹھ کر دیکھا۔ اسے ایک رومن کپتان کی وردی میں ایک بھاری
بھرکم آدمی ہاتھ میں خنجر لیے بن حر کی خواب گاہ کی سیڑھیاں
چڑھتا نظر آیا۔

ناگ کا ماتھا ٹھنکا۔ یہ آدمی ضرور بن حرُ کو ہلاک کرنے جا
رہا تھا۔ اس نے سوچا اور گہرا سانس لے کر ایک سیاہ ننھی
چڑیا کی شکل بدلی اور پرواز کر کے رومن کپتان کے اوپر آ
گیا۔ اتنی دیر میں رومن قاتل بن حرُ کے کمرے کو توڑ کر اندر
داخل ہو چکا تھا۔ بن حرُ بھی جاگ پڑا تھا مگر رومن قاتل
نے اسے جاتے ہی پکڑ لیا تھا اور خنجر اس کی گردن پر رکھ
دیا تھا۔ بن حرُ کے سرہانے کے نیچے خنجر رکھا تھا مگر وہ
اسے عین وقت پر نکال نہ سکا تھا۔

اس نے رومن قاتل سے کہا: "سلوکس! اگر تم نے
مجھے قتل کر دیا تو تم بھی بچ کر اس حویلی سے

نکل سکو گے۔"

سلوکس بولا: "مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔ میں تمہیں
قتل کرنے آیا ہوں اور تمہیں ہلاک کرنا ہی میری
زندگی کا مقصد ہے۔ میں ایک مدت سے اس
موقع کی تلاش میں تھا۔"

بن حرُ نے کہا: "مجھے قتل کر کے تمہیں کیا مل جائیگا؟"

سلوکس بولا: "میرے انتقام کی آگ ٹھنڈی ہو جائیگی۔"

ناگ سانپ کی شکل میں بن حرُ کی خواب میں داخل ہو
چکا تھا اور اس نے رومن قاتل کو دیکھ لیا تھا کہ اس نے
خنجر بن حرُ کی گردن پر رکھا ہوا تھا۔ اور وہ اسے ہلاک
کرنے ہی والا تھا۔ ناگ کو دیر نہیں کرنی چاہیے تھی۔ وہ
رومن قاتل کو ڈرانا چاہتا تھا تاکہ اس کی توجہ تھوڑی دیر
کے لیے ہٹ جائے۔ ناگ نے پھن اٹھا کر زور سے پھنکار
ماری۔ پھنکار کی آواز اتنی خوفناک اور زبردست تھی کہ سلوکس
نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ مگر خنجر بن حرُ کی گردن پر ہی رکھا۔
رومن قاتل کو پیچھے سانپ دکھائی نہ دیا۔

اس عرصے میں ناگ رومن قاتل سلوکس کے پاؤں کے
پاس آ چکا تھا۔ اب سلوکس کی نظر سانپ پر پڑی تو اس
نے بن حر کو گردن سے پکڑ کر نیچے کھینچ لیا اور اسے

سانپ کے اوپر گرا دیا کہ اگر وہ خنجر سے نہیں مرا تو سانپ کے ڈسنے سے ہلاک ہو جائے۔ لیکن ناگ نے بن حرّ کو کچھ نہ کہا اور اچھل کر رومن قاتل سلوکس کی گردن پر ڈسا اور چھلانگ کر پلنگ کی دوسری طرف ہو گیا۔ ناگ نے —— تیزی سے ڈسا تھا اور اتنا زیادہ زہر رومن قاتل کے جسم میں داخل کیا تھا کہ اس کی ٹانگیں لرزنے لگیں۔ اس کے دونوں ہاتھ کپکپانے لگے۔ اسے پسینہ آ گیا اور سارا جسم ٹھنڈا پڑ گیا۔ اور وہ دھڑام سے نیچے فرش پر گر پڑا۔

بن حرّ نے اُٹھ کر رومن قاتل کو دیکھا اور پھر سانپ کو تلاش کرنے لگا کہ اسے ہلاک کر دے تاکہ وہ اسے بھی نہ کاٹ لے۔ مگر ناگ وہاں نہیں تھا۔ وہ بن حرّ کے کمرے سے نکل چکا تھا۔ بن حرّ نے شور مچا کر سارے نوکروں، غلاموں، کنیزوں اور اپنی بیوی کو بلا لیا۔ رومن قاتل کی لاش فرش پر پڑی تھی۔ بن حرّ نے بتایا کہ یہ اس کا پرانا دشمن ہے جو اسے قتل کرنے آیا تھا اور ایک سانپ نے اسے ڈس دیا۔ حویلی میں سانپ کو تلاش کیا جانے لگا۔ مگر سانپ تو اب ناگ کی شکل میں بن حرّ کے پاس کھڑا اسے جان بچ جانے پر مبارک باد دے رہا تھا۔

بن حرّ نے ناگ سے کہا: "شرطوم! تم ایک تجربہ کار سپیرے ہو۔ کیا تم اس سانپ کو نہیں ڈھونڈ سکتے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ حویلی میں کسی اور کو بھی ڈس دے۔"

ناگ نے کہا: "بن حرّ! اگر اس سانپ نے حویلی کے کسی آدمی کو ڈسنا ہوتا تو تمہارے دشمن کو نہ ڈستا بلکہ تمہیں ڈستا۔ اس لیے اس سانپ کی تلاش چھوڑ دو۔ وہ تمہارا دوست تھا۔ اس حویلی کے سارے لوگوں کا دوست تھا۔"

بن حرّ کی سمجھ میں یہ بات آ گئی۔ اس نے کہا: "تمہاری بات نے میرے دل پر اثر کیا ہے شرطوم! تم نے ٹھیک کہا۔ مجھے اس سانپ کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ وہ میرا دوست تھا۔"

بن حرّ ناگ کو اپنے کمرے کی گیلری میں لے گیا اور اس سے دیر تک باتیں کرتا رہا۔ ناگ نے اسے یہ بتانے کی ضرورت نہ سمجھی کہ وہ یروشلم سے جا رہا ہے۔ اسی دن دوپہر کے بعد ناگ بن حرّ کی حویلی سے نکلا اور ایک سرائے میں آ کر پتہ کیا کہ ملک عراق کی طرف قافلہ کب جا رہا ہے۔ یہ قافلہ رات کو روانہ ہونے والا تھا۔ ناگ نے کچھ سونے کی اشرفیاں

لے کر اپنی کمر کے گرد باندھیں اور قافلے میں شامل ہو کر
ملک عراق کی طرف روانہ ہو گیا۔ آپ کو یاد ہو گا کہ
عنبر بھی عراق ہی کی طرف گیا تھا۔ عنبر ابھی تک اپنے قافلے
کے ساتھ عراق کی طرف صحرا میں سفر کر رہا تھا اور دوسری
طرف ایک الگ شاہراہ کے ذریعے ناگ بھی اپنے قافلے کے
ساتھ عراق کی طرف ہی چلا آ رہا تھا۔

○

اب ہم پہلے کیٹی اور پھر ماریا کی طرف آئیں گے۔
سب سے پہلے یہ پتہ کرتے ہیں کہ کیٹی کے ساتھ کیا گذری؟
جب گنبد کی تصویر والی پُراسرار حسین عورت نے تصویر کے
فریم سے ہاتھ باہر نکال کر کیٹی کا ہاتھ تھاما اور اسے تصویر کے
اندر لے گئی تو کیٹی نے سب سے پہلی یہ تبدیلی محسوس
کی کہ اس کی یادداشت واپس آ گئی تھی۔ اس کو عنبر ناگ ماریا
سب یاد آ گئے اور واپس مڑ کر تصویر کے اس فریم کی
طرف دیکھا جس میں سے وہ اندر داخل ہوئی تھی تو اسے
پیچھے کوئی تصویر اور اس کا فریم دکھائی نہ دیا۔ نہ ہی حرم
کا کمرہ تھا اور نہ ہی حرم کی حویلی تھی۔
کیٹی نے دیکھا کہ وہ پُراسرار حسین عورت جو اسے ہاتھ

پکڑ کر تصویر کے اندر لے گئی تھی۔ اب اس کی
شکل ایک بدصورت چڑیل ایسی بوڑھی عورت کی شکل میں
بدل گئی تھی اور اس کے دو آگے کے دانت باہر نکلے ہوئے
تھے اور وہ کیٹی کی طرف کھا جانے والی سرخ آنکھوں سے
تک رہی تھی۔ کیٹی نے کہا:
"تم کون ہو؟ مجھے یہاں کیوں لائی ہو؟"
مکروہ صورت بڈھی بولی: "یہ تمہیں بہت جلد معلوم
ہو جائے گا۔ آگے چلو۔"
کیٹی نے بھاگنے کی کوشش کی مگر اس نے محسوس کیا کہ
وہ اپنے پاؤں صرف گنبد کی طرف ہی اٹھا سکتی ہے اور
ادھر ادھر دوڑ نہیں سکتی۔ بدصورت عورت نے کہا:
"تم یہاں سے بھاگنے کا خیال دل سے نکال دو۔
اب تم ہمارے قبضے میں ہو۔ تم وہی کرو گی جو ہم
تمہیں حکم دیں گے۔ آگے چلو۔"
مکروہ صورت عورت کیٹی کو ساتھ لے کر نیلے گنبد کے
دروازے میں سے گذر کر اندر داخل ہو گئی۔ کیٹی نے دیکھا
کہ گنبد کے اندر پُراسرار دھند پھیلی ہوئی ہے۔ درمیان میں
ایک بہت بڑا گول سنگِ مرمر کا کالا سیاہ پیالہ پڑا ہے۔
جس کے اندر پہلو میں ایک چھوٹا سا طاق کھدا ہوا ہے۔

اس سنگ مرمر کے کالے بڑے پیالے میں سے ہلکی ہلکی
دھند اُٹھ رہی تھی۔

مکروہ صورت عورت نے کیٹی کو پیالے کے کنارے
کھڑا کر دیا اور کچھ پڑھنے لگی۔ اتنے میں پیالے کے دوسرے کنارے
کی دھند میں سے ایک سفید پوش ہیولا نمودار ہوا۔ مکروہ صورت
عورت نے سر جھکا دیا اور بولی:

"جس عورت کی تمہیں تلاش تھی۔ اے یم دُوت وہ
میں لے آئی ہوں۔"

سفید ہیولے کی کھڑکھڑاتی ہوئی دہشت بھری آواز اُبھری۔

"ابھی اس عورت کو لانا باقی ہے جو غائب رہتی ہو
اور کسی کو سوائے تمہارے نظر نہ آتی ہو۔ جب تم
کسی ایسی غیبی عورت کو لے آؤ گی۔ پھر تم آزاد
ہو جاؤ گی اور جہاں چاہو گے جا سکو گی۔"

مکروہ صورت عورت بولی: "اے یم دُوت دیوتا! وہ عورت
بھی حویلی میں موجود ہے۔ میں اسے لانے کی کوشش
کروں گی۔"

سفید ہیولے نے کہا: "اس عورت کو پیالے کے
اندر اتار کر اپنا فرض پورا کرو۔"

"جو حکم یم دُوت دیوتا!"

اور مکروہ صورت عورت نے کیٹی کے قریب آ کر اس کے
کندھے کو آگے کرتے ہوئے کہا:

"پیالے میں اتر جاؤ۔"

کیٹی نے بہت کوشش کی کہ وہ اپنا پاؤں نہ اٹھائے مگر
وہ ایسا نہ کر سکی اور اس کے پاؤں اپنے آپ آگے کو اُٹھے
اور وہ پیالے کے اندر اتر گئی۔ مکروہ صورت عورت اس کے
ساتھ تھی۔ اس نے پیالے کے اندر پہلو میں کھلے ہوئے چھوٹے
سے طاق کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"اس طاق کے اندر داخل ہو جاؤ۔"

کیٹی انکار نہ کر سکی۔ لگتا تھا کہ وہ اس مکروہ صورت عورت
اور پراسرار سفید ہیولے کے طلسم میں پھنس چکی ہے۔ پُراسرار
سفید ہیولا اب دُھند میں غائب ہو چکا تھا۔ کیٹی کے پاؤں
اپنے آپ پیالے کے طاق کی طرف اُٹھنے لگے اور وہ طاق
میں داخل ہو گئی۔ طاق کے اندر کی فضا میں کچھ اس قسم کی
گیس پھیلی ہوئی تھی کہ کیٹی کا اوپر کا سانس اوپر ہی رہ گیا
اور وہ اندھیرے میں بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ ہوش میں آ جانے پر
کیٹی نے دیکھا کہ وہ ایک بہت بڑے ہال کمرے کے درمیان
لکڑی کے سیاہ تختے پر لیٹی ہوئی ہے اور اس کے سارے جسم
کو لوہے کی زنجیر سے کس کر باندھ دیا گیا ہوا ہے۔ اس کی ایک

جانب مکروہ صورت عورت کھڑی ہے اور دوسری طرف وہی سفید ہیولا ہے جس کو مکروہ صورت عورت (جو پہلے بڑی حسین عورت لگ رہی تھی) یم دوت کہہ کر پکارتی تھی۔

کیٹی نے پورا زور لگا کر اپنے آپ کو آزاد کرنے کی کوشش کی مگر یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے اس کی ساری طاقت کسی طلسم نے ختم کر دی ہوئی ہے۔ کیٹی نے اپنے جن دوست کا خیال کر کے دل ہی دل میں چٹکی بجائی۔ مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ اس نے جن دوست کو آواز دی مگر وہ بھی اس کی مدد کو نہ آیا۔

○

ماریا اور مُردہ اُلّو

کیٹی نے مایوس ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔

اس گنبد والی چھت کے فرش پر کیٹی کو کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا کہ ایک کالا حبشی جس کی آنکھیں سرخ تھیں اور ایک ریچھ لگ رہا تھا۔ ہاتھ میں طشت لیے مکروہ صورت عورت کے آگے کھڑا ہو گیا۔ طشت کے اوپر سرخ رنگ کا کپڑا پڑا ہوا تھا۔ اس نے کپڑا اٹھا دیا۔ طشت میں ایک چمک دار پھل والا خنجر رکھا ہوا تھا۔ سفید ہیولے نے مکروہ صورت عورت کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے طشت میں سے خنجر اٹھا کر ہاتھ میں پکڑا اور اس سے پہلے کہ کیٹی کوئی آواز نکالتی اس نے پوری طاقت سے خنجر کیٹی کے سینے میں عین دل میں اتار دیا۔ خنجر کیٹی کے دل کے پار ہو گیا۔ کیٹی کو چونکہ کوئی تکلیف نہیں ہوئی تھی اس لیے اس نے کوئی چیخ نہ ماری۔ اس کے اُلٹ اس پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔

مکروہ صورت عورت نے تین بار کیٹی کے دل میں خنجر کا وار کیا اور پھر خنجر طشت میں رکھ دیا۔ جنگی الٹے قدموں واپس چلا گیا۔ سفید ہیولے اور مکروہ صورت عورت نے کیٹی کی لاش کو اُٹھا کر ایک صندوق میں ڈال کر اس کے سینے پر ایک مردہ الو رکھ دیا اور صندوق کا ڈھکنا بند کر دیا۔ سفید ہیولے نے اپنی خرخری آواز میں مکروہ عورت سے کہا:

"یہ لاش چالیس دن تک صندوق میں پڑی رہے گی۔ اب اس یجبی عورت کو لاؤ۔"

"جو حکم اے یم دُوت دیوتا!"

اور مکروہ صورت عورت گنبد والی کوٹھڑی سے نکل کر دوسری کوٹھڑی میں چلی گئی۔ ماریا کو جب تصویر کے اندر کسی زبردست طاقت نے کھینچ لیا تو اس نے اپنے آپ کو ایک اندھیرے کمرے میں پایا۔ اس اندھیرے میں بھی وہ دیکھ سکتی تھی۔ اس نے دیکھا کہ ایک دیوار میں چھوٹا سا طاق ہے جو کھلا ہے۔ ماریا اس طاق کے اندر گئی تو اسے الو کی ایسی آواز آئی جیسے وہ زخمی ہو اور کراہ رہا ہو۔ ماریا الو کی آواز کی طرف آگے بڑھی۔ طاق کی دوسری طرف ماریا نے دیکھا کہ یہ چھوٹا سا حجرہ بھی تاریک ہے مگر چھت میں سے ایک روشنی کا دائرہ نکل کر زمین پر ایک جگہ پڑ رہا ہے۔ ماریا

کو روشنی کے اس دائرے میں ایک الو کی لاش دکھائی دی۔

وہ الو کے پاس گئی۔

یہ ایک مردہ الو تھا جس کے سینے میں ایک پیاز چھیلنے والی چھری آدھی سے زیادہ دھنسی ہوئی تھی اور اس کے ساتھ ہی ایک کاغذ کا چھوٹا سا ٹکڑا بھی تھا۔ ماریا نے آگے بڑھ کر کاغذ کا ٹکڑا چھری میں سے پھاڑ کر نکالا۔ اس پر کسی پرانی طلسمی تحریر میں الٹی سیدھی شکلیں بنی ہوئی تھیں جو ماریا کی سمجھ میں نہ آئیں۔ الو مر چکا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور دونوں پنجے اوپر کو اکٹھے ہوئے اور بند تھے۔ ماریا نے سوچا کہ اس الو کے سینے میں کھبا ہوا چھرا نکال لینا چاہیے۔ جونہی اس نے چھری کو باہر نکالنے کے لیے اسے ذرا سا کھینچا تو کمرے میں ایک بھیانک چیخ بلند ہوئی۔ یہ کسی الو کی دہشت ناک چیخ تھی۔ ماریا سہم کر پیچھے ہٹ گئی۔

چیخ کی اس آواز کے ساتھ ہی تاریک چھوٹے سے حجرہ نما کمرے میں چاروں طرف الو کی ہلکی ہلکی خون کو سرد کر دینے والی چیخوں کی آوازیں گونجنے لگی تھیں۔ ماریا نے واپس طاق میں سے نکل جانے کے لیے قدم بڑھایا تو دیکھا کہ طاق بند ہو چکا تھا۔ چھت سے روشنی کا جو دائرہ فرش پر الو کی لاش پر پڑ رہا تھا۔ وہ سمٹتا جا رہا تھا۔ روشنی کم ہو رہی تھی۔

الو کی لاش آہستہ آہستہ زمین سے اوپر اٹھنے لگی تھی۔ زمین سے دو فٹ اوپر اٹھ کر چاروں طرف ایک گول دائرے کی شکل میں گھومنے لگی۔ اس کے ساتھ الو کی بھیانک چیخوں کی آوازیں اسی طرح آ رہی تھیں۔

ماریا دیوار کے ساتھ لگی کھڑی وحشت بھری نظروں سے یہ ڈراؤنا تماشہ دیکھ رہی تھی۔ الو کی لاش نے ایک بار پھر چھت کی طرف اٹھنا شروع کر دیا تھا۔ روشنی بھی الو کی لاش کے ساتھ ہی چھت کی طرف سمٹ رہی تھی۔ جب لاش چھت کے ساتھ جا کر لگ گئی تو ایک ایسی چیخ بلند ہوئی جس نے دیواروں کو لرزا دیا۔ ایسا لگا جیسے تھوڑی دیر کے لیے بھونچال آ گیا ہو پھر الو کی لاش چھت میں غائب ہو گئی اور چاروں طرف گہرا سناٹا چھا گیا۔

ماریا حیران و پریشان دیوار کے ساتھ لگی کھڑی تھی۔ اچانک اس نے محسوس کیا کہ اس کے جسم میں کوئی زبردست تبدیلی پیدا ہو رہی ہے۔ اس نے سب سے پہلے تو یہ دیکھا کہ اس کا جسم ظاہر ہونا شروع ہو گیا ہے۔ پھر اس نے دیکھا کہ اس کے بازو انسانی شکل میں آ کر غائب ہو گئے ہیں اور دونوں پاؤں الو کے پنجوں کی شکل اختیار کر گئے ہیں۔ وہ زمین پر گر پڑی۔ پھر اس کا سارا جسم سمٹ کر الو کی شکل میں بدل

گئی۔ اس نے محسوس کیا کہ کسی نے اس کے سینے میں ایک چھری مار دی ہے۔ اس کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ وہ سر سے پاؤں تک ایک الو بن چکی تھی اور چھری اس کے سینے میں دھنسی ہوئی تھی۔

پھر ماریا کی آنکھیں اپنے آپ بند ہو گئیں۔

کافی دیر تک ماریا الو کی لاش کی شکل میں اس تاریک کوٹھڑی میں پڑی رہی۔ وہ بے ہوش تھی۔ اسے کوئی ہوش نہیں تھا۔ پھر دیوار کا طاق اپنے آپ کھل گیا اور اس کے اندر سے وہی بکردہ صورت عورت باہر نکلی۔ اس نے ماریا کی الو کی شکل والی لاش کو اٹھا لیا اور ہاتھ میں لٹکائے ہوئے باہر نکل گئی۔

دوسرے گنبد والے بڑے کمرے میں وہی سفید ہیولا کھڑا تھا۔ بکردہ صورت عورت نے ماریا کی الو کی شکل والی لاش کو اس کے آگے جا کر ڈال دیا اور کہا:

"یم ذوت دیوتا۔ تمہارا شکار تمہارے سامنے حاضر ہے یہ وہ عورت ہے جو غیبی عورت تھی کسی کو نظر نہ آتی تھی۔ اب ایک الو کی لاش بن کر تمہارے قدموں میں پڑی ہے۔"

سفید ہیولے نے اپنی خرخراتی آواز میں کہا:

"اسے دوسری عورت کی لاش والے صندوق کے پاس
کونے والے مرتبان میں ڈال کر بند کر دو۔ اس عورت
کی لاش بھی چالیس دن تک اس مرتبان میں الو
کی لاش کی شکل میں بند رہے گی۔ اس کے بعد
ان دونوں لاشوں کو نکال کر مقدس آگ میں ڈال
دیا جائے گا اور پھر اس آگ کے شعلوں میں سے
وہ عفریت باہر نکلے گا جو ہمارا غلام ہو گا اور جس
کی مدد سے ہم جادوگروں کی دنیا کے بادشاہ اور
ملکہ بن کر ساری دنیا کے جادوگروں پر حکومت کرینگے۔"

کمرے میں سفید ہیولے کا مکروہ قہقہہ گونج اٹھا۔

مکروہ صورت عورت نے بھی ایک قہقہہ لگایا اور مایا کی
الو والی لاش کو کیتھی کی لاش کے صندوق کے بائیں جانب
کونے میں رکھے ایک سبز مرتبان میں ڈال کر اوپر ڈھکنا چڑھا
دیا۔ پھر وہ دونوں اس کمرے سے باہر نکل گئے۔

○

مکروہ صورت عورت اور ہیولا اگرچہ پراسرار طلسمی دنیا سے
تعلق رکھتے تھے مگر انہیں کیتھی کے بارے میں یہ علم نہیں تھا کہ
اس کا تعلق خلائی دنیا سے ہے اور وہ خلائی مخلوق ہے

اور اس کے جسم کے ذرے اور پلازما اس دنیا کے لوگوں سے
بہت مختلف ہے۔ انہوں نے تو کیتھی کے دل میں خنجر کے
تین وار کر دیئے اور کیتھی کے دل میں تین گہرے شگاف بھی
پڑ چکے تھے مگر جونہی کیتھی کو صندوق کے اندر لاش سمجھ کر بند
کر دیا گیا اس کے دل کے شگاف آہستہ آہستہ ملنے اور بند
ہونے شروع ہو گئے۔ کیوں کہ یہ کیتھی کے جسم کی خاصیت تھی
کہ اگر اسے کسی جگہ سے کاٹ دیا جائے یا کوئی زخم لگایا جائے
تو وہ تھوڑی دیر کے بعد آپس میں ملنا شروع ہو جاتا تھا۔ اگر
انگلی کاٹ دی جائے تو دوبارہ اُگ آتی تھی۔

کیتھی کے بے ہوش جسم کو صندوق میں پڑے ایک رات
اور ایک دن ہی گذرا ہو گا کہ اس کے دل کے زخم آپس
میں مل گئے اور دل نے ایک بار پھر دھڑکنا شروع کر دیا۔
دل کی دھڑکن کے ساتھ ہی کیتھی کو ہوش آ گیا۔ اس نے
آنکھیں کھول کر دیکھا کہ وہ ایک تنگ و تاریک صندوق میں
پڑی ہے۔ اس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر صندوق کے ڈھکنے
کو اٹھانا چاہا مگر ڈھکنا باہر سے بند تھا۔ کیتھی نے تھوڑا سا
زور لگایا۔ اس کی طاقت واپس آ چکی تھی۔ ڈھکنا کھل گیا اور
زنجیر ٹوٹ کر فرش پر جا گری۔

کیتھی صندوق میں سے باہر نکل آئی۔

وہ اسی گنبد والے تاریک کمرے میں تھی۔ اندھیرے میں اسے ہلکا ہلکا سب کچھ دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے دیواروں کو غور سے دیکھا۔ کسی جگہ کوئی سوراخ یا طاق نہیں تھا۔ مگر وہ جانتی تھی کہ ایک جگہ دیوار میں خفیہ طاق ہے جہاں سے گذار کر اسے باہر لایا گیا تھا۔ دیوار کو ٹٹولتے ٹٹولتے اس کی نظر کونے میں رکھے ہوئے مرتبان پر پڑی۔ اس نے سوچا کہ ہو سکتا ہے خفیہ طور پر کھلنے والے طاق کی کوئی پوشیدہ کنجی اس مرتبان کے اندر ہو۔

کیٹی نے مرتبان کا ڈھکنا اٹھا کر اندر ہاتھ ڈالا تو اس کا ہاتھ کسی جانور کے پروں سے ٹکرایا۔ اس نے جلدی سے ہاتھ باہر کھینچ لیا۔ پھر جھک کر مرتبان میں غور سے دیکھا۔ اسے ایک مردہ پرندہ دکھائی دیا۔ کیٹی نے اسے باہر نکالا تو وہ ایک اُلو کی لاش تھی جس کے سینے میں چھری دھنسی ہوئی تھی۔ کیٹی کو کچھ علم نہیں تھا کہ اس نے ماریا کو اپنے ہاتھ میں تھام رکھا ہے۔ اسے مردہ پرندے پر رحم آنے لگا۔ اس نے اس کے سینے سے چھری نکال کر پھینک دی۔

چھری کے نکالتے ہی الو نے آہستہ سے سانس لیا۔ ارے یہ تو زندہ ہے ابھی۔ کیٹی نے اپنے آپ سے کہا اور پھر سوچا کہ اس زخمی پرندے کو بھی ساتھ لے لینا چاہیے

ہو سکتا ہے باہر کی کھلی فضا میں آ کر یہ ٹھیک ہو جائے۔

کیٹی نے زخمی الو کو ہاتھ میں تھام لیا اور دیوار کو ٹٹولنے لگی۔ ایک جگہ اس کا ہاتھ اینٹوں میں چھوٹے سے سوراخ پر پڑا۔ اس نے اندر انگلی ڈال کر دیکھا کہ اندر ایک گول آگے سے مڑا ہوا ہک لگا تھا۔ کیٹی نے اسے کھینچ دیا۔ دیوار میں ایک طاق نمودار ہو گیا۔

کیٹی جلدی سے طاق میں سے نکل کر دوسری طرف آ گئی۔ جہاں ایک بند نالے کی طرح کی سرنگ کا راستہ تھا۔ کیٹی جھک کر سرنگ میں چلنے لگی کافی دیر تک چلتی رہنے کے بعد وہ ایک ایسی جگہ نکل آئی جہاں چاروں طرف دھندلی دھندلی روشنی میں کالے رنگ کے نوکیلے پہاڑ اور نوکیلی چٹانیں اوپر کو اٹھی ہوئی تھیں۔ زمین بھی کالی سیاہ تھی۔ آسمان پر بھی گہرے کالے بادل تھے۔

کیٹی ان چٹانوں میں چلتی ایک جگہ آئی تو کیا دیکھتی ہے کہ اس کے سامنے دیوار پر ایک بہت بڑا لکڑی کا فریم بنا ہوا ہے۔ یہ فریم ایسا تھا جیسا کہ بڑی بڑی تصویروں کے گرد لگایا جاتا ہے۔ کیٹی فریم کے پاس آ گئی۔ اس نے فریم میں سے جھانک کر دوسری طرف دیکھا تو وہاں اسے ایک کمرہ دکھائی دیا جس کے فرش پر پرانا قالین بچھا تھا اور

کونے میں پرانی کرسیوں اور پرانے برتنوں اور صندوقوں کا کاٹھ کباڑ بکھرا ہوا تھا۔ یہ کمرہ ایسا تھا جیسا کہ پرانے زمانے کے بڑے مکانوں کے سٹور روم ہوا کرتے تھے جہاں لوگ گھر کی فالتو اور ٹوٹی پھوٹی چیزیں رکھ دیا کرتے تھے۔ وہ حیران تھی کہ ایک جانب تو ویران پہاڑیاں ہیں اور فریم کی دوسری جانب ایک مکان کا سٹور روم ہے۔

کیٹی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

اس نے فریم میں سے پاؤں باہر نکال کر دوسری جانب کمرے کے میز پر رکھا اور پھر فریم میں سے باہر نکل آئی۔ اب اس نے دیکھا کہ اس کے سامنے دیوار پر ایک سیاہ نوکیلی چٹانوں والی تصویر لگی ہے۔ کیٹی اس تصویر کے فریم کے اندر سے نکل کر باہر آئی تھی جس طرح وہ بن حمزہ کی خواب گاہ میں گنبد والی تصویر کے اندر چلی گئی تھی۔

اس نے سوچا کہ یہ کس کا مکان ہو سکتا ہے؟ اس کی یادداشت واپس آ چکی تھی اور عنبر ناگ ماریا کا برابر خیال آ رہا تھا۔ یہ اسے معلوم ہی نہیں تھا کہ جس زخمی الو کو اس نے ایک ہاتھ میں تھام رکھا ہے وہ اصل میں ماریا ہی ہے۔ کیٹی کمرے کی چیزوں کو ادھر ادھر کرنے لگی ایک صندوق پر اسے پھٹے پرانے کپڑوں کا ڈھیر پڑا نظر آیا۔ اس

نے ایک کپڑے کو پھاڑ کر اس کی پٹی بنائی اور الو کے زخم پر باندھ دی۔

ماریا اگرچہ الو کی لاش کی شکل میں زندہ تھی لیکن وہ کیٹی کو برابر دیکھ رہی تھی۔ اسے خوشی تھی کہ اس جہنم سے کیٹی اسے نکال لائی ہے مگر ماریا اسے آواز نہیں دے سکتی تھی۔ وہ انسانی زبان میں بات نہیں کر سکتی تھی اور اس کی ماریا والی خوشبو بھی الو کے جسم سے نہیں اٹھ رہی تھی۔ کیٹی نے کمرے میں بکھرے ہوئے کاٹھ کباڑ اور میز کرسیوں اور کپڑوں کو دیکھا تو اسے اندازہ ہوا کہ وہ یونانی طرز کے لباس اور کرسیاں ہیں۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ رومن زمانے سے نکل کر اور پیچھے یونانی عہد میں داخل ہو چکی تھی۔

کیٹی کو کسی انسان کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ کوئی اس کمرے کی طرف آ رہا تھا۔ کیٹی جلدی سے ایک پرانے کپڑوں کے ڈھیر کے پیچھے کونے میں جا کر چھپ گئی۔ کمرے کا پرانا دروازہ کھلا اور دو آدمی اندر داخل ہوئے۔ انہوں نے یونانی لباس پہن رکھا تھا۔ ان میں سے ایک ادھیڑ عمر کا تھا اور دوسرا جوان تھا۔ کمرے میں آ کر ادھیڑ عمر کے آدمی نے ایک صندوق کے تالے کو چابی لگا کر کھولا۔ اس میں سے ایک ڈبہ نکالا۔ اسے کپڑے سے صاف کیا۔ پھر اس کا ڈھکن

کھول کر اس میں سے ایک چاندی کی انگوٹھی باہر نکال کر
دوسرے آدمی کو دکھائی اور کہا:

"زوناش! یہ وہ خطرناک انگوٹھی ہے جس کے اندر
زہریلا سفوف بند ہے۔ آج رات جب دعوت کے
وقت تم اپنے آقا دارزکش کو کھانا دینے لگو تو بڑی
ہوشیاری سے اس انگوٹھی میں سے زہریلا سفوف
نکال کر اس کے کھانے یا شربت کے گلاس
میں ڈال دینا۔ بس پھر اس کے بعد آقا دارزکش
ہلاک ہو جائے گا اور میں اس جاگیر کا مالک بن
جاؤں گا اور تم میرے ساتھ آدھی جائیداد کے حقدار بھی
ہو جاؤ گے اور میں تمہیں ایک لاکھ سونے کی
مہریں انعام میں بھی دوں گا۔"

زوناش نے کہا، "مگر بردتو! اس انگوٹھی میں سے میں
زہر کیسے باہر نکالوں گا؟"

بردتو نے کہا: "اس انگوٹھی میں یہ دیکھو ایک ننھا
سا بٹن لگا ہے جب تم کھانا یا شربت کا گلاس
اٹھانے لگو گے تو اس بٹن کو آہستہ سے دبا دینا۔
پھر اس انگوٹھی میں سے زہر کے سفوف کی ایک
باریک دھار نکل کر کھانے کی پلیٹ یا شربت کے

دوا بھی ساتھ لاؤں گی۔ ابھی مجھے ایک بے گناہ
انسان کی جان بچانی ہے۔ مجھے معاف کر دینا۔ میں
تھوڑی دیر میں آؤں گی۔"

یہ کہہ کر کیٹی نے الو کو کمرے میں ایک طرف کونے
میں ٹوٹی پھوٹی چیزوں کے پیچھے ڈال دیا اور خود یونانی خادمہ
کے لباس میں کمرے میں سے نکل کر باہر آ گئی۔ اس نے دیکھا
کہ سامنے لکڑی کا ایک خوبصورت زینہ نیچے جا رہا ہے۔ وہ
زینہ اتر کر ایک بڑے ہال میں آ گئی۔ یہاں ستونوں کے ساتھ
ریشمی پردے لٹک رہے تھے اور زمین پر رنگ برنگ کے
قیمتی قالین بچھے ہوئے تھے۔ مہمان یونانی لباس میں سروں پر
پھولوں کے تاج پہنے چلے آ رہے تھے۔ یونانی خادمائیں ادھر
ادھر گھوم پھر کر ان کی خدمت کر رہی تھیں۔

کیٹی نے ایک جگہ سے چاندی کا تھال اٹھا لیا اور وہ بھی
دوسری خادماؤں میں شامل ہو کر مہمانوں کی آؤ بھگت کرنے لگی۔
ایک یونانی خادمہ نے جو ذرا پکی عمر کی تھی کیٹی کی طرف گھور
کر دیکھا اور پوچھا:

"تو کون ہے؟ پہلے تو میں نے تمہیں یہاں نہیں دیکھا۔"

کیٹی نے مسکرا کر اسے سلام کیا اور کہا:

"خالہ جان میرا نام کیٹی لیس ہے۔ مجھے ابھی کل ہی

آقا داروکش نے نوکر رکھا تھا۔

یہ بھی اچھا ہوا کہ کیٹی نے زدناش اور بردو کی زبان سے اس جاگیر کے مالک داروکش کا نام سن لیا تھا۔ داروکش کا نام سنتے ہی وہ عورت مطمئن ہو گئی۔ اس نے کیٹی کو ڈانٹتے ہوئے کہا:

"ذرا دھیان سے مہمانوں میں چلنا پھرنا۔ کوئی گستاخی کی بات نہ ہو جائے۔ یونان کے بڑے بڑے دولتمند یہاں دعوت میں جمع ہیں۔"

کیٹی نے سر جھکا کر کہا: "آپ فکر نہ کریں خالہ جان۔"

اس عورت نے غصے میں کہا: "میں تمہاری خالہ جان نہیں ہوں۔ میرا نام روخشی ہے۔ چلو اپنا کام کرو۔"

کیٹی جلدی سے دوسری طرف چلی گئی۔

ہال کمرے میں ایک بہت اونچی یونانی طرز کا بڑا دروازہ تھا۔ مہمان اس دروازے میں سے گزر کر دوسری طرف ہو رہے تھے۔ خادمائیں بھی ادھر جا رہی تھیں۔ کیٹی بھی مہمانوں کی آؤ بھگت کرتے ہوئے بڑے دروازے میں سے گزر کر دوسری طرف چلی گئی۔ یہاں ایک بہت بڑا خوبصورت اور سجا سجایا کمرہ تھا جس کی چھت سے جھاڑ فانوس لٹک رہے تھے۔ سنگ مرمر کے ستونوں کے ساتھ یونانی دیوتاؤں کے مجسمے

لگے ہوئے تھے۔ فرش پر قالین ہی قالین تھے۔ دیوار کے ساتھ سنگ مرمر کی میزیں لگی تھیں جن پر طرح طرح کے کھانے اور پھل چنے ہوئے تھے۔ مہمان پتھر کی کرسیوں پر ریشمی گدیلوں پر بیٹھے ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے اور پھل اور بھنا ہوا طرح طرح کا گوشت کھا رہے تھے۔

کیٹی نے دیکھا کہ درمیان میں چار ستونوں کے بیچ میں ایک سبز رنگ کی شاندار میز لگی تھی جس کے پیچھے ایک بھاری بھر کم آدمی شاندار ریشمی لباس پہنے اپنے خاص مہمانوں کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ کیٹی نے تھال میں پھل اور شربت کے گلاس رکھ لیے تھے۔ وہ کسی بہانے سے اس آدمی کے میز کے قریب آ گئی۔ وہ سمجھ گئی کہ یہی داروکش ہے جو اس سارے محل کا مالک ہے اور اسی کو زہر دینے کی سازش کی گئی ہے۔

اتنے میں کیٹی کی نظر زدناش اور بردو پر پڑی۔ مکار بردو نے اپنے آقا داروکش کو زہر دینے کی سازش کی تھی اور اس وقت وہ آقا داروکش کے بالکل پیچھے بڑے ادب سے کھڑا تھا۔ زدناش ہاتھ میں شربت کی صراحی لیے دوسرے مہمانوں کے گلاسوں میں شربت ڈال رہا تھا اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے آقا داروکش کی سبز میز کی طرف چلا آرہا تھا۔ مکار بردو اس

کو برابر تک رہا تھا۔ کبھی کبھی یہ دونوں قاتل سازشی ایک دوسرے کو دیکھ کر آنکھوں ہی آنکھوں میں کوئی بات کر لیتے تھے جیسے کہہ رہے ہو سب ٹھیک ہے۔ سب ٹھیک ہے۔

آقا داروکش شکل سے بڑا بھولا بھالا سا آدمی لگ رہا تھا۔ وہ اپنے خوفناک انجام سے بے خبر اپنے خاص دوستوں کے جھرمٹ میں بیٹھا ان سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہا تھا اور انہیں بار بار کہہ رہا تھا۔

"یہ بھی کھاؤ۔ یہ بھی چکھو۔"

مکار قاتل زوناش غلام شربت کی صراحی تھامے آہستہ آہستہ آقا داروکش کی میز کے قریب پہنچ گیا تھا۔ بردڈو خاموش کھڑا زوناش کی ایک ایک حرکت کو بڑی گہری نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔ اسے زوناش کی انگلی میں چمکتی ہوئی چاندی کی انگوٹھی صاف نظر آ رہی تھی جس کے اندر خطرناک زہریلا سفوف پوشیدہ تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ابھی کوئی دم میں زوناش آقا داروکش کے گلاس میں زہر ڈال دے گا۔ وہ شربت پی کر ہلاک ہو جائے گا۔ ہر طرف افراتفری مچ جائے گی۔ اور اس افراتفری میں وہ زوناش کی پیٹھ میں یہ کہہ کر خنجر گھونپ کر اسے ہلاک کر دے گا کہ اس نمک حرام نے آقا کو زہر دیا ہے۔ اس طرح وہ ایک تیر سے دو نشانے

کرے گا۔ وہ جاگیر کا مالک بھی بن جائے گا۔ اور زوناش کو بھی ختم کر دے گا۔ بردڈو اس جاگیردار داروکش کا سوتیلا بڑا بھائی تھا۔ اور اس کی موت کے بعد ساری جائیداد کا مالک اس کو بن جانا تھا۔

کیٹی نے ایسی چالاکی سے کام لیا کہ وہ جاگیر کے مالک داروکش کے بالکل قریب جا کر کھڑی ہو گئی۔ اتنے میں قاتل زوناش وہاں آ گیا۔ مہمانوں کا ایک ہجوم وہاں جمع تھا اور ایک شور مچا ہوا تھا۔ جاگیردار داروکش بھی اپنے دوستوں سے گپ بازی میں مشغول تھا۔ اتنے میں زوناش نے بڑی مکاری سے اس کا گلاس اٹھایا اور اس میں شربت ڈالتے ہوئے انگوٹھی کا بٹن دبا کر اس میں زہر ڈال دیا اور چپکے سے دوسری میز کی طرف چلا گیا۔

کیٹی نے سوچا کہ وہ آگے بڑھ کر گلاس کو توڑ ڈالے۔ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہی تھی کہ داروکش نے زہر والا گلاس اٹھا لیا۔ وہ منہ کے پاس لے جا کر اسے پینے ہی لگا تھا کہ کیٹی لپک کر سامنے آ گئی اور چلائی:

"آقا! اس گلاس میں زہر ہے۔"

ایک دم سناٹا چھا گیا۔ داروکش کے ہاتھ میں گلاس کپکپانے لگا۔ پیچھے کھڑے بردڈو نے کھا جانے والی نظروں سے کیٹی

کو دیکھا۔ سب مہمان اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ داروکش نے کہا: "یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

کیٹی نے کہا: "آقا! آپ آزما کر دیکھ لیں۔ اس میں زہر ہے۔ جو آپ کو ہلاک کرنے کے لیے ڈالا گیا ہے۔"

"کس نے ڈالا ہے یہ زہر" داروکش نے گرج دار آواز میں پوچھا۔

بروڈو کا رنگ زرد ہو گیا کہ کہیں کیٹی کو یہ معلوم نہ ہو گیا ہو کہ زہر اس کے کہنے پر ڈالا گیا تھا۔ کیٹی نے زوناش کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"زہر آپ کے غلام زوناش نے ڈالا ہے۔"

زوناش کا رنگ اڑ گیا۔ وہ بروڈو کی طرف اشارہ کرنے ہی والا تھا کہ بروڈو نے وہیں سے ایک خنجر زور سے زوناش کی طرف پھینکا کہ وہ ہلاک ہو جائے اور اس کا نام ظاہر کرنے کے لیے زندہ نہ رہے۔ خنجر زوناش کے بازو پر لگا۔ کیٹی نے چیخ کر کہا:

"آقا داروکش! اس بروڈو کو بھی گرفتار کر لو زوناش نے اسی کے کہنے پر آپ کے گلاس میں زہر ڈالا تھا۔ ثبوت موجود ہے۔ ان دونوں کو پکڑ لیا جائے۔"

کیٹی نے لپک کر داروکش کے ہاتھ سے زہر کے شربت والا گلاس تھام لیا۔ داروکش نے اسی وقت حکم دیا کہ بروڈو اور زوناش کو گرفتار کر لیا جائے۔ غلام خنجر تان کر ان کی طرف بڑھے اور دونوں کو قابو میں کر لیا گیا۔ سارے مہمان وہاں جمع ہو گئے۔ داروکش نے کیٹی کی طرف دیکھ کر کہا:

"تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ اس شربت میں زہر ملا ہوا ہے؟"

کیٹی نے آگے بڑھ کر زوناش کی انگلی میں سے انگوٹھی اتار کر داروکش کو دکھائی اور کہا:

"یہ چاندی کی انگوٹھی زوناش کو آپ کے سوتیلے بھائی بروڈو نے دی تھی اور اس کے اندر خطرناک زہر کا سفوف ہے جسے زوناش نے آپ کے گلاس میں ڈال دیا ہے۔ آپ اس گلاس والے شربت کو آزما کر دیکھ لیں۔"

اسی وقت ایک بلی وہاں لائی گئی۔ داروکش نے پیالے میں شربت ڈال کر بلی کے آگے رکھ دیا۔ بلی نے دو گھونٹ شربت پی لیا اور اس کے ساتھ ہی وہ فرش پر تڑپنے لگی اور مر گئی۔ اب تو جاگیر دار داروکش کی آنکھیں کھل گئیں۔ اس نے حکم دیا۔

"غلام زوناش کو سامنے لایا جائے۔"

زوناش کو داروکش کے آگے لا کر زمین پر ڈال دیا گیا۔ داروکش نے خنجر نکال لیا اور اس کی نوک اس کی ایک آنکھ پر رکھ کر کہا:

"سچ سچ بتاؤ تمہیں مجھے زہر دینے کے لیے کس نے کہا تھا؟ نہیں تو ابھی یہ خنجر تمہاری آنکھ میں گھس جائے گا۔"

زوناش غلام نے ہاتھ جوڑ دیئے اور کہا:

"مجھے معاف کر دو آقا۔ آپ کو زہر دینے کے لیے مجھے آپ کے سوتیلے بھائی برودو نے کہا تھا کر اور یہ انگوٹھی بھی اسی نے مجھے دی تھی۔"

داروکش نے اپنے سوتیلے بھائی کی طرف گھور کر دیکھا اور پوچھا:

"کیا یہ انگوٹھی تم نے اسے دی تھی؟"

برودو نے گڑگڑا کر کہا:

"یہ جھوٹ بکتا ہے بھائی۔ میں نے اسے انگوٹھی نہیں دی تھی۔"

داروکش نے کہا: "اگر تم نے اسے انگوٹھی نہیں دی تھی تو پھر تم نے اس پر خنجر پھینک کر اسے

ہلاک کرنے کی کوشش کیوں کی تھی؟"

"اس لیے کر اس نے تمہیں زہر دے دیا تھا۔" برودو نے کہا۔

داروکش بولا: "مگر تمہیں کیسے پتہ چل گیا کہ یہ میرے گلاس میں زہر ملا چکا ہے؟"

اس کا برودو کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

داروکش نے ہاتھ اوپر اٹھا کر طیش بھری آواز میں کہا:

"ان دونوں کو لے جاؤ اور ان کی آنکھوں میں دہکتی ہوئی سرخ سلائیاں پھیر کر ان کی آنکھیں پھوڑ ڈالو۔"

سپاہی اور غلام کھینچتے ہوئے زوناش اور برودو کو وہاں سے لے گئے۔ سارے مہمانوں نے کیٹی کی تعریف کی۔ داروکش نے کیٹی کا شکریہ ادا کیا اور کہا:

"تم کون ہو؟ میں نے تمہیں پہلے اپنے محل میں کبھی نہیں دیکھا۔"

کیٹی نے یونہی کہا: "آقا! میں غریب عورت ہوں۔ مجھے کہیں نوکری نہیں مل رہی تھی۔ آج آپ کے ہاں دعوت تھی۔ میں اوپر سٹور روم میں کسی طرح پہنچ گئی کہ وہاں سے نوکرانیوں کے کپڑے لے کر پہن لوں اور نوکرانی بن کر یہاں ایک وقت کی روٹی کھا

لوں گی۔ اتفاق سے اسی کمرے میں میں نے دونوں کی سازشی باتیں سن لیں اور آپ کی جان بچانے کا فیصلہ کر لیا۔ دیوتاؤں کا شکر ہے کہ آپ کی جان بچ گئی۔"

داردکش نے کیٹی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"آج سے تم ہماری بیوی ہو۔ ہم تم سے شادی کریں گے اور تمہارے بچے میری جائیداد کے مالک ہونگے۔"

کیٹی نے چونک کر کہا: "نہیں نہیں میرے آقا۔ آپ ایسا نہیں کر سکتے۔"

"کیوں نہیں؟" داردکش نے حیرت سے پوچھا۔ "کیا تم نہیں چاہتیں کہ تمہارے بچے اتنی بڑی جائیداد کے مالک بن جائیں؟"

کیٹی نے کہا: "ضرور چاہتی ہوں میرے آقا۔ مگر میں شادی شدہ ہوں۔ میرے چار بچے ہیں جو یہاں سے دور ایک گاؤں میں میرے خاوند کے ساتھ رہتے ہیں۔"

داردکش نے قہقہہ لگایا اور کہا:

"پھر کیا ہوا۔ تم اپنے خاوند سے طلاق لے لو اور ہماری بیوی بن جاؤ۔ کیا تمہیں یونان کے قانون کا پتہ نہیں ہے آج کل کے قانون کے مطابق یونانی عورت

اگر چاہے تو طلاق کے بعد دوسرا خاوند بھی کر سکتی ہے۔"

کیٹی تو پریشان ہو گئی کہ یہ کس مصیبت میں پھنسنے لگی وہ۔ مگر وہ تو کسی کے ساتھ شادی نہیں کر سکتی تھی کیونکہ وہ خلائی مخلوق تھی۔ اس نے مسکرا کر کہا:

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر آقا۔ میں تیار ہوں۔"

داردکش نے اسی وقت کیٹی کے ساتھ شادی کا اعلان کر دیا اور کہا کہ ہم اس خادمہ کا نام آج سے رودکاش رکھتے ہیں جس کا مطلب ہے چاند کی حسینہ۔ سارے مہمانوں نے خوشی سے تالیاں بجائیں اور کیٹی کو مبارک باد دینے لگے۔ کیٹی سوچ رہی تھی کہ وہ آج رات کو ہی اس محل سے فرار ہو جائیگی۔

○

اُلّو کی شکل والی جل پری

وہ نہیں جانتی تھی کہ وہاں سے فرار ہونا آسان کام نہیں
یونان میں جب کوئی امیر آدمی یا جاگیردار کسی عورت
سے بیاہ کرنے کا اعلان کرتا تھا تو اس عورت کو اسی وقت
پردے میں بٹھا کر اس کے گرد پہرہ لگا دیا جاتا تھا تا کہ
نہ وہ کسی کو دیکھے اور نہ اس پر کسی کی نظر پڑے۔ چنانچہ جب
جاگیردار دادوکش نے اعلان کیا کہ وہ اپنی خادمہ ادکاش یعنی
کیٹی سے شادی کر رہا ہے تو کنیزوں نے اسی وقت کیٹی
کو گھیر لیا اور اسے محل کی چوتھی منزل پر لے جا کر ایک
چھوٹے سے کمرے میں بند کر دیا جس کی کوئی کھڑکی نہیں
تھی۔ صرف ایک روشندان ہی تھا۔

کیٹی بڑی گھبرائی کہ یہ کس نئی مصیبت میں پھنس گئی
ہے۔ کمرے کے باہر دو حبشی غلام ننگی تلواریں لیے پہرہ دے
رہے تھے۔ کمرے کی دیوار اوپر چھت تک چلی گئی تھیں۔
اور چھت کے قریب جا کر صرف ایک چھوٹا سا روشندان

تھا اس میں بھی لوہے کی سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ ایک رات
گزر گئی۔ دوسرے دن رات کو شادی تھی۔ کنیزوں نے
اسی کمرے میں آ کر کیٹی کا بناؤ سنگھار کیا اور اسے نئے
کپڑے پہنا دیئے۔ اس نے بہت کہا کہ وہ باہر نکل کر ذرا
سیر کرنا چاہتی ہے مگر کسی نے اس کی ایک نہ سنی اور چلی
گئیں، کیٹی اکیلی رہ گئی۔

اس نے سوچا کہ وہاں سے فرار کی کون سی ترکیب ہو
سکتی ہے۔ اسے کچھ بھی نہیں سوجھ رہا تھا۔ اس نے
تنگ آ کر اپنے جن دوست کو پکارا۔ جن دوست تو
خدا جانے کوہ قاف کے پار کون سی وادیوں اور جنگلوں
میں جا کر گم ہو گیا تھا کہ اس نے پلٹ کر کیٹی کو یاد ہی
نہیں کیا تھا۔ کیٹی نے اب اپنی شکل کو ایک چڑیا کے
تصور میں لایا اور چٹکی بجا دی۔ اس کا خیال تھا کہ شاید
چٹکی کام کرنے لگے۔ مگر توبہ کریں چٹکی بھی اب کھوکھلی
اور بے اثر ہو چکی تھی۔ شاید اس میں بھی ملاوٹ ہو
گئی تھی۔

کیٹی نے روشندان کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔
یہی ایک جگہ تھی جہاں سے وہ فرار ہو سکتی تھی مگر
سوال یہ تھا کہ وہ اس روشندان تک کیسے پہنچے؟ اچانک

اس نے دیکھا کہ اس کے جسم کے گرد کنیز نے ایک لمبی ریشمی
ڈوری باندھ دی تھی جس پر سفید موتی لگے تھے۔ پھر اس
نے دیکھا کہ اس کے آگے ریشمی ڈوری میں تانبے کا ایک
بکل یعنی مضبوط بکسوا لگا ہوا تھا۔ کیٹی نے ایک ترکیب
آزمانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے کمر کے گرد لپٹی ہوئی ریشمی
ڈوری اتار کر اس کے آگے تانبے کا مضبوط بکسوا باندھا اور
اسے گھما کر اوپر روشندان کی سلاخوں کی طرف پھینکا۔ بکسوا
سلاخوں سے ٹکرا کر نیچے آ گیا۔ کیٹی اسے سلاخوں میں پھنسانا
چاہتی تھی۔

اس نے کئی بار کوشش کی مگر ہر بار اسے ناکامی کا منہ
دیکھنا پڑا۔ وقت گزر رہا تھا۔ شام کے اندھیرے رات کی
سیاہیوں میں گم ہونے لگے تھے۔ تھوڑی دیر بعد عورتیں لے
لینے آنے والی تھیں اور اسے جاگیردار کی دلہن بنا دیا جانے
والا تھا۔ کیٹی نے نشانہ باندھ کر ایک بار جو ریشمی ڈوری کو
اوپر اچھالا تو اس کا بکسوا لوہے کے سلاخوں میں پھنس گیا۔

کیٹی نے رسی کی مدد سے اوپر اٹھنا شروع کر دیا۔ وہ
دیوار کے ساتھ پاؤں ٹکا کر بڑے آرام آرام سے اوپر چڑھ
رہی تھی۔ اسے ہر لمحے یہی خطرہ تھا کہ کہیں رسی ٹوٹ نہ
جائے۔ لیکن اس زمانے کی ہر چیز خالص ہوتی تھی اور اس کے

تانبے کے ہک میں بھی بہت طاقت تھی۔ کیٹی بڑی ہی
کوشش کے بعد آخر کامیاب ہو گئی اور روشندان کو اس
نے سلاخوں سے پکڑ کر اپنے آپ کو اوپر کھینچ لیا۔ یہ
روشندان اگرچہ چھوٹا تھا مگر اس میں اکڑوں ہو کر بیٹھنے کی
جگہ موجود تھی۔ کیٹی اس جگہ میں اپنے آپ کو سمٹ سمٹا
کر بیٹھ گئی۔

اس کے لیے سلاخوں کو اکھاڑنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔
اس نے بائیں ہاتھ سے دو سلاخوں کو مضبوطی سے پکڑ کر اپنی
طرف کھینچا۔ کیٹی میں اتنی طاقت تھی کہ دونوں سلاخیں پہلے
ٹیڑھی ہوئیں اور پھر پتھروں میں سے اکھڑ کر نکل گئیں اور کیٹی
کے ہاتھ میں آ گئیں۔

اب کیٹی نے سر باہر نکال کر دیکھا کہ نیچے ایک نہر بہہ
رہی تھی جس کا پانی چاند کی چاندنی میں چمک رہا تھا۔ اتنی
بلندی سے وہ چھلانگ نہیں لگانا چاہتی تھی۔ اس نے گھور
کر غور سے دیکھا تو اسے دو تین گز کے فاصلے پر ایک
درخت نظر آیا جو بہت گنجان تھا اس کی شاخیں روشندان
سے کچھ فاصلے پر اوپر تک آئی ہوئی تھیں۔ کیٹی کے لیے
ایک ہی راستہ تھا کہ وہ اس درخت پر چھلانگ لگانے میں
کامیاب ہو جائے۔ ناکامی کی صورت میں اگر وہ نیچے گر پڑتی

ہے تو اس کی ہڈیاں ٹوٹ جانے کا خطرہ تھا۔ اگرچہ وہ مر
تو نہیں سکتی تھی۔ مطلب ہے کہ ٹوٹی ہوئی ہڈی جڑ سکتی تھی
لیکن اس میں کچھ دن لگ جاتے تھے۔ اس لئے اس نے
——— بڑی سوچ سمجھ اور پوری ذمے داری کے ساتھ
——— یہی فیصلہ کیا کہ درخت پر ہی چھلانگ لگانی ہوگی۔

پہرے دار دوسری طرف تھے۔ یہاں سے کسی عورت کے
نکل کر فرار ہونے کا کسی کو خیال نہیں آ سکتا تھا۔ اس
لیے پہرے داروں نے اس جانب توجہ ہی نہیں دی تھی۔
کیٹی نے ایک ایک کر کے چھ سلاخیں اکھاڑ کر دوسری طرف
نہر میں پھینک دیں۔ ان کے بھاری بھاری گرنے سے ہلکی آوازیں
پیدا ہوئیں۔ کیٹی نے جھک کر نیچے دیکھا کہ کوئی پہرے دار تو
آواز سن کر ندی کی طرف نہیں گیا۔

کوئی نہیں گیا تھا۔ رات گہری اور سنسان ہو گئی تھی۔ صرف
نیچے نہر کے پانی کے پتھروں سے ٹکرا کر گذرنے کی آواز
سنائی دے رہی تھی۔ کیٹی نے اپنی نظریں رات کے اندھیرے
میں کچھ فاصلے پر اُگے ہوئے درخت کی گھنی شاخوں پر جما
دیں۔ اس نے اپنے پاؤں روشندان سے باہر نہر کی طرف
نکال لیے تھے۔ اس نے اپنا سانس روک لیا اور ایک ہی
بار زور سے اچھل کر چھلانگ لگا دی۔ وہ سیدھی درخت

کی گھنی شاخوں میں جا کر گری اور درخت میں سوتے ہوئے
پرندے پھڑ پھڑا کر اڑ گئے۔

پہرے دینے والے حبشی سپاہیوں نے چونک کر اڑتے
ہوئے پرندوں کی طرف دیکھا جو اندھیری رات میں غوطے لگا کر
آسمان کی تاریکی میں غائب ہو گئے تھے۔

"یہ پرندے کیوں اڑ گئے ہیں؟" ایک نے پوچھا۔

دوسرا حبشی بولا: "انہیں سوتے سوتے کوئی کام یاد
آ گیا ہوگا!"

اور وہ دونوں پہرے دار حبشی قہقہہ لگا کر ہنس دیئے۔

کیٹی درخت کی شاخوں میں دبکی بیٹھی ہوئی تھی۔ جب
اس نے دیکھا کہ چھت پر پہرے دینے والے دور چلے گئے
ہیں تو اس نے درخت کی شاخوں کا سہارا لے کر نیچے اترنا
شروع کر دیا۔ نہر کے کنارے بہت اندھیرا تھا۔ کیٹی کو
دلہن بنانے کے لیے کنیزوں نے جو ریشمی جھالریں اور ریشمی
رومال وغیرہ کیٹی کو باندھ رکھے تھے اس نے وہ سب
کچھ وہیں اتار کر پھینک دیا اور اپنے جسم پر صرف سادہ
سا لباس ہی رہنے دیا اور ندی کے کنارے کنارے شمال کی
طرف روانہ ہو گئی۔ کنیزوں سے اسے اتنا پتہ چل گیا تھا کہ
یہ یونان کی ——— ریاست کورنتھ تھی۔ اور اس ریاست پر سکندر

اعظم کے باپ فیلقوس کی حکومت تھی۔ سکندر اس وقت
نوجوان تھا اور اس کا باپ بیمار تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ
سکندر کو عروج ملنے ـــــ والا تھا۔

کیٹی تاریخ میں کافی پیچھے آ گئی تھی۔ اسے عنبر اور
ناگ ماریا کا خیال آنے لگا کہ وہ ابھی شاید یونانی دور میں
نہیں آئے ہوں گے۔

ناگ عنبر سے جدا ہوئے کیٹی کو بہت عرصہ گزر چکا
تھا۔ یہی سوچتی ہوئی وہ اندھیری رات میں نہر کے کنارے
کنارے چلی جا رہی تھی کہ اچانک اسے زخمی الو کا خیال آ
گیا جس کو وہ جاگیردار داروکش کی حویلی کی تیسری منزل کے
سٹور روم میں کپڑوں کے گٹھڑ کے پیچھے چھوڑ آئی تھی۔

"بے چارہ زخمی الو!"

کیٹی کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔ اب وہ اس حویلی
میں واپس نہیں جانا چاہتی تھی۔ اس نے زخمی الو کو خدا کے
سپرد کر دیا اور دل میں کہا کہ کاش اے میرے بھائی الو!
میں تمہاری مدد کر سکتی۔ اب میں مجبور ہوں۔ اگر کیٹی کو یہ
علم ہو جاتا کہ جس زخمی الو کو وہ الو سمجھ کر چھوڑ آئی ہے
وہ اصل میں ماریا ہے تو وہ وہیں سے واپس پلٹ کر حویلی
میں جاتی اور خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہوتا اسے واپس لے کر آتی

کیٹی ایک باغ میں آ گئی جہاں سنگ مرمر کے بڑے
بڑے ستونوں والی ایک بارہ دری بنی ہوئی تھی۔ ساری
جگہ سنسان پڑی تھی۔ آس پاس دور دور یونانی لوگوں کے
مکانوں پر اندھیرا چھایا ہوا تھا اور لوگ گہری نیند سوئے
تھے۔ کیٹی نے درختوں کو دیکھا۔ اندھیرے میں ان کی شاخوں
پر سیب لگے ہوئے تھے۔ یہ سیب کے باغ تھے۔ ایک
کتا زور سے بھونکنے لگا۔ اس نے کیٹی کی بو سونگھ لی تھی،
بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اس نے اپنے باغ میں کسی اجنبی
انسان کی بو سونگھ لی تھی۔

کتے کے بھونکنے کے ساتھ ہی پہرے دار حبشی جو باغ
کی رکھوالی پر رکھا گیا تھا۔ جاگ پڑا۔ وہ نیزہ لے کر کتے
کے پیچھے لپکا۔ کتا کیٹی کی طرف دوڑا۔ کیٹی بہت پریشان
ہوئی کہ یہ کم بخت نئی مصیبت کہاں سے آ گئی ابھی اس
نے کتے کے پیچھے پیچھے آتے پہرے دار کو نہیں دیکھا
تھا۔ کیٹی کتے سے بچنے کے لیے درخت پر چڑھنے
لگی تو کتے نے ایک عجیب سی انوکھی بو محسوس کی۔ یہ کیٹی
کے خلائی جسم کی خاص بو تھی جو صرف کوئی جانور ہی
محسوس کر سکتا تھا۔

... دار بھی وہیں رک گیا۔

کیٹی درخت کی شاخوں میں سے ان کو دیکھ رہی تھی۔
اب اس نے حبشی پہرے دار کو بھی دیکھ لیا تھا جس کے
ہاتھ میں نیزہ تھا۔ کتا کیٹی کی خلائی بُو سے خوف زدہ ہو
گیا تھا۔ وہ چاؤں چاؤں کرنے لگا۔ اور ڈر کر پیچھے کو
بھاگا۔ پہرے دار بھی اس کے پیچھے جانے ہی لگا تھا کہ
بدقسمتی سے کیٹی کا پاؤں شاخ پر سے ذرا سا پھسل گیا اور
ایک چھوٹی سی ٹہنی ٹوٹ کر نیچے گر پڑی۔

حبشی پہرے دار وہیں رُک گیا۔

اس نے درختوں کی طرف دیکھا اور نیزہ ہاتھ میں لیے
اس درخت کے نیچے آ گیا۔ جس میں کیٹی چھپی ہوئی تھی۔
کیٹی نے اپنا سانس روک لیا۔ مگر حبشی پہرے دار نے
کیٹی کو دیکھ لیا تھا۔ اس نے نیزہ اوپر اٹھاتے ہوئے
یونانی زبان میں چلّا کر کہا:

"تم جو کوئی بھی ہو۔ نیچے آ جاؤ۔ نہیں تو میں نیزہ
مار کر تمھیں ہلاک کر دوں گا۔"

کیٹی نے سوچا کہ فضول جھگڑے میں پڑنے سے بہتر
ہے کہ نیچے اتر جائے۔ وہ درخت پر سے اتر آئی۔
حبشی نے جب دیکھا کہ چور ایک عورت ہے تو بولا:

"تم اوپر کیا کر رہی تھیں؟"

کیٹی نے مسکرا کر کہا، "بھوک لگی تھی سیب توڑ کر
کھانے لگی تھی۔"

حبشی نے کیٹی کو بازو سے پکڑ کر کھینچا:

"چلو مالک کے پاس۔ تمھیں چوری سیب کھانے
کی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔"

باغ کے کنارے پر اس باغ کے مالک کا مکان تھا۔
حبشی نے کیٹی کو یہ کہہ کر ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا کہ
اس وقت رات ہے مالک سو رہا ہے اسے صبح اس کی
خدمت میں پیش کیا جائے گا۔ حبشی کیٹی کو کوٹھڑی میں بند
کر کے چلا گیا۔ اسے کیا خبر تھی کہ کیٹی کے لیے باہر سے
تالا لگے ہوئے دروازے کو کھولنا کوئی مشکل بات نہیں
ہے۔ جب کیٹی کو یقین ہو گیا کہ حبشی جا چکا ہے تو اس
نے دروازے کو اندر سے تھوڑا سا زور لگا کر دھکیلا تو
دروازے کی کنڈی تالے سمیت اکھڑ گئی۔

کیٹی نے باہر نکل کر ایک طرف بھاگنا شروع کر دیا۔
کورنتھ شہر اونچی نیچی زمین پر آباد تھا۔ اس کی آبادی زیادہ
نہیں تھی اور اس کے چھوٹے دیہات آس پاس کے علاقے
میں پھیلے ہوئے تھے۔ ان سب پر اندھیرا اور خاموشی چھائی
ہوئی تھی۔ کیٹی نے ستاروں کی مدھم روشنی میں پہاڑیوں

کے درمیان ایک شاندار محل دیکھا جس کے سفید مرمریں
ستون ستاروں کی روشنی میں دھندلے دھندلے نظر آ رہے
تھے۔ یہی وہ محل تھا جہاں آنے والی تاریخ کا ایک عظیم
جرنیل سکندر اعظم پرورش پا رہا تھا۔ ابھی وہ صرف سکندر
تھا۔ سکندر اعظم نہیں بنا تھا۔

کیٹی سرو کے درختوں کے درمیان بنے ہوئے ایک
خوبصورت سنگ مرمر کے مکان کے قریب سے گذری تو
اسے ایک عورت گھوڑے پر بیٹھی مکان کے بڑے گیٹ
میں سے داخل ہوتی دکھائی دی۔ یہ عورت شکل صورت اور
لباس سے کوئی شاہی خاندان کی عورت لگتی تھی۔

کیٹی رُک گئی۔ اس نے دیکھا کہ مکان کے اندر ایک
کمرے کی کھڑکی کے جھروں میں سے شمع کی ہلکی ہلکی روشنی
باہر نکل رہی تھی۔ کیٹی سوچنے لگی کہ آدھی رات کو یہ خوبصورت
چہرے اور شاہانہ لباس والی عورت اس اکیلے مکان میں
کیا کرنے آئی ہے؟۔

وہ سرو کے درختوں میں سے گذر کر کھڑکی کے جالی
دار جھروں کے پاس آئی اور اس نے جھانک کر اندر
دیکھا۔ وہی خوبصورت چہرے والی عورت اندر قالین کے
فرش پر رکھے چمڑے کے دیوان پر بیٹھی سامنے پلنگ

پر بیٹھی ایک عورت سے باتیں کر رہی تھی۔ پلنگ پر جو
عورت بیٹھی تھی اس کے بال کنپٹیوں پر سے سفید ہو رہے
تھے۔ خوبصورت عورت کہہ رہی تھی۔

"اماں! تم فکر مت کرو۔ میں نے جال پھینک
دیا ہے۔ سکندر پر میرا جادو چلنے ہی والا ہے۔
ایک بار وہ میرے دام میں گرفتار ہو گیا تو پھر
میں اسے ورغلا کر ہلاک کر ڈالوں گی اور ہمارا
بھائی کورنتھ کا وارث بن جائے گا!"

بوڑھی عورت نے کہا: "رتلانہ! تمہیں ہر کام
بڑی ہوشیاری اور سوچ سمجھ کر کرنا ہو گا۔ سکندر
کے ساتھ اس کا عقلمند استاد ارسطو ہوتا ہے جو یونان کا
سب سے بڑا فلاسفر اور دانشمند انسان ہے۔"

اس خوبصورت عورت کا نام رتلانہ تھا اور وہ شاہی خاندان
سے تعلق رکھتی تھی اور سکندر کو قتل کروا کر اپنے بھائی کو شاہی
تخت پر بٹھانا چاہتی تھی۔ اس وقت وہ شاہی محل میں سکندر کی
خاص دوست تھی اور اس پر ڈورے ڈال رہی تھی تاکہ اسے
اعتماد میں لے کر اسے کسی ایسے طریقے سے زہر دے کر مار
ڈالے کہ اس پر بھی شک نہ ہو اور سکندر بھی راستے سے صاف
ہو جائے۔ اس نے اپنی ماں سے کہا:

"اماں! میرے دل میں ایک خیال آیا ہے۔ کیوں نہ میں سب سے پہلے سکندر کے استاد ارسطو کو راستے سے ہٹا دوں، کیوں کہ سکندر اپنے استادِ ارسطو کی ہر ہدایت پر چلتا ہے اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا۔ اس کا کھانا اور پانی ارسطو کی ہدایت پر ہی پہلے جانور کو کھلا کر آزمایا جاتا ہے کہ اس میں زہر تو نہیں ہے۔"

رتلانہ کی ماں نے کہا: "تم نے بڑا عمدہ خیال سوچا ہے۔ اگر تم ارسطو کو اپنے راستے سے ہٹا سکو تو پھر کامیابی خود آگے بڑھ کر تمہارے قدم چومے گی۔"

رتلانہ بولی: "یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ اگرچہ ارسطو کافی عمر کا ہو چکا ہے۔ اور بے حد عقل مند اور دانا آدمی ہے لیکن میں اسے بیوقوف بنانے میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گی۔ اب میں جاتی ہوں بہت جلد آپ کو اپنی کامیابی کی خوش خبری سنانے آؤں گی۔"

خوبصورت عورت رتلانہ باہر چلی گئی۔

کیٹی نے یہ ساری باتیں سن لی تھیں اور سوچنے لگی کہ سکندر اعظم کو اس عورت کی خونی سازش سے بچانا چاہیے۔

کیوں کہ اس کو آگے چل کر دنیا کا سب سے بڑا جرنیل بننا ہے اور آدھی دنیا کو فتح کر کے تاریخ میں بہادری کے کبھی نہ بھلائے جانے والے کارنامے چھوڑنے ہیں۔ اب اس نے کسی ایسی ترکیب پر غور کرنا شروع کیا جس پر عمل کر کے وہ سکندر اعظم کے محل میں داخل ہو سکتی تھی۔

کیٹی وہاں سے چل کر سکندر اعظم کے محل کے آس پاس آ گئی اور دیکھا کہ ایک خوبصورت باغ ہے جس میں چشمہ بہہ رہا ہے۔ کیٹی وہاں بیٹھ کر اپنی ترکیب پر غور کرنے لگی۔ تھوڑی ہی دیر میں صبح کی روشنی پھیلنے لگی۔ اور کیٹی نے دیکھا کہ ایک عورت جس نے شاہی محل کی کنیزوں ایسا سرخ اور نیلا لباس پہن رکھا تھا کاندھے پر صراحی رکھے چشمے پر پانی بھرنے چلی آ رہی ہے۔

کیٹی اٹھ کر درختوں کے پیچھے چلی گئی۔ وہ عورت چشمے پر آئی۔ اس نے صراحی چشمے میں ڈبو کر پانی اس میں بھرا اور باہر نکال کر پتھروں پر رکھی اور اپنے بال سنوارنے لگی۔ کیٹی اسے غور سے دیکھ رہی تھی کہ اچانک وہ عورت چیخ مار کر گر پڑی۔ کیٹی بے اختیار ہو کر درخت کے پیچھے سے نکلی اور بھاگ کر اس عورت کے پاس آ گئی۔ کیا دیکھتی ہے کہ ایک خطرناک سانپ پھن اٹھائے عورت کے اوپر

جھوم رہا ہے اور اسے ڈسنے ہی والا ہے۔

کیٹی نے آگے بڑھ کر سانپ کو گردن سے پکڑ لیا۔ سانپ کو بھی کیٹی کے جسم سے اب ناگ دیوتا کی بُو آگئی تھی۔ اس لئے اپنا پھن فوراً سمیٹ لیا اور اس کے آگے جھکا دیا۔ کیٹی نے سانپ کو دور درختوں کی طرف اچھال کر پھینک دیا۔ وہ عورت جلدی سے اٹھ بیٹھی اور کیٹی کو گلے سے لگا کر اس کا ماتھا چوم لیا۔

"بہن تم اس وقت رحمت کا فرشتہ بن کر آگئی ہو۔ اگر تم نہ آتیں تو یہ سانپ مجھے ہلاک کر ڈالتا۔ تم کون ہو؟"

کیٹی نے کہا "میرا نام کیٹی ہے۔ میں ایک غریب عورت ہوں اور اس شہر میں کسی جگہ نوکری کر کے زندگی کے دن گزارنا چاہتی ہوں۔"

وہ عورت بولی "میرا نام شازینہ ہے۔ میں شاہی محل میں کنیز ہوں اگر تم پسند کرو تو میرے ساتھ شاہی محل میں چل کر رہو۔ میں ملکہ سے کہہ کر تمہیں بھی نوکر رکھوا دوں گی۔ تم خوبصورت ہو اور تمہاری آنکھیں نیلی ہیں۔ ملکہ تمہیں ضرور کنیز رکھ لیں گی۔"

کیٹی بھی تو چاہتی تھی۔ فوراً راضی ہو گئی اور اس عورت

شازینہ کے ساتھ شاہی محل کی طرف روانہ ہو گئی۔ شازینہ نے کیٹی کو سکندر اعظم کی والدہ ملکہ سے ملایا اور ملکہ نے کیٹی کو محل میں کنیز بن کر خدمت کرنے کی اجازت دے دی۔ کیٹی نے اس محل میں رتلانہ کو بھی دیکھا۔ یہ وہی عورت تھی جو سکندر اعظم کے خلاف سازش کر کے اسے زہر دینے کی کوشش کر رہی تھی اور اب سکندر کے اُستاد دنیا کے دانشمند انسان ارسطو کو اپنے دام میں پھنسانے کی فکر میں تھی۔ اس زمانے میں سکندر کا باپ زندہ تھا اور سکندر سولہ سترہ برس کا ایک منہ زور کھلنڈرا مگر بڑا بہادر شہزادہ تھا۔ اگرچہ وہ شہزادی رتلانہ کی محبت میں گرفتار ہو چکا تھا مگر سکندر پر ارسطو کا بہت اثر تھا اور اس کی وجہ سے وہ محبت کے جھمیلوں سے دُور دُور رہتا تھا۔

کیٹی نے بہت جلد محسوس کیا کہ شہزادی رتلانہ نے ارسطو پر ڈورے ڈالنے شروع کر دیئے تھے۔ ایک دن ارسطو شاہی باغ میں ایک بنچ پر بیٹھا کسی مسئلے پر غور کر رہا تھا کہ شہزادی رتلانہ اس کے پاس آکر بیٹھ گئی اور اس سے پیار محبت کی باتیں کرنے لگی۔

ارسطو مسکرانے لگا اور بولا:

"شہزادی رتلانہ! تم مجھے کس لیے اپنی جھوٹی محبت

کے دام میں پھنسانا چاہتی ہو؟"

شہزادی بھی بڑی چالاک تھی۔ اس نے رونا شروع کر دیا
اور سسکیاں بھرتے ہوئے بولی:

"اے عظیم فلاسفر ارسطو! تم میری محبت کا مذاق تو
نہ اڑاؤ۔ اگر تم میری محبت کا جواب محبت سے نہیں
دے سکتے تو کم از کم میری محبت کی توہین تو نہ کرو۔"

ارسطو چونک سا گیا۔

پیارے دوستو! عورت کا تریا چرتر یعنی چالاکی اور مکاری
بڑی مشہور ہے۔ تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ دنیا میں
بری عورتوں نے اپنی مکاری اور چالاکی سے بڑے بڑے
بہادروں، بادشاہوں اور عظیم انسانوں کو بے وقوف بنا کر انہیں
ذلت کی گہرائیوں میں گرا دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نیک
عورتیں کبھی ایسا نہیں کرتیں اور یہ بھی درست ہے کہ نیک
اور ارادے کے پکے انسانوں پر بدکار اور بری عورتوں کی
مکاری کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ لیکن پھر بھی انسان پر عورت کا
اثر ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارا دین اسلام ہمیں ہدایت
کرتا ہے کہ ہمیں برائی کے قریب نہیں جانا چاہیے کیونکہ
ہو سکتا ہے ہماری کسی کمزوری کی وجہ سے ہم پر اس برائی
کا اثر ہو جائے اور دانا لوگ بھی کہہ گئے ہیں کہ بری صحبت

میں مت بیٹھو۔ کہیں تم پر اس کا اثر نہ ہو جائے۔ ہمیشہ
اپنے کردار کو بلند رکھو۔ اپنے خیالات کو پاکیزہ رکھو۔ اعلیٰ
ترین، پاکیزہ ترین اور نیک باتوں کے بارے میں سوچو۔
زندگی کا کوئی اونچا مقصد بناؤ اور اسے حاصل کرنے کے
لیے پوری دیانت، پاکیزگی، نیکی اور خدا کے خوف کو دل
میں رکھ کر محنت کرو۔ تم ضرور کامیاب ہو گے اور ایسے ہی
لوگوں کو خدا پسند کرتا ہے۔

یہ میں تمہیں نصیحت نہیں کر رہا بلکہ سچی باتیں بیان کر
رہا ہوں۔ کیوں کہ جن لوگوں نے ان باتوں پر عمل نہیں کیا
تاریخ گواہ ہے کہ ایسے لوگ دنیا میں ذلیل و رسوا ہوئے۔
اس لیے تم آج ہی سے اپنے دل اور دماغ میں سے
برے خیال باہر نکال پھینکو۔ تم دیکھو گے کہ جب تمہارے
دل میں خدا کی محبت اپنی جگہ بنا لے گی تو دنیا کا سارا
خوف اور غم دور ہو جائے گا۔ لوگ تم سے محبت کرنے
لگیں گے اور کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔

ارسطو اگرچہ بہت دانا انسان تھا مگر ابھی اس میں کچھ
کمزوری تھی اور شہزادی دلربا نے اس کی اسی کمزوری
پر حملہ کر دیا تھا اور ارسطو شکست کھا گیا۔ چنانچہ وہ شہزادی
کی محبت میں گرفتار ہو کر ایک کمزور کردار والے انسان کی

طرح اس کے پیچھے پیچھے پھرنے لگا۔ ایک روز شہزادی رتلانہ نے یہ آزمانا چاہا کہ ارسطو اس کے دام میں کس قدر پھنس چکا ہے۔ اس نے ارسطو سے کہا کہ وہ دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر چلے۔

ارسطو نے پوچھا: "تم مجھے بکرا بنانا چاہتی ہو شہزادی؟"

شہزادی رتلانہ بولی: "ہاں ارسطو! کیوں کہ میں تمہارے اوپر سوار ہو کر اس کمرے میں سیر کرنا چاہتی ہوں۔"

ارسطو چونکہ اس مکار عورت کی جھوٹی محبت میں بڑی طرح پھنس چکا تھا اس لیے فوراً دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر جھک گیا اور بولا:

"شہزادی! میں تمہارا بکرا ہوں۔ تم مجھ پر سواری کر سکتی ہو!"

شہزادی رتلانہ ارسطو کی پیٹھ پر سوار ہو گئی اور اپنے دوپٹے کا ہنٹر بنا کر اسے مارتی جاتی اور کہتی جاتی۔

"چلو میرے بکرے۔ شاباش!"

اتفاق سے عین اس وقت سکندرِ اعظم کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس نے جو دیکھا کہ اس کا استاد اور دنیا کا دانا ترین انسان ارسطو بکرا بنا ہوا ہے اور شہزادی رتلانہ

اس کے اوپر سوار اسے ہنکار رہی ہے۔ تو اس پر گویا بجلی سی گر پڑی۔ غصے اور حیرت سے اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اس نے چلا کر کہا:

"استاد! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔"

شہزادی رتلانہ جلدی سے ارسطو کی پیٹھ پر سے اتر گئی۔ ارسطو بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اب اسے احساس ہوا کہ اس سے کتنی بڑی حماقت ہو گئی ہے۔ اس نے سکندر کی طرف دیکھ کر کہا:

"سکندر! اس واقعے سے سبق حاصل کرو۔ غور کرو کہ اگر عورت مجھ ایسے تجربہ کار، دانا فلسفی کو بے وقوف بنا سکتی ہے تو تمہارا کیا حشر نہیں کر سکتی۔"

شہزادی رتلانہ وہاں سے بھاگ گئی۔ کیٹی ایک ستون کی اوٹ میں کھڑی یہ سارا تماشہ دیکھ رہی تھی۔ ارسطو نے آگے بڑھ کر سکندر کے کاندھے پر اپنا ہاتھ رکھا اور مسکراتے ہوئے کہا:

"میں سیدھی راہ سے بھٹک گیا تھا اور ایک چالاک عورت کے فریب میں آ کر اپنی عزت وقار اور آبرو سے کھیلنے لگا تھا۔ میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم نے میری آنکھیں کھول دیں۔ اب میں

تمہاری آنکھیں کھولنا چاہتا ہوں اور تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اس عبرت انگیز واقعے سے سبق حاصل کرو اور زندگی کی کسی منزل میں عورت کو اپنے راستے کی رکاوٹ مت بننے دینا۔ تم جوان ہو اور جوانی میں عورت انسان کو سیدھے راستے سے بھٹکا دیتی ہے۔ اگر وہ مجھ بوڑھے آدمی کو ورغلا سکتی ہے تو ایک جوان آدمی پر کیا قیامت نہیں ڈھا سکتی۔ مگر تم اپنے ارادے کو چٹان کی طرح مضبوط رکھنا۔ کیوں کہ تم عورتوں سے محبتیں کرنے کے لیے پیدا نہیں ہوئے۔ قدرت نے تمہیں ساری دنیا فتح کرنے کے لیے پیدا کیا ہے تمہیں ایک ایسا بہادر جرنیل بننا ہے جس کا نام تاریخ میں ہمیشہ سنہری لفظوں سے لکھا جائے گا اس لیے اپنے کردار کو ہمیشہ بلند رکھنا۔ کیوں کہ کردار کی بلندی کے بغیر تم یہ مقام حاصل نہیں کر سکو گے؟

یہ کہہ کر ارسطو کمرے سے باہر نکل گیا۔ سکندر اعظم کچھ دیر وہاں کھڑا خیالوں میں کھویا رہا پھر اس نے سر اٹھا کر اپنی گردن کو بلند کیا اور پردہ اٹھا کر دوسری جانب چلا گیا۔

شہزادی رتلانہ کو محسوس ہو گیا تھا کہ اس نے ایک تیر سے دو نشانے لگانے چاہے تھے مگر اب ایسا لگتا تھا کہ دونوں

نشانے اس کے ہاتھ سے نکل گئے ہیں۔ ارسطو کو ہوش آ گیا تھا اور اب سکندر بھی ہوشیار ہو جائے گا اور شہزادی کے چکر میں نہیں آئے گا۔ ادھر کیٹی کو بھی احساس تھا کہ شہزادی رتلانہ ناکام ہونے کے بعد اب کوئی دوسری چال چلے گی اور یہ چال بڑی ہی خطرناک ہو گی۔ اب وہ شہزادی رتلانہ کی دوسری خطرناک چال کے سراغ میں تھی۔ کیٹی شاہی محل کی کنیز بن چکی تھی اور وہ بڑی آزادی سے محل میں جس طرف چاہے گھوم پھر سکتی تھی۔

○

اب ہم واپس واردکش جاگیردار کی حویلی میں واپس آتے ہیں جہاں حویلی کی دوسری منزل کے سٹور روم میں کیٹی زخمی الو کو کپڑوں کے ڈھیر کے پیچھے چھوڑ آئی تھی اور اسے ہرگز یہ علم نہیں تھا کہ زخمی الو کی شکل میں وہ ماریا تھی۔ ماریا کو اس کاٹھ کباڑ کی چھوٹی سی کوٹھڑی میں پڑے تین چار روز گذر گئے تھے۔ اس دوران میں کوئی بھی اس کوٹھڑی میں نہیں آیا تھا۔ وہ چونکہ الو کی شکل میں تھی اس لیے باہر نہیں نکل سکتی تھی۔ اس کا زخم اچھا ہو گیا تھا اور اب وہ کوٹھڑی میں چل پھر سکتی تھی مگر کوٹھڑی سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

پانچویں روز شام کے وقت کسی نے کوٹھڑی کا دروازہ

کھول اور ایک غلام اندر داخل ہوا۔ جونہی دروازہ کھلا ماریا
پھڑپھڑاتی ہوئی باہر کو اڑ گئی۔ غلام دیکھتا ہی رہ گیا کہ یہ
پرندہ کوٹھڑی میں کہاں سے آ گیا تھا۔ ماریا دوسری منزل کے
ایک کمرے کے کھلے روشندان میں سے باہر نکل گئی۔ کھلی ہوا
میں آ کر اس نے دیکھا کہ اس کے نیچے ایک شہر کے مکان
ہیں۔ اونچی نیچی سرسبز پہاڑیاں ہیں اور ایک ندی بہہ رہی ہے۔
چونکہ وہ الو کی شکل میں تھی اس لیے اسے کیٹی کی خوشبو
نہیں آ رہی تھی۔ وہ ایک درخت پر اتر کر بیٹھ گئی۔ وہ الو
کے روپ میں تھی اس لیے اسے دن کی روشنی آنکھوں میں
چبھ رہی تھی۔

جب ذرا شام گہری ہوئی اور اندھیرا چھا گیا تو اس نے
آنکھیں کھول دیں اور غور کرنے لگی کہ اس کے ساتھ کیا حادثہ
گزر گیا ہے۔ اسے کچھ کچھ یاد آ رہا تھا۔ اب اسے کچھ معلوم
نہیں تھا کہ وہ اپنی اصلی ماریا کی شکل میں کب اور کیسے واپس
آئے گی۔ اسے اب ناگ عنبر اور کیٹی بھی تھوڑا تھوڑا یاد
آنے لگے تھے۔ تھوڑی دیر گزرنے کے بعد اس کا ذہن بالکل
صاف ہو گیا۔ اسے سب کچھ یاد آ گیا کہ وہ کون ہے اور ناگ۔
عنبر کیٹی اس کے ساتھی ہیں اور اس سے جدا ہو چکے ہیں۔
ماریا درخت کی شاخ پر بیٹھی رہی۔ رات ہو گئی۔ ایک

گہری خاموشی چاروں طرف چھا گئی۔ ماریا کو بھوک محسوس ہوئی۔
وہ الو کی شکل میں تھی اور اسے کھانے کے لیے گوشت چاہیے
تھا۔ اندھیری رات میں اس کی الو کی آنکھیں سب کچھ دیکھ رہی
تھیں۔ اچانک اس کی نظر نیچے بہتی ندی کے پانی پر گئی۔ وہاں
اسے ایک مچھلی کنارے پر سر نکالے دکھائی دی۔ یہ بڑا اچھا
شکار تھا۔ ماریا نے درخت کی ٹہنی پر سے ایک اڈاری ماری
اور سیدھی نہر کے پانی میں مچھلی کے اوپر آ کر اسے چونچ
ماری کہ اٹھا کر درخت پر لے جائے اور وہاں جا کر اسے
آرام سے کھائے مگر مچھلی غڑاپ سے پانی میں اتر گئی اور ماریا
کی چونچ ایک سخت پتھر سے ٹکرائی اور وہ بے ہوش ہو کر پانی
میں گر گئی۔

نہر کے پانی نے اسے اپنی لہروں میں نیچے اتار لیا۔ وہ
تہہ کی ریت کے ساتھ لگ گئی اور کچھ مچھلیاں اس کے ارد
گرد چکر لگانے لگیں۔ اس میں وہ مچھلی بھی تھی جس کو اچک
کر لے جانے کی ماریا نے کوشش کی تھی۔ ان مچھلیوں میں سے
سیاہ تھوتھنی اور سرخ آنکھوں والی ایک مچھلی آگے بڑھی اور
اس نے ماریا کی گردن میں اپنے دانت گاڑ کر زور سے جھٹکا
دیا اور ماریا کو چھوڑ دیا۔ ماریا کی گردن سے خون نکلنے لگا۔
نہر کا پانی سرخ ہو گیا۔ مچھلیاں وہاں سے غائب ہو گئیں۔

ماریا کو ہوش آیا تو اس نے اپنے جسم کے اندر ایک زبردست
تبدیلی محسوس کی۔ اس نے دیکھا کہ وہ نہر کے پانی میں تہہ کے
ساتھ لگی بیٹھی ہوئی ہے اور اس کا نچلا دھڑ مچھلی کا بن چکا
ہے اور اوپر والا دھڑ ایک عورت کا ہے اور سر الو کا
ہے۔ اس کی چیخ نکل گئی۔

وہ ایک ایسی جل پری بن چکی تھی جس کا نچلا دھڑ مچھلی
کا۔ اوپر والا دھڑ عورت کا اور سر الو کا تھا۔ اس کا دم
گھٹ رہا تھا۔ وہ تیزی سے پانی کی سطح پر آ گئی۔ جونہی اس
نے اپنا سر پانی سے باہر نکالا دو عورتیں جو ندی کے کنارے
بیٹھی باتیں کر رہی تھیں اس کی عجیب و غریب بھیانک شکل
کو دیکھ کر چیخیں مارتیں ڈر کر بھاگ گئیں۔

ماریا جلدی سے ندی میں غوطہ لگا گئی۔ اس نے آگے تیرنا
شروع کر دیا۔ ندی آگے جا کر ایک دریا میں گر جاتی تھی۔
ماریا دریا میں آ گئی۔ مگر اس نے محسوس کیا کہ وہ جل پری کی
طرح زیادہ دیر پانی کے اندر نہیں رہ سکتی تھی۔ شاید اس لیے
کہ اس کا سر الو کا تھا۔ دن کا وقت تھا۔ ماریا نے اپنے آپ
کو دریا کنارے ایک جگہ پانی سے باہر نکال لیا اور جھاڑیوں میں
چھپ کر ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ اب اس نے اپنے باقی جسم کو
دیکھا۔ پیٹ تک اس کا جسم عورت کا تھا اور پیٹ کے نیچے باقی

سارا جسم ایک مچھلی کا تھا جس کے نیچے پاؤں کی جگہ ایک دم
بنی ہوئی تھی۔ ماریا کے دونوں ہاتھ اس کے پیچھے انسانی ہاتھ تھے۔
اس نے ہاتھوں سے اپنے منہ کو ٹٹولا۔ اور پھر پانی میں اپنا عکس
دیکھا۔ اس کا چہرہ الو کا تھا مگر عام الو سے بڑا تھا۔ اس کی یادداشت
ٹھیک تھی اور اسے عنبر ناگ کیٹی کا خیال آنے لگا تھا۔ اس نے
اداس ہو کر سر جھکا دیا کہ خدا جانے اس تکلیف دہ حالت میں وہ
کب تک رہے اور عنبر ناگ کیٹی سے اس کی ملاقات اب کب
ہو! اس کو معلوم ہو چکا تھا کہ جس مچھلی کو اس نے پکڑنے کی کوشش
کی تھی یہ اس کا طلسم اس پر اثر کر گیا ہے۔

○

یونان کا خطرناک جادوگر

دوپہر تک ماریا وہیں دریا کنارے بیٹھی رہی۔

وہ اپنی افسوسناک حالت پر غم بھی کر رہی تھی اور اس حالت سے نجات حاصل کرنے کے طریقوں پر غور بھی کر رہی تھی یہ اس کے اختیار میں نہیں تھا۔ وہ کسی خطرناک طلسم کے اثر میں آ گئی ہوئی تھی اور اب کوئی دوسرا طلسم ہی اس کو توڑ سکتا تھا۔ دو ماہی گیر وہاں سے گذرے۔ ماریا ان کو دیکھ کر پتھر سے اتر کر جھاڑیوں میں سرک گئی۔ جھاڑیوں میں سرسراہٹ ہوئی تو ایک ماہی گیر نے کہا:

"یہاں جھاڑیوں میں کوئی چھپا ہوا ہے۔"

وہ جونہی جھاڑیوں کی طرف بڑھا ماریا رینگتی ہوئی دریا کی طرف لپکی۔ دونوں ماہی گیروں نے ایک الو کی شکل والی جل پری کو دیکھا تو خوف زدہ سے ہو کر وہیں کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ ماریا نے دریا میں چھلانگ لگا کر غوطہ لگا لیا۔

ماہی گیر شور مچاتے شہر کی طرف دوڑ پڑے۔ سارے شہر میں

یہ بات پھیل گئی کہ دریا میں کوئی جل پری آ گئی ہے جس کی شکل الو جیسی ہے۔ لوگ اس انوکھی جل پری کو دیکھنے کے لیے دریا کی طرف آنے لگے۔ مگر ماریا دریا کے آگے جا کر ایک جگہ چٹانوں میں چھپ کر بیٹھ گئی تھی۔

کیٹی نے بھی سنا کہ ایک الو کی شکل والی جل پری وہاں نکل آئی ہے مگر اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ یہ ماریا ہو گی۔ ادھر شہزادی رتلانہ نے جب دیکھا کہ سکندر اعظم کو زہر دینے کی سازش کرنا مشکل ہو گیا ہے تو اس نے باغ والے مکان میں جا کر اپنی ایک خاص جادوگر بوڑھے کو بلوا لیا جو جادو ٹونہ کرتا تھا اور کالے علم کا بڑا ماہر تھا۔ بڈھے جادوگر نے شہزادی کی ماں سے کہا:

"بیگم صاحبہ۔ آج کل شہر میں مشہور ہے کہ دریا میں ایک ایسی جل پری آئی ہوئی ہے جس کا سر گردن تک الو کا ہے۔ اگر کسی طریقے سے آپ اس جل پری کو پکڑ کر قید کر کے رکھ لیں تو دس دن کے بعد اس کی گردن سے ایک پر جھڑ کر گرے گا۔ وہ پر بڑا قیمتی ہو گا میں اس پر عمل کروں گا۔ اگر آپ اس پر کو سکندر اعظم کے سرہانے تلے رکھوا دیں تو سکندر اس سرہانے پر سر رکھتے ہی مر جائے گا۔"

شہزادی کی ماں نے کہا: "یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ میں اپنے خاص آدمیوں کو کہہ کر اس جل پری کو پکڑوا لیتی ہوں تم فکر نہ کرو۔ یہ کام بہت جلد ہو جائے گا۔"

بڈھا جادوگر بولا: "تو پھر آپ بھی فکر نہ کریں۔ سکندرِ اعظم زندہ نہیں رہے گا۔"

شہزادی رتلانہ کی ماں نے اپنے اعتبار والے چار نوکروں کو سونے کی اشرفیاں انعام میں دے کر کہا۔ کہ وہ جس طرح بھی ہو سکے جل پری کو دریا سے پکڑ کر اُس کے مکان کے پچھلے کمرے میں بند کر دیں۔ انہیں اور بھی انعام دیا جائے گا۔ وہ چاروں آدمی جو ماہی گیر بھی تھے۔ جل پری کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔

ماریا جل پری کے روپ میں دریا میں آ گے جا کر چٹانوں میں چھپی رہتی تھی اور سوچتی کہ اپنی اصلی شکل میں کیسے آئے اور عنبر ناگ سے کیوں کر ملے۔ یہ چار ماہی گیر بھی بڑے تجربہ کار تھے۔ انہیں جل پری کی بُو آ رہی تھی اور وہ اس کا سراغ لگاتے لگاتے ان چٹانوں میں پہنچ گئے جہاں ماریا جل پری کے روپ میں چھپی ہوئی تھی۔

ماہی گیروں نے بڑی ہوشیاری اور چالاکی سے کچھ اس

قے سے جال پھینکا کہ ماریا اس میں پھنس گئی۔ ماریا
اس کی اصلی طاقت باقی نہیں رہی تھی۔ جتنی ایک جل
میں طاقت ہوتی ہے بس اتنی ہی طاقت اس میں تھی۔
نے جال سے باہر نکلنے اور اس کی رسیوں کو توڑنے
بہت کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکی اور ماہی گیر
رات کے اندھیرے میں پکڑ کر شہزادی رتلانہ کی والدہ
مکان میں لے گئے اور اسے ایک کمرے میں لے
جا کر بند کر دیا گیا۔

شہزادی رتلانہ اور والدہ بہت خوش ہوئیں۔ اب انہیں
جل پری کی گردن کا ایک پَر حاصل کرنے کے لیے
دس دن تک انتظار کرنا تھا۔ شہزادی رتلانہ نے اپنی خاص
کنیز شازینہ کی ڈیوٹی لگا کہ وہ جل پری والے بند کمرے کی
دس دن تک حفاظت کرے تاکہ جل پری دروازہ توڑ کر
باہر نہ نکل سکے۔ شازینہ کو پہرہ دیتے جب سات روز
ہو گئے تو ایک دن اس کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی۔
اس نے کیتھ سے کہا کہ آج وہ اس کی جگہ پہرہ دے۔
کیتھ پہرہ دینے کے لیے گئی تو اسے تو ماریا کی بُو نہ آئی مگر
ماریا کو اس کی بُو آ گئی۔ وہ جل پری کی شکل میں بند اندھیرے کمرے
فرش پر پڑی ہوئی تھی اسے کیتھ کی بُو آئی تو جلدی

ے اپنی جگہ سے اٹھی اور دروازے کو دھڑ دھڑانے لگی۔
کیٹی نے دروازے کے سوراخ میں سے دیکھا کہ الو کی
شکل والی جل پری دروازے پر اپنی دم زور زور سے
مار رہی ہے۔

کیٹی نے اسے بالکل نہ پہچانا کہ وہ ماریا ہے۔ وہ تو
اسے پہچان بھی نہیں سکتی تھی اس نے چلا کر کہا:
"ارے احمق جل پری! تو کیوں اپنی دم پٹخ رہی
ہے یہاں سے تو دس دن کے بعد ہی نکلے گی
اب شور نہ مچا"

ماریا کو سخت مایوسی ہوئی کہ کیٹی کو اس کی بُو نہیں جا رہی
تھی۔ اس کا خیال تھا کہ کیٹی نے اس کی بُو کو سونگھ لیا ہوگا۔
اور وہ اسے وہاں سے نکال دے گی مگر کیٹی کے الفاظ سن
کر سمجھ گئی کہ اس نے اسے نہیں پہچانا۔ ماریا نے دروازے
پر اپنی دم مارنا بند کر دی۔ اس کا سر الو کا تھا اور وہ
کیٹی کو آواز بھی نہیں دے سکتی تھی۔ دس دن گذر گئے۔
گیارہواں دن شروع ہوا تو آدھی رات کو بڈھا جادوگر جل
پری والے کمرے میں گیا اور دیکھا کہ ماریا کی گردن سے
ایک پَر نیچے گرا ہوا تھا۔ وہ پَر کو اٹھا کر لے آیا اور اس
پر اس نے عمل پڑھنا شروع کر دیا۔

شہزادی کی ماں نے پوچھا کہ کیا جل پری کو واپس دریا
میں ڈال دیا جائے تو جادوگر نے اسے منع کر دیا اور
کہا کہ جب تک سکندرِ اعظم کی موت واقع نہیں ہو جاتی
اس وقت تک جل پری کو کمرے ہی میں بند رکھا جائے۔
کیوں کہ اگر ایک پَر نے کام نہ کیا تو پھر ہو سکتا ہے کہ
دوسرا پَر استعمال کرنا پڑے۔

بڈھے جادوگر نے پَر پر کالا علم پڑھ کر پھونکا اور شہزادی
رتلانہ سے کہا:

"شہزادی! اس پَر میں زبردست قاتلانہ طاقت آ
گئی ہے اسے اب تم کسی طریقے سے سکندرِ اعظم
کے بستر پر سرہانے کے نیچے جا کر چھپا دو۔
رات کو جب سکندر اس پر سر رکھ کر سوئے گا
تو صبح مر چکا ہو گا۔"

اس وقت کمرے میں شہزادی رتلانہ، اس کی والدہ اور بڈھے
جادوگر اور کوئی نہیں تھا۔ شہزادی رتلانہ نے طلسمی قاتل پَر لے
کر رکھ لیا اور سیدھی محل کی طرف روانہ ہو گئی۔ وہ محل کی
شاہ زادی تھی اور اس کے لیے سکندر اعظم کے کمرے
میں جانا کوئی مشکل بات نہیں تھی۔ ادھر اُدھر پھرتی پھراتی
وہ موقع دیکھ کر سکندر کی خواب گاہ میں داخل ہو گئی۔

خواب گاہ بالکل خالی تھی۔ اس نے جلدی سے بستر کے سرہانے کے نیچے قاتل طلسمی پَر کو چھپا دیا اور تیزی سے وہاں سے نکل گئی۔ وہ دل میں بڑی خوش تھی کہ اس کا تیر ٹھیک نشانے پر جا کر بیٹھ گیا ہے اور اب سکندر کو کوئی نہیں بچا سکے گا اور اس کی موت یقینی ہے مگر جس کو خدا رکھے اسے کون چکھے ابھی تو سکندر کی قسمت میں آدھی دنیا کو فتح کرنا لکھا تھا۔ اسے ابھی کون ہلاک کر سکتا تھا۔

اتفاق ایسا ہوا کہ کیٹی سکندر کی خواب گاہ کے باہر کانسی کے بڑے گلدان میں پانی ڈال رہی تھی کہ سکندر اعظم کا اُدھر سے گذر ہوا۔ سکندر نے کیٹی کو دیکھ کر کہا:

"کنیز میری خواب گاہ میں جا کر شمع روشن کر آؤ میں آج جلدی سو جاؤں گا۔"

کیٹی نے سر جھکا کر کہا "جو حکم حضورِ عالی!"

اور وہ سکندر کی خواب گاہ میں داخل ہو گئی۔ خواب گاہ میں ہلکا ہلکا اندھیرا تھا۔ کیٹی نے سونے کے شمع دان میں رکھی ہوئی شمع کو روشن کر دیا۔ خواب گاہ میں شمع کی سنہری روشنی پھیل گئی۔ کیٹی واپس جانے لگی تو اس نے دیکھا کہ بستر پہ سرہانہ ذرا ٹیڑھا پڑا تھا۔ اس نے سوچا کہ سرہانے کو سیدھا کر دینا چاہیے۔ وہ آگے بڑھی اور سرہانے کو اٹھا کر ہاتھ میں

تھا اور نیچے رکھنے لگی تو دیکھا کہ ایک زرد رنگ کا پَر بچھونے پر پڑا ہے۔ کیٹی نے پَر اٹھا لیا اور سوچا کہ یہ پَر یہاں کیسے آ گیا۔ معلوم ہوتا ہے نوکرانی اچھی طرح سے صفائی نہیں کرتی۔ کیٹی نے پَر اپنی لمبی قمیض کی جیب میں ڈال لیا اور دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔

رات کے پہلے پہر تک کیٹی محل میں ادھر اُدھر کے چھوٹے موٹے کام کرتی رہی اور آدھی رات سے کچھ پہلے اپنے کمرے میں جا کر بستر پر بیٹھ گئی اور غور کرنے لگی کہ اب وہ اس محل میں رہ کر کیا کرے گی۔ اسے وہاں سے عنبر ناگ ماریا کی تلاش میں نکل جانا چاہیے۔ یہی سوچتے سوچتے وہ سو گئی۔

شہزادی رتلانہ نے رات کو جلدی ہی سکندر اعظم کو اپنی خواب گاہ میں جاتے دیکھ لیا تھا۔ وہ بڑی خوش تھی کہ یہ سکندر کی آخری رات ہے اور صبح سارے محل میں شور مچ جائے گا کہ سکندر اعظم سوتے میں مر گیا ہے۔ شہزادی رتلانہ کو رات بھر نیند نہ آئی۔ وہ چاہتی تھی کہ فوراً صبح ہو اور اس کے کانوں میں سکندر اعظم کے انتقال کر جانے کی آواز پڑے۔

دن چڑھا تو شہزادی رتلانہ بے قراری سے اپنی خواب گاہ سے باہر نکلی اور اس نے دیکھا کہ سکندر اعظم باغ میں چہل قدمی کر رہا تھا۔ شہزادی رتلانہ پر تو جیسے بجلی گر پڑی۔ وہ

کبھی توقع ہی نہیں کرتی تھی کہ سکندر زندہ بچ جائے گا۔ وہ بھاگی بھاگی اپنی والدہ کے پاس پہنچی اور اسے خبر سنائی کہ سکندر پر جادو نے اثر نہیں کیا۔ فوراً بڈھے جادوگر کو طلب کیا گیا۔ اس نے کہا :

"یہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا کہ میرا جادو کیا ہوا طلسمی پَر سکندر کے سرہانے کے نیچے رکھا ہوا ہو اور وہ زندہ بچ جائے۔ ضرور کسی نے سرہانے کے نیچے سے پَر نکال کر پھینک دیا ہو گا۔ تم لوگ معلوم کرو۔"

اسی وقت شہزادی رتلانہ نے خفیہ طور پر تحقیقات شروع کر دی۔ اس نے باری باری بڑے طریقے سے ساری ہی کنیزوں سے پوچھا کہ سکندر کے بچھونے کی رات کو کسی نے صفائی تو نہیں کی تھی۔ کیٹی اس وقت محل میں نہیں تھی اس لیے اس سے نہ پوچھ سکی۔ ورنہ وہ بتا دیتی کہ اس نے صفائی کی تھی اور سرہانے کے نیچے سے ایک الّو کا پَر نکالا تھا۔ کیٹی محل سے باہر عقبی باغ میں چھوٹی نہر کے کنارے ٹہل رہی تھی۔ الّو کا پَر یعنی ماریا کی الّو والی گردن کا پَر اتفاق سے ابھی تک اس کی جیب میں تھا۔

اس پَر پر جادو ہو چکا تھا اور کالا علم پڑھ کر پھونکا جا چکا تھا۔ اس لیے یہ اب بڑا خطرناک پَر تھا۔ کیٹی ٹہلتے ٹہلتے

دریا کی طرف نکل گئی۔ اسے الّو کی شکل والی جل پری کا خیال آ گیا کہ ایسی انوکھی جل پری دریا میں کیسے آ گئی۔ یہی سوچتی سوچتی وہ دریا کنارے ایک نوکیلی چٹان کے پاس آ کر رُک گئی۔ اسے اپنی جیب میں کوئی شے حرکت کرتی محسوس ہو رہی تھی۔

کیٹی نے ہاتھ سے جیب کو کھول کر دیکھا تو دنگ رہ گئی۔ اس کی جیب میں جو طلسمی پَر تھا وہ چھوٹے سے سانپ کی طرح رینگ رہا تھا۔ جیب کا منہ کھلا تو وہ رینگتا ہوا باہر نکل آیا اور زمین پر گر پڑا۔ کیٹی حیرانی سے اسے تکنے لگی۔ طلسمی پَر گھاس پر کیڑے کی طرح رینگ رہا تھا۔ پھر رُک گیا اور زمین سے اوپر اٹھ کر کیٹی کے چہرے کی بلندی تک آ کر ہوا میں ٹھہر گیا۔ کیٹی حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی کہ یہ کس قسم کا پَر ہے کہ اپنے آپ زمین سے اُٹھ کر فضا میں رک گیا ہے۔

طلسمی پَر نے اب دریا کی طرف کا رُخ کر لیا اور آہستہ آہستہ دریا کی طرف سرکنے لگا۔ جونہی وہ دریا کے پانی کی سطح کے اوپر پہنچا پانی میں سے ماریا جل پری کی شکل میں باہر نکل آئی۔ کیٹی نے تعجب سے الّو کی شکل والی جل پری کو تکنے لگی۔ طلسمی پَر نے جل پری کے سر کے اوپر چکر

لگانے شروع کر دیئے۔ جل پری دریا سے نکل کر کنارے پر
آ کر لیٹ گئی۔

کیبٹی نے دیکھا کہ طلسمی پَر اس کے جسم کے اوپر دائرے
کی شکل میں چکر لگاتے جا رہا تھا۔ بارہ چکر پورے ہوئے
تو طلسمی پَر گھاس پر گر پڑا اور جل پری غائب ہو گئی۔
کیبٹی نے اپنی آنکھیں ملیں اور سوچا کہ کہیں وہ خواب تو نہیں
دیکھ رہی؟ یہ جل پری کہاں غائب ہو گئی؟

اس کے ساتھ ہی اسے ماریا کی تیز خوشبو آنا شروع ہوئی۔
اس نے چلا کر کہا:

"ماریا! ماریا! تم یہاں ہو کیا؟"

طلسمی پَر کے بارہ چکر لگانے کے بعد ماریا جل پری کا
روپ چھوڑ کر اپنی اصلی شکل میں آ کر غائب ہو گئی تھی اب
وہ پھر سے ماریا بن چکی تھی۔ اس نے کیبٹی کو دیکھا اور اس
کی آواز سنی تو خوش ہو کر کہا:

"کیبٹی! ہاں میں ماریا ہوں۔ اور تمہارے سامنے کھڑی ہوں۔"
کیبٹی نے کہا: "یہ کیا طلسم تھا؟ کیا تم جل پری بن
گئی تھیں؟"

ماریا بولی: "صرف جل پری ہی نہیں بنی تھی بلکہ
اس سے پہلے ایک الو کے روپ میں تھی جس

کو تم زخمی حالت میں داروکش کی حویلی کے ایک کمرے
میں چھوڑ آئی تھیں؟"

"سچ؟" کیبٹی نے حیران ہو کر کہا: "کیا وہ الو تم تھیں؟"
"تو اور کیا تم تھیں؟" ماریا نے ہنس کر کہا:
پھر ماریا نے کیبٹی کو اپنی ساری کہانی سنائی۔ کیبٹی نے بھی
اسے سارے واقعات سنائے اور بتایا کہ وہ ناگ سے بچھڑ
کر اس یونانی عہد میں نکل آئی تھی اور کوئی پتہ نہیں کہ ناگ
اور عنبر کہاں ہیں اور کس دور میں ہیں۔

ماریا نے کہا: "خداوند کا شکر ہے کہ ہم ایک
دوسرے سے مل گئیں۔ خدا نے چاہا تو عنبر اور ناگ
سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔"

کیبٹی کہنے لگی: "ماریا! ہم تاریخ میں پیچھے کی طرف سفر
کرتے ہوئے یونان کے عہد میں آ گئے ہیں اور میں
سکندرِ اعظم کے شاہی محل میں کنیز ہوں۔ اب ہم
آگے کے زمانے میں نہیں جا سکیں گے۔ اس لیے
خیال ہے کہ ناگ اور عنبر بھی سفر کرتے ہوئے
ہمیں اسی زمانے میں کہیں نہ کہیں آن ملیں گے۔"

ماریا بولی: "ضرور آن ملیں گے۔ مگر ہمیں ان کی
تلاش کے کام کو چھوڑنا نہیں ہو گا۔ ان کا سراغ

لگاتا ہو گا، کیوں کہ کچھ خبر نہیں کہ وہ کسی مصیبت
میں گرفتار ہوں اور انہیں ہماری مدد کی ضرورت ہو۔"
کیپٹن نے پوچھا: "تو پھر تمہارے خیال میں ہمیں یہاں
سے کس طرف کا رُخ کرنا چاہیئے"؟
ماریا کہنے لگی: "مگر سب سے پہلے ہمیں سکندر اعظم کو
شہزادی رتلانہ کی خونی سازش سے بچانا ہے۔ کیوں کہ
وہ ایک بار پھر سکندر کو قتل کرنے کی کوشش کریگی۔"
کیپٹن نے کہا: "تم نے ٹھیک کہا ماریا۔ تو پھر میرے
ساتھ شاہی محل میں چلو۔ دیکھتے ہیں شہزادی رتلانہ
اب کیا سازش کرتی ہے۔"
کیپٹن اور ماریا دریا کنارے —— چلنے لگیں تو گھاس سے پَر
اپنی جگہ سے اچھل کر دریا میں گر گیا۔ جہاں پَر گرا تھا
وہاں سے دریا کا پانی اُبلنے لگا۔ زور زور سے اُوپر کو
اچھلا اور پھر سکون چھا گیا۔
ماریا نے کہا: "یہ کون جادوگر تھا جس نے میری گردن
کا پَر لے کر اس پر کالے علم کا طلسم پھونکا تھا؟"
کیپٹن بولی: "سُنا ہے کہ شہزادی رتلانہ کی والدہ کے
مکان میں [اس] کا ایک خاص بوڑھا جادوگر وہاں
آیا تھا۔"

ماریا بولی: "ضرور یہ جادو اسی نے کیا ہو گا۔ اس
کی بھی خبر لینی ہو گی اور اسے بھی کسی بے گناہ
کو قتل کرانے کی کوشش کی سزا ملنی چاہیے۔ کیا
تم شہزادی رتلانہ کی والدہ کا مکان جانتی ہو؟"
"ہاں ماریا —— وہ مکان محل کے پاس ایک باغ میں ہے۔"
"مجھے اس مکان میں لے چلو"۔ ماریا نے کہا۔
کیپٹن ماریا کو ساتھ لے کر شہزادی رتلانہ کی والدہ کے
مکان کے قریب لے گئی اور کہا:
"یہ مکان ہے ماریا۔"
"بہت خوب۔ اب تم شاہی محل میں جاؤ اور یہ معلوم
کرو کہ شہزادی رتلانہ سکندر کو قتل کرنے کے سلسلے
میں اب کیا سازش کرنے والی ہے اور میں اس
مکان میں رہ کر کالے علم والے خونی جادوگر کا
سراغ لگاتی ہوں۔"
کیپٹن محل کی طرف چلی گئی اور ماریا رتلانہ کی والدہ کے
مکان میں داخل ہو گئی۔
مکان کافی بڑا تھا۔ سامنے ایک باغ تھا جس میں حوض
تھا اور اس میں سنگ مرمر کا فوارہ لگا ہوا تھا۔ دھوپ
چمک رہی تھی اور درختوں کی شاخوں سے پھل لٹک رہے

تھے۔ ماریا نے رتلانہ کی والدہ کو دیکھا کہ اپنے کمرے میں
ایک شاندار بستر پر ریشمی تکیے لگا کر لیٹی ہوئی تھی اور اس کے
سامنے ایک کالے رنگ کا منحوس شکل والا بڈھا بیٹھا ہوا تھا۔
یہ وہی جادوگر تھا جس نے پَر پر طلسم پھونک کر سکندر کو
قتل کرانے کی کوشش میں حصہ لیا تھا۔

رتلانہ کی والدہ ماریا کو نہیں دیکھ سکتی تھی۔ ماریا کو ایک
شبہ سا تھا کہ چونکہ یہ بڈھا شکل صورت سے جادوگر لگتا ہے۔
اس لیے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے جادو کے زور سے اسے دیکھ
لے۔ مگر بڈھے جادوگر نے ماریا کو نہیں دیکھا تھا۔ ماریا خاموش ہو کر
ایک طرف کھڑی ہو گئی۔

رتلانہ کی والدہ نے بڈھے جادوگر سے کہا: "تمہارا جادو
کیا ہوا پَر نہیں مل سکا۔ اب تمہیں کوئی دوسرا طریقہ
اختیار کرنا ہو گا۔"

جادوگر بولا: "فکر نہ کریں بیگم صاحبہ! میں اس بار ایسا
طلسم پھونکوں گا اور ایسا حملہ کروں گا کہ سکندر اعظم
بچ نہیں سکے گا۔"

بیگم نے کہا: "وہ جل پری بھی کوٹھڑی سے غائب
ہو گئی ہے اور ہم اس بار جل پری کی گردن کا پَر
نہیں لانا چاہتے۔ تم کسی دوسری شے پر کالا علم پھونکو۔

بلکہ کوئی ایسا عمل کرو کہ سکندر زندہ نہ بچ سکے۔"
بڈھے جادوگر نے کہا: "اس بار میں ایسا وار کروں گا
کہ سکندر بچ نہیں سکے گا۔ میں سیدھا حملہ کروں گا
اور میرا حملہ اتنا پُراسرار ہو گا کہ سکندر کی موت کا
کسی کو علم نہ ہو سکے گا کہ وہ کیسے مر گیا۔ آج
رات شاہی محل میں سکندر اعظم اپنی سالگرہ کا جشن
منا رہا ہے۔ آپ لوگ بھی وہاں موجود ہوں گی۔
میں ایک سرخ سیب پر ایک خطرناک عمل پڑھ کر دوں گا۔
آپ اس سیب کو اس تھالی میں رکھ دیں جو سکندر
کے سامنے پڑی ہو گی جب سکندر وہ سیب کھائے گا
تو اس کا دل فوراً دھڑکنا بند کر دے گا۔"

رتلانہ کی والدہ بڑی خوش ہوئی اور کہنے لگی:
"تم مجھے ابھی سیب پر طلسم پھونک کر لا دو۔ میں
اسے سکندر اعظم کے آگے تھالی میں رکھ دوں گی۔ تم
فکر نہ کرو۔"

بڈھا جادوگر باہر باغ میں گیا۔ جہاں درختوں پر سرخ سیب
لگے ہوئے تھے۔ اس نے ایک سرخ سیب توڑا۔ اندر آ کر اس پر
طلسم پڑھ کر پھونکا اور رتلانہ کی والدہ کو دے کر کہا:
"اب اس کو سکندر اعظم کو کھلانا آپ لوگوں کا کام۔

ہے۔ میری طرف سے اطمینان رکھیں کہ اگر سکندر نے
اسے کھا لیا تو اسے موت کے منہ میں جانے سے
کوئی نہ بچا سکے گا۔"
ماریا یہ سب کچھ دیکھ بھی رہی تھی اور سن بھی رہی تھی۔
اس نے سیب کو غور سے دیکھ لیا اور واپس شاہی محل
میں آ کر کیٹی کو سارا حال بتا دیا۔ رات کو شاہی محل میں
شاندار جشن شروع ہو گیا۔ سارے محل میں چراغاں کیا گیا۔ ہر
طرف روشنیاں ہی روشنیاں تھیں۔ بہت بڑے ہال کمرے کو
رنگ رنگ پھولوں کے گلدستوں سے سجایا گیا تھا۔ پتھر کی میزوں
پر قالین ڈال کر اوپر قسم قسم کے پھل اور کھانا چن دیا گیا تھا۔
مہمان اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ کنیزیں اور
غلام کھانے پینے کی چیزیں لا کر رکھ رہی تھیں اور مہمانوں کو
عطر لگا رہی تھیں۔
اتنے میں سکندر اعظم اپنے باپ فیلقوس اور استاد ارسطو کے
ساتھ داخل ہوا۔ سب امیر وزیر اٹھ کھڑے ہوئے اور تالیاں
بجا کر اس کا استقبال کیا۔ ہر ایک نے سکندر کو سالگرہ پر
مبارک دی۔ سکندر اپنی شاندار کرسی پر میز کے سامنے آ کر
بیٹھ گیا۔ اس کی ایک جانب سکندر کا باپ۔ دوسری طرف
ارسطو اس کے ساتھ شہزادی رتلانہ اور ساتھ اس کی والدہ

ی ہوئی تھیں۔ شہزادی رتلانہ نے اس بات کا خاص انتظام
ی تھا کہ سرخ سیبوں کی چاندی کی تھالی سکندرِ اعظم کے
ل سامنے پڑی ہو۔ اس تھالی میں چھ سیب تھے جن میں وہ
سیب بھی تھا جس پر جادوگر نے خطرناک عمل کیا ہوا تھا۔
کھانا شروع ہو گیا۔ کھانے کے بعد شہزادی رتلانہ کی والدہ نے
سکندر سے کہا:
"میرے بیٹے! یہ سیب میں نے خاص طور پر تمہارے
لیے اپنے باغ سے توڑے ہیں۔ تم انہیں پسند کرو گے۔"
شہزادی رتلانہ کی والدہ نے بڑی مکاری کے ساتھ چاندی
کی تھالی اٹھا کر سکندر کی آگے رکھنی چاہی تو تھالی ایک اتفاق
سے اس کے ہاتھ سے پھسل گئی اور چھ کے چھ سیب اس
کے اندر سے گر پڑے۔ سکندر نے کہا:
"کوئی بات نہیں خالہ جان۔ میں آپ کے باغ
کے سیب پسند کرتا ہوں۔ میں یہی کھاؤں گا۔"
جادو والا سیب پہلے تو شہزادی رتلانہ اور اس کی والدہ
کی نگاہوں میں تھا اور وہ اسے پہچان سکتی تھیں مگر جب
سیب میز پر گرے تو وہ آپس میں مل گئے اور اب جادو کے
عمل والے سیب کو پہچاننا مشکل ہو گیا تھا۔ کیٹی اور ماریا
بھی یہ سارا معاملہ دیکھ رہی تھیں۔ کیٹی صراحی لیے مہمانوں

کے قریب کھڑی تھی اور ماریا سکندر کے پیچھے تھی کہ اسے جادو والا کھانے سے روک دے مگر آپ اُسے بھی علم نہیں تھا کہ وہ سیب کون سا ہے جس پر سکندر کو ہلاک کرنے کے لیے جادو کیا گیا ہے۔ سارے سیب سُرخ تھے اور ایک جیسے سائز کے تھے۔

ماریا سوچ رہی تھی کہ سکندر کو جادو والا طلسمی سیب کھانے سے کس طرح روکا جائے کہ اچانک سکندر نے تھالی اٹھا کر کہا:

"خالہ جان! ہم یہ سب مل کر کھائیں گے۔"

اور اس نے ایک سیب شہزادی رتلانہ کی والدہ کو، ایک شہزادی رتلانہ کو اور ایک اپنے والد اور ایک اپنے اُستاد کو دے دیا اور ایک سیب خود اٹھا لیا۔ تھالی میں ایک سیب باقی رہ گیا جو سکندر نے ایک کنیز کی طرف اچھال دیا۔

ماریا سکندر کے ہاتھ پہ ہاتھ مار کر سیب گرانے ہی والی تھی سکندر نے سیب کو دانتوں سے کاٹا اور کھانا شروع کر دیا۔ ماریا اور کیٹی پریشان ہو گئیں۔ اب وہ کچھ نہیں کر سکتی تھیں۔ تیر کمان سے نکل گیا تھا۔ اب وہ یہی دعا کر سکتی تھیں کہ یا خدا جو سیب سکندر کھا رہا ہے وہ جادو والا سیب نہ ہو۔

دوسری طرف شہزادی رتلانہ اور اس کی مکار والدہ کا رنگ

اڑا ہوا تھا اور وہ سیب کھاتے ڈر رہی تھیں وہ سکندر کی طرف دیکھ رہی تھیں اور خود سیب نہیں کھا رہی تھیں کہ کہیں ان میں سے کوئی طلسمی سیب نہ ہو۔ سکندر نے ان کی طرف دیکھ کر کہا:

"خالہ جان! آپ سیب کیوں نہیں کھا رہیں؟"

"کھا رہی ہوں بیٹا۔ کھا رہی ہوں۔"

اور شہزادی رتلانہ اور اس کی والدہ نے نہ چاہتے ہوئے بھی مجبوراً سیب کو دانتوں سے کاٹا اور آہستہ آہستہ کھانا شروع کر دیا۔ دونوں کا رنگ زرد تھا اور دل خوف کے مارے زور زور سے دھڑک رہا تھا کہ کہیں وہ طلسمی سیب نہ کھا رہی ہوں۔ ماریا اور کیٹی بھی بے چین نظروں سے ان سب کو دیکھ رہی تھیں جو سیب کھا رہے تھے۔ سکندر نے سارا سیب کھا لیا تھا اور اسے کچھ نہیں ہوا تھا سکندر کے استاد اور اس کے والد نے بھی سیب کھا لیا تھا۔

اب صرف شہزادی رتلانہ اور اس کی ماں ہی سیب کھا رہی تھیں۔ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ چونکہ چاروں سیب کھا لیے ہیں نہ تو سکندر مرا ہے، نہ اس کا باپ، نہ اس کا استاد ارسطو اور نہ کنیز کو کچھ ہوا ہے تو یقیناً جادو والا قاتل سیب ان دونوں ماں بیٹی کے پاس ہے۔ دونوں خوفزدہ

تھیں اور آدھا سیب کھا چکی تھیں۔ ان میں اتنی جرأت
نہیں تھی کہ جو سیب انہیں سکندر اعظم نے دیا ہے،
اسے پھینک دیں۔

دونوں ماں بیٹی ایک دوسرے کو دہشت سے تک رہی
تھیں، کیوں کہ دونوں کو معلوم تھا کہ ان دونوں سیبوں میں
سے ایک موت کا سیب ہے۔ اچانک شہزادی رتلانہ
کے ہاتھ سے آدھا سیب اپنے آپ پھسل گیا۔ اس کے
منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی اور دھڑام سے نیچے گر
پڑی۔ محفل میں ایک شور مچ گیا۔ سکندر جلدی سے اُٹھ کر
شہزادی کے پاس آیا۔ اس نے فوراً اپنے شاہی حکیم کو
بلایا۔ شاہی حکیم نے شہزادی کی نبض دیکھ کر کہا:

"عالی جاہ! شہزادی کا دل بند ہو چکا ہے۔ وہ
مر چکی ہے۔"

یہ سن کر شہزادی کی والدہ بے ہوش ہو گئی۔

ماریا اور کیٹی نے اطمینان کا سانس لیا۔ ماریا نے کیٹی
کے پاس آ کر کہا:

"کیٹی! جو کسی دوسرے کے لیے کنواں کھودتا ہے
اس کے لیے قدرت نے موت کا گڑھا تیار کر
رکھا ہوتا ہے۔ شہزادی رتلانہ نے سکندر کو ہلاک کرنے

کی کوشش کی تھی قدرت نے اسے اس کے بھیانک
گناہ کی سزا دے دی۔"

کیٹی بولی: "مگر دوسری مجرمہ ابھی زندہ ہے۔ ہو سکتا
ہے وہ اب سکندر سے اپنی بیٹی کی موت کا
بھی بدلہ لے۔"

ماریا نے کہا: "اس کا بندوبست میں کر لوں گی کہ وہ
جادوگر سے مل کر اب کوئی ایسی سازش نہ کر سکے۔"

کیٹی بولی: "تم کیا کرو گی؟"

ماریا نے کہا: "یہ میں تمہیں بعد میں بتاؤں گی۔"

شہزادی رتلانہ کی موت کو دو دن گزرے تھے کہ اس
کی ماں نے خفیہ طور پر بڈھے جادوگر کو اپنے گھر بلایا اور اسے
بتا کر اس کا دل بیٹی کی موت پر خون کے آنسو رو رہا ہے۔

"میں اب کسی صورت میں سکندر کو زندہ نہیں دیکھنا
چاہتی۔ میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ کوئی ایسا عمل
کرو کہ سکندر راتوں رات سوتے میں ہی مر جائے۔"

بڈھے جادوگر نے کہا: "بیگم صاحبہ! یہ ہماری بدقسمتی ہے
کہ ایسا اتفاقی حادثہ ہو گیا۔ لیکن میں اس بار سکندر
کو خود ہلاک کروں گا۔"

ماریا ان کے قریب ہی کھڑی تھی۔ اس نے فوراً کہا:

"سکندر کو تمہارا باپ بھی ہلاک نہیں کر سکتا۔"

رتلانہ کی ماں اور بوڑھے جادوگر اپنی اپنی جگہوں پر لرز اٹھے۔ یہ کس عورت کی آواز تھی۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اپنے ارد گرد تکنے لگے۔ انہیں وہاں کوئی عورت دکھائی نہ دی۔ رتلانہ کی ماں سہم کر پلنگ پر اٹھ بیٹھی۔

جادوگر نے کہا: "گھبرائیں نہیں بیگم صاحبہ! یہ کوئی بدروح ہے۔ میں ابھی اسے اپنے قابو میں کرتا ہوں۔"

ماریا بولی: "تم کیا تمہارے والد صاحب بھی مجھے قابو میں نہیں کر سکتے۔ تم اپنی خیر مناؤ۔"

رتلانہ کی ماں نے کہا: "تم — تم کون ہو؟ کہاں ہو؟ کیا تم کوئی بدروح ہو؟"

ماریا بولی: "میں تم دونوں کی موت کا فرشتہ ہوں۔"

"خدا کے لیے مجھے کچھ نہ کہنا۔" رتلانہ کی ماں گڑگڑائی۔

جادوگر نے فوراً جادو کے منتر پڑھنے شروع کر دیئے۔

ماریا نے کہا: "تمہارے منتر میرا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے تم دونوں نے مل کر ایک بے گناہ انسان کو قتل کرنے کی دو بار کوشش کی تمہیں اس جرم کی سزا مل کر رہے گی۔"

رتلانہ کی ماں نے کہا: "مجھے معاف کر دو۔ اب میں

سکندر کے خلاف کبھی کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گی۔ میں قسم کھاتی ہوں۔ مجھے معاف کر دو۔"

ماریا کے دل میں اس عورت کے لیے رحم آگیا۔ اس نے کہا: "میں تمہیں معاف کرتی ہوں۔ مگر تمہیں اس شہر سے ہمیشہ کے لیے کسی دوسرے علاقے میں چلے جانا ہوگا اور پھر کبھی اس شہر میں نہیں آنا ہوگا۔"

رتلانہ کی ماں نے روتے ہوئے کہا: "میں قسم کھاتی ہوں دیوتاؤں کی۔ میں یہاں سے ملک ایران اپنی چھوٹی بہن کے پاس چلی جاؤں گی اور پھر کبھی ادھر کا رُخ نہیں کروں گی۔"

جادوگر بولا: "میں تمہیں جلا کر بھسم کر دوں گا۔"

ماریا نے کہا: "تم ایک شیطان صفت انسان ہو۔ تم نے جادو ٹونے کو انسان کی تباہی کے لیے استعمال کیا ہے تمہارا زندہ رہنا ایک گناہ ہے۔"

اور ماریا نے جادوگر شیطان کو گردن سے پکڑ کر اس کی رگ کو دبا دیا۔ جادوگر نے ایک بڑا ہی خطرناک آخری منتر پڑھ کر پھونک مار دی۔ اور ماریا نے دیکھا کہ جادوگر ایک دم سے غائب ہو گیا ہے۔ وہ بڑی حیران ہوئی۔ جادوگر

کے قہقہے کی آواز سنائی دی۔

"اے بدروح! میں تم سے اپنی توہین کا بدلہ لوں گا۔ میں تمہیں پتھر بنا دوں گا۔"

○

- کیا یونان کا یہ پُراسرار جادوگر ماریا کو پتھر بنانے میں کامیاب ہوا؟
- کیٹی یونان سے نکل کر کہاں گئی؟
- عنبر اور ناگ کی ملاقات عراق کے دلدلی میدانوں میں کہاں اور کن حالات میں ہوئی۔
- اور ماریا کے ساتھ کیا بیتی؟ ناگ کو اپنی طاقت واپس لینے کے لیے شیش ناگ سے مقابلہ کرنا پڑا۔

یہ آپ عنبر ناگ ماریا کی اگلی قسط نمبر ۹۰ میں پڑھیں گے جس کا عنوان "خوفناک سمندری آنکھ" ہے۔

میرے نام

پیارے انکل اے حمید۔

آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہوں۔ میرا نام خالد رفیق ہے۔ میری عمر ۱۳ سال ہے۔ میں عنبر ناگ اور ماریا کی کہانی بڑے اشتیاق سے پڑھتا ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ بات میرے سر سے گزر گئی ہے کہ عنبر ناگ ماریا کی کہانیاں اصلی ہیں؟ یا آپ اپنے ذہن سے سوچ کر لکھتے ہیں۔ میری آپ سے یہ التجا ہے کہ آخری قسط نمبر ۱۰۰ کے End میں ناگ کی شادی کیٹی سے۔ ماریا تو ناگ اور عنبر کی منہ بولی بہن ہے اس لیے ماریا کی شادی عنبر کے ساتھ کرادیں۔ کیونکہ مجھے عنبر اور ناگ پر ترس آرہا ہے۔ یہ بیچارے کئی ہزار سال سے کنوارے بیٹھے ہیں۔

آپ کا

خالد رفیق

۵۹ رفاران سوسائٹی۔ حیدر علی روڈ کراچی۔

کہانیاں بھی اصلی ہیں اور کردار بھی یہ سب کچھ ہماری دنیا میں ہوتا رہا ہے اور ہو رہا ہے۔ میں تو بس ان کرداروں کے ذریعے اُن واقعات کو قلمبند کر رہا ہوں۔ جو گزر چکے ہیں۔ یا اب گزر رہے ہیں۔ آپ اگر ان سے کوئی سبق حاصل کریں۔ تو اس سے بڑی بھلائی کیا ہوگی۔

آپکا اے حمید

عنبر، ناگ، ماریا
کے مشہور مصنف
اے حمید
کے قلم سے

نیا مکتبہ اقرا - ۱۲-بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

خوفناک سمندری بچھو

اے حمید

نیا مکتبہ اقرأ

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی
کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

خوفناک سمندری آنکھ

اے۔حمید

پیارے دوستو!

"عنبر ناگ ماریا" کی قسط نمبر ۹۰ لے کر حاضر ہو رہا ہوں۔ مجھے اس بات کا بہت زیادہ احساس رہتا تھا کہ آپ کو عنبر ناگ ماریا کی قسطیں ٹھیک وقت پر نہیں ملتی اور آپ کو مایوس ہونا پڑتا ہے۔ بھئی اس میں ہمارے دوستوں سلیم اختر اور جلال انور کا کوئی قصور نہیں تھا۔ کبھی کاغذ وقت پر نہیں ملتا تو کبھی بلاک وقت پر تیار نہیں ہوتے کتاب چھاپنا ایک بڑا لمبا اور تکلیف دہ مرحلہ ہے۔ بہرحال نیا مکتبہ اقراُ نے اب فیصلہ کیا ہے کہ وہ ہر مہینے کی ۲۹ تاریخ کو آپکی خدمت میں عنبر ناگ ماریا کی دو کتابیں ہر حالت میں پیش کیا کریں گے یعنی اب آپ ہر مہینے کی ۲۹ تاریخ کو اپنے اپنے قریبی بکسٹال پر جاکر عنبر ناگ ماریا کی دو کتابیں ہر حالت میں پیش کیا کریں گے۔ یعنی اب آپ ہر مہینے کی ۲۹ تاریخ کو اپنے قریبی بک سٹال پر جاکر عنبر ناگ ماریا کی اپنی پسندیدہ نئی قسط حاصل کر سکتے ہیں۔ انشاء اللہ اب اس میں دیر نہیں ہوا کرے گی اور آئندہ سے آپ کو عنبر ناگ ماریا کی دو کتابیں ہر ماہ کی ۲۹ تاریخ کو بک سٹالوں میں پر پڑی مل جایا کریں گی۔ آپ کو اب تک جو زحمت اٹھانا پڑی اس کے لیے میں معذرت چاہتا ہوں۔

آپکا انکل

اے حمید

"راہِ چمن" این ۴۵۴۔ سمن آباد لاہور۔

قیمت: ۷/۵۰ روپے
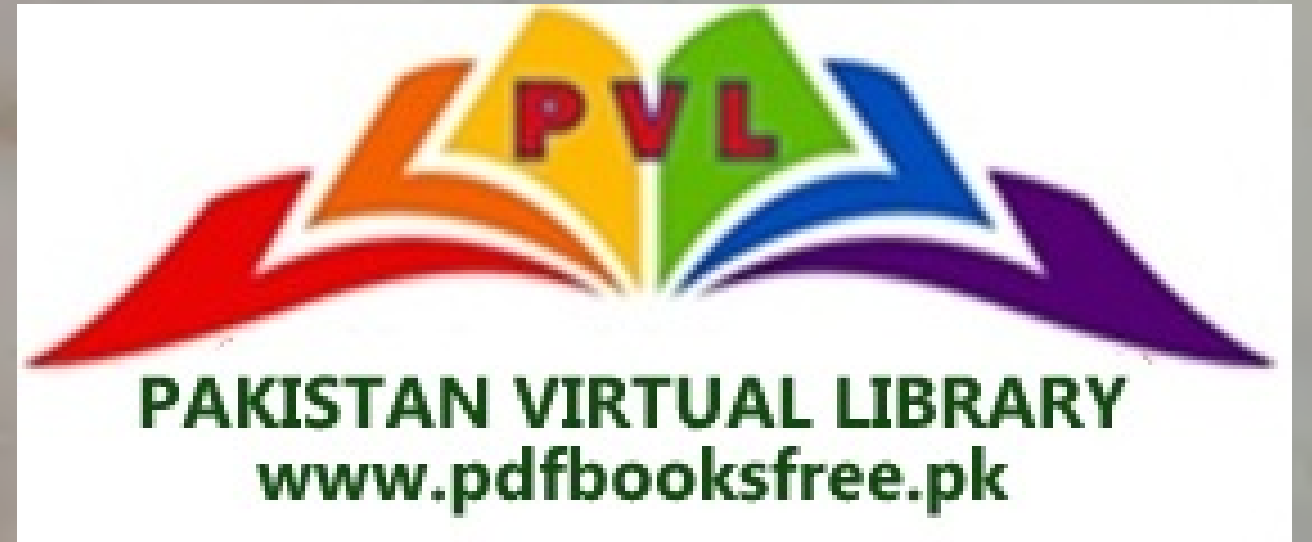
بار اول۔

ناشر: نیا مکتبہ اقراء ۱۴ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

طابع: الفرید پرنٹرز، لاہور

دہشتناک مرتبان

یونانی جادوگر اپنے ہی منتر پڑھنے سے ماریا کے ہاتھوں سے غائب ہو چکا تھا۔

ماریا کے دونوں ہاتھ خالی رہ گئے۔ وہ حیران ہوتی کہ جادوگر اس کے ہاتھوں سے اپنی گردن چھڑا کر کہاں غائب ہو گیا۔ جاتے جاتے جادوگر ماریا کو دھمکی دے گیا تھا کہ میں تم سے اس توہین کا ضرور بدلہ لوں گا اور تمہیں پتھر بنا ڈالوں گا۔ مگر اس وقت وہ اپنے ہی پھونکے ہوئے سب سے زبردست اور آخری منتر کی وجہ سے اپنی جان بچا کر غائب ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا اور ماریا سے دور یونان ہی کے ایک دوسرے شہر کی پہاڑیوں میں جا نکلا تھا۔
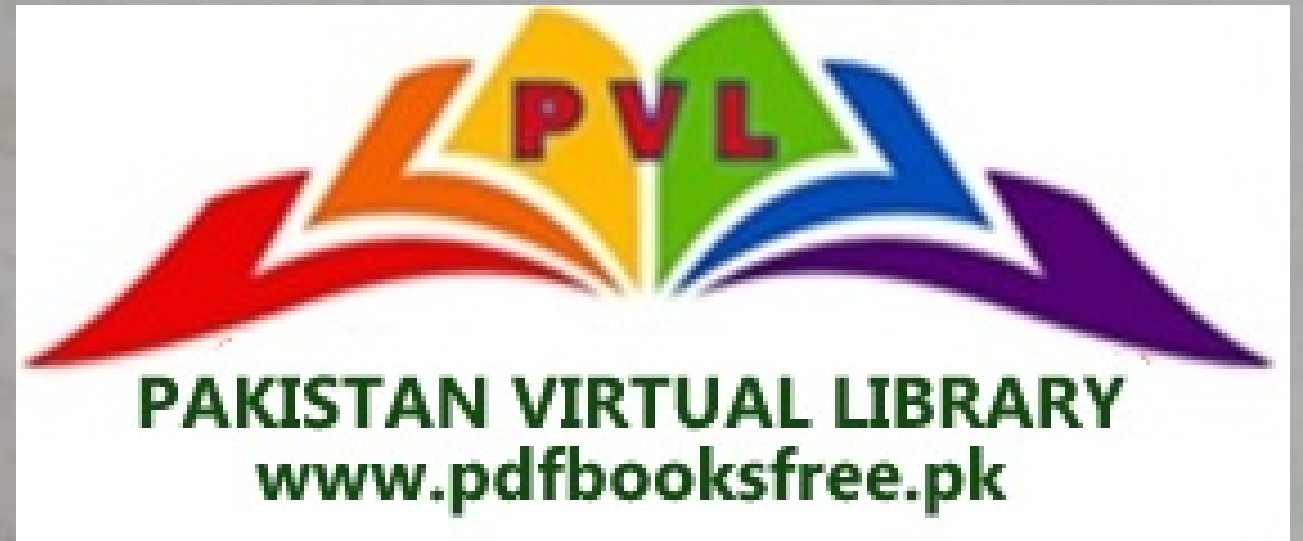
ترتیب

ماریا کے سامنے پلنگ پر سکندر اعظم کی چچی تھر تھر
کانپ رہی تھی۔ایک تو اس نے ماریا کی غیبی آواز
سن لی تھی۔دوسرے جادوگر غائب ہو گیا تھا۔سکندر
اعظم کی چچی سکندر کو قتل کروا کر اپنے بیٹے کو ملک
کورنتھ کا بادشاہ بنانا چاہتی تھی۔ماریا نے اسے
کہہ دیا تھا کہ وہ ملک چھوڑ کر چلی جائے اور سکندر
کی چچی نے ڈرتے ہوئے وعدہ کر لیا تھا کہ وہ ملک
ایران اپنی بہن کے پاس چلی جائے گی۔جب جادوگر غائب
ہو گیا تو ماریا نے غصے میں سکندر اعظم کی سازشی
چچی سے کہا۔

"میں چاہتی ہوں کہ تم شام ہونے سے پہلے پہلے
یہاں سے دفع ہو جاؤ۔"
وہ کہنے لگی۔

اے غیبی روح! میں وعدہ کرتی ہوں کہ شام ہوتے
تک میں یہاں سے جا چکی ہوں گی۔"

ماریا اتنا کہہ کر واپس سکندر اعظم کے شاہی محل
میں آگئی۔کیونکہ کیٹی اسی محل میں شاہی کنیز تھی۔دوسری
طرف ناگ اور عنبر الگ تانگوں کے ساتھ ملک
عراق کی طرف سفر کر رہے تھے۔ناگ تو ماریا اور کیٹی

کی تلاش میں تھا جو بن حر کی حویلی میں سے غائب
ہو گئی تھیں اور اس کا خیال تھا کہ بن حر کی حویلی
میں جو اس کے دادا کے مقبرے کی تصویر لگی ہے
دونوں اس مقبرے میں گم ہو گئی ہیں۔کیونکہ
ناگ نے اس مقبرے کی تصویر میں سیڑھیوں کے پاس
کیٹی کے پاؤں کے نشان دیکھ لئے تھے اسے خبر ہی
نہیں تھی کہ کیٹی اور ماریا اس گنبد کی مصیبت
سے نکل کر دونوں یونانی عہد میں داخل ہو کر
ایک دوسرے سے مل چکی ہیں۔

اس وقت حالت یہ تھی کہ ناگ اور عنبر تو رومن
دور میں سفر کر رہے تھے۔اور کیٹی اور ماریا یونانی دور
میں رہ رہی تھیں۔یعنی دونوں میں دو تین سو سال کا
فرق تھا۔چونکہ یہ عنبر ناگ ماریا کا واپسی کا سفر تھا اس
لئے کیٹی اور ماریا تو دو تین سو برس آگے نکل چکی تھیں
جب کہ عنبر اور ناگ اتنی ہی مدت پیچھے رومن دور
میں زندہ تھے۔

نہ کیٹی اور ماریا کو ناگ عنبر کا پتہ تھا اور نہ عنبر ناگ
کو خبر تھی کہ کیٹی اور ماریا کہاں ہیں؟
یہ بھی آپ پڑھ چکے ہوں گے کہ ناگ نے سانپوں

کی دنیا کے ایک قانون کی خلاف ورزی کی تھی جسکی
وجہ سے دنیا کا کوئی سانپ اب شیش ناگ کے حکم
سے ناگ۔ کا حکم نہیں مانتا تھا۔ سانپ ناگ دیوتا کو
دیوتا سمجھ کر اس کی بہت عزت اور احترام کرتے
تھے۔ مگر اس کا حکم نہیں بجا لاتے تھے۔ ناگ اس
کی وجہ سے بھی پریشان تھا اور دل میں سوچ رہا
تھا کہ کہیں اپنی طاقت اور اختیارات کو پھر سے بحال
کرنے کے لئے کہیں اسے شیش ناگ سے جنگ نہ کرنی
پڑ جائے۔ اس کے علاوہ سیفو کی روح نے اسے ایک
خنجر بھی دیا تھا کہ اگر سفر میں تمہیں کبھی کوئی مصیبت
پڑ جائے تو اسے ہوا میں اچھال دینا پھر اس کی کرامات
دیکھنا۔ اب ہم بھی کہانی کے ساتھ آگے بڑھتے ہیں۔
ماریا نے سکندر اعظم کے محل میں آکر کیٹی کو بتایا
کہ اس طرح وہ جادوگر کو گردن سے پکڑ کر ہلاک کرنے
والی تھی کہ وہ کوئی منتر پھونک کر غائب ہو گیا ہے
اور جاتے جاتے دھمکی دے گیا کہ وہ مجھ سے بدلہ
لے گا۔ کیٹی کہنے لگی۔
"کیا تم جادوگر کی دھمکی سے ڈرتی ہو؟"
ماریا نے کہا۔

"ڈرنا میں جانتی ہی نہیں۔ یہ بات تمہیں بھی
معلوم ہے کہ ہم نے پہلے پانچ ہزار برس کا
سفر کیا ہے۔ طرح طرح کی تکلیفیں سہی ہیں۔ بھیانک
سے بھیانک حالات دیکھے ہیں اور اب پانچ ہزار
سال کے واپسی کے سفر پر چلی جا رہی ہیں اور ہزاروں
بار موت کا سامنا ہوا ہے۔ اب ہمیں کس بات
سے ڈر لگے گا۔"
کیٹی کہنے لگی۔ "یہ تو ٹھیک کہا تم نے ماریا بہن۔ مگر اب
سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں آخر ہم کس لئے رہیں۔؟
سکندر اعظم کی جان ہم نے بچائی ہے۔ اب کیوں نہ
عنبر اور ناگ کی تلاش میں نکلا جائے۔"
ماریا نے کہا:
"ہم نے انہیں دو تین سو سال پیچھے رومن زمانے
میں چھوڑا تھا۔ اور اب ہم آگے نکل کر یونانی
عہد میں آ گئی ہیں۔ ہم پہلے کے زمانے میں
اب جا نہیں سکتیں۔ تو پھر ان سے ہماری
ملاقات کیسے ہو سکتی ہے۔"
کیٹی بولی!
"ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ عنبر اور ناگ ہی کسی حادثے

کے باعث اچانک تین سو برس کی چھلانگ لگا کر اس
دور میں آ گئے ہوں۔ بہرحال ہمیں ان کی تلاش میں
ضرور نکلنا چاہیئے۔"

ماریا کچھ دیر خاموش رہ کر کہنے لگی۔

"تو پھر چلو خداوند کریم کا نام لے کر یہاں سے
کسی دوسرے ملک کی طرف اپنا سفر شروع
کرتی ہیں۔ مگر پہلے میں اس بات کی تسلی کر لوں
کہ سکندر کی ظالم بچی ملک ایران کو روانہ ہو
چکی ہے کہ نہیں؟"

جب شام ہوئی تو محل میں سب کی زبان پر یہی
بات تھی کہ سکندر کی بچی شاہی محل چھوڑ کر ایران
جا رہی ہے۔ سکندر اس کے باپ اور دوسرے شاہی
خاندان کی عورتوں نے اسے بہت روکا مگر ماریا
کی غیبی آواز سے وہ اس قدر خوف زدہ ہو چکی تھی
کہ اس نے کسی ایک کی نہ سنی اور شاہی رتھ میں سوار
ہو کر ملک ایران کی طرف روانہ ہو گئی۔

ماریا اور کیٹی بہت خوش ہوئیں کہ سکندر کے
سر پر سے مصیبت ٹل گئی ہے۔ ماریا نے سکندر کی
بچی کے کان میں جاتے جاتے پھر پھونک دیا تھا کہ

اگر تم نے دوبارہ یہاں قدم رکھا تو میں تمہاری گردن
اتار دوں گی۔ سکندر کی بچی خوف سے اچھل پڑی
تھی اور کہا تھا۔

"نہیں نہیں — میں یہاں کبھی نہیں آؤں گی۔ کبھی نہیں
آؤں گی۔ مجھے معاف کر دینا۔"

سب لوگ حیران ہو کر اس کا منہ تکنے لگے کہ یہ کس
سے باتیں کر رہی ہے؟

○

وہ رات کیٹی اور ماریا نے سکندر اعظم کے شاہی
محل میں گزاری۔ جب دن کی روشنی چاروں طرف پھیل
گئی تو کیٹی چشمے سے پانی بھرنے کے بہانے محل سے
نکلی۔ ماریا اس کے ساتھ تھی۔ چشمے پر جا کر کیٹی نے
صراحی چشمے کے پتھروں کے پاس رکھ دی اور ماریا
کی خوشبو سونگھ کر کہا۔

"چلو ماریا۔ ہم اس چشمے کی دوسری طرف کی پہاڑی
ڈھلان سے اتر کر وادی میں داخل ہو جائیں گی
اور پھر یونان کے کسی دوسرے شہر کی طرف
چل پڑیں گی۔ ہو سکتا ہے وہاں ہمیں عنبر ناگ
کا کوئی سراغ مل جائے۔"

کیٹی نے یہ ماریا کو اس لئے کہا تھا کہ وہ ماریا
کو دیکھ تو سکتی نہیں تھی مگر وہ چاہتی تھی کہ
ماریا اس کے ساتھ ساتھ سفر کرے۔ ماریا نے
ہنس کر کہا۔

"کیٹی آج ہم کوئی پہلی بار اکٹھے سفر نہیں کر رہے
ہزاروں سال سے اسی طرح سفر کر رہی ہیں۔ میں
تمہارے ساتھ ہی ہوں گی۔ تم مجھے نہیں دیکھ سکتی
ہو مگر میں تو تمہیں دیکھ سکتی ہوں۔"

کیٹی ابھی تک شاہی کنیز کے لباس میں تھی۔ وہ چشمے
کی دوسری طرف سے ہوکر پہاڑی ڈھلان اترنے لگی۔ ماریا
اس کے ساتھ تھی۔ ماریا نے کہا۔

"تم نے شاہی کنیزوں کا لباس پہن رکھا ہے کیٹی
کہیں لوگ یہ نہ سمجھ کر تمہیں پکڑ لیں کہ تم شاہی
محل سے بھاگ کر آ رہی ہو۔ کیونکہ تمہیں تو معلوم
ہی ہے کہ اس زمانے میں کوئی کنیز شاہی محل
سے باہر نکل کر شہر میں نہیں آ سکتی تھی۔"

کیٹی نے کہا۔ "ہم تو شہر سے باہر ہیں۔ یہ تو جنگل
کا علاقہ ہے اور بہت جلد ہم اس شہر کی سرحد
پار کر کے دوسرے شہر میں داخل ہو جائیں گی۔

یہاں تو ہر شہر کی اپنی حکومت ہے اور اپنے
قانون ہیں۔ وہاں میرے لباس پر کسی کو کوئی اعتراض
نہیں ہوگا۔"

"تو پھر ذرا تیز تیز چلو۔ ابھی ہمیں ایک دریا بھی
پار کرنا ہے۔"

وادی سے گذرنے کے بعد وہ دریا پر پہنچ گئیں۔
اس دریا پر یونانیوں نے ایک بھاری بھرکم بھدا سا پل
بنا رکھا تھا۔ ماریا نے کہا۔

"کیٹی ہم نے ۱۹۸۴ء عیسوی کے ترقی یافتہ زمانے کے
نیویارک، لاہور اور لندن کے پل بھی دیکھے تھے۔ اب
ذرا یہ پل بھی دیکھو۔ کتنا بھدا ہے۔"

کیٹی نے کہا۔

"ارے بھئی زمانہ بھی تو دیکھو کہ کونسا ہے۔ تاریخ
کے حساب سے ابھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف
نہیں لائے۔ میں تو خلائی لڑکی ہوں۔ مگر ایک عرصے
سے تمہارے ساتھ ہوں اور میں تم لوگوں کی ساری
تاریخ پڑھ چکی ہوں۔"

ماریا کہنے لگی۔ "پیارے یسوعؑ ابھی تشریف نہیں لائے۔
میں ایک بار پھر ان کے زمانے میں پہنچ کر ان کی زیارت

کر سکتی۔"

ماریا چونکہ عیسائی خاتون تھی اس لئے اسے حضرت عیسٰی علیہ السلام سے بے حد عقیدت تھی۔ ویسے عنبر، ناگ اور کیٹی بھی سب پیغمبروں اور بزرگانِ دین کا بے حد احترام کرتے تھے کیٹی نے کہا۔

"اب تو ہم واپس نہیں جا سکتے۔"

ماریا نے پوچھا:

"کیٹی! کبھی تم نے سوچا ہے کہ ہمارا انجام کیا ہو گا؟ یعنی میرا مطلب ہے کہ پانچ ہزار سال پیچھے جا کر جب ہمارا سفر ختم ہو جائے تو پھر کیا ہو گا؟ کیا ہم سب ایکدم سے بوڑھے کھوسٹ ہو کر مر جائیں گے؟

یا پانچ ہزار سال پیچھے قدیم مصر میں پہنچ کر جہاں سے ہم چلے تھے اور جہاں سے ہمارا سفر شروع ہوا تھا۔ غائب ہو جائیں گے؟

کیٹی کہنے لگی۔ بھئی اس کے بارے میں میں کیا کہہ سکتی ہوں۔ میں تو تم لوگوں کو تھوڑی مدت ہوئی ملی ہوں۔ تم عنبر اور ناگ تو ہزاروں سال سے اکٹھے سفر کر رہے ہو۔

ماریا کہنے لگی۔

"ہم بھی تھوڑے تھوڑے وقفے سے ایک دوسرے سے ملے تھے۔ مگر پھر بھی ہمیں ملے پانچ ہزار سال سے کم عرصہ نہیں ہوا۔"

کیٹی مسکرائی:

"کس قدر پرانی دوستی ہے۔ میرا خیال ہے دنیا میں اتنی پرانی دوستی کسی کی نہیں ہو سکتی۔"

کیٹی کو ماریا کی آواز سنائی دی۔

"یہ تو تم نے ٹھیک کہا ہے۔"

وہ دریا کے پل پر سے گزر رہی تھیں۔ یہ قدیم یونان کا بڑا مشہور اور تاریخی دریا ٹائیبر تھا۔ اس دریا کے دوسرے کنارے پر دوسرے شہر کی حکومت شروع ہو جاتی تھی جس کا نام ایتھنز تھا۔

پیارے دوستو! تم نے سقراط کا نام ضرور سنا ہو گا۔ جس نے سچائی کی خاطر زہر کا پیالہ پی لیا تھا۔ دنیا کا یہ مشہور فلسفی اور بزرگ استاد اسی شہر کا رہنے والا تھا اس زمانے میں ایتھنز شہر میں علم و ادب کا بڑا چرچا تھا۔ بڑے بڑے مشہور فلسفی، شاعر اور ڈرامہ نویس یہاں رہتے تھے۔

کیٹی اور ماریا ایتھنز شہر کی چار دیواری کے ایک دروازے

میں سے شہر کے اندر داخل ہو گئیں اس وقت دن کافی
نکل آیا تھا۔ یہ شہر بھی کافی کھلا اور کئی میلوں میں
پھیلا ہوا تھا۔ شہر کے اندر بڑے بڑے باغ تھے۔ پہاڑی
ڈھلانوں پر جنگل اُگے ہوئے تھے۔ دریا بھی شہر کے اندر
سے ہو کر گزرتا تھا۔

شہر میں امیروں کے بڑے بڑے محل اور حویلیاں تھیں
غریبوں کی تنگ و تاریک گلیاں بھی تھیں۔ اس شہر پر
کوئی بادشاہ حکومت نہیں کرتا تھا بلکہ ایک پارلیمنٹ
بنی ہوئی تھی۔ جس کے بہت سے ممبر تھے یہ لوگ امیر
تھے اور شاہی محلوں میں رہتے تھے۔

کیٹی اور ماریا ایک چوک میں سے گزر رہی تھیں
کہ دیکھتی ہیں کہ ایک نہایت حسین و جمیل شہزادی
زمرد جواہر کی کرسی پر بیٹھی ہے۔ غلاموں نے کرسی کے
تخت کو کاندھوں پر اٹھا رکھا ہے۔ ساتھ ساتھ ایک
آدمی گھوڑے پر سوار چلا آ رہا ہے۔ اس آدمی کے
ہاتھ میں ایک ننگی تلوار ہے۔ ایک غلام ہاتھ میں
مرتبان لئے ساتھ چلا آتا ہے۔

چوک میں پہنچ کر یہ لوگ رک گئے۔ تلوار والے آدمی
نے غلام سے کہا۔

"یہ مرتبان لوگوں کو دکھاؤ۔"

غلام مرتبان لے کر لوگوں کو دکھاتے ہوئے
آگے سے گزرنے لگا۔ جو کوئی مرتبان میں جھانک
کر دیکھتا اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے اور وہ بھاگ
کھڑا ہوتا۔ کیٹی ذرا پیچھے کھڑی تھی۔ جب غلام مرتبان
واپس لے کر اپنے آقا کے پاس چلا گیا تو آقا نے
تلوار لہرا کر اعلان کیا۔

"جو کوئی اس مرتبان کا راز بتائے گا میں اس
مرد کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کر کے اپنا محل
اسے دے دوں گا"

کیٹی نے آگے بڑھ کر ایک آدمی سے پوچھا کہ اسے
مرتبان میں کیا نظر آیا تھا کہ وہ اسے دیکھتے ہی رونے
لگا۔ وہ آدمی آنسو پونچھتے ہوئے بولا۔

"میں نے مرتبان کے اندر ایک خوبصورت نوجوان کو
دیکھا کہ ایک کالا سانپ اس کی گردن سے لپٹا ہوا ہے
اور بار بار اپنا پھن اٹھا کر اس کے سر پر ڈس رہا ہے
نوجوان درد سے کراہ رہا ہے اور آنکھوں سے آنسو
جاری ہیں"

ہر کسی نے کہا کہ اس نے بھی یہی کچھ مرتبان کے اندر

دیکھا ہے۔ان سے خوبصورت نوجوان کی یہ حالت دیکھی
نہیں گئی اور وہ غم سے رونے لگے۔گھوڑے پر سوار
امیر ننگی تلوار لہراتا آگے بڑھ گیا۔غلام نے مرتبان
اپنے سر پر رکھ لیا تھا اور حسین شہزادی کی سواری
بھی آگے بڑھ گئی تھی۔

ماریا نے کہا۔

"کیٹی یہ کوئی جادوگر لگتا ہے۔لوگوں کو بیوقوف
بنا رہا ہے۔"

اتنے میں ہجوم کے پیچھے پیچھے ایک عورت روتی
فریاد کرتی نظر آئی۔اس کے بال کھلے تھے اور آنکھوں
میں آنسو تھے۔وہ کہہ رہی تھی۔

"لوگو! میرے بیٹے کی جان بچاؤ۔اس ظالم جادوگر
نے میرے اکلوتے بیٹے کو مرتبان میں بند کر دیا ہے۔
وہ اسے سانپ سے ڈسوا رہا ہے۔وہ نہ مرتا ہے نہ
مرتبان سے باہر آتا ہے۔دیوتاؤ—میری مدد کرو۔میرے
بچے کو اس عذاب سے بچا لو۔"

اور عورت اپنا سر پیٹنے لگی اور اپنے بیٹے کا نام
لے کر بین کرنے لگی۔کیٹی کا دل ایک دردمند دکھی ماں
کی یہ حالت دیکھ کر بھر آیا۔اس نے ماریا سے کہا۔

"اگر یہ عورت ٹھیک کہہ رہی ہے تو یہ جادوگر بڑا
سنگ دل ہے۔

اس نے ایک ماں کے اکلوتے بیٹے کو مرتبان میں
بند کر کے زہریلے سانپ کے رحم و کرم پر چھوڑ رکھا
ہے۔"

ماریا کہنے لگی

"ہمیں اس دکھی ماں کی مدد کرنی چاہیئے۔مگر پہلے
اس سے پوچھو کہ اصل ماجرا کیا ہے اس کا بیٹا جادوگر
کے مرتبان میں کیوں بند کیا گیا؟"

کیٹی نے جب اس عورت سے اصل قصہ پوچھا تو
اس نے آنسو بہاتے ہوئے کہا۔

بیٹی! زیوس میرا اکلوتا بیٹا ہے۔یہ جادوگر ایک دوسرے
شہر کا رئیس ہے۔مگر اصل میں یہ کالا جادو جانتا ہے۔یہ
اپنی بیٹی کو لے کر ہمارے محلے میں آکر رہنے لگا۔
میرا بیٹا زیوس اس کی بیٹی سے ملا اور دونوں نے شادی
کرنے کا فیصلہ کر لیا۔مگر اس لڑکی کا جادوگر باپ اس
شادی کے خلاف ہو گیا وہ اپنی بیٹی کی شادی کسی
رئیس کے بیٹے سے کرنا چاہتا تھا۔میرا بیٹا زیوس ایک
معمولی مزدور ہے۔اس نے میرے بیٹے کو دھوکے سے

اپنے گھر بلوایا اور پھر خدا جانے کیا جادو کیا کہ
اسے مرتبان میں بند کر کے سانپ چھوڑ دیا اب سانپ
سارا دن اسے ڈستا رہتا ہے۔ وہ نہ مردوں میں ہے
نہ زندوں میں۔ وہ مرتا بھی ہے اور پھر زندہ ہو
جاتا ہے اور سانپ اسے ڈسنے لگتا ہے۔"

کیٹی نے پوچھا۔

"مگر یہ جادوگر مرتبان لوگوں کو کیوں دکھاتا پھرتا ہے؟"

وہ عورت کہنے لگی،

"یہ لوگوں کو خوف زدہ کرتا ہے کہ دیکھو اگر کسی
نے میری بیٹی سے شادی کی خواہش کی تو اس کا یہی انجام
ہو گا۔ اوپر سے اعلان کرتا پھرتا ہے کہ جو کوئی مرتبان
کا راز بتائے گا وہ اس سے اپنی بیٹی کی شادی کر
دے گا۔ یہ بڑا قاتل اور خونی شخص ہے۔"

اور وہ عورت زار و قطار روتی جلوس کے پیچھے
پیچھے چل رہی۔

ماریا نے کیٹی کے قریب جا کر کہا۔

"کیٹی! کیا میں اس غلام سے مرتبان چھین لوں؟
کیونکہ جونہی مرتبان میرے ہاتھ میں آیا وہ غائب
ہو جائے گا۔"

کیٹی کہنے لگی۔ "اس سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا
ہمیں تو پہلے یہ پتہ کرنا چاہیئے کہ زیوس نوجوان
کو مرتبان سے باہر کیسے نکالا جا سکتا ہے اور وہ کونسا سحر
اور منتر ہے جس کو پھونکنے سے اس کا قد بڑا ہو جائیگا
کیونکہ اس وقت تو وہ مرتبان میں ایک تلی کے قد کے
برابر ہے۔"

ماریا نے کہا۔

"تو پھر تمہاری کیا رائے ہے؟"

کیٹی بولی۔ "میرا مشورہ تو یہ ہے کہ ہمیں اس جادوگر
رئیس کا کسی طرح سے اعتماد حاصل کر کے اس سے دوستی
کرنی چاہیئے اور اسی سے یہ راز معلوم کرنا چاہیئے۔"

"اچھا خیال ہے" ماریا کہنے لگی۔ "تم پہل کرو میں تمہارے
ساتھ ہوں۔"

کیٹی نے کہا۔ "میرے دل میں ایک اسکیم آئی ہے تم
میرے ساتھ رہنا۔"

"میں تو تمہارے ساتھ ہی ہوتی ہوں۔"

ماریا نے مسکرا کر کہا۔ کیٹی ماریا کی مسکراہٹ تو نہ دیکھ
سکی۔ لیکن اس نے ماریا کی آواز سن لی تھی۔ کیٹی نے
ماریا سے کہا۔

ایک تو یہ مشکل ہو گئی ہے کہ اس میرے مسخرے جن کی چٹکی بجانے کی وجہ سے میری خلائی آنکھیں جو پہلے چوکور ہوا کرتی تھیں اب اس دنیا کے لوگوں کی طرح ہو گئی ہیں۔ چوکور ہوتیں تو میں اس طرح جادوگر رئیس کے ساتھ دوستی کر سکتی تھی؟"

ماریا نے کہا "تم چٹکی بجاؤ۔ شاید تمہارا مسخرہ جن آ جائے اور تمہاری آنکھیں دوبارہ چوکور ہو جائیں۔"

کیٹی مسکراتے ہوئے بولی۔

"اس جن کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ خدا جانے میں چٹکی بجاؤں تو عورت سے باگڑ بلی نہ بن جاؤں۔ میں تو اب چٹکی بجاتے ہوئے بھی ڈرتی ہوں۔"

ماریا نے کیٹی سے کہا کہ تم کو چٹکی بجائے بڑی دیر ہو گئی۔ ذرا ایک بار بجا کر تو دیکھو۔ کیٹی نے کہا میں کسی کی شکل کا اپنے دل میں تصور کر کے چٹکی بجایا کرتی تھی اور میں اسی کی شکل بن جاتی تھی اب میں کس کی شکل کا تصور کروں؟ اور پھر اب تو ایسا ہونے لگا تھا کہ میں تصور کسی کا کرتی تھی اور شکل کسی اور بن جاتی تھی۔ وہ کانوں پہ ہاتھ رکھ کر بولی۔

"نہ بابا۔ میں یہ خطرہ مول نہیں لے سکتی مجھے اب

اس جن پہ کوئی اعتبار نہیں رہا۔"

ماریا نے کہا۔"

اگر اس وقت تم اس جادوگر رئیس کی شکل اختیار کر سکو تو تم اپنے آپ کو اس کا ہم زاد کہہ کر اس مرتبان کا راز معلوم کر سکتی ہو اور ہم بد قسمت نوجوان زیوس کو مرتبان اور سانپ کی قید سے آزاد کرا کر اس کی والدہ کے حوالے کر سکتے ہیں۔"

کیٹی کا دل نہیں چاہتا تھا کہ وہ چٹکی بجانے کا خطرہ مول لے لیکن جب ماریا نے اسے بد قسمت نوجوان زیوس کی دکھی والدہ کا حال یاد دلایا تو وہ مجبور ہو گئی۔ اس نے کہا۔

"ماریا! میں صرف ایک دکھی ماں کے خیال سے چٹکی بجانے لگی ہوں۔"

اس وقت وہ دونوں بازار کے کنارے ایک مجسمے کے پاس کھڑی باتیں کر رہی تھیں۔ اور وہاں دوسرا کوئی نہیں تھا۔ کیٹی نے آنکھیں بند کر لیں اور اپنے دماغ میں اس جادوگر رئیس کی شکل کا نقشہ جمایا جو ابھی ابھی گھوڑے پہ سوار ننگی تلوار لئے لوگوں کو مرتبان دکھاتا اپنی خوبصورت بیٹی کے ساتھ بازار سے گذرا

تھا اور جس نے ایک بد نصیب ماں کے جگر کے
ٹکڑے کو مرتبان میں سانپ کے حوالے کر رکھا تھا۔
اس کی شکل کا نقشہ دماغ میں بٹھاتے ہی کیٹی نے چٹکی
بجا دی چٹکی بجاتے ہی کیٹی کو محسوس ہوا کہ اس کے
جسم کا وزن ہلکا ہو گیا ہے۔ اس کو ماریا کی ہلکی سی
چیخ بھی سنائی دی۔ اس نے جو گھبرا کر آنکھیں کھولیں
تو اس کے ہوش اڑ گئے کہ وہ سیاہ رنگ کی ایک
ناگن بن چکی تھی اسے ماریا کی خوشبو اسی طرح آ رہی
تھی۔ وہ ماریا کو دیکھ نہیں سکتی۔ مگر ماریا اسے زمین
پہ جلیبی کی طرح بل کھاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ ماریا
کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

"کیٹی! یہ کیا ہو گیا۔ کاش میں تمہیں چٹکی بجانے
کے لئے نہ کہتی۔ یہ میں نے تم پہ ظلم کیا ہے کیٹی
بہن مجھے معاف کر دینا۔"

کیٹی نے محسوس کیا کہ ماریا کے منہ سے نکلے ہوئے
الفاظ اور آواز کی لہریں اس کے ناگن ایسے جسم سے
ٹکراتے ہی اس کے دماغ میں ان الفاظ کے معنی
آ جاتے ہیں۔ وہ سمجھ گئی کہ ماریا کیا کہہ رہی تھی۔
اس نے بھی اپنے جسم میں سے ایک خاص بات

کی لہریں چھوڑیں۔ یہ لہریں ماریا کے غیبی جسم کی شعاعوں سے
ٹکرائیں تو وہ بھی کیٹی کی بات سمجھ گئی۔ کیٹی نے کہا تھا۔

"ماریا! کیا تم میری بات سمجھ رہی ہو۔"

"ہاں کیٹی! میں سمجھ رہی ہوں تمہارے جسم سے نکلی
ہوئی لہریں میری سمجھ میں آ گئی ہیں۔ کیٹی! میں ایک بار
پھر تم سے معذرت چاہتی ہوں مجھے معاف کر دینا۔ میں
نے تمہیں مجبور کر کے تمہاری یہ حالت بنا دی۔"
کیٹی نے کہا۔

اب جو ہونا تھا وہ ہو گیا ماریا۔ میں نے دو تین بار
اپنی شکل کو سامنے رکھ کر خیال ہی خیال میں چٹکی بجائی
ہے۔ مگر میں اصلی شکل میں نہیں آ سکی۔"

ماریا بولی۔ خدا اس کم بخت جن کو غارت کرے جس کی
چٹکی بجانے سے تمہارا یہ حال ہو گیا۔"

کیٹی کہنے لگی "میں تمہیں پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ مجھے
اس جن پہ ——————— کوئی بھروسہ نہیں
رہا۔ جن کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔

"میں اس چٹکی جن کا منہ نوچ لیتی اگر وہ میرے سامنے
ہوتا۔"

اچانک ماریا اور کیٹی کو ہلکا سا دھچکا لگا۔ وہ اپنی جگہ سے

ہل گئیں۔ اس کے ساتھ ہی ماریا اور کیٹی کو چٹکی جن کی گونج دار آواز سنائی دی۔

"کیا فضول چوڑ چوڑ لگا رکھی ہے تم نے۔ میں تمہیں بھی اس کا مزا چکھاتا ہوں۔"

ماریا کو ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے اس پر زور سے پھونک ماری ہو۔ وہ ہوا میں اوپر کو اچھل گئی۔ جس طرح کوئی کاغذ کے ہلکے سے ٹکڑے کو زور سے پھونک مار کر ہوا میں اچھال دے۔ ماریا ہوا میں اچھلی اور جب آہستہ آہستہ واپس زمین پر آئی تو اسے کوئی ہوش نہ رہا۔ وہ اس جگہ سے بالکل غائب ہو چکی تھی کیٹی نے اپنی ناگن کی آنکھیں گھما کر اِدھر اُدھر دیکھا اسے ماریا کی کسی طرف سے خوشبو نہیں آ رہی تھی۔ جن بھی غائب ہو گیا تھا۔ کیٹی نے اپنے جسم کی بے پناہ لہریں خارج کیں اور ماریا کو بار بار آوازیں دیں مگر ماریا وہاں ہوتی تو اسے جواب دیتی۔ وہ تو وہاں نہیں تھی۔ کیٹی نے چٹکی جن کو سخت الفاظ کہے مگر جن بھی وہاں پر نہیں تھا۔

کیٹی کو اپنی حالت پر ترس بھی آ رہا تھا اور حماقت پر غصہ بھی آ رہا تھا کہ اس نے ماریا کا کہا مان

چٹکی کیوں بجائی۔ مگر اب پچھتانے سے کیا ہو سکتا تھا جو ہونا تھا۔ ہو چکا تھا۔ ماریا کو بھی چٹکی جن نے پھونک مار کر خدا جانے کہاں اور کس شکل میں غائب کر دیا تھا۔

کیٹی نے اپنے آپ کو دیکھا۔ وہ بمشکل ایک فٹ لمبی کالے رنگ کی ناگن بن گئی تھی اور پتھر کے مجسمے کے پاؤں کے پاس زمین پر کنڈلی مارے بیٹھی تھی اس نے سوچا کہ جس دکھی ماں کی خاطر اس کا یہ حال بنا ہے اب اس کا فرض ہے کہ اس کی مدد کرے اور رئیس جادوگر کے دہشت ناک مرتبان سے اس کے نوجوان بیٹے زیوس کو رہائی دلانے کی کوشش کرے۔

یہ سوچ کر کیٹی نے بازار کے کنارے اس طرف رینگنا شروع کر دیا جدھر تھوڑی دیر پہلے رئیس جادوگر پر اسرار مرتبان اور اپنی حسین بیٹی کی سواری کے ساتھ گیا تھا۔ شہر کی یہ سڑک ایسی تھی کہ اس کے کنارے کنارے دکانیں نہیں تھیں بلکہ درخت اور جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ سڑک کی دوسری طرف دکانیں بنی ہوئی تھیں۔ جہاں یونانی لوگ چیزیں خرید رہے تھے۔ کیٹی جھاڑیوں میں بڑی تیزی سے رینگتی رئیس جادوگر کی سواری

کے پاس پہنچ گئی۔ جس تخت پر رئیس جادوگر کی بیٹی
کرسی بچھائے بیٹھی تھی اس تخت کو غلام کاندھوں
پر اٹھائے ایک شاندار محل نما حویلی کے بڑے دروازے
میں داخل ہو رہے تھے۔ رئیس جادوگر گھوڑے
پر بیٹھا ہاتھ میں تلوار لئے پیچھے پیچھے تھا۔
دہشتناک مرتبان والا غلام ان دونوں کے درمیان
چل رہا تھا۔
کیٹی ایک درخت کے پاس آکر رک گئی اور ان لوگوں
کو شاندار حویلی کے بڑے پھاٹک والے دروازے میں
داخل ہوتے دیکھتی رہی۔ جب وہ اندر داخل ہو گئے
تو پھاٹک کا دروازہ بند کر دیا گیا اور باہر دو غلام
تلواریں کاندھوں پر رکھے پہرہ دینے لگے۔ حویلی کی دیواریں
ایک قلعے کی طرح اوپر کو چلی گئی تھیں اور اوپر جا کر
ایک چھوٹی سی کھڑکی تھی جو بند تھی۔ اب بدنصیب مرتبان
کے قیدی نوجوان کی دکھی ماں بھی آنسو بہاتی اور اپنے
جگر کے ٹکڑے، اپنے بیٹے زیوس کی جدائی میں بین
کرتی وہاں آ گئی۔
کچھ دیر وہ یوں کھڑی روتی اور اپنے بیٹے کو
آوازیں دیتی رہی۔ کسی نے اس کی طرف توجہ نہ دی

آخر وہ بے چاری خود ہی روتی پیٹتی آنسو بہاتی
وہاں سے واپس چلی گئی۔
ناگن کیٹی یہ سب کچھ دکھی دل کے ساتھ محسوس
کر رہی تھی۔ اور خاموش ناگن والی آنکھوں سے دیکھ رہی
تھی۔ حویلی کا پھاٹک بند تھا۔ باہر ننگی تلواروں والے
حبشی غلام پہرہ دے رہے تھے۔ دن کی روشنی کم
ہو رہی تھی۔ شام ہونے والی تھی۔ ناگن کیٹی نے سوچا
کہ اسے حویلی کے اندر جانا چاہیئے اور وہاں اس
خوفناک مرتبان میں قید نوجوان پر کئے گئے جادو
توڑ تلاش کرنا چاہیئے۔
وہ درخت کے پیچھے سے نکل کر حویلی کی دیوار
طرف رینگنے لگی۔ اچانک ایک حبشی غلام کی نظر اس
پر پڑ گئی۔ اس نے شور مچا دیا۔
"سانپ! سانپ!"
دوسرا حبشی بھی اس طرف دیکھنے لگا۔ وہ نیزے
لے کر ناگن کیٹی کی طرف لپکے۔ ناگن کیٹی دیوار کی
طرف تیزی سے بھاگی۔ مگر وہ سانپ تھی۔ اتنا تیز
نہیں بھاگ سکتی تھی۔ جتنا تیز انسان بھاگتے ہیں۔
حبشی غلام بہت جلد اس کے سر پر پہنچ گئے۔ ایک

غلام نے ناگن کیٹی کی طرف نیزہ پھینکا جو اس کے قریب زمین میں کھب گیا۔ ناگن کیٹی گھبرا کر واپس مڑی موت اس کے سر پہ پہنچ گئی تھی۔ اس نے ایک حبشی غلام کی طرف منہ کھول کر زور سے پھنکار ماری۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ اس کے منہ سے آگ کی چنگاریاں نکلیں جو حبشی غلام کے جسم سے چمٹ کر شعلے بن گئیں اور غلام کے جسم کو آگ لگ گئی۔ وہ چیخیں مارتا ہوا گر پڑا اور تڑپنے لگا۔ دوسرا حبشی غلام اس پہ ریت مٹی ڈالنے لگا مگر آگ کے شعلے نہیں بجھ رہے تھے۔ حبشی غلام دیکھتے دیکھتے جل کر کوئلہ بن گیا۔

ناگن کیٹی اتنی دیر میں حویلی کی دیوار پر چڑھ گئی تھی اور یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی۔ اس کو محسوس ہوا کہ اس کے منہ میں اتنی طاقت آ گئی ہے کہ اگر وہ غصے میں کسی پہ پھنکارے تو اس کے منہ سے چنگاریاں نکل کر جلا دیتی ہیں۔ یہ بات عام سانپوں اور ناگنوں میں نہیں ہوتی۔ یہ خصوصیت خاص خاص سانپوں میں ہی ہوتی ہے وہ اس خاص بات کی وجہ سے رئیس جادوگر کی توجہ اپنی طرف کھینچ سکتی ہے۔ اور وہ اسے ایک انمول ناگن جان کر اپنے پاس رکھ لے گا اور وہ وہاں رہ کر

دہشتناک مرتبان کے قیدی کی مصیبت کا راز معلوم کر سکے گی۔ اس نے حویلی کی دیوار پر سے ہی ایک اور پھنکار ماری اور اس کے منہ سے چنگاریاں نکلنے لگیں۔

دوسرے حبشی نے اتنے عرصے میں شور مچا دیا تھا حویلی میں سے کچھ نوکر چاکر نکل کر باہر آ چکے تھے اور پھٹی پھٹی نگاہوں سے حبشی کی جلی ہوئی لاش اور دیوار سے چمٹی ناگن کے منہ سے نکلتے شعلوں کو دیکھ رہے تھے۔ نوکروں نے تیر برسانے شروع کر دیئے۔ ناگن کیٹی جلدی سے ایک پتھر کے سوراخ میں گھس گئی اور بار بار پھنکار پھنکار کر چنگاریاں نکالنے لگی۔ وہ چاہتی تھی کہ کسی طرح حویلی کا مالک رئیس جادوگر باہر آئے اور اسے دیکھ لے۔

حویلی میں شور مچا تو رئیس جادوگر بھی اپنے خاص غلاموں کے درمیان شاندار لباس پہنے حویلی کے پھاٹک سے باہر آ گیا اور بولا "کیا شور مچا رکھا ہے تم لوگوں نے ؟" جب اسے ساری بات بتائی گئی تو وہ دیوار کے پتھروں میں چھپی ناگن کیٹی کے منہ سے نکلنے والی چنگاریوں کو تعجب سے دیکھتے ہوئے بولا۔ "تیر مت چلاؤ۔ میں اسے زندہ پکڑنا چاہتا ہوں۔"

ناگن کیٹی نے بھی فقرہ سن لیا تھا۔ نوکروں سے تیر برسانے بند کر دیئے۔ ناگن کیٹی پتھر کے سوراخ سے باہر نکل آئی اور دیوار پر سے نیچے اترنے لگی۔ رئیس جادوگر بولا۔ "اسے چاروں طرف سے گھیر لو۔"

○

ناگن کیٹی

ناگن کیٹی خود چاہتی تھی کہ اسے پکڑ لیا جائے۔

رئیس جادوگر نے غلاموں اور دوسرے نوکروں کے ساتھ مل کر ایک گول دائرہ بنا لیا۔ ناگن کیٹی درمیان میں کنڈلی مار کر خاموش بیٹھی رہی۔ رئیس جادوگر نے حویلی میں سے ایک پٹاری منگائی اور نیزے کی مدد سے ناگن کیٹی کو مجبور کیا کہ وہ اس میں داخل ہو جائے۔ کیٹی خاموشی سے پٹاری میں چلی گئی۔ رئیس جادوگر نے اسے اوپر سے بند کر دیا اور غلام سے کہا کہ پٹاری تہہ خانے میں پہنچا دی جائے۔

ناگن کیٹی پٹاری میں بند تہہ خانے کے اندھیرے میں پڑی تھی۔ ناگن ہونے کی وجہ سے وہ ہر قسم کی بو بڑی تیزی اور آسانی سے سونگھ سکتی تھی۔ ماریا تو اس سے بچھڑ
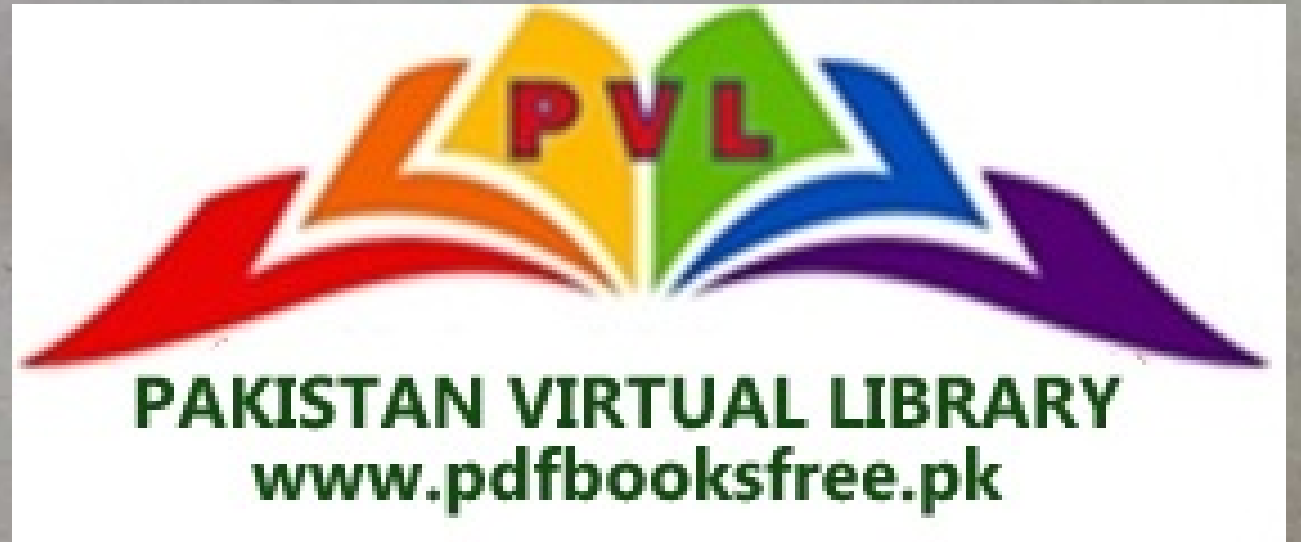
گئی تھی۔ ماریا کی بُو اسے بالکل نہیں آ رہی تھی۔ لیکن
اسے ایک سانپ کی دھیمی سی بُو آ رہی تھی۔ لگتا تھا
جس سانپ کی اسے بُو آ رہی ہے وہ تہہ خانے کی
دیوار کی دوسری طرف ہے۔

تہہ خانے کی دوسری طرف ایک اور تہہ خانہ تھا
جہاں رئیس جادوگر اسی وحشتناک مرتبان کو چبوترے پر
رکھے اس کے اندر جھانک رہا تھا۔ مرتبان کے اندر
نوجوان زیوس جیسے طلسم کے زور سے بالشت بھر کا
بنا دیا گیا تھا بے بسی کے عالم میں بیٹھا تھا اس کی گردن
سے سانپ لپٹا تھا اور اس کے سر میں بار بار ڈس
رہا تھا۔ رئیس جادوگر نے کہا۔

"زیوس! تم ایک معمولی ماہی گیر کے بیٹے تھے۔ تم کو
جرات کیسے ہوئی کہ تم میری بیٹی سے شادی کی خواہش
کرو۔ اب تم کو اس بھیانک مرتبان سے کوئی نجات نہیں
دلا سکے گا۔ یہ مرتبان تمہارا جہنم ہے اور تم اس میں
قیامت تک رہو گے۔ اور موت کا سانپ تمہیں ڈستا
رہے گا۔"

نوجوان زیوس کی ہلکی ہلکی کراہ کی آواز آ رہی تھی۔
رئیس جادوگر نے ایک قہقہہ لگایا اور مرتبان کا ڈھکنا بند

کر دیا۔

ناگن کیٹی نے رئیس جادوگر کے قہقہے کی آواز سُنی
تو چونکی ہو گئی۔ وہ تھوڑا سا زور لگا کر پٹاری سے
باہر نکل آئی۔ تہہ خانے میں گھپ اندھیرا تھا مگر ناگن ہونے
کی وجہ سے کیٹی کو اندھیرے میں سب کچھ دکھائی
دے رہا تھا۔ سانپ کی بو اسے دیوار کی دوسری طرف
سے آ رہی تھی۔ دیوار میں کوئی سوراخ نہیں تھا۔

ناگن کیٹی تہہ خانے کے دروازے کے پاس آ گئی
دروازے میں جہاں باہر سے کنڈی لگی تھی اس جگہ
ایک سوراخ تھا۔ کیٹی اس میں سے گذر کر دوسری
طرف نکل گئی۔ یہ ایک لمبا اندھیرا راستہ تھا۔ جو
سرنگ کی طرح کا تھا یہ حویلی کی نچلی منزل تھی
جو زمین کے اندر بنائی گئی تھی پرانے زمانے میں
امیر لوگ اپنی حویلیوں میں اس قسم کی زیر زمین تہہ خانے
ضرور بنایا کرتے تھے۔ سانپ کی بو لیتی ناگن کیٹی
آگے بڑھی۔ ساتھ والے تہہ خانے کا دروازہ بھی
بند تھا اور باہر تالا لگا تھا۔ سانپ کی بُو اسی دروازے
کے پیچھے سے نکل رہی تھی۔ ناگن کیٹی دروازے کے
سوراخ میں سے اندر چلی گئی۔ اس تہہ خانے میں بھی

تاریکی تھی۔ پتھر کا ایک چھوٹا سا چبوترہ تھا جس
پر وہی مرتبان رکھا تھا۔ جس کو رئیس جادوگر کے حکم
سے غلام لوگوں کو دکھاتا پھر رہا تھا اور جسے دیکھ کر
لوگ رونے لگتے تھے۔ مرتبان کے اندر نوجوان بالشتیئے زیوس
کو بار بار ڈسنے والے سانپ نے بھی ناگن کی بو
سونگھ لی تھی۔

سانپ نے نوجوان زیوس کی کھوپڑی میں ڈسنا
بند کر دیا اور مرتبان کے اوپر ڈھکنے کو تکنے لگا۔ اس
سانپ پر رئیس جادوگر کے جادو کا اثر تھا اس لئے
وہ مرتبان سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ مگر ناگن کی
تیز بُو اسے مجبور کر رہی تھی کہ وہ مرتبان کے باہر
آ جائے۔ ناگن کیٹی بھی مرتبان کے پاس آ گئی تھی اس
نے اپنے منہ سے تھوڑا سا زور لگا کر مرتبان کا ڈھکنا
ذرا سا کھسکا دیا اور مرتبان میں جھانک کر دیکھا۔

مرتبان کے اندر سانپ بے چینی سے مرتبان میں
چکر لگانے لگا تھا نوجوان بالشتیہ زیوس حیران ہو
کر اوپر تک رہا تھا۔ اسے اوپر ایک ناگن کا چہرہ دکھائی
دیا۔ مگر زیوس بالشت بھر کا بنا دیا گیا تھا اور مرتبان
کے اوپر جادو کا دائرہ بنا ہوا تھا جس کو نہ تو نوجوان

زیوس اور نہ ہی سانپ پار کر سکتا تھا۔ ناگن کیٹی
بھی جب مرتبان میں اترنے کے لئے نیچے کی رینگنے لگی
تو اسے ایک زبردست جھٹکا لگا۔

ناگن کیٹی نے سانپ کی زبان میں کہا۔
"تم اس نوجوان پر یہ ظلم کیوں کر رہے ہو؟"

سانپ نے جواب دیا۔

"اے ناگن! مجھ پر میرے مالک نے جادو کر رکھا
ہے۔ میں اس نوجوان کو بار بار ڈسنے پر مجبور ہوں
میں اگر باہر نکلنے لگتا ہوں تو زبردست جھٹکا لگتا ہے۔
اور نیچے گر پڑتا ہوں۔"

ناگن نے کہا۔ "کیا اس نوجوان زیوس کو بھی تمہارے
مالک نے جادو کے زور سے چھوٹا بنا دیا ہے؟"

"ہاں ناگن!" سانپ نے جواب میں کہا۔ "میرے مالک کے
پاس ایسا جادو ہے کہ اس کا کوئی توڑ نہیں ہے۔ اب
ہم جب تک زندہ ہیں اس مرتبان میں رہیں گے۔ مگر تم
کون ہو اور یہاں کیسے آ گئی ہو؟"

ناگن کیٹی جواب دینے ہی والی تھی کہ اسے دروازے
کی کنڈی کھلنے کی آواز سنائی دی۔ اس نے مرتبان کا ڈھکن
اپنے سر اور دم کی مدد سے پیچھے کھسکا کر اپنی جگہ پر جمایا

اور اندھیرے کونے میں جا کر چھپ گئی

دروازہ آہستہ سے کھلا۔ کوئی سیاہ پوش سایہ اندر داخل ہوا اور اس نے جلدی سے دروازہ بند کر دیا اور پھر مرتبان کے قریب آ کر اس کا ڈھکنا اٹھایا۔ ناگن کیٹی اس انسانی سائے کو غور سے دیکھ رہی تھی اس کا سارا جسم سیاہ چادر میں لپٹا ہوا تھا اور سر بھی سیاہ رومال میں ڈھکا تھا۔

"میرے زیوس! مجھ سے تمہارا حال نہیں دیکھا جاتا میں تمہیں اس عذاب سے کیسے نکال سکتی ہوں۔"

ناگن کیٹی نے محسوس کیا کہ یہ کوئی لڑکی ہے۔ وہ کونے میں سے کھسک کر سامنے والی دیوار کے اندھیرے میں آگئی یہاں سے وہ اس لڑکی کے چہرے کو اچھی طرح دیکھ سکتی تھی۔ اس نے دیکھا کہ یہ رئیس جادوگر کی حسین بیٹی تھی جو دوپہر کو کرسی پر بیٹھی بازار میں سے اپنے باپ کے ساتھ گزر رہی تھی۔ مرتبان کے اندر سے نوجوان زیوس کی باریک آواز آئی۔

"عمونا ـــــ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ میں غریب ہوں۔ تمہارے باپ نے میرے ساتھ ظلم کیا ہے۔"

عمونا نے کہا۔ "زیوس! میں تمہارے لئے کیا کر سکتی ہوں۔ میرا باپ جادوگر بھی ہے اس کے جادو کا میرے پاس توڑ نہیں ہے۔ اچھا۔ اب میں جاتی ہوں۔ کل آنے کی کوشش کروں گی۔"

رئیس جادوگر کی بیٹی عمونا تہہ خانے سے نکل گئی ناگن کیٹی نے مرتبان کا ڈھکنا کھسکا کر سانپ سے کہا۔

"تم سانپ ہو۔ تم اس حویلی کے سانپ ہو۔ کیا تم کو کوئی اندازہ نہیں کہ اس نوجوان کے ساتھ ساتھ تمہیں بھی اس موت کے مرتبان سے کیوں کر نجات دلائی جا سکتی ہے"

سانپ نے کہا: "ناگن۔ میرا خیال ہے کہ رئیس جادوگر نے ایک نیولے کی مدد سے ہم سب پر جادو کر رکھا ہے۔ میں نے ایک بار دیکھا تھا کہ جادوگر نیولے کے ایک پتلے کو مرتبان کے اوپر پھیر رہا تھا اور منتر پڑھ رہا تھا۔ اگر کسی طرح تم اس نیولے کے پتلے کو پاش پاش کر دو یا اسے آگ لگا کر جلا ڈالو تو اس مرتبان کا طلسم ٹوٹ سکتا ہے اور میں اور یہ نوجوان آزاد ہو سکتے ہیں۔"

ناگن کیٹی نے کہا: "میں حویلی میں اس نیولے کے پتلے کو تلاش کر لوں گی۔ تم فکر نہ کرو مگر یہ بتا سکتے ہو

کہ یہ پتلا کس جگہ پر رکھا ہوگا؟"

سانپ نے کہا،"

اس حویلی کی تیسری منزل کے جنوبی کونے میں ایک اندھیری کوٹھڑی ہے۔ میرا خیال ہے کہ ربلیس جادوگر نے اس کوٹھڑی کے اندر صندوق میں نیولے کے پتلے کو چھپا رکھا ہے۔"

ناگن کیٹی بولی،" میں اس کوٹھڑی کو تلاش کرلوں گی۔"

یہ کہکر ناگن کیٹی نے مرتبان کا ڈھکنا کھسکا کر واپس اپنی جگہ پر رکھا۔ اور رینگتی ہوئی تہہ خانے کے دروازے کے سوراخ میں سے باہر نکل گئی اس وقت باہر شہر میں رات پڑ چکی تھی۔ اور حویلی میں چراغ روشن ہو گئے تھے ناگن کیٹی اندھیرے میں دیوار کے ساتھ ساتھ رینگتی، کبھی دیوار کے اوپر چھت پر رینگتی سیڑھیوں پر سے گزرتی نوکروں اور غلاموں اور کنیزوں کی آنکھ بچا کر آگے بڑھتی ہوئی حویلی کی تیسری منزل کے جنوبی حصے میں آ گئی۔ سانپ کا اندازہ بالکل ٹھیک تھا۔

یہاں ایک کوٹھڑی تھی جس کے دروازے پر بھاری تالہ لگا تھا۔ یہاں دیوار میں ایک جگہ چراغ بھی جل رہا تھا۔ ناگن کیٹی دروازے کے نیچے سے رینگ کر کوٹھڑی

کے اندر پہنچ گئی۔ یہاں اندھیرا تھا۔ مگر ناگن کیٹی نے کونے میں ایک صندوق دیکھ لیا۔ وہ صندوق کے اوپر چڑھ گئی اور اس کے اندر جانے کا کوئی راستہ ڈھونڈنے لگی۔ صندوق کے اندر جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ ناگن مایوس ہو چکی تھی کہ ایک دم سے اس کی نگاہ صندوق کے نیچے کونے میں ایک چھوٹے گول سوراخ پر پڑی جو اندر ہوا جانے کے لئے رکھا ہوا تھا۔ ناگن کیٹی اس کے ذریعے صندوق میں داخل ہو گئی۔

کیا دیکھتی ہے کہ صندوق میں ایک نیولے کا پتلا کپڑے میں لپٹا پڑا ہے۔ صرف اس کی گردن اور دم باہر نکلی ہوئی ہے۔ جونہی ناگن کیٹی اس کی طرف بڑھی نیولے کے پتلے میں جان پڑ گئی اور وہ اچھل کر کپڑے میں سے باہر نکل آیا اور اس نے ناگن کیٹی پر حملہ کر دیا۔ وہ ناگن کی گردن اپنے نوکیلے دانتوں کی آری میں لے کر کاٹ دینا چاہتا تھا۔ ناگن کیٹی اچھل کر دوسرے کونے میں ہو گئی اور جان بچانے کی کوشش کرنے لگی۔ نیولا بار بار حملے کر رہا تھا۔

ناگن کیٹی نے محسوس کیا کہ اگر اس نے آخری ہتھیار استعمال نہ کیا تو نیولا اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔

جونہی نیولے نے ناگن کی گردن دبوچنے کے لئے منہ کھولا ناگن کیٹی نے پھنکار ماری۔ اس کے منہ سے چنگاریاں نکلیں اور اس نے نیولے کے جسم کو آگ لگا دی۔ نیولے نے ایک بھی چیخ بلند نہ کی۔ وہ آگ کے شعلوں میں اپنی دم پر بالکل سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اس کا چہرہ بدل کر انسان کی شکل اختیار کر گیا۔ پھر یہ چہرہ بھی غائب ہو گیا اور اس کی جگہ بھیڑیئے کا چھوٹا سا منہ بن گیا اور پھر ناگن کیٹی کی آنکھوں کے سامنے وہ جل کر راکھ ہو گیا۔

ناگن کیٹی تیزی سے صندوق کے سوراخ میں سے باہر نکل آئی۔

وہ تہہ خانے کی طرف واپس جانے کے لئے کوٹھڑی سے باہر نکلی تو اسے سیڑھیوں میں روشنی نظر آئی ایک غلام شمع ہاتھ میں لئے اوپر آ رہا تھا۔ ناگن کیٹی جلدی سے اوٹ میں چھپ گئی۔ جب غلام سیڑھیوں میں سے نکل کر دوسری طرف چلا گیا تو ناگن کیٹی تیزی سے لہراتی بل کھاتی اندھیرے راستوں سے گزرتی واپس تہہ خانے میں آ گئی اور دیکھا کہ سانپ اور نوجوان زیوس مرتبان سے باہر آ چکے تھے۔ سانپ نے ناگن

کو بتایا کہ مرتبان کا جادو ختم ہو چکا ہے مگر زیوس پر ابھی طلسم کا اثر ہے اور وہ ابھی تک چھوٹے قد کا ہی ہے۔

"اس کا طلسم کیسے ٹوٹ سکتا ہے؟" ناگن کیٹی نے پوچھا۔

سانپ نے کہا۔" یہ اس نوجوان سے ہی پوچھا جائے تو بہتر ہے۔ شاید اسے کچھ معلوم ہو۔"

ناگن نے کہا۔" کیا یہ تمہاری زبان سمجھ لے گا؟"

"میں ایک عرصے سے اس کے ساتھ مرتبان میں رہا ہوں۔ یہ میری زبان سمجھ جاتا ہے۔"

یہ کہہ کر سانپ نے نوجوان بالشتئے زیوس سے اس پر کئے گئے طلسم کے بارے میں

پوچھا تو اس نے کہا۔"

مجھے یاد ہے کہ رئیس جادوگر جس روز مجھے اپنے غلاموں سے اغوا کروا کر حویلی کے تہہ خانے میں لایا تھا تو اس نے مجھے اپنے پلنگ کے نیچے رسیوں سے باندھ کر رکھ دیا تھا۔ آدھی رات کو پھر ایک جادو کا چراغ جلا کر میرے قریب کر دیا۔ جس کی روشنی میرے جسم پر پڑی تو میں ایک بالشت بھر کا چھوٹا ہو گیا پھر اس نے مجھے اس مرتبان میں ڈال دیا۔"

سانپ نے یہی بات ناگن کیٹی کو بتا دی اور کہا۔
"اب میں سمجھ گیا ہوں۔ اگر کسی طرح تم اس جادوگر کے چراغ کو ڈھونڈھ کر اسے جلا کر پگھلا دو تو اس نوجوان کا قد پھر سے بڑا ہو جائے گا۔
ناگن کیٹی بولی۔
"میں جادو کے چراغ کو ڈھونڈھنے کی کوشش کروں گی مگر حیرانی کی بات ہے۔ کہ رئیس جادوگر کو ابھی تک نیولے سے پتلے کے جل کر راکھ ہو جانے کی خبر نہیں ہوئی۔"
ابھی یہ بات اس نے پوری کی ہی تھی کہ تہہ خانے کے باہر رئیس جادوگر کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔
سانپ نے کہا۔
"وہ اندر آ رہا ہے۔ اسے پتہ چل گیا ہے۔ اب کیا کریں"
ناگن نے کہا۔
"اس نوجوان کو ساتھ لے کر تم مرتبان میں کود جاؤ۔ اور وہی کام پھر سے شروع کر دو۔ جلدی کرو۔ وہ آ رہا ہے۔"
سانپ نے نوجوان زیوس کو ساری بات سمجھائی اور وہ دونوں مرتبان میں واپس چلے گئے۔ ناگن کیٹی نے مرتبان پہ ڈھکنا ڈال دیا اور خود کونے میں جا کر چھپ

گئی۔ تہہ خانے کا دروازہ کھلا اور رئیس جادوگر اپنی حسین بیٹی عمونا کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ عمونا نے کہا۔
"ابا آپ یونہی پریشان ہو رہے تھے۔ یہ دیکھیں مرتبان اپنی جگہ پہ پڑا ہے۔"
رئیس جادوگر نے ڈھکن اٹھا کر دیکھا تو اس کے اندر زیوس ویسے ہی بیٹھا تھا۔ سانپ اس کی گردن میں لپٹا تھا اور اس کی کھوپڑی کو تھوڑی تھوڑی دیر بعد ڈس رہا تھا۔ اس نے اطمینان کا سانس لے کر مرتبان پہ ڈھکنا چڑھا دیا اور بولا۔
"مگر جادو کے نیولے کو کس نے جلا ڈالا؟"
پھر کچھ سوچ کر بولا۔
"عمونا میرے ساتھ آؤ۔ میں نے آج ہی ایک ناگن پکڑی تھی جس کے منہ سے چنگاریاں نکلتی ہیں۔ میں اس کی مدد سے مرتبان پہ ایک ایسا جادو پھونکوں گا کہ یہ بڑے سے بڑے طاقتور آدمی سے بھی نہ کھل سکے گا۔"
عمونا نے کہا۔
بابا! اسے معاف کر دیں۔ یا اسے ایک ہی بار ہلاک کر دیں۔ اس نوجوان کا گناہ اتنا گھناؤنا نہیں ہے۔

جو آپ اسے سزا دے رہے ہیں۔"

رئیس جادوگر چلایا۔

"میں نہ اسے ماروں گا نہ زندہ رکھوں گا میں اسے موت اور زندگی کے درمیان لٹکا دوں گا اور یہ قیامت تک لٹکا رہے گا۔ چلو میرے ساتھ اس نئے جادو میں مجھے تم سے بھی مدد لینی پڑے گی"

عمونا اپنے ظالم جادوگر باپ کے ساتھ تہہ خانے سے نکل گئی۔

ناگن کیٹی جانتی تھی کہ جب وہ دوسرے تہہ خانے میں پٹاری کے پاس جائے گا تو اسے فوراً پتہ چل جائے گا کہ آگ لگانے والی ناگن فرار ہو چکی ہے۔ لیکن کیٹی کو زیادہ پریشانی اس لئے نہیں تھی کہ مرتبان کا خونی ڈرامہ اپنی جگہ پر اسی طرح دہرایا جا رہا تھا۔ اگرچہ یہ جھوٹ موٹ کا ڈرامہ تھا۔ وہ تہہ خانے کے دروازے سے نکل کر رئیس جادوگر کی خواب گاہ کی طرف چل پڑی اس نے اندھیرے میں رینگتے ہوئے حویلی کے سارے کمرے چھان مارے۔ آخر ایک جگہ اسے رئیس جادوگر کا بیڈروم مل گیا۔ یہاں ایک آبنوس کا بہت بڑا پلنگ پڑا تھا۔ جس کے پائے چاندی کے تھے اور نرم بستر بچھا

تھا۔ دیواروں پر ریشمی پردے گرے ہوئے تھے۔ قیمتی سازو سامان سجا ہوا تھا۔

ناگن کیٹی سمجھ گئی کہ یہی رئیس جادوگر کی خواب گاہ ہو سکتی ہے۔

اس نے خواب گاہ میں چکر لگا کر جادو کا چراغ ڈھونڈھنا شروع کیا۔ اسے چراغ کہیں نہ ملا۔ وہ واپس جانے لگی تو رئیس جادوگر پریشانی کی حالت میں اندر آیا۔ اس کی بیٹی عمونا اور دو حبشی غلام بھی اس کے ساتھ تھے وہ بار بار چیخ رہا تھا۔

"تم سارے حرام خور ہو گئے ہو۔ ناگن پٹاری میں سے نکل بھاگی ہے۔ وہ کہاں جا سکتی ہے۔ وہ حویلی کو آگ بھی لگا سکتی ہے۔ مجھے ساری حویلی پر طلسم پڑھ کر پھونکنا پڑے گا۔ مگر اس میں دیر لگے گی۔ جاؤ حرام خورو ___ ناگن کو تلاش کرو ___

حبشی غلام سر جھکا کر تیزی سے باہر نکل گئے۔ عمونا کہنے لگی۔

"بابا ___ کہیں وہ ناگن آپ کو نقصان نہ پہنچا دے"

وہ بولا۔

"وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ مجھ پر سانپ کے زہر اور آگ کا کوئی اثر نہیں ہو گا۔ میں طلسمی انجینئر کہا

چکا ہوں ۔ میں چاہتا ہوں کہ تم پر بھی طلسم پڑھ کر
پھونک دوں تاکہ تم بھی ناگن کی ہلاکت سے بچ جاؤ۔
یہاں قالین پر بیٹھ جاؤ۔"

حسین عمونا قالین پر بیٹھ گئی۔ رئیس جادوگر نے ایک
الماری سے انسانی کھوپڑی نکال کر اس کے سامنے رکھی۔
پھر اپنے کرتے کی اندرونی جیب میں سے ایک کانسی
کا چھوٹا سا چراغ نکالا اور اسے کھوپڑی کے اوپر رکھ
دیا۔ کپّے میں سے تھوڑا سا زیتون کا تیل اس میں
ڈال کر پتھروں کو رگڑ کر اسے روشن کر دیا اور آنکھیں
بند کر کے منتر پڑھنے لگا۔

ناگن کیٹی پلنگ کے نیچے چھپی یہ سارا کھیل دیکھ
رہی تھی۔ یہی وہ طلسمی چراغ تھا۔ جس کی تلاش میں
وہ وہاں آئی تھی۔ رئیس جادوگر کی آنکھیں بند تھیں
یہ بڑا سنہری موقع تھا۔ ناگن کیٹی پلنگ کے نیچے سے
رینگتی ہوئی باہر نکل آئی۔ عمونا کی اس کی طرف پیٹھ
تھی۔ اس لئے وہ اسے نہیں دیکھ سکتی تھی۔

ناگن کیٹی کا نشانہ جادوائی چراغ تھا۔ اس نے اسے
گھور کر دیکھا۔ اور پھر اپنا منہ کھول کر اپنے جسم کی
پوری طاقت اور پوری گرمی اور تپش کو جمع کر کے زور

سے پھنکار ماری۔ رئیس جادوگر اور عمونا اچھل کر پیچھے
ہٹ گئے۔ مگر اس دوران میں ناگن کیٹی کی بے حد گرم اور
تپش والی پھنکار کی چنگاریوں نے کانسی کے چراغ کو
آگ لگا دی تھی۔ یہ آگ اس قدر شدید تپش والی تھی
کہ اس کا رنگ سفید تھا اور کانسی کے جادوئی چراغ
میں سے انسانی چیخوں کی آوازیں بلند ہونے لگی تھیں۔ رئیس
جادوگر اور عمونا نے ناگن کو دیکھ لیا تھا۔ رئیس جادوگر
نے کہا۔

"یہی وہ ناگن ہے۔ اس نے میرے طلسمی چراغ کو
آگ لگا دی ہے۔ اسے مار ڈالو۔ چراغ پر پانی ڈالو۔"

رئیس جادوگر گھبراہٹ میں جیسے نیم پاگل ہو گیا
تھا۔ طلسمی چراغ بے حد قیمتی تھا اور وہ اسے ہرگز
نہیں کھونا چاہتا تھا۔ اس کی وجہ سے اس کی جادوگری
قائم تھی۔ عمونا پانی لینے باہر کو بھاگی۔ رئیس جادوگر نے
پلنگ کی چادر اٹھا کر طلسمی چراغ پر ڈال دی۔ چادر
کو بھی آگ لگ گئی۔ وہ باہر کو دوڑا۔ ناگن کیٹی نے
دیکھا کہ کانسی کا طلسمی چراغ پگھل کر لاوا بن کر بہنے
لگا تھا۔

اب وہ بھی کمرے سے باہر کو دوڑی۔ کیونکہ کمرے

میں ریشمی پردوں نے بھی آگ پکڑ لی تھی۔ حویلی میں آگ کا شور مچ گیا۔ ناگن کیٹی جس خفیہ اور اندھیرے راستے سے آئی تھی اسی راستے واپس تہہ خانے میں آگئی۔ کیا دیکھتی ہے کہ مرتبان ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا ہے اور زیوس ایک چھ فٹ کا نوجوان بن کر اس کے قریب کھڑا ہے اور سانپ اس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ خود ناگن سے بات نہیں کر سکتا تھا۔ ناگن نے سانپ سے کہا۔

"حویلی میں آگ لگ گئی ہے۔ طلسمی چراغ ختم ہو چکا ہے۔ یہاں سے نکل چلو۔ جلدی کرو۔"

سانپ نے یہ بات نوجوان زیوس کو بتائی تو اس نے کہا۔

"میں عمونا کے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ تم لوگ اپنی جان بچا کر حویلی کے پیچھے پہاڑیوں میں چلے جاؤ۔ میں عمونا کو لے کر آتا ہوں۔"

ناگن اور سانپ تہہ خانے کے سوراخ میں سے نکل کر دیوار پر رینگتے ہوئے زینے کی طرف دوڑے نوجوان اور طاقتور زیوس اب پورا چھ فٹ کا جوان بن چکا تھا۔ اس نے زور سے لات مار کر دروازہ توڑ ڈالا اور

عمونا کو پکارتا ہوا اوپر والی منزل کی طرف لپکا جہاں ایک افراتفری مچی تھی اور کمروں میں دھواں بھر رہا تھا۔ حویلی کا ایک حصہ آگ پکڑ چکا تھا۔ نوکر آگ بجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ رئیس جادوگر اپنے کمرے میں گھر گیا تھا۔ اس کی بیٹی عمونا اسے آوازیں دے رہی تھی۔

وہاں زیوس پہنچ گیا۔ وہ زیوس کو پھر سے بھرپور اونچے قد کا نوجوان دیکھ کر حیران ہوئی پھر پریشانی کے عالم میں بولی۔

"زیوس! میرے باپ کو بچاؤ۔ وہ اندر آگ میں گھر گیا ہے۔"

زیوس اگرچہ اس ظالم شخص کو بچانا نہیں چاہتا تھا مگر عمونا کی خاطر وہ دروازہ توڑ کر اندر گھس گیا۔ کمرہ دھوئیں سے بھرا ہوا تھا۔ اس نے رئیس جادوگر کو دیکھا کہ قالین پر نیم بے ہوش پڑا ہے۔ وہ اسے گھسیٹ کر باہر نکال لایا اور پھر اسے کاندھے پر رکھا اور عمونا سے کہا

"حویلی سے باہر نکل چلو۔"

زیوس نے عمونا کے باپ کو حویلی سے باہر لا کر کھلی ہوا میں زمین پر ڈالا تو اسے ہوش آگیا اور وہ کھانستے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ حویلی کو آگ لگ چکی اور وہ دھڑا دھڑ جل رہی تھی۔ زیوس کو جوان قد کے ساتھ دیکھ کر

رئیس جادوگر نے کہا۔

"آہ! میں ہار گیا۔ تم لوگ جیت گئے۔ تمہاری پاک محبت
جیت گئی۔"

عمونا نے کہا۔

"بابا! زیوس نے آپ کو بچا لیا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو آپ
کو کوئی نوکر باہر نہ نکالتا۔ کوئی بھی اندر نہیں جا رہا تھا"

رئیس جادوگر نے زیورس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ زیوس۔ تم نے میرا بھی
دل جیت لیا ہے۔ آج سے تم دونوں کو اجازت ہے تم
شادی کر کے خوش و خرم زندگی بسر کر سکتے ہو۔"

عمونا اپنے باپ سے لپٹ گئی۔ زیوس نے بھی رئیس
جادوگر کے ہاتھ چوم لئے۔ اور کہا۔

"میں عمونا کو ساری زندگی خوش رکھوں گا۔ مجھے حویلی
کے جل جانے کا صدمہ ہے۔"

رئیس جادوگر نے کہا۔ "یہ اچھا ہی ہوا۔ اس میں میرا
طلسم اور میری نفرت۔ سب کچھ جل گیا ہے۔ اب میں
انسانوں سے پیار کرتا ہوں۔ اپنی بیٹی سے پیار کرتا ہوں
اور اس کی خوشیوں سے پیار کرتا ہوں۔ تم میرے پہاڑ
والے مکان میں جا کر اپنی نئی زندگی شروع کرو۔"

عمونا نے کہا۔ "بابا! آپ بھی ہمارے ساتھ رہیں گے۔"

رئیس جادوگر بولا۔

"نہیں بیٹی! میں اب اس شہر میں نہیں رہ سکتا
میں ملک افریقہ کی طرف نکل جاؤں گا جہاں میرا
مرشد رہتا ہے۔ میں اپنی باقی زندگی لوگوں کی خدمت
کرتے گزاروں گا۔ جاؤ دیوتا تمہارے نگہبان ہوں"

○

ناگن کیٹی اور سانپ حویلی کے پچھواڑے والی پہاڑیوں
میں ایک جگہ چٹان کے اوپر بیٹھے حویلی کو آگ میں دھڑا
دھڑ جلتے دیکھ رہے تھے کہ اتنے میں گھوڑوں پر سوار
زیوس اور عمونا آتے نظر آئے۔

ناگن نے کہا۔

"وہ دونوں آ رہے ہیں۔"

سانپ بولا۔ آخر محبت نے فتح حاصل کی۔"

پہاڑیوں میں آ کر زیوس اور عمونا سانپ اور ناگن کو
تلاش کرنے لگے۔ وہ خود ہی ان کے سامنے آ گئے
زیوس نے سانپ سے کہا۔

"تم میری زبان جانتے ہو۔ میں تمہاری زبان سمجھ لیتا
ہوں۔ ناگن سے کہو کہ ہم دونوں اس کے بے حد شکر گزار
ہیں۔ ہم نے شادی کر لی ہے اور اب پہاڑ پر اپنے مکان

پر جا رہے ہیں کیا تم دونوں ہمارے ساتھ نہیں
چلو گے؟"

سانپ نے کہا۔

"میں تمہارے ساتھ جانے کو تیار ہوں دوست مگر
سوچتا ہوں کہ میں تمہیں ڈستا رہا ہوں۔ کیا تم مجھے قبول
کر لو گے؟"

زیوس نے کہا۔ "وہ تم جادو کے اثر سے ایسا کر رہے
تھے۔ جونہی جادو کا اثر زائل ہوا تم میرے دوست بن گئے
تھے اور تم نے بھی ناگن کے ساتھ میری مدد کی تھی۔"

سانپ کہنے لگا۔ میں تمہاری کشادہ دلی کی داد دیتا
ہوں۔ میں تمہارے ساتھ جاؤں گا اور تم دونوں کی
حفاظت کا کام سرانجام دوں گا۔ لیکن ناگن سے پوچھ
کر بتاتا ہوں۔"

سانپ نے ناگن کیٹی سے پوچھا تو وہ سوچنے لگی کہ
اسے تو ابھی ماریا کو تلاش کرنا ہے کہ خدا جانے
وہ کہاں گم ہو گئی ہے۔ وہ ان لوگوں کے ساتھ جا کر
کیا کرے گی۔ اس نے بہانہ بنا کر انہیں ٹال دیا۔ زیوس
سانپ اور عمونا نے ایک بار پھر ناگن کیٹی کا تہہ دل
سے شکریہ ادا کیا اور وہ ناگن کیٹی سے جُدا ہوُا

پہاڑوں کی طرف روانہ ہو گئے۔

ناگن کیٹی چٹان کے دامن میں اکیلی رہ گئی۔
اس وقت رات کا آخری پہر گزر رہا تھا اور
کوئی دم میں سویرا ہونے والا تھا۔ کیٹی کا دماغ
یہی سوچ رہا تھا کہ ماریا کہاں گم ہو سکتی ہے اسے
ایک بار پھر چٹکی جن پر غصہ آ رہا تھا کہ اس کی وجہ
سے شاید ماریا گم ہوئی ہے۔ کیونکہ عین جس وقت وہ ناگن
بنی اسی وقت ماریا کی خوشبو آنی بند ہو گئی تھی
اس نے اپنے ذہن میں اپنی شکل کا تصور جما کر خیال
ہی خیال میں دو تین بار چٹکی بجائی کہ شاید وہ اپنی
اصلی شکل میں واپس آ جائے مگر وہ کامیاب نہ ہو سکی
اور ناگن کی ناگن ہی رہی۔

اب اسے اپنے آپ پر غصہ آنے لگا کہ اس نے کیوں
ماریا کے کہنے میں آ کر خوامخواہ چٹکی بجانے کا خطرہ مول
لے لیا۔ نہ وہ چٹکی بجاتی اور نہ اس کا یہ حال ہوتا۔
کم بخت وہ چٹکی جن تو لگتا تھا اب اس کے خلاف ہو گیا
ہوا ہے۔ جان بوجھ کر اسے تنگ کرتا ہے اور پھر اس کا
تماشہ دیکھتا ہے۔ کیٹی نے دل میں سوچا کہ اگر کبھی اس کا
آمنا سامنا ہو گیا تو اسے ایسی جلی کٹی سنائے گی کہ وہ

بھی کیا یاد کرے گا۔ناگ اور عنبر سے تو پہلے ہی سے
جدا تھی۔اب ماریا کا بھی اسے غم کھانے لگا کہ خدا
جانے بے چاری کس حال میں ہوگی۔کہاں ہوگی۔
ناگن کیٹی چٹان کے پتھروں سے کھسکتی دوسری طرف
آگئی۔ [illegible] نے سر اٹھا کر دیکھا۔آج سے ڈھائی تین
ہزار سال پہلے کے یونان کے آسمان پر ستارے صبح
کی آہستہ آہستہ بڑھتی ہوئی روشنی میں پھیکے پڑتے جا
رہے تھے۔ڈھلان پر باغوں کے تختے پھیلے تھے جن
میں کہیں کہیں زیتون اور سرو کے درختوں کے جھنڈ
پچھلے پہر کے سرمئی اندھیرے میں پُر اسرار سے لگ
رہے تھے۔ناگن کیٹی ان باغوں کی طرف چل پڑی۔
اس کے سامنے ایک ایسی منزل تھی جس کی اسے کوئی خبر
نہیں تھی۔

صبح ہو گئی۔سورج کی روشنی پھیل گئی۔ناگن کیٹی
باغوں، کھیتوں، میدانوں میں سے گزرتی نکلتی چلی گئی۔
کبھی کبھی اس کے دل میں خیال آتا کہ اس سے تو وہ
اپنے خلائی سیارے میں چلی جاتی تو اچھا تھا۔کم از کم
اس مشکل سے تو نجات مل جاتی۔ہو سکتا تھا اس
کے سیارے کا چیف اسے معاف کر دیتا۔مگر اب تو وہ

ہمیشہ کے لئے اس زمین کی ہو کر رہ گئی تھی۔نہ اس
کے پاس خلائی راکٹ تھا نہ خلائی گن تھی اور نہ کوئی
ایسا خلائی ٹرانسمیٹر تھا کہ جس کی مدد سے وہ اپنے
خلائی سیارے سے رابطہ قائم کر سکتی تھی۔یہ خیال
سخت مایوسی کی وجہ سے کیٹی کے دل میں آگیا تھا ورنہ
اسے معلوم تھا کہ خلائی سیارے کی مخلوق اسے کبھی
زندہ نہیں چھوڑ سکتی تھی۔کسی وقت کیٹی کے دل میں
اس انسان کا خیال آ جاتا تھا جس کے بارے میں اس
نے جنوبی امریکہ کے ایک ملک پیرو کے ویران جنگلوں
اور صحراؤں میں سنا تھا کہ وہاں ایک خلائی آدمی
رہتا ہے۔جو آسمان سے آیا ہوا ہے۔
اور اب واپس اپنے خلائی سیارے پر نہیں جا سکتا
کیونکہ اس کا جہاز تباہ ہو چکا ہے۔کچھ اسی قسم کی
افواہیں کیٹی نے پیرو کے علاقے میں سنی تھیں۔
خدا جانے کیوں کیٹی کو اپنی خلائی سیارے کی دنیا
بہت یاد آنے لگی تھی۔شاید اس لئے کہ وہ جس میدان
میں سے گزر رہی تھی وہ چھوٹے چھوٹے پتھروں سے
بھرا ہوا تھا اور کیٹی کو رینگ کر چلتے ہوئے بڑی
دقت ہو رہی تھی۔لیکن جلد ہی اس کے دماغ سے

خلائی سیارے کا خیال نکل گیا اور وہ ناگ عنبر اور ماریا کو یاد کرنے لگی۔ اتنے محبت کرنے والے پیارے دوست اسے کسی خلائی سیارے میں نہیں مل سکتے تھے۔

○

طوفان کی تباہی

چلتے چلتے شام ہو گئی۔

ناگن کیٹی ایک دوسرے شہر کے قریب پہنچ چکی تھی۔ اس شہر کی پرانی چار دیواری اسے دور سے نظر آنے لگی۔ اس نے دیکھا کہ اس چار دیواری کے اوپر جگہ جگہ برج بنے ہیں۔ جہاں اس ملک کے یونانی سپاہی پہرہ دے رہے ہیں۔ شہر کی فصیل کا بہت بڑا پھاٹک ہے جو بند ہے اور فصیل کے ارد گرد ایک گہری کھائی پانی سے بھری ہوئی ہے۔ آگے بہت بڑا میدان ہے۔

اس میدان کے پیچھے گھنے درختوں کا جنگل تھا۔ جہاں ناگن کیٹی کو دور سے ایک بہت بڑے گھوڑے کا سر درختوں میں سے باہر کو نکلا ہوا دکھائی دیا۔ وہ
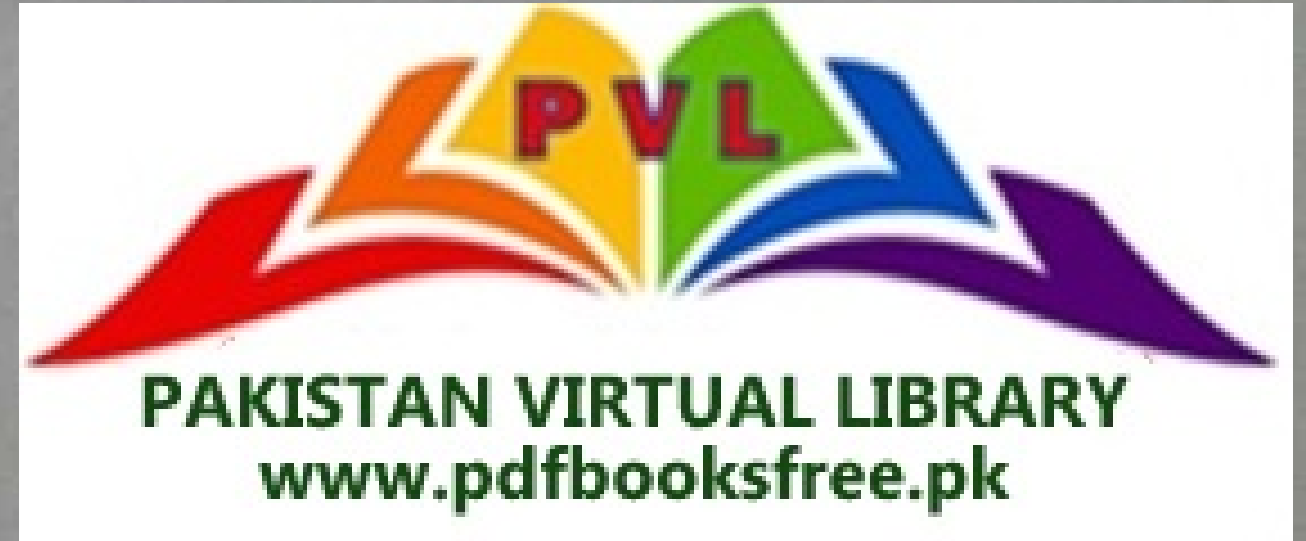
دل میں حیران ہونے لگی کہ یہ اتنا بڑا گھوڑا اس جنگل میں کہاں سے آگیا۔ جب وہ قریب پہنچی تو دیکھا کہ یہ لکڑی کا بنا ہوا گھوڑا ہے جو بارہ چودہ منزل اونچا ہے۔ اس کے پیٹ کے نیچے ایک دروازہ ہے جس کا پٹ کھلا ہوا ہے۔ آس پاس جنگل میں فوج کے سپاہی ڈیرہ ڈالے بیٹھے ہیں۔ جگہ جگہ آگ کے الاؤ جل رہے ہیں کیٹی ناگن کی شکل میں ایک ایسے خیمے کے قریب آئی جس کے باہر فوج کے کچھ جرنیل لکڑی کی کرسیوں پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ ناگن کیٹی کا جسم اب انسانی آوازوں کو مفہوم میں تبدیل کر کے معنے سمجھنے لگ گیا تھا۔

یہ فوج کے جرنیل تھے اور درمیان میں آگ جلائے کچھ فکر مند سے تھے۔ ناگن کیٹی یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ یہ لوگ اتنا بڑا لکڑی کا گھوڑا بنا کر اس سے کیا کام لینا چاہتے ہیں۔ وہ ایک درخت کی شاخوں میں گھس کر ان جرنیلوں کی باتیں سننے لگی۔ ایک یونانی جرنیل کہنے لگا۔

"ترکیب بڑی پر اسرار اور خطرناک بھی ہے۔ اگر دشمن کو ذرا سا بھی شک پڑ گیا تو وہ گھوڑے کو کھڑے کھڑے آگ لگا دے گا۔ اور ہماری فوج کے۔ دو سو سپاہی

اندر جل بھن کر کباب ہو جائیں گے۔

دوسرا جرنیل کہنے لگا۔ "انہیں کبھی شک نہیں پڑ سکتا۔ ہمارے انجینئر کا کمال ہے کہ ہمارا بارہ منزلہ لکڑی کا گھوڑا آہستہ آہستہ سر بھی ہلائے گا اور ہم اس پر لکھ دیں گے کہ یہ ٹروجن والوں کی طرف سے اسپارٹا کو ایک تحفہ ہے۔"

تیسرا جرنیل بولا۔ "اور اسپارٹا والے یعنی ہمارے دشمن گھوڑے کو رسوں سے کھینچ کر اندر قلعہ میں لے جائیں گے اور جب رات گہری ہو جائے گی اور فتح کا جشن منانے سپاہی نیند میں مدہوش ہو جائیں گے تو لکڑی کے اس گھوڑے کے اندر سے ہمارے تازہ دم چپکے سے تلواریں ہاتھوں میں لئے نکلیں گے اور حملہ کر کے قلعے پر قبضہ کر کے اس کا دروازہ ہمارے لئے کھول دیں گے اور ہم اپنی شکست کو فتح میں بدل ڈالیں گے۔"

ناگن کیٹی نے اس دنیا کی تاریخ نہیں پڑھی تھی مگر ناگ نے اسے بتایا تھا کہ ٹروجن یونان کا ایک شہر تھا۔ بلکہ ایک خود مختار ریاست تھی جس کو سپارٹا کی ریاست کی فوجوں نے شکست دی تو ٹروجن والوں نے ایک نہایت عجیب چال چلی اور قلعے پر دوبارہ

قبضہ کر لیا۔ یہ وہ چال تھی۔ جس کو ناگن کیٹی اپنی
آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔

جب سارے جرنیل اس بات پر راضی ہو گئے کہ
انہیں لکڑی کے گھوڑے میں اپنی فوج کے دو سو سپاہی
بھر کر دشمن کے قلعے میں داخل کرنے کا خطرہ مول لینا
ہی ہو گا تو وہ اٹھ کر فوج کے خیموں کی جانب آ
گئے۔ کیٹی بھی درخت سے اتر کر اب اس درخت پر
آ گئی۔ جس کے بالکل پاس ہی لکڑی کا گھوڑا کھڑا تھا
بلکہ اس کی گردن پر جو مصنوعی بال لگے تھے وہ کیٹی کے درخت
کی شاخوں کو چھو رہے تھے۔ ناگن کیٹی نے دیکھا کہ فوج
میں ایک کھلبلی سی مچ گئی ہے اور دو سو مضبوط اور
جوان فوجیوں کو چنا جا رہا ہے۔ جب دو سو فوجی سپاہی
چن لئے گئے تو لکڑی کے گھوڑے کے پیٹ کا دروازہ
کھول دیا گیا اس کے ساتھ ایک رسی کی سیڑھی لگا
دی گئی۔ فوجی ایک ایک کر کے گھوڑے کی پیٹ میں
داخل ہونا شروع ہو گئے۔ جب دو سو کے دو سو فوجی
گھوڑے کے پیٹ میں داخل ہو چکے تو اس کا دروازہ
بند کر دیا گیا۔ رسی کی سیڑھی بھی اوپر کھینچ لی گئی۔
لکڑی کے اس بہت بڑے گھوڑے کے چاروں

پاؤں کے نیچے لکڑی کے بڑے بڑے چار پہیئے
لگے تھے۔ سپاہیوں نے اسے آہستہ آہستہ دشمن کے
شہر کی فصیل کی طرف گھسیٹنا شروع کیا۔ گھوڑا ایک
دیو ہیکل جن کی طرح فصیل شہر کی طرف بڑھ رہا تھا
اس وقت چاروں طرف گھپ اندھیرا تھا۔

ناگن کیٹی نے سوچا کہ اسے پہلے شہر کے اندر جا کر
دیکھنا چاہیئے کہ وہاں کے فوجی اس عجیب و غریب گھوڑے
کے بارے میں کیا سوچتے ہیں تاریخ نے اس گھوڑے
والے عبرت ناک واقعے سے جو فیصلہ کیا تھا وہ بھی
عنبر نے کیٹی کو بتا دیا تھا۔ مگر وہ تاریخ کے واقعات
میں دخل نہیں دے سکتی تھی۔ یہ ان کے واپسی کے
سفر کی ایک بہت بڑی شرط تھی۔ جو واقعات اور حادثات
تاریخ میں ہو چکے تھے ان کو عنبر ناگ ماریا تبدیل نہیں
کر سکتے تھے۔ مثلاً یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ملک بابل
کے بادشاہ نے ایک نیک دل راہب کو جو بتوں کی پوجا
نہیں کرتا تھا بلکہ ایک خدا کو مانتا تھا۔ دھوکے سے
محل میں بلا کر قتل کروا دیا تھا۔ اب کیٹی، ناگ یا عنبر یا
ماریا اس راہب کو یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ وہ بادشاہ
کے محل میں نہ جائے کیونکہ بادشاہ اسے قتل کروا ڈالے گا

اس لئے کہ تاریخ میں بادشاہ راہب کو قتل کروا چکا
تھا اور اپنے واپسی کے سفر میں یہ ڈرامہ عنبر ناگ اور
ماریا دوسری بار دہرایا جاتا دیکھ رہے تھے۔ اگر وہ
راہب کو بتا دیں کہ وہ بادشاہ کے محل میں نہ جائے
اور راہب فرار ہو جائے تو اس کے بعد ہونے والے
سارے تاریخی واقعات میں ایک زبردست انقلاب
آ جائے اور خدا جانے اس دنیا کے سارے لوگ
الٹ پلٹ ہو جائیں اور مر کھپ جائیں۔ اس لئے عنبر
نے انہیں سختی سے ہدایت کر رکھی تھی کہ وہ تاریخ
کے اہم ترین واقعات میں ہرگز ہرگز دخل نہ دیں۔
یہی وجہ تھی کہ ناگن کیٹی نے سب کچھ جانتے ہوئے
بھی اپنی زبان بند رکھنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ سنگلاخ
میدان میں سے رینگتی ہوئی لکڑی کے گھوڑے سے پہلے
ہی فصیل شہر کے پھاٹک والی کھائی کے کنارے پہنچ
گئی۔ ضرورت کے وقت فصیل شہر اور کھائی کے درمیان
لکڑی کا ایک تختہ گرا دیا جاتا تھا۔ جس پر سے گزر کر
فوج یا شہر کے لوگ اندر داخل ہوتے تھے۔ یہ لکڑی کا
تختہ اس وقت اوپر اٹھا ہوا تھا۔ کیونکہ اسپارٹا والوں
کو معلوم تھا کہ دشمن کی فوج ابھی تک قریبی جنگل میں ڈیرہ

ڈالے ہوئے ہے اور وہ واپس اپنے شہر کی طرف
روانہ نہیں ہوئی۔
ناگن کیٹی کھائی میں اتر گئی اور پانی کے اوپر تیرتی
دوسری طرف فصیل شہر کے پھاٹک پر پہنچ گئی۔ یہاں
سے وہ دیوار پر چڑھی اور فصیل کے اوپر چوڑی دیوار
پر آ گئی۔ پھاٹک کے اوپر جو بارہ دری بنی ہوئی تھی اس
بارہ دری میں اسپارٹا کی فوج کا سپہ سالار اور دو جرنیل
کھڑے غور سے اندھیرے میں میدان کی طرف دیکھ رہے
تھے۔ جہاں ایک بہت بڑا گھوڑا آہستہ آہستہ ان کی
طرف بڑھا چلا آ رہا تھا۔ ایک جرنیل نے آہستہ سے کہا۔
"اتنا بڑا گھوڑا کہاں سے آ گیا؟ کیا یہ کوئی بھوت ہے؟"
سپہ سالار بولا: "فوج کو تیار رہنے کا حکم دے دیا جائے۔"
دوسرا جرنیل فوراً نیچے سیڑھیاں اتر کر بھاگا۔ طبل جنگ
بج گیا۔ فوج کو چوکس کر دیا گیا۔ فصیل پر سپاہی تیر کمان
نیزے اور کھولتا ہوا تیل لے کر پہنچ گئے۔ اتنی دیر میں
لکڑی کا گھوڑا شہر کی دیوار سے تھوڑے فاصلے پر
میدان میں آ کھڑا ہو گیا تھا اور جو سپاہی اسے چلا
کر لا رہے تھے وہ واپس روانہ ہو گئے تھے۔
جرنیل بولا۔ "یہ دشمن کے سپاہی ہیں انہیں زندہ واپس

نہیں جانے دینا چاہیئے۔"

سپہ سالار نے ہاتھ کے اشارہ سے منع کرتے ہوئے کہا۔

"وہ واپس جا رہے ہیں۔ انہیں جانے دو۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہ لکڑی کا اتنا بڑا گھوڑا وہ یہاں کس لئے چھوڑ گئے ہیں۔"

اتنے میں دوسرا جرنیل واپس آگیا تھا۔ اس نے مسکرا کر کہا۔

"یہ شکست کھائے ہوئے دشمن نے ہمیں خوش کرنے کے لئے تحفہ دیا ہے۔ آپ تو جانتے ہیں کہ ٹروجن والے بڑا عمدہ لکڑی کا کام کرتے ہیں اور بڑے بڑے بت تراشنے میں ان کا سارے یونان میں کوئی مقابلہ نہیں ہے۔"

سپہ سالار نے کہا: "فصیل پر ساری رات فوج کا پہرہ رہے گا۔ صبح کی روشنی میں اس کا معائنہ کریں گے۔"

جرنیل نے ہنس کر کہا۔ "حضور صبح کے انتظار کی کیا ضرورت ہے؟ ہم ابھی چل کر اس گھوڑے کا معائنہ کرتے ہیں۔ اگر کوئی ایسی ویسی بات ہوئی تو اسے ابھی آگ لگا دیں گے۔"

سپہ سالار نے کچھ سوچا اور پھر کہا۔

"ٹھیک ہے۔ فوج کا حفاظتی دستہ تیار کیا جائے۔"

ناگن کیٹی یہ سب کچھ سن رہی تھی۔ مگر خاموش تھی

یہ تاریخ کا ایک بہت اہم واقعہ اور حادثہ تھا۔ جو تاریخ میں ہزاروں برس پہلے رونما ہو چکا تھا اور ناگن کیٹی کے سامنے ایک بار پھر دہرایا جا رہا تھا۔ کیونکہ وہ عنبر ناگ کے ساتھ تاریخ کے واپسی کے سفر پر تھی اور تاریخی واقعات کو ایک بار پھر سامنے آتے اسی طرح دہرائے جاتے دیکھ رہی تھی۔

فوج کے دستے نے مشعلیں روشن کر کے ساتھ رکھیں اور سپہ سالار اپنے جرنیلوں کے ہمراہ پھاٹک سے نکل کر تختے کو عبور کر کے لکڑی کے گھوڑے کے پاس آ کر رک گیا۔ فوج نے اپنے سپہ سالار کو چاروں طرف سے حفاظت کے لئے گھیر رکھا تھا۔ سارے سپاہی دشمن کے خیموں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جہاں اب کہیں کہیں ہی آگ جلتی نظر آ رہی تھی۔ لگتا تھا کہ وہ جنگل چھوڑ کر کھانے کے بعد واپس جا رہے تھے۔

مشعلوں کی روشنی میں اس کئی منزلہ لکڑی کے گھوڑے کو چاروں طرف سے گھوم پھر کر دیکھا گیا۔ کہیں کسی جگہ بھی کوئی سوراخ یا لکڑی میں کوئی دراڑ نظر نہیں آ رہی تھی۔ ٹروجن والے اس قدر ماہر کاریگر تھے کہ انہوں نے گھوڑے کے پیٹ پر کوئی ذرا سی لکیر یا سوراخ

بھی نہیں چھوڑا تھا۔ حالانکہ گھوڑے کے پیٹ میں
اس وقت دو سو خونخوار سپاہی تلواریں لئے بیٹھے تھے،
کہ کب موقع ملے اور وہ شہریوں پر ٹوٹ پڑیں۔

سپہ سالار نے گھوڑے کے سینے پر یونانی زبان میں
لکھی ہوئی تحریر کے آگے مشعل کی روشنی کی اور پڑھا
لکھا تھا۔

"ٹروجن کی طرف سے اسپارٹا والوں کے لئے گھوڑے کا
عظیم الشان تحفہ —— ہم جنگ ہار گئے ہیں۔ مگر ہم بہادر
دشمن کی قدر کرنا جانتے ہیں۔ ہم آپ کی فتح کی خوشیوں
کو دوبالا کرنے کے لئے گھوڑے کا یہ تحفہ بھیج رہے ہیں
اسے شہر کے چوک میں نصب کر دیں یہ آپ کو اپنی شاندار
فتح کی یاد دلائے گا۔"

سپہ سالار نے کہا۔ "ٹروجن کے لوگ بڑے بہادر ہیں
وہ ہماری بہادری کی قدر کرتے ہیں۔ ہم اس گھوڑے
کو شہر کے چوک میں نصب کریں گے۔"

ایک جرنیل نے کہا۔ "جناب عالی! اس میں خطرہ بھی
ہو سکتا ہے۔"

"کیسا خطرہ؟" سپہ سالار نے سوال کیا۔

جرنیل نے کہا۔ "اس گھوڑے میں ہو سکتا ہے بارود

بھرا ہوا ہو اور یہ اچانک بھڑک کر تباہی مچا دے۔"

سپہ سالار نے قہقہہ لگایا اور کہا۔
"تم اسپارٹا فوج کے جرنیل ہو کر ایسی بزدلانہ بات
کر رہے ہو؟ بارود بھڑک اٹھے گا تو ہم اسے بجھا
دیں گے۔"

سپہ سالار نے حکم دیا کہ لکڑی کے گھوڑے کو
شہر کی فصیل کے اندر کھینچ کر لے جایا جائے۔ ناگن کیٹی
دور فصیل کی بارہ دری کے اوپر بیٹھی یہ سب کچھ دیکھ
رہی تھی۔ جب اس نے دیکھا کہ گھوڑے کو فوج گھسیٹ
کر شہر کے اندر لا رہی ہے تو اسے تاریخ کے فیصلے
پہ یقین آگیا۔ تاریخ میں بڑے بڑے جرنیل اور سپہ
سالار بھی دھوکے کھا گئے ہیں۔

دوسری طرف جنگل میں چھپی ہوئی ٹروجن فوج کے
جرنیل بھی یہ تماشہ دیکھ رہے تھے۔ جب انہوں نے
لکڑی کے گھوڑے کو شہر کے اندر جاتے دیکھا تو فوج
کو تیار رہنے کا حکم جاری کر دیا۔

گھوڑے کا سر اتنا اونچا تھا کہ جب وہ پھاٹک
میں گذرا تو وہ چھت سے تھوڑا ہی نیچے رہ گیا تھا
لکڑی کے گھوڑے کو شہر میں لاتے ہی پھاٹک بند

کر دیا گیا اور تختہ اوپر اٹھا لیا گیا۔ شہر کے لوگ جو فتح کا جشن منا رہے تھے اس عجیب و غریب گھوڑے کو دیکھنے کے لئے امڈ پڑے۔ فوجی بھی بارکوں اور قہوہ خانوں سے باہر نکل آئے اور گھوڑے کے ارد گرد خوشی سے رقص کرنے لگے۔ لکڑی کے گھوڑے کے پیٹ میں میں بنے ہوئے خفیہ سوراخوں میں سے اس کے اندر بیٹھے فوجی یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے ان کا جرنیل ساتھ تھا اور ہاتھ سے خاموش رہنے کا اشارہ کر رہا تھا۔

ناگن کیٹی شہر کی دیوار کے اوپر بنی ہوئی بارہ دری کی چھت پر بیٹھی یہ سارا تماشا دیکھ رہی تھی۔ لکڑی کے پہاڑ جتنے بڑے گھوڑے کو قلعے کے سامنے شہر کے چوک میں لا کر کھڑا کر دیا اور فتح کی خوشی میں ناچتے ہوئے لوگ اس کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے تھے۔

رات گہری ہونے لگی۔ لوگ بھی تھک گئے تھے وہ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے گھروں کی روشنیاں گل ہو گئیں۔ دکانیں اور قہوہ خانے بند ہو گئے۔ ہر طرف بازار سنسان اور ویران ہو گئے۔ کبھی کبھی فوجی نیزہ تھامے پہرہ دیتا گھوڑے کے قریب سے گذر جاتا تھا۔

ناگن کیٹی کو معلوم تھا کہ اب کیا ہونے والا ہے وہ جانتی تھی کہ ابھی چند سیکنڈ بعد اس شہر میں قیامت ٹوٹنے والی ہے۔ ٹروجن قوم کی فوجیں رات کے اندھیرے میں رینگتے ہوئے شہر کی فصیل کے قریب پہنچ گئی تھیں اور ایک خاص وقت کا انتظار کر رہی تھیں۔

بڑی خاموشی اور سناٹا تھا اچانک لکڑی کے گھوڑے کے پیٹ میں لکڑی کا تختہ ہلکی سی آواز کے ساتھ کھسک گیا اور اسکے اندر سے رسی کی بنی ہوئی ایک سیڑھی نیچے لٹکنے لگی اندر سے ایک سپاہی نیچے اترا۔ اس نے چاروں طرف دیکھا پھر ہاتھ سے اوپر اشارہ کیا گھوڑے کے اندر سے ٹروجن سپاہی تلواریں ہاتھ میں لئے ایک ایک کر کے اترتے چلے گئے۔

وہ نیچے اتر کر ادھر ادھر اندھیرے میں چھپتے جاتے تھے۔ ابھی پچاس سپاہی گھوڑے کے اندر ہی تھے کہ دشمن فوج کا پہرے دار سپاہی ادھر سے گذرا اس نے جو لکڑی کے گھوڑے کے پیٹ سے رسی لٹکتے دیکھی تو بھاگ کر اس طرف آیا۔ وہ تلوار نکال کر آگے بڑھا ہی تھا کہ اندر سے ایک ٹروجن سپاہی نے اس پر چھلانگ لگا دی اور اس سے پہلے کہ وہ کوئی آواز نکالے

اس کی گردن تن سے الگ کر دی۔ جب سارے
فوجی گھوڑے کے اندر سے باہر آ گئے تو وہ مکانوں
کی دیواروں کے ساتھ ساتھ کھسکتے شہر کے دروازے
کی طرف بڑھے جو بند تھا اور اندر پہرہ لگا تھا۔
۔ دم سے سپاہیوں پہ ٹوٹ پڑے اور
ان سب کو دیکھتے دیکھتے قتل کر دیا۔ جلدی سے
پھاٹک کھول کر تختہ پانی سے بھری ہوئی کھائی پر
گرا دیا۔ باہر ان کی باقی فوج کے سپاہی اور جرنیل
اسی لمحے کا انتظار کر رہے تھے وہ گھوڑے دوڑاتے
ہوئے آئے اور شہر کے اندر داخل ہوتے گئے۔
اب اوپر کھڑے سپاہیوں کو ہوش آیا۔ انہوں نے بگل
بجا کر خطرے کا اعلان کر دیا۔ مگر اب بہت دیر ہو
چکی تھی۔

جو سپاہی پہلے سے اندر پہنچ چکے تھے انہوں نے نعرے
بلند کئے اور شہریوں پہ ٹوٹ پڑے۔ انہوں نے مکانوں
میں آگ لگا دی اور سپاہیوں اور شہریوں کو قتل کرنا
شروع کر دیا۔ یہ آدھی رات کو اچانک حملہ کیا گیا تھا
فتح کے نشے میں چور سپاہی بیدار ہو کر مقابلے پر آئے
تو ٹروجن سپاہیوں نے انہیں گاجر مولی کی طرح

کاٹ کر رکھ دیا۔
صبح ہونے تک ٹروجن فوجیوں نے شہر اور قلعے
پر قبضہ کر لیا تھا۔ اب اس شہر کے لوگوں اور جرنیلوں
کو محسوس ہوا کہ انہوں نے جس لکڑی کے گھوڑے
کو شکست کھائے ہوئے دشمن کا تحفہ سمجھا تھا وہ ان
کے لئے کس قدر خطرناک ثابت ہوا۔ کسی نے سچ کہا
ہے کہ دشمن پہ کبھی بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے۔
ٹروجن سپاہیوں کو کھلی چھٹی مل گئی تھی۔ اور وہ شہر
میں جی بھر کر لوٹ مار اور قتل عام کر رہے تھے ——
یہ کوئی اچھی بات نہیں تھی۔ بے گناہ شہریوں کو مارنا ایک
گھناؤنا کام ہے۔ مگر جب دشمن فوج شہر میں داخل ہوتی
ہے تو وہ آگ اور خون کی آندھی بن جاتی ہے اور جو کچھ
اس کے سامنے آتا ہے جل کر تباہ ہو جاتا ہے۔ اسی
لئے ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے پیارے وطن پاک کی مضبوطی
کے لئے مل جل کر محنت اور دیانتداری سے کام کریں اور اسے
اتنا مضبوط اور طاقتور بنا دیں کہ دشمن کو اس کی طرف آنکھ اٹھا
کر دیکھنے کی جرأت نہ ہو۔
ناگن کیٹی نے قوموں کو ہنستے اور بگڑتے اور تباہ ہوتے
دیکھا تھا۔ وہ اس وقت بھی اسپارٹا شہر کو آگ اور خون

کے سیلاب میں بہتے دیکھ رہی تھی۔ اسے خود بھی فکر تھی کہ اگر اس پر کسی کی نظر پڑ گئی تو کہیں وہ اسے بھی دو ٹکڑے نہ کر دے۔

وہ بارہ دری کی چھت سے اتری اور دیوار پر رینگتی ہوئی شہر کے بڑے پھاٹک کی طرف چل پڑی۔ راستے میں جگہ جگہ انسانوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ ناگن کیٹی اس آگ اور خون میں ڈوبے ہوئے شہر سے باہر آگئی۔ رات ڈھل رہی تھی۔ مگر ابھی تک رات کا اندھیرا باقی تھا۔ سپاہی شہر کا مال لوٹ کر بڑے بڑے چھکڑوں میں لادے چلے جا رہے تھے۔ ناگن کیٹی نے ایک گھوڑا دیکھا جو درخت کے نیچے اکیلا کھڑا گھاس چر رہا تھا اس نے سوچا کیوں نہ اس پر سوار ہو کر یہاں سے دور نکل جائے۔ وہ زمین پر رینگتی ہوئی آئی اور درخت کی شاخ پر چڑھ کر اس نے گھوڑے پر چھلانگ لگا دی۔ گھوڑا ذرا سا بدکا۔ ناگن کیٹی نے پھنکار ماری تو گھوڑا ڈر کر دوڑ پڑا۔ وہ سمجھ گیا کہ اس کے اوپر کوئی سانپ بیٹھا ہے۔ چنانچہ خوف زدہ ہو کر جدھر منہ اٹھا ادھر ہی بھاگنا شروع کر دیا۔

گھوڑا ڈر کے مارے پوری طاقت سے دوڑا جا رہا تھا۔ ناگن کیٹی اس کی گردن سے لپٹی ہوئی تھی اور تھوڑی

دیر بعد پھنکار مار کر اسے اور زیادہ تیز دوڑنے پر مجبور کر دیتی تھی۔ وہ شہر کی فصیل سے کئی میل دور نکل گیا اور دور سے سمندر نظر آنے لگا تھا۔ رات کا اندھیرا صبح کے اجالے میں تبدیل ہو گیا تھا۔

سمندر کے کنارے پہنچ کر ناگن کیٹی نے گھوڑے کے اوپر سے نیچے چھلانگ لگا دی۔ گھوڑا آگے نکل گیا ناگن گھاس پر گری رینگ کر سمندر کے کنارے کنارے جنوب کی طرف چلنے لگی۔ یہاں آگے جا کر ایک ماہی گیروں کی بستی تھی۔ اور چھوٹی سی گھاٹ بنی ہوئی تھی جہاں چھوٹے بادبانی جہاز آکر لگتے تھے۔ جگہ جگہ مچھیروں کی کشتیاں کھڑی تھیں۔ کچھ ماہی گیر جال مرمت کر رہے تھے ناگن کیٹی ایک خالی کشتی میں اتر کر بیٹھ گئی سوچنے لگی کہ اب اسے کیا کرنا چاہیئے۔ کس طرف جانا چاہیئے کہ جہاں وہ ماریا کا کچھ کھوج لگا سکے۔ کچھ دیر بعد چند ماہی گیر اس کشتی میں جال لے کر آگئے اور انہوں نے اسے کھینچ کر سمندر کی لہروں میں ڈال دیا۔ ناگن کیٹی کو اتنا موقع نہ مل سکا کہ وہ کشتی سے باہر جا سکتی۔ سمندر کی لہروں میں آگے بڑھنے لگی۔ ناگن کیٹی کشتی کے سوراخ میں ایک ایسی جگہ چھپی ہوئی تھی جہاں ماہی گیروں کی نظر نہیں پڑ سکتی

تھی۔ یہ لوگ کشتی کو کھلے سمندر میں لے آئے اور پانی میں
جال ڈال دیا کہ مچھلیاں پکڑیں۔ اس وقت ہوا تیز ہو گئی اور
آسمان پر بادل چھانے لگے۔ ماہی گیر جال کھینچنے لگے کہ واپس
کنارے کی طرف چلے جائیں۔ کیونکہ سمندر میں طوفان آنے
والا تھا۔ لیکن ابھی وہ پورا جال سمندر سے کھینچ بھی
نہ پائے تھے کہ طوفان آگیا آندھی سے بھی زیادہ تیز ہوائیں
چلنے لگیں اور بڑی بڑی لہریں کشتی کو کھلونے کی طرح
اچھالنے لگیں ماہی گیروں نے کشتی کو سنبھالنے کی بہت
کوشش کی مگر کشتی سمندر سے نکلی ہوئی ایک چٹان سے
بڑے زور سے ٹکرائی اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔

ماہی گیروں کا کچھ پتہ نہ چلا۔ ناگن کیٹی لکڑی کے
ایک ٹکڑے سے چمٹی ہوئی تھی اور سمندری لہریں اسے
سمندر میں طوفانی رفتار کے ساتھ آگے ہی آگے لئے جا
رہی تھیں۔ وہ عجیب مصیبت میں پھنس گئی تھی۔ سوچنے لگی
کہ خواہ مخواہ کشتی میں سوار ہو کر مصیبت مول لی۔ طوفان
تھمنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔ کالے بادلوں نے سمندر پر
اندھیرا سا کر دیا تھا۔ بادل گرج رہے تھے بجلی رہ رہ کر
کڑک رہی تھی بارش موسلا دھار ہو رہی تھی۔

ناگن کیٹی جس لکڑی کے ٹکڑے سے چمٹی ہوئی تھی اسے

سمندر کی بڑی بڑی لہریں اٹھا کر اِدھر اُدھر اچھال رہی
تھیں۔ طوفانی لہروں کے شور میں کان پڑی آواز سنائی
نہیں دیتی تھی۔ لہروں نے چیخ کر آسمان سر پر اٹھا لیا تھا۔
ناگن کیٹی نے خود کو قسمت کے حوالے کر دیا کہ جہاں تقدیر
لے جائے وہ چلی جائے گی۔ سارا دن وہ سمندر میں بہتی رہی
شام کے وقت جا کر طوفان تھم گیا۔ ہلکے ہلکے سرمئی اندھیرے
میں ناگن کیٹی کو سمندر میں ابھری ہوئی بھورے رنگ کی نوکیلی
چٹانوں کا سلسلہ نظر آیا۔

اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اسے سمندر سے تو نجات ملے گی۔

ان چٹانوں پر کوئی سبزہ نہیں اگا ہوا تھا۔ بالکل خشک
بنجر اور بے نور چٹانیں تھیں۔ ناگن کیٹی نے ایک جگہ پتھروں
پر چھلانگ لگا دی۔ وہ چٹانوں میں اِدھر اُدھر رینگنے لگی یہاں
کوئی پرندہ یا سمندری جانور بھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ سمندر
کی لہریں چٹانوں سے ٹکرا ٹکرا کر جھاگ اڑاتی اور شور مچا
رہی تھیں۔

ناگن کیٹی ایک چٹان کے پتھروں میں رینگ رہی تھی
کہ اس نے وہاں ایک عجیب چیز دیکھی۔ یہ ایک نیلی آنکھ
تھی جو چٹان کے پتھروں میں جیسے کسی نے تراش کر بنائی
ہوئی تھی۔ یہ آنکھ بلبلے کی طرح باہر کو ابھری تھی اور کافی

بڑی انسانی آنکھ تھی۔
ناگن کیٹی سوچنے لگی کہ اس چٹان میں یہ انسانی آنکھ کسی ماہر سنگ تراش کے فن کا کرشمہ ہے۔ کیونکہ اس زمانے میں یونان میں بت تراشی بہت عام تھی۔ وہ پتھر میں تراشی ہوئی آنکھ کو بڑے شوق سے دیکھ رہی تھی اور دل میں اس بت تراشی کی تعریف کر رہی تھی جس نے یہاں اتنی دور سمندری چٹانوں میں آ کر اس آنکھ کو تراشا تھا ــــ اچانک اس نے محسوس کیا کہ اس پتھر کی آنکھ کے کونے میں نمی پیدا ہو رہی ہے اور پھر اس کے دیکھتے دیکھتے پتھر کی آنکھ میں سے ایک آنسو نیچے ٹپک پڑا۔ پہلے تو ناگن کیٹی نے سمجھا کہ یہ بارش کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔ مگر اس وقت اگرچہ بادل چھائے ہوئے تھے۔ لیکن بارش بالکل تھمی ہوئی تھی آسمان سے پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں گر رہا تھا۔
ناگن کیٹی پتھر کی آنکھ کو غور سے دیکھنے لگی۔
کیا پتھر کی آنکھ رو رہی تھی؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ لیکن ایسا ہو رہا تھا۔ چٹان میں تراشی ہوئی پتھر کی آنکھ میں سے برابر آنسو ٹپکنے لگے تھے۔ آنسوؤں کے بڑے بڑے قطرے اس کونے سے لڑھک کر نیچے چٹان کے پتھروں پر گر رہے تھے۔ ناگن آنکھ کے قریب آ گئی۔ آنسو اس آنکھ کے اندر سے آ رہے تھے پتھر کا نیلا ڈیلا ایسے لگ رہا تھا جیسے زندہ ہو۔ ناگن کیٹی خلائی

لڑکی تھی اور اسے کبھی خوف محسوس نہیں ہوا تھا لیکن اس آنکھ کو دیکھ کر ایک بار اس کے جسم کے رونگٹے بھی کھڑے ہو گئے تھے۔ پھر اچانک۔ اس آنکھ نے آہستہ سے اپنی پلک جھپکی۔
ناگن کیٹی جلدی سے اچھل کر پرے ہٹ گئی اور دوسری چٹانوں کی طرف چلی گئی ان چٹانوں کے درمیان کہیں کہیں سمندر آ گیا تھا اور وہاں سمندری لہریں سی بن گئی تھیں اور پھر وہ پانی ایک ندی کے ریلے کی طرح بہہ کر آگے نکل جاتا تھا۔
ناگن کیٹی جس جگہ پر تھی وہاں چھ سات چٹانیں ساتھ ساتھ ملی ہوئی تھیں اور ان کے درمیان پانی کی ندی نہیں بنی ہوئی تھی۔
کیٹی کے لئے سوائے اس کے دوسرا کوئی راستہ نہیں تھا کہ وہ ان ہی چٹانوں میں کچھ دیر رہ کر کسی کشتی یا جہاز کا انتظار کرے جو شاید کسی روز ادھر آ نکلے اور وہ کسی طرح اس میں سوار ہو کر یہاں سے فرار ہو سکے۔ دن غروب ہو گیا تھا رات کا اندھیرا پھیل رہا تھا۔ آسمان پر بادل تھے۔ ستارے نہیں تھے۔ جس کی وجہ سے اندھیرا زیادہ گہرا ہو گیا تھا لیکن کیٹی ناگن ہونے کی وجہ سے اندھیرے میں بھی دیکھ لیتی تھی وہ کہیں جا تو سکتی نہیں تھی۔ بس وہیں چٹان میں تراشی ہوئی زندہ آنکھ کے پاس ایک طرف ہو کر بیٹھ گئی۔
اب پتھر کی آنکھ کے آنسو تھم گئے تھے اور وہ بالکل

بے جان لگ رہی تھی۔ ناگن کیٹی نے سوچا کہ شاید اس کا وہم
تھا۔ ورنہ ایک پتھر کی آنکھ میں آنسو کیسے آ سکتا ہے اور وہ
اپنی پلک کیسے جھپک سکتی ہے؟ وہ کنڈلی مارے بیٹھی تھی اور
اس نے اپنا سر نیچے پتھر پہ ٹکا دیا تھا۔ رات خاموش تھی
اس خاموشی میں صرف لہروں کے چٹانوں سے ٹکرانے کی
آواز ہی تھی۔ دوسری کوئی آواز نہیں تھی۔

خدا جانے رات کتنی گزر چکی تھی کہ ناگن کیٹی کو چٹانوں
میں ہلکی نیلی روشنی کا غبار سا پھیلتا نظر آیا۔ اس نے سر اٹھا
کر دیکھا ہلکی ہلکی نیلی دھند ارد گرد پھیلی تھی اور یہ نیلی دھندلی
روشنی پتھر کی آنکھ کے نیلے ڈیلے میں سے نکل رہی تھی۔
ناگن وہاں سے تیزی سے ہٹ کر سامنے والی چٹان کی
اوٹ میں آ کر چھپ گئی۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ کوئی
خوفناک بات ہونے والی ہے اسکی بائیں جانب چٹانوں کی اونچی
اونچی دیواروں کے درمیان گہرا سمندر لہریں مار رہا تھا۔

اتنے میں ایک آواز فضا میں پیدا ہونے لگی۔ یہ آواز ایسی تھی
جیسے کوئی بہت بڑا عفریت لمبے لمبے سانس لے رہا ہو۔ ناگن کیٹی
کی نظریں چٹانوں کے درمیان والے سمندر پہ پڑیں تو اس نے
دھندلی نیلی روشنی میں دیکھا کہ پانی کھولنے لگا تھا۔ شاید یہ پانی
کے کھولنے کی آواز تھی۔ سمندری لہریں گول دائرے میں گردش
کر رہی تھیں۔ پھر یہ لہریں اوپر کو ابھرنے لگیں۔ یوں محسوس ہو
رہا تھا کہ سمندر کے نیچے سے کوئی شے باہر آ رہی ہے۔ ناگن کیٹی
چٹان کی اوٹ میں چھپی ہوئی تھی اور اس کی آنکھیں سمندری
لہروں پہ لگی تھیں جو اوپر کو ابھر رہی تھیں۔

پھر اچانک ان لہروں کے ابھاروں میں سے ایک بہت بڑے
انسانی ہاتھ کی پانچ بڑے بڑے پتھر کے ستونوں جیسی
انگلیاں باہر نکل آئیں۔ حیرانی کی بات یہ تھی کہ ہر انگلی کے سرے
پہ ایک نیلے رنگ کی انسانی آنکھ بنی ہوئی تھی۔ یہ آنکھ بالکل
اس آنکھ کی طرح تھی جو چٹان میں تراشی گئی تھی۔

ناگن کیٹی بت بنی اس انسانی ہاتھ کو بلند ہوتے دیکھنے لگی
اس دیو پیکر انسانی ہاتھ کا رنگ سیاہ تھا اور اسکی انگلیوں
کے سروں پہ جو انسانی آنکھیں بنی تھیں ان میں سے نیلی روشنی
کی کرنیں نکل کر چٹان کی آنکھ پہ پڑ رہی تھیں یہ بہت بڑا
انسانی ہاتھ آہستہ آہستہ سمندر سے باہر نکل رہا تھا۔ جب یہ ہاتھ
کلائی تک سمندر سے باہر نکلا ناگن کیٹی یہ دیکھ کر سکتے میں آ گئی
کہ اس بہت بڑے ہاتھ کی ہتھیلی پہ بھی ایک انسانی آنکھ بنی
ہوئی تھی۔ جس کی پلکوں پہ سے سمندری پانی کے قطرے ٹپک
رہے تھے۔ اس ہتھیلی والی آنکھ سے نیلی روشنی کی ایک شعاع
نکل کر سیدھی چٹان والی آنکھ پہ پڑی۔ چٹان والی آنکھ نے

ایک بار اپنی پلک جھپکائی اور پھر اچانک اس کے اندر سے
ایک نیلے کپڑوں والا انسانی ہیولا باہر نکلا۔ وہ آنکھ کے
ڈیلے میں سے نکل کر ہتھیلی والی آنکھ کی طرف بڑھا۔

وہ زمین سے ایک فٹ بلند رہ کر چل رہا تھا اور جیسے
ہوا میں تیر رہا تھا ناگن کیٹی چٹان کی اوٹ میں حیرت سے
یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ نیلا انسانی ہیولا آہستہ آہستہ ہتھیلی
والی آنکھ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جیسے ہی وہ ناگن کیٹی کے
قریب سے گذرنے لگا تو وہ ایکدم سے رک گیا پھر اس
کا ایک ہاتھ کیٹی کی طرف بڑھا اور اس سے پہلے کہ ناگن کیٹی
وہاں سے بھاگ سکتی نیلے ہیولے نے اسے اپنی گرفت میں لیکر
اپنی گردن کے گرد لپیٹ لیا۔ کیٹی نے پھنکار ماری مگر اس
کے منہ کوئی چنگاری نہ نکلی تھی۔ اس کا جسم جیسے سن ہوگیا تھا اور
وہ بے حس و حرکت ہو کر نیلے ہیولے کی گردن سے لپٹی ہوئی تھی۔

نیلا انسانی ہیولا آہستہ آہستہ سمندر سے باہر نکلی ہوئی بہت
بڑی انسانی ہتھیلی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ پانچ انگلیوں کی
آنکھوں اور ایک ہتھیلی پر بنی ہوئی آنکھ والا انسانی ہاتھ سمندر
میں کلائی تک ڈوبا اپنی جگہ پر لرزنے لگا تھا۔ نیلا انسانی ہیولا
سمندر کے کنارے آکر رک گیا۔ ناگن کیٹی اگرچہ بے حس و حرکت
تھی۔ مگر وہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ اسے نیلے انسانی ہیولے

کے جسم کی ٹھنڈک محسوس ہو رہی تھی۔ یہ ہیولا پتھر کا لگتا تھا۔
کیونکہ اس کی گردن سخت تھی۔

اچانک اس نیلے انسانی ہیولے نے چھلانگ لگائی اور
انسانی ہاتھ کی ہتھیلی والی آنکھ کے نیلے ڈیلے کو دونوں ہاتھوں
سے پکڑ لیا۔ پر اسرار انسانی ہاتھ اسے ساتھ لے کر سمندر
میں اترنے لگا۔ ناگن کیٹی نے چھلانگ لگانی چاہی مگر وہ اپنی
جگہ سے بالکل نہ ہل سکی۔ اور چھ آنکھوں والا ہاتھ سمندر کے
اندر چلا گیا۔ ناگن کیٹی سانپ ہونے کی وجہ سے آنکھیں بند نہیں
کر سکتی تھی۔ اس نے سمندر کے نیچے آکر دیکھا کہ پانی کے اندر
انسانی ہاتھ چٹانوں کے نیچے ایک غار میں داخل ہو گیا ہے۔

نیلا انسانی ہیولا ابھی تک اس کی ہتھیلی والی آنکھ کے ڈیلے
کو پکڑے ہوئے تھے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ پانی کے
اندر بہتا ہوا غار میں داخل ہو گیا۔ غار میں اندھیرا۔ گہرا
اندھیرا تھا۔

○

پراسرار نیلی مخلوق

پراسرار انسانی ہاتھ غار میں آگے بڑھ رہا تھا۔

غار پانی سے بھرا ہوا تھا۔ناگن کیٹی کو پہلے تو سانس لینے میں دشواری ہوئی اس کا دم پانی میں ڈوب کر گھٹنے لگا مگر فوراً ہی اس سے گھبراہٹ دور ہوگئی۔اور وہ بڑے اطمینان سے پانی میں بھی سانس لینے لگی۔پراسرار انسانی ہاتھ غار میں پیچھے کھسکتا چلا جا رہا تھا۔نیلا انسانی ہیولا اس کے ڈھیلے کو دونوں ہاتھوں سے تھامے اس کے ساتھ ساتھ غار میں بہتا جا رہا تھا۔ناگن کیٹی اس انسانی ہیولے کی گردن سے لپٹی حیرت اور تعجب سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔

کچھ دور آگے جا کر غار میں ہلکی ہلکی نیلی روشنی ہوگئی اس روشنی میں ناگن کیٹی نے غار کی دیوار میں ایک بہت بڑا گول سوراخ دیکھا۔انسانی ہاتھ اس سوراخ میں داخل ہوگیا اور اندر داخل ہوتے ہی انسانی ہیولے نے آنکھ کے ڈھیلے کو چھوڑ دیا۔انسانی ہاتھ اس سوراخ میں سے واپس باہر غار میں نکل گیا۔اب نیلا انسانی ہیولا اکیلا ہی پانی کے اندر ڈوبا

آگے کی طرف تیر رہا تھا اور ناگن کیٹی اس کی گردن سے چمٹی ہوئی تھی۔

نیلا انسانی ہیولا اب تیزی سے پانی میں آگے کو بڑھتا جا رہا تھا۔جوں جوں وہ آگے بڑھ رہا تھا روشنی زیادہ ہو رہی تھی۔پھر پانی کم ہونا شروع ہوگیا۔اترتے اترتے پانی انسانی ہیولے کے گھٹنوں تک آگیا۔اب وہ مچھلی کی طرح نہیں تیر رہا تھا۔بلکہ زمین پر پاؤں رکھے چل رہا تھا۔یہ کوئی بہت بڑا غار تھا جس کی چھت پتھر کی تھی اور بہت اونچی تھی۔ناگن کیٹی کو محسوس ہو رہا تھا کہ وہ کسی بہت عظیم پہاڑ کے نیچے اس کے اندر ہی اندر سے کسی دوسری دنیا میں پہنچ گئی ہے ایک ایسی دنیا جو پہاڑوں کے نیچے۔سمندروں کی تہہ میں بنی ہوئی ہے۔

پانی بہت نیچے چلا گیا۔اور سامنے ایک شگاف نظر آنے لگا۔جس میں سے دن کی روشنی آ رہی تھی۔نیلا انسانی ہیولا اس شگاف سے باہر نکلا تو ناگن کیٹی نے دیکھا کہ سامنے ایک پُرفضا وادی تھی۔جس کی چاروں طرف اونچے اونچے پہاڑ کھڑے تھے یہ وادی بیچ میں ایک نیلے پیالے کی طرح بنی ہوئی تھی۔اس کے درمیان ایک بہت بڑا سنگ مرمر کا محل تھا اور کچھ مکان بھی بنے ہوئے تھے۔آسمان بھورا بھورا سا نظر آ رہا تھا۔

اور سورج کہیں نہیں تھا۔ مگر دن کی روشنی چاروں طرف
پھیلی ہوئی تھی۔

ناگن کیٹی ایک تو اس بات پہ حیران تھی کہ وہ سمندر کے
نیچے یہ کس انوکھی دنیا میں آ گئی ہے اور دوسرے اسے اس
بات پر حیرانی تھی کہ اس انسانی ہیولے نے اسے کس لئے پکڑ
لیا تھا اور پھر اس کی پھنکار کی چنگاریاں کہاں غائب ہو گئی
تھیں۔ ناگن کیٹی نے ایک بار پھر آزمانے کے لئے پھنکار
ماری مگر اس کے منہ سے ایک بھی چنگاری نہ نکلی۔ نیلے
انسانی ہیولے نے آہستہ سے اپنا ہاتھ اوپر اٹھا کر ناگن کیٹی کی
گردن پہ رکھا تو ناگن کیٹی کو ایک زبردست جھٹکا لگا۔ اور اسے
ایسی آواز سنائی دی جو اسے کہہ رہی تھی کہ اگر دوبارہ تم نے
پھنکار ماری تو تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

نیلا ہیولا خاموش تھا مگر ناگن کیٹی نے اس کی آواز کو
اپنے جسم میں داخل ہو کر مفہوم اور معنی کا روپ دھارتے
محسوس کیا تھا۔

نیلا انسانی ہیولا زمین سے کچھ بلند ہو کر چل رہا تھا مگر
وہ اپنے پاؤں کو آگے پیچھے بھی کر رہا تھا۔ کیٹی نے دیکھا
کہ وادی کی زمین بھی نیلے رنگ کی ہے اور باغوں میں جو درخت
اُگے ہیں ان پر موتیوں اور زمرد کی طرح کے پتھر

کے پھول جھلملا رہے ہیں۔ کوئی پرندہ کہیں نظر نہیں آ رہا
تھا۔ کوئی دوسرا نیلا انسانی ہیولا بھی ابھی تک کیٹی کو دکھائی
نہیں دیا تھا۔ عظیم الشان محل قریب آ رہا تھا۔ اس محل پہ بھی
گہری خاموشی اور سناٹا چھایا ہوا تھا۔

شاہی محل کے بڑے پھاٹک پہ پہنچ کر نیلے ہیولے نے
پھاٹک کی طرف انگلی اٹھائی تو وہ کھل گیا۔ اندر ایک سنگ مرمر
کی روش دور ایک مندر قسم کی عمارت کو جا رہی تھی۔ اس مندر
کا گنبد چوکور تھا اور اس کے ماتھے پہ اسی طرح کی ایک انسانی
آنکھ بنی ہوئی تھی۔ جس طرح کی آنکھ کیٹی نے چٹان میں ترشی ہوئی
دیکھی تھی ـــــ مندر کے دروازے دونوں جانب دو نیلے انسانی
ہیولے ہاتھوں میں درانتیوں ایسی تلواریں لئے جو شارک
کے خونخوار دانتوں والے جبڑوں سے کاٹ کر بنائی گئی لگتی
تھیں۔ اٹھائے کھڑے پہرہ دے رہے تھے انسانی ہیولے
کو دیکھ کر انہوں نے سر جھکا دیئے۔ ان کی شکلیں انسانوں ایسی
تھیں مگر ہونٹ مچھلیوں کی طرح کے تھے۔ ناگن کیٹی نے اپنے
ساتھی انسانی ہیولے کی شکل دیکھی تو اس کی صورت شکل ویسے
تو انسانوں ایسی تھی مگر ہونٹ چوڑے اور مچھلی کی طرح بنے
ہوئے تھے۔ نیلا انسانی ہیولا مندر میں داخل ہو گیا۔
مندر کے درمیان میں ایک سفید پتھر کے چبوترے پر بہت

بڑا انسانی ہاتھ بنا ہوا تھا۔ یہ بالکل ویسا ہی تھا جیسا سمندر
کے اندر نکلا تھا اس ہاتھ کی پانچوں انگلیوں کے سروں پر
نیلے رنگ کی بڑی بڑی آنکھیں تھیں اور ہتھیلی کے عین وسط میں
ایک انسانی آنکھ تھی۔ جس کا ڈیلا نیلا تھا اور پلکیں سیاہ تھیں۔
یہ آنکھ آہستہ آہستہ اپنی پلک جھپک رہی تھی۔ نیلا انسانی
ہیولا اس کے آگے جاکر جھک گیا۔ اور اشاروں سے کچھ کہنے
لگا۔ پھر اس کے حلق سے کچھ آوازیں نکلیں جن کا مفہوم ناگن
کیٹی کی سمجھ میں بالکل نہ آیا۔

ہتھیلی والی آنکھ میں سے نیلی روشنی نکل کر ہیولے پر پڑی
انسانی ہیولا ایک بار پھر جھک گیا اور اس نے اپنی گردن سے
لپٹی ہوئی ناگن کیٹی کو اتار کر ہتھیلی والی آنکھ کے آگے چبوترے
پر رکھ دیا۔ کیٹی کے جسم کی توانائی واپس آگئی وہ ہلنے جلنے
لگی۔ مگر اسے صاف طور پر محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اس چبوترے
سے نیچے نہیں اتر سکتی۔ اس نے ایک بار کوشش بھی کی مگر
اس کو جیسے کسی نے دھکا دے کر پیچھے کر دیا۔

ناگن کیٹی چبوترے پر بیٹھ گئی اور منہ اٹھا کر ہتھیلی والی
آنکھ کو تکنے لگی۔ ہاتھ کی انگلیوں نے حرکت کی پانچ میں سے
دو انگلیاں نیچے آگئیں اور ان کی آنکھیں کیٹی کو گھورنے لگیں
کیٹی نے اپنے جسم میں ان آنکھوں کی شعاعوں کی گرمی داخل

ہوتے محسوس کی وہ جلدی سے پیچھے ہٹی مگر کسی نے جیسے
اسے دھکا دے کر پھر آگے کر دیا۔ شعاعوں کی گرمی اب برداشت
سے باہر ہو گئی تھی۔ ناگن کیٹی تڑپنے لگی پھنکاریں مارنے لگی
مگر پھنکاروں میں ایک چنگاری بھی نہ تھی۔

ہتھیلی کی انگلیاں اوپر اٹھ گئیں۔ گرمی ایکدم سے دور ہو
گئی۔ ناگن نے اطمینان کا سانس لیا۔ نیلا انسانی ہیولا اسی طرح انسانی
ہاتھ کے بت کے آگے ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ اب کیٹی کو
انسانی ہاتھ کی آنکھ سے نکلتی آواز سنائی دی۔ جب آواز نکل
رہی تھی تو ہتھیلی کی آنکھ بالکل ایسے پلکیں جھپک رہی تھی جیسے
انسانی ہونٹ بولتے وقت ہلتے ہیں۔ گویا یہاں آنکھوں کی زبان
سے بات کی جاتی تھی۔

انسانی ہاتھ کی آنکھ کہہ رہی تھی۔

"اسے لے جاکر بند کر دو۔ طوفان کی رات کو اسے دیوتا۔
نیپچون پر قربان کر دیں گے۔ دیوتا نیپچون کو سانپوں کی قربانی
بہت پسند ہے۔"

نیلا انسانی ہیولا ادب سے سر جھکا کر آگے بڑھا۔ اس نے
ناگن کیٹی کو ایک بار پھر سرد بے جان ہاتھ میں پکڑ لیا اور
ناگن کیٹی کا جسم ایک بار پھر بے حس اور سن ہو گیا۔ نیلا
ہیولا ادب سے سر جھکا کر پیچھے ہٹا اور مندر کی دیوار میں

بنے ہوئے مچھلی کے منہ کی شکل کے شگاف میں داخل ہو گئی۔ اندر ایک ایسا راستہ بنا ہوا تھا مچھلی کے حلق کی طرح تھا۔ ناگن کیٹی کو یوں لگا جیسے وہ کسی مچھلی کے پیٹ میں سے گذر رہی ہے۔ کافی آگے جا کر یہ سرنگ نما راستہ تاریک ہو گیا۔ نیلا انسانی ہیولا پہلو میں بنے ایک شگاف میں داخل ہو گیا۔ یہاں اس نے ایک جگہ فرش پر پاؤں مارا تو پتھر ہٹ گیا۔ نیچے تہہ خانہ تھا۔ نیلے انسانی ہیولے نے ناگن کیٹی کو اس تہہ خانے کے اندھیرے میں پھینک دیا اور دوبارہ فرش پر پاؤں مارا۔ پتھر اپنی جگہ پر آ گیا۔

ناگن کیٹی ننگے پتھریلے فرش پر گری تھی۔ نیلے انسانی ہیولے سے الگ ہوتے ہی اس کے جسم کی طاقت واپس آ گئی تھی۔ اس نے پھنکار ماری مگر اس کے منہ سے چنگاریاں نہیں نکل سکی تھیں۔ اس نے سر گھما کر تہہ خانے کا جائزہ لیا۔ یہ تہہ خانہ کیا تھا۔ کسی بہت بڑی مچھلی کا پیٹ لگتا تھا۔ جسکی پسلیوں کی ہڈیاں چھت تک گئی ہوئی تھیں تہہ خانے کی چاروں دیواروں پر شارک مچھلی کی سفید ہڈیاں چمٹی ہوئی تھیں۔ کیٹی غور کرنے لگی کہ وہ کہاں آ گئی ہے اور یہاں سے وہ کس طریقے سے باہر نکل سکتی ہے۔ ظاہر میں دیکھا جائے تو وہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ

نہیں تھا۔ اور کیٹی کو ہر حالت میں وہاں سے فرار ہونا تھا کیونکہ انسانی ہاتھ کی آنکھ نے حکم جاری کر دیا تھا کہ طوفان کی رات کو ناگن کیٹی کو دیوتا نیپچون پر قربان کر دیا جائے گا۔ کیٹی کو اتنا ضرور معلوم تھا کہ نیپچون سمندر کا دیوتا ہے۔ مگر اسے یہ علم نہیں تھا کہ سمندر کا یہ سنگ دل دیوتا سانپوں کو بڑے شوق سے اپنے اوپر قربان کرتا ہے۔ کیٹی کا جسم کٹ سکتا تھا اور اگر کچھ عرصے تک اسے آپس میں جوڑ کر نہ رکھا جائے تو وہ ہمیشہ کے لئے ختم بھی ہو سکتی تھی لیکن آگ اسے ایکدم تباہ کر سکتی تھی۔

ناگن کیٹی کو اب یہی فکر لگا تھا کہ اگر وہ اس خوفناک اور حیرت انگیز جگہ سے بہت جلدی فرار نہ ہوئی تو اسے قربان کر دیا جائے گا۔ کیونکہ وہ یہی سمجھتی تھی کہ وہ سمندر کے اندر ہے خدا جانے سمندر میں کب طوفان آ جائے اور اسے خبر بھی نہ ہو اور یہ نیلا انسانی ہیولا اسے اپنے دیوتا کے سامنے لے کر قربان کر ڈالے۔

ابھی تک ناگن کیٹی کو وہاں تین چار انسانی ہیولوں کے علاوہ کوئی انسان نظر نہیں آیا تھا۔ کوئی سمندری مخلوق بھی نہیں دکھائی دی تھی۔ مگر وہ حیران ہو رہی تھی کہ یہ انسانی

ہاتھ کہاں سے سمندر کے اندر آگیا ہے۔لیکن وہ اس مسئلے
پہ زیادہ غور نہیں کرنا چاہتی تھی۔کیونکہ یہ سمندر کے اندر کی طلسمی
دنیا تھی اور ایسی دنیا خطرناک رازوں سے بھری ہوئی ہیں۔کیٹی
تو کسی نہ کسی طرح وہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی۔

اس نے سب سے پہلے تو اس تہہ خانے کا اچھی طرح سے
جائزہ لیا جہاں اسے قید میں ڈال دیا گیا تھا۔تہہ خانے
کی چھت اور دیواریں شارک مچھلی کی پسلیوں کی بنی ہوئی
تھی۔اور اندر گھپ اندھیرا تھا۔صرف ناگن کیٹی ہی اس گھپ
اندھیرے میں دیکھ سکتی تھی۔اس نے پھنکار ماری۔اس کے
منہ سے کوئی چنگاری نہ نکلی۔چھت کا پتھر بھی اپنی جگہ پہ جم
گیا تھا۔باہر جانے کے لئے کوئی معمولی سا سوراخ بھی نہیں تھا۔
کیٹی مایوس سی ہو کر کونے میں شارک کی پسلی کے پاس
سر جھکائے بیٹھ گئی۔اور ناگ عنبر اور ماریا کو یاد کرنے لگی
اس منحوس گھڑی کو یاد کرنے لگی۔جب وہ گھوڑے پہ بیٹھ
کر شہر سے بھاگی تھی اور اپنی مرضی سے ماہی گیروں کی کشتی
میں چڑھ کر بیٹھ گئی تھی۔

تہہ خانے میں پڑے پڑے خدا جانے کیٹی کو کتنا وقت
گزر گیا تھا۔اسے محسوس ہو رہا تھا کہ دو تین دن گزر
چکے ہیں۔اسے کھانے پینے کی تو اتنی ضرورت ہی نہیں تھی

عام حالت میں کیٹی کھانے پینے سے بے نیاز ہوتی تھی۔صرف اسے
کبھی کبھار پانی پینے کی ضرورت محسوس ہوا کرتی تھی اور اب تو
وہ سانپ کی شکل میں تھی اور سانپ کئی کئی مہینوں تک بغیر
کھانے پیئے زندہ رہ سکتا ہے۔ناگن کیٹی تہہ خانے کے اندھیرے
میں شارک مچھلی کی پسلیوں کے درمیان پڑی ناگ اور ماریا
کو یاد کرتی رہتی تھی کہ ایک بار ایسا ہوا کہ اسے دیوار پہ
ٹھک ٹھک کی آواز سنائی دی۔

پہلے تو اس نے کوئی خیال نہ کیا۔لیکن جب تھوڑی دیر بعد
پھر ٹھک ٹھک کی آواز آئی تو وہ گردن اوپر اٹھا کر دیوار کی
طرف دیکھنے لگی کہ آواز کدھر سے آ رہی ہے۔تیسری بار آواز
آئی تو ناگن کیٹی دیوار کی طرف گئی۔یہ آواز شارک کی دو پسلیوں
کے درمیان سے آ رہی تھی جو دیوار میں جمی ہوئی تھیں۔ناگن
کیٹی نے زور سے اپنی دم دیوار پہ ماری۔

دوسری طرف سے تین بار ٹھک ٹھک کی آواز آئی۔ضرور
دوسری طرف کوئی موجود تھا جو اس سے بات کرنے کی کوشش
کر رہا ہے۔مشکل یہ تھی کہ ناگن کیٹی انسانی آواز میں بات نہیں
کر سکتی تھی۔وہ کوشش کر کے دوسرے انسانی جسم میں اپنی
بات کا مفہوم ضرور پہنچا سکتی تھی مگر وہ بھی ایک ایسے انسان
کے جسم میں کہ جو اس کے جسم سے نکلنے والی لہروں کو بڑی

شدت سے محسوس کرے۔ ناگن کیٹی نے ایک بار پھر دم کو دیوار سے مارا۔ دوسری جانب سے وہی ٹھک ٹھک کی آواز دوبارہ آئی۔ اب ناگن کیٹی نے اپنے جسم کی ساری طاقت کو ایک جگہ جمع کر کے اپنے جسم سے آواز کی لہریں خارج کیں۔ جن میں ایک پورا جملہ تھا کہ تم دیوار کی دوسری جانب کون ہو؟ ایکدم سے دوسری جانب سے پتلی اور کمزور سی کسی عورت کی آواز آئی ——"میں جل پری ہوں۔ میں نے تمہارے جسم کی لہروں کو محسوس کر لیا ہے۔ میں تمہاری بات سمجھ گئی ہوں۔ کیا تم میری بات کو سمجھ رہی ہو؟"

ناگن کیٹی کو ایک عورت کی آواز سن کر بڑی خوشی ہوئی اس نے فوراً اپنے جسم کی لہروں سے جواب دیا۔

"میں تمہاری بات سمجھ گئی ہوں کیا تم بھی یہاں میری طرح قید ہو؟"

"ہاں" جل پری کی دھیمی آواز آئی۔ "مجھے اس سمندری مخلوق نے سمندر سے پکڑ کر یہاں قید کر رکھا ہے۔ یہ مخلوق مجھے دو روز بعد دیوتا پر قربان کر دے گی۔"

ناگن کیٹی نے کہا۔ "یہ مخلوق مجھے بھی اپنے دیوتا پر قربان کرنے والی ہے۔ مگر کیا طوفانی رات آ گئی ہے؟"

جل پری کی آواز آئی۔ "باہر سمندر میں طوفان شروع ہو

ہے۔ دو روز بعد یہ طوفان اپنے عروج پر ہو گا اور پھر [illegible]وں کی طوفانی رات کو میرے ساتھ تمہیں بھی دیوتا کے آگے [illegible]گ میں ڈال کر قربان کر دیا جائے گا۔

[illegible]گ کا نام سنتے ہی ناگن کیٹی کے ہوش اڑ گئے۔ کیونکہ وہ [illegible] میں جل کر ہلاک ہو سکتی تھی۔ اس نے جل پری سے پوچھا۔

"کیا کوئی ایسا طریقہ نہیں ہے کہ ہم یہاں سے فرار ہو سکیں؟"

جل پری کی درد بھری آواز آئی۔ "ایسا کوئی طریقہ نہیں ہے [illegible]ں اگر کسی طرح دیوتا نیپچون کے گلے میں پڑا ہوا سلیمانی مہرہ [illegible]ل کر لیا جائے تو وہ ہمیں یہاں سے فرار ہونے میں مدد دے [illegible]سکتا ہے۔"

ناگن کیٹی نے پوچھا۔ "دیوتا کس جگہ پر ہوتا ہے؟"

جل پری نے کہا۔ "اس تہہ خانے سے باہر نکل کر ایک راستہ [illegible]ندر کے نیچے گہرائیوں میں بنے ہوئے ایک تاریک غار میں جاتا [illegible]ہے۔ دیوتا نیپچون اس غار میں رہتا ہے۔ مگر وہاں کوئی [illegible]نہیں جا سکتا۔"

ناگن کیٹی نے کہا۔ "میں کوشش کروں گی۔——"

جل پری کی آواز آئی۔ "مگر تم سانپ ہو۔ تم اگر وہاں تک پہنچنے میں کامیاب بھی ہو گئیں تو دیوتا تمہاری بو سونگھ لے گا۔ اور تمہیں مسل کر رکھ دے گا۔"

کیٹی نے جواب میں کہا: جل پری! میں نے زندگی میں کبھی
ہمت نہیں ہاری۔ میں کوشش ضرور کروں گی مجھے یہ بتاؤ
کہ اس تہہ خانے سے میں کس طرح باہر نکل سکتی ہوں؟"
جل پری نے کہا، "اس تہہ خانے کی دیواریں شارک مچھلی
کی ہڈیوں سے بنائی گئی ہیں اور اتنی مضبوط ہیں کہ اس میں ذرا
سا بھی سوراخ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے میری پیاری ناگن بہن!
ان باتوں کو بھول جاؤ اور اپنے آپ کو موت کے حوالے کر دو۔"
ناگن کیٹی نے کہا، "میں نے زندگی میں ایسا کبھی نہیں کیا۔ تم
مجھے نہیں جانتی ہو کہ میں کون ہوں۔ بہر حال میں ابھی سے اپنی
جدوجہد شروع کرتی ہوں اور جب میں دیوتا کا مہرہ لے آئی
تو تمہیں بھی اپنے ساتھ لے کر یہاں سے نکلوں گی۔"
جل پری نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ کیونکہ اسے یقین تھا
کہ ناگن کبھی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو گی۔
ناگن کیٹی اب اپنے اندر ایک نئی طاقت محسوس کر رہی
تھی۔ کیونکہ آگ کے شعلوں کی موت اس کے سامنے تھی اور وہ
ہر قیمت پر زندہ رہنا چاہتی تھی۔ اس نے چکر لگا کر ایک بار
پھر بڑی گہری نگاہ سے دیواروں کا جائزہ لیا۔ پھر وہ
رینگ کر چھت پر چڑھ گئی۔ چھت سے چمٹ کر اس نے
وہ جگہ غور سے دیکھی جہاں سے میلے ہیولے نے پتھر ہٹا کر
اسے اندر پھینکا تھا۔ [illegible] کوئی معمولی سی درز بھی ایسی نہیں
تھی کہ جس کو ناگن کیٹی زور لگا کر چوڑا کر سکتی۔
وہ چھت سے نیچے اتر آئی وہ تہہ خانے کے اندھیرے
میں آسانی سے دیکھ لیتی تھی۔ اسے دیوار پہ ایک جگہ شارک
کی بڑی پسلی میں سیاہ دھبہ سا دکھائی دیا۔ وہ دیوار پہ رینگتی
ہوئی اس دھبے تک گئی اور اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی
کیونکہ وہ دھبہ اصل میں ایک سوراخ تھا۔ یہ سوراخ صاف لگتا
تھا کہ شارک کی پسلی میں لگے ہوئے اس نیزے کا ہے۔ جس
کی مدد سے کبھی اس شارک مچھلی کو ہلاک کیا گیا تھا۔
کیٹی نے اس سوراخ میں اپنا سر ڈالا۔

وہ سوراخ اتنا کھلا نہیں تھا۔ مگر کیٹی سمٹ سمٹا کر دوسری طرف
نکل سکتی تھی۔ وہ سوراخ میں داخل ہو گئی اور آہستہ آہستہ
دوسری طرف رینگنے لگی۔ سوراخ میں گھپ اندھیرا تھا
تھوڑی دور تک رینگنے کے بعد کیٹی کا سر دیوار کی دوسری
طرف نکل آیا۔ جل پری نے ٹھیک کہا تھا۔ دوسری طرف
ایک تنگ راستہ ڈھلانی شکل میں نیچے جا رہا تھا ضرور یہ
راستہ سمندر کی گہرائی میں اس غار کو جاتا تھا جہاں اس
سمندری مخلوق کا خونخوار دیوتا رہتا تھا۔

سرنگ میں کوئی سمندری مخلوق نظر نہیں آ رہی تھی۔
ناگن کیٹی دیوار پر سے اتر کر سرنگ کے پتھروں اور
شارک مچھلیوں کی ہڈیوں سے بنے ہوئے فرش پر آ گئی
اور ڈھلان اترنے لگی۔ وہ نیچے ہی نیچے اترتی چلی گئی
ڈھلان ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتی تھی۔ راستے میں ایک محرابی
دروازہ بھی آیا جس کی دونوں جانب سنگ مرمر کے ستون
کھڑے تھے۔ اندھیرا بڑھتا جا رہا تھا۔ کافی دور تک نیچے
جانے کے بعد ناگن کیٹی کو سمندری لہروں کی خوفناک آوازیں
آنا شروع ہو گئیں۔ یہ آوازیں ایسی تھیں جیسے بڑی بڑی
طوفانی موجیں سرنگ کی دوسری طرف دیوار سے ٹکرا رہی
ہوں۔ آگے بڑھتے بڑھتے یہ آوازیں مدھم ہو گئیں۔ اب
سمندری لہروں کی ہلکی ہلکی آوازیں آنے لگی تھیں۔ جیسے
وہ ساحل سے ٹکرا رہی ہوں۔ ان آوازوں میں سیٹیوں کی
آوازیں بھی شامل ہو گئی تھیں۔

ناگن کیٹی ذرا آگے بڑھی تو اس نے ایک نیلے انسانی
ہیولے کو دیکھا کہ غار کے درمیان میں کھڑا ہے۔ اس
کے ہاتھ میں شارک کی پسلی کو تیز کر کے بنایا ہوا خنجر ہے
وہ پتھر کے بت کی طرح کھڑا تھا۔ ناگن کیٹی رک گئی
اور دیوار کے ساتھ ہو کر اسے اندھیرے میں غور سے دیکھنے لگی

نیلے ہیولے میں کوئی حرکت نہیں تھی۔ ناگن کیٹی آہستہ سے
آگے بڑھی۔ جونہی وہ آگے بڑھی نیلے ہیولے میں حرکت پیدا ہوئی
اس کا خنجر والا ہاتھ اوپر اٹھا اور اس نے ناگن کیٹی کی طرف
زور سے خنجر پھینکا۔ کیٹی تو گھبرا گئی کہ یہ کم بخت سب کچھ دیکھ
رہا تھا۔ اب وہ مقابلے کے لئے تیار ہو گئی۔ وہ اس کے سامنے
آ گئی۔ اب اسے محسوس ہوا کہ انسانی ہیولے کے چہرے پر ایک بھی
آنکھ نہیں تھی اور وہ دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس نے ناگن کے
جسم کی لہروں کی سرسراہٹ کو محسوس کر کے اس کا نشانہ باندھا تھا
ناگن تیزی سے اس کے قدموں کی ایک جانب آ کر چپ
چاپ ہو کر بیٹھ گئی تاکہ وہ ہیولا اس کے جسم کی سرسراہٹ کو
محسوس نہ کر سکے۔ نیلا انسانی ہیولا جس کے ہونٹ مچھلی کے منہ کی
طرح آگے کو پھیلے ہوئے تھے بغیر آنکھوں کے فضا میں ہاتھ
پھیلا کر ناگن کے جسم کی سرسراہٹ کو محسوس کرنے کی کوشش
کرنے لگا۔ مگر ناگن کیٹی تو بے حس و حرکت ہو کر بیٹھی تھی۔
جب یہ نیلا انسانی ہیولا ذرا آگے کو گیا تو ناگن کیٹی چھلانگ
لگا کر سرنگ کی ڈھلان کی طرف کود گئی۔ وہ کافی فاصلے پر
جا کر گری اور وہیں ایک بار پھر بے حس و حرکت ہو کر بیٹھ
گئی۔ اس نے دیکھا کہ نیلا انسانی ہیولا واپس گھوما۔ اس نے
ناگن کیٹی کی چھلانگ کی لہروں کو اپنے جسم پر محسوس کر لیا تھا

مگر اب لہروں کے سگنل آنا بند ہو گئے تھے۔ وہ رک گیا۔ اپنی
جگہ پر کھڑے ہو کر وہ منہ کھول کر سانس لینے لگا۔
اب وہ ناگن کی بُو لے رہا تھا۔ اسے ناگن کی بھرپور
بُو آ گئی۔ وہ ایک غضبناک آواز کے ساتھ ناگن کی بُو کی طرف
بڑھا۔ ناگن کیٹی ڈھلان کی طرف تیزی سے دوڑی۔ مگر نیلا ہیولا
جیسے ہوا میں اڑتا ہوا اس کے سر پر پہنچ گیا۔ اس نے اندھوں
کی طرح مگر بالکل درست رخ پر ہاتھ بڑھا کر چاہا کہ ناگن کیٹی
کو پکڑ کر کچل ڈالے کہ ناگن کیٹی نے اسکے ہاتھ پر ڈس دیا۔ اس
کے پاس یہ ڈسنے کا ہی ہتھیار باقی رہ گیا تھا کہ وہ اسے
ڈس دے۔ ناگن کا خیال تھا کہ اس نیلے ہیولے پر اس کے ڈسنے
کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ لیکن اس نے دیکھا کہ یہ اندھا نیلا ہیولا
گر رہا ہے۔ اس کے مچھلی ایسے کھلے ہونٹوں میں سے کالا کالا
خون باہر کو بہنے لگا تھا۔ ناگن کیٹی نے بھی بڑے غصے
میں اسے ڈسا تھا اور اپنا سارا زہر اس کے جسم میں داخل
کر دیا تھا۔ نیلا ہیولا گویا پتھر کی طرح گونگا بہرہ ہو چکا تھا
اس کے حلق سے ایک غرغراہٹ کی آواز نکلی اور پھر اس کا
سارا جسم سیاہ پڑنے لگا اور وہ نیچے گر پڑا۔ گرتے ہی اسکا
جسم سمٹ کر ایک گنبد سا بن گیا۔ پھر یہ گنبد اور چھوٹا ہوتے
ہوتے ایک پتھر بن کر دیوار کی طرف لڑھک گیا یہ طلسمی تماشہ

بھی کیٹی نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس نے قریب جا کر
پتھر کو غور سے دیکھا اور سونگھا۔ وہ محض ایک پتھر بن چکا
تھا۔ اس میں نہ کوئی بُو تھی اور نہ زندگی باقی تھی۔
ناگن کیٹی کا راستہ صاف ہو چکا تھا۔
اس نے ایک بار پھر تازہ عزم اور ہمت کے ساتھ ڈھلان
پر اترنا شروع کر دیا۔ سمندر کی لہروں کی آواز قریب آ رہی
تھی۔ اب اسے اس آواز میں ایک عجیب قسم کی خرخراہٹ
کی آواز بھی سنائی دے رہی تھی آگے بڑھتے بڑھتے خرخراہٹ
کی آواز بلند تر ہوتی جا رہی تھی یہ کسی بہت بڑے آدمی کے
خراٹوں کی آواز سے ملتی جلتی آواز تھی۔
ڈھلان ختم ہو گئی اس نے دیکھا کہ سامنے ایک غار ہے
جس کا منہ کافی کشادہ ہے۔ خراٹوں کی آواز اس غار کے
اندر سے آ رہی تھی۔ ناگن کیٹی غار میں داخل ہو گئی۔ یہ اسکی
خوش قسمتی تھی کہ دیوتا نیپچون اس وقت گہری نیند میں تھا
ورنہ اسے فوراً ناگن کی بُو آ جاتی اور پھر کیٹی کا بچ کر نکلنا
وہاں بلکہ ناممکن تھا۔ ناگن رینگتی ہوئی غار میں داخل ہو گئی۔
کیا دیکھتی ہے کہ ایک ہاتھی سے بھی دس گنا اونچا لمبا
دیوزاد انسانی جسم غار کے فرش پر لیٹا ہوا گہری نیند سو رہا
تھا اور اس کے خراٹے دھماکوں کی طرح غار میں گونج

رہے تھے اور سارا غار لرز رہا تھا۔ ناگن رینگ رینگ کر
بڑی احتیاط کے ساتھ اور بڑی بہادری اور دل کی
مضبوطی کے ساتھ سوئے ہوئے پنیچون دیوتا کی ہاتھی جتنی بڑی
بڑی ٹانگوں کے قریب سے ہو کر اس کی گردن کے قریب آگئی
اس نے دیکھا کہ دیوتا کی گردن میں موتیوں کی مالا پڑی تھی۔
جس کے درمیان سبز رنگ کا چھوٹا سا گول مہرہ چمک رہا تھا
یہی وہ سلیمانی مہرہ تھا جس کی تلاش میں ناگن کیٹی اپنی جان
کو خطرے میں ڈال کر وہاں تک آئی تھی۔

دیو پیکر دیوتا بے سدھ ہو کر سو رہا تھا اور اس کے خراٹوں
سے غار اس طرح ہل رہی تھی جیسے زلزلہ آگیا ہو۔ ناگن کیٹی
کو اب اس انسانی عفریت کی گردن سے موتیوں کے ہار میں
پرویا ہوا سلیمانی مہرہ نکالنا تھا۔ یہ ایک بڑا ہی خطرناک
کام تھا۔ دیوتا کے ذرا سے بھی جاگ پڑنے سے ناگن کیٹی
کی موت یقینی تھی۔ مگر اسے ہر حالت میں یہ خطرناک کام
کرنا تھا۔

کیٹی دیوتا کے پٹان ایسے بازو کے نیچے سے ہو کر اس
گردن کی طرف رینگنے لگی۔ سوئے ہوئے دیوتا کا سانس
دھونکنی کی طرح چل رہا تھا اور اس پہاڑ ایسا سینہ اوپر
نیچے ہو رہا تھا۔ بڑی بڑی مونچھوں پر جب سانس کی

ہوا پڑتی تھی تو وہ ان جھاڑیوں کی طرح لہرانے لگتی
تھیں جن کے نیچے آندھی چل رہی ہو۔

ناگن کیٹی گردن کے پاس آ کر رک گئی۔ اسے یہ بھی
ڈر تھا کہ کہیں دیوتا کو اس کی بو نہ آجائے۔ مگر وہ گہری
نیند سو رہا تھا اور یہی بات ناگن کیٹی کو حوصلہ دے رہی
تھی۔ دیوتا پنیچون کی گردن پہ بھی سارے جسم کی طرح
گھنے بال تھے۔ ناگن کیٹی بڑی احتیاط کے ساتھ دیوتا کی گردن
کے بالوں میں داخل ہو گئی۔ اس نے بڑی آہستگی کے ساتھ
آگے بڑھنا شروع کیا۔ تھوڑا سا رینگ کر کیٹی رک جاتی
اور یہ دیکھتی کہ کہیں دیوتا کی آنکھ تو نہیں کھلنے والی؟
مگر وہ تو ساری دنیا کے گھوڑے بیچ کر سو رہا تھا یہ
بڑی حوصلہ افزا بات تھی۔ ناگن کیٹی دیوتا کی گردن میں پڑی
ہوئی موتیوں کی مالا کے پاس پہنچ گئی۔ اب زمرد کا سبز
سلیمانی مہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے تھا۔

کیٹی نے بڑی احتیاط اور دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ
سلیمانی مہرے کو اپنے منہ میں لے لیا اور دانتوں سے
اس کے اندر پروے ہوئے دھاگے کو کاٹنے لگی یہ دھاگہ
بھی رسی جتنا تھا۔ ناگن کیٹی بڑی تیزی سے رسی کتر رہی
تھی۔ اچانک پہاڑ ایسا دیوتا ہلنے لگا۔ جیسے زلزلہ آگیا۔

ناگن کیٹی نے جلدی سے مہرے کو منہ سے نکال دیا اور
دیوتا کے سینے کے بالوں میں چھپ کر بالکل ساکت ہو گئی
دیوتا نے سوتے میں پہلو بدلا تھا وہ ایک بار پھر گہری
نیند میں خراٹے لینے لگا۔ ناگن کیٹی نے اپنا کام دوبارہ شروع
کر دیا۔ تھوڑی دیر تک مزید کوشش کرنے کے بعد ناگن کیٹی
دیوتا کی گردن کی مالا سے سلیمانی مہرہ کترنے میں کامیاب ہو گئی۔

اب ایک حیرت انگیز بات سامنے آئی۔ جونہی سلیمانی مہرہ
دیوتا کی مالا سے الگ ہو کر ناگن کے منہ میں آیا اس کا سارا جسم
غائب ہو گیا۔ کیٹی نے اپنے جسم پر نظر ڈالی تو وہ اسے دکھائی
نہیں دے رہا تھا۔ وہ فوراً سمجھ گئی کہ ایسا سلیمانی مہرے کی
وجہ سے ہوا ہے۔ جل پری نے اس لئے کہا تھا کہ سلیمانی مہرہ
ہمیں اس سمندری مخلوق کی سرزمین سے فرار ہونے میں مدد
دے گا۔

ناگن کیٹی سلیمانی مہرے کو منہ میں رکھے دیوتا کی گردن سے
نیچے اتر آئی دیوتا ابھی گہری نیند سو رہا تھا۔ ناگن کیٹی نے
واپس چلنا شروع کیا۔ وہ ایک بار پھر غار میں چڑھائی
چڑھنے لگی۔ سمندری لہروں کا شور اس کی دونوں
جانب تھا۔ مگر اب اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ یہی وجہ
تھی کہ ناگن کیٹی بے فکر ہو کر بڑی تیزی سے آگے بڑھتی چلی

جا رہی تھی۔ جب وہ غار کے ستونوں والے دروازے
پر پہنچی تو اس نے دیکھا کہ وہاں ایک دوسرا نیلا انسانی ہیولا
ہاتھ میں خنجر لئے کھڑا تھا۔ پہلے نیلے ہیولے کو ناگن کیٹی نے ڈس
کر پتھر کا روڑا بنا دیا تھا۔ مگر یہ دوسرا تھا اور اس کے
چہرے پر بھی آنکھیں نہیں تھیں اور ہونٹ مچھلی کے ہونٹوں
کی طرح پھیلے ہوئے تھے۔

ناگن کیٹی بے پرواہ ہو کر اس کے قریب سے گذرنے لگی
تو اس نیلے ہیولے نے بھی اس کے جسم کی سرسراہٹ محسوس
کر لی تھی خنجر اٹھا کر اس نے نیچے پھینکا۔ خنجر ناگن کیٹی
کے بالکل قریب آ کر گرا۔ نیلے ہیولے نے بجلی کی تیزی کے ساتھ
دوسری بار حملہ کر دیا۔ ناگن کیٹی کے پاس اتنا فالتو وقت
نہیں تھا کہ وہ کچھ دیر کے لئے بے حس و حرکت ہو کر بیٹھ جاتی
تاکہ یہ نیلا انسانی ہیولا اس کے جسم کی سرسراتی لہروں کو محسوس
نہ کرے۔ اوپر سے مصیبت یہ تھی کہ یہ سمندری مخلوق آنکھیں
نہ ہوتے ہوئے بھی خنجر سے ناگن کیٹی کے بالکل ٹھیک ٹھیک
نشانے لگا رہی تھی۔

ناگن کیٹی نے اپنے منہ سے مہرہ نکال کر ایک طرف رکھا۔
وہ اچانک ظاہر ہو گئی۔ مگر اس کا نیلے انسانی ہیولے کے سامنے ظاہر
ہوتے یا غائب ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا وہ تو پہلے

بھی اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ کیٹی نے لپک کر پہلو بچاتے ہوئے سمندری نیلے انسانی ہیولے کے پاؤں پر ڈس دیا۔

ڈستے ہی انسانی ہیولا اپنی جگہ پر بے حس سا ہو کر رہ گیا پھر وہ لرزنے لگا اور دیکھتے دیکھتے دھڑام سے نیچے گرا اور اس کے جسم نے سیاہ ہو کر کوئلے میں تبدیل ہونا شروع کر دیا۔

ناگن کیٹی کے پاس سمندری مخلوق کا انجام دیکھنے کے لئے وقت نہیں تھا اس نے سلیمانی مہرہ دوبارہ منہ میں رکھا اور غائب ہونے کے بعد جلدی جلدی آگے بڑھنے لگی۔ آخر وہ سمندر کی گہرائیوں سے نکل کر غار میں اس جگہ پہنچ گئی جہاں دیوار میں اس تہہ خانے کا سوراخ تھا۔ وہ اس سوراخ میں سے اپنے تہہ خانے میں داخل ہو گئی۔

اس نے اپنی دم سے دیوار پر دستک دے کر جل پری کو بتایا کہ وہ دیوتا کے گلے سے سلیمانی مہرہ نکال کر لے آئی ہے جل پری کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ لیکن تھوڑی ہی دیر بعد جب تہہ خانہ ہلنے لگا اور دیوتا کی گرج دار بھیانک آوازیں غار میں گونجنے لگیں۔ تو اسے یقین آ گیا کہ ناگن سلیمانی مہرہ دیوتا کی گردن سے اتار کر لے آئی ہے۔

کیٹی نے کہا۔ "میرا خیال ہے دیوتا کو پتہ چل گیا ہے کہ سلیمانی مہرہ کوئی لے گیا ہے۔ اب کیا ہو گا؟ کہیں وہ تہہ خانے

میں آ کر مجھے کچل تو نہیں دے گا اب تو اسے سلیمانی مہرے کی اور میری دونوں کی بو جا رہی ہو گی۔"

جل پری نے کہا۔ "ناگن! سلیمانی مہرے کو جلدی سے اپنے منہ میں رکھ لو۔ جب تک مہرہ تمہارے منہ سے باہر رہے گا دیوتا کو تمہاری اور مہرے کی بو جاتی رہے گی۔ مہرہ تمہارے منہ میں آ جائے گا تو اسے نہ تمہاری بو پہنچ سکے گی نہ سلیمانی مہرے کی۔"

ناگن کیٹی نے فوراً سلیمانی مہرہ اپنے منہ میں رکھ لیا وہ غائب ہو گئی۔

جل پری نے کہا۔ "اگر تم غائب ہو گئی ہو تو میری دیوار جو شارک مچھلی کی ہڈیاں جمی ہوئی ہیں ان پر پھونک مار دو۔"

ناگن کیٹی نے ایسا ہی کیا۔ جونہی اس کا سانس سلیمانی مہرے سے ٹکراتا ہوا باہر نکل کر شارک کی ہڈیوں پر پڑا۔ ہڈیاں ایکدم پگھل کر پانی کی طرح نیچے بہہ گئیں اور دیوار میں شگاف پڑ گیا۔ دوسری طرف سے جل پری کی شکل نظر آئی۔ ناگن کیٹی جلدی سے اس کے تہہ خانے میں چلی گئی۔ اس نے دیکھا کہ سامنے ایک بڑی ہی خوبصورت پریوں ایسے چہرے والی معصوم جل پری پتھروں پر بیٹھی ہے۔ جس کے بال سنہری ہیں۔ آنکھیں ہرنی کی طرح گول گول ہیں۔ آدھا دھڑ عورت کا ہے اور نچلا آدھا دھڑ مچھلی کا ہے۔ ناگن نے کہا۔

"تم ہی وہ جل پری ہو جس نے مجھے سلیمانی مہرہ لانے کے لئے بھیجا تھا؟"

جل پری نے کہا۔ "ہاں میں ہی وہ جل پری ہوں۔ میں تمہیں دیکھ نہیں سکتی مگر تمہارے جسم کی لہروں کی گرمی کو اپنے سارے جسم پر محسوس کر رہی ہوں۔"

تہہ خانے کے درو دیوار زور زور سے ہل رہے تھے۔ دیوتا نیلپچوت اب ان کے باہر سے ہو کر گذر رہا تھا۔ وہ چیخ رہا تھا چلا رہا تھا۔ گرج رہا تھا۔ غرا رہا تھا۔ خدا جانے وہ کس زبان میں کیا واہی تباہی بک رہا تھا۔ سارے غار میں ایک بھونچال سا آگیا تھا۔ وہ دھپ دھپ زمین پر پاؤں رکھتا تو زمین ہلنے لگتی تھی۔

جل پری نے کہا۔ "ناگن بہن! سلیمانی مہرہ منہ سے نکال کر مجھے دے دو۔ کیونکہ اس سمندری مخلوق کو بہت جلد پتہ چل جائے گا کہ سلیمانی مہرہ ہم نے نکالا ہے کیونکہ انسانی ہاتھ کی ہتھیلی میں جو آنکھ لگی ہے وہ سلیمانی مہرے کی تلاش میں اس کی شعاعوں کے ساتھ ساتھ یہاں تک آ جائے گی۔"

ناگن کیٹی نے کہا۔ "لیکن تم سلیمانی مہرہ لے کر کیا کرو گی؟ کیا تم سمندری آنکھ سے بچ سکو گی؟"

جل پری نے کہا۔ "یہی ہمیں سوچنا ہے۔ سلیمانی مہرہ اپنے

منہ میں رکھنے سے یہ ہوتا کہ میں غائب ہو جاتی اور میں تم کو اپنی گردن میں لپیٹ لیتی۔ اس طرح سے ہم دونوں غائب ہو جاتیں۔

ناگن کیٹی نے پریشان ہو کر کہا۔ "مگر۔ سمندری آنکھ تو ہمیں غیبی حالت میں بھی دیکھ کر ہلاک کر سکتی گی۔"

ہاں۔ اس کی آنکھ کے ڈیلے سے ایسی شعاع نکلتی ہے جو کسی شے کو زندہ نہیں چھوڑتی۔"

جل پری نے کہا۔ ناگن کیٹی گھبرا سی گئی۔ دیوتا کے قدموں کی دھمک اب ذرا دور ہو گئی تھی جل پری نے کیٹی کو بتایا کہ وہ سمندری آنکھ کے مندر میں گیا ہے اور وہیں سے اسے پتہ چلے گا کہ سلیمانی مہرہ ہمارے پاس ہے اور پھر سمندری آنکھ ہماری تلاش میں یہاں آجائے گی اور ہمیں ہلاک کر ڈالے گی اور سلیمانی مہرہ ایک بار پھر سمندری مخلوق کے پاس پہنچ جائیگا

تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟ ناگن کیٹی نے پوچھا۔

جل پری کچھ سوچ رہی تھی۔ اس نے ہاتھ کے اشارہ سے خاموش رہنے کو کہا اور سر جھکا لیا۔ اسکے خوبصورت معصوم چہرے پر بڑی سنجیدگی آگئی تھی۔ ناگن کیٹی نے مہرہ نکال کر اپنے سامنے پتھر پر رکھا ہوا تھا جو تہہ خانے کی تاریک فضا میں ستارے کی طرح چمک رہا تھا۔ اچانک جل پری نے سر اٹھا کر کہا۔

مہرہ مجھے دیدو۔"

خوفناک سمندری آنکھ

ناگن کیٹی نے کہا۔ ”وہ سامنے پڑا ہے مگر تم نے کیا سوچا ہے“؟

جل پری بولی۔ ”میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے سمندر کے اندر کی مخلوق صرف ان چیزوں کو ہی دیکھ سکتی ہے جن پر سمندر کے اندر کی فضا کی نیلی کرنیں پڑ رہی ہوں۔ اس وقت اگرچہ ہم پانی میں نہیں ہیں۔ مگر ہم دونوں سمندر کی گہرائیوں میں ہیں اور سمندری پانی کی نیلی کرنوں نے ہمیں چاروں طرف گھیر رکھا ہے۔

ناگن کیٹی نے پوچھا۔ ”پھر تم کیا کرنا چاہتی ہو؟“

جل پری کہنے لگی: ”میری بات پہلے سن لو۔ اگر کسی طریقے سے ہم ایسا عمل کریں کہ ہم پر سمندر کی نیلی کرنیں نہ پڑیں تو سمندری آنکھ ہمیں نہیں دیکھ سکے گی۔ وہ یہ کبھی بھی پتہ نہ چلا سکے گی کہ ہم کہاں اندر کس مقام پر ہیں۔ وہ ہمارے لئے اندھی ہو جائے گی۔“

کیٹی نے کہا۔ ”یہ کس طرح ممکن ہے۔ سمندر کے اندر رہ

ر ہم سمندر کی نیلی شعاعوں سے کیسے بچ سکتی ہیں؟“

جل پری نے سلیمانی مہرہ اپنے ہاتھ میں اٹھا لیا اور بولی۔ یہی تو وہ ترکیب ہے جو میرے ذہن میں آئی ہے اور وہ صرف ایک سمندری مخلوق کے ذہن میں ہی آسکتی ہے۔ کیونکہ میں جل پری ہوں۔ ایک سمندری مخلوق ہوں۔ میں س مہرے کو اپنے جسم پر رگڑ کر تمہارے جسم پر رگڑوں گی۔ س کا اثر یہ ہوگا کہ ہمارے جسموں پر سمندر کی نیلی کرنیں نہیں پڑیں گی۔ اور سمندری آنکھ ہمیں ہرگز نہیں دیکھ سکے گی۔ کیونکہ وہ سمندر کے اندر اس شے کو دیکھتی ہے جس پر سمندری کرنیں پڑ کر اس کی آنکھ میں واپس لوٹ جاتی ہیں“۔

اور جل پری نے اپنے جسم پر سلیمانی مہرے کو رگڑنا شروع کر دیا۔ تہہ خانے کی زمین اور دیوار میں ایک بار پھر لرزنے لگی تھیں۔ جل پری نے کہا۔

”دیوتا سمندری آنکھ کے ساتھ اس طرف آ رہا ہے۔ سمندری آنکھ کو پتہ چل گیا ہے کہ سلیمانی مہرہ اس تہہ خانے میں ہے“

کیٹی نے کہا۔ ”تو پھر جلدی کرو۔ یہ سلیمانی مہرے جسم پر بھی رگڑو۔ تم بہت دیر کر دو گی“

جل پری نے اپنے سارے جسم پر سلیمانی مہرے کو رگڑنے کے بعد اسے ناگن کیٹی کے جسم پر رگڑنا شروع کیا۔ اسے

لا کھا

ساتھ والے تہہ خانے کی دیوار گرنے کی آواز ایک دھماکے کی طرح سنائی دی۔ جل پری نے ناگن کیٹی کو اٹھا کر اپنی گردن کے گرد لپیٹا اور سلیمانی مہرہ اپنے منہ میں رکھ لیا۔ منہ میں رکھتے ہی وہ دونوں غائب ہو گئیں۔ پھر جل پری نے اپنے منہ سے سانس نکال کر تہہ خانے کی دیوار پر ایک جگہ پھینکا سلیمانی مہرے کی گرمی سے دیوار کا پتھر اپنی جگہ سے پگھل کر بہہ گیا۔ جب وہ اس سوراخ میں سے باہر نکلی تو سمندری آنکھ اس کے پیچھے تہہ خانے میں پہنچ چکی تھی اور دیوار کے شگاف کو گھور رہی تھی۔ دیوتا باہر غار میں کھڑا گرج رہا تھا اس کا سر اوپر غار کی چھت کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ جل پری اپنے آدھے دھڑ پر رینگتی ہوئی دیوتا کی ٹانگوں کے درمیان سے ہو کر آگے نکلی تو دیوتا کو اس کی سرسراہٹ سی محسوس ہوئی۔ اس نے جھک کر نیچے ہاتھ مارا۔ جل پری اچھل کر پرے ہٹ گئی۔ دیوتا کے منہ سے بھیانک چیخ نکلی اور اس نے آنکھ کو اشارہ کیا کہ اس کی ٹانگوں میں سے کوئی شے ابھی ابھی نکل گئی ہے۔

سمندری آنکھ ہوا میں معلق تھی اور غار میں جگہ جگہ اپنے نیلے ڈیلے کی نیلی کرنیں ڈال رہی تھی مگر اسے نہ تو جل پری کہیں نظر آ رہی تھی اور نہ ہی وہ ناگن جس کی قربانی دی

جانے والی تھی اور جس کے بارے میں سمندری آنکھ کو یقین تھا کہ وہی سلیمانی مہرہ نکال لائی ہے۔ کیونکہ دیوتا کی مالا کی رسی سانپ کی کتری ہوئی تھی۔

جل پری نے سمندر کی گہرائیوں میں اترنے والی غار کی ڈھلان پر رینگنا شروع کر دیا۔ وہ کسی کو دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ مگر اس کے جسم کی سرسراہٹ زمین کی لہروں سے ٹکرا کر دیوتا کے جسم کی لہروں سے ٹکرا رہی تھی۔ دیوتا بار بار جھک کر غیبی عالت میں صرف اندازے سے اسے پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ سمندری آنکھ ان کے اوپر ہوا میں لٹکتی ہوئی آگے آگے چلی جا رہی تھی۔ یہ زندگی اور موت کی دوڑ تھی۔ ناگن کیٹی جل پری کی گردن سے لپٹی یہ سب دیکھ رہی تھی۔

جل پری نے کمال کر دیا تھا۔ وہ بڑی بہادری کے ساتھ اپنی جان ہتھیلی پر رکھے اپنے جسم کی سرسراہٹوں کو کبھی رک کر ساکت کرتے اور کبھی تیز تیز رینگتے ہوئے آگے بھاگی جا رہی تھی۔

غار کی ڈھلان کا وہ دروازہ آگیا جہاں پہلے انسانی ہیولا کھڑا پہرہ دے رہا تھا۔ مگر اب وہاں اس کا جسم ایک جلے ہوئے کوئلے کی شکل میں پڑا تھا۔ سمندری آنکھ نے فوراً اس کوئلے کو پہچان لیا کہ سانپ نے اسے ڈس کر

ناگ

ہلاک کیا ہے۔

سمندری آنکھ غضبناک ہو گئی۔ اس کے ڈیلے میں سے کبھی سرخ اور کبھی نیلی اور کبھی زرد شعلوں ایسی شعاعیں نکلنے لگیں۔ ایک چیخ سی غار میں بار بار گونج جاتی تھی شاید یہ چیخ سمندری آنکھ کی تھی۔ کیونکہ اس سمندری مخلوق کی آنکھیں بھی باتیں کرتی تھیں۔ سمندر کی لہروں کا شور سنائی دینے لگا تھا۔

جل پری نے دھیمی لہروں کی سرسراہٹ میں ناگن سے کہا۔
سمندر آ رہا ہے۔ گھبرانا مت۔ ہم بچ جائیں گے۔

آواز کی ان لہروں کو سمندری آنکھ نے بھی سن لیا۔ ایک خوفناک چیخ فضا میں بلند ہوئی اور سمندری آنکھ میں سے ایک ہلاکت خیز لہر نکل کر جل پری کے بالکل پاس گری۔ وہاں ایک دھماکے سے آگ لگ گئی۔ جل پری نے محسوس کیا کہ اسے بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔ بات کرنے کی کوشش میں اس نے جان بوجھ کر اپنے جسم سے جو لہریں خارج کی تھیں اسے سمندری آنکھ نے صاف دیکھ لیا تھا اور اس پر حملہ کر دیا تھا۔ جل پری چھلانگیں لگا کر سمندری آنکھ کی زد سے باہر نکل گئی ۔۔۔ ڈھلان پر اب پھسلن ہو گئی تھی۔ اور غار کی چھت سے سمندر کا پانی ٹپک رہا تھا۔ جیسے چھت کے اوپر سمندری پانی بھرا ہوا ہو۔ زمین نرم ہو گئی تھی۔ جل پری اس پر پھسلتی چلی جا رہی تھی۔ سمندری آنکھ برابر اس کا پیچھا کر رہی تھی اس کے ڈیلے سے بھیانک چیخوں کی آوازیں اور نیلی ہلاکت خیز شعاعیں اس کا پیچھا کر رہی تھیں مگر وہ جل پری کو دیکھ نہیں سکتی تھیں۔ یہاں پہنچ کر سمندر میں سے کئی نیلے انسانی ہیولے بھی باہر نکل کر سمندری آنکھ کے ساتھ شامل ہو گئے آگے پانی آ گیا۔ یہ پانی غار کے آخیر پر ایک گہرے شگاف میں سے جھانک رہا تھا۔ جل پری غڑاپ سے سمندر کے پانی میں پھسل گئی۔ وہ سمندر میں نیچے ہی نیچے اترتی چلی گئی۔ ناگن کیٹی نے محسوس کیا کہ جل پری بڑی آسانی اور بڑی تیزی سے تیر رہی تھی۔

دیکھتے دیکھتے وہ ایک تیز رفتار آب دوز کشتی کی طرح سمندر کی گہرائیوں میں اتر گئی اور پھر اس نے بائیں جانب تیرنا شروع کیا۔ وہ اب بھی نہیں بول رہی تھی۔ اس کے جسم کی لہروں سے آواز کی ایک لہر نہیں اٹھ رہی تھی۔ ناگن اور جل پری ایک دوسرے کو اچھی طرح سے دیکھ رہی تھیں۔ جل پری نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر ناگن کیٹی کو خاموش رہنے کے لئے کہا تھا۔ یہاں سمندر کی گہرائی میں اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ پانی گدلا اور سیاہ تھا۔ جل پری تیزی سے تیرتے ہوئے ایک تاریک غار میں داخل ہو گئی۔ یہ سمندر کے اندر بنے ہوئے

ایک قدرتی پہاڑ کا غار تھا۔ یہ غار کافی لمبا تھا۔ جل پری
برق رفتاری سے غار کے پانی میں سے گزر رہی تھی یہاں بھی
گہرا اندھیرا تھا۔ ناگن کیٹی نے محسوس کیا کہ وہ اگرچہ پانی میں
تھی مگر بڑی آسانی سے سانس لے سکتی تھی۔
کافی دیر کے بعد غار میں سامنے کی جانب سے روشنی آتی نظر
آئی۔ جل پری نے اب کہا۔ "ناگن! ہم خطرے سے باہر نکل چکے ہیں"
ناگن کیٹی نے پیچھے سر گھما کر دیکھا۔ سمندری مخلوق اور سمندری
آنکھ کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ غار کا پانی روشن ہو رہا تھا
پھر غار ختم ہو گئی اور جل پری باہر نیلے سمندر میں نکل
آئی۔ وہ پانی سے باہر نکل کر اپنے سنہری بالوں کو چہرے
پر سے ہٹاتے ہوئے بولی۔
"ناگن! ہم سمندری مخلوق کی دنیا سے نکل آئے ہیں۔
اب وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔"
ناگن کیٹی نے خدا کا شکر ادا کیا اور دیکھا کہ اس کے اردگرد
سنہری دھوپ میں نیلا خوبصورت سمندر شیشے کی چادر کی
طرح چمک رہا تھا اور تھوڑے ہی فاصلے پر کسی جزیرے
کے سرسبز و شاداب درخت ہوا میں جھومتے نظر آ رہے تھے
جل پری نے کہا۔
"یہ ایک چھوٹا سا خوبصورت جزیرہ ہے۔ یہ نیلے سمندروں
میں بہت فاصلے پر ہے۔ یہاں کبھی کبھی سمندر کی جل پریاں
دھوپ تاپنے آ جاتی ہیں۔"
اور جل پری جزیرے کی طرف تیرنے لگی۔
جزیرہ اگرچہ چھوٹا سا تھا مگر بے حد حسین اور سرسبز تھا
درختوں پر پرندے چہچہا رہے تھے۔ درختوں کے نیچے کہیں کہیں
میٹھے پانی کے چشمے بہہ رہے تھے۔ کئی درختوں پر میٹھے جنگلی
پھل لگے ہوئے تھے۔ مگر وہاں کوئی انسان نہیں تھا۔ جل پری
سمندر کے کنارے ایک جگہ ریت پر بیٹھی اپنے سنہری بال
کھول کر سکھا رہی تھی اور ناگن کیٹی جزیرے میں گھوم پھر رہی
تھی۔ اس نے واپس آ کر جل پری سے کہا۔
"جزیرہ بہت حسین ہے مگر یہاں پر کوئی آبادی نہیں ہے۔"
جل پری نے کہا۔ "آج کل شہروں میں زیادہ آبادی نہیں
ہوتی تو اس دور فاصلے پر بنے ہوئے جزیرے میں کون
آئے گا۔ کبھی کبھی میری ساتھی جل پریاں یہاں بال سکھانے
آ جاتی ہیں۔"
ناگن کیٹی جل پری کے پاس ہو کر ریت پر کنڈلی مار کے
بیٹھ گئی اور اب اس نے جل پری کا شکریہ ادا کیا کہ اس
کی ہمت اور عقل مندی کی وجہ سے ان کی جان بچ گئی۔ پھر
اس نے پوچھا۔

"یہ سمندری مخلوق اصل میں کون تھی؟ کیا یہ کوئی طلسمی دنیا تھی؟"

جل پری نے کہا "تم اسے طلسمی دنیا کہہ لو۔ جس طرح تمہاری دنیا میں ایسے سانپ ہوتے ہیں جو پانچ سو سال تک زندہ رہنے کے بعد انسان کی شکل میں ظاہر ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے سمندر کے اندر جو شارک مچھلی پانچ سو برس تک زندہ رہے اس میں اتنی طاقت آ جاتی ہے کہ وہ انسانی ہیولوں اور سمندری آنکھ کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔"

کیٹی نے پوچھا "مگر وہ انسانی ہاتھ کا کیا راز تھا جس کی انگلیوں پہ پانچ اور ہتھیلی میں ایک آنکھ تھی؟"

جل پری کہنے لگی "وہ شارک مچھلیوں کا مہارانی شارک تھی جو ایک ہزار سال تک زندہ رہنے کے بعد اس شکل میں آگئی تھی۔ اب دوسری ساری سمندری مخلوق اسکی پوجا کرتی تھی اور وہ خود دیوتا نیپچون کی پوجا کرتی تھی جو سمندروں کا دیوتا ہے۔"

کیٹی بولی "مگر میں نے سمندر کے باہر بھی ایک چٹان پہ نیلی سمندری آنکھ تراشی ہوئی دیکھی تھی۔"

جل پری نے کہا "وہ بھی اسی سمندری مخلوق کا ایک کرشمہ تھا۔"

کیٹی [illegible] "اس میں سے ایک نیلا انسانی ہیولا نکلا تھا جو

مجھے پکڑ کر نیچے سمندر میں لے آیا تھا۔"

جل پری نے جواب دیا۔ "وہ سمندری مخلوق کی باہر کی دنیا کا راڈار تھا۔ سمندری مخلوق باہر کی دنیا کے حالات اسی چٹان والی نیلی آنکھ سے دیکھتی ہے۔ چلو چھوڑو اب ان لوگوں کو۔ بڑے منحوس تھے۔ تمہاری جان بچ گئی۔ خدا کا شکر ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ تم اس جزیرے میں رہو گی یا واپس ایتھنز یا کسی دوسرے یونانی شہر جانے کا ارادہ ہے۔ کیونکہ تم ایک ناگن ہو اور ظاہر ہے کسی ایسے ہی شہر میں سے نکل کر آ رہی ہو گی۔"

ناگن کیٹی بولی۔ "تم ٹھیک کہتی ہو۔ میں واپس اسپارٹا نہیں بلکہ ایتھنز جانا پسند کروں گی۔ جہاں سے نکل کر میں سیر کرتی پھر رہی تھی کہ ایک آدمی نے مجھے اسپارٹا پہنچا دیا۔ وہاں سے چلی تو سمندری مخلوق کے درمیان پہنچ گئی۔ تم کہاں جاؤ گی؟"

جل پری ہنسنے لگی۔ "ہم تو سمندر میں رہتی ہیں اور سمندر بہت وسیع ہے۔ سارا سمندر ہمارا وطن ہے۔ ہم جس جگہ سمندر میں غوطہ لگا جائیں گی وہی ہمارا وطن ہو گا۔"

جل پری نے اپنے گیلے بالوں کو ہاتھوں سے جھٹک کر کہا۔ "میں تمہیں اپنی ایک پیاری سہیلی جل پری سے ملواتی ہوں تم یہیں ٹھہرنا۔ میں سمندر کے نیچے جا کر اپنی سہیلی کو لے آتی ہوں۔"

کیٹی نے کہا کہ وہ اس کی سہیلی سے مل کر خوش [illegible] جل پری سمندر

میں غوطہ لگا گئی۔ ناگن جل پری کا انتظار کرنے لگی۔ جزیرہ بڑا
خوبصورت تھا۔ کیٹی نے سوچا کہ کیوں نہ اتنی دیر جزیرے کی
سیر کر لی جائے۔ وہ سمندر کے کنارے سے رینگتی ہوئی جزیرے
کے گھنے درختوں کی طرف آ گئی جہاں ٹھنڈے میٹھے پانی کے
چشمے بہہ رہے تھے یہاں اس نے پانی پیا اور دیکھا کہ سامنے
پھولوں سے بھری ہوئی ایک جھاڑی ہے۔ پھولوں کی خوشبو
بڑی میٹھی تھی۔

○

ناگن کیٹی پھولوں کی طرف گئی تو اسے بین کی آواز سنائی
دی۔ یہ آواز بڑی سریلی اور مست کر دینے والی تھی۔ اگرچہ
کیٹی ایک عورت تھی۔ مگر اس وقت وہ سانپ کے روپ میں تھی
اور اس ________ کی شخصیت پر سانپ
کا اثر زیادہ تھا۔ چنانچہ اس پر بین کی آواز کا اثر ہونا شروع
ہو گیا۔ وہ پھولوں بھری جھاڑی کے پاس جا کر بین کی آواز
پر جھومنے لگی۔ بین کی آواز تیز ہو گئی۔ ناگن کیٹی بھی زیادہ
مست ہو کر جھومنے لگی۔ بین کی آواز نے اس پر اتنا جادو
کر دیا تھا کہ اسے اپنی کوئی خبر نہ رہی۔
ایک یونانی سپیرا درختوں میں سے نکل کر بین بجاتا ہوا سامنے
آ گیا۔ یہ ایک بوڑھا سپیرا تھا اور بڑی مہارت سے بین بجا

رہا تھا اور بین کے ساتھ ساتھ خود بھی جھوم رہا تھا اس
نے بغل میں ایک جھولا لٹکا رکھا تھا۔ بین بجاتے بجاتے اس
نے جھولے میں سے ایک پٹاری نکال کر زمین پر رکھ دی
اور خود اس کے پاس بیٹھ گیا۔ پٹاری کا ڈھکنا اٹھا دیا۔ بین
کی آواز پر مست ہو کر ناگن کیٹی نے آگے بڑھنا شروع کیا۔
اس پر سانپ کی ذہنیت غالب آ چکی تھی۔ اور وہ بھول گئی
تھی کہ وہ ایک عورت بھی ہے۔ بین کی آواز نے اس پر جادو
کر دیا تھا۔

سپیرے نے بین کا رُخ پٹاری کی طرف کر رکھا تھا تاکہ
ناگن پٹاری میں آ جائے اور ایسا ہی ہوا ناگن کیٹی آہستہ آہستہ
جھومتی ہوئی رینگ رینگ کر پٹاری کے پاس آ گئی۔ سپیرے نے
پٹاری کے کنارے سے بین کا منہ لگا رکھا تھا۔ ایسا لگ رہا
تھا کہ پٹاری کے اندر سے بین کی آواز نکل رہی ہے۔
ناگن کیٹی کچھ سوچے سمجھے بغیر خالی پٹاری میں داخل ہو گئی
سپیرے نے اسی وقت پٹاری کا منہ بند کر دیا۔ ناگن کیٹی پٹاری
میں بند ہو چکی تھی۔ بوڑھے سپیرے نے پٹاری کو کپڑے
میں لپیٹا اور جھولے میں ڈال کر جزیرے کی دوسری طرف
چل پڑا۔ جہاں اس کی کشتی سمندر میں کھڑی تھی۔ کشتی میں بیٹھا
اور اسے لے کر ایتھنز شہر کی طرف سمندر میں چل پڑا۔ ناگن

کیٹی پر سے جب بین کا اثر ختم ہوا تو ناگن کیٹی نے دیکھا کہ وہ پٹاری میں قید ہے۔ اس نے زور سے پھنکار ماری تاکہ پٹاری کو آگ لگا کر باہر نکل سکے۔ مگر اس کی پھنکار میں سے کسی قسم کی چنگاریاں نہ نکلیں۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ سمندری مخلوق کے پاس سمندر کی گہرائیوں میں اترنے کے بعد ناگن کیٹی کی پھنکار سے آگ کی چنگاریاں شاید ہمیشہ کے لئے بجھ چکی تھیں۔ آتشی پھنکار کے سوائے کیٹی کے پاس اور کوئی ایسا ذریعہ نہیں تھا کہ جس پہ عمل کر کے وہ پٹاری کی قید سے آزاد ہو سکتی۔

○

کچھ دیر بعد جب جل پری اپنی سہیلی جل پری کو لے کر سمندر سے باہر نکلی دیکھا کہ ناگن کیٹی کہیں بھی نہیں تھی۔ وہ بڑی حیران ہوئی۔ اس نے زمین پہ اس کے رینگنے کے نشان دیکھے تو ان کے پیچھے پیچھے پھولوں بھرے باغ میں یہاں ناگن کیٹی کے رینگنے کے نشان گھاس میں نظر نہیں آتے تھے۔ دونوں جل پریوں نے چل پھر کر جزیرے میں دیر تک ناگن کیٹی کو تلاش کیا مگر وہ نہ مل سکی۔

ناگن کیٹی کو پٹاری میں قید کر کے سپیرا ایتھنز شہر میں لے آیا جو یونان کا بڑا شہر تھا۔ بوڑھا سپیرا ایک تجربہ کار سپیرا تھا

وہ جزیرے میں سانپ پکڑنے ہی گیا تھا مگر اسے وہاں ایک ایسے سانپ کی بو آئی جو ناگن تھی اور اس قسم کی ناگن کو ہندوستان کے ملک میں سانپ کے مندروں میں رکھ کر ان کی پوجا کی جاتی تھی اور اس کے کافی پیسے مل جاتے تھے۔ بوڑھے سپیرے نے سوچا کہ وہ ناگن کو ہندوستان میں لے جائے گا۔ اور وہاں کسی مندر میں اسے فروخت کر کے ڈھیروں دولت کما سکے گا۔ ان دنوں ایک قافلہ سکندر اعظم کی فوج کے ساتھ ہندوستان کی طرف جا رہا تھا۔ بوڑھا سپیرا بھی اس میں شامل ہو کر ہندوستان کی طرف روانہ ہو گیا۔

○

اب ہم ماریا کی طرف چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس کے ساتھ کیا بیتی؟

یہ تو آپ پڑھ چکے ہیں کہ جب چٹکی جن کی کرامت سے کیٹی ایک ناگن کے روپ میں بدل گئی تو ماریا کو ایک زبردست دھکا سا لگا تھا۔ یہ چٹکی جن کی شرارت تھی یا وہ ماریا کو اس بات کی سزا دینا چاہتا تھا کہ ماریا کیوں کیٹی کو بار بار چٹکی بجانے پہ مجبور کر رہی تھی۔

پہلے تو ماریا کو جھٹکا لگتے ہی کچھ نظر نہ آ[illegible]

کھلی تھیں مگر اُسے آنکھوں کے سامنے اندھیرا دکھائی دے
رہا تھا۔ ماریا نے غیبی حالت میں ہی اپنی آنکھوں کو ہاتھوں
سے ملا۔ اسے پھر بھی کچھ نظر نہ آیا۔ اس نے ہاتھ آگے بڑھایا
تو اس کا ہاتھ پتھر کے گول چبوترے کی دیوار سے ٹکرایا
یہ کسی کنوئیں کی دیوار لگتی تھی۔ اب اسے دکھائی دینے لگا۔
دیکھا کہ وہ اندھیری رات میں درختوں کے درمیان ایک
اندھے اور ویران کنوئیں کے پاس کھڑی ہے۔ یہاں جھاڑیاں
اگی ہیں اور پیچھے ایک طرف بہت اونچی عمارت کھڑی ہے جس
میں سے روشنیاں ہو رہی ہیں۔ یا خدا! یہ میں کہاں آگئی ہوں؟
ماریا نے سوچا۔

عین اس وقت ماریا کو کنوئیں میں ایک آواز آتی
سنائی دی۔

"اور کہو کیپٹن کہ چٹکی بجائے۔ اب تم بھی مزہ چکھ لو۔ میں
نے تمہیں سن ۱۹۸۴ء کے لاہور شہر میں لا پھینکا ہے۔ یہ وہ کنواں
ہے جہاں میں رہتا ہوں۔ میں کنوئیں کا جن ہوں۔"

"کم بخت چٹکی جن! تم نے مجھ سے کس بات کا بدلہ لیا کہ
مجھے میرے ساتھیوں سے جدا کر کے ہزاروں برس پیچھے لا کر
پھینک دیا۔ ہم تو آگے ہی آگے جا رہے تھے اور اب ہمیں کبھی
پچھلے زمانے میں نہیں آنا تھا۔"

مگر چٹکی جن کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ کوئی آواز نہ آئی۔ ماریا
پریشان ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ اس کم بخت جن نے اسے
تباہ کر دیا تھا۔ ایک بار پھر اپنے ساتھیوں سے جدا ہو کر ماڈرن
زمانے یعنی ۱۹۸۴ء میں آگئی تھی۔ جس کے بارے میں انہیں کہہ
دیا گیا تھا کہ اب وہ واپسی کے سفر میں آگے ہی آگے بڑھتے چلے
جائیں گے اور لوٹ کر ماڈرن زمانے میں نہیں آئیں گے اس کا
مطلب یہ تھا کہ وہ ماڈرن زمانے میں آگئی ہے اور کیپٹن ناگ اور
عنبر اس زمانے میں نہیں آ سکیں گے۔ کیا میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے
اپنے دوستوں سے جدا ہو گئی ہوں؟

یہ سوچ کر ماریا کا دل بھر آیا۔ اس نے کنوئیں میں منہ ڈال
کر کہا۔ "تم کیسے ظالم جن ہو کر دوست کو دوست سے جدا کر دیا۔"
کنوئیں کے اندر سے جن نے کوئی جواب نہ دیا۔ ماریا کی آواز
کنوئیں میں گونج کر واپس آگئی۔ ماریا ہرگز اس ماڈرن زمانے
میں نہیں آنا چاہتی تھی۔ وہ اپنے دوستوں اور ساتھیوں عنبر، ناگ
ماریا کے ساتھ تاریخ میں واپسی کا سفر جاری رکھنا چاہتی تھی
اس وقت وہ لوگ قدیم یونانی دور میں پہنچ چکے تھے۔ اگرچہ
ناگ اور عنبر دو تین سو سال پیچھے رومن عہد میں پہنچ چکے
تھے۔ مگر ان کا رخ بھی تاریخ کے سفر میں پیچھے کی طرف تھا۔
اور آگے بابل و یروشلم کی تہذیب کا دور آنے والا تھا۔ اور

اس کے بعد مصر کے فرعون کا زمانہ تھا جو عنبر ناگ ماریا کی منزل تھی۔

لیکن اس ستم ظریف یعنی بڑا ظالمانہ مذاق کرنے والے جن نے سارا کچھ تہس نہس کر کے رکھ دیا تھا۔ ماریا ماڈرن زمانے میں آگئی تھی اور اسے کچھ خبر نہیں تھی کہ اب اسے زمانے سے اٹھا کر سکندر اعظم کے زمانے میں کون پہنچائے گا وہ اکیلی بھی تھی اسے یقین تھا کہ کیٹی عنبر اور ناگ اس زمانے میں اس کی مدد کرنے نہیں آسکیں گے۔ وہ مایوس اور بددل ہو کر کنوئیں کے پاس کچھ دیر بیٹھی رہی۔

جیسا کہ آپ لوگ پہلے کی قسطوں میں پڑھ چکے ہیں کہ یہ کنواں لاہور کے مشہور ہوٹل انٹر کانٹی نینٹل کی عالی شان عمارت کے پچھواڑے ایک اجڑے ہوئے ویران باغ میں تھا اور یہاں ہوٹل والے کوڑا کرکٹ پھینکا کرتے تھے ——— اسی کنوئیں میں کیٹی کی پہلی بار چکی جن سے ملاقات ہوئی تھی۔

کیونکہ چکی جن اسی کنوئیں میں رہتا تھا۔ ماریا کو کچھ کچھ یاد آرہا تھا۔

وہ اٹھی اور آہستہ آہستہ چلتی ہوٹل انٹر کانٹی نینٹل کے سامنے والے لان میں آگئی۔ ہوٹل کا نام پڑھ کر اور لاہور کی مال روڈ کو دیکھ کر ماریا کو وہ زمانہ یاد آگیا۔ جب وہ لاہور میں عنبر اور ناگ

کے ساتھ آئی تھی۔ اسے یاد آگیا کہ اسی شہر میں غزالہ اور امجد بھی رہتے ہیں امجد ماڈل ٹاؤن میں اور غزالہ شاید گارڈن ٹاؤن میں رہتی تھی۔ یہ دونوں عنبر ناگ ماریا کے دوست تھے غزالہ تو ایک بار ان کے ساتھ پرانے زمانے کی سیر بھی کر چکی تھی۔ مگر ماریا یہاں کسی سے نہیں ملنا چاہتی تھی۔ اس کا دل عنبر ناگ کیٹی کے لئے بے حد اداس تھا اور وہ یہی سوچ رہی تھی کہ ایسا کونسا طریقہ ہو سکتا ہے کہ وہ ماڈرن زمانے کی بک بک جھک جھک اور شور سے نکل کر واپس قدیم یونانی دور میں عنبر ناگ کیٹی کے زمانے میں واپس چلی جائے۔ مگر ایسا ہونا مشکل نظر آتا تھا۔

مال روڈ پر سے کاریں اور رکشا شور مچاتے گزر رہے تھے ہوٹل کا کلاک رات کے سوا دس بجا رہا تھا۔ ماریا نے سوچا کہ وہ کہاں جائے اور کیا کرے۔ اسے خیال آیا کہ اپنے لاہور کے پرانے دوست امجد سے ہی ملاقات کر کے مشورہ کرنا چاہیے کہ وہ کس طرح تین ہزار سال پرانے تاریخ کے زمانے میں واپس جا سکتی ہے۔ اگرچہ اسے معلوم تھا کہ بے چارہ سٹوڈنٹ امجد اسے کیا مشورہ دے سکتا ہے مگر پھر بھی اس شہر میں ایک لڑکا ایک ساتھی تو ایسا تھا کہ جس کے ساتھ وہ بات کر سکتی تھی۔ ماریا کو خواب کی طرح امجد کی کوٹھی یاد تھی۔

وہ ہوٹل کے لان سے نکل کر مال روڈ کے فٹ پاتھ پر نہر کی
طرف چل پڑی۔ تین ہزار سال پرانے پر سکون اور خاموش زمانے
سے نکل کر وہ ۱۹۸۴ء کے سڑکوں، گاڑیوں، سکوٹروں اور رکشوں
کے شور مچاتے ہارن پر ہارن بجاتے زمانے میں آگئی تھی اور
یہ شور اس کے کان کھا رہا تھا۔ وہ حیران تھی کہ لاہور میں اتنا شور
کہاں سے آگیا ہے اور یہ لوگ کس طرح اس شور میں زندہ رہ
رہے ہیں۔ چیکی جن نے ماریا کو کہا تھا کہ وہ اسے ۱۹۸۴ء
کے لاہور میں لے آیا ہے۔ اس کا مطلب تھا کہ یہاں ابھی دو ایک
سال ہی گذرے تھے جبکہ واپسی کا سفر کرتے ہوئے اسے اور عنبر
ناگ کیٹی کو سینکڑوں برس گذر چکے تھے۔

یہ بھی وقت کی عجیب بھول بھلیاں تھیں۔

پیارے دوستو! جب تم بڑے ہو گے تو پڑھو گے کہ وقت
اصل میں کوئی شے نہیں ہے اور محض ہمارا وہم اور خیال ہے۔
تم نے فزکس کی کتابوں میں مشہور سائنس دان آئن سٹائن کی
تھیوری ضرور پڑھی ہو گی کہ جب کوئی شے روشنی کی رفتار
پر چلنے لگتی ہے تو وقت رک جاتا ہے۔ اور اگر خلا باز اپنے خلائی
جہاز کو روشنی کی رفتار کے ساتھ اڑاتا ہو کسی سیارے پر جا کر
واپس آئے تو اسے سیارے میں آنے جانے میں ایک
گھنٹہ یا ایک منٹ لگے گا مگر دنیا میں ہو سکتا ہے ایک سو سال

گذر چکا ہو اور اس کے بچے بوڑھے کھوسٹ ہو چکے ہوں یہ باتیں
تمہیں عجیب لگیں گی۔ مگر دوستو یہ سائنس کی باتیں ہیں۔ جنوں بھوتوں
کی طلسمی باتیں نہیں ہیں۔ یہ تمہیں سمجھنا ہوں گی اور بڑے ہو کر
ان پہ غور کرنا ہو گا تاکہ تم بھی ترقی کر کے ترقی یافتہ قوموں کی
صف میں کھڑے ہو سکو۔

بہرحال ابھی تو ہم ماریا کی بات کرتے ہیں جو وقت کے غار سے
اچانک پیچھے کو جھٹکا کھا کر ۱۹۸۴ء کے زمانے میں آ چکی ہے اور اس
وقت ظفر علی روڈ والی خشک نہر کے کنارے کنارے ماڈل ٹاؤن
کی طرف سٹوڈنٹ اور اپنے پرانے دوست امجد سے ملنے جا رہی ہے
فیروز پور روڈ پر پہنچی تو رات کے سوا دس بج چکے تھے یہاں
ابھی تک کافی ٹریفک تھی۔ اب ماریا کو لاہور کی ماڈرن زندگی
یاد آنے لگی تھی۔ اسے یاد آ گیا کہ ماڈل ٹاؤن کی طرف یہاں بسیں
بھی چلتی ہیں اور لوگ ان بسوں میں بیٹھ کر ماڈل ٹاؤن جاتے ہیں
ماریا کو بس میں بیٹھنے کی حاجت نہیں تھی مگر وہ ماڈل ٹاؤن کا راستہ
بھول چکی تھی

وہ ایک ایسی بس کے ساتھ ساتھ ہوا میں چلنے لگی۔ جس کے
ماتھے پر ماڈل ٹاؤن لکھا ہوا تھا۔ جب یہ بس ماڈل ٹاؤن پہنچی
تو ماریا کو علاقے کا نقشہ یاد آ گیا۔ اب وہ خود بخود امجد کی کوٹھی
طرف چلنے لگی۔ امجد کی کوٹھی اسی طرح تھی۔ صرف لان میں

پودے بڑے ہو کر درخت بن چکے تھے۔ امجد کے کمرے میں بتی
جل رہی تھی۔ ماریا کوٹھی کے لان میں سے گزر کر امجد کے
کمرے کی کھڑکی کے پاس آگئی۔

اگست کا مہینہ تھا۔ کھڑکی کھلی تھی اور امجد کے کمرے میں
پنکھا چل رہا تھا۔ وہ میز پہ کہنیاں رکھے۔ شاید کالج کا کام کر
رہا تھا۔ ماریا نے محسوس کیا کہ امجد کچھ بڑا ہو گیا ہے اور اس
نے مونچھیں رکھ لی ہیں۔ ماریا خاموشی سے کھڑکی میں سے گزر
کر امجد کے کمرے میں داخل ہو گئی۔ عنبر ناگ ماریا کے ساتھ
کچھ عرصہ رہنے کی وجہ سے آپ کو یاد ہو گا کہ امجد اور غزالہ
کو ان کی خوشبو آنے لگی تھی۔

اب بھی ایسا ہوا کہ امجد کو ایک جانی پہچانی سی خوشبو
محسوس۔ کاپی پہ تاریخ کے نوٹس لکھتے اس نے ناک سکیڑی
فضا میں کچھ سونگھا۔ پھر سر جھٹک کر اپنے کام میں مصروف
ہو گیا۔ اس کو تو خیال ہی نہیں آسکتا تھا کہ ماریا واپس ماڈرن زمانے
میں آئے گی۔ کیونکہ جاتی دفعہ عنبر ناگ ماریا نے امجد کو کہہ دیا تھا
کہ اب وہ کبھی ماڈرن زمانے میں نہیں آئیں گے اپنے واپسی
کے سفر میں ہی پیچھے کی طرف بڑھتے چلے جائیں گے۔

اتنے میں امجد کی بڑی بہن دودھ کا گلاس طشت میں رکھ
کر لائی اور اسے امجد کے پاس میز پہ رکھ کر بولی "

"امجد! دودھ پینا مت بھولنا۔ کل بھی پڑے پڑے
ٹھنڈا ہو گیا تھا۔"

امجد نے آہستہ سے کہا "نہیں بھولوں گا۔"

اس کی بہن واپس چلی گئی۔ امجد اپنے کام میں بے حد
مصروف تھا۔ اسے خبر ہی نہ ہوئی کہ ماریا نے دودھ کا گلاس میز
چلا گیا؟ ابھی تو اس کی بہن رکھ کر گئی تھی۔ وہ حیران ہو کر کمرے
میں دیکھنے لگا۔

اسے ماریا کی ہنسی کی آواز سنائی دی۔ امجد کا چہرہ خوشی سے
تمتما اٹھا۔ "ماریا بہن! کیا یہ تم ہو؟ مجھے تمہاری خوشبو آرہی ہے"
ماریا نے دودھ کا گلاس میز پہ رکھ دیا۔ گلاس دوبارہ نظر آنے لگا
ماریا نے کہا۔ "ہاں امجد بھائی! میں ماریا ہوں"

"مگر۔۔ مگر ماریا بہن تم کیسے ماڈرن زمانے میں آگئیں؟
تم لوگوں نے تو کہا تھا کہ اب کبھی اس زمانے میں نہیں آؤ گے"

ماریا نے آہ بھر کر کہا۔ "ہاں امجد بھائی ایسا ہی کہا تھا مگر۔
مگر میں صرف ایک احمقانہ حادثے کی وجہ سے واپس
آگئی ہوں۔ عنبر ناگ کیٹی تو قدیم یونان اور قدیم روم کے
زمانے میں ہی ہیں۔

"مگر ۔۔۔ یہ سب کچھ کیسے ہوا؟"

ماریا نے ساری کہانی امجد کو سنائی۔ امجد مسکرا کر بولا۔
"پرے اٹھا لیا تھا اور وہ ماریا کے ہاتھ میں آتے ہی غائب ہو چکا

تھا۔ امجد نے نگاہیں کاپی پر جمائے ہاتھ گلاس کی طرف بڑھایا تو وہاں پر کچھ بھی نہیں تھا۔ اس نے چونک کر دیکھا اسے دودھ کا گلاس کہاں

چلو۔ اس طرح اپنی بہن سے دوبارہ ملاقات ہو گئی۔"

ماریا نے کہا۔ "لیکن امجد بھائی میں بہت پریشان ہوں میں جتنی جلدی ہو سکے واپس عنبر ناگ کیٹی کے زمانے میں جانا چاہتی ہوں۔"

امجد بولا۔ "اس کے بارے میں بھی غور کر لیں گے۔ کوئی نہ کوئی راستہ نکل آئے گا۔ ابھی تم یہیں ہمارے پاس رہنا۔ میں اوپر والا کمرہ صاف کر دوں گا۔ تم وہاں آرام کرنا۔"

ماریا نے پوچھا۔ "یہ تم کیا پڑھ رہے ہو؟"

امجد نے ماریا کو بتایا کہ وہ سیکنڈ ایئر میں داخل ہو گیا ہوا ہے اور چھٹیوں کا کام کر رہا ہے۔ پھر ماریا نے اس سے غزالہ کے بارے میں پوچھا۔ امجد نے بتایا کہ غزالہ کی شادی ہو چکی ہے اور وہ شادمان کی ایک شاندار کوٹھی میں اپنے خاوند اور بچے کے ساتھ رہتی ہے۔ ماریا نے کہا۔

"میں اسے ضرور ملوں گی۔"

"ہم کل ہی اس کے گھر چلیں گے۔" امجد نے کہا۔

اچانک امجد کی بہن کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ کچھ حیران حیران سی تھی۔

"یہ تم اکیلے کمرے میں کس سے باتیں کر رہے ہو؟"

امجد پہلے تو گھبرایا پھر فوراً بولا۔

"کچھ نہیں آپی — میں — میں تاریخ کا سبق اونچی بول کر یاد کر رہا تھا۔ اس میں ایک بادشاہ کے اپنی ملکہ کے ساتھ مکالمے تھے۔"

امجد کی بہن نے آگے بڑھ کر کہا۔

"ذرا دکھاؤ تو کاپی — کہاں ہیں مکالمے؟"

امجد نے جلدی سے کاپی بند کر لی اور کہا۔

"کوئی بات نہیں آپی — میں — میں منہ زبانی یاد کر رہا تھا۔"

امجد کی بہن نے سانس بھر کر کہا۔

"امجد تمہارے سر پر جو ٹیلی ویژن کے ڈراموں میں اداکاری کرنے کا بھوت سوار ہے۔ اس کو بھول جاؤ۔ میں جانتی ہوں تم کسی ڈرامے کی ریہرسل کر رہے تھے۔"

امجد نے فوراً کہا۔ "ہاں آپی — میں — میں ایک سٹیج ڈرامے کی ریہرسل کر رہا تھا۔ ہمارے کالج میں کھیلا جائے گا۔ بس اس کے بعد کسی ڈرامے میں حصہ نہیں لوں گا۔"

بہن نے کہا: "اچھا چلو یہ دودھ پیئو اور سو جاؤ۔ بہت رات ہو گئی ہے۔ امی بھی ناراض ہو رہی ہیں کہ امجد اتنی رات گئے تک کیوں کام کرتا ہے۔"

"اچھا آپی۔"

اور امجد دودھ پینے لگا۔ اس کی بہن سر کو آہستہ سے

ہلاتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی - ماریا نے مسکرا کر کہا۔
"بڑی محبت کرتی ہے تمہاری بہن تم سے۔"

امجد نے آہستہ سے کہا۔" میری ایک ہی تو بہن ہے - اسے میرا
بہت خیال رہتا ہے۔ ہم اکیلے بہن بھائی تو ہیں۔"

ماریا نے کہا۔" اچھا امجد — اب تم آرام کرو۔ میں کل تمہارے
پاس آؤں گی۔"

امجد نے کہا۔" ماریا بہن! تم اوپر والے کمرے میں جاکر آرام
کرو اس وقت کہاں جاؤ گی۔"

ماریا کہنے لگی۔" تم شاید بھول گئے ہو کہ مجھے آرام کرنے
کی ضرورت نہیں ہوتی - ویسے ہی سر چھپانے کو کہیں بیٹھ
جاتی ہوں یا لیٹ جاتی ہوں۔ میں لاہور شہر کی سیر کرنا چاہتی
ہوں - تم آرام کرو - میں صبح یا کل دوپہر کے وقت آؤں گی۔
پھر غزالہ کے ہاں چلیں گے۔"

ماریا امجد کی کوٹھی سے نکل کر سڑک پر آگئی - رات کے گیارہ
بج رہے تھے - اس علاقے میں خاموشی ہو گئی تھی - سڑک پر
بھی اب ٹریفک کا وہ شور نہیں رہا تھا - ماریا کا دل لاہور
کے ریلوے سٹیشن کی سیر کرنے کو چاہ رہا تھا - وہ ریلوے سٹیشن
کا راستہ بھول گئی تھی - اس نے ایک بس کو دیکھا جو شہر
کی طرف جا رہی تھی - شاید یہ اس علاقے سے واپس جانے

والی آخری بس تھی - ماریا اس بس کے ساتھ ساتھ ہوا میں
اڑنے لگی - وہ زمین سے پانچ سات فٹ بلند ہو کر چل رہی
تھی - کیونکہ اسے شہر کا راستہ اچھی سے نہیں آتا تھا -

بس ریلوے سٹیشن کے سامنے جاکر کھڑی ہو گئی -

ماریا نے دیکھا کہ آدھی رات کے وقت بھی ریلوے سٹیشن
پر بڑی رونق تھی - سٹیشن کے اندر بتیاں جگمگا رہی تھیں - ماریا
سٹیشن کے لاؤنج میں داخل ہو کر پلیٹ فارم پر آگئی - گیٹ پر
چیکر کھڑا تھا - مگر وہ ماریا کو داخل ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا
اس لئے ماریا سے پلیٹ فارم کا ٹکٹ دیکھنے کا سوال ہی پیدا
نہیں ہوتا تھا - پلیٹ فارم پر کافی لوگ تھے - معلوم ہوا کہ راولپنڈی
سے ایک ریل کار آرہی ہے جس کو نو بجے پہنچنا تھا - مگر بارشوں
کی وجہ سے راستہ خراب ہونے کی وجہ سے وہ پونے تین گھنٹے
لیٹ آرہی ہے -

ماریا بھی ریل کار دیکھنے کے لئے ایک طرف کھڑی ہو گئی -
تھوڑی دیر بعد ریل کار آگئی - مسافر اترنے لگے - اچانک
ماریا کی نظر غزالہ پر پڑ گئی - وہ خوبصورت لباس پہنے اپنے بچے کو
گود میں لئے ریل کار سے اتر رہی تھی ایک خوبصورت نوجوان
نے آگے بڑھ کر اس کی گود سے بچہ لے لیا - اور پیار کرنے لگا
ماریا قریب آگئی - نوجوان نے کہا۔" غزالہ! سفر میں تکلیف تو

ہو رہی ہو گی۔ ریل کار لیٹ ہو گئی۔

"کچھ نہ پوچھو جاوید ڈیئر۔ بیٹھے بیٹھے کمر دکھنے لگی ہے۔"

معلوم ہوا کہ یہ غزالہ کا خاوند تھا۔ غزالہ پہلے سے زیادہ صحت مند اور خوبصورت ہو گئی تھی۔ اس کا بچہ بھی بڑا خوبصورت تھا جو سو رہا تھا۔ خاوند نے ٹوکری اور بچہ غزالہ سے لیا اور پلیٹ فارم پر باتیں کرتے باہر کی طرف چلے۔

ماریا نے ابھی تک غزالہ پر اپنا آپ ظاہر نہیں کیا تھا مگر ماریا نے دیکھا کہ غزالہ نے ایک بار ناک ذرا سا سکیڑ کر فضا میں کوئی مخصوص خوشبو سونگھنے کی کوشش کی مگر پھر سر جھٹک کر اسے بھول گئی اور اپنے خاوند سے باتیں کرنے لگی کہ امی کیسی ہیں؟ بہنوں کا کیا حال ہے۔ کوہ مری میں بڑی بارش ہو رہی ہے۔ میں تو بارشوں سے تنگ آ گئی تھی یونہی باتیں کرتے کرتے وہ ریلوے سٹیشن سے باہر آ گئے۔

غزالہ کے خاوند نے بچہ اٹھا رکھا تھا۔ ٹوکری اس نے زمین پر رکھی اور غزالہ سے کہا۔

"میں پارکنگ سے گاڑی نکال کر لاتا ہوں۔ تم اسی جگہ کھڑی رہو۔"

جاوید بچے کو اٹھائے جیب سے گاڑی کی چابی نکال کر اس طرف چلا گیا۔ جہاں اس نے ٹیوٹا کرولا گاڑی کھڑی کر رکھی

تھی، غزالہ پرس ہاتھ میں لئے خاموش کھڑی اپنے خاوند کو جاتا دیکھ رہی تھی۔ ماریا اس سے کچھ فاصلے پر تھی۔ پھر بھی غزالہ فضا میں بار بار ایک مانوس سی خوشبو محسوس کر رہی تھی۔ مگر وہاں اتنا ہنگامہ اور شور تھا کہ خوشبو کی طرف اسکا دھیان کم ہی جا رہا تھا۔

ماریا نے سوچا کہ اب اسے آگے بڑھ کر غزالہ سے بات کر لینی چاہیئے۔ یہ سوچ کر وہ آگے بڑھنے ہی والی تھی کہ اچانک ایک طرف سے ایک آدمی سکوٹر پر سوار آیا اور دیکھتے دیکھتے غزالہ کے ہاتھ سے اس کا پرس چھین کر فرار ہو گیا۔ غزالہ نے شور مچا دیا۔

"جاوید! پکڑو۔ پکڑو۔ یہ چور میرا پرس لے گیا ہے۔"

لوگ سکوٹر سوار کی طرف دوڑے مگر وہ چور سکوٹر کو تیزی سے نکال کر لے گیا تھا اور اب ایمپریس روڈ پر شملہ پہاڑی کی طرف اڑا جا رہا تھا۔ ماریا بھلا یہ منظر خاموشی سے کیسے دیکھ سکتی تھی۔ اس کا خون کھول اٹھا تھا۔ وہ ایکدم اپنے پاؤں پر اچھلی اور ہوا میں دس پندرہ فٹ بلند ہو گئی اور اس نے جیٹ طیارے کی طرح ہوا میں ایک غوطہ لگایا اور سکوٹر سوار کے سر پر پہنچ گئی۔

سکوٹر سوار پرس آگے سکوٹر کی ٹوکری میں رکھے بڑی تیزی

سے گاڑیوں اور رکشوں میں سے نکل کر سکوٹر کو بڑی سپیڈ پر بھگائے
لئے جا رہا تھا۔ جب وہ ریڈیو سٹیشن کی عمارت کے قریب
پہنچا تو اسے ایک دھچکا لگا اور سکوٹر کی رفتار کم ہوتے ہوتے
سکوٹر رک گیا۔ وہ حیران ہوا کہ سکوٹر کی موٹر چل رہی تھی
اور سکوٹر رک گیا تھا۔ ماریا نے سکوٹر کو آگے سے پکڑ کر ایک
جگہ روک دیا تھا۔

پرس چور سکوٹر سوار نے جلدی سے ٹوکری میں سے پرس
اٹھایا اور سکوٹر وہیں پھینکا اور ایک طرف کو بھاگا۔ لیکن ماریا
سے بچ کر وہ کہاں جا سکتا تھا۔ ماریا تو اس کے سر پر موجود تھی
پرس چور بائیں طرف والی کوٹھیوں کے درمیان کی گلی میں دوڑا
یہاں اندھیرا تھا۔ ماریا نے بڑے آرام سے پرس چور کو گردن
سے پکڑ کر ایک جھٹکا دیا۔ وہ چوہے کی طرح ماریا کے ہاتھ
میں لٹکنے لگا اس کا رنگ فق ہو گیا وہ سمجھا کہ اسے کسی بھوت
نے پکڑ لیا ہے۔ ماریا نے اس کے ہاتھ سے غزالہ کا پرس
لے لیا اور پرس چور کو زور سے کوٹھی کی دیوار کے ساتھ دے
مارا۔ پرس چور کا سر پھٹ گیا اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا
اس کے لئے اتنی سزا ہی کافی تھی۔

ماریا غزالہ کا پرس لے کر بڑی تیزی سے درختوں کے
اوپر سے اڑتی ہوئی واپس ریلوے سٹیشن کے باہر آگئی۔ وہاں

لوگ جمع تھے۔ جاوید نے پولیس کو بلا لیا تھا۔ وہ چور کو پکڑنے
کے لئے کہہ رہا تھا۔ پولیس کے سپاہی ٹال مٹول کر رہے تھے
کہ جناب چور بھاگ گیا ہے۔ آپ نے سکوٹر کا نمبر بھی نوٹ
نہیں کیا۔ اب ہم اسے کہاں تلاش کریں۔ چل کر تھانے رپٹ
درج کرا لیں۔ یہ کہہ کر سپاہی چلے گئے۔ لوگ بھی ادھر ادھر ہو
گئے۔ غزالہ نے کہا۔

"جاوید! میرے پرس میں میرا سارا زیور تھا۔ میں نے کتنی
غلطی کی کہ راستے میں زیور اتار کر پرس میں رکھ لیا۔"

جاوید نے گاڑی کا دروازہ کھول کر کہا۔

"چلو گھر تو چلو۔ پولیس میں رپٹ درج کرا دیں گے۔ اگر قسمت
میں ہو گا تو پرس مل جائے گا۔"

گاڑی کی پچھلی سیٹ پر غزالہ کا بچہ سو رہا تھا۔ غزالہ
سخت مایوس ہو کر گاڑی میں بیٹھ گئی۔ وہ میو روڈ کی
طرف سے ہو کر نہر کے کنارے آگئے اور پھر شادمان
کے علاقے میں داخل ہو کر اپنی کوٹھی کے گیٹ میں سے
گزرتے ہوئے پورچ میں رک گئے۔ اندر سے غزالہ کی
ساس اور سسر اور بہن بھی آگئیں۔ جب انہیں پرس کی
چوری کا علم ہوا تو بڑا غم کرنے لگیں۔ جاوید نے کہا۔

بھئی میں ابھی جا کر تھانے رپورٹ درج کراتا ہوں۔ پرس

مل جائے گا۔ فکر نہ کریں۔"

غزالہ برآمدے میں ایک طرف اداس سی کھڑی تھی۔ نوکر نے سوئے ہوئے بچے کو اٹھایا اور اندر لے گیا۔ اتنے میں غزالہ کو ماریا کی تیز خوشبو محسوس ہوئی۔ اس نے چہرہ اوپر اٹھا کر فضا میں سونگھا۔

ایک سیکنڈ میں کسی نے اس کا پرس زیوروں سے بھرا ہوا اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ خوشی سے غزالہ کی چیخ نکل گئی۔ سب نے جب غزالہ کا پرس اس کے ہاتھوں میں دیکھا تو ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"غزالہ کیا تمہیں یقین ہے کہ تمہارا پرس سکوٹر سوار چھین کر لے گیا تھا؟" جاوید نے پوچھا۔

غزالہ نے کہا "ہاں، وہ میرے ہاتھ سے چھین کر لے گیا تھا۔"

"تو پھر یہ پرس واپس کہاں سے آ گیا؟" اس کے سسر نے کہا۔ غزالہ کو اب ماریا کی خوشبو بہت قریب سے آ رہی تھی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ ماریا نے اس کی مدد کی ہے۔ اسی نے وہ پرس اسے واپس لا کر دیا ہے۔ اور وہ اس وقت یقیناً اس کے پاس ہی کھڑی ہے۔ مگر وہ سب کو ماریا کے بارے میں نہیں بتا سکتی تھی۔ ماریا نے کہا۔

"غزالہ! آئندہ زیور پرس میں نہ رکھا کرو۔"

غزالہ کے منہ سے بے اختیار نکل گیا "نہیں رکھوں گی ماریا بہن!"

اس کے خاوند نے حیرانی سے پوچھا۔

"یہ ۔۔۔ یہ تم کس سے بات کر رہی ہو۔ یہاں تو کوئی ماریا نہیں ہے۔"

غزالہ فوراً سنبھل گئی کہنے لگی۔

"بھئی میں کہہ رہی تھی کہ آئندہ زیور پرس میں نہیں رکھا کروں گی۔ چلو اندر چلتے ہیں۔ مجھے سخت بھوک لگ رہی ہے۔"

کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ غزالہ کا پرس گم ہو کر اچانک اس کے پاس واپس کیسے آ گیا۔ جاوید کی بہنیں تو آپس میں کہنے لگیں کہ یہ اس کی چال تھی۔ پرس کہاں گم ہوا تھا۔ اس کے پاس ہی تھا۔ ڈرامہ کھیل رہی تھی بھابی — وہ سب لوگ کوٹھی کے اندر چلے گئے۔ غزالہ کے خاوند کو یقین تھا کہ پرس چور لے گیا تھا اور اب کوئی غیبی طاقت اسے غزالہ کو واپس دے گئی ہے۔ مگر یہ غیبی طاقت کونسی تھی؟ یہ بات جاوید کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ وہ سوچنے لگا کہ غزالہ بہت نماز روزہ کی پابند ہے۔ ہو سکتا ہے کسی غیبی بزرگ نے اس کی مدد کی ہو۔ یقیناً ایسا ہی ہو گا۔ یہ سوچ کر جاوید کے دل میں اپنی بیوی غزالہ کی عزت اور بڑھ گئی۔

غزالہ منہ ہاتھ دھونے کا بہانہ بنا کر اپنے کمرے

کے غسل خانے میں چلی گئی۔ جاوید بچے کو سلا کر غزالہ کے بستر
پر نئی چادر بچھا رہا تھا۔ ماریا بھی غسل خانے میں آ گئی۔ غزالہ
نے بڑے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔
"ماریا بہن! تم آ گئی ہو ناں؟"
"ہاں غزالہ! میں تمہارے پاس ہی ہوں۔ آ گئی ہوں۔
مگر بڑی مجبور ہو کر واپس آئی ہوں۔"
پھر ماریا نے غزالہ کو بھی دھیمی آواز میں اپنی ساری
کہانی سنا ڈالی۔
غزالہ نے کہا۔ "ماریا بہن! میں تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ
تم نے میرا پرس مجھے واپس دلا دیا۔ اگر اتفاق سے تم وہاں پر
موجود نہ ہوتیں تو میرے زیور مجھے کبھی نہیں مل سکتے تھے۔
اب تم ہمارے پاس ہی رہو۔ کیا تم امجد سے ملی ہو؟"
"ہاں۔ اس سے مل کر ریلوے سٹیشن کی سیر کو آئی تھی کہ اتفاق
سے تم سے ملاقات ہو گئی۔ مگر غزالہ! میرا واپس جانا بہت ضروری
ہے۔ کیونکہ عنبر ناگ کیٹی تو اس زمانے میں آ نہیں سکتے ہیں اکیلی
یہاں رہ کر کیا کروں گی۔ میرا ان کے پاس واپس جانا بہت
لازمی ہے۔
بہرحال میں پھر آؤں گی اور اس پر غور کریں گے۔"
غزالہ کہنے لگی۔ "تم میرے پاس ہی ٹھہر جاؤ۔ تمہیں کون
دیکھے گا۔ جہاں چاہے سو جانا۔"

ماریا ہنس کر بولی۔ "امجد بھی یہی کہہ رہا تھا۔ مگر تم آرام
کرو۔ میں امجد کی کوٹھی کے اوپر والے کمرے میں جا کر باقی رات
کاٹ لوں گی۔ کل ملنے آؤں گی۔"
اچانک باہر سے جاوید کی آواز آئی۔ "غزالہ یہ تم اندر کس
سے باتیں کر رہی ہو؟"
غزالہ نے بلند آواز سے کہا۔ "اپنے آپ سے باتیں کر رہی ہوں۔"
اور غزالہ ہنس پڑی۔ ماریا نے کہا۔ "اچھا اب میں جاتی ہوں۔" اور
غزالہ نے محسوس کیا کہ ماریا کی خوشبو غسل خانے سے غائب ہو
گئی ہے۔ جب وہ باہر نکلی تو جاوید نے بڑی محبت اور عقیدت
کے ساتھ اپنی بیوی غزالہ کا ہاتھ تھام لیا اور بولا۔
"غزالہ! تم میری بیوی بھی ہو مگر بڑی عظیم عورت بھی ہو۔
میں جانتا ہوں کہ تم اندر جس بزرگ سے باتیں کر رہی تھیں
یہ وہی بزرگ تھے جنہوں نے تمہارا پرس واپس دلایا تھا۔
کیا تم مجھے ان بزرگ سے نہیں ملواؤ گی؟"
غزالہ قہقہہ لگا کر ہنسی اور یہ کہہ کر پلنگ پر لیٹ گئی۔
"ضرور ملاقات کراؤں گی۔ وقت آ لینے دو۔"
دوسری طرف ماریا جب امجد کی کوٹھی کے قریب پہنچی تو رات
کافی گزر چکی تھی اور سارا علاقہ خاموش اور سنسان تھا۔ امجد کی
کوٹھی میں اندھیرا تھا۔ صرف برآمدے کا بلب جل رہا تھا۔ امجد
کے کمرے میں بھی اندھیرا تھا۔ سب گہری نیند سو رہے تھے۔ ماریا

زمین سے اچھل کر اوپر والے کمرے کے قریب آئی تو اسے کسی کے قدموں کی آواز آئی اور پھر دو آدمیوں کے آپس میں کھسر پھسر کرنے کی آواز بھی سنائی دی۔ ماریا تیزی سے دوسری طرف چلی گئی۔ اس نے دو نقاب پوش آدمیوں کو رسی کی مدد سے کوٹھی کی چھت پر کودتے دیکھا۔ چھت پر کودنے کے ساتھ ہی وہ وہیں چھجے سے سر چھپا کر بیٹھ گئے۔ ماریا نے دیکھا کہ ان میں سے ایک نقاب پوش کے ہاتھ میں چمکتا ہوا خنجر اور دوسرے کے ہاتھ میں پستول تھا۔

○

★ یہ نقاب پوش کون تھے؟
★ ماریا ۱۹۸۴ء کے لاہور سے واپس تین ہزار سال پیچھے کیسے پہنچی؟
★ کیٹی ناگن کے روپ میں یونانی سپیرے کے ساتھ ہندوستان پہنچی تو اس کو کن سنسنی خیز واقعات سے گزرنا پڑا؟
★ ناگ عنبر جو عراق کی طرف جا رہے تھے ان کے ساتھ کیا گزری؟
★ ان سوالوں کے رونگٹے کھڑے کر دینے والے جواب عنبر ناگ ماریا کی قسط نمبر ۱۹ "ناگن مجھے کاٹو" میں پڑھئے اور لطف اٹھائیے۔